بِمَآ اَوۡحَيۡنَآ اِلَيۡكَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ ۖ وَاِنۡ كُنۡتَ مِنۡ

بوحی فرستادن خود بسوئے تو ایں قران را و ہر آئنہ حال اینست کہ تو بودی

ہم نے وحی بھیجی تمہاری جانب اس قرآن کو اور بیشک تو

قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِيۡنَ ۝۳ اِذۡ قَالَ يُوۡسُفُ لِاَبِيۡهِ يٰۤاَبَتِ

پیش ازیں از بے خبران چوں گفت یوسف مر پدر خود را اے پدر من

اس سے پہلے بے خبروں میں سے تھا۔ جب کہا یوسف نے اپنے باپ سے اے میرے پدر!

اِنِّىۡ رَاَيۡتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوۡكَبًا وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ رَاَيۡتُهُمۡ

ہر آئنہ من بخواب دیدم یازدہ ستارہ و آفتاب و ماہ را دیدم اینہا را

بیشک میں نے خواب میں گیارہ ستارے اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے میں نے ان کو دیکھا کہ

لِىۡ سٰجِدِيۡنَ ۝۴ قَالَ يٰبُنَىَّ لَا تَقۡصُصۡ رُءۡيَاكَ عَلٰٓى

برائے خود سجدہ کنندہ گفت اے پسرک من بیان مکن خواب خود را پیش

مجھے سجدہ کر رہے ہیں ۲ کہا: اے میرے چھوٹے لڑکے! بیان نہ کرنا اپنے خواب کو اپنے

اِخۡوَتِكَ فَيَكِيۡدُوۡا لَكَ كَيۡدًا ؕ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ

برادران خود کہ آنگاہ اندیشہ کنند در حق تو حیلہ ہر آئنہ شیطاں مر آدمیانرا

بھائیوں کے سامنے کہ وہ چال چلیں گے تمہارے حق میں حیلہ کا، بیشک شیطان آدمیوں کیلئے

عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ۝۵ وَكَذٰلِكَ يَجۡتَبِيۡكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنۡ

دشمن آشکارا ست چنانکہ ایں خواب بتو نمود ہمچنیں برگزیند تو ترا پروردگار تو و بیاموزد ترا از

کھلا دشمن ہے ۳ اور اسی طرح تجھے تیرا رب چن لیگا اور تجھے

تَاۡوِيۡلِ الۡاَحَادِيۡثِ وَيُتِمُّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ وَعَلٰٓى اٰلِ

علم تاویل الاحادیث و تمام کند نعمت خود را بر تو و بر فرزندان

باتوں کی تاویل کا علم سکھائیگا اور اپنی نعمت تجھ پر پوری کریگا اور اولاد

۱ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان کردہ قصوں کے درمیان حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو "احسن قصص" کیوں قرار دیا (۱) قرآن میں بیان کردہ قصوں میں سے کوئی قصہ بھی عبرت اور حکم کے اعتبار سے اس قصہ کی طرح نہیں ہے۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اختتام پر فرمایا لَقَدۡ كَانَ فِىۡ قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٌ لِّاُولِى الۡاَلۡبَابِ. ترجمہ: تحقیق ان کے قصہ میں عقلمندوں کیلئے عبرت ہے (۲) حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے کردار کا بدلہ بہت اچھے انداز میں دیا، انکی اذیت پر صبر کیا اور انکی ملاقات کے بعد انھیں معاف فرمادیا، یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: لَا تَثۡرِيۡبَ عَلَيۡكُمُ یعنی آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ (۳) اس لئے کہ اس میں انبیاء علیہم السلام، صالحین، ملائکہ، شیاطین، جن، انس، چوپائے، پرندے، بادشاہ اور سلطنت کے حالات، تجار، علماء، جہال، مردوں، عورتوں اور انکے مکر وحیلہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح اس سورت میں توحید، فقہ، سیر، خواب کی تعبیر، سیاست، معاش کی تدبیر اور دین و دینا کے اصلاح کیلئے بہت سے جملوں کا ذکر ہے۔ (۴) اس میں حبیب اور محبوب اور ان دونوں کی سیرتوں کا ذکر ہے۔ (۵) بعض اہل معانی کہتے ہیں کہ یہ احسن قصص اس لئے ہے کہ اس میں جنکا تذکرہ کیا گیا ہے وہ سب سعادت کی طرف مائل تھے، دیکھیئے حضرت یوسف علیہ السلام، انکے والدین، انکے بھائی اور عزیز مصر کی عورت۔ (۶) بادشاہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام پر ایمان لے آیا اور اسکا اسلام بہت عمدہ رہا، ساقی کے خواب کی تعبیر اور بچہ کا گواہی دینا۔ [بیان کردہ ان سارے امور کی بناء پر قرآن نے اس واقعہ کو احسن قصص کہا] (القرطبی)

۲ حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند انھیں سجدہ کررہے ہیں۔ آپ کے گیارہ بھائی تھے اس لئے گیارہ ستاروں کی تفسیر انکے بھائیوں سے کی گئی اور سورج وچاند سے مراد باپ اور ماں ہیں اور یہ سجدہ تواضع کے طور پر تھا۔ واضح رہے کہ یہاں رَاَيۡتُ بمعنی میں نے خواب میں دیکھا ہے اور اس معنی پر دو قرینہ موجود ہیں (۱) حقیقت کے اعتبار سے ستارے سجدہ نہیں کرتے ہیں اس لئے یہاں کلام کو خواب پر محمول کیا اور رَاَيۡتُ کو خواب دیکھنے کے معنی میں لیا گیا ہے (۲) حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے فرمایا: لَا تَقۡصُصۡ رُءۡيَاكَ عَلٰٓى اِخۡوَتِكَ ترجمہ: اے میرے بیٹے تم اپنے خواب کو اپنے بھائیوں کے سامنے مت بیان کرنا۔ [اس سے معلوم ہورہا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی رَاَيۡتُ کو خواب دیکھنے کے معنی میں لیا ہے] حضرت یوسف علیہ السلام جب سات برس کے تھے تو آپ نے خواب دیکھا کہ گیارہ لمبے عصا زمین میں نصب ہوگئے ہیں پھر ایک چھوٹا عصا ظاہر ہوکر ان تمام کو نگل جاتا ہے۔ آپ نے اپنا یہ خواب اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے بیان کیا تو آپ نے بھائیوں کے سامنے اس خواب کو بیان کرنے سے منع فرمایا، پھر جب آپکی عمر مبارک بارہ برس ہوئی تو خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے، سورج چاند انھیں سجدہ کررہے ہیں، جب اپنا خواب بیان کیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھائیوں سے اپنا خواب بیان کرنے سے منع فرمایا۔ کہا گیا ہے کہ اس خواب کے چالیس سال بعد بھائیوں نے آپکو سجدہ کیا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۸۰ سال بعد سجدہ کا واقعہ ہوا۔ مروی ہے کہ یہود نے آکر نبی ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ہمیں ان ستاروں کے نام بتایئے جنہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا آپ تھوڑی دیر خاموش رہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر میں انکے نام بتادوں تو تم لوگ مانو گے؟ انھوں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا انکے نام یہ ہیں۔ جریان، طارق، ذیال، قابس، عمودان، فلیق، مصبح، ضروح، فرغ، وثاب اور ذوالکتفین۔ (تفسیر کبیر) ۳ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے فرمایا کہ تم اپنے خواب کو بھائیوں سے مت بیان کرنا وہ لوگ حسد کرکے تمہارے خلاف چال چلیں گے اور شیطان جو تمہارا ازلی دشمن ہے وہ تمہارے بھائیوں کو تمہاری دشمنی پر ابھاریگا۔ (ابن جریر)

يَعْقُوبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَ

یعقوب چنانکه تمام کرد آنرا بر دوجد پیش ازیں ابراہیم و

یعقوب پر جس طرح پوری کی اسے تمہارے دو جد پر اس سے پہلے ابراہیم اور

اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۶ ع لَقَدْ كَانَ فِىْ يُوْسُفَ

اسحٰق ہر آئنہ پروردگار تو دانا استوار کار است ہر آئنہ ہست در قصہ یوسف

اسحاق پرٗ بیشک تمہارا رب جاننے والا حکمت والا ہے ۱ بیشک یوسف کے قصہ میں

وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝۷ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَ

و برادران او نشانہا سوال کنندگانرا چوں گفتند کہ یوسف و

اور انکے بھائیوں کے قصہ میں نشانیاں ہیں سوال کرنے والوں کیلئے ۲ جب کہا کہ یوسف اور

اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا

برادر حقیقی او دوست تر اند نزدیک پدر ما از ما و ما جماعتے اے ہر آئنہ پدر ما

انکے حقیقی بھائی زیادہ پیارے ہیں ہمارے باپ کے نزدیک ہم سے اور ہم ایک جماعت ہیں' بیشک ہمارا باپ

لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ۝۸ ۚۖ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ

در خطای ظاہر است بکشید یوسف را یا افگنیدش

کھلے بھول میں ہے ۳ قتل کرو یوسف کو یا ڈال دو اسے

لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝۹

بزمین غیر معلوم تا خالی شود برائے شما توجہ پدر شما و تا باشید بعد ازیں گروہی

غیر معلوم زمین پر تا کہ خالی ہو جائے تمہارے لئے تمہارے باپ کی توجہ اور تا کہ ہو جاؤ اسکے بعد نیک

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ

شایستہ گفت گوینده از ایشاں مکشید یوسف را و بافگنیدش

گروہ ۴ کہا ان میں سے کہنے والا مت قتل کرو یوسف کو اور انھیں ڈال دو

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی جس طرح تمہیں اتنے بڑے خواب سے چنا' یہ خواب دلالت کرتا ہے کہ تمہیں عزت وشرف اور بڑے بڑے امور کیلئے بھی چُنے گا۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ تمہارا رب تمہیں نبوت کیلئے چن لیگا۔ (تفسیر کبیر)

۲ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ماموں کی بیٹی لیا بنت لیان کے بطن سے آپکے چھ بیٹے اور دینہ نام کی ایک بیٹی تھی' سب سے بڑا روبیل تھا' دوسرا شمعون' تیسرا لادی' چوتھا یہودا' پانچواں ریان' چھٹا یشخر اور چار بیٹے زلفہ اور یلہمہ کے بطن سے تھے دان' تفتالی' آشر اور کذاء۔ بغوی نے لکھا ہے کہ لیا کے مرنے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسکی بہن راحیل سے نکاح کر لیا تھا جنکے بطن سے دو بیٹے یوسف اور بنیامین پیدا ہوئے اس طرح کل بارہ بیٹے ہوگئے۔ علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ شریعتِ اسرائیل میں ایک وقت میں دو بہنوں سے نکاح درست تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے نکاح میں ایک ہی زمانہ میں دو بہنیں [لیا اور راحیل] تھیں۔ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ. امام بغوی کہتے ہیں کہ یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ دریافت کیا تھا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ کنعان سے مصر کی طرف حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے انتقال کی وجہ دریافت کی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے یہ قصہ بیان فرما دیا' تو یہودیوں نے اس بیان کو تورات کے موافق پایا' بعض کے نزدیک سائلین سے مراد صرف یہود ہی نہیں ہیں بلکہ جو بھی سوال کرے اس کیلئے اس قصہ میں توحید و نبوت کی نشانیاں ہیں۔ بعض کے نزدیک آیات سے مراد نصیحتیں اور سائلین سے مراد عبرت حاصل کرنے والے ہیں۔ اس قصہ میں برادرانِ یوسف کے حسد اور حسد کے مآلِ بد اور انکے نتیجے کا بیان ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب اور اسکی تعبیر کے ظہور کی تفصیل ہے' حضرت یوسف علیہ السلام کی عِفت اور صبر عن الشہوات کا اظہار ہے' غلامی اور قید خانہ کے مصائب پر صبر رکھنے اور مآلِ کار حکومت واقتدار حاصل ہونے کی توضیح ہے' حضرت یعقوب علیہ السلام کے غم واندوہ اور بالآخر حصول مسرت اور شادمان کی تصریح ہے۔ [یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت کی نشانیاں اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے دلائل ہیں] (مظہری) ۳ اس آیت میں اس سبب کا بیان ہے جسکی بناء پر بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ایذا پہنچائی تھی اور وہ یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام محبت اور چاہت میں اپنی تمام اولاد میں سے حضرت یوسف علیہ السلام کو ترجیح دیتے تھے۔ آپکے بھائیوں کو یہ بات چند وجوہ سے ناپسند تھی (۱) حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین سے باقی دس بھائی بڑے تھے (۲) قوت اور والد کے امور کو پورا کرنے میں یہ لوگ پیش پیش تھے (۳) وہ لوگ کہتے تھے کہ ہم لوگ مفاسد اور آفات کو دور کرتے ہیں اور منافع اور بھلائی کو حاصل کرنے میں مشغول ہوتے ہیں اور یوسف محبت چاہت میں ہم سے آگے ہے۔ (تفسیر کبیر) فراء کہتے ہیں کہ دس اور دس سے اوپر کی جماعت کو عصبہ کہتے ہیں' بعض نے کہا کہ ایک سے دس تک کو عصبہ کہتے ہیں' بعض نے کہا کہ تین سے دس تک کو کہتے ہیں' بعض نے کہا کہ دس سے چالیس تک کو عصبہ کہتے ہیں' حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ دس سے پندرہ تک کو عصبہ کہتے ہیں۔ اِنَّ اَبَانَا لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ. یہاں ضَلٰلٍ سے مراد دینی گمراہی نہیں ہے ورنہ ایسا لفظ کہنے سے وہ سب کافر ہو جاتے بلکہ مراد یہ ہے کہ ہمارے باپ کا یہ عمل عقل کے خلاف ہے' انکی یہ رائے غلط ہے۔ (مظہری) ۴ وہب کہتے ہیں کہ یہ بات شمعون نے کہی تھی' حضرت کعب کہتے ہیں کہ دانی نے کہی تھی' حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ یہ بات روبیل نے کہی تھی بہرحال قائل ایک ہی تھا دوسرے اس رائے سے متفق تھے اس لئے کہنے کی نسبت سب کی طرف کر دی گئی۔ ہاں جو لوگ اس قول سے متفق نہیں تھے تو وہ قائل قرار نہیں دیئے جائیں گے مگر اکثر افرادِ جماعت اس سے متفق تھے اس لئے پوری جماعت کی طرف مجازاً نسبت کر دی گئی۔ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ یعنی اس کام کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی مانگ لینا وہ معاف کر دیگا یا یہ مطلب ہے کہ اپنے باپ کیساتھ ٹھیک ٹھاک ہو کر رہنا کوئی عذر پیش کر دینا باپ مان جائینگے اور تمہارے معاملات باپ سے درست ہو جائینگے۔ (مظہری)

فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ

در چاه تاریک تا بر گیرد او را بعض مسافران اگر

تاریک کنویں میں تا کہ انھیں اٹھا لے جائے بعض مسافر اگر تم

كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ⑩ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى

کنندگانید گفت اے پدر ما چیست بتو کہ امین نمی پنداری ما را بر

کرنے والوں ہو۱ کہا اے ہمارے باپ! کیا ہوا آپ کو کہ اعتبار ہم پر نہیں کرتے ہیں

يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ⑪ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ

یوسف و ہر آئنہ ما او را نیک خواہانیم بفرست او را با ما فردا تا میوہ بسیار خورد

یوسف کے بارے میں اور بیشک ہم ان کیلئے نیک چاہتے ہیں۲ آپ آئندہ کل بھیجئے انھیں ہمارے ساتھ تا کہ بہت سارے میوہ

وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ⑫ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ

و بازی کند و ہر آئنہ ما او را نگاہبانیم گفت ہر آئنہ اندوہگین میکند مرا

کھائے اور کھیلے اور بیشک ہم ان کیلئے نگاہبان ہیں ۳ کہا بیشک غمگین کریگا مجھے

اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ

آنکہ بہ بریدش و می ترسم از آنکہ بخورد او را گرگ و شما

یہ کہ تم انھیں لے جاؤ اور میں ڈرتا ہوں اس سے کہ کھا لے انھیں بھیڑیا اور تم

عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ⑬ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ

از وی بے خبر باشید گفتند اگر بخورد اورا گرگ و ما جماعتیم

ان سے بے خبر رہو ۴ کہا اگر انھیں بھڑیا کھا لے اور ہم ایک جماعت ہیں

اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ⑭ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ

ہر آئنہ ما آنگاہ زیانکار باشیم پس چوں بردندش و عزیمت کردند کہ

تو بیشک ہم اسوقت نقصان والے ہونگے ۵ پس جب انھیں لے گئے اور سب نے ارادہ کیا کہ

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس کنویں کے بارے میں اختلاف ہے جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے ڈالا تھا۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ بیت المقدس کا کنواں تھا' حضرت وہب کہتے ہیں کہ وہ کنواں اردن کی زمین میں تھا' حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ وہ کنواں حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر سے تین فرسخ کے فاصلہ پر تھا اور اکثر قافلہ والے یہاں سے گذرتے تھے۔ (تفسیر کبیر) یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی انبیاء نہیں تھے اولاً نہ آخراً' اس لئے کہ انبیاء کسی مسلم کے قتل کی تدبیر نہیں کرتے ہیں بلکہ یہ سب مسلمان تھے اور معصیت کا ارتکاب کیا پھر توبہ کرلی' کہا گیا ہے کہ وہ سب انبیاء تھے عقلاً نبی کا پھسلنا محال نہیں ہے۔ پس یہ واقعہ ان بھائیوں کی جانب سے پھسلنے کے قبیل سے ہے' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لوگ اسوقت نبی نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں خبر دی یہ [تیسرا قول] اشبہ ہے۔ (القرطبی) بعض اہل علم کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے قتل کا ارادہ کرلیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے انکو قتل کے جرم سے محفوظ رکھا اور وہ لوگ ایسا کر گذرتے تو سب کے سب ہلاک ہو جاتے۔ یہ تمام واقعات اس زمانے کے ہیں جب ان حضرات میں سے کوئی نبوت سے سرفراز نہیں ہوا تھا۔ ابو عمرو بن علاء کا یہی قول ہے جو لوگ ابنائے یعقوب [حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں] کے پیغمبر ہونے کے قائل ہیں انکے نزدیک نبوت سے پہلے انبیاء علیہم السلام سے صدورِ معصیت ناممکن نہیں ہے۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی پیغمبر نہیں تھے۔ (مظہری) صحیح یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی انبیاء علیہم السلام میں سے نہ تھے اور اگر وہ سب انبیاء میں سے ہوں تو یہ واقعہ قبل نبوت کا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ جاننا چاہیئے کہ یہ کلام دلالت کرتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں برادرانِ یوسف کی جانب سے خوف تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو کلام کا یہ انداز ہرگز نہ ہوتا۔ (تفسیر کبیر) ۳ اس آیت میں لعب سے مراد کفار سے لڑنے کے طریقے کی تعلیم ہے' اسکا نام لعب اس لئے رکھا کہ اسکی صورت لعب کی ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ لعب سے مراد مباحات علی الاقدام ہوں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے جابر تم نے کنواری سے شادی کیوں نہ کی تا کہ تم ان سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی۔ (روح البیان) ۴ اس جنگل میں بھیڑیے بہت ہوتے تھے اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ اندیشہ ظاہر فرمایا۔ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ فرمانے کا منشاء یہ تھا کہ مجھے تمہاری کسی سازش کا اندیشہ نہیں ہے بلکہ اندیشہ یہ ہے کہ تم کھانے' کھیلنے اور سیر و تفریح میں مشغول ہوگئے یوسف علیہ السلام کی حفاظت نہ کرسکو گے کوئی بھیڑیا اسکو آکر کھا جائیگا۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے خواب دیکھا تھا کہ کسی بھیڑیے نے حضرت یوسف علیہ السلام پر حملہ کیا ہے۔ یہ خواب دیکھنے کے بعد آپکو حضرت یوسف علیہ السلام کی معاملہ میں اندیشہ رہتا تھا۔ میرے [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] کے نزدیک یہ روایت غلط ہے اس لئے کہ انبیاء کے خواب کا محقق ہونا لازم ہے۔ اگر حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایسا خواب دیکھا ہوتا تو ایسا واقع ہونا ضروری ہوتا' کوئی شے اسکو روک نہیں سکتی تھی۔ (مظہری) ایک روایت میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ پہاڑ کی چوٹی پر ہیں اور یوسف علیہ السلام بطنِ وادی میں ہیں' دس بھڑیوں نے ان کو اچانک گھیر لیا پھر زمین پھٹ گئی تو یوسف علیہ السلام اس میں چھپ گئے' پس حضرت یوسف علیہ السلام کے دس بھائیوں نے اس واقعہ میں حصہ لیا اور زمین پھٹنے سے مراد کنواں میں ڈالنا ہے جس میں آپ تین روز تک رہے۔ [اس روایت کی روشنی میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا خواب دیکھنے کی روایت کو غلط قرار دینا صحیح نہیں۔ بھڑیئے کے حملے کی تعبیر یہ ہے کہ کوئی دشمن حضرت یوسف علیہ السلام پر حملہ کریگا چنانچہ بھائیوں نے ایسا کیا] (القرطبی) ۵ یعنی ہم ایک جماعت ہیں اسکے باوجود یوسف کی حفاظت نہ کرسکیں تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والے ہونگے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ پھر تو ہم یقیناً یوسف کے حق سے نادان ہونگے۔ (القرطبی)

يَجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ

بافگندش در چاه تاریک وحی فرستادیم بسوئے او کہ البتہ خبردار خواہی ساخت ایشانرا

انھیں ڈال دے تاریک کنویں میں اور ہم نے وحی بھیجی انکی طرف کہ ضرور تم جتا دو گے انھیں

بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً

بایں ما جزائے ایشاں و ایشاں نہ نشناسند و آمدند پیش پدر خود شبانگاہ

انکی سرگذاشت اور وہ سب نہ پہچانتے ہونگے[۱] اور وہ سب آئے اپنے باپ کے پاس رات کے وقت روتے ہوئے[۲]

يَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا

گریاں گفتند اے پدر ما ہر آئنہ ما شروع کردیم در مسابقت و گذاشتیم

کہا اے ہمارے باپ بیشک ہم لوگوں نے آپس میں دوڑ لگانی شروع کی اور ہم نے

يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ

یوسف را نزدیک رخت خویش پس بخورد او را گرگ و نیستی تو

یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑا پس بھڑیا نے اسے کھا لیا اور نہیں ہیں آپ

بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ

باور دارندہ ما و اگرچہ ہستیم راست گوئی و آوردند بالائے قمیص او

ہم پر یقین کرنے والے اگرچہ ہم سچ کہنے والے ہیں[۳] اور لائے انکی قمیص پر

بِدَمٍ كَذِبٍ ۚ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۚ

خون دروغرا یعقوب گفت نی بلکہ آراستہ است کرد پیش شما نفس شما تدبیرے را

جھوٹا خون لگا کر کہا نہیں بلکہ تمہارے سامنے تمہارے نفس نے ایک تدبیر آراستہ کیا

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۚ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

پس کار من صبر نیک است و خدا مدد طلبیدہ میشود از وی بر آنچہ شما بیان میکنید

پس میرا کام اچھا نیک ہے اور اللہ سے مدد چاہتا ہوں اس پر جو تم بیان کرتے ہو[۴]

تفسیر اظہار العرفان

[۱] مروی ہے کہ بھائیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کو نہایت عزت کیساتھ اپنے کاندھوں پر سوار کیا لیکن جیسے ہی اپنے والد کی نگاہوں سے اوجھل ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام کو زمین کی جانب پھینک دیا اور مار پیٹ کرنے لگے' ایک مارتا تو حضرت یوسف علیہ السلام دوسرے بھائی سے فریاد کرتے تھے مگر وہ بھی مارتا تھا تو تیسرے کی پناہ ڈھونڈتے تھے' پر کوئی پناہ دینے کے واسطے تیار نہ تھا یہاں تک کہ مار مار کر اُدھ موا کر دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام مسلسل چیخ رہے تھے اس دوران برادرانِ یوسف کہہ رہے تھے کہ ان گیارہ ستاروں کو اپنی مدد کیلئے پکارو جسے تم نے خواب میں دیکھا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام سمجھ گئے کہ میرے باقی بھائی یہ سب کچھ حسد میں کر رہے ہیں' آخر یہودا نے دیکھا کہ یہ لوگ یوسف کو مار ہی ڈالیں گے تو بولا کہ تم نے قتل نہ کرنے کا مجھ سے وعدہ کیا تھا اس لئے تم انھیں قتل نہیں کر سکتے ہو۔ غرض کہ یہ لوگ ایک غیر معروف راستے سے آپکو کنویں پر لے گئے کنویں کا منھ تنگ تھا مگر اندر بہت وسیع تھا۔ جب یہ لوگ کنویں میں آپکو لٹکانے لگے تو آپ نے کنویں کا کنارہ پکڑ لیا مگر انھوں نے آپکے ہاتھ باندھ دیئے اور کرتہ اتار لیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: بھائیو! کرتہ تو دیدو میں کنویں کے اندر اسکو پہن کر سردی سے بچاؤ کر لونگا۔ آخر آپکو کنویں میں ڈال دیا گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ ایک ڈول میں ڈال کر کنویں میں لٹکا دیا جب ڈول آدھے کنویں تک پہنچا تو رسی چھوڑ دی تا کہ یوسف گر کر ہلاک ہو جائیں لیکن کنویں میں پانی تھا آپ پانی میں گر پڑے وہاں ایک پتھر نظر آیا آپ اس پر کھڑے ہو گئے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو روتا ہوا کنویں میں ڈالا گیا پھر اوپر سے آواز دی' آپ سمجھے کہ بھائیوں کے دل میں رحم آ گیا ہے اس لئے آپ نے بھی آواز دی تو بھائیوں نے اوپر سے پتھر برسانا چاہا تا کہ پتھر مار کر ہلاک کر دیں مگر یہودا نے روک دیا۔ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ بظاہر یہ وحی' وحی نبوت نہ تھی بلکہ اسکی صورت اس وحی کی سی تھی جیسی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے پاس بھیجی گئی تھی' وحی رسالت وتبلیغ تو بعد کو آئی جسکا بیان وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا میں کیا گیا ہے لیکن حضرت مجاہد کا قول ہے کہ یہ وحی' وحی نہ تھی۔ واضح رہے کہ آپ تین روز تک کنویں میں رہے اس دوران آپکا بھائی یہودا کھانا پہنچا دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انکا دل بہلانے اور کنویں سے نکلنے کی بشارت کیلئے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو انکے پاس بھیج دیا۔ قصۂ یوسف کی بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تھا تو آپکے کپڑے اتار لئے گئے تھے' حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جنت سے لا کر ریشمی کرتہ آپکو پہنا دیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وہ کرتہ حضرت اسحاق علیہ السلام کو اور ان سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہنچا تھا آپ نے اسکا تعویز بنا کر حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈال دیا تھا' حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وہی کرتہ کھول کر حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنا دیا۔ (مظہری) [۲] یہ لوگ رات کے وقت اس لئے آئے تا کہ عذر پیش کرنے میں سہولت ہو۔ مروی ہے کہ وہ لوگ روتے ہوئے آئے' حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب انکے رونے کی آواز سنی تو کہنے لگے تمہیں کیا ہوا؟ کیا بکریوں پر کوئی آفت آئی انھوں نے کہا نہیں' آپ نے پوچھا یوسف کہاں ہیں؟ جواب دیا کہ انھیں بھیڑیئے نے کھا لیا۔ (القرطبی) [۳] حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی خبر سنکر چیخ پڑے' جب یوسف علیہ السلام کا کرتہ پیش کیا گیا تو الٹ پلٹ کر اسکو دیکھنے لگے مگر کرتہ میں کہیں بھی شگاف نظر نہیں آیا۔ یہ دیکھکر فرمایا: لڑکو! واللہ بھیڑیا بھی کیسا ہوشیار تھا میرے بیٹے کو تو کھا گیا اور کرتہ کو سالم چھوڑ گیا۔ برادران یوسف نے ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے یوسف علیہ السلام کے کرتہ کو اسکے خون سے رنگین کر لیا تھا۔ (مظہری) [۴] رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ صبر جمیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ایسا صبر جس میں کوئی شکوہ نہ ہو۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ جس میں کوئی جزع فزع نہ ہو۔ سفیان ثوری کہتے ہیں کہ جس صبر میں اپنی مصیبت کسی کے سامنے بیان نہ کرے۔ (تفسیر کبیر)

تفسیر اظہار العرفان

وَجَاۤءَتۡ سَيَّارَةٌ فَاَرۡسَلُوۡا وَارِدَهُمۡ فَاَدۡلٰى دَلۡوَهٗ ؕ

و آمد کاروانے پس فرستادند سقاے خود را پس انداخت دلو خود

اور ایک قافلہ آیا پس انھوں نے اپنے پانی بھرنے والے کو بھیجا پس اپنا ڈول ڈالا

قَالَ يٰبُشۡرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوۡهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ

گفت اے مژدہ ایں نوجوانیست و اہل قافلہ پنہاں ساختند او را سرمایہ دانستہ و خدا

کہا اے خوشخبری! یہ ایک نوجوان ہے اور اہل قافلہ نے چھپایا اسے سرمایہ جان کر اور اللہ

عَلِيۡمٌ ۢ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَشَرَوۡهُ بِثَمَنٍ ۢ بَخۡسٍ دَرَاهِمَ

دانا ست بآنچہ میکردند و برادران فروختندش بہ بہائے ناقص درہمی چند

جاننے والا ہے جو وہ سب کرتے ہیں ۱؎ اور بھائیوں نے بیچ ڈالا انھیں کھوٹے داموں چند دراہم

مَعۡدُوۡدَةٍ ۚ وَكَانُوۡا فِيۡهِ مِنَ الزّٰهِدِيۡنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالَ الَّذِى

شمردہ شدہ و بودند در باب یوسف بے رغبتاں و گفت شخصیکہ

گنے ہوئے (کے بدلے) اور یوسف کے باب میں وہ سب بے رغبت تھے ۲؎ اور کہا اس شخص نے

اشۡتَرٰٮهُ مِنۡ مِّصۡرَ لِامۡرَاَتِهٖۤ اَكۡرِمِىۡ مَثۡوٰٮهُ عَسٰٓى

خرید کرد یوسف را از اہل مصر بزن خود گرامی دار جای او شاید

جس نے خریدا مصر کے لوگوں میں سے یوسف کو اپنی عورت سے عزت کی جگہ رکھو انھیں شاید

اَنۡ يَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَـتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوۡسُفَ

کہ نفع کند ما را یا فرزند گیریم او را و ہمچنیں قرار دادیم یوسف را

کہ نفع دے ہمیں یا ہم بیٹا بنا لیں انھیں اور اسی طرح ہم نے قرار دیا یوسف کو

فِى الۡاَرۡضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنۡ تَاۡوِيۡلِ الۡاَحَادِيۡثِ ؕ وَاللّٰهُ

در زمین تا بیاموزیم او را از علم تاویل الاحادیث و خدا

زمین میں تا کہ ہم سکھائیں انھیں باتوں کی تاویل کا علم اور اللہ ۳؎

۱؎ اس کنویں کا پانی کھارا تھا جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اس میں ڈالا گیا تو اسکا پانی میٹھا ہوگیا۔ کنویں میں ڈول ڈالنے والے شخص کا نام مالک بن دعر تھا اور یہ مدین کا بادشاہ تھا۔ وَارِدْ اس شخص کو کہتے ہیں جو قافلہ کے آگے پانی کی تلاش میں بطورِ ہراول جاتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام رسی پکڑ کر لٹک گئے اور اوپر آ گئے۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایک حسین ترین لڑکا برآمد ہوا' تعجب میں پڑ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یوسف کو سارے انسانوں کے حسن کا آدھا حصہ دیا گیا ہے۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام میں یہ حسن انکی دادی حضرت سارہ کا منتقل ہو کر آیا تھا۔ حضرت سارہ کو کُل حسن کا چھٹا حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا تھا۔ حضرت مجاہد نے اپنے والد کا قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کنویں سے نکالے گئے تو کنواں رونے لگا۔ مروی ہے کہ یہودا روزانہ حضرت یوسف علیہ السلام کا کھانا لاتا تھا ایک روز کھانا لایا تو یوسف علیہ السلام کو کنویں میں نہیں پایا تو بھائیوں کو جا کر اطلاع دی۔ بھائی ڈھونڈنے نکلے تلاش کرتے کرتے مالک بن دعر کے پاس دستیاب ہوئے' انھوں نے قافلہ والوں سے اصل بات چھپالی اور یوسف علیہ السلام کو اپنا بھاگا ہوا غلام ظاہر کیا' بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو بھی ڈرا دھمکا دیا تھا اس لئے آپ خاموش تھے۔ (مظہری)

۲؎ حضرت ضحاک' مقاتل اور سدی نے بَخۡسٍ کا ترجمہ کیا ہے حرام' کیونکہ آزاد انسان کی قیمت حرام ہے۔ بَخۡسٍ کا لغوی معنی ہے کم کرنا' گھٹانا' مالِ حرام کی برکت گھٹ جاتی ہے اس لئے حرام مال کو بَخۡسٍ کہا۔ حضرت ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسکا ترجمہ کیا ہے کہ کھوٹا۔ عکرمہ اور شعبی نے اسکا ترجمہ کیا ہے قلیل تھوڑے۔ مروی ہے کہ برادرانِ یوسف نے تھوڑی قیمت میں بیچنے کے باوجود پیچھا نہ چھوڑا' پیچھے ہوئے اور خریداروں سے کہنے لگے مضبوطی کیساتھ اسکی حفاظت کرنا کہیں بھاگ نہ جائے۔ مالک بن دعر آپکو لیکر مصر پہنچا اور فروخت کیلئے پیش کیا۔ قطفیر [عزیز مصر کا نام ہے] نے آپکو خرید لیا۔ بعض لوگوں نے عزیز مصر کا نام اطفیر بتایا ہے۔ یہ بادشاہ کا نائب اور شاہی خزانہ کا سب سے بڑا آفیسر تھا اسکا خطاب عزیز تھا۔ اس زمانہ میں مصر اور اطراف مصر کا بادشاہ ریان بن ولید بن ثروان عملیقی تھا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ بادشاہ اپنی موت سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ مسلمان ہو گیا تھا اور مذہب یوسفی کا پابند بن گیا تھا اور آپکی حیات میں اسکا انتقال ہو گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مالک بن دعر سے بیس دینار یا ایک جوڑے جوتے اور دو سفید کپڑوں کے عوض خرید لیا۔ وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ قافلہ یوسف علیہ السلام کو لیکر مصر کے بازار میں پہنچا اور فروخت کیلئے آپکو پیش کیا تو لوگوں نے بڑھ چڑھ کر قیمت لگائی یہاں تک کہ آپکو وزن کے برابر سونا اور اتنی ہی چاندی اور اتنے وزن کا ریشمی کپڑا اور اتنا ہی آپکی قیمت قرار پائی۔ اسوقت آپکی عمر تیرہ سال تھی اور وزن چار سو رطل تھا۔ (مظہری) مروی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خریداری کیلئے ایک بڑھیا ہرن کا بچہ لیکر آئی تا کہ اسکے بدلے یوسف علیہ السلام کو خرید لے۔ (روح البیان) ۳؎ عزیز مصر نے اپنی بیوی سے کہا' اسکی بیوی کا نام راعیل بنت رعائیل تھا اور اسکا لقب زُلیخا تھا۔ (روح البیان) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سخت فراست والے تین ہیں۔ (۱) عزیز مصر جب اس نے اپنی عورت سے کہا! اَكۡرِمِىۡ مَثۡوٰهُ عَسٰٓى اَنۡ يَّنۡفَعَنَا ترجمہ: عزت کی جگہ رکھو انھیں شاید کہ نفع دے ہمیں (۲) وہ عورت جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر کہا: يٰۤاَبَتِ اسۡتَاۡجِرۡهُ ترجمہ: اے میرے باپ! انکو اجرت پر رکھ لیجئے۔ (۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمایا۔ (تفسیر کبیر) وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنۡ تَاۡوِيۡلِ الۡاَحَادِيۡثِ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو بچانے اور حکومت عطا کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ انصاف کیساتھ حکومت کرے اور عدل کیساتھ انتظامِ خلق کرے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کی صحیح تعلیم دے اور اسکے احکام کو جاری کرے۔ (مظہری)

غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا

توانا است بر مراد خود و لیکن اکثر مردماں نمیدانند و چوں

غالب ہے اپنے ارادہ کئے ہوئے (کام) پر لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں اور جب

بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى

رسید یوسف بنہایت قوت خود دادیم او را دانائی و علم و ہمچنیں جزا میدہیم

پہنچے اپنی قوت کی نہایت کو تو ہم نے انھیں عقل مندی اور علم دیا اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِىْ هُوَ فِىْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ

نیکوکارانرا و گفت شنید کرد با یوسف زنے کہ او در خانہ اش بود تا بگذارد از حفظ خود

نیکوکار کو ۱ اور پھسلایا یوسف کو اس عورت نے جسکے گھر میں آپ تھے تا کہ اپنی حفاظت کھو دیں

وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ

و ایں کنایت از طلب جماع است و بہ بست درہا گفت پیش آئی گفت من می پناہم

اور یہ طلب جماع سے کنایہ ہے اور دروازے بند کر لئے اور کہا میرے سامنے آؤ، کہا میں اللہ کی

اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّىْۤ اَحْسَنَ مَثْوَاىَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

بخدا ایں شخص صاحب من است نیکو ساخت جای مرا ہر آئنہ رستگار نمی شوند ستمگاراں

پناہ چاہتا ہوں یہ شخص میرا مالک ہے اس نے مجھے اچھی جگہ میں رکھا بیشک کامیاب نہیں ہوتے ہیں ظلم کرنے والے ۲

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ

و ہر آئنہ قصد کرد آں زن بسوئے یوسف و قصد کرد یوسف بسوئے او اگر نہ آں بودے کہ دیدے یوسف دلیل

اور بیشک ارادہ کیا اس عورت نے یوسف کا اور یوسف کا میلان طبعی اسکی طرف ہوا اگر نہ دیکھ لیتے یوسف اپنے رب

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْۤءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ

پروردگار خود را نیستند میشد آنچہ میشد چنیں کردیم تا باز گردانیم از وی بدی و بے حیائی را و ہر آئنہ وی از

کی دلیل کو تو ہوتا جو ہوتا اسی طرح ہم نے ان سے دور کیا ان سے برائی اور بے حیائی کو بیشک وہ ۳

۱ اَشُد انتہائی جوانی اور قوت کو کہتے ہیں۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ۳۳ سال کی عمر کو کہتے ہیں' اسدی کہتے ہیں کہ ۳۰ سال کی عمر کو کہتے ہیں ضحاک کہتے ہیں کہ ۲۰ سال کی عمر کو کہتے ہیں' کلبی کہتے ہیں ۱۸ سے ۲۰ سال کی عمر کو کہتے ہیں' حضرت امام مالک سے "اَشُد" کا ترجمہ پوچھا گیا تو فرمایا سمجھ اور دانش۔ حُکْمًا سے مراد نبوت ہے' بعض نے کہا کہ اس سے مراد درست قول ہے۔ علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ آیت میں اس پر تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ جزا انکے حسنِ عمل اور عالم شباب میں متقی رہنے کی بناء پر دی تھی۔ (مظہری)

۲ یعنی زلیخا نے تدبیر اور بہانے سے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنے مطلب کی درخواست کی۔ زلیخا عزیز مصر کی بیوی تھی۔ دروازے سات تھے اور ہر ایک دروازے کو مضبوطی سے بند کیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے هَيْتَ لَكَ ہی پڑھایا تھا۔ امام کسائی کہتے ہیں کہ یہ اہل حوران کا محاورہ تھا جو حجاز میں مستعمل ہو گیا تھا اسکا معنی ہے "آ" حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یہ عربی لفظ ہے کسی چیز کی ترغیب دینے کیلئے بولا جاتا ہے۔ اِنَّهٗ رَبِّىْۤ اَحْسَنَ مَثْوَاىَ یعنی بات یہ ہے کہ میرے آقا قطفیر [عزیز مصر] نے میری خاطر مدارات اچھی طرح کی' اس نے تجھ سے بھی کہا تھا کہ اسکی خاطر اچھی طرح کرنا ایسے محسن کا بدلہ یہ تو نہیں ہے کہ میں اسکی خیانت کروں۔ (مظہری) مروی ہے کہ زلیخا عورتوں میں بہت خوبصورت عورت تھی اور یہ مغرب کے سلطان کی بیٹی تھی جسکا نام طیموس تھا اس نے ایک رات خواب دیکھا تھا کہ ایک انتہائی حسین و جمیل لڑکا ہے' اس سے پوچھا تم کون ہو اس نے جواب دیا کہ میں عزیز مصر ہوں۔ (روح البیان) سعدی اور اسحاق نے بیان کیا ہے کہ عزیز کی بیوی نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو پھسلانا چاہا تو اسکے لئے تدبیر یہ کی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کی تعریف کرنی شروع کر دی' کہنے لگی یوسف تمہارے بال کیسے حسین ہیں آپ نے جواب دیا سب سے پہلے یہی میرے بدن سے منتشر ہونگے [انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کیا ہے کہ انکے جسموں کو کھائے' اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ فرمان اس قبیل سے ہے کہ انبیاء کہہ کر غیر انبیاء کا ارادہ کیا کیونکہ عام لوگوں کے انتقال کے بعد سب سے پہلے بال انکے جسم سے منتشر ہونگے] زلیخا نے کہا: آپکی آنکھیں کتنی اچھی ہیں' آپ نے فرمایا: چہرے پر بہہ کر یہ سب سے پہلے آئیں گی' زلیخا نے کہا: آپ کا چہرہ کتنا حسین ہے۔ آپ نے فرمایا مٹی اسکو کھالے گی۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ زلیخا نے کہا ریشمی بستر بچھا ہوا ہے اٹھو اور میرا مقصد پورا کرو۔ آپ نے فرمایا اگر میں ایسا کرونگا تو جنت کے اندر میرا کوئی حصہ نہیں رہیگا۔ غرض یہ کہ زلیخا اسی طرح آپکو راغب کرتی رہی۔ (مظہری) ۳ یعنی زلیخا کی جانب حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں فطری اور طبعی میلان پیدا ہوا مگر آپ نے اسکو اپنے عزم سے روکا اور طبعی اور فطری میلان کو روکنے پر عزم اور ارادے کیساتھ باز داشت کی۔ لفظِ معاذ اللہ دلالت کر رہا ہے کہ آپکا ارادہ اختیاری نہ تھا میلان طبعی تھا جسکا پیدا نہ ہونے دینا انسان کے اختیار سے خارج ہے اور اس پر آدمی مکلف بھی نہیں ہے بلکہ میلانِ طبعی کو عزم سے روکنے والا مستحق ستائش ہے۔ فرشتوں پر انسان کی برتری صرف اسی وجہ سے ہے کہ فرشتے فطری میلان گناہ سے خالی ہیں اور آدمی طبعی میلانِ نفس کو عزم سے روکتا ہے۔ شیخ ابو المنصور ماتریدی کہتے ہیں کہ ارادۂ یوسف درحقیقت ایک خود آمدہ خیال تھا جو بے اختیار دل میں آ گیا تھا اور یہ قابلِ گرفت نہیں ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ برہان وہ نبوت تھی جو اللہ تعالیٰ نے یوسف کے سینہ میں ودیعت کر دی تھی یہ نورِ نبوت اس عمل سے مانع ہو گیا۔ (مظہری)

عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۞ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ

بندگان خالص کردہ ما ست و با یکدیگر سبقت کردند بسوئے دروازہ و بدرید آں زن

ہمارے خالص کئے ہوئے بندوں میں سے ہے اور دونوں دوڑے دروازے کی جانب اور اس عورت نے

قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ

پیراہن یوسف را از پس پشت و یافتند شوہر زن را نزدیک دروازہ گفت زن

یوسف کے کرتے کو پیٹھ کے پیچھے سے پھاڑا اور دونوں نے عورت کے شوہر کو دروازہ کے قریب پایا کہا عورت نے

مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ

نیست جزا کسیکہ خواستہ باشد با اہل تو کار بد مگر آنکہ زندان کردہ شود یا عقوبتی درد دہندہ

بدلہ نہیں ہے اس شخص کیلئے جو تیرے اہل کیساتھ برائی چاہے مگر یہ کہ قید کیا جائے یا سزا تکلیف دینے والا عذاب ۱

اَلِيْمٌ ۞ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ

یوسف گفت ایں زن گفت وشنید کرد با من تا غافل کند مرا از محافظت نفس من و گواہی داد گواہی دہندہ

یوسف نے کہا: اس عورت نے مجھ سے گفت وشنید کی تا کہ غافل کرے مجھے نفس کی حفاظت سے اور گواہی دی گواہی

مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ

از قبیلہ زن کہ اگر ہست پیراہن یوسف دریدہ از پیش پس ایں زن راست گفتہ است

دینے والے نے عورت کے قبیلہ سے کہ اگر یوسف کا کرتہ پھٹا ہو سامنے سے تو عورت نے سچ کہا ہے

وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۞ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ

و او از دروغگو یانست و اگر ہست پیراہن او دریدہ از

اور وہ جھوٹ کہنے والوں میں سے ہے ۲ اور اگر ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہو

دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۞ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ

پس پشت پس ایں زن دروغ گفتہ است و یوسف از راستگو یانست پس شوہرش چوں دید پیراہن را دریدہ

تو اس عورت نے جھوٹ کہا ہے اور یوسف سچ کہنے والوں میں سے ہے ۳ پس جب اسکے شوہر نے دیکھا کہ کرتہ

۱ حضرت یوسف علیہ السلام جب باہر نکلنے کیلئے دوڑے تو زلیخا انکو روکنے کیلئے پیچھے سے دوڑی اور پیچھے سے کرتہ پکڑ کر کھینچا۔ الباب سے مراد آخری دروازہ جہاں سے بالکل گھر سے باہر آسکتے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب بھاگے تھے تو دروازہ کے قفل ٹوٹ ٹوٹ کر خود گر رہے تھے۔ آخری دروازہ پر پہنچے تو زلیخا نے کرتہ پکڑ کر کھینچا جس سے کرتہ پیچھے سے پھٹ گیا۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ زلیخا کے چچا کے بیٹے کیساتھ قطفیر [عزیز مصر] کو بیٹھا پایا، بعض نے کہا کہ آتا پایا جو اپنے گھر میں داخل ہونا چاہتا تھا زلیخا یہ دیکھ کر ڈر گئی اس لئے شوہر کی نظر میں اپنے آپکو پاک دامن ظاہر کرنے اور جذبۂ انتقام کے زیر اثر حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف بھڑکانے کیلئے کہا: جس شخص نے آپکی بیوی سے برے کام کا ارادہ کیا ہو آپکی بیوی پر بری نیت کی اسکی سزا اسکے سوا نہیں کہ اسکو قید میں ڈال دیا جائے یا دکھ کا عذاب دیا جائے یعنی کوڑے مارے جائیں۔ (مظہری)

۲ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ راز اس لئے فاش کیا تا کہ عورت نے جھوٹ باندھا تھا اور شوہر کو ترغیب دی تھی کہ یوسف کو سزائے تازیانہ دی جائے یا قید میں ڈال دیا جائے اگر زلیخا ایسا نہ کرتی تو آپ بھی پردہ دری نہ کرتے۔ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا. بعض نے کہا کہ گواہی دینے والا بچہ زلیخا کے چچا کا بیٹا تھا، بعض نے کہا کہ ماموں کا بیٹا تھا۔ حضرت سعید بن جبیر اور ضحاک کہتے ہیں کہ شیر خوار بچہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے گویا کر دیا تھا۔ (مظہری) واضح رہے کہ پندرہ ایسے بچے ہیں جنہوں نے مہد میں کلام کیا۔ (۱) شاہد یوسف علیہ السلام یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی گواہی ایک بچہ نے دی۔ (۲) ہمارے نبی ﷺ نے اپنے ولادت کے اوائل میں کلام فرمایا آپکا کلام یہ تھا اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا. (۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۴) حضرت عیسیٰ کی والدہ (۵) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پیدا ہوتے ہی زمین پر کھڑے ہو گئے اور کلام کیا (۶) حضرت نوح علیہ السلام نے ولادت کے فوراً بعد اپنی والدہ سے کلام کیا (۷) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ سے کلام کیا اور کہا آپ ہمیں دریا میں ڈالتے ہوئے فکر نہ کیجئے اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے (۸) حضرت یحییٰ علیہ السلام (۹) حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی ماں کے پیٹ میں کلام کیا (۱۰) ایک عورت کا بچہ جب وہ اسے لیکر جا رہی تھی تو دوسری عورت نے کہا کہ یہ زنا کا بچہ ہے اسوقت اس بچہ نے اپنی ماں کی پاکدامنی کی گواہی دی (۱۱) وہ بچہ جو اصحاب اخدود سے تھا (۱۲) ماشطہ بنت فرعون کا بیٹا (۱۳) حضرت جریج کی پاکدامنی کی گواہی ایک بچہ نے دی (۱۴) مبارک الیمامہ، ایک شخص اپنا بچہ کو لیکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ بچہ اسی روز پیدا ہوا تھا۔ نبی ﷺ نے اس بچہ سے فرمایا: يَا غُلَامُ مَنْ اَنَا ''اے لڑکا بتا میں کون ہوں'' اس بچہ نے جواب دیا: اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یعنی آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: تو نے سچ کہا اللہ تجھے برکت دے، پھر اس لڑکے نے کلام نہیں کیا۔ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے (۱۵) شیخ محی الدین ابن عربی کی بیٹی زینب نے کلام کیا۔ (روح البیان)

۳ گواہی دینے والے بچے نے کہا کہ اگر یوسف علیہ السلام کا کرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہو تو زلیخا سچی ہے اس لئے کہ کرتہ کا آگے سے پھٹنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے دست درازی کی تھی اور زلیخا نے آگے سے اسکا کرتہ اس کو دفع کرنے کیلئے پکڑا جس سے کرتہ چر گیا یا یہ کہ زلیخا کے پیچھے حضرت یوسف علیہ السلام دوڑے اور تیز دوڑنے کی وجہ سے کرتہ کے دامن میں الجھ کر گرے اور کرتہ کا گریبان پھٹ گیا، اور اگر کرتہ پیچھے سے پھٹا ہو تو عورت نے جھوٹ کہا اور یوسف علیہ السلام سچے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت آپ کے پیچھے پکڑنے کیلئے دوڑی اور کھینچ کر کرتہ کو پیچھے سے پھاڑ دیا۔ (مظہری)

قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾

از پس گفت ایں قضیہ از مکر شما ست اے زناں ہر آئنہ مکر شما اے زناں بزرگ است

پیچھے سے پھٹا ہوا ہے کہا یہ قضیہ تمہارے مکر سے ہے اے عورتو! بیشک تمہارا مکر بڑا ہے ۱

يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۖۚ

اے یوسف در گذر ازیں ماجرا و اے زن طلب آمرزش کن برائے گناہ خود

اے یوسف در گذر کیجئے اس ماجرا سے اور اے عورت مغفرت طلب کر اپنے گناہ کیلئے

اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾ ع وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ

ہر آئنہ تو بودۂ از خطا کنندگاں و گفتند زنان چند در شہر

بیشک تو خطا کرنے والوں میں سے ہے ۲ اور کہا چند عورتوں نے شہر میں

امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا

کہ زن عزیز گفت وشنید میکند با نوجوان خود تا غافل کند او را از حفظ نفس خود ہر آئنہ در دلش جاے کردہ است

کہ عزیز کی عورت پھسلاتی ہے اپنے نوجوان کو تاکہ غافل کرے اسے انکے نفس کی حفاظت سے بیشک اسکے دل میں

حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ

از روے دوستی ہر آئنہ ما می بینیم او را در گمراہی ظاہر پس چوں شنید زن عزیز غیبت ایشانرا

میں جاگزیں ہوگئی ہے بیشک ہم اسے دیکھتے ہیں کھلی گمراہی میں ۳ پس جب عزیز کی عورت نے انکی غیبت

اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ

آدم فرستاد بسوئے ایشاں و مہیا کرد برائے ایشاں مجلسے و داد ہر

سنی تو ایک آدمی کو بھیجا انکی جانب اور انکے واسطے مسندیں تیار کیں اور

وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا

یکے را از ایشاں کارد دے و گفت اے یوسف بیروں آئی بریں زنان پس چوں

ان میں سے ہر ایک کو چھری دی اور کہا اے یوسف! نکل جاؤ ان عورتوں کے سامنے پس جب

تفسیر اظہار العرفان

۱ خطاب بصیغۂ جمع زلیخا اور اس جیسی عورتوں کو ہے یا تمام عورتوں کو ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ جب پیچھے سے پھٹا ہوا نکلا تو عزیز مصر سمجھ گیا کہ میری بیوی جھوٹی ہے۔ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ. یقیناً عورتوں کا مکر بڑا ہے۔ عورتوں کا ظاہر تو کمزور ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سچی ہیں لیکن ان کا باطن ٹیڑھا ہوتا ہے۔ انکی تخلیق حضرت آدم علیہ السلام کی [ٹیڑھی] پسلی سے ہوئی ہے' انکی عقلوں میں کمزوری اور دینداری میں نقصان ہے' ان کیساتھ شیطان ہوتا ہے جو مکر کا جال لیکر سامنے آتا ہے اور شیطان تو پھر بھی چھپ کر دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتیں شیطان کا جال ہیں۔ یہ بھی آپ نے فرمایا: تم نے عورتوں میں سے کسی ایک سے بھی زیادہ کوئی ناقص العقل والدین' دانشمند مرد کی عقل و دانش کو لے جانے والیاں نہیں دیکھا ہوگا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ شیطان سے زیادہ مجھے عورتوں سے ڈر لگتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے مکر کو ضعیف فرمایا ہے اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا. اور عورتوں سے متعلق فرمایا: اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ. (مظہری)

۲ یعنی عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام سے کہا اے یوسف! آپ اس سے اعراض کیجئے اور کسی سے بیان نہ کیجئے گا اور زلیخا کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تو اپنے گناہ کی معافی مانگ۔ حدیث شریف میں ہے کہ ہر ابن آدم خطا کرنے والا ہے اور خطا کرنے والوں میں سے بہتر وہ ہے جو بعد خطا اپنے رب سے توبہ کرلے۔ عزیز مصر چونکہ بردبار اور عزت دار آدمی تھا اس لئے اس نے اپنی بیوی سے اسی قدر مواخذہ پر اکتفا کیا [تاکہ گھر کی بات گھر ہی تک رہ جائے سختی کرنے سے ہوسکتا تھا کہ بات باہر چلی جاتی] یہ بھی کہا گیا ہے کہ عزیز مصر قلیل الغیرات انسان تھا۔ مروی ہے کہ اس واقعہ کے بعد عزیز مصر نے قسم کھائی تھی کہ چالیس روز تک اپنی بیوی [زلیخا] کے پاس نہیں جائیگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو وہاں سے نکال کر دوسرے کاموں میں لگایا تاکہ زلیخا آپکو دیکھ نہ سکے نہ آپ سے مل سکے۔ (روح البیان) ۳ عورتوں کی ایک جماعت نے یہ کہا اور وہ پانچ عورتیں تھیں (۱) امراۃِ خباز یعنی روٹی پکانے والے کی بیوی (۲) امراۃِ ساقی یعنی پانی پلانے والے کی بیوی (۳) امراۃِ صاحب الدواب یعنی اصطبل اور دیگر جانوروں کے سنبھالنے والے کی بیوی (۴) امراۃِ صاحب سجن یعنی داروغۂ جیل خانہ کی بیوی (۵) امراۃِ حاجب یعنی چوکیدار کی بیوی۔ مروی ہے کہ عزیز مصر نے اس واقعہ کو چھپایا اور زلیخا کے عشق کی باتوں کو حجاب میں رکھنا چاہا تاکہ اس واقعہ کی خبر لوگوں کو نہ ہوجائے۔ اسکے باوجود جب مصر کی عورتوں کو اسکی خبر ہوئی تو زلیخا کو ملامت کرنے لگیں اور ظاہر ہے کہ عشق کیلئے ملامت کا شور درکار ہے نہ کہ اس سے سلامتی۔ جاننا چاہیئے کہ اچھے امر کی جانب مائل ہونے کو محبت کہتے ہیں اور اس امر جمیل میں جب مفرط ہو تو اسے عشق کہتے ہیں' صاحب عشق مفرط' معذور اور غیر معاملات والا ہوتا ہے اس لئے کہ جنون اور مرض کی طرح یہ بھی آفاتِ سماویہ میں سے ہے' محبت ایجاد کی اصل اور اسکا سبب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے [حدیث قدسی ہے یعنی کلام اللہ تعالیٰ کا ہے اور اسکے روای نبی کریم ﷺ ہیں] كُنْتُ كَنْزًا مَّخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ یعنی میں پوشیدہ خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ علامہ قاشانی کہتے ہیں کہ عشق اخص ہے اس لئے کہ محبت مفرطہ کا نام ہے اس لئے اللہ تعالیٰ پر اسکا اطلاق نہیں ہوگا۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آگ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ اے میرے رب! اگر میں تیری نافرمانی کروں تو مجھ سے بھی زیادہ کوئی سخت چیز ہے جس سے تو مجھے عذاب دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تجھ پر نارِ کبریٰ کو مسلط کردونگا۔ کہا کیا مجھ سے بڑی بھی کوئی آگ ہے' رب نے فرمایا: ہاں میری محبت کی آگ جو میرے مؤمنین اولیاء کے دلوں میں قائم ہے۔ (روح البیان)

رَاَيۡنَهٗۤ اَكۡبَرۡنَهٗ وَقَطَّعۡنَ اَيۡدِيَهُنَّ وَقُلۡنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا

دیدندش بزرگ یافتندش و بریدند دست خویش و گفتند پاکست خدا نیست

انھوں نے ان کو دیکھا تو انھیں بزرگ پایا اور کاٹ لئے اپنے ہاتھ اور بولیں پاک ہے اللہ، نہیں ہے

هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيۡمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتۡ فَذٰلِكُنَّ

ایں نوجوان آدمی نیست ایں شخص مگر فرشتہ گرامی زن عزیز گفت ایں است آنکہ

یہ نوجوان آدمی نہیں ہے یہ شخص مگر معزز فرشتہ[۱] عزیز کی عورت نے کہا یہ ہیں وہ کہ

الَّذِىۡ لُمۡتُنَّنِىۡ فِيۡهِ ؕ وَلَقَدۡ رَاوَدْتُّهٗ عَنۡ نَّفۡسِهٖ

ملامت کردہ بودید مرا در عشق وی ہر آئنہ گفت و شنید کردم با وی تا غافل کنم او را از حفظ نفس وی

ملامت کرتی تھیں مجھے اسکے عشق میں اور بیشک میں نے گفت وشنید کی ان کیساتھ تا کہ غافل کروں انھیں انکے نفس کی

فَاسۡتَعۡصَمَ ؕ وَلَئِنۡ لَّمۡ يَفۡعَلۡ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسۡجَنَنَّ وَ

پس خود را نگاہ داشت اگر نکند آنچہ میفرمایم او را بہ زنداں کردہ شود البتہ باشد

حفاظت سے پس انھوں نے بچالیا اور اگر وہ نہ کریں گے جو میں انھیں حکم دیتی ہوں تو ضرور قید کئے جائینگے اور ضرور

لَيَكُوۡنًا مِّنَ الصّٰغِرِيۡنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَىَّ

از خوار باشندگاں یوسف گفت اے پروردگار من زندان دوست ترا ست نزدیک من

خوار ہونے والوں میں سے ہونگے[۲] یوسف نے عرض کی اے میرے رب قید خانہ میں رہنا مجھے زیادہ پسند ہے

مِمَّا يَدۡعُوۡنَنِىۡۤ اِلَيۡهِ ۚ وَاِلَّا تَصۡرِفۡ عَنِّىۡ كَيۡدَهُنَّ اَصۡبُ

از آنچہ میخوانند مرا بسوے آں و اگر تو باز نداری از من فریب ایں زنان را لا بد میل کنم

اس سے جسکی جانب مجھے یہ بلاتی ہے اور اگر تو نہ پھیرتا مجھ سے ان عورتوں کے فریب کو تو ضرور میں مائل ہوتا

اِلَيۡهِنَّ وَاَكُنۡ مِّنَ الۡجٰهِلِيۡنَ ﴿۳۳﴾ فَاسۡتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ

بایشاں و باشم از ناداں پس قبول کردہ دعائے او را پروردگار او

اسکی طرف اور میں نادانوں سے ہوتا[۳] پس قبول کی اسکی دعا کو ان کے رب نے

تفسیر اظہار العرفان

[۱] عورتوں نے زلیخا کے متعلق یہ بات اس لئے کہی تھی کہ زلیخا انکو بلوا کر حضرت یوسف علیہ السلام کا نظارہ کرادے کیونکہ آپکے حسن وجمال کا تذکرہ زلیخا ان سے کرتی تھی، یہ بھی کہا گیا ہے کہ زلیخا نے اپنا راز ان سے کہہ دیا تھا اور ان سے چھپانے کی تاکید کردی تھی مگر وعدۂ اخفا کرنے کے بعد انھوں نے راز فاش کردیا اس لئے اسکو مکر کہا۔ وہب نے کہا کہ زلیخا نے کھانے پر چالیس عورتوں کو بلایا جن میں یہ غیبت کرنے والی عورتیں بھی تھیں، جنہوں نے زلیخا کو غلام سے محبت کرنے کی عار دلائی تھی۔ حضرت ابن عباس وغیرہ نے "مُتَّکَأً" کا ترجمہ طعام کیا ہے۔ کھانے والے کھانے بیٹھتے ہیں تو تکیہ مسند لگاتے ہیں اس لئے مجازاً اسکا ترجمہ طعام ہوگیا' کیونکہ ٹیک لگا کر کھانے کا طریقہ عیش پسندوں کا تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے الٹے ہاتھ سے کھانے اور تکیہ لگا کر کھانے کی ممانعت فرمادی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ "متکاً" وہ کھانا ہے جو کاٹ کر کھایا جائے گویا کاٹنے والا چھری سے اس پر دباؤ ڈالتا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ حبشی زبان میں متکا ترنج کو کہتے ہیں۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ عزیز مصر کی بیوی نے ایک کمرہ میں طرح طرح کے پھل اور کھانے سجا کر رکھوائے اور تکیے بھی لگا دیئے اور عورتوں کو بلایا۔ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک اور جگہ بٹھادیا تھا وہاں سے آپ عورتوں کے سامنے برآمد ہوئے۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حُسن میں حضرت یوسف کی دوسرے لوگوں پر برتری ایسی تھی جیسی ستاروں پر چودھویں رات کے چاند کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے آسمان کی طرف لے جایا گیا میں نے دیکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام چودھویں کے چاند کی طرح تھے۔ حضرت اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام مصر کی گلی کوچوں سے گذرتے تو دیواریں آپکے چہرہ کی چمک سے جگمگا جاتیں جیسے سورج کی روشنی جب دیواروں پر پڑ رہی ہوتو اسکے عکس سے پانی جگمگا جاتا ہے۔ مصر کی عورتوں نے جب آپکو دیکھا تو ہکا بکا رہ گئیں اور مدہوشی میں ہاتھ کاٹ لئے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ان عورتوں کو خون بہنے کا احساس تک نہ ہوا۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ ہاتھ کاٹ کر الگ کردیئے' صحیح یہ ہے کہ ہاتھ تو کاٹ لئے مگر الگ کر کے نہیں پھینکے۔ حضرت وہب کہتے ہیں کہ ان میں سے کچھ عورتیں مرگئیں۔ (مظہری) [۲] زلیخا نے جب مصر کی عورتوں کا یہ حال دیکھا تو سمجھ گئیں کہ معاملہ اب میری جانب ہے فوراً بول پڑیں یہ ہے جسکے بارے میں تم سب مجھے ملامت کرتی تھیں۔ پھر زلیخا نے ان عورتوں کے سامنے اسوقت اپنی حرکت کا اقرار کیا جب اسکو معلوم ہوگیا کہ میری مجبوری انکی نظر میں ثابت ہوگئی ہے اور آئندہ یوسف علیہ السلام کے دل کو نرم کرنے میں یہ عورتیں میری مدد کرینگی۔ چنانچہ عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ جیسا تمہاری مالکہ چاہتی ہیں ویسا ہی کرو اور اسکا کہا مانو۔ (مظہری) [۳] یعنی زنا سے تو جیل اچھی ہے۔ دعوتِ گناہ صراحتاً اگرچہ صرف زلیخا نے دی تھی لیکن اشارہ دوسری عورتوں کی جانب سے بھی تھا کہ یوسف مان لیں۔ اسلئے دعوت کی نسبت تمام عورتوں کی طرف کردی یا اس وجہ سے دعوت کی نسبت تمام عورتوں کی طرف کی کہ نافرمانی کے نتیجہ بد سے ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈرایا تھا اور فرمان پذیری ہی کو انکے حق میں بہتر قرار دیا تھا' بعض علماء کہتے ہیں کہ ہر عورت نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی جانب کھینچنا چاہا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام اگر قید خانہ کو پسند نہ کرتے اور اَلسِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ نہ کہتے تو قید خانہ کی مصیبت میں مبتلا نہ ہوتے۔ آدمی کو چاہیئے کہ عافیت کا طلبگار رہو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت ہی کی دعا کرے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے سنا الٰہی میں تجھ سے صبر کی درخواست کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو مصیبت کا طلبگار ہوا عافیت کی دعا کر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بھی آپ نے عافیت کی دعا کی تعلیم فرمائی۔ (مظہری)

فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٤﴾ ثُمَّ

پس باز داشت از یوسف فریب ایشانرا هر آئنه وی شنوای دانا ست باز

اور پھیر دیا یوسف سے انکے فریب کو بیشک وہ سننے والا جاننے والا ہے [۱] پھر

بَدَا لَهُم مِّن بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٣٥﴾

ظاہر شد آں جماعت را بعد ازاں کہ دید بودند نشانہ ہا کہ البتہ بزندان در آرند او را تا مدتی

اس جماعت کیلئے نشانیوں کو دیکھ لینے کے بعد (بھی) ظاہر ہوا کہ ضرور انھیں قید میں ڈالیں ایک مدت تک [۲] اور

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ ۖ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي

و داخل شدند بزندان ہمراہ یوسف دو نوجوان یکی از ایشاں گفت ہر آئنہ بخواب می بینم خود را کہ ام

داخل ہوئے قید خانہ میں یوسف کے ہمراہ دو نوجوان ان میں سے ایک نے کہا: بیشک میں خواب میں اپنے آپکو دیکھتا

أَعْصِرُ خَمْرًا ۖ وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي

می افشارم آب انگور و دیگر گفت کہ ہر آئنہ بخواب می بینم خود را کہ بر داشتہ ام بر سر خود

ہوں کہ میں انگور سے شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ بیشک میں خواب میں اپنے آپکو دیکھتا ہوں کہ میں

خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۖ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ ۖ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ

نانی کہ مرغان ازاں میخورند خبردار کن ما را بتعبیر ایں خواب ہر آئنہ ما می بینیم ترا از

نے اپنے سر پر روٹی اٹھا رکھی ہے کہ پرندے اس سے کھا رہے ہیں ہمیں اس خواب کی تعبیر بتایئے بیشک ہم دیکھتے

الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٦﴾ قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا

نیکوکاراں گفت نخواہد آمد بشما ہیچ طعامے کہ دادہ میشوید آنرا مگر خبردار کنم شما را

ہیں آپکو نیکوکار میں سے [۳] کہا تمہارے پاس وہ کھانا نہیں آیگا جو تمہیں دیا جاتا ہے مگر میں بتا دونگا تمہیں اسکی تعبیر

بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَن يَأْتِيَكُمَا ۚ ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ۚ إِنِّي

بتعبیر آں پیش ازانکہ بیاید بشما مصداق تعبیر ایں تعبیر ازاں قبیل است کہ آموختہ است مرا پروردگار من ہر آئنہ من

اس سے پہلے کہ تمہارے پاس تعبیر کی حقیقت آئے اس تعبیر کا علم ان میں سے ہے جسے میرے رب نے مجھے سکھایا

[۱] گویا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ دعا کی: اَللّٰھُمَّ اصْرِفْ عَنِّیْ کَیْدَھُنَّ یعنی اے اللہ! ان عورتوں کے مکر کو مجھ سے پھیر دے۔ اللہ تعالیٰ نے انکی یہ دعا قبول فرمائی اور انھیں زنا سے بچالیا۔ (القرطبی)

[۲] یعنی عزیز مصر اور اسکے ساتھیوں پر نشانیاں دیکھنے کے بعد یہ بات ظاہر ہوئی کہ یوسف علیہ السلام کو قید خانے ہی میں ڈال دیا جائے تو بہتر ہے' اس طرح ہماری پردہ پوشی بھی ہو جائیگی اور یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے درمیان حجاب بھی ہو جائیگا۔ عزیز مصر اور اسکے ساتھیوں نے یہ علامات دیکھی' حضرت یوسف کی برأت کیلئے بچہ کا گواہی دینا' عورتوں کا ہاتھ کٹ جانا' عورتوں کی جانب سے حضرت یوسف علیہ السلام کی ملاقات کیلئے قلتِ صبر اور کرتے کا پیچھے سے پھٹا ہونا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نشانیاں درحقیقت وہ برکات تھیں جو حضرت یوسف علیہ السلام کی وجہ سے ان پر قائم تھیں۔ سدی کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل بھیجنے کی وجہ یہ تھی کہ زلیخا نے عزیز مصر سے شکایت کی کہ یوسف علیہ السلام اس خبر کو پھیلا رہے ہیں۔ (القرطبی)

[۳] امام بغوی کہتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے بادشاہ کو ہلاک کرنے کی سازش کی اور بادشاہ کو زہر دینے کیلئے شاہی باورچی کو ملا کر لالچ دیکر اپنے ساتھ ملا لیا اقرار کے بعد ساقی نے تو سازش میں شریک ہونے سے انکار کر دیا اور باورچی نے رشوت لیکر کھانے میں زہر ملا دیا۔ کھانا بادشاہ کے سامنے آیا تو ساقی نے بادشاہ سے کہہ دیا کہ یہ کھانا زہر آمیز ہے اسکو نہ کھایئے۔ باورچی نے [ضد میں آکر] کہا حضور پانی میں زہر ملا ہوا ہے اسکو نہ پیجئے۔ بادشاہ نے ساقی کو حکم دیا کہ یہ پانی تجھے پینا ہوگا۔ ساقی نے پی لیا اسکو کوئی ضرر نہ پہنچا اور باورچی کو حکم دیا کہ یہ کھانا تجھے کھانا پڑے گا اسکو کھا' اس نے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے کھانا کسی جانور کے سامنے ڈلوا دیا۔ جانور نے کھایا تو وہ مر گیا۔ بادشاہ نے دونوں کو جیل بھیج دینے کا حکم دیدیا۔ [باورچی کو زہر دینے کی کوشش کی وجہ سے اور ساقی کو رازدار ہونے کی وجہ سے] حضرت یوسف علیہ السلام جیل پہنچے تو انکے علم کی شہرت ہوگئی آپ نے خود بھی اعلان کر دیا کہ میں خواب کی تعبیر دینا جانتا ہوں۔ غرض ساتھ داخل ہونے والے قیدیوں نے مشورہ کیا کہ ہم اس عبرانی غلام کے دعوے کی جانچ کرنا چاہتے ہیں چلو تجربہ کریں۔ خواب تو انھوں نے کوئی نہ دیکھا تھا جھوٹ موٹ خواب بنا کر تجربہ کرنا چاہا۔ بعض علماء نے کہا کہ انھوں نے واقعی خواب دیکھے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انھیں غمگین پا کر وجہ دریافت کی تو انھوں نے کہا کہ ہم دونوں بادشاہ کے مصاحب تھے ہم نے خواب دیکھے ہیں جنکی وجہ سے پریشان ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کچھ دیکھا ہے بیان کرو' توان دونوں میں سے ساقی نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ میں انگور نچوڑتا ہوں اور انکو نچوڑ کر شراب بنا رہا ہوں۔ تفصیلی خواب اس نے اسطرح بیان کہ کہ میں نے دیکھا کہ میں ایک باغ میں درختِ انگور کی جڑ کے پاس ہوں درخت میں تین خوشے لگے ہیں میرے ہاتھ میں بادشاہ کا پیالہ ہے میں نے وہ انگور نچوڑ کر پیالے میں عرق بھرا اور بادشاہ کو پلایا۔ بادشاہ نے اسکو پی لیا۔ ان دونوں میں سے باورچی نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میرے سر پر تین ٹوکریاں ہیں جن میں روٹیاں اور طرح طرح کے کھانے ہیں اور شکاری پرندے انکو نوچ کر لے جا رہے ہیں۔ آپ ہم کو ہر ایک کی تعبیر بتا دیجئے ہمارے خیال میں آپ صحیح تعبیر بتانے والوں میں سے ہیں۔ اِنَّا نَرٰکَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ. حضرت ضحاک سے اس ٹکڑے کے بارے میں پوچھا گیا کہ آیت میں کس احسان کا اظہار ہے' جسکی بناء پر یوسف علیہ السلام کو محسن کہا گیا؟ حضرت ضحاک نے جواب دیا کہ کوئی قیدی بیمار ہو جاتا تو آپ اسکی عیادت اور نگہداشت کرتے تھے اگر کسی قیدی کی جگہ تنگ ہو جاتی تو آپ اسکو کشادہ جگہ دے دیتے اگر کسی کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو آپ وہ چیز فراہم کر دیتے اور راتوں کو عبادت میں گذارتے تھے۔ (مظہری)

تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ

ترک کردم کیش قومے کہ ایمان نمی آرند بخدا و ایشاں باآخرت

ان لوگوں کی ملت سے کنارہ کش ہوں جو ایمان نہیں لاتے ہیں اللہ پر اور وہ سب آخرت کے

كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ

نا معتقدند و پیروی کردم کیش پدران خود را ابراہیم و اسحٰق و یعقوب

منکرین ہیں[۱] اور میں نے اپنے باپ دادا کے ملت کی پیروی کی (یعنی) ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب

مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ

نشاید ما را کہ شریک خدا مقرر کنیم چیزیرا ایں از فضل

نہیں ہے مناسب ہمارے لئے کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں یہ اللہ کا

اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾

خداست بر ما و بر مردماں و لیکن بیشتر مردماں شکر نمیکنند

فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے ہیں[۲]

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ ؕ

اے دو باشندۂ زنداں ایا معبودان پراگندہ بہتر اند یا خدای یکتای

اے (میرے) دو قید خانے کے رہنے والے! کیا (بہت سارے) بکھرے ہوئے معبود بہتر ہیں یا ایک اللہ

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ

غالب عبادت نمیکنید بجز خدا مگر نامہا چند را کہ شما مقرر کردہ اید

جو غالب ہے[۳] عبادت نہیں کرتے تم سب اللہ کے سوا مگر چند ناموں کی جسے تم نے مقرر کیا ہے

مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ

آنرا و پدران شما مقرر کردہ اند نفرستادہ است خدا بر آنہا ہیچ دلیلے نیست

اور تمہارے باپ دادا نے مقرر کیا ہے؛ اللہ نے ان پر کوئی دلیل نہیں بھیجی ہے نہیں ہے

[۱] جاننا چاہیئے کہ اس آیتِ کریمہ میں پوچھے گئے خواب کی تعبیر نہیں ہے آپ نے فوراً جواب نہیں دیا اسکی چند وجوہ ہیں (۱) سائلین میں سے ایک کے خواب کی تعبیر میں تھا کہ اسے سولی دی جائیگی۔ ظاہر ہے وہ اپنے خواب کی تعبیر سنکر سخت غمگین ہوتا اور اس کلام سے سخت نفرت کرتا اس لئے آپ نے پہلے اپنے علم اور کلام سے متاثر کیا تا کہ عداوت اور تہمت سے بچ جائیں (۲) سدی کہتے ہیں کہ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهٖ یعنی تم دونوں کے پاس تمہارا جو کھانا آتا ہے میں تمہارے خواب کی تعبیر اس کھانا کے آنے سے پہلے بتا سکتا ہوں۔ گویا کہ آپکی جانب سے اخبار عن الغیب کا دعوی تھا اور یہ حضرت عیسی علیہ السلام کا قول وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ''اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھا کر آئے ہو اور گھر میں کیا چھوڑ کر آئے ہو'' کے قائم مقام ہے۔ (تفسیر کبیر)

[۲] آپ نے اپنے نسب کے شرف کی تعریف کی۔ میں اہل بیت نبوت سے ہوں تا کہ سائلین آپکے کلام کو چاہت سے سنیں اور اس کلام پر اعتماد کریں۔ حضرت ابراہیم' حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی فضیلت اس وقت بھی مشہور تھی' جب سائلین پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ یہ انکی اولاد میں سے ہیں تو تعظیم اور اجلال کی آنکھ سے انکو دیکھا اور آپ سے تعبیر اور نصیحت لینے لگے' اسی بناء پر عالم کیلئے جائز ہے کہ جب کوئی شخص اس کیلئے علم کی جگہ جہالت کو ظاہر کرے تو وہ اپنی صفت بیان کرتے ہوئے علم کا اظہار کر سکتا ہے اور لوگوں کو اپنی صفت بتا سکتا ہے تا کہ لوگ اس سے نفع حاصل کریں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ يَسْاَلُ الرَّجُلَ عَنْ فَضْلِ عِلْمِهٖ كَمَا يَسْئَلُ عَنْ فَضْلِ مَالِهٖ ''بیشک اللہ تعالیٰ بندہ سے اسکے علم کی فضیلت کے بارے میں سوال فرمائیگا جیسا کے اسکے مال کے بارے میں سوال فرمائیگا''۔ (روح البیان) ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا الخ یعنی یہ [نعمتِ توحید و علم] ہم پر اور دوسرے لوگوں پر اللہ کے فضل کی وجہ سے ہے [ہم پر براہِ راست وحی کے ذریعے اور دوسرے لوگوں پر بعثت و رسالت کے ذریعے سے اور توفیقِ ثبات ادا کرنے کے سبب سے] لیکن اکثر لوگ اس نعمت کا شکر ادا نہیں کرتے اور متنبہ نہیں ہوتے بلکہ کتراتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ یہ [توحید و علم] اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے ہے جو ہم پر ہے اور دوسرے لوگوں پر بھی' کہ اس نے روشن دلائل اور کھلی نشانیاں پیش کر دیں مگر اکثر لوگ ان آیاتِ قدرت کو نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے اور اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ نشانیوں سے استدلال نہیں کرتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انکو اس نعمت کی کوئی قدر نہیں اور وہ اس نعمت کا انکار کرتے ہیں شکر بجا نہیں لاتے ہیں۔ (مظہری) یعنی اللہ تعالیٰ کا فضل ہم پر یہ ہے کہ اس نے ہمیں زنا سے بچایا اور تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل یہ ہے کہ اس نے تمہیں شرک سے بچایا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں انبیاء میں سے بنایا یہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور ہمیں تمہاری جانب مبعوث کیا یہ تم پر اللہ کا فضل ہے۔ (القرطبی) اس سے مراد یہ ہے کہ نعمتِ ایمان پر وہ لوگ اللہ کے شکر گذار نہیں ہوتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) [۳] یعنی اپنی ذات و صفات میں اکیلا' بے ہمتا' بے مثال' نہ اس کی ذات و صفات میں کوئی اس جیسا ہے نہ افعال میں۔ اَلْقَهَّارُ سب پر غالب جس کا کوئی مقابل اور مقادم نہیں ہے۔ (مظہری)

أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ ۚ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ

فرمانروائی مگر خدا را فرمود کہ عبادت مکنید مگر خودش را ایں ست کیش درست

فرمان روائی مگر اللہ کیلئے، اس نے فرمایا کہ تم سب اسی کی عبادت کرو یہ ہے صحیح دین

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٠﴾ يَٰصَٰحِبَىِ ٱلسِّجْنِ أَمَّآ

و لیکن بیشتر مردمان نمیدانند اے دو باشندہ زندان اما

لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں ۱ اے (میرے) دو (ساتھی) جیل خانے کے رہنے والے!

أَحَدُكُمَا فَيَسْقِى رَبَّهُۥ خَمْرًا ۖ وَأَمَّا ٱلْءَاخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ

یکے از شما بیاشامد مولائے خود را شراب و اما آں دیگر پس بردار کردہ شود پس بخورند

تم میں سے ایک اپنے آقا کو شراب پلائیگا اور دوسرا پس اسے سولی دی جائیگی تو

ٱلطَّيْرُ مِن رَّأْسِهِۦ ۚ قُضِىَ ٱلْأَمْرُ ٱلَّذِى فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ ﴿٤١﴾

مرغان از سر او فیصل کردہ شد کارے کہ در وی سوال میکنید

پرندے اسکا سر (نوچ) کھائیں گے فیصلہ کر دیا گیا کام کا جس کے متعلق تم سوال کرتے ہو ۲

وَقَالَ لِلَّذِى ظَنَّ أَنَّهُۥ نَاجٍ مِّنْهُمَا ٱذْكُرْنِى عِندَ رَبِّكَ

و گفت یوسف بشخصے کہ دانستہ بود کہ خلاص یابندہ است ازاں دو کس یاد کن مرا نزدیک مولائے خود

اور کہا یوسف نے اس شخص سے کہ جسے سمجھا کہ نجات پانے والا ہے ان دو شخصوں میں سے یاد رکھنا مجھے اپنے آقا کے

فَأَنسَىٰهُ ٱلشَّيْطَٰنُ ذِكْرَ رَبِّهِۦ فَلَبِثَ فِى ٱلسِّجْنِ بِضْعَ

پس شیطان فراموش گردانید از خاطر وی کہ یاد کند پیش مولائے خود پس ماند یوسف در زندان چند

پاس پس شیطان نے بھلا دیا اسکے دل سے کہ یاد کرے اپنے آقا کے سامنے پس یوسف جیل میں چند

سِنِينَ ﴿٤٢﴾ وَقَالَ ٱلْمَلِكُ إِنِّىٓ أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَٰتٍ سِمَانٍ

سال و گفت پادشاہ ہر آئنہ من بخواب می بینم کہ ہفت گاؤ فربہ

سال رہے ۳ اور کہا بادشاہ نے بیشک میں نے خواب دیکھا ہے کہ سات فربہ گائیں

تفسیر اظہار العرفان

۱ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا سب ظل زائل [ختم ہونے والا سایہ] ہیں اور ایک عاقل ایسے کی پیروی نہیں کرتا ہے بلکہ خالقِ ظل یعنی اللہ تعالیٰ کی پیروی کرتا ہے۔ بعض فضلاء کہتے ہیں کہ ایمان اور اطاعت میں رغبت اسوقت تک فائدہ نہ دیگی جب تک کہ یہ رغبت اس اعتبار سے نہ ہو کہ یہ ایمان ہے اور یہ اطاعت ہے' طلب ثواب اور خوف سے بچنے کیلئے رغبت عقاب میں سے ہے اور یہ غیر مفید ہے۔ (روح البیان)

۲ آپ نے ساقی کو خواب کی تعبیر یہ دی کہ تم تین روز کے بعد قید سے رہا کر دیئے جاؤ گے اور جس کام پر تم معمور تھے اسی کام پر تمہیں معمور کر دیا جائیگا۔ باورچی یعنی دوسرے کو آپ نے یہ تعبیر بتائی کی تین روز بعد تمہیں سولی پر چڑھا دیا جائیگا اور پرندے تمہارے سر سے کھائیں گے' خواب کی یہ تعبیر سن کر اس نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نے خواب دیکھا ہی نہیں ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے خواب دیکھا ہو یا نہ ہو بہر حال فیصلہ ہو چکا ہے۔ سوال: اگر کوئی شخص خواب نہ دیکھے اور جھوٹے خواب کی تعبیر پوچھے تو کیا اسکا حکم لازم ہوگا؟ جواب: جھوٹے خواب کی تعبیر کا حکم لازم نہیں ہے' لیکن یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کی بات تھی جو کہ نبی ہیں اور نبی کی بتائی ہوئی تعبیر حکم کا درجہ رکھتی ہے اس لئے یہاں اس تعبیر کا حکم لازم ہوا۔ مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: میں نے خواب میں اپنے آپ کو دیکھا کہ میں سیراب ہوا اور پھر خشک ہوا' سیراب ہوا پھر خشک ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعبیر یہ بتائی کہ تو ایمان لائیگا پھر کافر ہو جائیگا' ایمان لائیگا پھر کافر ہو جائیگا پھر تیری موت کفر پر ہوگی۔ اس شخص نے کہا میں نے کوئی خواب ہی نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: قَدْ قُضِىَ لَكَ مَا قُضِىَ لِصَاحِبِ يُوسُفَ "تحقیق تیرے واسطے فیصلہ ہو چکا جو فیصلہ حضرت یوسف علیہ السلام کے صاحب کیلئے ہوا" ہم [صاحب قرطبی] کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد یہ حکم نہیں ہے اس لئے کہ آپ اس امت کے محدّث ہیں۔ (القرطبی) ۳ بِضْعَ کا معنی ہے کاٹنا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں تین سے سات سال کی مدت کو بضع کہتے ہیں۔ اکثر مفسرین کرام کا قول ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں سات برس رہے۔ کلبی کہتے ہیں کہ پانچ سال پہلے رہ چکے تھے اور مزید سات برس اُذْكُرْنِى عِندَ رَبِّكَ کہنے کے بعد رہے گویا کل بارہ سال رہے۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب ساقی سے فرمایا کہ اپنے آقا سے میرا تذکرہ کر دینا تو [اللہ تعالیٰ کی طرف سے] کہا گیا یوسف تو نے مجھے چھوڑ کر کسی دوسرے کو اپنا وکیل بنایا اب میں ضرور تیری قید طویل کر دونگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام رونے لگے اور عرض کیا: اے میرے رب! مصائب کی کثرت نے میرے دل پر فراموشی طاری کر دی اور میں نے بے سمجھے ایک بات کہہ دی آئندہ ایسا نہیں کرونگا۔ حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام قید خانہ کے اندر حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے آپ نے انکو پہچان لیا اور فرمایا: يَا أَخَا الْمُنْذِرِينَ "اللہ کے عذاب سے ہلاک ہو جانے سے ڈرانے والوں کے سردار" میں آپکو آج ان گناہگاروں میں کیسے دیکھ رہا ہوں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اے پاک باپ دادا کے بیٹے! اللہ رب العالمین نے آپکو سلام فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ تم کو حیا نہیں آئی کہ تم نے انسانوں سے سفارش کی خواستگاری کی۔ قسم ہے اپنی عزت کی میں تم کو مزید چند سال قید میں رکھونگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ اس حالت میں مجھ سے راضی بھی ہوگا؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا: ہاں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تو پھر مجھے قید میں رہنے کی پرواہ نہیں۔ [حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور ساقی جس سے آپ نے سفارش کی درخواست کی تھی وہ غیر نبی تھا گویا کہ یہاں معاملہ اعلیٰ اور ادنیٰ کا تھا' ادنیٰ اعلیٰ کو سفارشی بنا سکتا ہے لیکن اعلیٰ ادنیٰ کو اپنا سفارشی نہیں بنا سکتا ہے اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام کو براہِ راست اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنی چاہیئے تھی (مظہری)

يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ

میخورند آنہا را ہفت گاؤ لاغر و می بینم ہفت خوشہ سبز را و ہفت خوشہ دیگر

کھا رہی ہیں اسے سات لاغر گائیں اور میں دیکھتا ہوں کہ سات سبز خوشے اور سات دوسرے

يٰبِسٰتٍ ؕ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِىْ فِىْ رُءْيَاىَ اِنْ كُنْتُمْ

خشک را اے جماعت جواب من دہید در باب خواب من اگر

خشک خوشے اے جماعت! میرے خواب کی تعبیر دو میرے خواب کے باب میں اگر

لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ

خواب را تعبیر میگوئید گفتند ایں خوابہا شورید است و ما نیستیم بتعبیر

خواب کی تعبیر تم بتاتے ہو[1] انھوں نے کہا: یہ پریشان خوابیں ہیں اور ہم نہیں ہیں

الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِىْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ

خوابہاے شوریدہ دانا و گفت آنکہ نجات یافتہ بود ازاں دو کس و بیاد آورد بعد

پریشان خوابوں کی تعبیر جاننے والے[2] اور کہا جس نے نجات پائی تھی ان دو شخصوں میں سے اور یاد آیا

اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾ يُوْسُفُ اَيُّهَا

مدتی من خبر دہم شما را بتعبیر ایں خواب پس بفرستید مرا گفت اے یوسف اے رفیق

ایک مدت کے بعد، میں خبر دونگا تمہیں اس خواب کی تعبیر کی پس بھیجو مجھے[3] اے یوسف اے ساتھی

الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِىْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ

راست گوئی جواب دہ ما را دریں خواب کہ ہفت گاؤ فربہ میخورند ایشانرا

صحیح جواب دو اس خواب کے بارے میں کہ سات فربہ گائیں کھاتی ہیں انھیں

سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ

ہفت گاؤ لاغر و ہفت خوشہ سبز و ہفت خوشہ دیگر خشک بود

سات لاغر گائیں اور سات سبز خوشے اور سات خوشے دوسرے خشک تھے[4]

[1] حضرت یوسف علیہ السلام کی کشائش کا وقت قریب آیا تو مصر کے شاہِ اعظم یعنی زیان بن ولید نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ جس سے وہ دہشت زدہ ہوگیا اس نے دیکھا کہ سات موٹی گائیں دریا سے برآمد ہوئیں اور انکے پیچھے سات گائیں اور دریا سے نکلیں جو نہایت دبلی تھیں پھر دبلی گائیں موٹی گایوں کو نگل گئیں اور موٹی گائیں دبلی گایوں کے پیٹ میں گھس گئیں انکا کوئی نشان بھی نہ رہا۔ پھر [غلہ کی] سات سبزیاں دیکھیں جن میں دانہ پڑ چکا تھا اور سات خشک بالیاں دیکھیں جو کاٹنے کے قابل ہوگئی تھی خشک بالیاں سبز بالیوں سے لپٹیں اور ان پر غالب آگئیں یہاں تک کہ انکی سبزی بالکل جاتی رہی' بادشاہ نے جادوگروں' کاہنوں اور اہل دانش وفہم کو خواب کی تعبیر دینے کیلئے جمع کیا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا۔ اس آیت میں یہی تذکرہ ہے۔ (مظہری) بادشاہ ہر سال دریائے نیل کے کنارے لوگوں کو لیکر جاتا اور عید مناتا تھا' انھیں اچھے کھانے کھلاتا اور سب سے لذیز شراب پلاتا تھا' جمعہ کی رات اس نے خواب دیکھا کہ وہ دریا کے کنارے تخت پر بیٹھا ہے اور لوگ خوشیوں کا اظہار کر رہے ہیں اس دوران سات فربہ گائیں نکلیں [آخر خواب تک] (روح البیان)

[2] جاننا چاہیئے کہ خواب تین طرح کے ہیں (۱) رؤیا من اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواب (۲) غمگین خواب جو شیطان کی جانب سے ہو (۳) بندہ جو کام دن میں کرتا ہو وہی کام سونے پر خواب میں بھی آتا ہو۔ (روح البیان)

[3] دونوں قیدیوں میں سے جس شخص نے رہائی پائی تھی اور ایک مدت کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد اسکو آئی' اس نے کہا میں اسکی تعبیر تم کو بتاؤنگا مجھے جیل خانہ میں یوسف علیہ السلام کے پاس بھیج دو۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ ساقی نے بادشاہ کے سامنے دوزانوں ہوکر کہا جیل خانہ میں ایک آدمی ہے جو خواب کی تعبیر دیا کرتا ہے مجھے اسکے پاس جانے کی اجازت دیجئے۔ بادشاہ نے اسکو یوسف علیہ السلام کے پاس بھیج دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قید خانہ شہر کے اندر نہیں تھا جب ساقی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انھیں بادشاہ کا خواب بیان کیا۔ (مظہری) بَعْدَ اُمَّةٍ میں چند احتمال ہیں (۱) بَعْدَ حِيْنٍ یعنی ایک مدت کے بعد' اس لئے کہ حین دنوں کی کثرت کو کہتے ہیں جیسے امت لوگوں کی کثرت کو کہتے ہیں۔ (۲) بَعْدَ اِمَّةٍ یعنی نعمت کے بعد۔ اسوقت معنی یہ ہوگا کہ اس نجات کی نعمت ملنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام یاد آئے۔ (۳) بَعْدَ نِسْيَانٍ یعنی بھولنے کے بعد۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ ساقی کو ایک عرصہ کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام یاد آئے' یا ساقی کو بادشاہ کی طرف سے نجات کی نعمت ملنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام یاد آئے' یا ساقی کو بھولنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام یاد آئے۔ [بَعْدَ اُمَّةٍ میں ان تینوں معانی کا احتمال موجود ہے] (تفسیر کبیر) کاشفی کہتے ہیں کہ بادشاہ کو جب کسی نے خواب کی تعبیر نہیں دی تو بادشاہ حیران و پریشان بیٹھا تھا اور دریائے تفکر میں غوطہ زن تھا کہ میری اس مشکل کو کون ہٹائیگا اور اس خواب کی تعبیر مجھے کون بتائیگا۔ ساقی نے جب بادشاہ کو پریشان دیکھا تو اسے حضرت یوسف علیہ السلام یاد آئے بادشاہ کے سامنے انکا تذکرہ کیا۔ (روح البیان) [4] اس شخص نے لَعَلِّىْ شاید' کلمہ شک کا استعمال کیا اور قطعی یقین کا لفظ نہیں کہا کیوں کہ خواب ہی ایسا تھا کہ لوگ اسکی تعبیر سے عاجز ہوگئے تھے اور بادشاہ دہشت زدہ ہوگیا تھا گویا بڑا خوفناک خواب تھا نتیجہ پر پہنچنے کا یقین نہ تھا۔ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ کا مطلب یہ ہے کہ خواب کی تعبیر سنکر شاید لوگوں کو آپکا مرتبہ معلوم ہوجائے اور وہ آپ کے کمالِ علمی کے متعارف ہوجائیں۔ اس جگہ بھی لَعَلَّ کا لفظ اس لئے استعمال کیا کہ اسکو اس بات میں تردد تھا کہ لوگ مانیں گے بھی یا نہیں۔ اہل فضل کے فضائل کو دیکھ کر بھی متنبہ ہوتے ہیں یا نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے کمالات اور طہارت وعفت کو دیکھ کر بھی عزیز مصر نے آپکی فضیلت کا اعتراف نہیں کیا اور جیل میں ڈال دیا۔ (مظہری)

لَعَلِّیۡۤ اَرۡجِعُ اِلَی النَّاسِ لَعَلَّهُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزۡرَعُوۡنَ

کہ باز کردیم بسوے مردمان تا ایشاں بدانند گفت زراعت کنید

کہ میں لوٹوں لوگوں کی جانب تا کہ وہ سب جانیں۔ فرمایا کھیتی کرو گے

سَبۡعَ سِنِیۡنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدۡتُّمۡ فَذَرُوۡهُ فِیۡ سُنۡۢبُلِهٖۤ اِلَّا

ہفت سال پے در پے بر عادت خود پس آنچہ بد روید بگذاریدش در خوشہ آں مگر

سات سال مسلسل اپنی عادت کے مطابق پس جو تم کاٹو چھوڑ دو اسے اسکے خشک خوشہ میں مگر

قَلِیۡلًا مِّمَّا تَاۡكُلُوۡنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ یَاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ سَبۡعٌ

اندکی از آنچہ بخورید باز بیاید بعد ازاں ہفت سال

اس میں سے تھوڑا جو تم کھا سکو[۱] پھر آئیں گے اسکے بعد سات سخت سال

شِدَادٌ یَّاۡكُلۡنَ مَا قَدَّمۡتُمۡ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّمَّا تُحۡصِنُوۡنَ ﴿۴۸﴾

سخت بخورند سابق ذخیرہ آنچہ ذخیرہ نہادہ بودید برائے آنہا مگر اندکی از آنچہ با احتیاط نگہدارید

کھا جائیں گے پہلے جو تم نے اس کیلئے ذخیرہ کر رکھا ہوگا مگر تھوڑا اس سے جسے ہوشیاری کیساتھ محفوظ کر لو[۲]

ثُمَّ یَاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیۡهِ یُغَاثُ النَّاسُ

باز بیاید بعد ازاں سالے کہ در و باران فرستادہ شود بر مردمان

پھر آئیگا اسکے بعد ایک سال کہ جس میں بارش بھیجی جائیگی لوگوں پر

وَفِیۡهِ یَعۡصِرُوۡنَ ﴿۴۹﴾ ع وَقَالَ الۡمَلِكُ ائۡتُوۡنِیۡ بِهٖ ۚ فَلَمَّا

و در و بافشارند انگور و غیر آں و گفت پادشاہ بیارید پیش من یوسف را پس چوں

اور اس میں (انگور وغیرہ) نچوڑیں گے[۳] اور کہا بادشاہ نے لاؤ میرے سامنے یوسف کو پس جب

جَآءَهُ الرَّسُوۡلُ قَالَ ارۡجِعۡ اِلٰی رَبِّكَ فَسۡـَٔلۡهُ مَا بَالُ

آمد نزدیک یوسف فرستادۂ پادشاہ گفت باز گرد بسوئے مولائے خود پس سوال کن او را چیست

یوسف کے پاس بادشاہ کا قاصد آیا کہا اپنے آقا کی طرف لوٹ جا اور سوال کرو اس سے کیا حال ہے

[۱] حرث اور زرع میں فرق یہ ہے کہ زمین تیار کرنے اور اس میں بیج ڈالنے کو حرث کہتے ہیں جبکہ اس بیج سے نکلنے والے پودے اور اسکی رعایت کو زرع کہتے ہیں اسی بناء پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَفَرَاَیۡتُمۡ مَّا تَحۡرُثُوۡنَ ءَاَنۡتُمۡ تَزۡرَعُوۡنَهٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الزّٰرِعُوۡنَ ترجمہ: ''تو بھلا بتاؤ جو بوتے ہو کیا تم اسکی کھیتی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں'' حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ سات سالوں تک خوب زراعت کرو گے اور اس میں تمہیں خوب اناج ملیگا۔ (روح البیان) یہ آیتِ کریمہ مصالحِ شرعیہ میں اصل ہے مثلاً حفظِ ادیان، نفوس، عقول، انساب اور اموال۔ ہر وہ چیز جسکی تحصیل ان امور سے ہو وہ مصلحت ہے اور ہر وہ چیز جو ان امور سے فوت ہو جائے وہ مفسد ہے اور اسے ہٹانا مصلحت ہے۔ اس میں اختلاف نہیں ہے کہ شریعتِ مطہرہ کا مقصود مصالح دنیویہ ہے تا کہ بندہ اس اصلاح کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لے پھر اسکی عبادت کر کے سعادتِ اخرویہ کی جانب پہنچے یہ ساری مراعات اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں پر فضل اور رحمت ہے۔ (القرطبی)

[۲] مروی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام دو آدمیوں کا کھانا ایک آدمی کے سامنے رکھتے تھے وہ شخص کھانے کے بعد کچھ کھانا چھوڑ دیتا، یہاں تک کہ ایک روز ایسا آیا کہ اس ایک شخص نے دو آدمیوں کا کھانا تنہا کھا لیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ سات سخت سالوں میں سے یہ پہلا دن ہے اور اب اسکا آغاز ہو چکا ہے۔ (القرطبی)

[۳] یُغَاثُ، غَیۡث سے مشتق ہے غیث کا معنی بارش ہوگی، یا غوث سے مشتق ہے غوث فریاد رسی یعنی لوگوں کی فریاد قبول کی جائیگی اور اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائیگا۔ یَعۡصِرُوۡنَ وہ نچوڑیں گے یعنی انگور، زیتون طرح طرح کے پھل اور تل نچوڑیں گے۔ مطلب یہ ہے پیداوار اور آسائش کا سال ہوگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اول سات موٹی اور دبلی گائیں اور سات سبز اور سات خشک بالیوں کی مراد بیان کی اور دبلی گائیں کی موٹی گائیں کو کھا جانے اور خشک بالیوں کے سبز بالیوں سے لپٹ کر انکو بھی خشک کر دینے کا تعبیری مطلب بیان کیا پھر سال ختم ہونے اور ارزانی کا سال آنے کی بشارت دی [بشارت کا تعلق اگرچہ خواب کی تعبیر سے نہ تھا مگر آپ نے بشارت اس لئے دی] کہ قحط کے سالوں کی تعداد پیداوار کے سالوں سے نہ بڑھ جائے [اور اسطرح تعبیر میں غلطی ہو جائے کیونکہ دبلی گائیں سات اور خشک بالیوں کی تعداد بھی سات ہی تھی اگر پندرہواں سال بھی قحط کا ہوتا تو سات سے ایک عدد بڑھ جاتا] علامہ بیضاوی لکھتے ہیں کہ شاید آپکو پیداوار اور ارزانی کا سال آنے کی اطلاع وحی سے ہوگئی ہو یا اپنی فراستِ ایمانی سے سمجھ لیا ہو کہ اللہ تعالیٰ کا دستور اور ضابطہ یہی ہے کہ تنگی کے بعد فراخی عطا فرماتا ہے اور اس لئے کال کے بعد پیداوار کا سال ضرور آئیگا۔ (مظہری) ثُمَّ یَاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ عَامٌ. یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے خبر ہے۔ بادشاہ کے خواب کا حصہ نہیں ہے اور نہ تعبیر ہے لیکن علمِ غیب سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا۔ (القرطبی) سات فربہ گائیں اور سات سبز بالیوں سے مراد زراعت کے سال ہیں جس میں اناج خوب پیدا ہوگا، سات خشک بالیوں اور دبلی گائیں سے مراد سات وہ سال ہیں جس میں کوئی پیداوار نہیں ہوگی، سات دبلی گایوں کا سات فربہ گایوں کا کھا لینا اس بات کی علامت ہے کہ سات سال کے جمع کردہ اناجوں کو قحط کے سال ختم کر دینگے۔ (روح البیان) وَفِیۡهِ یَعۡصِرُوۡنَ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد انگور اور زیتون ہے، ابن جریج کہتے ہیں کہ اس سے مراد انگور، زیتون، شراب اور تل ہیں، بعض نے کہا کہ اس سے مراد کثرتِ دودھ ہے اور کثرتِ دودھ کثرتِ نبات پر دلالت کرتی ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم اس میں تنگی سے نجات حاصل کرو گے۔ (القرطبی)

النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ

حال آں زنان کہ بریدند دست خود را ہر آئنہ پروردگار من بحیلہ بازی ایشاں

ان عورتوں کا جنھوں نے کاٹ لئے تھے اپنے ہاتھوں کو بیشک میرا رب ان کے حیلہ باری کو

عَلِيْمٌ ۝۵۰ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ

دانا است گفت پادشاہ چہ بود حال شما وقتیکہ گفت و شنید کردید با یوسف تا لغزانیدش

جانتا ہے۱ بادشاہ نے کہا کیا حال تھا تمہارا جس وقت گفت وشنید کی تم نے یوسف سے تا کہ انھیں لغزش دو

عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ

از احتیاط نفس خود گفتند پاکی خدا را ست ندانستیم بر یوسف ہیچ گناہی گفت زن

اپنے نفس کے احتیاط سے عورتوں نے کہا: پاکی ہے اللہ کیلئے، ہم نے نہ جانا یوسف پر کوئی گناہ، بولی

سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ؗ

عزیز اکنوں ظاہر شد سخن راست کہ من گفت و شنید کردم باو

عزیز کی عورت نے اب ظاہر ہوئی صحیح بات، میں نے گفت و شنید کی ان سے

اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۵۱

تا بلغزانمش از احتیاط نفس او و ہر آئنہ او از راستگویانست گفت یوسف

تا کہ میں انھیں لغزش دوں نفس کے احتیاط سے اور بیشک وہ سچ کہنے والوں میں سے ہیں۲ یوسف نے کہا

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ

ایں ہمہ برائے آنست تا بداند عزیز کہ من خیانت او نکردہ ام غائبانہ و بداند کہ خدا

یہ سب اس لئے ہے تا کہ عزیز (مصر) جان لے کہ میں نے خیانت نہیں کی اس کے پیچھے اور جان لے کہ اللہ

اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۝۵۲

نمی دہد حیلہ خیانت کنندگانرا

نہیں دیتا ہے حیلہ خیانت کرنے والوں کو ۳

۱ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہاں تک ہو سکے انسان اپنے اوپر لگی تہمت دور کرنے کی کوشش کرے۔ خصوصاً اگر پیشوا اور مقتدی ہو تو اس کیلئے ضروری ہے کہ لگائی گئی تہمت سے اپنی برأت ثابت کرے۔ آپ نے عزیز کی بیوی کا نام لیکر ذکر نہیں کیا' ایسا محض ادب و احترام کے پیش نظر کیا ورنہ اصل مجرم تو وہی تھی۔ حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنے بھائی یوسف کے صبر اور کرم پر تعجب ہے' اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے کہ انکے پاس خواب کی تعبیر لینے دو آدمی پہنچے [اور انھوں نے تعبیر دے دی] اگر میں انکی جگہ ہوتا تو جب تک جیل خانہ سے باہر نہ آجاتا ایسا نہ کرتا۔ ان کے صبر و کرم پر مجھے [اس لئے بھی] تعجب ہے' اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے کہ انکے پاس رہائی کا حکم لیکر آدمی آیا اور انھوں نے باہر نکلنے سے انکار کر دیا اور اپنا عذر بیان کر دیا' اگر میں انکی جگہ ہوتا تو فوراً دروازے کی طرف دوڑ پڑتا۔ اگر ایک بات یوسف کے منہ سے نہ نکلتی تو قید خانے میں مزید سالوں کیلئے نہ رہتے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے سے مصیبت دور کرنے کی خواہش کی۔ فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حال پر تعجب فرمایا اور آپکا یہ فرمانا کہ میں فوراً طلب کو قبول کر لیتا حقیقت میں آپکے کمالِ نزول پر دلالت کرتا ہے [بہت سے نبیوں کو بلکہ سبھی کو کمالِ عروج تو حاصل تھا مگر کمالِ نزول کے مرتبہ پر فائز کم ہی نبی ہوئے ہیں' جن میں سے حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ گرامی کو شمار کیا جاسکتا ہے] کمالِ نزول پر ہی دین کی عمومی اشاعت و قبول اور تاثیر و تکمیل موقوف ہے۔ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ. بلاشبہ میرا رب ان کے مکر سے خوب واقف ہے جب انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ اپنی مالکہ کا کہا مان لو' اس جملہ میں ان عورتوں کے مکر کی برائی کا اظہار کیا ہے اور علم الٰہی کو بطورِ شہادت پیش کیا ہے اور عورتوں کی تہمت سے اپنی پاکدامنی کا اظہار کیا ہے اور عورتوں کی انکی مکاری پر انجام بد کی دھمکی بھی دی ہے۔ یہ سارا مضمون اس ایک فقرہ سے مترشح ہو رہا ہے۔ (مظہری) ۲ حضرت عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ قاصد نے جب آکر حضرت یوسف علیہ السلام کا مطالبہ سنایا تو بادشاہ نے عزیز مصر اور تمام عورتوں کو اپنے پاس بلوایا اس وقت عزیز کا انتقال ہو چکا تھا۔ ان تمام عورتوں سے بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا' تو ان عورتوں نے جواب دیا کہ ہم نے یوسف میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔ زلیخا نے جب تمام عورتوں کی جانب سے حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت کا اقرار کرتے دیکھا تو اس نے بھی آپ کی برأت کا اعلان کر دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت یوسف علیہ السلام پر لطف تھا۔ (القرطبی) واضح رہے کہ عورتوں کی جانب سے حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت کا اقرار کرنا اس بات کی قوی شہادت ہے کہ آپ ہر قسم کے گناہوں سے پاک اور جمیع عیوب سے مطہر ہیں۔ یہاں ایک نکتہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام حقیقت میں عزیز مصر کی بیوی کے الزام سے اپنی برأت چاہتے تھے لیکن آپ نے مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ فرمایا۔ خاص عزیز مصر کی بیوی کا ذکر نہیں فرمایا گویا کہ آپ نے اس فرمان میں بھی عزیز مصر کی بیوی کے حق میں رعایت اور اسکی تعظیم کا لحاظ رکھا اور اسکے معاملات کو پوشیدہ ہی رکھا۔ اہل لغت کہتے ہیں کہ حَصْحَصَ الْحَقُّ بمعنی وَضَعَ الْحَقُّ یعنی حق واضح ہو گیا ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳ کاشفی کہتے ہیں کہ بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پیغام بھیجا کہ عورتوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا ہے اس لئے اب آپ تشریف لائیے تا کہ آپکی موجودگی میں ان عورتوں کو سزا دی جائے' آپ نے فرمایا کہ میرا مقصد ہرگز یہ نہیں تھا بلکہ میں یہ بتانا چاہتا تھا کہ میں نے عزیز مصر کی غیر موجودگی میں اس کے یہاں کوئی خیانت نہیں کی۔ (روح البیان)

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا

و بپاکی صفت نمیکنم نفس خود را هر آئنه نفس بسیار فرماینده است ببدی مگر آنوقت

اور میں اپنے نفس کو پاک صفت نہیں کہتا ہوں بیشک نفس بدی کا بہت زیادہ حکم دینے والا ہے مگر جسوقت

مَا رَحِمَ رَبِّيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۳﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ

که مهربانی کند پروردگار من هر آئنه پروردگار من آمرزنده مهربان است و گفت پادشاه بیاریدش پیش من

کہ میرا رب مہربانی فرمائے بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے[۱] اور بادشاہ نے کہا: انھیں میرے سامنے لاؤ

بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا

تا مقرر کنمش خالص برائے خدمت خود پس چوں سخن گفت بایوسف گفت اے یوسف تو امروز نزدیک ما

تا کہ میں انھیں خالص اپنی خدمت کیلئے مقرر کروں پس جب بات کی یوسف سے تو کہا: اے یوسف آپ آج

مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ

صاحب قدر امانت داری گفت مقرر کن مرا بر خزانہائے ایں سر زمین هر آئنه من

ہمارے یہاں صاحب قدر امانت دار ہیں[۲] (یوسف) نے کہا: مقرر کرو مجھے اس سرزمین کے خزانوں پر بیشک میں

حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ

محافظت کننده دانا ام و ہمچنیں دادیم یوسف را دراں قرار میگرفت

حفاظت کرنیوالا جاننے والا ہوں[۳] اور اس طرح ہم نے یوسف کو اس زمین میں قرار دیا بناتے ہیں (رہنے کی جگہ)

مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا

ازاں زمین هر جا که میخواست میرسانیم رحمت خود را بهر که خواهیم و نمیکنیم

اس زمین میں جہاں چاہتے ہم پہنچاتے ہیں اپنی رحمت سے جسے چاہیں اور نہیں کرتے ہیں

نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ضایع مزد نیکوکارانرا و هر آئنه مزد آخرت بهتر است آنانرا که ایمان می آوردند

ضائع نیکوکار کے اجر کو[۴] اور بیشک آخرت کا اجر بہتر ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے

تفسیر اظہار العرفان

[۱] جاننا چاہیئے کہ ماقبل کی آیت میں اختلاف کے پیش نظر اس آیت کی تفسیر میں بھی اختلاف ہے اگر ذٰالک لِیَعْلَمَ اَنِّی لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ حضرت یوسف علیہ السلام کا کلام ہوگا تو یہ بھی آپ کا ہی کلام ہوگا' اور اگر ماقبل کلام زلیخا کا ہوگا تو یہ کلام بھی اسی کا ہوگا۔ حکماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نفسِ امارہ کیا ہے؟ ان حکماء کا کہنا ہے کہ نفس انسانیہ ایک ہی چیز ہے اور اس کیلئے صفاتِ کثیرہ ہیں۔ جب یہ نفس عالمِ الٰہی کی طرف مائل ہو تو اسے نفس مطمئنہ کہا جائیگا اور جب شہوت وغضب کی جانب مائل ہو تو اسے امارہ بالسوء کہا جائیگا۔ (تفسیر کبیر)

[۲] جب حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی بادشاہ پر ظاہر ہوگئی اور آپکے علم وامانت کا مرتبہ بھی اسکو معلوم ہوگیا تو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو طلب کیا اور کہا میں براہِ راست اپنے لئے انکو رکھنا چاہتا ہوں۔ قاصد نے آپ کے پاس پہنچ کر گذارش کی کہ اب قید خانے کے کپڑے اتار کر نئے کپڑے پہن لیجئے اور بادشاہ کے پاس چلئے۔ مروی ہے کہ جب آپ نے عزیز مصر کو دیکھا تو دعا کی: الٰہی میں تجھ سے اسکی خیر کے بجائے تیری خیر کا طلب گار ہوں اور اسکے شر سے تیرے غلبہ کی پناہ پکڑتا ہوں۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ آپ کھڑے ہوگئے اور قیدیوں کیلئے دعا کی: اے اللہ! نیکوں کے دلوں کو ان پر مہربان کردے اور (شہر وملک کی) خبریں ان پر پوشیدہ نہ کر۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شہر کی خبروں میں سے وہاں کے قیدی بہت زیادہ باخبر ہوتے ہیں۔ قید خانہ سے نکلے تو دروازے پر یہ بات لکھ دی۔ هٰذَا قُبُوْرُ الْاَحْیَاءِ وَبَیْتُ الْاَحْزَانِ وَتَضْرِبَةُ الْاَصْدِقَاءِ وَشِمَاتَةُ الْاَعْدَاءِ. ترجمہ: یہ زندوں کا قبرستان ہے' غموں کا گھر ہے' دوستوں کی آزمائش اور دشمنوں کی خوشی کا مقام ہے'' پھر آپ نے قید خانہ کا میل کچیل دھویا' بدن صاف کیا اور خوبصورت کپڑے پہن کر بادشاہ کے پاس جانے کے ارادے سے چل پڑے۔ جب شاہی دروازہ پر پہنچے تو فرمایا: میرا رب میرے لئے کافی ہے دنیا سے بے نیاز کرنے والا ہے' میرا رب میرے لئے کافی ہے اپنی مخلوق سے بے احتیاج کردینے والا ہے' اسکی پناہ لینے والا غالب رہتا ہے' اسکی ثناء بڑی ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسکے بعد گھر کے اندر داخل ہوئے اور بادشاہ کے سامنے پہنچے تو دعا کی' اے اللہ میں اسکی خیر کے بجائے تیری خیر کا طالب ہوں اور دوسروں کے شر سے تیری پناہ پکڑتا ہوں'' بادشاہ نے جب آپکی طرف دیکھا تو آپ نے اسکو عربی میں سلام کیا۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کونسی زبان ہے؟ فرمایا میرے چچا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان ہے' پھر آپ نے بادشاہ کو عبرانی زبان میں دعا دی۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کونسی زبان ہے؟ فرمایا یہ میرے باپ دادا کی زبان ہے۔ بادشاہ ان دونوں زبانوں سے ناواقف تھا اگرچہ (۷۰) زبانوں میں گفتگو کرسکتا تھا جس زبان میں بات کرتا تھا آپ اسی زبان میں جواب دیتے تھے مگر عربی اور عبرانی مزید جانتے تھے۔ واضح رہے کہ اسوقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر مبارک ۳۰ سال تھی اس نوجوانی میں آپکے یہ کمالات دیکھ کے متحیر ہوگیا اور بادشاہ نے اپنے قریب بٹھایا۔ (مظہری)

[۳] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ میرے بھائی یوسف پر رحم فرمائے اگر وہ اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ نہ کہتے تو اسی وقت خزانہ سپرد کردیا جاتا لیکن جب انھوں نے کہا تو ایک سال مؤخر ہوگیا۔ (تفسیر کبیر)

[۴] مروی ہے کہ بادشاہ نے اپنی انگوٹھی پہنائی' اپنی گردن سے تلوار اتار کر آپکی گردن میں ڈالی اور اپنے سونے اور یاقوت کے تخت پر آپکو بٹھایا پھر بادشاہ اور اسکے ساتھ کثیر لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ (تفسیر کبیر)

وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿۵۷﴾ وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ

و پرہیزگاری میکروند و آمدند برادران یوسف پس داخل شدند بروی

اور پرہیزگاری کرتے ہیں ۱ اور یوسف کے بھائی آئے پس داخل ہوئے ان کی بارگاہ میں

فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكِرُونَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ

پس بشناخت ایشانرا و ایشاں او را ناشناسا بودند و چوں مہیا کرد برائے ایشاں سامان ایشانرا

تو پہچان لیا انھیں (یوسف نے) اور وہ سب انکو نہ پہچانتے تھے ۲ اور جب تیار کیا ان کے واسطے انکے سامان کو

قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَكُمْ مِنْ أَبِيكُمْ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي

گفت بیارید پیش من برادر علاتی خود را کہ از پدر شما است ایا نمی بینید کہ من تمام میدہم

تو کہا: لاؤ میرے پاس اپنے علاتی بھائی کو جو تمہارے باپ شریک ہیں؛ کیانہیں دیکھتے ہو کہ میں پورا دیتا ہوں

الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿۵۹﴾ فَإِنْ لَمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا

پیمانہ را و من بہترین مہمانداری کنندگانم پس اگر نیاوردید او را پیش من پس ہر گز

ناپ اور میں بہترین مہمان نوازی کرنے والوں میں سے ہوں ۳ پس اگر نہ لاؤ گے اسے میرے پاس تو ہرگز

كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ ﴿۶۰﴾ قَالُوا سَنُرَاوِدُ

پیمودن نباشد برائے شما نزدیک من و ہر گز نزدیک نشوید بمن گفتند گفت و شنید کنیم

تمہارے لئے میرے پاس ناپ نہ ہوگا اور ہرگز قریب نہ ہوگے میرے ۴ انھوں نے کہا: ہم گفت وشنید کرینگے

عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوا

با پدر او تا از و دست باز دارد و ما البتہ ایں کار کنندگانیم گفت یوسف غلامان خود را بنہید

اسکے باپ سے تاکہ اس سے حفاظت کا ہاتھ اٹھالیں اور ضرور ہم یہ کام کرنیوالے ہیں ۵ یوسف نے کہا اپنے غلاموں

بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا

سرمایہ ایشانرا در خرجینہائے ایشاں شاید ایشاں بشناسند آنرا چوں باز روند

سے رکھ دوانکے سرمایہ کو انکے بارداں شاید وہ سب اسے پہچانیں جب واپس لوٹیں

۱ حضرت ابن عباس اور وہب کہتے ہیں کہ اَجْرُ الْمُحْسِنِيْنَ سے مراد اَجْرُ الصَّابِرِيْنَ ہے یعنی ہم صابروں کو اسکا اجر دیتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں، رقیت میں، قید خانہ میں، عزیز مصر کی بیوی کی جانب سے الزام لگانے میں صابر رہے۔ ماوردی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس حال میں آپکو جو کچھ عطا فرمایا اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ سب کچھ صبر کرنے کے صلہ میں عطا فرمایا گیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے عطا فرمایا اور صبر کا صلہ آخرت کے حال پر باقی رکھا۔ (القرطبی)

۲ جاننا چاہیئے کہ جب شہروں میں قحط عام ہو گیا اور اس شہر تک پہنچ گیا جہاں حضرت یعقوب علیہ السلام آباد تھے، تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ مصر جاؤ وہاں ایک نیک صالح مرد ہے، جو لوگوں کے ساتھ بھلائی کرتا ہے تم بھی وہاں اپنے دراہم لیکر جاؤ اور ان سے کھانا لیکر آؤ چنانچہ دسوں بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس مصر پہنچے اور آنے والا واقعہ پیش آیا۔ جب یہ بھائی آپ کے پاس پہنچے تو آپ نے انھیں پہچان لیا لیکن ان بھائیوں نے انکو نہیں پہچانا، اسکی چند وجہیں ہیں۔ (۱) حضرت یوسف علیہ السلام نے ان لوگوں کو حجاب کے باہر کھڑا کیا اور ان سے کلام بلاواسطہ نہ فرمایا بلکہ کلام بالواسطہ کیا۔ اسکے علاوہ بادشاہ کا اپنا ایک رعب ودبدبہ ہوتا ہے جسکی بناء پر عام لوگ اس سے نظریں ملا کر کلام نہیں کرتے، اس بناء پر بھائیوں نے نہ پہچانا۔ (۲) جسوقت بھائیوں نے آپکو کنویں میں ڈالا تھا اسوقت آپ صغیر السن تھے اور چہرے پر داڑھی بھی نہ تھی اور اب آپ میں یہ بات نہ تھی بلکہ کنویں میں ڈالنے سے لیکر اب تک چالیس سال ہو چکے تھے۔ (۳) کسی چیز کے پہچاننے کی قوت اللہ تعالیٰ کے خلق کرنے سے آتی ہے، شاید اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں میں اسوقت یہ کیفیت پیدا ہی نہ فرمائی ہوگی۔ (تفسیر کبیر) ۳ سدی کہتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے ساتھ گیارہ اونٹ لائے تھے اور وہ سب دس تھے، انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ ہمارا ایک بھائی ہم سے پیچھے رہ گیا ہے اور اسکا اونٹ ہمارے ساتھ ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ تمہارا بھائی تم سے پیچھے کیوں رہ گیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اپنے باپ کی محبت میں، اسکا ایک بھائی تھا جو اس سے بڑا تھا وہ سفر میں ہلاک ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے بھائی کو دیکھوں جو باپ کی محبت میں پیچھے رہ گیا ہے، اس طرح تمہاری بات کی تصدیق بھی ہو جائیگی۔ مروی ہے کہ انھوں نے شمعون کو آپ کے پاس چھوڑ دیا اور وعدہ کیا کہ ہم بنیامین کو لیکر آئیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ترجمان سے کہا کہ تمہاری زبان ہماری زبان سے مخالف ہے۔ اسی طرح تمہارا لباس ہمارے لباس کے مخالف ہے شاید تم لوگ جاسوس ہو گے، یہ سن کر ان لوگوں نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم جاسوس نہیں ہیں بلکہ ہم ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں اور وہ شیخ صدیق ہیں۔ آپ نے پوچھا تم سب کل کتنے بھائی ہو؟ کہا: ہم بارہ بھائی تھے لیکن ہم میں ایک بھائی ہلاک ہو گیا ہے۔ (القرطبی) ۴ جاننا چاہیئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو طلب کرتے وقت ترغیب اور ترہیب دونوں کو جمع فرمایا۔ ترغیب یہ ہے۔ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّىْ اُوْفِى الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ [کیانہیں دیکھتے ہو کہ میں پورا دیتا ہوں ناپ اور میں بہترین مہمان نوازی کرنے والوں میں سے ہوں] ترہیب تو اسی آیت میں ہے کہ اگر اپنے بھائی کہ نہ لاؤ گے تو تمہیں غلہ نہ دیا جائے گا۔ (تفسیر کبیر) ۵ یعنی اسکی جدائی کا غم باپ کو ضرور ہوگا مگر ہم کوئی چال چلیں گے اور آپ کے پاس لانے کی کوئی تدبیر کریں گے۔ (مظہری)

اِلٰٓى اَهۡلِهِمۡ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوۡۤا اِلٰٓى اَبِيۡهِمۡ قَالُوۡا

باہل خویش بود کہ ایشاں باز آیند پس چوں باز گشتند بسوئے پدر خویش گفتند

اپنے اہل کی طرف، ہوسکتا ہے کہ وہ سب واپس آئیں! پس جب واپس ہوئے اپنے باپ کی طرف تو کہا:

يٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الۡكَيۡلُ فَاَرۡسِلۡ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَكۡتَلۡ وَاِنَّا لَهٗ

اے پدر ما منع کردہ شد از ما پیمانہ پس بفرست با ما برادر ما را تا پیمانہ گیریم و ہر آئنہ ما

اے ہمارے باپ! روک دیا گیا ہے ہم سب سے پیمانہ پس آپ بھیجئے ہمارے ساتھ بھائی کو تا کہ ہم پیمانہ لیں اور

لَحٰفِظُوۡنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلۡ اٰمَنُكُمۡ عَلَيۡهِ اِلَّا كَمَاۤ اَمِنۡتُكُمۡ عَلٰٓى

نگاہبان وے ایم گفت یعقوب امین نگیرم شما را بروی مگر چنانکہ امین گرفتہ بودم شما را بر

بیشک ہم اسکی حفاظت کرینگے۔؁۲ یعقوب نے کہا: نہیں لونگا تم سے اعتماد اس پر مگر جیسا کہ اعتماد لیا تھا تم سے

اَخِيۡهِ مِنۡ قَبۡلُ‌ؕ فَاللّٰهُ خَيۡرٌ حٰفِظًا‌ ۖ وَّهُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ ﴿۶۴﴾

برادر وے پیش ازیں پس خدا بہتر است نگاہدارندہ و او مہربان ترین مہربانان است

اسکے بھائی پر اس سے پہلے اللہ بہتر ہے حفاظت فرمانے والا اور وہ مہربان ترین ہے سارے مہربانوں سے ؁۳ اور جب

وَلَمَّا فَتَحُوۡا مَتَاعَهُمۡ وَجَدُوۡا بِضَاعَتَهُمۡ رُدَّتۡ اِلَيۡهِمۡ‌ؕ

و چوں بکشادند رخت خود یافتند سرمایۂ خود را باز گردانیدہ بایشاں

انھوں نے کھولا اپنے سامان کو تو پایا اپنے سرمایہ کو (جسے) پھیر دیا گیا انکی جانب کہا: اے ہمارے باپ! ہم کیا چاہتے

قَالُوۡا يٰۤاَبَانَا مَا نَبۡغِىۡ‌ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتۡ اِلَيۡنَا‌ ۚ وَ

گفتند اے پدر ما چہ میخواہیم بیش ازیں پس ایں است سرمایۂ ما باز گردانیدہ بسوئے ما و باز رویم بملک و غلہ آوردیم

ہیں اس سے زیادہ؟ یہ ہے ہمارا سرمایہ جو لوٹا دیئے گئے ہماری طرف پس ہم پھر جائینگے بادشاہ کی پاس اور غلہ لائینگے

نَمِيۡرُ اَهۡلَنَا وَنَحۡفَظُ اَخَانَا وَنَزۡدَادُ كَيۡلَ بَعِيۡرٍ‌ؕ ذٰ لِكَ كَيۡلٌ

برائے کسان خود و نگاہبانی کنیم برادر خود را و زیادہ آریم پیمانہ یک شتر دار آنچہ آوردہ ایم پیمانہ

اپنے گھر والوں کیلئے اور ہم حفاظت کرینگے اپنے بھائی کی اور ایک اونٹ پیمانہ ہم زیادہ پائیں گے جو پیمانہ؁۴

؁۱ حضرت یوسف علیہ السلام نے انکی پونجی چند وجوہ سے رکھوائی۔ (۱) جب وہ لوگ اپنا سامان کھولیں گے تو اپنی پونجی پالیں گے اس طرح انھیں احساس ہوگا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کتنے سخی ہیں پس وہ لوگ لالچ میں آکر پھر آپکی طرف لوٹیں گے۔ (۲) آپ کو یہ خوف تھا کہ ہوسکتا ہے کہ انکے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس مزید چاندی نہ ہو اس لئے ممکن ہے کہ لوٹ کر نہ آسکیں۔ (۳) آپ نے پونجی لوٹا کر اپنے والد کی جانب وسعت کا ارادہ کیا اس لئے کہ یہ زمانہ قحط کا تھا۔ (۴) فراء کہتے ہیں کہ جب وہ لوگ اپنی پونجی اپنے سامان میں دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ شاید غلطی سے آگئی ہے اور وہ لوگ انبیاء اور انکی اولاد تھے پس وہ لوگ واپس دینے کیلئے ضرور واپس آئیں گے۔ (۵) بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ایذاء پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں چھوڑا۔ اس لئے آپ نے انکے ساتھ احسان میں مبالغہ کیا تا کہ انھیں احساس ہو۔ (تفسیر کبیر)

؁۲ جب لوٹ کر باپ کے پاس پہنچے تو بولے ابا جان! ہم ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے کہ اس نے بڑی ہماری مہمانی کی اور ایسی عزت کی کہ اگر نسلِ یعقوب کا بھی کوئی آدمی ہوتا تو ہماری اتنی عزت نہ کرتا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: جب تم شاہِ مصر کے پاس لوٹ کر جاؤ تو اس سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ آپ نے جو ہمارے ساتھ احسان کیا ہے اسکے عوض ہم آپ کیلئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل فرمائے۔ پھر فرمایا: شمعون کہاں ہے؟ جواب دیا کہ اسکو شاہِ مصر نے ضمانت کے طور پر اپنے پاس روک لیا ہے۔ اسکے بعد پورا قصہ بیان کر دیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اسکو یہ بات بتائی ہی کیوں؟ لڑکوں نے جواب دیا کہ اس نے ہم سے عبرانی زبان میں گفتگو کی اور کہا تم جاسوس ہو اور پھر پورا قصہ بیان کر کے کہا: ہم کو غلہ دینے کی ممانعت کر دی گئی ہے یعنی اگر ہم بنیامین کو لیکر نہ جائیں گے تو آئندہ ہم کو غلہ نہیں ملے گا۔ (مظہری) ؁۳ بیٹوں نے جب بنیامین کو لیکر جانے کا اصرار کیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا میں تم پر ویسے ہی اعتماد کروں جیسے اس سے پہلے اسکے بھائی کے معاملے میں کیا؟ پھر آپ نے فرمایا کہ اسکے بھائی یوسف کی حفاظت کے بارے میں تم پر بھروسہ کیا تھا لیکن اب میں بنیامین کے بارے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرونگا۔ مروی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جاتے وقت بنیامین کے کانوں میں فَاللّٰهُ خَيۡرٌ حٰفِظًا کہا تھا۔ (تفسیر کبیر) کعب احبار کہتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب فَاللّٰهُ خَيۡرٌ حٰفِظًا کہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری عزت وجلال کی قسم ہے تمہارے دونوں بیٹوں کو ضرور لوٹاؤنگا اس لئے کہ تم نے مجھ پر بھروسہ کیا۔ (القرطبی) پس انسان کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور اسکی حفاظت پر اعتماد رکھے اس لئے کہ اسکے سوا سب حفاظت میں اسباب اور آلات کے محتاج ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ غنی بالذات ہے۔ مروی ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام کو بخت نصر نے کنویں میں ڈلوا دیا اور پھر دو شیر اس میں ڈال دیئے اسکے باوجود آپ کو کوئی نقصان نہ ہوا بلکہ وہ دونوں شیر آپ کی خدمت کرنے لگ گئے۔ (روح البیان) ؁۴ یہاں یہ جائز ہے کہ متاع سے مراد طعام یعنی کھانا ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ اوعیہ طعام یعنی پیمانہ ہو۔ بیٹوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ ابا جان ایک ایسا آدمی جو سخی اور مہربان ہو اور جس نے ہمارے ساتھ اتنا احسان کیا ہو ہمارے لئے مناسب نہیں ہے کہ ہم اپنے بھائی بنیامین کو انکے پاس لے کر نہ جائیں۔ (تفسیر کبیر) یا یہ مطلب ہے کہ اس سے بڑھ کر ہم بھلائی کے طالب نہیں، یا بادشاہ کے احسان کے متعلق کلام کرنے میں ہم اور کیا چیز طلب کریں، یا یہ مطلب ہے کہ ہم مزید سرمایہ طلب نہیں کرتے ہیں۔ (مظہری)

تفسیر اظہار العرفان

يَسِيرٌ ﴿٦٥﴾ قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّىٰ تُؤْتُونِ مَوْثِقًا مِّنَ

اندکست گفت نفرستم او را با شما تا آنکه دہید مرا عہدے از

ہم لائیں ہیں وہ تھوڑا ہے۔ کہا میں تمہارے ساتھ نہیں بھیجونگا یہاں تک کہ تم مجھے ایک عہد دو

اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا أَن يُحَاطَ بِكُمْ ۖ فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ

خدا کہ البتہ باز آرید او را بمن مگر آنکہ گرفتار کردہ شوید پس چوں دادندش عہد خویش

اللہ کی طرف سے کہ ضرور لاؤ گے اسے میرے پاس مگر یہ کہ تم گھیر لئے جاؤ پس جب یعقوب کو اپنا عہد دیا

قَالَ اللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ﴿٦٦﴾ وَقَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا

یعقوب گفت خدا بر آنچہ میگوئیم نگاہبان است و گفت اے پسران من در میائید

تو یعقوب نے کہا: اللہ اس پر جو ہم کہہ رہے ہیں نگاہبان ہے[1] اور کہا اے میرے بیٹو! نہ داخل ہونا

مِن بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۖ وَمَا

از یک دروازہ و در آئید از در و از ہائے پراگندہ و نمیکنم

ایک دروازہ سے اور داخل ہونا مختلف دروازوں سے اور

أُغْنِي عَنكُم مِّنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ ۖ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۖ عَلَيْهِ

دفع از سر شما چیزیرا از قضاے خدا نیست فرمان روائی مگر خدا بروی

اللہ کے فیصلے میں سے کسی چیز کو تم سے نہیں ہٹا سکتا، نہیں ہے فرمان روائی مگر اللہ کیلئے، اسی پر

تَوَكَّلْتُ ۖ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿٦٧﴾ وَلَمَّا دَخَلُوا

توکل کردم و بر وی باید کہ توکل کنند متوکلاں و چوں داخل شدند

میں نے بھروسہ کیا اور چاہیئے کہ اسی پر بھروسہ کریں بھروسہ کرنے والے[2] اور جب داخل ہوئے

مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُم مَّا كَانَ يُغْنِي عَنْهُم مِّنَ اللَّهِ مِن

ازاں راہ کہ فرمودہ بود ایشانرا پدر ایشاں دفع نمی توانست کرد از سر ایشاں چیزیرا از قضاے خدا

اس راستے سے جسکا حکم انھیں انکے باپ نے دیا تھا تو اللہ کے فیصلے میں سے کچھ بھی ہٹا نہیں سکتے تھے

[1] یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میں تمہارے ساتھ بنیامین کو اسوقت تک نہیں بھیجونگا جب تک کہ تم لوگ اللہ کی قسم کھا کر اپنے وعدہ کو پختہ نہیں کر لیتے۔ اس طرح کا وعدہ کہ تم سب ہلاک ہو جاؤ گے پھر بھی بنیامین کو ہلاک نہ ہونے دو گے۔ (ابن جریر)

[2] جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے انھیں حکم دیا کہ ایک دروازہ سے مصر میں داخل نہ ہونا اسوقت مصر میں چار دروازے تھے آپ کو اندیشہ تھا کہ کہیں انھیں نظر نہ لگ جائے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کر رہی ہے کہ نظر حق ہے اس لئے انسان کو اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک نظر انسان کو قبر میں پہنچا دیتی ہے اور اونٹ کو ہانڈی میں۔ رسول اللہ ﷺ ان الفاظ سے تعوذ (دم) کرتے۔ اَعُوذُ بِاللّٰهِ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ. ترجمہ: میں اللہ کے کلماتِ تامہ کی پناہ طلب کرتا ہوں ہر شیطان سے، ہر زہریلے کیڑے اور ہر نظرِ بد سے۔ حضرت ابوامامہ بن سہیل بن حنیف بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ سہیل بن حنیف نے خرار (مدینہ منورہ کی ایک وادی کا نام) میں غسل کیا اور انھوں نے اپنا جبہ اتارا اسوقت عامر بن ربیعہ ان کو دیکھ رہے تھے اور سہیل بن حنیف گورے رنگ کے بہت خوبصورت انسان تھے۔ عامر بن ربیعہ نے انھیں دیکھ کر کہا کہ اتنے گورے رنگ کا اتنا خوبصورت انسان میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا۔ سہیل کو اسی وقت بخار چڑھ گیا، پھر ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر بتایا کہ سہیل کو بہت تیز بخار چڑھ گیا ہے وہ آپ کے ساتھ آ نہیں سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ انکے پاس تشریف لائے اور انہوں نے بتایا کہ اس طرح مجھے عامر بن ربیعہ نے نظر بھر کر دیکھا تھا مجھے بخار چڑھ گیا۔ آپ نے عامر سے فرمایا: تم کیوں اپنے بھائی کو قتل کرتے ہو اور تم نے یہ کیوں نہ کہا: تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْهِ. پھر فرمایا: بیشک نظر کا لگنا حق ہے تم اس کیلئے وضو کرو۔ عامر نے ان کیلئے وضو کیا پھر وہ بالکل تندرست ہو کر رسول اللہ ﷺ کیساتھ چلے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے انھیں حکم دیا کہ اپنے چہرے کو، اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوئے، گھٹنوں کو اور پھر آپ نے حکم دیا کہ انکے غسالہ کو سہیل کے اوپر بہایا جائے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ایک روز حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار ہوئے تو ایک عورت نے دیکھ کر کہا کہ تمہارا یہ امیر لوگوں کے پہلوؤں کو توڑنا جانتا ہے پس آپ گھر گئے تو گر گئے، پھر آپ تک عورت کی کہی ہوئی بات پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اسکے پاس کسی کو بھیجو تا کہ وہ غسل کر کے پانی یہاں بھیجے۔ ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ نظر لگنا حق ہے اور یہ نظر انسان کو تباہ کر دیتی ہے۔ مسئلہ: جب کسی کی جانب سے نظر لگ جائے تو اسے کہا جائے گا کہ غسل کرو اگر وہ انکار کرے تو اسے مجبور کیا جائے گا۔ (القرطبی) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے گھر میں ایک بچی کو دیکھا جس کے چہرے کا رنگ متغیر ہو رہا تھا آپ نے فرمایا اس پر دم کراؤ کیونکہ اس کو نظر لگی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نظر حق ہے اور آپ نے گھورنے سے منع فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو دم کرتے ہوئے فرمایا، تمہارے باپ حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق بھی دم کرتے ہوئے فرماتے تھے "میں [تم کو] شیطان، ہر زہریلے کیڑے اور نظر لگنے والی آنکھ سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ (بخاری شریف)

شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ

لیکن سرانجام داد یعقوب خطره را که در ضمیر وی بود هر آئنه وی بود خداوند دانش

لیکن یعقوب نے ایک خدشہ ظاہر کیا جو ان کے دل میں تھا بیشک وہ صاحبِ علم تھے

لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَ لَمَّا دَخَلُوْا

بآنچه ما آموخته بودیم او را لیکن اکثر مردمان نمیدانند و چوں داخل شدند

جو ہم نے انھیں سکھایا تھا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں ۱ے اور جب داخل ہوئے

عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا

بر یوسف جای داد بسوے خود برادر عینی خود را گفت هر آئنه من برادر تو ام پس مباش

یوسف کی بارگاہ میں تو اپنی جانب اپنے سگے بھائی کو جگہ دی کہا بیشک میں تمہارا بھائی ہوں پس غمگین نہ ہونا

تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ

اندوہگین بسبب آنچه میکردند پس وقتیکه مهیا کرد براے ایشاں سامان ایشاں

اس سبب جو یہ لوگ کرتے تھے ۲ے پس جب تیار کیا ان کیلئے سامان کو

جَعَلَ السِّقَایَةَ فِیْ رَحْلِ اَخِیْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا

نهاد آوندیرا خرجین برادر خود بعد ازیں باز آواز داد آواز کننده که اے

تو اپنے بھائی کے سامان میں پیالہ رکھ دیا پھر آواز دی پکارنے والے نے کہ اے

الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَ اَقْبَلُوْا عَلَیْهِمْ مَّا ذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾

کاروانیاں هر آئنه شما دزدید گفتند روے بسوئے ایشاں آورده چیست آنچه نمی یابید

قافلہ والو! بیشک تم چور ہو ۳ے ان کی جانب چہرہ کر کے کہا وہ کیا چیز ہے جسے تم نہیں پاتے ہو ۴ے

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَ لِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ

گفتند نمی یابیم پیمانه پادشاه را و کسیرا که بیاوردش یکبار شتر باشد

کہا: ہم بادشاہ کا پیمانہ نہیں پاتے ہیں اور اس کیلئے جو اسے لائیگا ایک اونٹ غلہ (انعام کے طور پر) ہو گا

۱ے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کا مصر میں جدا جدا داخل ہونا اللہ تعالیٰ کی قضا اور قدر کو ٹال نہیں سکتا اور نہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسکا ارادہ کیا تھا۔ زجاج کہتے ہیں کہ اگر نظران کے حق میں مقدر ہو چکی ہوتو انھیں ضرر پہنچے گا خواہ وہ لوگ مجتمع ہو کر جائیں یا متفرق ہو کر۔ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰىهَا۔ یہاں حاجت کی چند تفاسیر ہیں۔ (۱) حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ خوف تھا کہ انھیں نظر نہ لگ جائے۔ (۲) اہل مصر کے حسد سے خوف تھا۔ (۳) مصر میں شر انھیں نہ پہنچنے پائے۔ (تفسیر کبیر)

۲ے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جب وہ لوگ پہنچے تو کہا کہ آپ نے جو بھائی لانے کو کہا تھا ہم اس کو لے آئے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: تم نے بہت اچھا کیا اور تم کو عنقریب اسکا اچھا بدلہ ملے گا پھر آپ نے ان کو عزت و احترام کے ساتھ ٹھہرایا اور انکی مہمان نوازی کی اور دستر خوان بچھوایا اور حکم دیا کہ آمنے سامنے دو دو بیٹھیں' دو دو شریک ہو جائیں حکم کی تعمیل کی گئی اور دو' دو بیٹھ گئے بنیامین تنہا رہ گئے اور رو کر کہنے لگے کہ اگر میرا بھائی یوسف زندہ ہوتا تو مجھے اپنے ساتھ بٹھالیتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تمہارا یہ بھائی اکیلا رہ گیا ہے میں اس کو اپنے ساتھ بٹھالیتا ہوں چنانچہ آپ نے بنیامین کو اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھا کر کھلایا پھر رات ہوئی تو بستر پر دو' دو ایک ساتھ سو جائیں۔ بنیامین اسوقت بھی تنہا رہ گئے تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا: یہ میرے ساتھ میرے بستر پر سوئے گا۔ سوتے میں بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام چمٹا لیتے تھے اور انکی خوشبو سونگھتے تھے صبح تک یوں کرتے رہے۔ روبیل کہنے لگا کہ بھائیو! ہم نے کبھی ایسا واقعہ نہیں دیکھا ہے [کہاں مصر کا بادشاہ اور کہاں ہم اور ہم پر بادشاہ کی یہ مہربانی اور بنیامین پر خصوصی عنایت] صبح حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ شخص اکیلا ہے اس کا کوئی رفیق نہیں ہے اس لئے اسکو میں اپنے ساتھ اپنے گھر میں رکھونگا۔ اس کے بعد آپ نے ایک مکان میں قیام کرنے کا حکم دیا اور کھانا جاری کر دیا اور بنیامین کو اپنے ہی ساتھ رکھا جب محفل چھٹ گئی اور تنہائی کا وقت آیا تو بنیامین سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ جواب دیا: بنیامین۔ آپ نے پوچھا کہ بنیامین کا کیا معنی ہے؟ مردے کا بیٹا [آپکی ولادت کے وقت آپکی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا] حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: کیا تم پسند کرو گے کہ تمہارے مرحوم بھائی کی جگہ میں تمہارا بھائی بن جاؤں؟ بنیامین نے کہا: بادشاہ کی طرح بھائی کس کو نصیب ہے لیکن آپ یعقوب اور راحیل کے بیٹے نہیں ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام یہ سن کر رو پڑے اور کھڑے ہو کر ان کو گلے لگا لیا اور کہا کہ میں حقیقت میں تمہارا بھائی ہوں یعنی یوسف۔ اب تم ان کی ان حرکات سے رنجیدہ نہ ہو جو ہمارے ساتھ یہ لوگ کرتے رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنا کرم کیا۔ ہاں یاد رکھنا جو اطلاع ہم نے تم کو دی ہے اسکی خبر ان کو نہ دینا اس کے بعد آپ نے ہر بھائی کو ایک ایک بار شتر غلہ دیا اور بنیامین کو بھی اس کے نام کا ایک اونٹ بھر اناج دیا۔ (مظہری) ۳ے جب بنیامین کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ ہمارے حقیقی بھائی ہیں تو انھوں نے کہا کہ آپ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ نہ لوٹائیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ تمہارے روکنے سے ہمارے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کے غم میں اور اضافہ ہو جائے گا پس جب بنیامین نے ان بھائیوں کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے انھیں روکنے کیلئے حیلہ کیا۔ (القرطبی) ۴ے سقایہ اور صواع دونوں سے مراد ایک ہی چیز ہے سقایہ پانی پینے کا برتن جس میں بادشاہ پانی پیتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ برتن زبرجد کا تھا۔ قافلہ کے لوگ تلاش کرنے والوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے پوچھا کہ تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے؟ (مظہری)

وَ اَنَا بِهٖ زَعِیۡمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوۡا تَاللّٰهِ لَقَدۡ عَلِمۡتُمۡ مَّا جِئۡنَا لِنُفۡسِدَ

و من بایں وعدہ ضامنم گفتند بخدا ہر آئنہ دانستہ اید کہ نیامدہ ایم تا فساد کنیم

اور میں اس وعدہ کا ضامن ہونگا۱ انھوں نے کہا: اللہ کی قسم بیشک تمہیں معلوم ہے کہ ہم فساد کرنے نہیں آئے

فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا كُنَّا سٰرِقِیۡنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوۡا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ

در زمین و ہر گز دزد نبودہ ایم گفتند پس چیست جزا ایں فعل اگر

زمین میں اور ہر گز ہم چور نہ تھے۲ انھوں نے کہا: پس اس چوری کا بدلہ کیا ہے اگر

كٰذِبِیۡنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوۡا جَزَآؤُهٗ مَنۡ وُّجِدَ فِیۡ رَحۡلِهٖ فَهُوَ

دروغگوی باشید گفتند جزائے ایں فعل کسیست کہ یافتہ شود متاع در خرجین او پس ہمون شخص باشد

تم جھوٹے نکلے۳ کہا: اس چوری کا بدلہ یہ ہے کہ جس کے سامان میں پایا جائے پس وہی شخص

جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجۡزِی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوۡعِیَتِهِمۡ قَبۡلَ

جزاء او ہمچنیں جزا میدہیم ستمگاراں را پس شروع کرد یوسف بتفحص خرجینہائے ایشاں پیش

اسکا بدلہ ہوگا اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو۴ پس شروع کی یوسف نے تلاشی لی انکے باردان کی

وِعَآءِ اَخِیۡهِ ثُمَّ اسۡتَخۡرَجَهَا مِنۡ وِّعَآءِ اَخِیۡهِ ؕ كَذٰلِكَ

از خرجین برادر خود بعد ازاں برآورد پیمانہ را از خرجین برادر خود ہمچنیں

اپنے بھائی کے باردان سے پہلے اسکے بعد نکالا پیمانہ کو اپنے بھائی کے باردان سے اسی طرح

كِدۡنَا لِیُوۡسُفَ ؕ مَا كَانَ لِیَاۡخُذَ اَخَاهُ فِیۡ دِیۡنِ الۡمَلِكِ

تدبیر کردیم برائے یوسف مستعد نبود کہ اسیر گیرد برادر خود را در دین پادشاہ

ہم نے تدبیر کی یوسف کیلئے، موجود نہ تھا (کوئی قانون) کہ قیدی بناتے اپنے بھائی کو بادشاہ کے دین میں

اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ ؕ وَ فَوۡقَ كُلِّ

لیکن اسیر گرفتش بمشیت خدا بلند میگردانیم درجہا کسیرا کہ خواہیم و بالائے ہر

لیکن اسے قیدی بنایا اللہ کی مشیت سے، ہم بلند کرتے ہیں درجوں اسے جسے ہم چاہتے ہیں اور ہر۵

۱ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ زعیم وہ پکارنے والا ہے جس نے قافلہ والوں کو بلایا تھا۔ کلبی کہتے ہیں کہ اہل یمن کی زبان میں کفیل کو زعیم کہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۲ یہ لوگ دو مرتبہ مصر آئے تھے اس لئے اہل مصران کی امانتداری سے واقف ہو چکے تھے جو سرمایہ ان کے سامان میں بندھ کر ساتھ چلا گیا تھا وہ بھی انھوں نے واپس لاکر دے دیا تھا اور اپنے جانوروں کے منہ پر انھوں نے جالیاں بھی چڑھادی تھیں کہ کسی کی کھیتی باڑی میں منہ نہ ڈال دیں یہ تمام باتیں انکی امانتداری پر دلالت کرتی تھیں اور لوگ ان باتوں سے واقف تھے اسی لئے اہل مصر کے علم کو ان لوگوں نے اپنی شہادت میں پیش کیا۔ (مظہری)

۳ یعنی اگر تم جھوٹے نکلے تو تمہیں اسکی کیا سزا ملنی چاہیئے؟ (القرطبی)

۴ انھوں نے جواب دیا کہ جب چوری ثابت ہو جائے تو چور کو صاحبِ مال کے سپرد کر دیا جائے اور وہ چور کو اپنا غلام بنالے۔ یہی حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں چور کی سزا ہے۔ اس پر منادی نے کہا: اچھا تو اب سارے سامان کی تلاشی لے لی جائے گی۔ مروی ہے کہ سرکاری آدمی ان سب کو لوٹا کر لے گئے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے تلاشی کا حکم دیا۔ (مظہری)

۵ پس اپنے بھائی کے تھیلے سے پہلے دوسروں بھائیوں کے تھیلوں کی تلاشی شروع کی تا کہ کسی کو شبہ نہ ہو۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ جب بھی کسی کے سامان کو کھولتے اور اسکے تھیلے کے اندر دیکھتے تو تہمت لگانے کے گناہ کے خوف سے اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ کہتے تھے [کیونکہ جانتے تھے کہ تلاشی غلط لی جارہی ہے یہ شخص چور نہیں ہے] جب سب کی تلاشی ہو چکی اور صرف بنیامین رہ گئے تو خود ہی بولے میرے خیال میں اس نے نہیں لیا ہے [اس لئے اسکی تلاشی لینے کی ضرورت نہیں ہے] بھائیوں نے کہا: اللہ کی قسم جب تک اسکی بھی تلاشی نہ لی جائے گی ہم نہیں چھوڑیں گے اس سے آپ کے دل کو بھی پورا اطمینان ہو جائیگا اور ہمارے دلوں کو بھی۔ آخر کار بنیامین کے سامان کو بھی کھولا گیا تو پیانہ اس سامان سے برآمد ہو گیا۔ یہ دیکھ کر بھائیوں نے شرم کے مارے سر جھکا لئے اور بنیامین کی طرف چہرہ کر کے کہنے لگے تو نے یہ کیا حرکت کی ہمارے منہ کالے کر دیئے ہم کو رسوا کر دیا تو نے یہ کب لیا؟ اے اولادِ راحیل! تمہارے ہاتھوں ہمیشہ ہم پر مصیبت آئی ہے۔ بنیامین نے کہا: اولادِ راحیل کو ہمیشہ تمہارے ہاتھوں مصائب اٹھانے پڑے ہیں تم نے ہی میرے بھائی کو لے جا کر جنگل میں ہلاک کیا [رہا یہ معاملہ تو] یہ پیانہ اسی نے میرے سامان میں رکھا جس نے تمہارے سامانوں میں تمہارا سرمایا رکھا تھا۔ غرض بنیامین غلامی میں پکڑے گئے اس آدمی یعنی تلاشی لینے والے نے بنیامین کی گردن پکڑ کر حضرت یوسف علیہ السلام کے روبرو پیش کر دیا جیسے چوروں کے لے جایا جاتا ہے۔ كَذٰلِكَ كِدۡنَا لِیُوۡسُفَ یعنی ایسی تدبیر ہم نے یوسف کی خاطر کی تھی کہ ہم نے یہ تدبیر یوسف کو سکھائی اور وحی بھیجی اس سے واضح ہوتا ہے کہ منادی نے جو اِنَّكُمۡ لَسٰرِقُوۡنَ کہا تھا وہ کلام از خود نہ تھا بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم سے تھا اور آپ کا حکم بھی وحی پر مبنی تھا اس لئے گناہ نہیں تھا۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ اس جگہ "کید" سے مراد کید کا بدلہ ہے یعنی جس طرح برادرانِ یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ پہلے فریب کیا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے تو حضرت یوسف علیہ السلام کو پہلے ہی فرمایا تھا فَیَكِیۡدُوۡا لَكَ كَیۡدًا کہ وہ تم سے فریب کریں گے پس جب انھوں نے فریب کیا تو ان کے معاملہ میں یوسف کیلئے بھی ہم نے ویسا ہی کیا۔ واضح رہے کہ مخلوق کی طرف سے "کید" کا معنی سازش و فریب۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکا معنی ہے مخفی تدبیر۔ وَفَوۡقَ كُلِّ ذِیۡ عِلۡمٍ عَلِیۡمٌ یعنی ہر ذی علم مخلوق سے زیادہ اللہ تعالیٰ علیم ہے یا اسکا مفہوم یہ ہے کہ ہر ذی علم مخلوق سے اوپر دوسرے ذی علم مخلوق ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر عالم کے اوپر دوسرا عالم ہے اور یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدسہ پر جا کر ختم ہو جاتا ہے پس اللہ تعالیٰ ہر عالم سے بڑھکر علم رکھنے والا ہے۔ (مظہری)

ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ﴿۷۶﴾ قَالُوْٓا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ

خداوند دانش دانای ہست گفتند اگر درزی کند این شخص دور نیست کہ دزدی کردہ بود برادر او

صاحبِ علم کے اوپر علم والا ہے انھوں نے کہا: اگر چوری کی اس شخص نے دور نہیں ہے کہ چوری کی تھی اسکے بھائی نے

قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ

پیش ازیں پس پنہاں داشت یوسف این سخن را در ضمیر خود و آشکار نکرد آنرا پیش ایشاں گفت در دل خود

اس سے پہلے پس پوشیدہ رکھا یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں اور ظاہر نہ کی اسے انکے سامنے دل میں کہا:

اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا یٰٓاَیُّهَا

شما بدید در منزلت و خدا دانا ست بآنچہ بیان کنید گفتند اے عزیز

تم لوگ منزلت میں برے ہو اور اللہ جانتا ہے جو تم بیان کرتے ہو ا اے عزیز!

الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا

ہر آئنہ او را پدری است پیر کلاں سال پس بگیر از ما یکی را بجای او ہر آئنہ ما

بیشک اسکا عمر رسیدہ بوڑھا باپ ہے پس لے لو ہم میں سے کسی ایک کو اسکی جگہ بیشک ہم

نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ

می بینیم ترا از نیکوکاران گفت می پناہم بخدا از آنکہ بگیریم

دیکھتے ہیں تجھے نیکوکار میں سے ۲ کہا (یوسف نے) پناہ میں آتے ہیں اللہ کی اس سے کہ ہم لیں

اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ ع

مگر کسیرا کہ یافتہ ایم رخت خویش را نزدیک او ہر آئنہ ما آنگاہ از ستمگاراں باشیم

مگر اسی کو کہ ہم نے پایا اپنے سامان کو جس کے پاس، بیشک اسوقت ہم ستمگاروں سے ہونگے ۳

فَلَمَّا اسْتَیْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّا ۭ قَالَ كَبِیْرُهُمْ

پس چوں نا امید شدند از وی تنہا رفتند بخلوت مشورت کنان گفت بزرگ ترین ایشاں

پس جب ناامید ہوئے اس سے تو تنہا ہوئے خلوت میں مشورہ کرتے ہوئے، کہا: ان میں سے سب سے بڑے نے

۱ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ برادرانِ یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام پر کس عمل کے پیشِ نظر ان پر چوری کا الزام لگایا تھا۔(۱) حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ راحیل کا انتقال ہو گیا تو آپ اپنی پھوپھی بنت اسحاق کے پاس رہنے لگے پھوپھی کو آپ سے بے پناہ محبت تھی جب آپ بڑے ہو گئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی آپ سے حد درجہ کی محبت ہو گئی اس لئے آپ نے اپنی بہن سے کہا: بہن تم یوسف کو مجھے دے دو' اللہ کی قسم! اب یوسف کا ایک ساعت بھی میری نظر سے غائب ہونا میرے لئے ناقابلِ برداشت ہو گیا ہے۔ بہن نے کہا کہ ایسا نہیں ہوسکتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اسکو چھوڑنے والا نہیں۔ بہن نے کہا: اچھا تو چند روز کیلئے میرے پاس رہنے دو' شاید چند روز بعد اللہ تعالیٰ مجھے اسکی طرف سے صبر عطا کر دے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ بات مان لی۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی کمر کا ایک پٹکا تھا اور بطورِ وراثت بڑی اولاد کو ملتا تھا حضرت یعقوب علیہ السلام کی بہن آپ سے بڑی تھیں اس لئے وہ پٹکا آپ کو ملا تھا اور آپکے پاس تھا بہن نے یہی پٹکا حضرت یوسف علیہ السلام کی کمر سے کپڑوں کے اندر لپیٹ دیا' پھر خود ہی کہا کہ حضرت اسحاق کا پٹکا گم ہو گیا ہے اس لئے گھر والوں کی تلاشی لی جائے گی چنانچہ سب کی تلاشی لی گئی تو حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس سے برآمد ہو گیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بہن نے کہا کہ اب تو یہ میری سپردگی میں رہیگا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اس نے ایسا کیا ہے تو تمہاری ہی سپردگی میں رہیگا۔ غرض یہ کہ اس تدبیر سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بہن نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مرتے دم تک اپنے پاس روکے رکھا۔ یہی بات آپکے بھائیوں نے آپکے متعلق کہی اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ. (۲) حضرت یوسف علیہ السلام کے نانا کا ایک بت تھا وہ اسکی پوجا کیا کرتا تھا حضرت یوسف علیہ السلام نے خفیہ طور پر اسکو لے لیا اور توڑ کر راستہ میں پھینک دیا تا کہ نانا اسکی پوجا نہ کر سکے۔ (۳) ایک روز ایک سائل آیا حضرت یوسف علیہ السلام نے دسترخوان سے [چھپا کر] کچھ کھانا اٹھایا اور اس سائل کو دے دیا۔ (القرطبی) ۲ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین پر قبضہ کر لیا تو برادران یوسف غضب ناک ہو گئے۔ اولادِ یعقوب کو جب غصہ آتا تھا تو انکے غصہ کو برداشت کرنے کی تاب کسی میں نہیں رہتی تھی۔ روبیل کی تو یہ حالت تھی کہ اسکے غصہ کے سامنے کوئی چیز ٹھہری نہیں رہتی تھی جب وہ غصہ سے چیختے تھے تو حاملہ عورتوں کے حمل وحشت کی وجہ سے گر جاتے تھے لیکن یہ بھی انکی خصوصیت تھی کہ غصہ کی حالت میں اگر نسلِ یعقوب میں سے کوئی شخص انکو ہاتھ سے چھو دیتا تھا تو غصہ ختم ہو جاتا تھا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ خصوصیت اور حالت صرف شمعون کی تھی۔ غرض سب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ روبیل نے کہا: ہمارے بھائی کو واپس دو ورنہ میں ایسی چیخ مارونگا کہ مصر کی ہر حاملہ عورت کا حمل گر جائیگا۔ غصہ سے روبیل کے بدن کے بال کھڑے ہو گئے اور کپڑوں سے باہر نکل آئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا آپ نے بچے سے فرمایا: روبیل کے برابر جا کر اسکو ہاتھ سے چھو دو' چنانچہ بچے کا ہاتھ لگانا تھا کہ روبیل کا غصہ جاتا رہا۔ کہنے لگا یہاں یعقوب کے تخم کا کوئی تخم موجود ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یعقوب کا بیٹا موجود ہے۔ روبیل کو دوبارہ غصہ آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اسکو پکڑ کر ایک ٹھوکر ماری اور گریبان سے پکڑ کر زمین پر گرا دیا اور فرمایا: عبرانیو! تم گمان کرتے ہو کہ تم سب سے زیادہ طاقتور ہو۔ جب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تو برادرانِ یوسف نے عاجزانہ طور پر کہا: قَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الْعَزِیْزُ. (مظہری) ۳ [برادرانِ یوسف نے جب دیکھا کہ ہم کسی صورت میں بھی بنیامین کو چھڑانے میں کامیاب نہ ہو سکیں تو انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خلافِ قانون ایک رائے دی کہ بنیامین کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیں اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا] کہ میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں کہ مجرم کی جگہ ایک بے قصور انسان کو سزا کے طور پر رکھ لوں۔ (القرطبی)

اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ

آیا ندانستہ اید کہ پدر شما گرفتہ است بر شما عہد خدا

کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تمہارے باپ نے لیا ہے تم سے اللہ کا عہد

وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ

و پیش ازیں تقصیر کردہ بودید در حق یوسف پس جدا نخواہم شد ازیں سر زمین

اور اس سے پہلے تم کوتاہی کر چکے ہو یوسف کے حق میں پس ہم جدا نہ ہونگے اس سر زمین سے

حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿٨٠﴾

تا وقتیکہ اذن دہد مرا پدر من یا حکم کند خدا مرا و او بہترین حکم کنندگانست

تا وقتیکہ اجازت دے مجھے میرا باپ یا حکم دے اللہ مجھے اور وہ بہترین حکم دینے والا ہے ۱

اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا

اے برادران باز روید بسوے پدر خویش پس بگوئید اے پدر ما ہر آئنہ پسر تو دزدی کرد و ندادیم

اے بھائی! تم جاؤ اپنے باپ کی طرف پس گذارش کرواے ہمارے باپ! بیشک آپکے بیٹے نے چوری کی اور ہم نے

شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿٨١﴾ وَسْــَٔلِ

گواہی الا بآنچہ میدانستیم و نبودیم علم غیب را یاد دارندہ و پرس

اسی کی شاھدی دی جو ہم جانتے تھے اور ہم علم غیب کے نگہباں نہ تھے ۲ اور پوچھ لیجئے

الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا

از دہی کہ بودیم دراں و از کاروانے کہ آمدہ ایم دراں و البتہ ما

اس بستی سے جس میں ہم تھے اور اس قافلہ سے کہ جس میں ہم آئے اور ضرور ہم

لَصٰدِقُوْنَ ﴿٨٢﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ

راست میگوئیم گفت یعقوب بلکہ آراستہ کردہ است برائے شما نفوس شما کاریرا پس حال ما صبر

سچ کہنے والے ہیں ۳ یعقوب نے کہا بلکہ آراستہ کیا ہے تمہارے لئے تمہارے نفوس نے ایک کام پس ہمارا حال

۱ كَبِيْرُهُمْ میں تین احتمالات ہیں۔(۱) عمر میں بڑا اور یہ روبیل تھا (۲) عقل میں بڑا اور یہ یہودا تھا (۳) كَبِيْرُهُمْ بمعنی رَئِيْسُهُمْ یعنی انکے سردار نے کہا اور یہ شمعون تھا' انکی ریاست اپنی بھائیوں پر تھی۔ گویا کہ وہ سب انقلاب کیلئے مشورہ کر رہے تھے لیکن کسی ایک بات پر جمع نہ ہو سکے' ان میں سے ایک نے کہا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ تم نے اپنے باپ سے پختہ وعدہ کیا تھا کہ بنیامین کو ضرور لے کر آئیں گے۔ کاشفی کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک نے کہا کہ تم نے نبی آخر الزماں ﷺ کی قسم کھائی تھی کہ انکے بارے میں عذر نہیں کریں گے لیکن اب یہ صورت درپیش ہے۔ (روح البیان)

۲ یعنی بظاہر امر ہم نے اسکے سامان سے چوری کا سامان برآمد ہوتے ہوئے دیکھا ہے اس وجہ سے کہہ رہے ہیں کہ اس نے چوری کی ہے۔ بعض اہل تفسیر نے آیت کا مطلب اس طرح بیان کیا ہے کہ ہم نے کوئی شہادت کبھی بغیر ذاتی علم کے نہیں دی اس لئے ہماری طرف سے شہادت نہیں ہے بلکہ آپکے بیٹے کی حرکت کی اطلاع ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے فرمایا: عزیز مصر کو تو معلوم نہ تھا کہ چور کو چوری کی سزا میں غلام بنالیا جاتا ہے یہ بات اس کو تمہارے قول سے معلوم ہوئی۔ اسکے جواب میں بیٹوں نے کہا: ہم نے تو عزیز مصر سے وہی بات کہی جو ہم کو اپنے مذہب سے معلوم تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور آپ کی اولاد کا چور کے متعلق شرعی فیصلہ یہی تھی۔ وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم رات دن اسکے اٹھنے بیٹھنے اور آنے جانے کے نگراں تو نہیں تھے ممکن ہے کہ رات کو اسکے سامان میں پیمانہ چھپا دیا گیا ہو [اور حقیقت میں اس نے چرایا ہو] حضرت مجاہد اور قتادہ اسکا مطلب یوں بیان کرتے ہیں کہ جب قسم کھا کر ہم نے عہد کیا تھا تو ہم کو معلوم نہ تھا کہ آپکا بیٹا آئندہ چوری کریگا اور پکڑا جائیگا پھر آپ پر وہی مصیبت آن پڑیگی جیسی یوسف کے معاملے میں آن پڑی تھی۔ ہم نے اسکی حفاظت کا جو وعدہ کیا تھا تو انہی چیزوں سے کیا تھا جن سے حفاظت ممکن تھی۔ (مظہری) جاننا چاہیئے کہ جب برادرانِ یوسف غور و فکر کیلئے بیٹھے تو انکے درمیان یہ بات طے پائی کہ درست اقدام یہ ہوگا کہ ہم سب چلیں اور اپنے والد سے پوری کیفیت صحیح طور پر بیان کر دیں اور اس میں کسی قسم کا ردو بدل نہ کریں۔ (تفسیر کبیر)

۳ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کی وجہ سے یہ لوگ پہلے ہی سے متہم تھے اس لئے اب اپنے اوپر سے دوسرا الزام رفع کرنے کیلئے کہا کہ ہم جو کچھ بیان کر رہے ہیں آپ اسکی تصدیق قریہ والوں سے کرا سکتے ہیں۔ اکثر علماء کا اس میں اتفاق ہے کہ یہاں قریہ سے مراد مصر ہے' دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ اس سے مراد بابِ مصر ہے۔ پھر یہاں دو اقوال ہیں۔(۱) وَاسْاَلِ الْقَرْيَةَ بمعنی وَاسْاَلْ اَهْلَ الْقَرْيَةِ یعنی قریہ میں رہنے والوں سے پوچھ لیں۔(۲) ابوبکر انباری اسکا معنی بیان کرتے ہیں کہ آپ قریہ' قافلہ' دیوار اور باغات سے پوچھ لیجئے وہ آپکو ہمارے قول کی صحت کے بارے میں بتائیں گے اس لئے کہ آپ اکابر انبیاء سے ہیں۔ آپ کیلئے کوئی بعید نہیں ہے کہ ان جمادات کو اللہ تعالیٰ گویائی عطا فرما دیں۔ یہ آپ کیلئے معجزہ ہوگا اور ہمارے قول کیلئے صحت۔ (تفسیر کبیر) امام بغوی کہتے ہیں کہ یہاں ایک شبہ ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے باپ کو اپنی موجودگی کی اطلاع نہیں دی بلکہ اپنے بھائی بنیامین کو بھی ہمیشہ کیلئے روک لیا اور باپ سے جدا کر دیا حالانکہ آپ کو معلوم تھا کہ میری جدائی میں باپ کا کیا حال ہوا ہے اور بنیامین کے چھوٹنے سے کیا حال ہوگا۔ آپ کے اس کردار سے قطع رحمی' عقوق اور سنگ دلی کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ جواب: صحیح بات یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے قلبی تقاضوں کے خلاف یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تکمیل میں کیا۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت یعقوب علیہ السلام کا پے در پے سخت امتحان لینا تھا تا کہ انکے درجات میں ترقی کی جائے اور اسلاف کی صف میں انکو شامل کر دیا جائے۔ [کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی پے در پے سخت امتحان لیا گیا] (مظہری)

جَمِيۡلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّاۡتِيَنِىۡ بِهِمۡ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡعَلِيۡمُ

نیک است امید آنست کہ خدا بیارد پیش من ایشانرا ہمہ یکجا ہر آئنہ او دانا

اچھا صبر ہے امید یہ ہے کہ اللہ لائیگا ہمارے پاس ان سب کو ایک ساتھ، بیشک وہ جاننے والا

الۡحَكِيۡمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوۡسُفَ وَ

با حکمت ست و روے بگردانید از ایشاں و گفت واے اندوہ من بر یوسف و

حکمت والا ہے ۱ اور منہ پھیرا ان سب سے اور کہا: ہائے میرا غم یوسف پر اور

ابۡيَـضَّتۡ عَيۡنٰهُ مِنَ الۡحُـزۡنِ فَهُوَ كَظِيۡمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوۡا تَاللّٰهِ

سفید شدند دو چشم او بسبب اندوہ پس او پُر شدہ بود از غم گفتند بخدا

سفید ہوئیں انکی دونوں آنکھیں غم کے سبب پس وہ غم میں ڈوب گئے تھے ۲ کہا اللہ کی قسم

تَفۡتَؤُا تَذۡكُرُ يُوۡسُفَ حَتّٰى تَكُوۡنَ حَرَضًا اَوۡ تَكُوۡنَ

ہمیشہ ہستی کہ یاد میکنی یوسف را تا آنکہ شوی بیمار یا باشی

ہمیشہ آپ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ آپ بیمار ہو جائیں یا ہو جائیں گے

مِنَ الۡهٰلِكِيۡنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى

از ہلاک شدگان گفت جز ایں نیست کہ بیان میکنم غم سخت خود را واندوہ خود را بجناب

ہلاک ہونے والوں میں سے ۳ اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ میں بیان کرتا ہوں اپنے سخت غم اور پریشانی کو

اللّٰهِ وَاَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۶﴾ يٰبَنِىَّ اذۡهَبُوۡا

خدا و میدانم از جانب خدا آنچہ شما نمیدانید اے پسران من بروید

اللہ کے حضور اور میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے ہو ۴ اے میرے بیٹو! جاؤ

فَتَحَسَّسُوۡا مِنۡ يُّوۡسُفَ وَاَخِيۡهِ وَلَا تَايۡــَٔسُوۡا مِنۡ

پس تفحص کنید از یوسف و برادر او و نا امید مباشید از

اور تلاش کرو یوسف کو اور اسکے بھائی کو اور ناامید نہ ہو

۱ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب کوئی مصیبت اسے یا اسکی اولاد کو یا اسکے اموال کو پہنچے تو صبر جمیل کی تلقین کرے اور تسلیم و رضا پر قائم رہے۔ اس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام اور سارے نبیوں کی پیروی ہو جائیگی۔ (القرطبی)

۲ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ سوائے امتِ محمدیہ کے کسی اور امت کو مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ کہنے کی تعلیم نہیں دی گئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام پر بھی جب مصیبت آئی تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ نہیں کہا بلکہ حسرت وافسوس کا اظہار کیا۔ قتادہ نے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے سینے میں غم گھومتا تھا مگر زبان سے کلمۂ خیر کے سوا کچھ نہیں کہتے تھے۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ جس روز سے حضرت یوسف علیہ السلام باپ کی گود سے جدا ہوئے اس روز سے یومِ ملاقات تک اسّی [۸۰] سال گذر گئے اور اس مدت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا آنسو خشک نہیں ہوا باوجود یہ کہ آپ کے زمانے میں روئے زمین پر آپ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی کی عزت نہ تھی اور اللہ تعالیٰ کو آپ سے زیادہ پیارہ کوئی نہ تھا۔ سوال: علمائے تصوف اور اصحابِ معرفت کہتے ہیں کہ فنائے قلب کے بعد صوفی کے دل کا لگاؤ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں رہتا اور سوائے محبوبِ حقیقی کے کسی مخلوق کی محبت کی گنجائش نہیں رہتی، حضرت یعقوب علیہ السلام تو جلیل القدر پیغمبر اور صاحب بصیرت مقرب ولی اللہ تھے پھر حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت آپکے دل میں کیسے سما گئی اور فراق میں اتنے کیوں روئے کہ نورِ نظر جاتا رہا؟ جواب: فناء کے بعد صوفی کے دل کا لگاؤ کسی دنیوی چیز سے نہیں رہتا آخرت سے تعلق رکھنے والی چیزوں کی حالت اس سے جدا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ ملعون ہے، مگر اللہ کی یاد اور اللہ کی یاد پیدا کرنے والی چیزیں، عالم اور متعلم [ملعون نہیں ہے] آخرت اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اس سے دل کا تعلق بھی پسند ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَاذۡكُرۡ عِبٰدَنَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ اُولِى الۡاَيۡدِىۡ وَالۡاَبۡصَارِ. ترجمہ: میرے خاص بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کا ذکر کرو جو طاقت والے صاحبِ بصیرت تھے [حضرت یوسف علیہ السلام بھی خاص بندوں میں سے تھے اس لئے انکی یاد اور انکی محبت میں آنسو بہانا بھی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے] (مظہری) ۳ اس آیت میں اشارہ ہے کہ محبت کیلئے مخلوق کی جانب سے ملامت ضروری ہے۔ سب سے پہلی ملامت عالم میں حضرت آدم علیہ السلام کیلئے ہے جب ملائکہ نے انکے بارے میں کہا: قَالُوۡۤا اَتَجۡعَلُ فِيۡهَا مَنۡ يُّفۡسِدُ فِيۡهَا یعنی انھوں نے کہا کیا تو اس زمین میں اسے پیدا فرمائیگا جو اس میں فساد کریگا۔؟ (روح البیان) ۴ مروی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس انکا ایک ہمسایہ آیا اور اس نے کہا: یعقوب میں دیکھ رہا ہوں کہ آپکی صحتِ بدن تباہ ہوگئی اور آپ فنا ہو چکے حالانکہ اپنے باپ کی عمر کو نہیں پہنچے ہیں، فرمایا یوسف کے غم میں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے مبتلا کر دیا اس سے میری قوت ٹوٹ گئی اور اس نے مجھے فنا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ یعقوب تو میرا شکوہ میری مخلوق سے کرتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب! مجھ سے خطا ہوگئی تو میری خطا معاف فرمادے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کیا۔ اسکے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام سے جب کیفیت اور حالات پوچھی جاتی تو فرماتے اِنَّمَاۤ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ. دوسری روایت میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ آپکی نظر کیوں جاتی رہی اور کمر کیوں کمان ہوگئی؟ فرمایا: یوسف پر روتے روتے میری نظر جاتی رہی اور یوسف کے بھائی کے غم میں میری کمر کمان ہوگئی اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو میری شکایت کرتا ہے۔ قسم ہے اپنی عزت کی جب تک تو مجھ سے دعا نہیں کریگا میں تیرا دکھ دور نہیں کرونگا۔ اسوقت آپ نے کہا: اِنَّمَاۤ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ. اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی قسم ہے اپنے عزت کی اب اگر وہ دونوں مردہ بھی ہوتے تو تیرے لئے میں انکو زندہ کر دیتا۔ (مظہری)

رَّوۡحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایۡـَٔسُ مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ

رحمت خدا هر آئنه سخن ایں ست که نا امید نمی شوند از رحمت خدا مگر گروه

اللہ کی رحمت سے بیشک بات یہ ہے کہ نا امید نہیں ہوتے ہیں اللہ کی رحمت سے مگر گروہ

الۡکٰفِرُوۡنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوۡا عَلَیۡهِ قَالُوۡا یٰۤاَیُّهَا الۡعَزِیۡزُ مَسَّنَا

کافران پس چوں داخل شدند بر یوسف گفتند اے عزیز رسیده است بما

کافرین [1] پس جب داخل ہوئے یوسف کی بارگاہ میں تو کہا: اے عزیز! پہنچی ہے ہمیں

وَ اَهۡلَنَا الضُّرُّ وَ جِئۡنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزۡجٰىةٍ فَاَوۡفِ لَنَا

و کسان ما را سختی و آورده ایم سرمایه نا مقبول پس تمام ده ما را

اور ہمارے لوگوں کو سختی اور ہم لیکر آئے ہیں نامقبول سرمایہ پس پورا دیجئے ہمیں

الۡکَیۡلَ وَ تَصَدَّقۡ عَلَیۡنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَجۡزِی الۡمُتَصَدِّقِیۡنَ ﴿۸۸﴾

پیمانه و صدقه ده بر ما هر آئنه خدا جزا میدهید صدقه دهندگانرا

پیمانہ اور ہم کو صدقہ دیجئے بیشک اللہ صدقہ دینے والوں کو جزا عطا فرماتا ہے [2]

قَالَ هَلۡ عَلِمۡتُمۡ مَّا فَعَلۡتُمۡ بِیُوۡسُفَ وَ اَخِیۡهِ اِذۡ اَنۡتُمۡ

گفت آیا نداستید قبح آنچه کردید بیوسف و برادرش وقتیکه شما

کہا: کیا تمہیں معلوم ہے جو جرم تم نے کیا یوسف اور انکے بھائی کے ساتھ جب تم

جٰهِلُوۡنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوۡۤا ءَاِنَّكَ لَاَنۡتَ یُوۡسُفُ ؕ قَالَ اَنَا یُوۡسُفُ

نادان بودید گفتند ایا تو بتحقیق توئی یوسف گفت من یوسفم

نادان تھے [3] کہا: کیا بتحقیق آپ ہی یوسف ہیں؟ کہا میں یوسف ہوں

وَ هٰذَاۤ اَخِیۡ ۫ قَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیۡنَا ؕ اِنَّهٗ مَنۡ یَّتَّقِ وَ یَصۡبِرۡ

و ایں برادر من ست هر آئنه انعام کرد خدا بر ما هر آئنه سخن ایں ست هر که پرهیزگاری کند و صبر نماید

اور یہ میرا بھائی ہے بیشک انعام کیا اللہ نے ہم پر بیشک بات یہ ہے کہ جو کوئی پرہیز گاری کرے اور صبر کرے [4]

تفسیر اظہار العرفان

[1] جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی تین چیزوں میں سے کسی ایک کیلئے ضرور موجب ہوتی ہے۔(۱) وہ شخص اللہ تعالیٰ کو کمال پر غیر قادر مانتا ہے۔(۲) وہ شخص اللہ تعالیٰ کو جمیع معلومات کا غیر مانتا ہے۔(۳) وہ شخص اللہ تعالیٰ کو کریم نہیں مانتا بلکہ بخیل مانتا ہے اور یہ تینوں چیزیں کفر کی جانب لے جاتی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کفر ہے۔ حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ سے مراد مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے فضل سے مایوس نہ ہو۔ حضرت ابن زید کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کشادگی سے مایوس نہ ہو۔(تفسیر کبیر)

[2] یعنی ان قلیل یا کھوٹے درہموں میں غلہ ہم کو اتنا ہی پورا پورا دے دیجئے جتنا اس سے پہلے آپ نے کھرے درہموں میں دیا تھا اور جو قیمت کم رہ جائے وہ بطورِ خیرات آپ چھوڑ دیجئے۔ اکثر مفسرین نے تَصَدَّقۡ عَلَیۡنَا کا تفسیری مطلب یہی بیان کیا ہے۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی خیرات میں ہمارے بھائی کو واپس کر دیجئے۔ جزا دینے سے مراد ہے دنیا اور آخرت میں اچھا بدلہ دینا۔ جزا اور تصدق دونوں کا معنی ہے مہربانی کرنا۔ حالتِ سفر میں صلوٰۃ کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ صدقہ [مہربانی] ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کیا ہے تم اللہ کی مہربانی کو قبول کرو؛ لیکن عرفِ شرع میں تصدق ایسی مہربانی کرنے کو کہتے ہیں جسکا مطلب ثواب کی طلب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول ہو اور یہ تصدق اسی شرعی عُرف پر مبنی ہے۔ حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ جب آپ نے ایک آدمی کو ان الفاظ میں دعا کرتے سنا: اَللّٰهُمَّ تَصَدَّقۡ عَلَیَّ یعنی اے اللہ! مجھ پر صدقہ کر۔ یہ سنکر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تصدق نہیں کرتا ہے؛ جو ثواب کا طلبگار ہو تو یوں دعا کرے: اَللّٰهُمَّ اَعۡطِنِیۡ وَتَفَضَّلۡ عَلَیَّ. اے اللہ! مجھے عطا فرما اور مجھ پر مہربانی فرما۔ حسن بصری نے جو اللہ تعالیٰ کی طرف صدقہ دینے کی نسبت سے انکار کیا اور ممانعت فرمائی ہے تو آپکی مراد اس سے شرعی صدقہ و خیرات ہے جو طلب ثواب کیلئے ہوتی ہے [لغوی اعتبار سے اسکا معنی صحیح ہے لغت میں تصدق کا معنی ہے مہربانی کرنا اور اللہ تعالیٰ سے مہربانی کی درخواست کرنا صحیح ہے] حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ بادشاہ نے برادرانِ یوسف سے یہ نہیں کہا کہ اللہ آپ کو جزا دیگا کیونکہ ان کو معلوم نہیں تھا کہ شاہِ مصر مؤمن ہے یا نہیں۔ اصل میں ان کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ شاہِ مصر خیرات دیگا بھی یا نہیں۔ (مظہری) [3] بھائیوں کا یہ دردناک کلام سنکر حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں رقت آگئی آنسو ٹپک پڑے اور پوشیدہ راز ظاہر ہوگیا۔ اس لئے بولے کیا وہ بھی تم کو یاد ہے جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا تھا یعنی جو ظلم تم نے یوسف اور اسکے بھائی کیساتھ کیا تھا کہ یوسف کو لے جا کر اسکے بھائی کو اکیلا کر دیا اور طرح طرح سے اسکو ذلیل کیا کہ وہ بے چارہ اب اپنی ذلت کو زبان پر بھی نہیں لا سکتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ جو برا سلوک اور بے جا حرکت تم نے کی وہ بھی تم کو یاد ہے اس سے توبہ کرو۔ اِذۡ اَنۡتُمۡ جٰهِلُوۡنَ کا مطلب یہ ہے کہ اسوقت اپنے فعل کی برائی سے تم ناواقف تھے یا اسکے نتیجے سے ناواقف تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا مقصد توبہ کی ترغیب دینا تھا اور بھائیوں پر مہربانی کا اظہار کرنا؛ ڈانٹنا اور ملامت کرنا مقصود نہ تھا۔ (مظہری) [4] کہا گیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اسکے نتیجے سے ناواقف تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اولاً بھائیوں سے هَلۡ عَلِمۡتُمۡ مَّا فَعَلۡتُمۡ تبسم فرمایا تو برادرانِ یوسف سمجھ گئے کیونکہ انکی نظر میں یہ تبسم یوسف علیہ السلام کے تبسم سے مشابہ تھا۔ حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اولاً بھائیوں سے هَلۡ عَلِمۡتُمۡ مَّا فَعَلۡتُمۡ بِیُوۡسُفَ کہا پھر آپ نے تبسم فرمایا جس سے سامنے کے دانت پروئے ہوئے موتیوں کی طرح ظاہر ہوئے اور بھائیوں نے سمجھ لیا کہ یہ یوسف ہے۔ آپ ہی کا یہ قول بھی ہے کہ جب آپ نے اپنے سر سے تاج

(القرطبی)

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ

پس ہر آئنہ خدا ضائع نمی کند مزد نیکوکارانرا گفتند قسم خدا ہر آئنہ

تو بیشک اللہ ضائع نہیں فرماتا ہے نیکوکار کے اجر کو۔ کہا اللہ کی قسم بیشک

اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ

فضل داد است ترا خدا بر ما و ہر آئنہ ما خطا کنندہ بودیم گفت ہیچ سرزنش نیست

فضیلت دی ہے تجھ کو اللہ نے ہم پر اور بیشک ہم خطا کار تھے [۱] کہا کوئی ملامت نہیں ہے

عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾

بر شما امروز بیامرزد خدا شما را و او مہربان ترین مہربانانست

تم پر آج کے دن، معاف فرمائے تمہیں اللہ اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے [۲]

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ

ببرید ایں پیراہن مرا پس بافکنیدش بر روئے پدر من

لے جاؤ میرے اس کرتہ کو اور اسے ڈالو میرے باپ کے چہرے پر

بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ

تا شود بینا و بیارید پیش من اہل خویش را ہمہ یکجا و چوں جدا شد

تا کہ دیکھنے والے ہو جائیں اور لاؤ انھیں میرے پاس اپنے اھل کے ساتھ ملا کر [۳] اور جب جدا ہوا

الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾

کاروان گفت پدر ایشاں ہر آئنہ من می یابم بوے یوسف اگر بنقصان عقل بنسبت نکنید مرا

قافلہ تو کہا ان کے باپ نے بیشک میں پاتا ہوں یوسف کی خوشبو اگر تم نقصانِ عقل (کا طعنہ) نہ دو [۴]

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ

گفتند بخدا ہر آئنہ تو در خطاے قدیم خودی پس چوں بیامد پیش وی

کہا: اللہ کی قسم بیشک آپ اپنے پرانے بھول میں ہیں [۵] اور جب ان کے پاس

تفسیر اظہار العرفان

[۱] جاننا چاہیئے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے سامنے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر بے پناہ احسان فرمایا ہے تو بھائیوں نے اسکے جواب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر آپکو علم، حلم، عقل، فضل، حسن اور بادشاہت میں فضیلت دی۔ اس آیت سے وہ لوگ دلیل قائم کرتے ہیں جنکا کہنا ہے کہ برادرانِ یوسف انبیاء نہیں تھے اس لئے کہ اگر وہ سب بھی منصبِ نبوت میں شریک ہوتے تو یہ کیوں کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر آپکو فضیلت دی ہے۔ (تفسیر کبیر)

[۲] حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے کہا کہ آج کے دن تم پر کوئی عیب، کوئی توبیخ اور کوئی ملامت نہیں ہے۔ تثریب بمعنی عیب اور توبیخ۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کی باندی زنا کرے تو اس پر حد کے کوڑے جاری کرو اور لَا يُثَرَّبُ عَلَيْهَا [اس کے بعد اس باندی پر عیب نہ لگائے جائیں۔ واضح رہے کہ تثریب کی اصل افساد ہے اور یہ اہل حجاز کی لغت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام تعریفیں اس ذات کیلئے کرو جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا لشکر کو بھگایا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: میں تم سے آج وہی کہونگا جو میرے برادر یوسف علیہ السلام نے کہا تھا یعنی لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ. حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اہل مکہ رسول اللہ ﷺ کے قول کو سنکر شرمندگی سے پسینہ پسینہ ہو گئے۔ (القرطبی)

[۳] حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس اپنا کرتہ بھیج دیجئے۔ یہ قمیض حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا جب آپکو آگ میں ڈالا گیا تو کپڑے اتار لئے گئے تھے اس لئے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جنت سے ایک ریشمی قمیض لاکر آپکو پہنائی یہ قمیض حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس رہی، آپ کی وفات کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کو میراث میں ملی اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملی۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب پیدا ہو گئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہ قمیض ایک نلکی میں سر بند کر کے بطورِ تعویز آپ کے گلے میں ڈال دیا تا کہ آپکو نظر نہ لگے ہر وقت وہ آپ کے گلے میں رہتا تھا جب آپکو کرتہ اتار کر کنویں میں ڈالا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر تعویز کھول کر اس میں سے کرتہ نکال کر حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنا دیا، پھر حضرت یوسف علیہ السلام جب بھائیوں سے گفتگو کر رہے تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا: وہ قمیض بھیج دیجئے اسکے اندر جنت کی خوشبو ہے جس دکھی اور بیمار پر اس کو ڈالا جائیگا وہ تندرست ہو جائیگا، اس اطلاع کے بعد آپ نے وہ کرتہ اپنے بھائیوں کے سپرد کر دیا اور فرمایا: اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دینا وہ بینا ہو جائیں گے۔ میں کہتا ہوں حضرت مجدد قدس سرہ کے کشف سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ حسنِ یوسف دنیوی چیزوں سے نہ تھا بلکہ آپ کا حسن جنت کی چیزوں کی جنس سے تھا تو اب کوئی ضرورت نہیں کہ ہم اس کرتہ کو جنت سے آیا ہوا مانیں بلکہ اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کا پہنا ہوا تھا۔ (مظہری) [۴] اہل معانی کہتے ہیں کہ قافلہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپکی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچا دی۔ یہ بھی مروی ہے کہ بادِ صبا نے اپنے رب سے اجازت چاہی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو حضرت یعقوب محزون تک پہنچا دے۔ رب تعالیٰ نے اسے اجازت دے دی۔ اسی بناء پر ہر محزون کیلئے بادِ صبا باعثِ سکون ہے۔ (روح البیان) [۵] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ کا ترجمہ خَطَئِكَ الْقَدِيْمِ یعنی "پرانی خطا [بھول] میں ہیں" کرتے ہیں۔ ابن جریج اسکا ترجمہ فِيْ حُبِّكَ الْقَدِيْمِ یعنی "وہی پرانی محبت میں ہیں" کرتے ہیں۔ (ابن جریر)

الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ

مزدہ دہندہ بیفکند او را بر روئے پدر خویش پس گشت بینا گفت ایا

خوشخبری دینے والا آیا تو اسے اپنے باپ کے چہرے پر ڈالا پس ہو گئے دیکھنے والے، کہا: کیا

اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۹۶ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا

نگفتہ بودم شما را ہر آئنہ من دانا ام از خدای آنچہ شما نمیدانید گفتند اے پدر ما

میں نے نہ کہا تھا تم سے بیشک میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے ہوا کہا: اے ہمارے باپ!

اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ۝۹۷ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ

طلب آمرزش کن برائے ما گناہان ما را ہر آئنہ ما بودیم گنہگاراں گفت زدہ طلب آمرزش خواہم کرد

طلب کیجئے بخشش ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی بیشک ہم گناہگار تھے ۲ کہا جلد میں طلب کرونگا بخشش

لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۹۸ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ

برائے شما از پروردگار خود ہر آئنہ او آمر زندہ مہربان ست پس چوں در آمدند بر یوسف

تمہارے لئے اپنے رب سے بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے ۳ پس جب داخل ہوئے یوسف کی بارگاہ میں

اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

جائے داد بسوئے خود پدر و مادر خود را و گفت در آئید بمصر اگر خواہد خدای

تو جگہ دی اپنے پاس اپنے ماں باپ کو اور کہا داخل ہو جاؤ مصر میں اگر اللہ چاہے

اٰمِنِيْنَ ۝۹۹ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ

ایمن شدہ و برداشت پدر و مادر خود را بر تخت و ایشاں افتادند بسوے او سجدہ کنان

تو امان کے ساتھ ۴ اور بلند کیا اپنے ماں باپ کو تخت پر اور وہ سب گرے انکی جانب سجدہ کرتے ہوئے

وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ جَعَلَهَا

و گفت اے پدر من ایں تعبیر خواب من است پیش ازیں دیدہ بودم ہر آئنہ ساخت او را

اور کہا: اے میرے باپ! یہ تعبیر ہے میرے خواب کی جو اس سے پہلے میں نے دیکھا تھا' بیشک

۱ حضرت ابن مسعود ؓ نے فرمایا کہ قافلے کے پہنچنے سے پہلے بشارت دہندہ پہنچا۔ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ وہ یہودا تھا۔ سدی کہتے ہیں کہ یہودا نے کہا جب میں خون آلودہ کرتہ لیکر باپ کے پاس گیا تھا اور انکو اطلاع دی تھی کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا تو اب میں ہی کرتہ لیکر جاؤنگا اور اطلاع دونگا کہ یوسف زندہ ہیں جیسے انکو غم دیا تھا ویسے ہی انکو خوش بھی کرونگا۔ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ یہودا کرتہ لیکر ننگے سر دوڑتا ہوا نکل چلا۔ صرف سات روٹیاں ساتھ لیں تھیں وہ بھی پوری نہ کھا سکا اور اسی [۸۰] فرسخ کی مسافت طے کر کے باپ کے پاس پہنچا۔ بعض نے کہا کہ خوشخبری دینے والا مالک بن وعر تھا۔ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا کا مطلب یہ ہے کہ حضرت یعقوب ؑ دوبارہ بینا ہو گئے' کمزور سے طاقتور اور بڑھاپے کے بعد جوان ہو گئے۔ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی یوسف کے زندہ ہونے اور اس سے ملاقات ہونے کی اطلاع میں نے تم کو پہلے ہی دیدی تھی یا میں نے تم سے کہہ دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہیں ہوں اور مجھے یوسف کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ حضرت یعقوب ؑ نے پوچھا کہ یوسف کس حال میں ہے؟ بشارت دینے والے نے جواب دیا وہ مصر کے بادشاہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: بادشاہ ہے تو میں کیا کروں میں پوچھتا ہوں تم نے کس مذہب پر انکو چھوڑا؟ بشارت دینے والے نے کہا: اسلام پر فرمایا: اب نعمت کامل ہوگئی۔ (مظہری)

۲ برادرانِ یوسف نے حضرت یعقوب ؑ سے درخواست کی کہ آپ ہمارے لئے رب سے مغفرت طلب کیجئے ان لوگوں نے حضرت یعقوب ؑ اور حضرت یوسف ؑ کے درمیان جدائی ڈالی تھی' پھر اس میں علمائے تفسیر کا اختلاف ہے کہ حضرت یعقوب ؑ نے دعائے مغفرت کو کس وقت کیلئے موقوف کیا۔ حضرت ابن مسعود ؓ نے وقتِ سحر کیلئے موقوف فرمایا۔ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی رات کیلئے موقوف فرمایا۔ (ابن جریر) ۳ مروی ہے کہ حضرت یعقوب ؑ ان کیلئے ہر جمعہ کی رات دعا کرتے تھے اور یہ سلسلہ بیس سال سے بھی زیادہ عرصہ تک جاری رہا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اسی وقت نماز کیلئے کھڑے ہو گئے اور نماز سے فراغت کے بعد آسمان کی جانب ہاتھوں کو اٹھایا اور یہ دعا کی: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ جَزْعِيْ عَلٰى يُوْسُفَ وَقِلَّةَ صَبْرِيْ عَلَيْهِ وَاغْفِرْ لِاَوْلَادِيْ مَا فَعَلُوْهُ فِيْ حَقِّ يُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. ترجمہ: اے اللہ! یوسف پر میری جزع اور اس پر میری قلت صبر کو معاف فرمایا اور میری اولاد کو معاف فرما جو انھوں نے یوسف ؑ کے حق میں کیا۔ اس دعا کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے انکی جانب وحی بھیجی کہ قَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَهُمْ اَجْمَعِيْنَ یعنی تحقیق میں نے تمہیں اور ان سب کو معاف کر دیا۔ یہ بھی مروی ہے کہ برادرانِ یوسف پر اس وقت خوف اور بکاء کا غلبہ تھا اس لئے خوف کے مارے ان لوگوں نے خود مغفرت کی دعا نہیں کی پس حضرت یعقوب ؑ قبلہ رخ کھڑے ہو کر دعا کرنے لگے اور آپ کے پیچھے حضرت یوسف ؑ کھڑے ہو کر آمین کہتے۔ برادرانِ یوسف ان دونوں کے پیچھے اس قدر آہ و بکاء کر رہے تھے کہ گمان ہونے لگا کہ کہیں یہ لوگ ہلاک نہ ہو جائیں پس حضرت جبرائیل ؑ اترے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سن لی اور ان لوگوں کو معاف فرما دیا ہے۔ (تفسیر کبیر) ۴ مروی ہے کہ حضرت یوسف ؑ نے دو سو اونٹ مع ساز و سامان کے بشارت دینے والے کے ساتھ بھیجے اور حضرت یعقوب ؑ سے کہا کہ آپ اہل و عیال کے ساتھ مصر تشریف لائیے چنانچہ حضرت یعقوب ؑ اہل و عیال کے ساتھ جب مصر میں داخل ہوئے تو حضرت یوسف ؑ نے اپنے ماں باپ کو اپنے ساتھ ملایا۔ واضح رہے کہ یہاں خالہ کو ماں کہا گیا ہے کیونکہ آپ کی حقیقی والدہ بچپن ہی میں انتقال کر گئی تھیں [جیسا کہ پیچھے گذر چکا ہے] (القرطبی)

رَبِّیْ حَقًّا ؕ وَ قَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَ

پروردگار من راست و ہر آئنہ فراواں داد بمن چوں بیروں آورد مرا از زنداں و

میرے رب نے اسے حق کیا اور بیشک بہت ساری نعمت ، دی مجھے' جب باہر نکالا مجھے قید سے اور

جَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ

آورد بشما از صحرا (و) بعد ازانکہ خلاف افگند دیو

لایا تم سب کو صحرا سے (اور) بعد اسکے اختلاف ڈالا شیطان نے

بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ

میان من و میان برادران من ہر آئنہ پروردگار من مہربانست مر آنرا کہ خواہد ہر آئنہ

میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان' بیشک میرا رب مہربان ہے ہر اس شخص کیلئے جسے چاہے' بیشک وہ

هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۰۰﴾ رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَ

اوست دانا با حکمت اے پروردگار من ہر آئنہ دادی مرا از پادشاہی و

بہت جاننے والا حکمت والا ہے [1] اے میرے رب! بیشک تو نے مجھے بادشاہی دی اور

عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ

بیاموختی مرا از تعبیر خوابہا اے پیدا کنندہ آسمانہا و

مجھے خوابوں کی تعبیر سکھائی اے آسمانوں اور

الْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا

زمین توئی کارساز من در دنیا و آخرت بمیران مرا مسلمان

زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی میرا کارساز ہے دنیا اور آخرت میں' مجھے وفات دے مسلمانوں کیساتھ

وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ

و لاحق کن مرا بصالحان ایں از خبرہائے پوشیدہ است

اور ملا مجھے صالحین سے [2] یہ پوشیدہ خبروں میں سے ہے

تفسیر اظہار العرفان

[1] حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب اور اسکی تعبیر کے درمیان کتنی مدت تھی اس میں اختلاف ہے۔(۱) ۲۲' سال (۲) حضرت سلمان فارسی اور عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ۴۰' سال کا فاصلہ ہے (۳) حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ ۳۵' سال کا فاصلہ (۴) حضرت سدی' سعید بن جبیر اور عکرمہ کہتے ہیں کہ ۳۰' سال کا فاصلہ ہے (۵) حضرت حسن' نضر بن فرقد اور فضیل بن عیاض کہتے ہیں کہ ۸۰' سال کا فاصلہ ہے (۶) حضرت وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب کنویں میں ڈالا گیا تھا اسوقت آپکی عمر ۱۷' سال تھی' اپنے والد ماجد سے ۸۰' سال غائب رہے' اپنے باپ کی ملاقات کے بعد ۳۳' سال بقیدِ حیات رہے اور ایک سو بیس سال میں آپکا وصال ہوا۔ تورات میں ہے کہ آپ ۱۲۶ سال بقیدِ حیات رہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد زلیخا کے بطن سے افرائیم' منشا اور رحمت ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی ملاقات کے بعد ۲۰' سال تک بقیدِ حیات رہے پھر آپکا وصال ہو گیا۔ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا. حضرت سعید بن جبیر' حضرت قتادہ اور حضرت حسن کہتے ہیں کہ یہ سجدہ نہیں تھا بلکہ وہ لوگ سر جھکا کر سلام کہتے تھے اس طریقہ کو سجدہ کہا گیا ہے۔ حضرت سفیان ثوری اور حضرت ضحاک وغیرہما کہتے ہیں کہ یہ سجدہ معبود کی طرح سجدہ تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ لوگ رکوع کی طرح جھک کر سلام کہتے تھے۔ سوال: ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنا کیسا ہے؟ جواب: جسے سلام کہہ رہا ہو اگر وہ دور ہو تو زبان سے کہہ کر ہاتھ سے اشارہ کر سکتا ہے تاکہ دور والے کو اشارہ سے معلوم ہو جائے کہ فلاں مجھے سلام کہہ رہا ہے اگر قریب ہو تو ہاتھ سے اشارہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ قرب و بُعد دونوں کیلئے ہاتھ سے اشارہ کرنا منع ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو جس قوم سے مشابہت رکھے گا وہ اس میں سے ہوگا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود و نصارٰی کی طرح سلام نہ کرو پس یہود ہتھیلی سے سلام کرتے ہیں اور نصارٰی اشارہ سے سلام کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ سلام کے وقت مصافحہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اس لئے نبی کریم ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب سے مصافحہ فرمایا جب وہ حبشہ سے آئے تھے' بلکہ اسوقت مصافحہ کرنا مندوب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مصافحہ کیا کرو اس لئے کہ اس سے دل کا کینہ دور ہوتا ہے۔ اصحابِ رسول ﷺ جب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تھے تو مصافحہ بھی کرتے تھے اسی طرح جب سفر سے آتے تو معانقہ کرتے تھے۔ (القرطبی) [2] حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سوا کسی نبی نے موت کی تمنا نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے جب اپنی نعمت آپ پر مکمل فرمادی تو آپ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے مشتاق ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے موت کی تمنا نہیں کی بلکہ وفات علی الایمان کی تمنا کی یعنی جب مجھ پر موت آئے تو میں مسلمان ہی رہوں یہی جمہور کا قول ہے۔ حضرت سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ موت کی تمنا نہیں کریں گے مگر تین شخص' ایک وہ شخص جو بعد الموت کے احوال سے بے خبر ہو' دوم وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے اقدار سے راہِ فرار اختیار کرنا چاہتا ہوگا اور تیسرا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے محبت کرتا ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک تنگی کے نزول کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے پس اگر اس کیلئے موت ضروری ہو تو یوں کہے اے اللہ! جب تک میری حیات میں میرے لئے خیر ہو زندہ رکھ اور جب میری وفات میں میرے لئے خیر ہو تو وفات دے۔ (القرطبی) وَاَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ یعنی جنت میں میرے مرسلین آباء کے ساتھ یا نعمت اور کرامت میں عام صالحین کے ساتھ۔ واضح رہے کہ یہ صورت انبیاء کیلئے انکے کمالِ حال پر دلالت ہے اور خصالِ خیر کے اجتماع پر دلالت ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے خیر جمع فرمادیا ہے۔ (روح البیان)

نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۖ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ

وحی می کنیم او را بسوئے تو نبودی تو نزدیک ایشاں چوں عزم کردند بر مشورت خود و ایشاں

ہم وحی کرتے ہیں اسے آپکی طرف اور آپ نہ تھے انکے پاس جب پکا ارادہ کیا انھوں نے اپنے مشورہ کا اور وہ سب

يَمْكُرُونَ ۝١٠٢ وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ۝١٠٣

بد سگالی کناں و نیستند اکثر مردماں و اگرچہ حرص کنی بمومناں

دشمنی کر رہے تھے ۱؎ اور کتنا ہی چاہو بیشتر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں ۲؎

وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝١٠٤

و نمی خواہی از ایشاں بر او ہیچ مزدے نیست او مگر پند مر عالمیانرا

اور نہیں سوال کرتے ہیں آپ ان سے اس پر کوئی اجر' نہیں ہے وہ مگر نصیحت عالمین کیلئے ۳؎

وَكَأَيِّن مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا

و بسانشانہا در آسمانہا و زمین میگذرند

اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں' گذرتے ہیں

وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ۝١٠٥ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ

براں و ایشاں ازاں رو گردانان و ایمان نمی آرند اکثر ایشاں بخدا

ان پر اور وہ سب اس سے روگردانی کرتے ہیں ۴؎ اور ایمان نہیں لاتے ہیں ان میں سے اکثر اللہ پر

إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ۝١٠٦ أَفَأَمِنُوا أَن تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ

مگر ایشاں انباز کنند ایا ایمن شدہ اند ازانکہ بیاید بدیشاں قسمت از

مگر وہ سب (اللہ کیلئے) شریک ٹھہراتے ہیں ۵؎ کیا وہ سب مطمئن ہو بیٹھے ہیں اس سے کہ انکے پاس کوئی آفت آئے

عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝١٠٧

عذاب خدای یا بیاید بدیشاں قیامت ناگہاں و ایشاں نمیدانستند

اللہ کے عذاب سے یا ان کے پاس قیامت اچانک آئے اور وہ سب جان نہ سکیں ۶؎

۱؎ یعنی کنویں کے گڑھے میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈالنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا مقصد یہ ہے کہ قصہٴ یوسف کا وحی کے ذریعے سے آپ کے پاس آنا اور آپکا بذریعہ وحی اس پر مطلع ہونا یہ سارے امور ثابت کر رہے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ اولادِ یعقوب میں سے کسی سے آپکی ملاقات نہیں ہوئی کہ آپ نے انکی زبانی سن لیا ہو اور نہ خود وہاں موجود تھے اور نہ آپکی قوم والوں کو یہ قصہ معلوم تھا کہ کسی سے پوچھ کر آپ نے بیان کر دیا ہو۔ (مظہری)

۲؎ یہود و قریش دونوں نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ دریافت کیا تھا جب آپ نے تورات کے موافق ذکر کر دیا تب بھی وہ اسلام نہیں لائے اس پر رسول اللہ ﷺ کو سخت رنج ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری)

۳؎ یعنی خبر دینے اور قرآن کریم کے ذریعے ہدایت دینے پر میں تم سے کوئی مال طلب نہیں کرتا ہوں جیسے عام طور پر خبر دینے والے طلب کرتے ہیں۔ اس آیت میں اس جانب اشارہ ہے کہ دعوت وارشاد اور تمام افعالِ خیر میں لوگوں سے منفعت طلب نہیں کی جائے گی اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ (روح البیان)

۴؎ كَأَيِّنْ کا معنی ہے کثیر یعنی اللہ تعالیٰ کی صنعت' حکمت اور کمالِ قدرت و توحید کی کتنی ہی دلیلیں ہیں جو انکی نظر کے سامنے آتی ہیں اور یہ انکا مشاہدہ کرتے ہیں مگر انکی طرف توجہ نہیں کرتے منہ پھیر لیتے ہیں' غور و فکر نہیں کرتے' عبرت اندوز نہیں ہوتے اور اگر اللہ تعالیٰ کے وجود اور خالقیت کا اقرار کرتے بھی ہیں تو اسکی عبادت میں دوسروں کو شریک بنا لیتے ہیں جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ آسمان و زمین کو کس نے بنایا؟ تو جواب دیتے ہیں اللہ نے' اور جب دریافت کیا جاتا کہ اوپر سے پانی کون برساتا ہے؟ تو کہتے ہیں اللہ' مگر اسکے باوجود پتھروں کی پوجا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پتھر کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا نزول عرب کے مشرکوں کے لبیک کہنے کے سلسلے میں ہوا۔ عرب کے مشرک [احرام یا طواف کے وقت] ان الفاظ میں لبیک کہتے تھے۔ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ إِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ. ترجمہ: اے اللہ! ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک ہے جس کو تو نے شریک بنا لیا ہے اور تو اسکا مالک ہے وہ مالک نہیں۔ حضرت عطا کہتے ہیں کہ مشرکوں کی یہ دعا یعنی شرک آمیز دعا آسائش اور فراغت کے زمانے میں ہوتی تھی کہ اپنے رب کو بھول جاتے تھے لیکن جب مصیبت میں گرفتار ہوتے تھے تو اسوقت صرف اللہ کو پکارتے تھے۔ اِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ. ترجمہ: جب جہازوں اور کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو خالص طور پر اللہ کو پکارتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ سمندر سے بچا کر خشکی میں پہنچا دیتا ہے تو پھر شرک کرنے لگتے ہیں۔ (مظہری) ۵؎ اِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ کا یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ لوگ احبار کو رب بنا لیتے ہیں اور انکے حکم پر عمل کرتے ہیں' یا اللہ تعالیٰ کی طرف والد ہونے کی نسبت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہیں۔ (مظہری) ۶؎ یعنی کہ یہ اپنے رب کو بھول گئے اور مطمئن ہو گئے کہ کوئی چھا جانے والا عذاب ان پر آ جائے۔ حضرت قتادہ نے غَاشِيَةٌ کا ترجمہ کیا "پڑنے والی آفت"۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے آسمانی بجلیاں اور غیبی حوادث۔ بَغْتَةً اچانک جس کی پہلے سے نہ کوئی علامت ہو نہ علم اور نہ وقت معین ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ بازاروں میں مشغول ہونگے کہ ایک سخت چیخ لوگوں کو ہیجان میں ڈال دیگی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو آدمی [بیچنے والا اور خریدنے والا] کپڑا پھیلائے ہوئے [سودا میں مشغول] ہونگے کہ قیامت آ جائیگی نہ خرید و فروخت کر سکیں گے نہ کپڑے کو لپیٹ سکیں گے۔ (مظہری) اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا وہ لوگ جو شرک کرتے ہیں اور میری عبادت کیساتھ غیر کو شریک کرتے ہیں کہ ان پر اچانک کوئی عذاب نہیں آئیگا یا اللہ انہیں عقوبت سے نہیں پکڑیگا۔ (ابن جریر)

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ

بگو ایں راہ من ست میخوانم بسوئے خدا باحجت ظاہر من و ہر کہ

آپ فرما دیجئے یہ میرا راستہ ہے میں بلاتا ہوں اللہ کی جانب' ظاہر دلیل پر ہوں میں اور جو کوئی

اتَّبَعَنِیْ ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا

پیروی کند مرا و پاکست خدای و نیستم من از مشرکان و نہ فرستادیم ما

میری پیروی کرے اور پاک ہے اللہ اور میں نہیں ہوں مشرکوں میں سے ۱ اور ہم نے نہیں بھیجا

مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ

پیش از تو مگر مردانی را کہ وحی کنیم بدیشاں از اہل دیہہا ایا

آپ سے پہلے مگر مردوں کو وحی کرتے ہیں انکی جانب آبادی والوں میں سے' کیا

یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ

سیر نکردہ اند در زمین پس بنگرند چگونہ بود سر انجام آنانکہ

انھوں نے سیر نہ کی زمین میں تاکہ دیکھیں کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو

مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا

پیش از ایشاں بودند و ہر آئنہ سرای آخرت بہتر است مر آنانرا کہ پرہیز کردند آیا

ان سے پہلے تھے اور بیشک آخرت کا گھر بہتر ہے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے پرہیز گاری کی' کیا تم نہیں سمجھتے ہو ۲ ہم

تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا اسْتَیْــٴَسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ

نمیدانید مہلت دادیم تا وقتیکہ ناامید شدند پیغامبراں و گمان کردند قوم ایشاں کہ

نے انکی مدد کو مؤخر رکھا یہاں تک کہ رسول ظاہری اسباب سے ناامید ہو گئے اور انکی قوم نے گمان کیا کہ ان سے جھوٹا

قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَ لَا یُرَدُّ

بدروغ وعدہ کردہ شد بایشاں آمد بدیشاں نصرت ما پس رہانیدہ شد ہر کرا خواستیم و رو کردہ نمیشود

وعدہ کیا گیا تو انکے پاس ہماری مدد آئی پس بچا لیا گیا جسے ہم نے چاہا اور پھیرا نہیں جاتا ہے ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی اے محمد (ﷺ)! آپ ان سے فرما دیجئے! یہی دعوت ہے جسکی جانب میں تمہیں بلا رہا ہوں اور طریق وہی ہے جس پر میں ہوں۔ دین کو سبیل اس لئے کہا کہ اس پر چل کر بندہ ثواب کی جانب پہنچتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ حضرت ربیع کہتے ہیں کہ سَبِیْلِیْ سے مراد دَعْوَتِیْ یعنی میری دعوت۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اس سے مراد دِیْنِیْ ہے یعنی میرا دین۔ (القرطبی) یعنی میں اللہ کی ہستی اور اسکی توحید پر ایمان لانے اور ہر نامناسب وصف سے اسکو پاک سمجھنے اور اسکے قرب کی طلب کرنے کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں۔ عَلٰی بَصِیْرَةٍ یہاں بصیرت سے مراد ہے یقین اور معرفت یعنی میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو خود تراشیدہ خیالات کو مانتے ہیں جنکا ان کو خود کوئی علم نہیں ہوتا۔ یا بصیرت سے مراد ہے بیان اور واضح روشن دلیل۔ وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ یعنی جو لوگ مجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور میری تصدیق کرتے ہیں وہ بھی اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ کلبی اور ابن جریر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے والوں پر لازم ہے کہ جس راستے کی طرف رسول ﷺ نے دعوت دی ہے اسکی طرف وہ بھی لوگوں کو بلائیں اور قرآن کا ذکر کرتے رہیں' یا یہ مطلب ہے کہ میں اور میری پیروی کرنے والے بصیرت پر ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ سے صحابہ کرام اجمعین مراد ہیں صحابہ راہِ ہدایت پر تھے' معدنِ علم تھے' کنز الایمان تھے اور اللہ کا لشکر تھے۔ حضرت مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو سنت پر چلنا چاہے وہ انکے راستے پر چلے جو گذر چکے ہیں' صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے راستے پر چلے صحابہ کا گروہ اس امت میں سب سے زیادہ پاک باطن گروہ تھا جنکا علم گہرا تھا اور بناوٹ بالکل نہ تھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی رفاقت اور اپنے دین کی اشاعت کیلئے انکا انتخاب کیا تھا وہ راہِ مستقیم پر گامزن تھے تم لوگ انہی کے اخلاق اور زندگی کے طریقوں کو اختیار کرو اور انہی سے مشابہت پیدا کرو۔ (مظہری) ۲ یعنی ہم نے مردوں کو بھیجا نہ ان میں کوئی جن تھا اور نہ کوئی فرشتہ تھا۔ واضح رہے کہ یہاں "قـری" سے مراد مدائن ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو بھی دیہات سے نہیں بھیجا اس لئے کہ دیہاتی پر جفا اور سختی غالب رہتی ہے جبکہ اہل امصار زیادہ عقل والے' زیادہ حلم والے' زیادہ فضیلت والے اور زیادہ علم والے ہوتے ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ رسول کی شرط میں سے ہے کہ وہ مرد' آدمی اور شہری ہو۔ (القرطبی) ۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولوں کی قوم نے گمان کیا کہ رسول نے ان سے جھوٹ کہا۔ تو اللہ تعالیٰ نے رسولوں پر اپنی نصرت اتاری۔ (ابن جریر) یعنی یہاں تک کہ رسول جب اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو قوم نے گمان کیا کہ رسولوں نے نصرت اور کامیابی کا جو وعدہ کیا ہے وہ جھوٹ ہے۔ سوال: جب مرسل الیھم [جنکی جانب رسول بھیجا گیا ہو] کا ذکر پہلے آیا ہی نہیں ہے تو پھر مرسل الیھم کی جانب [ظَنُّوْا] کی ضمیر کا لوٹانا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ جواب: رسولوں کا ذکر مرسل الیھم کے ذکر پر دلالت کرتا ہے [کیونکہ رسول کیلئے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے اول مُرْسِلْ اور وہ اللہ تعالیٰ ہے' دوم مُرْسَلْ اور وہ رسولانِ عظام ہیں اور سوم مُرْسَلُ اِلَیْهِ اور وہ قوم ہے جنکی جانب ان رسولوں کو بھیجا جاتا ہے گویا کہ رسولوں کا ذکر مُرْسِلْ اور مُرْسَلُ اِلَیْهِ کے ذکر کو مستلزم ہے اس لئے مرسل الیہ کی جانب ظَنُّوْا کی ضمیر کا لوٹانا درست ہے] اگر آپ چاہیں تو یوں کہیں کہ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ میں جن مکذبین رسول کی عاقبت کا ذکر ہوا' ظَنُّوْا کی ضمیر انہیں کی جانب راجع ہے۔ (تفسیر کبیر) امتوں نے گمان کیا کہ رسولوں نے انھیں نصرت کا جو وعدہ دیا تھا وہ جھوٹا ہے۔ (القرطبی) کافر خیال کرنے لگے کہ رسولوں نے جو ہم کو دعوت دی اور بصورتِ خلاف عذاب کی دھمکی دی وہ جھوٹی ہے۔ (مظہری)

بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ

عذاب ما از گروه گناهگاران هر آئنه هست در قصه پیغمبران

ہمارا عذاب گناہگار قوم سے۔ بیشک رسولوں کے قصہ میں

عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَ

عبرتے مر خداوندان خرد را نیست قرآن حدیثی کہ بدروغ بر بافتہ شود و

نصیحت عقل مندوں کیلئے ہے نہیں ہے قرآن ایسی بات جسے جھوٹ گڑھ لیا گیا ہو اور

لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ

لیکن ہست باور دارندہ آنچہ پیش از وی است و بیان کنندۂ ہر

لیکن تصدیق کرنے والا اسکی جو اس سے پہلے ہے اور بیان کرنے والا ہر

شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

چیز و راہ نمایندہ و رحمت مر قومیرا کہ ایمان آرند

چیز کا اور راستہ دکھانے والا اور رحمت ان قوموں کیلئے جو ایمان لاتی ہے [1]

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورہ رعد مدنی ہے اس میں تینتالیس (یا پینتالیس) آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بنام خدای بخشائندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ

ایں آیتہا آیات قرانند و آنچہ فرو فرستادہ شد بسوئے تو از

یہ آیتیں آیاتِ قرآنیہ ہیں اور وہ جو اتاری گئی آپ کی طرف

تفسیر اظہار العرفان

[1] جاننا چاہیئے کہ چند اعتبار سے یہ واقعہ نصیحت ہے۔ (۱) حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنویں میں ڈالا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپکو کنویں سے اعزاز کیساتھ نکالا، عزیز مصر کی عورت نے آپکو جیل میں ڈالا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپکو باعزت اور وقار کیساتھ جیل سے نکالا، مصر کے لوگوں نے آپکو غلام گمان کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپکو مصر کی بادشاہت عطا کی اور کافی مدت کے بعد آپ سے بھائیوں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی ملاقات ہوئی، یہ ساری باتیں اس جانب اشارہ کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو قادرِ مطلق ہے حضرت محمد ﷺ نے مشن کو بلند فرمائیگا اور آپکی تائید فرمائیگا۔ (۲) قصۂ یوسف علیہ السلام جو حضرت محمد ﷺ کی جانب سے بیان ہوا یہ قائم مقام اخبارِ غیب کے ہے گویا کہ یہ واقعہ حضرت محمد ﷺ کی صداقت پر دلالت کر رہا ہے اور یہ وہ معجزہ ہے جو آپ کی سچائی کی گواہی دے رہا ہے۔ (۳) سورہ یوسف کے شروع میں ارشاد ہوا نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ اور اس سورت کے اختتام پر ارشاد ہوا لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ گویا کہ اس میں اشارہ ہے کہ اس واقعہ کے پڑھنے والوں کو عبرت، حکمت اور قدرت حاصل ہوں گی۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو چند صفات سے متصف فرمایا۔ اول: عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ یعنی یہ قصہ عقلمندوں کیلئے نصیحت ہے۔ دوم: مَا كَانَ حَدِيْثًا یعنی یہ قرآن [جس میں مختلف قصوں کے علاوہ قصۂ یوسف بھی ہے] اپنی طرف سے گڑھی ہوئی بات نہیں ہے۔ سوم: تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ یعنی واقعۂ یوسف علیہ السلام میں اسکے باپ اور بھائیوں کی تفصیل موجود ہے اگر اسے قرآن کی جانب لوٹائیں تو معنی یہ ہوگا کہ اس کتاب میں ہر چیز کا بیان موجود ہے۔ چہارم: هُدًى یعنی دنیا میں مخلوق کیلئے ہدایت ہے۔ پنجم: رَحْمَةً یعنی قیامت میں رحمت کے حصول کا سبب ہے۔ (تفسیر کبیر) كُلِّ شَيْءٍ سے مراد ہر ضروری دینی بات جسکی بندوں کو حاجت ہو ہر دینی امور کا ثبوت قرآن میں ملتا ہے خواہ براہِ راست ہو، یا حدیث سے ہو، یا اجماعِ امت اور اجتہاد کے واسطہ سے ہو۔ جو مسئلہ حدیث سے ثابت ہے وہ قرآن ہی سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ترجمہ: ہم نے ہر پیغمبر کو اس لئے بھیجا کہ بحکمِ خدا انکی اطاعت کی جائے۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ترجمہ: ''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو''، جو کچھ حکم دیں لے لو اور جس چیز سے روک دیں رک جاؤ۔ جو مسئلہ اجماع سے ثابت ہے وہ قرآن ہی سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى ترجمہ: ''ہدایت ظاہر ہونے کے بعد جو شخص رسول اللہ ﷺ سے کٹ جائیگا اور اہل ایمان کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلے گا تو ہم اس کو اسی کے اختیار کردہ راستہ پر چلنے دیں گے''۔ اور جو مسئلہ قیاس سے ثابت ہو وہ بھی قرآن سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ترجمہ: ''اے عقل والو! نصیحت حاصل کرو عبرت پکڑو''۔ شیخ ابو منصور ماتریدی کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں رسول اللہ ﷺ کیلئے صبر کی تلقین ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی تو آپکے دین کے موافق تھے اور سب ایک باپ کے بیٹے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کیساتھ انھوں نے بدسلوکی کی یوسف علیہ السلام نے صبر کیا اور دانستہ انکی خطاؤں سے درگذر کیا پس آپ کو تو اپنی قوم کی ایذا رسانیوں پر زیادہ صبر کرنا چاہیئے آپکی قوم جاہل ہے۔ (مظہری) اس سورت کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ یہ سورت مکی ہے جبکہ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے سوائے اس آیت کے وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ یہ آیت مقامِ جحفہ میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں ۳۵۰۶ حروف اور ۸۵۵ کلمات ہیں۔ (غرائب القرآن)

رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ① اَللّٰهُ

پروردگار تو راست است و لیکن اکثر مردماں ایمان نمی آرند الله است

آپ کے رب کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں ۱ اللہ ہے

الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى

آنکہ بر افراشت آسمانہا بے ستون کہ می بینید آنرا بعد ازاں مستقر شد

جس نے اٹھایا آسمانوں کو بغیر ستون کے جسے تم دیکھتے ہو اسکے بعد مستقر ہوا

عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ

بر عرش و مسخر کرد آفتاب و ماہ را ہر یک میرود تا مدتی

عرش پر اور مسخر کیا سورج اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے ایک مدتِ

مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ

شمردہ تدبیر کند کار را بیان کند نشانہا را شاید کہ شما بدیدن پروردگار خود

مقررہ تک، تدبیر فرماتا ہے کام کا، بیان فرماتا ہے نشانیوں کو تا کہ تم سب اپنے رب سے ملنے کا

تُوْقِنُوْنَ ② وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا

یقین آرید و او آنست کہ گسترد زمین را و آفرید دراں

یقین کرو ۲ اور وہی ہے جس نے بچھایا زمین کو اور پیدا کیا اس میں

رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ

کوہہا و نہرہا و از ہر میوہا گردانید دراں دو صنف

پہاڑوں کو اور نہروں کو اور میوہ میں سے ہر میوہ اس میں دو قسم کئے

اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

شیریں و ترش می پوشاند شب و روز را ہر آئنہ دریں نشانہا ست برائے قومیکہ

شیریں و ترش، چھپاتا ہے رات کو دن سے، دن کو رات سے، بیشک اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کیلئے جو ۳

۱ ہمارے نزدیک [حروف مقطعات کے بارے میں] حق یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے درمیان ایک اسرار ہے جسے عام لوگوں کو بتانے کا قصد نہیں کیا گیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس کا مفہوم اور معنٰی بتایا اور جسے چاہا آپ کے متبعین میں سے بتایا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ مقطعات اور متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو دیا نہ آپ کے متبعین میں سے کسی کو۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اگر اسکا علم کسی کو بھی نہ ہو تو خطاب بالمہمل کے مشابہ ہوگا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اسکا علم رسول اللہ ﷺ کو ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں **راسخون فی العلم** سے ہوں اور میں اسکی تاویل جانتا ہوں، حضرت مجدد الف ثانی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مقطعات کی تاویل اور اسکے اسرار کو ظاہر فرمایا لیکن یہ اسرار ہی میں سے ہے اس لئے میں نے عام لوگوں کیلئے اس کو بیان نہیں کیا۔ (مظہری) تاویل نجمیہ میں ہے کہ "الـمر" آیاتِ قرآنیہ میں سے ہے پس الف سے اشارہ ہے اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ. [اللہ، نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ حی و قیوم، نہیں پکڑتی ہے اسے نیند نہ اونگھ] لام سے اشارہ ہے لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [زمین و آسمان کی چابیاں اسی کیلئے ہیں] میم سے اشارہ ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ [یومِ جزا کا مالک ہے] را سے اشارہ ہے رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [آسمانوں اور زمین کا رب ہے] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسکا معنی ہے اَنَا اللّٰهُ اَعْلَمُ وَاَرٰى مَا لَا يَعْلَمُ الْخَلْقُ وَمَا لَا يَرٰى مِنْ فَوْقِ الْعَرْشِ اِلٰى مَا تَحْتَ الثَّرٰى. ترجمہ: میں اللہ جانتا اور دیکھتا ہوں عرش کے اوپر سے تحت الثریٰ تک جسے مخلوق جانتی ہے نہ دیکھتی ہے۔ کاشفی کہتے ہیں کہ الف آلا یعنی نعمتیں، لام لطفِ بے منتہا یعنی بے حد و بے انتہا مہربانی، میم ملک بے زوال یعنی ہمیشہ قائم رہنے والا بادشاہ اور را، رافت بر کمال یعنی کمال درجے کی شفقت پر دلالت کرتے ہیں گویا کہ ان میں سے ہر حروف ایسے لمحات پر دلالت کرتے ہیں جو صفاتِ الٰہیہ کی جانب لے جاتے ہیں۔ وَالَّذِيْ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ. مشرکین کہتے ہیں کہ اس قرآن کو آپ نے اپنی طرف سے بنالیا ہے نہیں بلکہ یہ تمہارے رب کی طرف سے اترا ہے اور یہ حق ہے اس لئے اس پر ایمان لانا اور اسکے احکام پر عمل کرنا واجب ہے پس جو کوئی اسے مضبوطی سے تھام لیگا تو تحقیق اس نے اللہ کی رسی کو تھام لیا۔ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مُنْزَل [نازل شدہ] کی ایک صورت یہ ہے کہ صریح ہو جیسے وہ احکام جو نصِ قرآن سے ثابت ہوں، دوسری صورت یہ ہے کہ ضمنی ہو جیسے وہ احکام جو سنت، اجماعِ امت اور قیاس سے ثابت ہوں۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ. یعنی اکثر لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے ہیں اور اسکے حق ہونے کا انکار کرتے ہیں قرآن اللہ تعالیٰ کی وہ رسی ہے جو انسان کی عناد اور فساد کے راستے سے نکال کر درست راہ پر گامزن کرتا ہے۔ (روح البیان) ۲ جب اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ قرآن حق ہے تو اب یہ بیان ہو رہا ہے کہ جس نے اس قرآن کو اتارا ہے وہ کمال پر قادر ہے اس لئے اسکی مصنوعات پر غور کرو تا کہ تم اسکے کمالِ قدرت کو پہچان سکو۔ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا میں دو اقوال ہیں۔ (۱) آسمان حقیقتاً بغیر ستونوں کے قائم ہے (۲) آسمان ستونوں پر قائم ہے لیکن وہ ستون ہمیں نظر نہیں آتے ہیں۔ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى یعنی وقت معلوم تک اور وہ فنائے دنیا تک ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اجل مسمی سے ان دونوں کے درجات اور منازل مراد ہیں جسکی جانب چاند اور سورج پہنچتے ہیں اس سے تجاوز نہیں کرتے ہیں۔ (القرطبی) ۳ جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی نشانیاں اس سے پہلی آیت میں بیان فرمائیں تو اب اس آیت میں زمین کی نشانیاں بیان کی جارہی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عطا کہتے ہیں کہ روئے زمین پر سب سے پہلے ابو قُبَیس پہاڑ رکھا گیا۔ (القرطبی)

يَتَفَكَّرُوْنَ ۝۳ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ
فکر کنند و در زمین قطعهای پیوسته با یکدیگر و بوستانها از
فکر کرتی ہے اور زمین میں ٹکڑے ملے ہوئے ہیں ایک دوسرے سے اور باغات

اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى
درختان و کشت زار است و خرمانیاں بعض بسیار شاخ و بعض غیر آں آشامیده شود
انگور والے اور کھیتی اور کھجور کے درخت بعض بہت شاخوں والے اور بعض اسکے سوا سیراب کیا جاتا ہے

بِمَآءٍ وَّاحِدٍ قف وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ط
از یک آب و فضل میدہیم بعض آنرا بر بعضے در طعم میوہا
ایک (ہی) پانی سے اور ہم فضیلت دیتے ہیں انکے بعض کو بعض پر لذت میں؛

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۴ وَاِنْ تَعْجَبْ
ہر آئنہ دریں نشانہا ست برائے قومیکہ میدانند و اگر تعجب کنی
بیشک اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کیلئے جو جانتی ہو[1] اور اگر تو تعجب کرے

فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ط
پس عجب است سخن ایشاں آیا چوں بودیم خاک ہر آئنہ مادر آفرینش نو خواہیم بود
تو یہ عجب ہے انکی بات کیا جب ہم مٹی ہو جائیں تو کیا ہم نئی پیدائش میں ہونگے

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ج وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ
آنگروہ آنانند کہ نگرویدند بہ پروردگار خود و آنگروہ علہا در
(یہ) وہ گروہ ہے جنہوں نے انکار کیا اپنے رب کا اور (یہ) وہ ہے گروہ کہ طوق ہونگے

اَعْنَاقِهِمْ ج وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۵
گردن ایشاں باشد آنگروہ یاراں آتش اند ایشاں دراں ہمیشہ باشند
انکی گردنوں میں اور وہ گروہ جہنم کے رہنے والے ہیں وہ سب اس میں ہمیشہ رہیں گے[2]

[1] یعنی کوئی حصہ عمدہ اور پیداواری ہے اور کوئی شوریلا نمکین، کوئی نرم کوئی سخت، کوئی کھیتی کرنے کے قابل ہے درخت بونے کے قابل نہیں ہے، کوئی درختوں کی سرزمین ہے کھیتی کیلئے نہیں، کسی میں سبزہ کم ہے اور کوئی سبزہ وار ہے اگر یہ معل قادرِ مطلق اور صانع حکیم کا نہیں تو پھر یہ اختلاف کیوں ہے اور خواص میں تفاوت کیوں ہے زمین کی طبعیت ایک ہی ہے، لوازمِ طبعیت بھی یکساں ہیں، سماوی اسباب کی تاثیر بھی ایک ہی جیسی ہے وضع اور نسبت میں بھی کوئی فرق نہیں پھر سوائے اسکے کہ قادرِ مطلق کی مشیت کی کارفرمائی قرار دی جائے اور کیا سببِ اختلاف بتایا جا سکتا ہے۔ زَرْعٌ اصل میں مصدر ہے اس لئے اسکو جمع لانے کی ضرورت نہیں، صِنْوَانٌ: صِنْوٌ کی جمع ہے۔ایک جڑ سے دو تنے برآمد ہوں تو انکو صِنْوٌ کہتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: آدمی کا چچا اسکے باپ کا صِنْوٌ ہوتا ہے۔ غَيْرُ صِنْوَانٍ یعنی الگ الگ ہوئے ہیں جڑیں جدا جدا ہوتی ہیں۔ الْاُكُلُ یعنی مقدار میں، مزہ میں، رنگ میں اور خوشبو میں اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فوقیت دی ہے۔ان سب میں بھی صانع حکیم کی قدرت کی جھلک ہے اصول کے ایک اسباب ایک جیسے پھر انکا باہمی اختلاف کسی قادرِ مطلق کی خصوصی عطا ہے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اسکی مثال جیسے ایک باپ سے سب آدمی پیدا ہوئے لیکن کوئی اچھا ہے اور کوئی برا۔ حضرت حسن اسکی تشبیہ انسانوں کے دلوں سے دیتے ہیں زمین کا ایک خمیر تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے اسکو پھیلایا بچھایا اور پاس پاس اسکے جدا جدا ٹکڑے کر دیئے پھر آسمان سے پانی برسایا جسکی وجہ سے ایک ٹکڑے سے پھل پھول اور کھیتیاں درخت پیدا کئے اور دوسرے کو شوریلا نمکین، کلر اور بنجر کر دیا باوجود اسکے کہ سب پر ایک طرح کا پانی برسایا آدمیوں کی حالت بھی اسی طرح ہے سب کو آدم سے پیدا کیا اور سب کیلئے ہدایت نامہ کا پانی آسمان سے اتارا کچھ دل تو اسکی وجہ سے نرم پڑ گئے اور انکے اندر خشوع پیدا ہو گیا اور کچھ سخت ہو گئے اور غافل بن گئے۔حضرت حسن نے کہا کہ خدا کی قسم! جو شخص بھی قرآن کا جلیس [ہم نشین] ہوا تو اٹھنے کے وقت کچھ زیادتی لیکر اٹھا، یا کمی لیکر [فائدہ لیکر یا نقصان] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا. ترجمہ: اور نازل فرماتے ہیں ہم قرآن جو کہ شفاء اور رحمت ہے مؤمنین کیلئے اور نہیں اضافہ کرتا ظالموں کیلئے مگر نقصان۔ (مظہری)

[2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اے محمد (ﷺ)! اگر آپکو تعجب ہو کہ انھوں نے آپکو صادق الامین مان کر آپکی تکذیب کی تو اس سے بڑا تعجب یہ ہے کہ یہ لوگ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا انکار کرتے ہیں، اسکا مطلب یہ ہے کہ اے محمد (ﷺ) اگر آپکو تعجب ہو کہ یہ لوگ ایسے کی عبادت کرتے ہیں جو انھیں نفع دے سکے نہ نقصان، تو اس سے بڑا تعجب یہ ہے کہ یہ لوگ توحید کے دلائل پہچان لینے کے باوجود بھی اس پر ایمان نہیں لائے اور بعث بعد الموت سے انکار کیا۔واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تین چیزوں کا بیان فرمایا ہے (۱) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ. یہ حصہ دلالت کر رہا ہے کہ جو لوگ بعث بعد الموت اور قیامت کا انکار کرتے ہیں وہ کافر ہیں [اگرچہ اسلام کے بقیہ احکام کو مانتے ہوں] (۲) وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ یعنی قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کے کفر، ذلت اور بتوں کی عبادت کا طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈال دیگا۔(۳) وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ دائمی طور پر جہنم میں ہونگے، ہمارے اصحاب نے حجت قائم کی کہ دائمی عذاب نہیں ہوگا مگر کافرین کو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں خالدون سے موصوف فرمایا ہے۔(تفسیر کبیر)

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ

و می طلبند از تو بدی پیش از راحت و هر آئنہ گذشتہ است

اور طلب کرتے ہیں آپ سے بدی راحت سے پہلے اور بیشک گذر چکی ہیں

مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ

پیش از ایشاں عقوبتہا و ہر آئنہ پروردگار تو خداوند آمرزش است مر مرداں را

ان سے پہلے سزائیں اور بیشک تمہارا رب معاف فرمانے والا ہے لوگوں کو

عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۶ وَيَقُوْلُ

بر ستمگاری ایشاں و ہر آئنہ پروردگار تو سخت عقوبت کنندہ است و میگویند

انکے ظلم پر اور بیشک تمہارا رب سخت عقوبت والا ہے [۱] اور کہتے ہیں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَآ

آنانکہ نگرویدند چرا نفرستادہ شد برو نشانہ از پروردگار او جز ایں نیست

وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا کیوں نہ اتاری گئی ان پر نشانی انکے رب کی طرف سے' اسکے سوا کچھ نہیں ہے

اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝۷ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ

کہ تو بیم کنندۂ و مر ہر قومیرا راہنمائے میباشد خدای میداند آنچہ در شکم بر میدارد

کہ آپ ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کیلئے راستہ دکھانے والا ہوتا ہے [۲] اللہ جانتا ہے جو شکم میں رکھتی ہے

كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ

ہر زنے و آنچہ ناقص میکنند رحمہا و آنچہ زیادہ میکنند و ہر چیزے

ہر عورت اور جو گھٹتے ہیں رحموں میں اور جو بڑھتے ہیں اور ہر چیز

عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ

نزدیک او باندازہ است دانندۂ پنہاں و آشکارا بزرگ

اسکے نزدیک اندازہ سے ہے [۳] پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا بزرگ ہے

[۱] حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ انھوں نے عافیت سے قبل عقوبت طلب کی' اللہ تعالیٰ نے اس امت سے عذاب کو قیامت تک کیلئے مؤخر فرمادیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ ان لوگوں نے ایمان سے قبل امان اور حسنات کی امید کی۔ حضرت ابن عباس ﷛ فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ میں ایک آیت ہے جس پر میں امید رکھتا ہوں یعنی اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْا مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ. حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی معافی' اسکی رحمت اور عذاب کی تاخیر نہ ہوتی تو کوئی بھی زندگی کا سامان تیار نہ کرتا اور اسکی عقوبت' عذاب اور وعید نہ ہوتا تو ہر ایک ضرور بھروسہ کر بیٹھتا۔ (القرطبی) محققین کہتے ہیں کہ یہ آیت قواعد کی تمہید ہے جس میں خوف اور رجاء دونوں کا بیان ہے' فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے تا کہ اسکی رحمت سے کوئی مایوس نہ ہو' پھر فرمایا کہ عذاب دینے والا ہے تا کہ کوئی اسکی ہیبت سے مطمئن نہ ہوجائے۔ آیت کی مثل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ. ترجمہ: ''باخبر کردو میرے بندوں کو کہ بلاشبہ میں ہی مغفرت کرنے والا رحم والا ہوں اور بیشک میرا عذاب وہ تو ہے دکھ دینے والا عذاب''۔ مروی ہے کہ ایک روز حضرت یحیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی ملاقات ہوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ کر مسکرائے تو حضرت یحیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ ایسے مسکرا رہے ہیں جیسے کہ امن میں آگئے ہیں' یہ سنکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ تو ایسے خاموش ہیں جیسے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی جانب وحی بھیجی کہ تم دونوں میرے نزدیک پیارے ہو۔ کہا گیا ہے کہ جب انسان صحیح ہو تو خوف اس کیلئے افضل ہے اور جب بیمار ہو تو امید اس کیلئے افضل ہے۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے داؤد! گناہگاروں کو بشارت دو اور صدیقین کو ڈراؤ۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب! میں گناہگاروں کو بشارت کیسے دوں اور صدیقین کو کیسے ڈراؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گنہگاروں کو بتاؤ کہ میں بڑے سے بڑے گناہ بھی معاف کر دیتا ہوں اور صدیقین کو ڈراؤ کہ تم اپنے اعمال پر مت فخر کرو اس لئے کہ میرا عدل اور حساب جس پر بھی ہوگا وہ ہلاک ہوجائیگا۔ (روح البیان)

[۲] حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ مُنْذِرٌ سے مراد حضرت محمد ﷺ اور هَادٍ سے مراد اللہ تعالیٰ۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ مُنْذِرٌ سے مراد حضرت محمد ﷺ اور هَادٍ سے مراد نبی ہیں۔ حضرت ابوصالح کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ ہر قوم کیلئے ایک قائد ہے۔ حضرت ابن عباس ﷛ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر قوم میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا ہے۔ (ابن جریر)

[۳] یعنی جس چیز کو مادہ اپنے پیٹ میں اٹھائے ہوتی ہے' نر یا مادہ' ایک یا متعدد' پورے سالم اعضاء والا بچہ یا ناقص اور اسکی ہر موجود اور آئندہ حالت کو اللہ جانتا ہے۔ مسئلہ: باتفاق علماء حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے۔ سوال: ایک بطن میں ایک جھلی کے اندر زیادہ سے زیادہ کتنے بچے ہوتے ہیں؟ جواب: اس کی کوئی حد نہیں' بعض نے کہا کہ چار بچوں کا ہونا معلوم ہوا ہے۔ امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے' امام شافعی کہتے ہیں کہ یمن میں مجھ سے ایک شیخ نے بیان کیا تھا کہ اسکی بیوی کے پانچ بطن ہوئے اور ہر بطن میں پانچ پانچ بچے ہوئے۔ واضح رہے کہ ہندوستان میں ایک خبر مشہور ہوئی تھی کہ پورب کی طرف قاضی قدوہ کی بیوی کے ایک بطن میں ایک جھلی میں سو بچے ہوئے اور سب زندہ رہے۔ تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ: حیض ہے جو بچہ پر اثر انداز ہوتا ہے اگر حاملہ کو حیض آنے لگے تو بچہ میں نقصان آجاتا ہے۔ رحم کے اندر حیض کا خون بچہ کی غذا ہے جب خون آجاتا ہے تو بچہ کی غذا گھٹ جاتی ہے اور بچے میں نقصان آجاتا ہے اور حمل کی حالت میں حیض بند رہے تو بچہ بڑھتا رہتا ہے اور پورا ہوجاتا ہے۔ (مظہری)

الْمُتَعَالِ ۞ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَ
بلند مرتبہ است یکساں ست از شما کسیکہ بپوشد سخن را و کسیکہ بآواز بلند گوید آنرا و
بلند مرتبہ ہے ۱ برابر ہے تم میں سے جو چھپائے بات کو اور جو بآواز بلند کہے اور

مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۞ لَهٗ
کسیکہ او پنہاں ست در شب و کسیکہ راہ میرود بروز او را ست
وہ جو چھپا ہے رات میں اور وہ جو راستہ چلتا ہے دن میں ۲ اس کیلئے

مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ
فرشتگانند از پے یکدیگر میان دو دست او و از پس پشت او نگاہدارند او را
یکے بعد دیگرے آنے والے فرشتے ہیں اسکے سامنے اور اسکے پیچھے سے حفاظت کرتے ہیں اسکی

مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا
بحکم خدای ہر آئنہ خدای بدل نمی کند حالتے را کہ بقومے باشد تا وقتیکہ بدل کنند
اللہ کے حکم سے، بیشک اللہ نہیں بدلتا جو (نعمت) کسی قوم پر ہو یہاں تک کہ بدل دیں

مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ
آنچہ در ضمیر ایشاں ست و چوں ارادہ میکند خدا بقومی بدی پس باز گردانیدن نیست
جو ان کے دل میں ہے اور جب ارادہ فرماتا ہے اللہ کسی قوم سے برائی کا تو پھر اسے کوئی نہیں پھیر سکتا

وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۞ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ
آنرا و نیست ایشانرا بجز او ہیچ کار سازندہ او ست آنکہ می نماید شما را برق
اور نہیں ہے ان کیلئے اسکے سوا کوئی کام بنانے والا ۳ وہی ہے جو تمہیں بجلی دکھاتا ہے

خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۞ وَيُسَبِّحُ
برائے ترس و امید و بر میدارد ابر ہائے گرانرا و بپاکی یاد میکند
ڈر کیلئے اور امید کیلئے اور اٹھاتا ہے بھاری بادلوں کو ۴ اور پاکی بیان کرتی ہے

۱ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو چیز مخلوق سے غائب اور جو چیز مخلوق پر ظاہر ہے وہ سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ غائب اور شاہد کے بارے میں اختلاف ہے۔ (۱) معلوم کو غائب کہتے ہیں اور موجود کو شاہد کہتے ہیں۔ (۲) جو حس سے پوشیدہ ہو اسے غائب کہتے ہیں اور جو حس کیلئے حاضر ہو اسے شاہد کہتے ہیں (۳) جسے مخلوق پہچان نہ سکے اسے غائب کہتے ہیں اور جسے مخلوق پہچان لے اسے شاہد کہتے ہیں۔ اَلْكَبِيْرُ: بحسبِ قدرت اور مقادیر الیہ کبیر ہے۔ اَلْمُتَعَالِ: ایسی صفات جو اسکی شان کے لائق نہ ہوں اس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے گویا کہ اس بات کی دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پاک ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۲ کاشفی کہتے ہیں کہ جو کوئی آہستہ طلب کرتا ہو یا اپنے عمل کو رات میں چھپاتا ہو سب اس پر ظاہر ہے اور جو کوئی دن میں اپنے عمل کو اس سے چھپاتا ہو قول ہو یا فعل، ہر چیز اس پر ظاہر ہے۔ (روح البیان) حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ مُسْتَخْفٍ سے مراد ہے کہ رات کے وقت چھپ کر زنا کرنے والا اور سَارِبٌ بِالنَّهَارِ کا یہ مطلب ہے کہ دن میں باہر نکل کر وہ لوگوں کو دکھاتا ہے کہ میں جرم سے پاک ہوں۔ (مظہری)

۳ مُعَقِّبَاتٌ سے مراد فرشتے ہیں جو رات دن باری باری آتے ہیں۔ رات کے فرشتے چڑھ جاتے ہیں تو انکے پیچھے دن کے فرشتے آجاتے ہیں اور دن کے فرشتے چڑھ جاتے ہیں تو انکے بعد رات کے فرشتے آجاتے ہیں اور بندوں کے اعمال لکھتے ہیں اور آفات سے انکی حفاظت کرتے ہیں۔ ازالۃ الخفاء میں کنانہ عدوی کی روایت سے آیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان ؓ نے خدمتِ گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بتائیے کہ بندے کیساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں۔ فرمایا: ایک فرشتہ تیرے دائیں ہاتھ کی طرف ہے جو تیری نیکیوں پر مامور ہے اور وہ بائیں ہاتھ والے فرشتے کا سردار ہے جب تو کوئی نیکی کرتا ہے تو وہ دس نیکیاں لکھتا ہے اور جب تو کوئی بدی کرتا ہے تو بائیں ہاتھ والا فرشتہ کہتا ہے میں اسکو لکھ لوں تو دائیں ہاتھ والا فرشتہ کہتا ہے [ابھی ٹھہرو] شاید یہ توبہ استغفار کرلے جب تین بار ایسا کہہ چکتا ہے تو دائیں ہاتھ والا فرشتہ کہتا ہے اچھا اب لکھ لو اللہ اس سے ہم کو بچائے یہ برا ساتھی ہے، نہ اسکو اللہ کا پاس ولحاظ ہے نہ اللہ سے شرم۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ بندہ کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتا مگر ایک محافظ تیار اسکے پاس لکھنے کیلئے موجود ہوتا ہے جو لکھ لیتا ہے، اور دو فرشتے آگے پیچھے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ۔ اور ایک فرشتہ تیری پیشانی پر مسلط ہے جب تو اللہ کیلئے اسکو نیچے رکھتا ہے تو وہ تجھے سربلند کرتا ہے اور اگر تو غرور کرتا ہے تو اسے شکستہ کردیتا ہے، اور دو فرشتے تیری آنکھوں پر مامور ہیں، یہ ہر آدمی کے دس فرشتے ہوئے۔ رات کے فرشتے دن کے فرشتوں پر اترتے ہیں کیونکہ رات کے فرشتے دن کے فرشتوں سے الگ ہیں۔ پس ہر آدمی کیلئے بیس فرشتے ہیں اور ابلیس دن میں ہے اور اسکی اولاد رات میں آتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے آگے پیچھے آتے جاتے رہتے ہیں فجر اور عصر کی نماز میں دونوں کا اجتماع ہوتا ہے الخ (مظہری وحاشیہ مظہری) ۴ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ بیان فرمادیا کہ بندوں پر خوف اترنے کی صورت میں کوئی نہیں ہے جو اسے ہٹا سکے تو اب ایسے امور بیان کئے جارہے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اسکی حکمت کا بیان ہے۔ (تفسیر کبیر) اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ عذاب میں تاخیر کررہا ہے تو یہ اسکے عجز کی علامت نہیں ہے بلکہ وہ تو کمالِ قدرت کا مالک ہے کہ تمہیں بادلوں میں بجلی چمکتا دکھاتا ہے۔ (القرطبی)

الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ

رعد با ستائش او و فرشتگان از ترس او و می فرستہ صاعقہ ہا

گرج اسکی تعریف کے ساتھ اور فرشتے اس کے ڈر سے اور بھیجتا ہے کڑک

فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِى اللّٰهِ ۚ وَ

پس میرساند آنرا بہر کہ خواہد و ایشاں مکابرہ میکنند در دین خدا و

پس گراتا ہے اسے جس پر چاہتا ہے اور وہ سب اللہ کے دین میں جھگڑتے ہیں اور

هُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۖ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ

او بسیار قوت است مر او راست دعائے حق و آنانکہ میخوانند

وہ بہت قوت والا ہے [1] اسی کیلئے سچا پکارنا ہے اور وہ جسے (کافرین) پکارتے ہیں

دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَىْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ

بجز خدا قبول نمی کنند دعاے ایشانرا بچیزے مگر مانند کسے کہ بکشاید ہر دو کف خود را بسوئے آب

اللہ کے سوا' وہ قبول نہیں کرتے ہیں انکی پکار کو کچھ بھی مگر مثل اس کے جو پھیلاتے ہیں اپنی دونوں ہتھیلیوں کو پانی کی

لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۚ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ

تا برسد بدہنش و آں آب ہرگز رسندہ نیست بدہان او و نیست دعائے کافران مگر در

طرف تاکہ پہنچے اسکے منہ میں اور وہ پانی ہرگز پہنچنے والا نہیں ہے اور نہیں ہے کافروں کی دعا مگر

ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

گمراہی و مر خدایرا سجدہ میکنند ہر کہ در آسمانہا و زمین است

گمراہی میں [2] اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں

طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ السجدة قُلْ

خواہان و ناخواہان و سایہ ہائے ایشاں بامداد و شبانگاہ بگو

چاہتے ہوئے اور نہ چاہتے ہوئے اور ان کے سائے صبح میں اور شام میں [3] آپ فرما دیجئے

السجدة ۲

تفسیر اظہار العرفان

[1] بعض نے کہا کہ رعد بادل کی آواز ہے تو اس صورت میں یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں حیات پیدا کی' انکی دلیل [رعد بادلوں کی آواز ہے] یہ ہے کہ آگے ارشاد ہے وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ اور فرشتے اس سے ڈرتے ہیں اگر رعد فرشتہ ہوتا تو وہ بھی جملہ ملائکہ میں سے ہوتا۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ رعد فرشتہ ہے اور مِنْ خِيْفَتِهٖ میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ معنی یہ ہوگا اور ملائکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس ﷺ کہتے ہیں کہ بیشک ملائکہ اللہ تعالیٰ سے ابن آدم کی طرح نہیں ڈرتے ہیں انکا کوئی ایک نہیں جانتا ہے کہ اسکے دائیں جانب کون ہے اور بائیں جانب کون ہے' اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ کر کھانا کھاتے ہیں نہ پانی پیتے ہیں۔ حضرت ابن عباس ﷺ ہی سے مروی ہے کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو بادلوں کو چلاتا ہے پس جب رعد اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے تو آسمان کے تمام فرشتے بھی اسکے ساتھ اپنی آواز بلند کرتے ہیں۔ حضرت عامر بن عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ رعد کی آواز سنتے تو کہتے "سُبْحَانَ الَّذِىْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ. پھر آپ کہتے کہ یہ اہل زمین کیلئے سخت وعید ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ وہ فرشتہ ہے جو زمین اور آسمان کے درمیان کرسی پر بیٹھتا ہے' اسکے سیدھی جانب ستر ہزار فرشتے' بائیں جانب ستر ہزار فرشتے ہیں پس جب وہ دائیں جانب والے فرشتوں کی طرف متوجہ ہو کر تسبیح کرتا ہے تو اس طرف کے تمام فرشتے اسکے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور جب بائیں جانب متوجہ ہوتا ہے تو اس جانب کے ملائکہ بھی اللہ کے خوف سے تسبیح کرتے ہیں۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے آ کر نبی ﷺ سے کہا کہ آپ ہمیں یہ بتائیے کہ آپکا رب کس چیز کا ہے موتیوں کا ہے یا یاقوت کا ہے؟ پس ایک کڑک آئی اور ان سب کو جلا دیا۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو زمانہ جاہلیت کے عظماء میں سے ایک کے پاس اسلام کا دعوت نامہ دیکر بھیجا تو اس نے پوچھا کہ تمہارا رب جسکی طرف تم مجھے بلاتے ہو کس چیز سے بنا ہے؟ لوہے سے یا تانبے سے یا سونے سے؟ صحابی نے واپس آ کر یہ بات رسول اللہ ﷺ کو بتائی تو آپ نے اسے دوبارہ اور پھر سہ بارہ اسکے پاس بھیجا۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پر کڑکتی ہوئی بجلی بھیج دی جس نے اسے ہلاک کر کے رکھ دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (القرطبی) [2] لفظِ حق ذکر کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پکار' حق کی پکار ہے۔ دعوتِ حق' حق ہوتی ہے جیسے باطل کو پکارنا باطل ہوتا ہے گویا یہ جملہ اپنے اندر دعوے کیساتھ دلیل بھی رکھتا ہے۔ حضرت علی ﷺ نے فرمایا کہ دعوتِ حق توحید ہے۔ حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا کہ دعوتِ حق لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کیلئے خاص ہے توحید اور شہادت کی دعوت۔ اگر آیت کا نزول عامر اور اربد کے متعلق مانا جائے تو دونوں جملوں کا مقصد یہ ہوگا کہ ان دونوں شخصوں کو اس طرح سے ہلاک کرنا کہ انکو پتہ بھی نہ ہو اللہ کی خفیہ تدبیر کے زیر اثر تھا اور رسول اللہ ﷺ کی دعا کی وجہ سے تھا یعنی آپکی دعا قبول ہو گئی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رسولِ برحق ہیں جب ہی تو اللہ تعالیٰ آپکی دعا قبول کرنے والا ہے۔ (مظہری) [3] مفسرین کہتے ہیں کہ ہر شخص کا سایہ مؤمن ہو یا کافر اللہ کو سجدہ کرتا ہے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ مؤمن کا سایہ اللہ کو خوشی سے سجدہ کرتا ہے اس لئے وہ طائع ہے اور کافر کا سایہ نہ چاہتے ہوئے سجدہ کرتا ہے اس لئے وہ کارہ ہے۔ زجاج کہتے ہیں کہ کافر غیر اللہ کو سجدہ کرتا ہے اور اسکا سایہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے۔ ابن الانباری کہتے ہیں کہ اس میں تعجب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سایہ کیلئے عقول اور افہام پیدا کرے اور وہ اللہ تعالیٰ کو خشوع کیساتھ سجدہ کرے۔ (تفسیر کبیر)

مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ

کیست پروردگار آسمانہا و زمین بگو خدا ست بگو آیا فرا گرفتید

کون ہے رب آسمانوں اور زمین کا' آپ فرما دیجئے اللہ ہے آپ فرما دیجئے کیا تم نے بنا لیا ہے

مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا

بجز وی دوستانی کہ نمی توانند برائے خویشتن سودی و نہ

اسکے سوا حمایتی جو اختیار نہیں رکھتے ہیں اپنے لئے فائدے کا اور نہ

ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِى

زیانی بگو آیا برابر است نابینا و بینا آیا برابر است

نقصان کا' آپ فرما دیجئے کیا اندھا اور آنکھ والا برابر ہیں کیا

الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا

تاریکیہا و روشنی آیا مقرر کردہ اند خدا را شریکانے آفریدہ باشند

اندھیرے اور روشنی برابر ہیں کیا انھوں نے اللہ کیلئے شریک ٹھہرائے جنہوں نے پیدا کیا ہو

كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ

مانند آفریدن او پس شبہ شدہ است آفرینش بر ایشاں بگو خدا آفرینندہ ہر

اسکے پیدا کرنے کی طرح پس انھیں (اسکا اور انکا) بنانا ایک سا معلوم ہوا' آپ فرما دیجئے! اللہ پیدا کرنے والا ہے ہر

شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ

چیز است و اوست یگانہ غالب فرو فرستاد از آسمان

چیز کو اور وہ ہے یکتا غالب اے اتارا آسمان سے

مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا

آب را پس رواں شدند رودہا باندازۂ خویش پس بر داشت آب رواں کفے

پانی پس جاری ہوئیں ندیاں اپنے اندازے سے پس اٹھا لایا آب رواں نے جھاگ

تفسیر اظہار العرفان

اے جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ بیان فرما دیا کہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے سب اسکو سجدہ کرتے ہیں تو اب بتوں کی عبادت کی مذمت کی جانب لوٹا۔ جب یہ بات ثابت ہے کہ کل کائنات کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کیسے کرتے ہو اور جمادات کو الہ کہتے ہو جو اپنے آپ تمہیں نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ واضح رہے کہ ہمارے اصحاب اس آیت سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ جس طرح بندہ مخلوق ہے ویسے ہی اسکے جملہ افعال بھی مخلوق ہیں۔ (۱) معتزلہ نے گمان کیا کہ حیوانات ایسے ہی حرکات وسکنات پیدا کرتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ حرکات وسکنات پیدا فرماتا ہے۔ معتزلہ کے اس قول کا رد اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں موجود ہے جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ ''اور انھوں نے ٹھہرائے اللہ کیلئے شرکاء انھوں نے پیدا کئے جیسے اللہ نے پیدا کیا؟'' یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا ذکر معرضِ ذم اور انکار میں کیا اس لئے آیت دلالت کر رہی ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خالق نہیں ہے۔ (۲) قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ یعنی آپ فرمادیجئے کہ اللہ ہر شے کا خالق ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ فعلِ عبد بھی شے ہے اس لئے ضروری ہوا کہ اسکا خالق بھی اللہ ہے۔ (۳) وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ یعنی ''اور وہ واحد قہار ہے'' اس میں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ وہ کس معنی میں واحد ہے جب اس سے پہلے خالقیت کا ذکر ہے تو ضروری ہوا کہ یہاں واحد سے مراد یہ ہو کہ وہ خالقیت میں واحد ہے۔ [بندوں کو اگر اپنے افعال کا خالق مانا جائے تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کیلئے خالقیت میں واحد ہونا ثابت نہیں ہوگا اس لئے یہ ٹکڑا دلالت کر رہا ہے کہ بندوں کے افعال کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (تفسیر کبیر) امام بغوی کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مشرکوں سے پوچھا کہ آسمانوں اور زمین کا خالق کون ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا آپ ہی بتایئے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلِ اللّٰهُ. آپ جواب دے دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہی انکا رب ہے اس طرزِ کلام سے یہ جواب ان پر لازم کر دیا کہ تم اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرتے ہو اور پھر دوسروں کو [رب بنا کر] کارساز اور مددگار بناتے ہو۔ یہ بات تقاضائے عقل کے خلاف ہے کیونکہ جن کو تم کارساز بناتے ہو انکی حالت تو یہ ہے کہ انکا اپنا نفع وضرر انکے بس میں نہیں ہے' اپنے لئے وہ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں نہ آئے ہوئے ضرر کو اپنے اوپر سے ہٹا سکتے ہیں۔ جب انکی خود اپنے لئے یہ حالت ہے تو تمہاری کارسازی کیا کر سکتے ہیں اور کس طرح تم کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور تم پر آنے والے ضرر کو ہٹا سکتے ہیں۔ مشرکوں کے گمراہ ہونے اور بتوں کو اپنا کارساز بنانے کی یہ دوسری تردید ہے کہ تم جو انکی شفاعت کے امیدوار ہو وہ تمہاری شفاعت تو کیا اپنے لئے بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ یعنی آپ پوچھئے کہ بینا اور نابینا برابر ہو سکتے ہیں۔ نابینا سے مراد بے عقل' بے بصیرت یا وہ شخص جو اپنی بصیرت سے کام نہ لے' اور بصیر سے مراد بصیرت مند آدمی جو اپنی بصیرت سے عبادت کی حقیقت اور تقاضوں کو سمجھتا ہو اور جانتا ہو کہ عبادت اور کارسازی کا مستحق کون ہے' کس کی عبادت کی جائے اور کس کو کارساز سمجھا جائے۔ بعض علماء نے کہا کہ اعمیٰ سے مراد وہ معبود ہے جو تمہاری طرف سے لاعلم ہے اور بصیر سے مراد وہ معبود ہے جو تمہارے احوال سے واقف ہو۔ (مظہری) ابونصر کہتے ہیں کہ اس آیت کے مفہوم کو ان لوگوں کی جانب لوٹانے میں کوئی تعجب نہیں ہے جو صانع کے وجود سے انکار کرتے ہیں یعنی آپ ان سے پوچھئے کہ آسمانوں اور زمین کا خالق کون ہے جب وہ لوگ اسکا جواب دینگے تو صانع کا وجود ثابت ہو جائیگا۔ اسی کلام کے درمیان اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتا دیا کہ دو صانع کا وجود محال ہے [گویا کہ اس آیت میں صانع کا انکار کرنے والے صانع کے ماننے میں خطا کرنے والے دونوں کا جواب موجود ہے] (القرطبی)

رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ

بر روئے آب آئندہ و از آنچہ میگدازندش در آتش بطلب پرایہ

پانی کے اوپر ابھرے ہوئے اور جسکو آگ میں پگھلاتے ہیں زیور کی طلب کیلئے

أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ ؕ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَ

یا مطلب رخت خانہ مانند کفے ہست ہمچنیں بیان کند خدای مثل حق و

یا اسباب کی طلب کیلئے اسی کی مثل جھاگ ہے اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ حق اور

الْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ

باطل پس اما آں کف پس میرود ناچیز شدہ و اما آنچہ سود میرساند

باطل کی مثال پس وہ جھاگ دور ہو جاتا ہے بیکار ہو کر اور جو فائدہ پہنچاتا ہے

النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ

بمرمان میماند در زمین ہمچنیں بیان میکند خدای

لوگوں کو وہ باقی رہتا ہے زمین میں، اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ

الْأَمْثَالَ ﴿١٧﴾ لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَالَّذِينَ

مثلہا را مر آنانرا کہ قبول کردند مر پروردگار خویش را حالت نیک است و آنانکہ

مثالوں کو، ان لوگوں کیلئے جنہوں نے قبول کیا ہے اپنے رب کیلئے (حکم کو) اچھی حالت ہے اور وہ لوگ جنہوں نے

لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَ

کہ قبول نکردند سخن او را اگر باشد ایشانرا آنچہ در زمین است ہمہ و

قبول نہ کیا اس کے حکم کو اگر ہو اس کیلئے جو زمین میں ہے سب اور

مِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ ۙ

مانند آں ہمراہ آں عوض خود دہد آنرا آنگروہ ایشانراست بدی حساب

اسکی مثل بھی اسکے ساتھ ضرور اپنا بدلہ دینگے یہی لوگ ہیں جنکے لئے برا حساب ہے ۲

تفسیر الطہار العرفان

۱ یعنی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ علم [قرآن اور دوسری کتب سماویہ] سے لوگ طرح طرح کے دنیوی اور اخروی فائدے حاصل کرتے ہیں اور اپنے دلوں کی وسعت کے مطابق اس سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور یہ علمِ خداوندی قیامت تک بلکہ ہمیشہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اسکو کبھی زوال نہیں ہے اسکی تمثیل بارش کے پانی سے دی جا سکتی ہے۔ اوپر سے بارش ہوتی ہے ندی نالے بھر جاتے ہیں اور وادی میں بہہ نکلتے ہیں۔ وادی کی جتنی وسعت ہوتی ہے اور جیسی ضرورت ہوتی ہے اتنا ہی پانی وادی میں سماتا ہے۔ چھوٹی ندی میں تھوڑا پانی اور گہری بڑی ندی میں زیادہ پانی رواں ہو جاتا ہے لوگ اس پانی سے فائدہ اندوز ہوتے ہیں اس پانی کا کچھ حصہ زمین کے اندر بھی سما جاتا ہے اور اندر گھسنے کے بعد باؤلی، چشموں اور کنوؤں کی شکل میں نمودار ہوتا ہے اور کچھ حصہ زمین کے اوپر گڑھوں اور تالابوں میں رک جاتا ہے اور مدت تک باقی رہتا ہے۔ یا اللہ کے نازل کردہ علم کو دھات سے تشبیہ دی جا سکتی ہے لوگ زیور، برتن، ہتھیار اور اوزار وغیرہ بنانے میں اس سے فائدہ اندوز ہوتے ہیں اور اس سے بنا ہوا سامان مدتِ دراز تک باقی رہتا ہے، رہا باطل منکرین و مشرکین کی اختراعات اور شیطانی توہمات تو ظاہر ہے کہ وہ سب بے اصل ہیں پراگندہ اور منتشر ہیں نہ انکو پائیداری حاصل ہے نہ استقرار و ثبات نہ وہ فائدہ رساں اور نہ دین و دنیا میں منفعت بخش ہیں انکو ہم ان جھاگوں اور میل کچیل سے تشبیہ دے سکتے ہیں جو سیلاب اور پگھلائی ہوئی دھات کے اوپر آجاتا ہے۔ جو کوڑا کرکٹ سیلاب کے اوپر آجاتا ہے سیلاب اسکو اِدھر اُدھر پھینک دیتا ہے۔ اسی طرح حق بھی باطل کو جمنے نہیں دیتا ہے اِدھر اُدھر پھینک دیتا ہے۔ جُفَاء. وہ میل کچیل جو سیلاب اور پگھلائی ہوئی دھات کے اوپر آکر اِدھر اُدھر ہو جاتا ہے۔ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ یعنی اصل پانی اور دھات تو زمین میں قائم رہتا ہے اور لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں علمِ نافع کی بھی یہی حالت ہے یہ بھی پائیدار اور قائم رہنے والا اور لوگوں کو فائدہ پہنچانے والا ہے۔ كَذَالِكَ یعنی جس طرح اللہ نے حق و باطل کی مذکورہ تمثیل بیان کی اسی طرح غیر واضح امور کو کھول کر سمجھانے کیلئے اللہ تعالیٰ تمثیلات سے کام لیتا ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ اس میں اہل ایمان کیلئے در پردہ پیامِ تسکین ہے کہ کفر اگرچہ بظاہر بلند و بالا نظر آتا ہے لیکن اسکی تاریکی چھٹ جائیگی اور نور اسلام چمکے گا اور اسکی روشنی ہمیشہ قائم رہیگی۔ (مظہری) ۲ جاننا چاہیئے کہ یہاں احوالِ سعداء اور احوالِ اشقیاء بیان کئے گئے ہیں۔ احوالِ سعداء تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں بیان کئے گئے ہیں لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى اسکا معنی یہ ہے کہ بیشک ان لوگوں نے قبول کیا جسکی جانب انہیں بلایا گیا یعنی توحید، عدل، نبوت، بعثتِ رسول اور اپنے رسول کی زبان مبارک سے احکام کے التزام کو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اَلْحُسْنٰى سے مراد جنت ہے۔ اہل معانی کہتے ہیں کہ حُسْنٰى بڑی منفعت کو کہتے ہیں اور یہ وہ منفعت ہے جو خالص ہو اس میں ضرر نہ ہو اور انقطاع سے خالی ہو۔ احوالِ اشقیاء اس میں بیان کئے گئے ہیں وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ. اس میں عذاب و عقوبت کے چار انواع بیان کئے گئے ہیں (۱) وہ لوگ اپنی جان کا فدیہ اگر زمین بھر کر بھی دینگے جب بھی قبول نہیں کیا جائیگا (۲) ان کیلئے بُرا حساب ہے۔ زجاج کہتے ہیں کہ اس لئے کہ ان کے کفر نے اچھے اعمال کو ضائع کر دیا (۳) ان کا ٹھکانا جہنم ہے اس لئے کہ وہ لوگ مولیٰ کی خدمت سے خالی تھے اور دنیا کی لذتوں میں منہمک تھے اس لئے جب دنیا سے رخصت ہوں گے تو ان چیزوں کی محبت میں جلتے رہیں گے (۴) بِئْسَ الْمِهَادُ یعنی ان کا ٹھکانا بہت برا ہوگا۔ (تفسیر کبیر)

وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ

و جاے ایشاں دوزخ است و آں بد جاے است ایا کسیکہ میداند کہ آنچہ

اور انکا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے۔ کیا وہ جو جانتا ہے کہ جو

اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ

فرو فرستادہ شدہ است بسوے تو از پروردگار تو راست است مانند کسیکہ باشد او نابینا

کچھ اتارا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے حق ہے وہ اس جیسا ہوگا جو اندھا ہو

اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ

جز ایں نیست کہ پند میگردند خداوندان خرد آنانکہ وفا میکنند بعہد

اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ نصیحت پکڑتے ہیں عقل مند ۱ وہ جو پورا کرتے ہیں

اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ

خدای و نمی شکنند عہد را و آنانکہ می پیوندند آنچہ

اللہ کے عہد کو اور نہیں توڑتے ہیں عہد کو ۲ اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں جسے

اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ

فرمودہ است خدای بآں پیوند کردن آں و می ترسند از پروردگار خویش و می ترسند

فرمایا ہے اللہ نے ملانے کا اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور ڈرتے ہیں

سُوْٓءَ الْحِسَابِ ؕ﴿۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ

از بدی حساب و آنانکہ صبر کردند بطلب رضای

برے حساب سے ۳ اور وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اپنے رب

رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

پروردگار خویش و بر پاداشتند نماز را و خرچ کردند از آنچہ روزی دادیم ایشانرا پنہاں

کی رضا کی طلب میں اور قائم رکھی نماز کو اور خرچ کیا اس سے جو روزی ہم نے اسے دی چھپے

تفسیرِ اظہار العرفان

۱ اس آیت میں مثالِ متقدم کی جانب اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جاننے والا البصیر کی طرح ہے اور جاہل اعمیٰ یعنی نابینا کی طرح ان میں سے ہر ایک دوسرے سے جدا ہے اس لئے کہ نابینا جب چلے گا تو خطرہ ہے کہ کنویں میں گر کر ہلاک ہو جائیگا۔ (تفسیر کبیر)

۲ حضرت قتادہ کہتے ہیں نقض میثاق اور اسکی نعمت سے متعلق بیس آیات سے زائد گذر چکی ہیں۔ اس آیت میں احتمال ہے کہ یہ میثاق کی جانب اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم کو حضرت آدم علیہ السلام کی صُلب سے نکال کر لیا تھا۔ حضرت قفال کہتے ہیں کہ انسانی عقول میں توحید و نبوت کے جو دلائل ہیں انکی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم سات' آٹھ یا نو افراد رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں موجود تھے اور بیعت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے پس ہم نے کہا: ہم نے بیعت کی یہاں تک کہ یہ جملہ ہم نے تین مرتبہ دہرایا اور اپنے ہاتھ بیعت کیلئے پھیلائے۔ ہم میں سے ایک کہنے والے نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! بیشک ہم نے بیعت کر لی لیکن یہ بیعت کس چیز کی ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اللہ کی عبادت کرو' اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ' پانچ وقت کی نماز ادا کرو' فرامین سنو' اطاعت کرو اور کلمہ خفیفہ کو چھپاؤ' پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں سے سوال نہ کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ ان اشخاص میں سے ایک شخص گھوڑا پر سوار ہوا تو اس کا کوڑا زمین پر گر گیا لیکن اس نے کسی سے سوال نہیں کیا کہ اسے اٹھا دے بلکہ خود نیچے اتر کر اسے اٹھایا۔ ابن عربی کہتے ہیں کہ اعظمِ مواثیق میں سے ہے کہ اس کے سوا کسی سے سوال نہ کیا جائے۔ ابوحمزہ خراسانی جو کہ کبار عابدین میں سے تھے جب انھوں نے حدیثِ مذکور سنی تو کہا! اے میرے رب! بیشک ان لوگوں نے تیرے نبی ﷺ کو دیکھ کر وعدہ کیا کہ کسی سے سوال نہیں کرینگے اور میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ کسی سے سوال نہیں کرونگا۔ (القرطبی) ۳ یہ آیت چند امور پر مندرج ہے (۱) صلۂ رحمی! رحم کی تعریف میں اختلاف ہے جو صلہ کا موجب ہے۔ ایک قول کے مطابق اس میں وہ لوگ شامل ہیں جو محرم ہیں کہ ان میں سے ایک کو مرد اور دوسرے کو عورت فرض کرلیں تو ان دونوں کے درمیان نکاح حرام ہو' صلۂ رحمی کی اس تعریف کے مطابق چچا اور خالو کی اولاد اس میں شامل نہ ہوگی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ہر ذی رحم میں عام ہے محرم ہو خواہ غیر محرم ہو' وارث ہو خواہ غیر وارث ہو اور یہ قول [صلۂ رحمی] کے باب میں درست ہے۔ جاننا چاہیئے کہ قطع رحمی حرام ہے اور صلۂ رحمی واجب ہے۔ صلۂ رحمی کے باب میں حد ایا' اعانت بالقول و بالفعل' سلام اور ان کی جانب خط و کتابت شامل ہے بلکہ صلۂ رحمی کے باب میں عرف اور عادت کا اعتبار کیا جائیگا۔ واضح رہے کہ صلۂ رحمی زیادتِ رزق اور زیادتِ عمر کا سبب ہے۔ (۲) نبیوں میں سے ہر نبی پر ایمان لانا پس ان کا یہ کہنا کہ ہم بعض پر ایمان لائے اور بعض کی تکفیر کرتے ہیں یہ قطع کو مستلزم ہے جس کے جوڑنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ (۳) موالاتِ مؤمنین: یہ بہت ہی مستحب ہے اس میں بھائیوں' صالحین' ہمسایہ' دوست اور اقارب کی زیارت' ان کے ساتھ نیکی' تعظیم' صلہ اور ان کے احوال کے لحاظ سے مراتب شامل ہیں۔ چاہیئے کہ جب زیارت کے لئے جائے تو ایسے وقت میں جائے کہ اسے ناگوار نہ گذرے۔ واضح رہے کہ مصافحہ تمام صلہ کے باب سے ہے یعنی جب ملاقات کرے تو چاہیئے کہ خوش دلی کیساتھ مصافحہ کرے اور ان کے حق میں دعاء مغفرت کرے۔ (۴) مخلوق کے حقوق کی رعایت: ان حقوق میں ہر ایک کا حق داخل ہے حتیٰ کہ بلی اور مرغی تک کے حقوق کا خیال رکھا جائے۔
وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ. خاص طور پر محاسبہ سے پہلے اپنا محاسبہ خود کر لیتے ہیں۔ خوف انسان کو برے منازل کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ خوف ہر ایک پر ضروری ہے۔ (روح البیان)

وَعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

و آشکارا و دفع میکنند به نیکوئی بدی را آنگروه ایشانرا ست

اور ظاہر اور ہٹاتے ہیں نیکی سے برائی کو (یہ) وہ گروہ ہے جن کیلئے

عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٢﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ

جزائے آنسرای بوستانہائے با اقامت در آیند آنجا و ہر کہ نیکوکار باشد

اس گھر کا اچھا بدلہ ہے [1] بسنے کے باغات اس میں (آپ) ہونگے اور جو کوئی نیکوکار ہونگے

مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ

از پدران ایشاں و زنان ایشاں و فرزندان ایشاں و فرشتگان در آیند

انکے باپ دادا انکی عورتیں اور انکی اولاد میں سے اور فرشتے داخل ہونگے

عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿٢٣﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ

بر ایشاں از ہر درے سلام است بر شما بسبب صبر کردن شما نیکوست

ان پر ہر دروازے سے [2] سلام ہے تم پر تمہارے صبر کی وجہ سے، پس اچھا ہے

عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٤﴾ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ

جزائے آنسرای و آنانکہ می شکنند عہد خدائے را از

اس گھر کا بدلہ [3] اور وہ لوگ جو توڑتے ہیں اللہ کے عہد کو

بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ

پس استوار کردن آں و قطع میکنند آنچہ فرمودہ است خدای بآں پیوند کردن

اسے مضبوط کرنے کے بعد اور کاٹتے ہیں جسے اللہ نے حکم فرمایا ہے جوڑنے کا

وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ

و فساد کنند در زمین آنگروہ ایشانرا ست لعنت و مر ایشانرا ست

اور فساد کرتے ہیں زمین میں، یہ وہ گروہ ہے جن کیلئے لعنت ہے اور ان کیلئے ہے [4]

[1] حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ عمل صالح سے برے اعمال کو ہٹاتے ہیں، ابن زید کہتے ہیں کہ خیر سے شر کو ہٹاتے ہیں، حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ معروف سے منکر کو ہٹاتے ہیں، حضرت ضحاک کہتے ہیں سلام سے فحش کو ہٹاتے ہیں، حضرت جبیر کہتے ہیں کہ عفو سے ظلم کو ہٹاتے ہیں، ابن شجرہ کہتے ہیں کہ توبہ سے گناہ کو ہٹاتے ہیں، قتبی کہتے ہیں کہ حلم سے جاہل کی بے وقوفی کو ہٹاتے ہیں پس یہاں بے وقوفی [سفہ] سے مراد گناہ اور حلم سے مراد نیکی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب وہ کسی گناہ کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے استغفار کے ذریعے ہٹا دیتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ سے مراد ہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت سے شرک کو دفع کرتے ہیں۔ پس یہ سارے اقوال مل کر نو [9] ہو گئے ان سب کا معنی تقریباً ملتا جلتا ہے لیکن ان میں سے اول قول عموم پر مشتمل ہے اسکی نظیر یہ آیت ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ "بیشک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں" اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! گناہ کے بعد نیکی کرو جو گناہ مٹا دیگا اور لوگوں کے خالق نے اسے اچھے اخلاق کیساتھ پیدا کیا۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ یعنی آخرت کا انجام اور وہ جہنم کے بدلے جنت ہے۔ جنت مطیع کیلئے اور جہنم عاصی کیلئے ہے پس جب فرمانبرداروں کے اوصاف بیان کئے گئے تو ان کے گھر جنت کا ذکر بھی ضروری تھا۔ (القرطبی)

[2] حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عمر ﷺ نے ممبر شریف پر آیت جَنّٰتُ عَدْنٍ تلاوت فرمائی پھر فرمایا: لوگو! تم کو معلوم ہے کہ جنات عدن کیا ہیں، عدن جنت میں قصر ہے جس کے دس ہار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر ۲۵ ہزار فراخ چشم حوریں متعین ہیں اس قصر میں سوائے نبی، صدیق اور شہید کے اور کوئی داخل نہ ہوگا۔ اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالٰی کاملوں کی عزت افزائی کرے گا اور ان کے دلوں کو خوش کرنے کیلئے ایسے لوگوں کو بھی ان کے مرتبے پر فائز کر دیگا جو اپنے اعمال کے لحاظ سے اس درجہ کے مستحق نہ ہونگے اور کاملین کے اعمال کی طرح ان کے اعمال نہ ہونگے۔ آباء واجداد، اولاد اور بیویاں خواہ اہل جنت کے درجات پر فائز ہونے کے اہل نہ ہوں مگر جنتیوں کی خوشی کی خاطر ان کو بھی اہل جنت کا ساتھی کر دیا جائیگا بشرطیکہ وہ مؤمن ہوں۔ صالح یعنی مومن ہونے کی شرط بتا رہی ہے کہ بغیر ایمان کے قرابت نسب مفید نہ ہوگی۔ آباء کے اندر بدلالت نص مائیں بھی داخل ہیں۔ (مظہری وحاشیہ مظہری) [3] پھر ملائکہ ان کے مراتب کے جلال کے ساتھ جنت میں دخول کے وقت سلام پیش کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ہر سال شہداء کی قبور پر آتے اور یوں کہتے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ. اسی طرح خلفائے اربعہ بھی کرتے تھے [وہ بھی ہر سال شہداء کی قبور پر آتے اور انھیں سلام پیش کرتے تھے] (تفسیر کبیر) بِمَا صَبَرْتُمْ یعنی یہ کرامت عظمٰی دنیا میں فقر اور ملازمت طاعت کے سبب ہے۔ حضرت انس ﷺ روایت کرتے ہیں کہ فقراء نے اپنا ایک قاصد رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ پس اس قاصد نے آکر عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں فقراء کی جانب سے قاصد ہوں، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرحبا تم ایسی قوم کے پاس سے آئے ہو جو قوم مجھے بہت محبوب ہے۔ قاصد نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اغنیاء کل خیر کی جانب جاتے ہیں وہ حج کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے ہیں۔ وہ صدقہ دیتے ہیں ہم نہیں دے پاتے، وہ غلام آزاد کرتے ہیں ہم نہیں کر پاتے ہیں، جب وہ بیمار ہوتے ہیں تو اپنے اموال کے ذخیرہ کی جانب جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: مجھ تک خبر آئی ہے کہ جو فقراء صبر کرتے ہیں ان کیلئے تین ایسے خصال ہیں جو اغنیاء کیلئے نہیں ہیں یعنی جنت کی خوشبو پہلے پانا، جنت میں اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہونا اور تسبیح کہنے سے ہر ایک ثواب کا مستحق ہونا۔ (تلخیص روح البیان) [4] سعداء کے احوال بیان کرنے کے بعد اشقیاء کے احوال بیان ہو رہے ہیں (تفسیر کبیر)

سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ

بدی آنسرای الله هست کشاده کند روزی را برائے کسیکه خواهد و تنگ کند

اس گھر کا برا بدلہ۔ اللہ کشادہ فرماتا ہے روزی جس کیلئے چاہے اور تنگ فرماتا ہے

وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ

و شاد شوند بزندگانی دنیا و نیست زندگانی دنیا در آخرت

اور خوش ہوتے ہیں دنیا کی زندگی سے اور نہیں ہے دنیا کی زندگی آخرت (کے مقابلے) میں

اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ

مگر برخورداری و میگوند آنانکه نگرویدند چرا نه فرستاده شد بروی نشانه

مگر کچھ فائدہ اٹھانا[۱] اور کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا کیوں نہ اتاری گئی ان پر کوئی نشانی

مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ

از پروردگار او بگو هر آئنه خدای گمراه کند هر کرا خواهد و راه نماید

ان کے رب کی جانب سے، آپ فرما دیجئے اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راستہ دکھاتا ہے

اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ

بسوے خود هر کرا رجوع کند آنانکه گرویدند و آرام میکردند دلها ایشاں بیاد

اپنی جانب جو اسکی طرف رجوع کرتے ہیں[۲] وہ لوگ جو ایمان لائے اور آرام حاصل کرتے ہیں ان کے دل اللہ

اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

خدای آگاه شو بیاد خدای آرام میکردند دلها آنانکه گرویدند و آرام میگرند دلها آنانکه گرویدند ایشاں بیاد

کی یاد سے، آگاہ رہو اللہ کی یاد سے دل آرام حاصل کرتے ہیں[۳] اور وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾ كَذٰلِكَ

و کردند نیکیها حالت خوش باشد ایشانرا و نیکو باز گشت است همچنیں

اور اچھے کام کئے اچھی حالت ہو گی ان کیلئے اور پلٹنے کی اچھی جگہ ہے[۴] اسی طرح

تفسیر اظہار العرفان

[۱] جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے توحید ونبوت کے عہد کو توڑا وہ دنیا میں ملعون ہیں اور آخرت میں عذاب والے ہیں۔ ایسی صورت میں یہاں یہ سوال ابھرتا ہے کہ جب یہ لوگ اعداء اللہ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے نعمتوں اور لذتوں کے دروازے دنیا میں ان پر کیوں کھولے؟ اسکا جواب اس آیت میں دیا جا رہا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ بعض کیلئے رزق وسیع فرماتا ہے اور بعض کیلئے تنگ فرماتا ہے اسکا تعلق کفر اور ایمان سے نہیں ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کافر کیلئے رزق وسیع ہوتا ہے مؤمن کیلئے نہیں، اسی طرح مومن کے رزق میں تنگی ہوتی ہے کافر کیلئے نہیں۔ اسی لئے کہ یہ دنیا دار الامتحان ہے۔ پس جس کیلئے رزق وسیع فرماتا ہے وہ خوش ہوتا ہے حالانکہ یہ خوشی کا مقام نہیں ہے اس لئے کہ دنیا کی یہ ساری چیزیں آخرت کے مقابلے میں حقیر ہیں اور حقیر چیز خوشی کی موجب نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر)

[۲] اس آیت میں ان لوگوں کا بیان ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھا لیکن اسکے باوجود ایمان نہیں لائے، یہاں قائل عبداللہ بن ابی امیہ اور اس کا ساتھی ہے جب ان لوگوں نے نبی ﷺ سے نشانیاں طلب کیں۔ (القرطبی)

[۳] یعنی انکے دلوں میں ایمان ویقین جم جاتا ہے اور ہر طرح کا شک زائل ہو جاتا ہے، یہاں ذکر سے مراد قرآن اور اطمینان سے مراد ہے ایمان۔ کیونکہ ایمان دلوں کا سکون ہے اور نفاق دلوں کی بے چینی، یا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے شیطانی وسوسے زائل ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر آدمی کیلئے دو خانے ہوتے ہیں ایک خانے میں فرشتہ کا ظہور ہوتا ہے اور دوسرے خانے میں شیطان کا ظہور۔ جب آدمی اللہ کو یاد کرتا ہے تو شیطان پیچھے کو سمٹ جاتا ہے اور اللہ کو جب یاد نہیں کرتا تو شیطان اپنی چونچ آدمی کے دل میں رکھ دیتا ہے اس طرح وسوسہ پیدا ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے کہ دل پر شیطان مالش کرتا ہے جب آدمی اللہ کو یاد کرتا ہے تو شیطان پیچھے کو سکڑ جاتا ہے اور جب اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے تو شیطان اس کے دل میں وسوسہ ڈال دیتا ہے، یا آیت کا یہ مطلب ہے کہ اہل ایمان کے پاک وصاف دلوں کی روزی اللہ کی یاد ہے، اللہ کی یاد سے ان کو چین اور سکھ ملتا ہے جیسے مچھلیوں کو پانی میں، پرندوں کو ہوا میں اور وحشی جانوروں کو جنگل میں، لیکن اگر غفلت آفریں کوئی اندرونی خیال آجاتا ہے یا اہل غفلت کی صحبت اثر انداز ہوتی ہے تو دلوں کا چین جاتا رہتا ہے، بے چینی اور عدم سکون پیدا ہو جاتا ہے جیسے پانی سے باہر مچھلی کو اور خشکی کے جانور کو پانی کے اندر اور وحشی جانور کو پنجرے میں اضطراب ہوتا ہے۔ صوفیاء صافیہ کے خادموں کیلئے ان حالات کا مشاہدہ بالکل بدیہی ہے ہر مرشدِ برحق کا خدمت گذار ان حالات کو دیکھا کرتا ہے اس مطلب پر اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مراد ہونگے پاک باطن اور روشن دل صوفیاء۔ (مظہری) [۴] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کو طوبیٰ کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیگا میرا بندہ جو کچھ چاہتا ہے تو پھٹ کر اپنے اندر سے اس چیز کو نکال دے۔ حکم کے مطابق درخت پھٹ جائیگا اور اسکے اندر سے بندہ کی خواہش کے مطابق گھوڑا، زین اور لگام سمیت برآمد ہوگا اور بندہ کی خواہش کے مطابق اونٹنی اپنے کجاوے، نکیل اور ساز وسامان سمیت برآمد ہو جائیگی اور کپڑے بھی پھٹ کر اس درخت سے نکلیں گے۔ حضرت ابوامامہ باہلی کہتے ہیں کہ طوبیٰ جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ جنت کا ہر درخت اسی سے پیدا ہوا، کوئی پرندہ اس درخت کے بغیر خوبصورت نظر نہیں آئیگا اور اس میں سے ہر طرح کا پھل میسر آئیگا۔ کہا گیا ہے کہ اس درخت کی جڑ جنت میں قصرِ نبی ﷺ میں ہوگی پھر اسکی شاخیں اہل جنت کے گھروں میں ہونگیں جیسے آپ سے دنیا میں علم وایمان پھیلا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حبشی زبان میں طوبیٰ جنت کو کہتے ہیں۔ (القرطبی)

اَرْسَلْنٰكَ فِیْۤ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ

فرستادیم در گروہے کہ ہر آئنہ گذشتہ است پیش از وی امتہای تا بخوانی

ہم نے بھیجا آپکو (ایسے) گروہ میں کہ ان سے پہلے بہت سے گروہ گذر چکے ہیں تا کہ آپ پڑھیں

عَلَیْهِمُ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ وَ هُمْ یَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ

بر ایشاں آنچہ وحی کردیم بسوئے تو و ایشاں کافر شوند بخدا

ان پر جو وحی ہم نے آپکی جانب کی اور وہ انکار کرتے ہیں اللہ کا

قُلْ هُوَ رَبِّیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَیْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾

بگو اوست پروردگار من نیست معبودی مگر او بروی توکل کردم و بسوے اوست باز گشت

آپ فرما دیجئے وہی ہے میرا رب نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ' اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ ۱

وَ لَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ

و اگر بودے قرانی کہ رواں کردہ میشدند بآں کوہہا یا شگافتہ میشد بآں زمین

اور اگر ہوتا کوئی ایسا قرآن کہ چلا دیئے جاتے اس سے پہاڑوں کو یا اس سے زمین پھاڑ دیئے جاتے

اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰی ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا ؕ اَفَلَمْ یَایْـَٔسِ الَّذِیْنَ

یا بسخن آوردہ میشد بآں مردگانرا بلکہ مر خدایراست فرمان ہمہ یکجا ایا ندانستہ اند آنانکہ

یا کلام کرادیئے جاتے اس کے ذریعے مردوں سے' (تو بھی ایمان نہیں لاتے) بلکہ اللہ کیلئے ہے تمام فرمان' کیا انھیں

اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَی النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ لَا

گرویدند کہ اگر خواستی خدای راہ نمودی مردمانرا ہمہ یکجا و

نہیں معلوم وہ لوگ جو ایمان لائے اگر اللہ چاہے تو راستہ دکھا دے سب لوگوں کو اور

یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ

ہمیشہ کافران بایں صف باشند کہ میرسد بایشاں بسبب آنچہ کردند عقوبتے سخت یا

ہمیشہ اس صفت میں رہیں گے کہ پہنچتی رہیگی اس سبب سے جو انھوں نے کیا سخت عذاب یا ۲

۱ حضرت حسن کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپکو ویسے ہی بھیجا جیسے آپ سے پہلے انبیاء کو بھیجا۔ کہا گیا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ انعامات کی مثال جو ہم نے آپکی جانب بھیجے ویسے ہی ہے جیسے آپ سے پہلے رسولوں کی جانب بھیجے۔ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ حضرت مقاتل اور ابن جُریج کہتے ہیں کہ یہ صلح حدیبیہ کے بارے میں نازل ہوئی جب انھوں نے ارادہ کیا کہ صلح نامہ لکھا جائے تو نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: لکھو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. سہیل بن عمرو اور مشرکین کہنے لگے: ہم رحمٰن کو نہیں جانتے مگر صاحبِ یمامہ یعنی مسیلمہ کذاب کو' اس لئے آپ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھیں اہل جاہلیت اسی طرح لکھتے تھے۔ پس نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی لکھو مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ "یہ وہ معاملات ہیں جن پر محمد رسول اللہ نے صلح فرمائی" مشرکین قریش نے کہا: اگر آپ اللہ کے رسول ہوتے پھر ہم آپ سے لڑائی کرتے اور آپ کا راستہ روکتے تو ہم ظالم ہوتے اس لئے آپ یہ لکھوایئے هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ. پس اصحابِ نبی ﷺ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم ان مشرکین سے لڑائی کریں۔ آپ نے یہ سنکر ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ وہ جو چاہتے ہیں وہی ہم لکھ دینگے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کفار قریش کے بارے میں نازل ہوئی جب نبی ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اُسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ "تم لوگ رحمٰن کو سجدہ کرو" انھوں نے جواباً کہا: رحمٰن کون ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد (ﷺ)! آپ ان منکرین سے کہہ دیجئے کہ وہی رحمٰن میرا رب ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور وہ ایک ہے۔ کہا گیا ہے کہ ایک روز ابوجہل نے نبی ﷺ کو دعا کرتے دیکھا آپ ان الفاظ سے دعا کر رہے تھے يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ. ابوجہل نے کہا محمد (ﷺ) ہمیں بتوں کی عبادت سے روکتے ہیں اور وہ خود دو معبودوں کو پکار رہے ہیں۔ اس پر یہ آیت اور قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ نازل ہوئیں۔ (القرطبی) ۲ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اگر مکہ کے پہاڑوں کو یہاں سے چلا دیں کہ میدان نکل آئے اور ہم اس میں کھیتی کریں یا جس طرح ہوا کے ذریعے حضرت سلیمان علیہ السلام مسافت طے کرتے تھے اور قوم کو ہوا کے دوش پر قطع مسافت کراتے تھے آپ بھی ہمارے لئے ایسا کر دیتے' یا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیتے تھے آپ بھی ہمارے لئے مردوں کو زندہ کر دیتے [تو ہم ایمان لے آتے] اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ بتا رہا ہے کہ اگر امور مذکورہ قرآن کے ذریعہ سے کر بھی دیئے جاتے تب بھی یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے آیت ذیل میں بیان فرمایا: وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَيْهِمُ الْمَلٰۤئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى الخ اگر ہم فرشتوں کو اتار کر ان کے پاس بھیج دیتے اور مردے ان سے کلام کرتے اور ہر چیز کو جمع کر کے انکے سامنے لے آتے [کہ سب توحید و رسالت کی گواہی دیتے] تب بھی یہ ماننے والے نہ تھے' یا یہ مطلب ہے کہ اگر قرآن کے ذریعے پہاڑ بھی رواں کر دیتے تب بھی یہ کفر ہی کرتے ایمان نہ لاتے کیونکہ ان کیلئے بدبختی لکھ دی گئی ہے۔ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا بلکہ سارا اختیار خاص اللہ ہی کو ہے' کافروں کی فرمائشوں کو پورا نہ کیا جانا اس وجہ سے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا بلکہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے انکی فرمائشیں بلکہ ہر امر کر سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ چاہتا نہیں ہے کیونکہ اس کو علم ہے کہ یہ لوگ اس کے بعد بھی ایمان نہیں لائیں گے خواہ کوئی سی بھی نشانی ان کو نظر آ جائے' یا اس لئے یہ فرمائشی معجزات اللہ ظاہر نہیں کرتا ہے کہ ان کو ہدایت یاب کرنا نہیں چاہتا' امام بغوی کہتے ہیں کہ بعض صحابہ کو بھی خواہش ہوئی کہ اللہ تعالیٰ یہ فرمائشیں پوری کر دے تو بہتر ہے تا کہ یہ لوگ ایمان لے آئیں اس پر اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا نازل ہوئی۔ (مظہری)

تَحُلُّ قَرِيبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَأْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ

فرود می آید نزدیک او سراہا ایشاں تا وقتیکہ بیاید وعدہ ہر آئنہ خدای

اترے ان کے گھروں کے قریب یہاں تک کہ آئے اللہ کا وعدہ، بیشک اللہ

لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ

خلاف نکند وعدہ را و ہر آئنہ استہزاء کردہ باشد پیغامبران پیش

خلاف نہیں کرتا وعدہ کے۔ اور بیشک رسولوں کا استہزا کیا گیا آپ سے

قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ

از تو پس مہلت دادم مر آنانرا کہ نکردیدند پس بگرفتیم ایشانرا پس چگونہ

پہلے پس میں نے مہلت دی ان لوگوں کو جنہوں نے انکار کیا پھر انھیں پکڑا پس کیسا

كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾ أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا

بود عقوبت من آیا کیست خبر گیرندہ است بر ہر نفسے بآنچہ

ہوا میرا عذاب ۱ تو کون ہے جو خبر رکھنے والا ہو ہر نفس پر جو

كَسَبَتْ ۗ وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ ۖ قُلْ سَمُّوهُمْ ۚ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا

کردہ باشد و کردند خدا را شریکان بگو بیان کنید نام ایشانرا آیا خبر میدہید او را

اس نے کیا اور انھوں نے کیا اللہ کیلئے شریکوں کو' آپ فرمادیجئے بیان کرو ان کے نام' کیا تم خبر دیتے ہوئے اسے

يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۗ بَلْ

بآنچہ نمیداند در زمین یا فریفتہ مشو از سخن بلکہ آراستہ است

جو نہیں جانتا ہے زمین میں یا دکھاوے کی بولی نہ بناؤ بلکہ آراستہ کیا ہے

زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ ۗ وَمَنْ

مر آنانرا کہ نکردیدند مکر ایشاں و باز داشتہ شد از راہ و ہر کرا

ان لوگوں کیلئے جنہوں نے انکار کیا ان کے مکر کو اور روک دیئے گئے آراستہ سے اور جسے ۲

۱ جاننا چاہیئے کہ قوم نے رسول اللہ ﷺ سے ہر طرح کے معجزات کا مطالبہ استہزاء اور تحریت کے طور پر کیا تو یہ رسول اللہ ﷺ پر شاق گذرا اور انکے کلمات سے تکلیف ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو آپکی تسلی اور بیوقوف قوم کی بیوقوفی پر صبر کی خاطر نازل کیا اور فرمایا کہ بیشک ہر زمانے میں قوم نے اپنے نبی کا مذاق اڑایا۔ تسلی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں عنقریب ان کفار سے بدلہ لونگا جس طرح پہلے کے کافروں سے بدلہ لیا۔ (تفسیر کبیر) اس آیت میں اشارہ ہے کہ انبیاء اور اولیاء کی شان میں استہزاء کرنا اشقیاء کی علامات میں سے ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی تو تحقیق اس نے مجھے جنگ پر ابھارا یعنی جس نے میرے ولیوں میں سے کسی ایک ولی کو بھی اذیت دی یا انھیں ناراض کیا تو اس نے مجھ سے لڑائی کی اور اللہ تعالیٰ اپنے ولی کی جلد مدد فرماتا ہے اس لئے کہ ولی اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکا ناصر ہوتا ہے۔ پس اولیاء اللہ سے محبت اور انکی صحبت میں آنا جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک انفع الاعمال میں سے ہے اور ان سے بغض و عداوت رکھنا' انھیں حقیر جاننا اور انکے حق میں طعن کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اضر الاعمال میں سے ہے۔ مروی ہے کہ ایک بادشاہ کا سپہ سالار مشائخ کبار میں سے کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے آگیا۔ شیخ نے اسے بتایا کہ شریعت کا قانون ہے کہ کسی کے گھر میں اسکی اجازت کے بغیر داخل ہونا منع ہے۔ شیخ گھر کے اندر گئے اور قرآن پاک لاکر یہ آیت پڑھکر اس ظالم سپہ سالار کو سنائی:

يَاۤ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلٰى أَهْلِهَا.

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور انکے ساکنوں پر سلام نہ کرلو'' یہ سنکر ظالم سپہ سالار نے کہا میں اپنے امیر کا منشورا اپنے پاس رکھتا ہوں۔ اس لئے اس نے شیخ کی جانب کوئی التفات نہ کیا اور اس گھر میں داخل ہوگیا۔ اسی شب اسے قونج کا مرض ہوا اور ہلاک ہوگیا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس قسم کا قبیح معاملہ اوصافِ نفس کے غلبہ سے ہوتا ہے اس لئے عاقل پر لازم ہے کہ اپنے نفس کو برے اخلاق سے بچائے تا کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے قہر سے اپنے آپکو بچالے' کیا آپکو معلوم نہیں ہے کہ بیشک مومنین نے نبی ﷺ کی جانب تعظیم کی نظر سے دیکھا اور اپنے کبر کو تواضع وانکساری سے بدلا اور اسلام میں داخل ہو کر سعادتِ دارین کے متمنی ہوئے۔ اسکے برعکس کافروں نے نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں شقاوتِ ابدیہ سے ملحق فرمایا۔ بس یہی حال قیامت تک کے مومنین اور منکرین کا ہے پس اولیاء چونکہ رسول کے وارث ہوتے ہیں اس لئے انکا معاملہ ایسا ہی ہے جیسے رسول کا معاملہ۔ (روح البیان) ۲ یعنی اللہ تعالیٰ ہر عمل سے واقف ہے اس لئے کسی عمل کا بدلہ اسکی طرف سے موقوف نہیں ہوگا' یہاں ہمزہ [أَفَمَنْ هُوَ میں] سوالیہ ہے اس لحاظ سے معنی یہ ہوگا کہ کیا تم اللہ کیساتھ بتوں کو شریک قرار دیتے ہو اور جو ذات ہر شخص کے ہر عمل کی نگراں ہے اسکو بےخبر' جماد اور عاجز کی طرح سمجھتے ہو۔ یادرکھنا جو چیز ہے یا آئندہ ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب سے واقف ہے مگر اسکو ایسی کوئی ہستی معلوم نہیں جو استحقاقِ عبادت میں اسکی شریک ہو۔ پس کیا تم بتوں کے وہ اوصاف بتا سکتے ہو جنکی وجہ سے وہ مستحق عبادت ہوسکے اور ایسے شریکوں کی صفات بیان کرسکتے ہو جو مستحقِ عبادت قرار پاسکیں' یا بتوں کو تم اللہ کا شریک ظاہری طور پر کہتے ہو سطحی طور پر یونہی سن سنا کر زبان کہہ دیتے ہو جسکی واقع میں کوئی حیثیت نہیں ہے اور جسکا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہے جیسے حبشی کا نام کافور رکھ دیا جاتا ہے [حبشی چونکہ کالا ہوتا ہے اور کافور کا رنگ سفید ہوتا ہے اس لئے ان دونوں میں کوئی مناسبت نہیں ہوتی ہے سوائے نام کے] شیطان نے انکی فریب کاری اور مکر سازی کو انکی نظر میں آراستہ کردیا ہے اسلئے وہ اپنی غلط جھوٹی باتوں اور فریب کاریوں کے تخیل میں مست ہیں اور دین کی راہ سے پھرے ہوئے ہیں (مظہری)

يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

گمراه کند خدای پس نیست او را ہیچ راه نماینده ایشانرا عذاب در زندگانی دنیا

گمراہ کرے اللہ پس نہیں ہے اس کیلئے کوئی راہ دکھانے والا۔ ان کیلئے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ

و ہر آئنہ عذاب آخرت سخت تر است و نیست ایشانرا از خدای ہیچ نگاہدارنده مانند

اور بیشک آخرت کا عذاب سخت تر ہے اور نہیں ہے ان کیلئے کوئی اللہ کے سوا بچانے والا ا مثال

الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۗ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۗ

بہشت از آنکہ وعده داده شد پرہیزگارانرا از زیر آں جوبہا

(اُس) جنت کی ہے جس کا وعدہ دیا گیا پرہیزگاروں کو انکے نیچے نہریں جاری ہونگیں

اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى

میوہاے آں جاوید است و سایہ اش ہمچنیں است پاداش آنکہ پرہیز کردند و سزای

انکے میوہ ہمیشہ ہونگے اور اسکا سایۂ یہ ہے بدلہ کہ انھوں نے پرہیزگاری کی اور کافروں کی

الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ

کافراں آتش است و آنانکہ دادیم ایشانرا کتاب شاد شوند بآنچہ

سزا جہنم ہے۲ اور وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی خوش ہوتے ہیں اس سے جو بھیجے گئے آپکی طرف اور گروہوں میں

اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ۭ قُلْ

فرستاده شده بسوے تو و از گروہ ہا کہ انکار میکند بعض او را بگو

سے کچھ وہ ہے جو انکار کرتے ہیں اسکے بعض کا' آپ فرمادیجئے اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ میں مامور ہوں اس پر کہ میں

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ اَدْعُوْا

جز ایں نیست مامور شدم آنکہ پرستیدم خداے را و شرک نیارم باں بسوے او بخوندم

پوجوں اللہ کو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں اسی کی جانب بلاتا ہوں ۳

۱ یعنی مشرکین کیلئے یہ دنیا میں عذاب ہے کہ انہیں قیدی بنایا جائیگا اور انھیں قتل کیا جائیگا اور آخرت کا عذاب تو ان کیلئے اور سخت ہے۔ (القرطبی)

۲ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ بیان فرمایا کہ کفار کیلئے دنیا و آخرت میں عذاب ہے تو اب اسکے بعد متقین کا ثواب بیان ہورہا ہے۔ واضح رہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے جنت کو تین اوصاف سے متصف فرمایا ہے۔ پہلی صفت: تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یعنی اسکی نیچے نہریں جاری ہونگیں۔ دوسری صفت: اسکا پھل دائمی ہوگا یعنی دنیا کے باغات کے پھل' پتے اور منافع دائمی نہیں ہوتے ہیں جب کہ جنت میں یہ سب دائمی اور غیر منقطع ہونگے۔ تیسری صفت: اسکا سایہ دائمی ہوگا یعنی جنت میں گرمی ہوگی نہ سردی' سورج ہوگا نہ چاند اور نہ اندھیرا ہوگا اسکی نظیر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں موجود ہے لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا. ترجمہ: ''نہ دیکھیں گے اس میں دھوپ اور نہ کڑکڑاتی ٹھنڈ''۔ (تفسیر کبیر) حضرت ثوبان ﷛ نے فرمایا کہ میں نے خود سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرمارہے تھے جنت والوں میں سے کوئی شخص بھی جنت کا پھل لیگا فوراً اسکی جگہ ویسا ہی دوسرا پھل دوبارہ آجائیگا۔ فرقۂ جہمیہ قائل ہے کہ جنت کی راحت فنا پذیر ہے۔ آیت مذکورہ اور حدیث سے اس فرقہ کے قول کی تردید ہورہی ہے۔ حضرت شعیب کہتے ہیں کہ میں اور ابو العالیہ ریاحی سورج نکلنے سے پہلے سیر کو نکلے [سہانا وقت دیکھکر] ابو العالیہ نے کہا: مجھے بتایا گیا کہ جنت کا وقت ایسا ہی ہوگا پھر انھوں نے آیت وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ تلاوت کی۔ (مظہری)

۳ امام بغوی کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ رحمٰن کا لفظ قرآن میں کم آیا تھا جب حضرت عبد اللہ بن سلام ﷛ اور آپکے ساتھی مسلمان ہوگئے اور قرآن میں رحمٰن کا ذکر انھوں نے کم پایا تو یہ چیز انکو کچھ اچھی معلوم نہ ہوئی کیونکہ توریت میں تو یہ لفظ بکثرت آیا ہے اسکے بعد جب بار بار یہ لفظ قرآن میں آیا انکو اس سے خوشی ہوئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض علمائے تفسیر کے نزدیک وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ میں منکرین سے مراد مکہ کے مشرکین ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح نامہ جب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھوائی تو مشرکین کہنے لگے کہ ہم تو رحمٰن یمامہ [مسیلمہ کذاب] کے علاوہ کسی اور رحمٰن سے واقف نہیں اس پر آیت وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ اور آیت هُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ نازل ہوئیں۔ بَعْضَهٗ کا لفظ بتارہا ہے کہ مشرکین لفظِ اللہ کے ذکر کا انکار نہیں کرتے تھے بلکہ رحمٰن کا لفظ ذکر کرنا ان لوگوں کو گوارا نہ تھا۔ قُلْ اِنَّمَا اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا اُشْرِكَ بِهٖ اگر یہ قول پیش کرنے کا حکم منکرینِ اہل کتاب عیسائی اور یہودی کے مقابلہ میں ہے تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کہہ دیجئے کہ جو قرآن مجھ پر نازل ہوا اور وحی مجھ پر بھیجی گئی اس میں مجھے اللہ کی عبادت کرنے اور شرک نہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے' دین کا مرکزی ستون یہی ہے تم لوگ بھی اسکا انکار نہیں کرسکتے' باقی رہا تمہاری شریعتوں سے میرے شرعی احکام کا مختلف ہونا سو یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے تمام آسمانی کتابیں اور شریعتیں جزوی احکام میں باہم اختلاف رکھتی ہیں' ایک دوسرے کا نسخ کرتی چلی آئی ہیں' اگر آیت کو عام کافروں کے حق میں قرار دیا جائیگا تو مطلب اسطرح ہوگا آپ فرمادیجئے کہ اللہ کی عبادت کرنے اور شرک نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کو اللہ' رحمٰن اور رحیم کے مختلف ناموں سے پکارنا توحید کے خلاف نہیں۔ لفظِ رحمٰن کا انکار بے حقیقت ہے۔ (مظہری) وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ یعنی بعض وہ ہیں جو کتاب کے نزول سے خوش ہوتے ہیں جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام ﷛ اور وہ لوگ جو حبشہ سے آئے تھے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ یہ اصحاب محمد ﷺ ہیں جو نورِ قرآن سے خوش ہوتے ہیں' حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یہ اہل کتاب کے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہود و نصاری کی جماعت ہے جو نزولِ قرآن سے اس لئے خوش ہوتی تھی کہ اس میں اسکی تصدیق ہے۔ پس ان اقوال کے پیش نظر لفظ عام ہے لیکن مراد خاص ہے۔ اِلَيْهِ اَدْعُوْا یعنی میں لوگوں کو اللہ کی عبادت کی جانب بلاتا ہوں کیونکہ سارے امور کا انجام اسی کی جانب ہے۔ (القرطبی)

وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ

و بسوے اوست باز گشت و ہمچنیں فرستادیم قرانرا کتابے عربی و اگر

اور اسکی طرف لوٹنا ہے اور اسی طرح ہم نے بھیجا قرآن کو عربی اور اگر

اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ

پیروی کنی آرزوہائے ایشاں را از پس آنچہ آمد بتو از دانش نیست ترا از

تو پیروی کرے انکے خواہشوں کی اسکے بعد کہ آیا تمہارے پاس علم تو نہیں ہو گا تیرے لئے

اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ

خدای ہیچ دوستی و نہ نگاہدارندہ و ہر آئنہ فرستادیم ما فرستادگان

اللہ کے مقابلے میں کوئی دوست اور نہ کوئی بچانے والا ۱ اور بیشک ہم نے بھیجے رسول

قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ

پیش از تو و دادیم ایشانرا زنان و فرزندان و نشاید ہیچ پیغمبر را

آپ سے پہلے اور ہم نے انھیں عورتیں اور بچے دیں اور مناسب نہیں ہے کسی رسول کو

اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ

آنکہ بیارد نشانہ مگر بامر خدای ہر قضائے را نامہ است نا بود میسازد خدا

کہ وہ لائیں کوئی نشانی مگر اللہ کے حکم سے ہر فیصلہ کیلئے نامہ ہے ۲ مٹاتا ہے اللہ

مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ

ہر چہ میخواہد و ثابت کند و نزدیک اوست لوح محفوظ و اگر بنمایم ترا

جو چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہے اور اسکے پاس ہے لوح محفوظ ۳ اور اگر ہم دکھائیں تمہیں

بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ

بعض آنچہ وعدہ میکنیم بایشاں یا قبض روح تو میکنیم پس جز ایں نیست کہ بر تو

ان وعدوں میں سے بعض وعدہ جو ہم ان سے کرتے ہیں یا تمہاری روح کو قبض کریں پس اسکے سوا کچھ نہیں کہ تم پر ۴

ع ۶ / ۱۱

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی کتب سابقہ کو جس طرح ہم نے انبیاء کی اپنی زبان میں اتارا اسی طرح قرآن کو ہم نے آپکی اپنی زبان میں اتارا۔ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ الخ حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ خطاب نبی ﷺ سے ہے اور مراد امت ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ مروی ہے کہ یہود نے نبی ﷺ پر ازواج سے متعلق عیب لگایا اور کہا کہ ہم اس شخص [محمد ﷺ] کو نہیں دیکھتے ہیں مگر صرف عورتوں اور نکاح میں رغبت کرتے ہوئے' اگر یہ نبی ہوتے تو عورتوں کو چھوڑ کر امورِ نبوت میں مصروف ہوتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور انکے سامنے حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا ذکر کیا۔ واضح رہے کہ یہ آیت نکاح کی ترغیب دے رہی ہے اور ترکِ نکاح سے روک رہی ہے' نکاح سنتِ مرسلین ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نکاح کرو اس لئے کہ میں تمہاری کثرت دیکھنا چاہتا ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے شادی کی اس نے اپنا دین مکمل کیا اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اس نے اپنے نصفِ ثانی کو مکمل کیا۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نکاح چونکہ انسان کو زِنا سے بچاتا ہے اور عفاف پیدا کرتا ہے۔ ان دو خصلتوں میں سے ایک خصلت ہے جسکے تحت رسول اللہ ﷺ نے جنت کی ضمانت دی ہے۔ آپ نے فرمایا: جسے اللہ تعالیٰ دو شر سے بچائیگا وہ جنت میں داخل ہو گا [ایک وہ] جو دو جبڑوں کے درمیان ہے زبان] دوم وہ جو دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے [شرمگاہ] حضرت انس ﷺ سے مروی ہے کہ تین اشخاص ازواجِ نبی ﷺ کے گھر تشریف لائے اور عبادتِ نبی ﷺ کے بارے میں سوال کیا' جب انھیں خبر دی گئی تو انھوں نے کہا کہ یہ تو کم ہے پھر انھوں نے خود ہی کہا کہ کہاں ہم اور کہاں نبی ﷺ اور اللہ تعالیٰ نے تو آپکے اگلے پچھلے ذنب کو معاف فرما دیا ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ ہمیشہ رات میں عبادت کرونگا' دوسرے نے کہا میں ہمیشہ دن میں روزہ رکھونگا' تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے دور رہونگا اور نکاح نہیں کرونگا پس اسی دوران رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا تم نے یہ یہ کہا ہے سنو! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور کبھی نہیں بھی رکھتا ہوں' رات میں سوتا بھی ہوں اور عبادت بھی کرتا ہوں اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جو کوئی میرے سنت سے منہ پھیرے گا وہ ہم میں سے نہیں۔ (القرطبی) ۳ اس آیت کے مطلب میں اختلاف ہے' حضرت سعید بن جبیر اور حضرت قتادہ نے فرمایا: جن فرائض و احکام کو اللہ چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے۔ اور بدل دیتا ہے اور جنکو چاہتا ہے منسوخ نہیں کرتا ہے لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ کا یہی مطلب مناسب ہے۔ حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا کہ لوح محفوظ میں سے جو کچھ چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے اس میں ثابت کر دیتا ہے۔ لوح محفوظ کی جو تحریر مٹانے کے قابل ہوتی ہے جسکو تقدیر معلق کہا جاتا ہے اسکو مٹا دیتا ہے اور اسکی جگہ دوسری چیز پیدا کر دیتا ہے کہ خواہ اس قضا کا معلق ہونا لوح محفوظ ہو یا نہ ہو صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں پوشیدہ ہو اور جو تحریر لوح مٹانے کے قابل نہیں ہوتی اسکو تقدیر مبرم کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا: اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے سوائے رزق' عمر سعادت اور شقاوت یعنی یہ امور نہیں بدلے جاتے۔ حضرت حذیفہ بن اُسید ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ استقرار نطفہ کے چالیس یا پینتالیس دن کے بعد ایک فرشتہ داخل ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے اے میرے رب! یہ شقی ہے یا سعید یہ دونوں باتیں لکھ دی جاتی ہیں' پھر فرشتہ کہتا ہے اے میرے رب! یہ نر ہے یا مادہ یہ دونوں امور بھی لکھ دیئے جاتے ہیں' پھر اسکا عمل' اثر' عمر اور رزق لکھ دیا جاتا ہے پھر یہ تحریریں لپیٹ دی جاتی ہیں جنکے اندر اسکے بعد نہ زیادتی ہوتی ہے نہ کمی۔ (مظہری) ۴ یعنی عذاب کا جو وعدہ ہم نے کیا ہے وہ وعدہ ہم آپکو دکھائیں یا اسکے ظہور سے پہلے ہم آپکو وفات دیں ہر دو صورت میں احکام الٰہی کی تبلیغ واجب ہے' اسکی امانت کو ادا کرنا اور اسکے پیغام کو پہنچانا' باقی رہا انکے ماننے والے کا مسئلہ یہ حساب ہمارے ذمے ہے۔ (تفسیر کبیر)

اَلْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ

پیغام رسانیدن است و بر ما حساب آیا نمی بینند کہ ما قصد میکنیم بایں زمین

پیغام پہنچانا ہے اور ہم پر حساب ہے کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم قصد کرتے ہیں اس زمین میں

نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ

کہ ناقص میسازیم آنرا از جوانب آں و خدای حکم کند نیست ہیچ حکم آورد کنندہ

کہ ہم کم کریں اسکو ہر چہار طرف سے اور اللہ حکم فرماتا ہے اور اسکے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے

وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

و او زود حساب کنندہ است و ہر آئنہ بدسگالیدند آنانکہ پیش از ایشاں بودند

اور وہ جلد حساب کرنے والا ہے ۱ اور بیشک دشمنی کی ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے

فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ

پس خدائے راست بدسگالی ہمہ میداند آنچہ کسب کند ہر تنے و خواہند دانست

پس اللہ کیلئے ہے تمام دشمنی جانتا ہے جو کماتی ہے ہر جان اور جان لیں گے

الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ

ایں کافراں کہ کرا باشد جزائے آنسرای و میگویند آنانکہ نگرویدند نیستی تو

یہ کافرین کے کس کیلئے اس گھر کا بدلہ ہوگا ۲ اور کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا نہیں ہیں آپ

كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾

پیغمبر بگو بس است خدای گواہ میان من و میان شما و کسیکہ نزدیک اوست علم کتاب

رسول آپ فرما دیجئے کافی ہے اللہ گواہی کو میرے اور تمہارے درمیان اور وہ جسکے پاس کتاب کا علم ہے ۳

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورہ ابراہیم مکی ہے اور اس میں ۵۲ آیات اور سات رکوع ہیں ۴

۱ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ بتارہا ہے کہ جو وعدے کئے گئے تھے ان مواعید کے آثار و علامات ظاہر ہو چکی ہیں۔ اسکا مفہوم یہ ہے کہ ہم کفار کی زمین کو اطراف سے کم کر رہے ہیں اس لئے کہ مسلمان اطرافِ مکہ کے مالک ہوتے جارہے ہیں اور کفار کو قہر و جبر سے پکڑ رہے ہیں پس کفار کا اس طرح سے کم ہونا اور مسلمانوں کا بڑھتے جانا اقوی علامات میں سے ہے۔ اسکا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ہم ان کو انکے اشراف' کبراء' علماء' صلحاء اور اخیار کی موت کے ذریعے سے کم کر رہے ہیں۔ واحدی کہتے ہیں کہ یہ دوسرا مفہوم احتمالی ہے ورنہ اس جگہ پہلا مفہوم ہی مناسب ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ یعنی اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے اور اسکے ارادہ سے حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے جمیع افعال کا خالق ہے' اسکا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ مکر نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے مگر اللہ کے اذن سے' اس میں نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ان کفار کے مکر و فریب سے مطمئن رہیں یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۳ یعنی ایمان رکھنے والے اہل کتاب کی شہادت کافی ہے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام ؓ وغیرہ۔ رہا کافروں کا انکار تو اسکی بناء محض حسد' عناد اور مال و جاہ کی طلب پر ہے۔ حرص و ہوا اور حسد انکو اقرار کرنے سے روک رہے ہیں۔ اس تفسیر کی بناء پر بعض علماء نے کہا کہ پوری سورت اگرچہ مکی ہے مگر یہ آیت مدنی ہے۔ شعبی اور ابو بشر نے آیت کی مندرجہ بالا تفسیر کا انکار کیا ہے اور صراحت کی ہے کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اور حضرت عبد اللہ بن سلام ؓ تو مدنی تھے ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ انکے حق میں آیت کا نزول نہیں ہوسکتا ہے۔ میں [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں آیت کو اگر ہم مکی ہی قرار دیں تب بھی آیت میں اہل کتاب مراد ہونا ناممکن نہیں ہے گویا اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ سے فرمایا کہ اگر تمکو محمد (ﷺ) کی رسالت میں شک ہے تو اہل کتاب سے دریافت کرلو معتبر اہل کتاب تصدیق کرینگے اور محمد ﷺ کی نبوت کی شہادت دینگے۔ حضرت حسن اور حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اَلْكِتٰبُ سے مراد لوح محفوظ ہے اور مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ سے مراد اللہ ہے۔ دونوں جملوں کو ملا کر یہ مطلب ہوگا کہ اسکی شہادت کافی ہے جو مستحق الوہیت ہے اور لوح محفوظ کی تحریر کا علم اسکے سوا کسی کو نہیں' پس وہی جھوٹے کو سزا دیگا تم ہو یا میں' ہم دونوں میں سے کوئی ہو۔ (مظہری) جاننا چاہیئے کہ قوم نے جب کہا کہ آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپکے رسول ہونے پر دو طرح سے حجت قائم فرمائی (۱) آپکی نبوت پر اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے اور اس گواہی سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے ایسے معجزات کا صدور فرمایا جو آپکے دعوی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں اور یہ اعلیٰ درجہ کی شہادت ہے (۲) وہ جسکے پاس کتاب کا علم ہے' مفسرین کے اسکے بارے میں چند اقوال ہیں کہ اس سے مراد کیا ہے۔ پہلا قول: اس سے مراد اہل کتاب کے وہ لوگ ہیں جو نبی آخر الزماں پر ایمان لائے اور آپکی رسالت کی گواہی دی جیسے عبداللہ بن سلام' سلمان فارسی اور تمیم الداری ؓ۔ دوسرا قول: اس سے مراد قرآن ہے یعنی قرآن کی گواہی آپکی رسالت کیلئے کافی ہے۔ تیسرا قول: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنکے پاس توریت اور انجیل کا علم ہے۔ چوتھا قول: اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ (تفسیر کبیر) مروی ہے کہ ہر چیز خشک ہو یا تر جب مؤذن کی آواز سنتی ہے تو اسکے ساتھ ساتھ گواہی دیتی ہے [اذان میں چونکہ یہ بھی ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لہذا ہر چیز گواہی دیتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں] اور جو زندہ و عالم ہو وہ گواہی کیوں نہ دے۔ اسی طرح احد پہاڑ کے بارے میں مروی ہے کہ اس نے آپکی رسالت کی گواہی دی اور محبت کا اظہار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ (روح البیان) ۴ سورہ ابراہیم مکی ہے سوائے دو آیات کے یعنی اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا سے دو آیات' یہ دونوں آیات بدر میں نازل ہوئیں' اس سورت میں کل حروف ۳۴۳۴ اور کل کلمات ۸۵۵ ہیں۔ (غرائب القرآن) یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین آیات کے سوا یہ سورت مکی ہے یعنی آیت نمبر ۲۸' ۲۹ اور ۳۰ (القرطبی)

تفسیر اظہار العرفان

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

بنام خدای بخشاینده مهربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

این کتابیست کہ فرو فرستادیم آنرا بسوئے تو تا بیروں آری مردمانرا از تاریکیہا بسوے

یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے اسے تمہاری طرف اتاری تا کہ تم نکالو لوگوں کو تاریکیوں سے

النُّوۡرِ ۙ بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ اِلٰى صِرَاطِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ ① اللّٰهِ الَّذِىۡ

روشنی بحکم پروردگار ایشاں بسوئے راہ غالب ستودہ خدائیکہ

روشنی کی طرف انکے رب کے حکم سے غالب تعریف کئے ہوئے (اللہ کے) راستہ کی جانب ۱ اللہ

لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَوَيۡلٌ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ

او راست آنچہ در آسمانہا و آنچہ در زمین است و ویل مر کافران را ست

اسی کیلئے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اور ویل ہے کافروں کیلئے

مِنۡ عَذَابٍ شَدِيۡدِ ② اۨلَّذِيۡنَ يَسۡتَحِبُّوۡنَ الۡحَيٰوةَ

از عذاب سخت آنانکہ اختیار میکنند زندگانی

سخت عذاب سے ۲ وہ لوگ جو اختیار کرتے ہیں دنیا کی

الدُّنۡيَا عَلَى الۡاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَ

دنیا را بر آخرت و باز میدارند از راہ خدای و

زندگی کو آخرت پر اور روکتے ہیں اللہ کے راستے سے اور

يَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓـئِكَ فِىۡ ضَلٰلٍۢ بَعِيۡدٍ ③ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا

می طلبند در وی کجی آنگروہ در گمراہی دور اند و نفرستادیم ما

چاہتے ہیں اس میں کجی وہ گروہ دور کی گمراہی میں ہیں ۳ اور ہم نے نہ بھیجا

منزل ۳

۱ یعنی اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے ذریعے یا نبی کریم ﷺ کی دعوتِ تبلیغ کے ذریعے کفر ضلالت کی گمراہی سے نکال کر علم و ایمان کے نور کی جانب لے جائیگا۔ یہ ایک مثال ہے اس لئے کہ کفر بمنزلہ ظلمت کے ہے اور اسلام بمنزلہ نور کے ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بدعت سے سنت کی جانب اور شک سے یقین کی جانب لے جائیگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قوم کے کچھ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا اور کچھ لوگوں نے کفر کیا پس جب حضرت محمد ﷺ کی بعثت ہوئی تو ان لوگوں نے ایمان لایا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے تھے اور ان لوگوں نے آپکا انکار کیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (القرطبی) قاضی کہتے ہیں کہ یہ آیت فرقۂ جبریہ کے قول کے ابطال پر دلالت کرتی ہے۔ (۱) اگر اللہ تعالیٰ کافر میں کفر کو پیدا کرتا تو کتاب کے ذریعے سے اسکے کفر سے نکالنے کی نسبت رسول کی جانب فرمائی اگر اللہ تعالیٰ نے کافر میں کفر پیدا فرمایا ہوتو رسول اللہ ﷺ کا کفر سے نکالنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ جاننا چاہیئے کہ یہ آیت اس پر بھی دلالت کررہی ہے کہ قرآن منزل مِن عند اللہ ہے' معتزلہ فرقے کا کہنا ہے کہ جو چیز نازل یا منزل ہو وہ قدیم نہیں ہوگی۔ ہمارے اصحاب اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ نازل اور منزل سے جو چیز موصوف ہے وہ حروف ہیں اور اسکے حادث ہونے میں کوئی نزاع نہیں ہے۔ یہ آیتِ کریمہ اس پر بھی دلالت کررہی ہے کہ تعلیمِ رسول اور امام کے بغیر معرفتِ الٰہی ممکن نہیں ہے اس لئے کہ یہ آیت صراحت کررہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ انہیں کفر کے ظلمات سے نکال کر نورِ ایمان کی جانب لے جاتے ہیں۔ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوۡرِ سے معلوم ہورہا ہے کہ کفر کے راستے بہت ہیں اس لئے ظلمات کی جمع لائی گئی ہے اور طریقِ خیر صرف ایک ہی ہے اس لئے نور کو واحد لایا گیا۔ (تفسیر کبیر) ۲ واضح رہے کہ اس آیت میں ابتداء اسمِ جلالت سے ہے اور انتہا وعید پر ہے اس میں اشارہ ہے کہ جو اللہ کی ربوبیت کا اعتراف نہ کرے اور اسکی وحدانیت کا اقرار نہ کرے اسکے لئے ویل ہے۔ ویل ہلاکت کی دعا کو کہتے ہیں اس لئے ہر قسم کی خرابی کو بھی ویل کہتے ہیں لیکن یہاں ویل کی تفسیر مِنۡ عَذَابٍ شَدِيۡدٍ موجود ہے جس سے معلوم ہورہا ہے کہ یہاں ویل سے مراد سخت عذاب ہے۔ (غرائب القرآن) ۳ یعنی وہ لوگ دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے ہیں اور اس دنیا کی زندگی کو حیاتِ اُخرویہ ابدیہ پر ترجیح دیتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ دنیاوی زندگی کے ساز وسامان کو تیزی سے لیتے ہیں اور آخرت کے معاملات میں سُستی کرتے ہیں' یہ کافرِ حقیقی کے اوصاف میں سے ہے کہ وہ لوگ طلبِ دنیا اور اسکی لذات کی کوشش کرتے ہیں اور آخرت کے امور کو چھوڑ دیتے ہیں۔ پس مومن کو چاہیئے کہ وہ صرف اسلام کے نام اور ایمان تقلیدی پر قناعت نہ کرے بلکہ نورِ حقیقی کی کوشش کرے۔ وَيَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ یعنی وہ لوگ اللہ کے دین کو قبول کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ اہل ھواء طالبین کے چہروں کو اللہ تعالیٰ کی طلب سے پھیرتے ہیں اور نصیحت کی صورت میں طریقِ حق ان پر کاٹ دیتے ہیں اور ترکِ دنیا پر طالبین کو ملامت کرتے ہیں۔ اُولٰٓـئِكَ فِىۡ ضَلٰلٍۢ بَعِيۡدٍ یعنی وہ لوگ طریقِ حق سے بھٹک گئے۔ اس میں اشارہ ہے کہ عاقل پر لازم ہے کہ اپنے ایمان کو متحقق کرنے کیلئے کثرت سے ذکر کرے اور دنیا و مافیہا سے منقطع ہوکر علیم وخبیر کی جانب ہوجائے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے سنت اور فرض کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ سنت ترکِ دنیا کو کہتے ہیں کہ اور فرض مولیٰ کی صحبت کو کہتے ہیں اس لئے کہ کُل سنت ترکِ دنیا پر دلالت کرتی ہے اور کُل کتاب مولیٰ کی صحبت پر دلالت کرتی ہے پس جس نے سنت وفرض پر عمل کیا اس نے اپنے حق میں نعمت کو مکمل کیا اس لئے اس پر شکرِ کثیر واجب ہے۔ (روح البیان) کافرین کی جماعت مومنین کے دلوں میں مذہب حق سے متعلق شکوک وشبہات ڈالتی ہے اور سیدھی راہ میں کجی چاہتی ہے۔ (تفسیر کبیر)

مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ

ہیچ فرستادہ مگر بزبان قوم تا بیان کند برائے ایشاں پس گمراہ کند خدا

کسی رسول کو مگر انکی قوم کی زبان میں تا کہ بیان کریں ان کیلئے پس گمراہ کرتا ہے اللہ

مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ④

ہر کرا خواہد و اوست غالب باحکمت راہ نماید ہر کرا خواہد کہ و اوست غالب با حکمت

جسے چاہے اور راستہ دکھاتا ہے جسے چاہے اور وہ غالب حکمت والا ہے ؁

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ

و ہر آئنہ فرستادیم ما موسیٰ را بآیات ما کہ بیروں آری خود را از

اور بیشک ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ کہ نکالے اپنی قوم کو

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

تاریکیہا بسوے روشنی و پندہ ایشانرا بروزہائے خدا ہر آئنہ دریں

تاریکیوں سے روشنی کی جانب اور نصیحت دو انھیں اللہ کے دنوں کی، بیشک اس میں

لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ⑤ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ

نشانہا ست مر ہر صبر کنندہ سپاس دارندہ و را یاد کن چوں گفت موسیٰ مر قوم خود را

نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والوں، شکر کرنے والوں کیلئے ؂ اور یاد کر جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ

یاد کنید نعمت خدایرا بر شما چوں خلاص کرد شما را از کسان فرعون میرسانند شما را

یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے جب تمہیں فرعون کی قوم سے نجات دی پہنچاتے تھے تمہیں

سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ

بدی عذاب و می کشتند پسراں شما را و زندہ میگذاشتند زنان شما را

برا عذاب اور قتل کرتے تھے تمہارے لڑکوں کو اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو ؃

تفسیر اظہار العرفان

؁ قومہٖ سے مراد یہ ہے وہ قوم جس میں پیغمبر پیدا ہوا اور مبعوث ہوا ہو۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں اس سے قوم کی بولی مراد ہے اگر قوم عربی ہو تو پیغمبر کو زبان عربی ہی میں پیغام دیکر بھیجا گیا اور اگر قوم کی زبان عجمی ہوئی تو پیغمبر کو بھی عجمی زبان میں پیغام دیکر بھیجا گیا علیٰ ھذا القیاس۔ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ. رسول اللہ ﷺ سے پہلے ہر نبی کو انکی قوم کی اصلاح کیلئے بھیجا گیا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ کو تمام انسانوں کی ہدایت کیلئے بھیجا گیا مگر اولاً اپنی قوم کو تبلیغ کرنے کیلئے آپ کو مبعوث فرمایا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ [اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے] دوسری آیت میں ہے لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا [تا کہ آپ مکہ اور اسکے اطراف کے لوگوں کو ڈرائیں] تیسری جگہ ارشاد ہے لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ [تا کہ آپ ان اقوام کو ڈرائیں جنکے باپ دادا کو ڈرایا گیا] اس لئے اہل حجاز کیلئے [اول اور بلا واسطہ] اور پھر بالواسطہ تمام انسانوں کیلئے آپکو نبی بنا کر بھیجا گیا اور واضح عربی زبان میں پیام نازل فرمایا گیا۔ پس اہل حجاز نے اللہ کا کلام اور پیام، رسول اللہ ﷺ سے سیکھا پھر اسکو منتقل کیا اور دوسروں لوگوں نے اپنی زبانوں میں اسکے ترجمے کئے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ خیر و شر میں قریش کے تابع ہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کفارِ قریش چونکہ سب سے پہلے منکر نبوت ہوئے اس لئے دوسرے کافرِ نبوت کفار قریش کے تابع ہوئے اور کفارِ قریش سب کے امام۔ اسی طرح جو قریش ایمان لے آئے اور دوسروں سے پہلے ایمان لائے اور دوسرے لوگ ان کے بعد مومن ہوئے اسی لئے ایمان لانے والے قریشی امام اور دوسرے مومن انکے تابع ہوئے پس خیر و شر دونوں میں قریش امام اور باقی لوگ ان کے پیروکار قرار پائے۔

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور لوگ تمہارے متبع ہیں لوگ تمہارے پاس اطراف سے دین سیکھنے آتے ہیں تم ان سے اچھا سلوک کرو اور بھلائی کی ان کو نصیحت کرو۔ حضرت سفیان ثوری کہتے ہیں کہ [نبیوں پر] وحی تو صرف عربی زبان میں نازل کی گئی پھر ہر نبی نے وحی کا ترجمہ اپنی قوم کی زبان میں کردیا۔ آپ ہی کا یہ قول بھی ہے کہ قیامت کے روز سریانی زبان ہوگی اور جنت میں جو لوگ جائیں گے وہ عربی میں کلام کرینگے۔ (مظہری) الحاصل یہ بات معلوم ہوئی کہ رہنمائی حاصل نہ ہوگی مگر زبان جاننے سے [اس سے معلوم ہوا کہ انگلش، فرنچ وغیرہ سیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ اس آیتِ کریمہ کے تحت تبلیغِ دین کیلئے ان زبانوں کا سیکھنا ضروری ہے] (روح البیان) ؂ حضرت ابن عباسؓ، حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں ان پر ہیں انھیں یاد دلائیے۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ انھیں امم سالفہ یاد دلائیے۔ حضرت ابن زید کہتے ہیں کہ انھیں وہ ایام یاد دلائیے جن دنوں میں اللہ تعالیٰ نے اممِ سابقہ سے انتقام لیا۔ حضرت اُبی بن کعب ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں اللہ تعالیٰ کے ایام کا تذکرہ کرتے تھے اور ایام اللّٰہ ان دنوں کو کہتے ہیں جن دنوں میں اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور اسکی نعمتوں کا شکر بجالاتے تھے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ عبد [مومن] بھی کیا خوب ہے جب اسے اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے تو شکر بجالاتا ہے اور جب مصیبت میں مبتلا فرماتا ہے تو صبر کرتا ہے۔ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ایمان دو حصوں کا نام ہے ان میں سے ایک حصہ صبر ہے اور دوسرا حصہ شکر ہے، پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (القرطبی) ؃ جب اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ اپنی قوم کو اللہ کے ایام یاد دلائیں تو اب اس آیت میں ذکر ہو رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کے ایام کیسے یاد دلائے۔ (تفسیر کبیر)

وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ

و دریں حال آزمائش بود از پروردگار شما بزرگ و آنوقت کہ خبردار ساخت پروردگار شما اگر

اوراس حال میں بڑی آزمائش ہے تمہارے رب کی جانب سے۔اور وہ وقت کہ خبردار کیا تھا تمہارے رب نے اگر

شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝

شکر کنید زیادہ دہم شما را و اگر ناسپاسی کنید ہر آئنہ عذاب من سخت است

شکر کرو گے تو میں زیادہ دونگا تمہیں اور اگر ناشکری کرو گے تو بیشک میرا عذاب سخت ہے ا

وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ

و گفت موسیٰ اگر کافر شوید شما و ہر کہ در زمین است

اور کہا موسیٰ نے اگر تم کافر ہو جاؤ اور جو زمین میں ہے

جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ

ہمہ ہست ہر آئنہ خدای بے نیاز ستودہ است آیا نیامدہ است بشما خبر آنانکہ

سب' بیشک اللہ بے نیاز تعریف کیا ہوا ہے ۲ کیا تمہارے پاس خبر نہ آئی ان لوگوں کی جو

مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ڛ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ ڛ

پیش از شما بودند گروہ نوح و عاد و ثمود و آنانکہ از پس ایشاں آمدند

تم سے پہلے تھے گروہِ نوح اور عاد اور ثمود اور ان لوگوں کی جو ان کے بعد آئے

لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ

نمی داند ایشانرا مگر خدای آمدند بایشاں پیغمبران ایشاں بمعجزہا باز آوردند دست خود را

نہیں جانتا ہے انھیں مگر اللہ' انکے پاس انکے رسول معجزات لیکر آئے پس لائے اپنے ہاتھ

فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ

در دہان خود و گفتند ہر آئنہ منکریم بآنچہ فرستادہ شدید بآں و ہر آئنہ ما در

اپنے منہ میں اور کہا بیشک ہم منکر ہیں اس کے جسکے ساتھ تمہیں بھیجا گیا اور بیشک ہم ۳

تفسیر اظہار العرفان

ا جاننا چاہیئے کہ اس آیتِ کریمہ کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکرادا کریگا تو اللہ تعالیٰ اسے اور عطا فرمائیگا۔شکر کہتے ہیں منعم کی نعمت پر تعظیم کیساتھ اسکا اعتراف کرنا' زیادتِ نعمت کی ایک صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نعمِ روحانیہ بڑھادے جس سے بندہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی اقسام کے مطالعہ میں لگا رہے گا اور شاکر کے زمرے میں شمار ہوگا۔ دوسری صورت ہے نعمِ جسمانیہ۔ (تفسیر کبیر) حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ اگر تم میری نعمت کا شکرادا کرو گے تو میں تمہیں اطاعت کرنے کی مزید توفیق عطا کرونگا۔ حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تم میری وحدانیت بیان کر کے میری نعمت کھاؤ گے تو میں تمہیں اس پر مزید بدلہ دونگا۔مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! کیسے میں ترا شکرادا کروں' میرا شکر تیری نعمتِ مجددہ کیلئے ہے جو مجھ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے داؤد! اب تم نے میرا شکرادا کیا۔ حضرت امام جعفر صادق ﷺ فرماتے ہیں جب تو کسی نعمت کا ذکر سنے تو اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اور عطا کرے۔ (القرطبی) شیخ ابو رحمٰن سلمی قدس سرہٗ نے ایک روز ابو علی جرجانی قدس سرہٗ سے کہا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نعمتِ اسلام پر شکرادا کرو گے تو میں تمہارے ایمان و یقین کو اور زیادہ کرونگا اور اگر ایمان کی تعریف کرو گے تو میں احسان زیادہ کرونگا اور اگر اس پر شکر بجالاؤ گے تو تمہاری معرفت زیادہ کرونگا اور اگر معرفت پر شکر بجالاؤ گے تو تمہیں مقامِ وصل میں پہنچا دونگا اور اگر اس پر شکر بجالاؤ گے تو اس پر درجۂ قرب زیادہ کر دونگا پس شکر مرقاتِ ترقی اور معراج بلندی ہے۔ (روح البیان)

۲ یعنی وہ مستحقِ حمد اور محمود ہے اسکی حمد ازلی ابدی ہے خود اسکی ذات سے پیدا ہورہی ہے فرشتے بھی اسکی حمد کرتے ہیں اور کائنات کا ذرہ ذرہ اسکی حمد میں مشغول ہے پورا کلام اس طرح تھا "اگر تم ناشکری کرو گے تو اپنے آپکو نقصان پہنچاؤ گے اپنی ذات کو مستحق عذاب اور ثواب سے محروم بناؤ گے اللہ تعالیٰ بے نیاز اور مستحق حمد ہے" (مظہری) ۳ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام کی قومیں' اصحاب الرس' مدین والے' ایکہ والے اور تبع کی قوم۔ یہ بھی حضرت موسیٰ کے کلام کا جز ہے اس صورت میں بنی اسرائیل کو خطاب ہے' یا اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس صورت میں امتِ محمدیہ کو خطاب ہوگا۔ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ یعنی جنکی گنتی شمار کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی پھر فرمایا: نسب بیان کرنے والے جھوٹے ہیں۔ حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور عدنان کے درمیان تیس قرن ہوئے ہیں جن سے سوائے اللہ کے کوئی واقف نہیں۔ امام مالک کو یہ امر پسندیدہ نہ تھا کہ کوئی شخص مسلسل اپنے اسلاف کا سلسلہ پشت در پشت حضرت آدم علیہ السلام سے جوڑتا چلا جائے اور رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کے متعلق بھی امام موصوف کی یہی رائے تھی۔ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ. حضرت ابن مسعود ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ انھوں نے غصہ سے اپنے ہاتھ دانتوں سے کاٹے۔ اسی طرح دوسرے آیت میں عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ. حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا: جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب سنی تو تعجب کیا اور تعجب یا استہزاء سے اپنے ہاتھ منہ میں دے دیئے جیسے ہنسی سے مغلوب ہو کر کبھی آدمی منہ پر رکھ لیتا ہے۔ کلبی نے کہا کہ انھوں نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر نبیوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اشارہ کر کے بتایا کہ منہ بند رکھو ایسی باتیں نہ کرو۔ مقاتل نے کہا کہ انھوں نے اپنے ہاتھ نبیوں کے منہ پر ان کو خاموش کرنے کیلئے رکھ دیئے۔ حضرت مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے نبیوں کی تکذیب کی جیسے محاورہ میں بولا جاتا ہے کہ میں نے اسکی بات اسکے منہ میں لوٹادی۔ بعض نے کہا کہ انھوں نے احکامِ انبیاء کا انکار کیا اور نبیوں کی نصیحتوں کو لوٹا دیا۔ (مظہری)

شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ

شک قوی یم از آنچه میخوانید ما را بآں شک آرنده گفتند پیغمبران ایشاں آیا در خدا

قوی شک میں ہیں اس سے جسکی جانب تم ہمیں بلاتے ہو۔ کہا انکے رسولوں نے کیا اللہ کے بارے میں

شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ

شبہ است آفریننده آسمانها و زمین میخواند شما را تا بیامرزد شما را

شبہ ہے جو پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا بلاتا ہے تمہیں تا کہ بخش دے تمہیں

مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ

از گناہان شما و موقوف دارد شما را تا مدتی شمرده گفتند نیستند شما

تمہارے گناہوں کو اور موقوف رکھے تمہیں وقتِ مقررہ تک، کہا نہیں ہو تم

اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ

مگر بشر مانند ما میخواهید که باز دارید ما را از آنچه عبادت میکردند

مگر ہماری طرح (ایک) بشر تم چاہتے ہو کہ باز رکھو ہمیں اس سے جسکی عبادت کرتے تھے

اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ

پدران ما پس بیارید پیش ما حجتی ظاهر گفتند بایشاں پیغمبران ایشاں

ہمارے باپ دادا پس لاؤ ہمارے پاس ظاہر حجت ۱؎ کہا ان سے ان کے رسول نے

اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ

نیستم ما مگر آدمی مانند شما و لیکن خدای منت نهد بر هر که خواهد

ہم نہیں ہیں مگر تمہاری طرح (ایک) آدمی اللہ احسان فرماتا ہے جس پر چاہے

مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ

از بندگان خود و نیست ممکن ما را که بیاریم بشما حجتی مگر باذن

اپنے بندوں میں سے اور ممکن نہیں ہے ہمارے لئے کہ ہم لائیں تمہارے پاس کوئی حجت مگر اللہ ۲؎

۱؎ جاننا چاہیئے کہ کفار نے جب اپنے رسولوں سے کہا کہ جس جانب آپ ہمیں بلا رہے ہیں اس میں شک ہے۔ اس پر انکے رسولوں نے فرمایا: کیا تم اللہ کے بارے میں شک کرتے ہو؟ اسکے آسمانوں اور زمین کے خالق ہونے کے بارے میں، اور ہمارے نفوس، ارواح، ارزاق اور جمیع مصالح کے خالق ہونے کے بارے میں شک کرتے ہو۔ ہم تو تمہیں معبودِ منعم کی عبادت کی جانب بلاتے ہیں اور اسکے غیر کی عبادت سے روکتے ہیں یہ سارے امور تو عقل کی صریح گواہی سے ثابت ہوتے ہیں پھر تم اسکا انکار کیوں کرتے ہو؟ جب اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل قائم کر لی تو اس کی ذات کی رحمت، کرم اور جود کے کمال کو دو طریقے سے بیان کیا۔ پہلا طریقہ: يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ. یعنی وہ تمہیں بلاتا ہے تا کہ تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے۔ اس ٹکڑے سے معلوم ہو رہا ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے گناہوں کو بغیر توبہ معاف فرما دیتا ہے کیونکہ یہاں مغفرتِ ذنب بغیر کسی شرط کے ہے۔ کافر جب ایمان لائیگا تو اسکے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں [گویا کہ کافر کے حق میں ایمان لانا بمنزلہ توبہ کے ہے] نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ یعنی گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اسکے ذمے گناہ ہی نہیں ہے۔ دوسرا طریقہ: وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى اس ٹکڑے کے دو مفہوم ہیں ایک تو یہ ہے کہ اگر تم ایمان لے آؤ گے تو اللہ تعالیٰ موت کو مقررہ وقت تک مؤخر فرما دیگا ورنہ عذاب کے ذریعے تمہارا استیصال فرمائیگا۔ اسکا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا میں پاکیزہ اور لذات موت تک برتنے دیگا۔ (تفسیر کبیر) ایک روز امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں بیٹھے تھے کہ زنادقہ کی ایک جماعت اندر آگئی اور قصد کیا کہ امام کو قتل کر دیا جائے، امام صاحب نے کہا کہ مجھے قتل کرنے سے پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو۔ انھوں نے کہا پوچھئے وہ کیا سوال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک روز میں نے ایک کشتی دیکھی جو ساز و سامان کو لاد کر بغیر ملاح کے چلی جا رہی ہے۔ زندقہ کی جماعت نے کہا کہ یہ محال ہے اس لئے کہ کشتی بغیر ملاح کے چل نہیں سکتی ہے۔ یہ سنکر امام صاحب نے فرمایا: سُبْحَانَ اللّٰهِ پھر جملہ افلاک، کواکب اور عالم علوی و سفلی کا نظام بغیر کسی کے چلائے کیسے چل سکتا ہے، امام صاحب کا یہ جواب سنکر سب خاموش ہو گئے اور ان میں سے اکثر مسلمان ہو گئے۔ (روح البیان) ۲؎ اس آیتِ کریمہ میں کفار کی جانب سے نبوت کے بارے میں انکے شکوک و شبہات کو بیان کیا گیا ہے [جبکہ اس سے پہلی آیت میں الوہیت کے باب میں انکے شبہات کو دور کیا گیا تھا] پہلا شبہ: اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا اسکا جواب انھیں یہ دیا گیا کہ منصب نبوت اللہ تعالیٰ کی جانب سے محض ایک عطیہ ہے اور وہ اپنے اس عطیہ کو اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اس لئے کفار کا شبہ بےکار ہے۔ دوسرا شبہ: کفار نے یہ کہا کہ چونکہ ہمارے باپ دادا کے خلاف یہ لوگ ایک نیا دین پیش کرتے ہیں اس لئے ہمیں ان انبیاء پر شبہ ہوتا ہے۔ اسکا جواب یہ دیا گیا کہ حق اور باطل، صدق اور کذب میں تمیز اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور اسکا فضل ہے اور اس فضل کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ تیسرا شبہ: کفار نے کہا ہم ان معجزات سے راضی نہیں ہیں جو آپ لوگ لیکر آئے ہیں بلکہ ہم معجزاتِ قاہرہ تو یہ چاہتے ہیں۔ اسکا جواب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی جو معجزات ہم لیکر آئے اور جسکے ذریعے ہم نے حجت قاطعی قائم کی یہ مکمل دلیل ہے۔ باقی رہی وہ اشیاء جنکا تم لوگ مطالبہ کر رہے ہو یہ امور زائدہ ہیں اور اس میں حکم اللہ تعالیٰ کا ہے اگر وہ اسے پیدا فرمائے اور اسے ظاہر کرے تو یہ اسکا فضل ہوگا، اور اگر اسے پیدا نہ کرے تو یہ اسکا عدل ہوگا اس لئے تمہیں مناسب نہیں ہے کہ تم قدرِ کفایت معجزہ ظاہر ہونے کے بعد مزید معجزہ کا مطالبہ کرو، پھر اللہ تعالیٰ نے اسکے بعد انبیائے کرام علیہم السلام کے قول کو نقل فرمایا کہ انھوں نے اپنی قوم کو آخر میں یہ جواب دیا "اور چاہیئے کہ مومن اللہ ہی پر بھروسہ کریں" قوم نے معجزات دیکھنے کے بعد بھی ماننے سے انکار کیا تو اہل ایمان کی تسلی اور تشفی کیلئے ایسا جملہ ناگزیر تھا تا کہ انکے دل میں شکوک و شبہات پیدا نہ ہونے پائیں۔ (تفسیر کبیر)

اللّٰهِ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَا لَنَآ اَلَّا

خدای و بر خدای پس باید کہ توکل کنند مومناں و چیست ما را کہ

کے حکم سے اور اللہ پر چاہیئے کہ بھروسہ کریں مومنین۔ اور ہمیں کیا ہوا کہ

نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ۭ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى

توکل نکنیم بر خدای و ہر آئنہ نمودہ است ما را راہ ما و البتہ صبر کنیم بر

بھروسہ نہ کریں اللہ پر اور بیشک اس نے ہمیں ہماری راہ دکھائی اور ضرور ہم صبر کرینگے

مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَقَالَ

ایذاے شما و بر خدای پس توکل کنند توکل کنندگان و گفتند

تمہاری ایذا پر اور اللہ پر پس چاہیئے کہ بھروسہ کریں بھروسہ کرنے والے ۱ اور کہا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ

آنانکہ نگرویدند مر پیغمبران خویش را ما بیروں کنیم شما را از زمین خود یا

ان لوگوں نے جنہوں نے انکار کیا اپنے رسولوں سے ہم نکالیں گے تمہیں اپنی زمین سے یا

لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ

باز آئید در ملت ما پس وحی کرد بدیشاں پروردگار ایشاں کہ ہلاک کنیم

تم لوٹ آؤ ہماری ملت کی جانب پس وحی کی انکی جانب انکے رب نے کہ ہم ہلاک کرینگے

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ ذٰلِكَ

ستمگارانرا و ساکن خواہیم ساخت شما را زمین از پس ایشاں ایں

ظالموں کو ۲ اور ہم بسائیں گے تمہیں زمین میں انکے بعد' یہ

لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَ

برائے کسے است کہ بترسد از ایستاذن من و بترسد بیم من طلب فتح کروند و

اس کیلئے ہے جو ڈرتا ہو میرے سامنے کھڑا ہونے سے اور ڈرے میرے وعید سے ۳ انھوں نے فتح طلب کی اور

ع ۲ / ۱۴

۱ جاننا چاہیئے کہ انسان کیلئے تین حالتیں ہیں انسان ناقص ہو گا' یا کامل ہو گا' یا ان دونوں سے خالی ہو گا۔ پہلی حالت ناقص: انسان فی ذاتہ ناقص ہو گا لیکن وہ غیر کو ناقص کرنے کی کوشش نہیں کرتا ہو گا اس صورت میں اسے ضال کہا جائیگا' یا پھر انسان دوسرے کو بھی ناقص بنانے کی کوشش کرتا ہو گا ایسی صورت میں اسے مضل کہا جائیگا۔ دوسری حالت کامل: انسانِ کامل غیر کی تکمیل کی قدرت نہ رکھتا ہو گا تو وہ اولیاء ہیں' اسکے برعکس کامل بھی ہو اور دوسرے انسان کی تکمیل کی بھرپور صلاحیت بھی رکھتا ہو گا تو وہ گروہِ انبیاء ہیں اسی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عُلَمَاءُ اُمَّتِيْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ ''میری امت کے علماء [احکام پہنچانے میں] بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں''۔ واضح رہے کہ جب نقصان اور کمال کے مراتب اور کمال و اضلال کے مراتب غیر متناہیہ ہیں بحسب کمیت اور کیفیت۔ تو ضروری ہے کہ ولایت اور نبوت کے مراتب بھی بحسب کمال و نقصان غیر متناہیہ ہیں پس ولی وہ انسانِ کامل ہے جو تکمیل پر قوی نہیں ہوتا ہے اور نبی وہ انسانِ کامل ہے جو تکمیل پر قوی ہوتا۔ جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو اب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان وَمَا لَنَا اَنْ لَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ سے اس جانب اشارہ ہے کہ جو انسان کو انکے کمالاتِ نفوس سے انھیں حاصل ہوئے وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ سے ارواحِ ناقصہ کی تکمیل میں ارواحِ کاملہ کی تاثیر کی جانب اشارہ ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ یعنی اپنا مذہب چھوڑ کر ہمارے مذہب میں آنا ہو گا۔ لوٹ کر آنے سے مراد ہے اپنا مذہب چھوڑ کر کافروں کے مذہب میں آنا' کیونکہ پیغمبر کبھی کافروں کے مذہب پر پہلے بھی نہ تھے اس لئے لوٹنے سے مراد دوبارہ کفر کو اختیار کرنا نہیں ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مخاطب تمام مؤمنین ہوں' پیغمبر بھی اور ان پر ایمان لانے والے رفقاء بھی۔ جماعت کو بطورِ تغلیب خطاب کیا گیا ہے [پیغمبروں پر ایمان لانے والے پہلے کفر پر تھے کفر چھوڑ کر ایمان لائے تھے اور پیغمبر کبھی کافر نہ تھے اس لئے خطاب تو پیغمبروں کا کیا گیا مگر روئے خطاب دوسرے مؤمنین کی جانب ہے کہ تم کو دوبارہ اپنے اصل مذہب کی طرف لوٹنا لازم ہے ورنہ ہم تم نکال دینگے یہ بھی ہو سکتا ہے کے لفظِ اَوْ کا معنی اِلَّا اَنْ [ورنہ] یا اِلٰى اَنْ [یہاں تک] ہو۔ اسوقت دھمکی کا تعلق صرف اخراج تک ہو گا مطلب اسطرح ہو گا کہ ہم تمکو اپنی بستی سے نکال دینگے ورنہ ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ۔ (مظہری) ۳ یہاں ارض سے مراد ارض الظالمین ہے یعنی ظالموں کی زمین میں انکے بعد ہم تمہیں بسائینگے۔ اسکی نظیر دوسری آیت میں موجود ہے وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا ترجمہ: اور ہم نے وارث بنایا ایسی قوم کو جو مشارق اور مغارب کی زمین میں کمزور تھے۔ دوسری آیت میں ارشاد ہے وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ. ترجمہ: ''اور تمہیں انکی زمین اور شہروں کا وارث بنایا'' حدیث شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچائیگا تو اللہ تعالیٰ اسکے گھر کا اسے مالک بنا دیگا۔ جاننا چاہیئے کہ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ جو کوئی اپنے رب پر بھروسہ کریگا اسکا رب اسکے دشمن کے امور کے لئے کافی ہو گا۔ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ. اس فرمان سے اس جانب اشارہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے ماضی میں انکے ظلم کے سبب ہلاک کر کے مؤمنین کو انکے شہروں اور زمین میں آباد کیا۔ یہاں کھڑے ہونے میں چند احتمال ہیں (۱) جو اپنے حساب کی جگہ کھڑا ہونے سے ڈرتا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک بندہ کو حساب کیلئے اس جگہ کھڑا کریگا (۲) جو عدل اور صواب کی جگہ کھڑا ہونے سے ڈرتا ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ نہیں فرمائیگا مگر حق اور عدل کیساتھ (۳) جو مجھ سے میری پناہ چاہنے کیلئے کھڑا ہو تو ڈرتا ہوا کھڑا ہو۔ (۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مجھ سے ڈرتا ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب کا جو وعدہ دیا ہے اس سے ڈرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى

زیانکار شد ہر سرکش ستیزندہ از پس او دوزخ و اشامیدہ شود

نقصان زدہ ہوا ہر سرکش لڑنے والا ۱ اسکے پیچھے سے جہنم اور پلایا جائیگا

مِنْ مَّآءٍ صَدِيدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهٗ وَيَاْتِيهِ الْمَوْتُ

از آزرد جرعہ فرو کشد و نزدیک نبود در کشد او را و بیاید

زرد پانی ۲ گھونٹ کھینچیں گے اور اسے گھونٹنے کے قریب نہ ہو گا اور آئیگی

مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۖ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ

موت ہر از مکانی و او مردہ نبود و از پس او

موت ہر مکان سے اور وہ مردہ نہ ہوگا اور اسکے پیچھے

عَذَابٌ غَلِيظٌ ﴿۱۷﴾ مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ

عذاب سخت مانند آنانکہ نگرویدند پروردگار خود کردار ہاے ایشاں

سخت عذاب ہے ۳ ان لوگوں کی مثال جنہوں نے انکار کیا اپنے رب کا انکے کردار

كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ ۖ لَا يَقْدِرُونَ

کہ سخت وزپدیران باد در روز یکدیگر قدرت ندارند

(اُس) راکھ کی طرح جس پر سخت ہوا کا جھونکا آیا ملنے کے روز' قدرت نہیں رکھتے

مِمَّا كَسَبُوا عَلٰى شَيْءٍ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيدُ ﴿۱۸﴾ اَلَمْ تَرَ

از آنچہ کسب کردند بر چیزے آنست او گمراہی دور آیا نمی بینی

اس سے جو انھوں نے کمایا کچھ بھی' وہ ہے دور کی گمراہی ۴ کیا تم نے نہ دیکھا

اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ اِنْ يَّشَاْ

ہر آئنہ خدای بیافرید آسمانہا و زمین براستی اگر خواہد

بیشک اللہ نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ اگر چاہے

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی انبیاء نے اللہ تعالیٰ سے دشمنوں پر فتح پانے کی دعا کی۔ یہی مفہوم آیت رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ ''اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کیساتھ فیصلہ فرما'' میں بھی آیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِينَ دَيَّارًا. ترجمہ: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰى اَمْوَالِهِمْ. ترجمہ: اے ہمارے رب! انکے اموال برباد کردے۔ وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ یعنی مومن کامیاب ہوئے اور ہر سرکش مغرور نامراد و تباہ ہوگیا۔ صاحب قاموس نے جَبَّارٌ کا ترجمہ: سرکش اور عَنِيدٌ کا ترجمہ: مغرور کیا ہے۔ تجبّر کا معنی ہے تکبر یعنی بڑائی ہونا [برحق ہو یا ناحق] اللہ جبار ہے یعنی اسکے اندر کبریائی برحق ہے اور ہر سرکش بھی جبار ہے یعنی اسکی بزرگی کا دعویٰ تو ہے مگر غلط اور ناحق' یا جبار ایسے شخص کو کہتے ہیں جسکے دل میں رحم کا گذر بھی نہ ہو اور ناحق خون ریزی کرتا رہے' یا جبار ایسے شخص کو کہتے ہیں جو انتہائی غرور کی وجہ سے کسی کا اپنے اوپر کوئی حق نہ سمجھے۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ جبار اسکو کہتے ہیں جو اپنی ذات سے اعلیٰ اور بالا کسی کو نہ سمجھے' بعض علماء نے کہا کہ جبار اسکو کہتے ہیں جو مخلوق کو اپنے حکم پر چلنے کیلئے مجبور کرے' اور عَنِيدٌ کا معنی ہے حق سے عناد رکھنے والا اور سچائی سے بیزار ہونے والا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عَنِيدٌ کا ترجمہ کیا ہے ''حق سے روگردانی کرنے والا'' حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اسکا معنی ہے متکبر۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ عنید وہ شخص ہے جو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا انکار کرے۔ (مظہری)

۲ یعنی ان کافروں کے پیچھے جہنم ہے' یا انکے ہلاک ہونے کے بعد ہے ایسی صورت میں وراء بمعنی بعد ہوگا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وراء بمعنی امام یعنی سامنے ہے اسوقت معنی یہ ہوگا کہ اسکے سامنے جہنم ہے۔ وَيُسْقٰى مِنْ مَّاءٍ صَدِيدٍ یعنی انھیں زرد پانی پینے کے واسطے دیا جائیگا۔ کہا گیا ہے کہ اہل نار کے اجسام سے بہہ نکلے گا اسے صدید کہتے ہیں خواہ پیپ ہو یا خون۔ حضرت محمد بن کعب قرظی اور ربیع بن انس کہتے ہیں کہ اہل نار کے غسالہ کو صدید کہتے ہیں اور یہ وہ پانی ہے جو زانی اور زانیہ کی شرمگاہ سے بہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ وہ پانی ہے جسکے پینے سے اہل نار خود اپنے آپکو روکیں گے اس لئے اسے صدید کہتے ہیں گویا کہ یہ صد سے ماخوذ ہے۔ (القرطبی) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے سلسلے میں فرمایا' صدید کو دوزخی کے قریب لایا جائیگا تو اسکو برداشت نہ ہوگی اور زیادہ قریب لایا جائیگا تو اسکے چہرے کو بھون ڈالے گا اسکے سر کی کھال گر پڑیگی جب اسکو پیئے گا تو انتڑیوں کو کاٹ کر دبر سے نکل جائیگا پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ اَمْعَاءَهُمْ. [اور انھیں کھولتا پانی پلایا جائیگا کہ آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردے] وَاِنْ يَّسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ [اور اگر پانی کیلئے فریاد کریں تو انکی فریادرسی ہوگی اس پانی سے جو چرخ دیئے ہوئے دھات کی طرح ہوگا کہ انکے منہ بھون دیگا] (مظہری) ۳ گویا کہ یہاں یہ سوال تھا کہ ایسا پانی ملیگا تو اہل نار کیا کریں گے؟ اسکا جواب اس آیت کریمہ میں دیا جارہا ہے۔ (روح البیان) ۴ عَصُوف ہوا کا تیز چلنا [عاصف تیز چلنے والی ہوا] دن کو عاصف بطور مبالغہ قرار دیا گیا ہے۔ اعمال سے مراد ہیں کافروں کی وہ خودتراشیدہ نیکیاں جنکے ثواب کے وہ امیدوار تھے جیسے [انکی مفروضہ] خیرات' کنبہ پروری' اعانت فقراء اور آزادی غلام وغیرہ۔ ان تمام کارہائے خیر کی بنیاد چونکہ خداشناسی میں نہ تھی اور ان سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مطلوب نہیں تھی' یا بتوں کے نام پر یہ نیکیاں کی جاتی تھیں جو انکے کسی عمل اور عبادت سے واقف نہ تھے اور نہ بدلہ دینے کی ان میں طاقت تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسی خوش اعمالیوں کو آندھی کی خاک سے تشبیہ دی جس کو آندھی اڑا کر لے جاتی ہے۔ (مظہری)

يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿١٩﴾ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ ﴿٢٠﴾

دور کند شما را و بیارد آفرینش نو و نسبت این بر خدا غالب

دور کرے تمہیں اور نئی مخلوق لائے ۱ اور نہیں ہے یہ اللہ پر مشکل ۲

وَبَرَزُوا لِلّٰهِ جَمِيعًا فَقَالَ الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا

و حاضر شوند پیش خدای ہمہ پس گویند ضیعفان مر آنانکہ کہ تکبر کردند

اور حاضر ہونگے اللہ کے حضور سب پس کہیں گے کمزور ان لوگوں سے جنہوں نے تکبر کیا

إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُغْنُونَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ

ہر آئنی ما بودیم شما را تابع پس آیا شما دفع کنندہ نیستید از ما عذاب خدای

بیشک ہم تمہارے تابع تھے پس کیا تم ہٹانے والے نہیں ہو ہم سے اللہ کے عذاب کو

مِنْ شَيْءٍ ۚ قَالُوا لَوْ هَدَانَا اللّٰهُ لَهَدَيْنَاكُمْ ۖ سَوَاءٌ عَلَيْنَا

از چیزی گویند اگر راہ نمودی ما را خدای راہ نمائی می کردیم شما را برابر است بر ما

کچھ بھی کہیں گے اگر راستہ دکھاتا ہمیں اللہ تو راستہ دکھاتے ہم تمہیں، برابر ہے ہم پر

أَجَزِعْنَا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَحِيصٍ ﴿٢١﴾ وَقَالَ الشَّيْطَانُ

کہ اضطراب کنیم یا شکیبہای ورزیم نیست ما را ہیچ مخلصے و گفت دیو

کہ اضطراب کریں یا صبر کریں نہیں ہے ہمارے لئے کوئی نکالنے والا ۳ اور کہا شیطان نے

لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ

وقتیکہ حکم کردہ شد کار ہر آئنہ خدای وعدہ دہد شما را وعدہ راست و وعدہ دادم شما را

جسوقت فیصلہ کیا گیا کام کا بیشک اللہ نے وعدہ دیا تمہیں سچا وعدہ اور میں نے وعدہ دیا تمہیں

فَأَخْلَفْتُكُمْ ۖ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ

پس خلاف وعدہ کردم شما را و نبود مرا بر شما حجتی مگر آنکہ

پس میں نے وعدہ کے خلاف کیا تم سے اور نہ تھی میرے لئے تم پر کوئی حجت مگر یہ کہ

ع ۱۵ / ۹

۱ یہاں رویت سے مراد رویتِ قلب ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کیا تمہارا علم تمہیں بیدار نہیں کرتا ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا وہ اسکے فناء کرنے پر بھی قادر ہے اس لئے تم اسکی نافرمانی مت کرو ورنہ وہ تم سے زیادہ فضیلت اور خشوع وخضوع کرنے والی مخلوق پیدا کر دیگا۔ (القرطبی)

۲ آیتِ کریمہ اللہ تعالیٰ کی کمالِ قدرت پر دلالت کر رہی ہے۔ عاقل کو چاہیئے کہ ہر حال میں اپنے رب سے ڈرے اس لئے کہ وہ ذوالقہر، کبریاء اور صاحب جلال ہے۔ مروی ہے کہ حضرت جعفر طیار ؓ کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کیساتھ تھا پس راستے میں ایک پہاڑ کے پاس پہنچا تو سخت پیاس لگی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جعفر تم اس پہاڑ کے پاس جاؤ اور اسے میرا سلام پہنچا کر کہنا کہ اگر تمہارے اندر پانی ہے تو ہمیں پلاؤ۔ پس آپ گئے اور اسے رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچا کر آپکا پیغام سنایا پس پہاڑ نے فوراً لبیک یا رسول اللہ ﷺ کہا اور برتن کی جانب جھک کر اس میں پانی بھر دیا اور کہا کہ میرا سلام بھی رسول اللہ ﷺ کو پیش کرنا۔ [اس حدیث شریف سے بتانا مقصود ہے کہ وہ اللہ جسکی ہم عبادت کرتے ہیں اتنا قوی ہے کہ پہاڑ سے بھی پانی نکال کر اپنے بندوں کو سیراب کرتا ہے] (روح البیان)

۳ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ کافر دوزخ کے اندر سب مل کر پانچ سو برس تک فریاد اور زاری کرینگے لیکن کچھ حاصل نہ ہوگا پھر پانچ سو برس تک صبر کرینگے پھر بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا تو کہیں گے سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَجَزِعْنَا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَحِيصٍ. حضرت کعب بن مالک کہتے ہیں کہ دوزخی کہیں گے کہ آؤ ہم سب صبر کریں [شاید اللہ کو رحم آجائے] چنانچہ پانچ سو برس تک صبر کرینگے اور جب یہ دیکھیں گے کہ کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو کہیں سَوَاءٌ عَلَيْنَا الخ حضرت محمد بن کعب قرظی کا بیان ہے کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ دوزخی دوزخ کے منتظمین سے کہیں گے "اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ایک دن ہی ہمارے عذاب میں تخفیف کر دے"، منتظمین دوزخ جواب دینگے "کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر احکامِ واضح لے کر نہیں پہنچے تھے" دوزخی کہیں گے پہنچے کیوں نہ تھے' اس پر منتظمین جواب دینگے "تم خود دعا کرو کافروں کی دعا کا سوائے ناکامی کے اور کچھ نتیجہ نہیں" جب وہ ناامید ہو جائینگے تو کہیں گے يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ "اے مالک [داروغہ جہنم] تمہارا رب تو ہمارا کام تمام ہی کر دے" یعنی موت ہی دیدے تو اس عذاب سے چھوٹ جائیں۔ مالک انکو اسی [۸۰] برس تک کوئی جواب نہیں دیگا' اسی برس میں ہر سال تین سو ساٹھ دن کا ہوگا لیکن ہر دن ہزار برس کا ہوگا' اسی برس کے بعد جواب ملیگا کہ تم کو یہیں رہنا ہوگا۔ جب وہ ناامید ہو جائینگے تو ایک دوسرے سے کہیں گے تم پر جو مصیبت آنی تھی وہ آہی گئی اس لئے ہم کو صبر کرنا چاہیئے' ممکن ہے صبر سے کچھ اچھا نتیجہ نکل آئے جس طرح دنیا میں جن لوگوں نے اللہ کی اطاعت پر صبر کیا تھا اور ہر دکھ کو برداشت کیا تھا انکو فائدہ ہوا۔ غرض بالاتفاق [مجبوراً] صبر کریں گے اور طویل مدت تک صبر رکھیں گے پھر جزع وفزع کرینگے اور طویل مدت تک کرینگے آخر پکار اٹھیں گے سَوَاءٌ عَلَيْنَا الخ یعنی کوئی بچنے کا مقام نہیں۔ اسکے بعد ابلیس کھڑا ہو کر ان سے خطاب کریگا اور کہے گا اللہ نے بلاشبہ تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے جو وعدے تم کو دیئے تھے انکے خلاف ہوا' مگر تم پر میری کوئی زبردستی نہ تھی میں نے تو تم کو صرف دعوت دی تھی تم نے میری دعوت مان لی' لہذا آج مجھے ملامت نہ کرو خود اپنے کو ملامت کرو۔ ابلیس کا یہ کلام سنکر لوگوں کو اپنے سے نفرت ہو جائیگی۔ اس پر ندا آئیگی جتنی نفرت تمکو آج اپنے سے ہے اس سے زیادہ نفرت اللہ تعالیٰ کو تم سے اسوقت تھی جب تمکو ایمان کی دعوت دی جارہی تھی اور تم انکار کر رہے تھے۔ یہ ندا سنکر وہ پکار اٹھیں گے اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہم کو دنیا میں پھر لوٹا دے ہم اچھے عمل کرینگے' ہم کو یقین آگیا۔ اللہ تعالیٰ انکی تردید فرمائیگا پر وہ لوگ یکے بعد دیگرے چار مرتبہ اسی طرح پکار اٹھیں گے اور اللہ تعالیٰ انکی تردید فرمادیگا۔ (مظہری)

دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ

بخواندم شما را قبول کردید مرا پس ملامت مکنید مرا وملامت کنید خویش را

میں نے بلایا تمہیں پس تم نے قبول کیا مجھے ملامت نہ کرو اور ملامت کرو اپنے آپکو

مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ

نیستم من فریاد رس شما و نیستید شما فریاد رس من هر آئنه کافر بآنچه شرک آرید مرا

نہیں ہوں میں تمہاری فریاد کو پہنچانے والا اور نہ ہو تم میری فریاد کو پہنچانے والے' میں منکر ہوں اسکا جسے تم میرا شریک

مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ

پیش ازیں هر آئنه ستمگاران مرا ایشانرا است سخن عقوبت و در آورده شدند آنانکه

ٹھہرائے اس سے پہلے' بیشک ظالمین ان کیلئے سخت عذاب ہے ۱ اور داخل کئے جائیں گے وہ لوگ جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

گرویدند و کردند نیکیها بوستانها میرود از زیر آں جویها

ایمان لائے اور نیک کام کئے جنت میں جاری ہونگیں اسکے نیچے نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ

همیشه باشید دراں با مر پروردگار خود رحت ایشاں دراں سلام آیا نمی بینی

ہمیشہ رہیں گے اس میں رب کے حکم سے' انکا تحفہ اس میں سلام ہو گا ۲ کیا تو نے نہ دیکھا

كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ

چگونه بیان کرد . خدای مثلے سخن پاکیزه مانند درخت پاکیزه

کیسی بیان کی اللہ نے مثال پاکیزہ بات کی جیسے پاکیزہ درخت

اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ

بیخش استوار باشد و شاخش در آسمان میدهد میوهاے خود را هر

اسکی جڑ (زمین میں) قائم ہو اور اسکی شاخیں آسمان میں ۳ دیتا ہے اپنے پھلوں کو ہر

۱ جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے کافروں کے سردار اور انکے پیروکار کے مناظر کو بیان فرمایا تو اب شیطان اور اسکے پیروکار کا ذکر ہو رہا ہے۔ مفسرین کرام کہتے ہیں کہ جب اہل جنت' جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اہل نار جہنم میں چلے جائینگے تو اہل نار ابلیس کو ملامت کریں گے پس ابلیس آگ کے منبر پر سوار ہو کر اہل نار کو ملامت کریگا۔ قُضِيَ الْاَمْرُ سے معلوم ہو رہا ہے کہ اہل صلوٰۃ کے فساق جہنم میں دائمی طور نہیں رہیں گے بلکہ ایک وقت ایسا کہ انھیں جہنم سے نکال دیا جائیگا اور جنت میں داخل کیا جائیگا۔ شیطان سے مراد ابلیس ہے اس لئے کہ شیطان کا لفظ مفرد ہے جو واحد کا تقاضا کرتا ہے اور ابلیس شیاطین کا سردار ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو جمع فرمائیگا اور انکے درمیان فیصلہ فرمادیگا تو کافر کہیں گے کہ تحقیق مسلمانوں نے تو اپنا شفیع پالیا پس ہمارے لئے آج شفیع کون ہوگا؟ نہیں ہے وہ مگر ابلیس جس نے ہمیں گمراہ کیا پس وہ لوگ ابلیس کے پاس آکر سوال کرینگے اسوقت شیطان ان کافروں سے یہ قول کہے گا اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ یعنی اس وعدے سے مراد ہے کہ تمہارے اعمال کی جزا کا وعدہ جو تمہارے رب نے کیا تھا وہ سچ اور حق تھا میں نے تو تم سے جھوٹ وعدہ کیا تھا۔ (تفسیر کبیر)

۲ تحیۃ دعا بالتعمیر ہے اور اسکی اصل حضرت آدم علیہ السلام سے ہے۔ حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے ہمارے نبی ﷺ کے نور کی ضیاء دیکھی تو اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ یہ کس کا نور ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ نبی عربی کا نور ہے جنکا نام محمد ہے اور وہ تمہاری اولاد میں سے ہونگے' تمام انبیاء انکے جھنڈے تلے ہونگے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے انکے نور کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو اس نور کو اللہ تعالیٰ نے انکے انگوٹھے میں ظاہر فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس نور کو دیکھتے ہی سلام کیا پس اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی جانب سے سلام کا جواب لوٹایا اس لئے یہاں سلام پیش کرنا حضرت آدم علیہ السلام کی یاد کیلئے سنت کے طور پر باقی رکھا اور اسکا جواب دینا فرض قرار پایا کیونکہ جواب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی جانب سے دیا تھا' اسکی مثال وتر کی رکعتوں میں ہے جب نبی ﷺ نے بیت المقدس میں انبیاء کی امامت فرمائی تو موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ سدرۃ المنتھیٰ کے مقام پر ایک رکعت ادا کریں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ پس نہ ہو جاؤ شک میں انکی ملاقات سے متعلق یعنی شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں۔ پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک رکعت نماز ادا فرمائی تو ایک رکعت اور اپنی طرف سے اس میں ملالی جب دو رکعت سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ ایک رکعت اور ملا لو پس یہ تین رکعت وتر ہوگئیں جس طرح مغرب کی نماز ہے۔ جب آپ تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپکو رحمت اور نور سے ڈھانپ لیا پس آپ نے تیسری رکعت میں بلا اختیار ہاتھ کھول کر اوپر اٹھایا اس لئے وتر کی تیسری رکعت میں ہاتھوں کا اٹھانا سنت قرار پایا اسکی جانب نبی کریم ﷺ نے اشارہ فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ زَادَكُمْ صَلٰوةً اَلَا وَهِيَ الْوِتْرُ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے نماز کو بڑھایا اور وہ وتر ہے۔ (روح البیان)

۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کلمہ طیبہ سے مراد لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور شجرہ طیبہ سے مراد مؤمن ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ بیشک ایمان درخت کی مثل ہے' ایمان اسکے عروق ہیں' نماز اسکی اصل ہو' زکوۃ اسکی فروع ہے' روزہ اسکی ٹہنیاں ہیں' اللہ کے راستے میں تکلیف اسکی بوٹیاں ہیں' حسن اخلاق اسکے پتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے محارم سے رکنا اسکے پھل ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو آپ نے صحابہ سے فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کونسا درخت ہے پس میرے دل میں خیال گذرا کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن کی مثال کھجور کے درخت کی طرح ہے جو اپنے ساتھی کو نفع دیتا ہے اور مشاورت کرنے والوں کو نفع دیتا ہے جیسے درخت کی ہر شے سے نفع حاصل کیا جاتا ہے۔ (القرطبی)

حِيۡنٍۢ بِاِذۡنِ رَبِّهَا ؕ وَيَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ

فصلے بحکم پروردگار خود و بیان میکند خدای مثلها را برائے مردمان

فصل میں اپنے رب کے حکم سے اور بیان فرماتا ہے اللہ مثالوں کو لوگوں کے واسطے

لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ ﴿٢٥﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيۡثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيۡثَةِ

کہ ایشاں پند گیرند و سخن نا پاکیزہ مانند درخت نا پاکیزہ است

کہ وہ سب نصیحت پکڑیں ۱ اور ناپاکیزہ بات ناپاکیزہ درخت کی طرح ہے

اۨجۡتُثَّتۡ مِنۡ فَوۡقِ الۡاَرۡضِ مَا لَهَا مِنۡ قَرَارٍ ﴿٢٦﴾ يُثَبِّتُ

کہ بر کندہ شد از بالائے زمین نیست او را ہیچ استقراری استوار میسازد خدای

جسے اکھاڑ دیا گیا ہو زمین کے اوپر سے نہیں ہے اس کیلئے کوئی قرار ۲ اللہ ثابت (قدم) رکھے گا

اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى

آنانکہ گرویدند بسخن راست در زندگانی دنیا و در

ان لوگوں کو جو سچ بات پر ایمان لائے دنیا کی زندگی میں (بھی) اور

الۡاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيۡنَ ۙ وَيَفۡعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿٢٧﴾

آخرت و گمراہی میسازد خدا ظالمانرا و میکند خدای آنچہ خواہد

آخرت میں (بھی) اور گمراہ کرتا ہے اللہ ظالموں کو اور کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے ۳

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ بَدَّلُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ كُفۡرًا وَّاَحَلُّوۡا قَوۡمَهُمۡ

آیا ندیدے بسوے آنانکہ بدل کردند نعمت خدا را ناسپاسی کردند و فرود آوردند قوم خود را

کیا تو نے نہ دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے بدل دی اللہ کی نعمت کو ناشکری کر کے اور انھوں نے اتارا اپنی قوم کو

دَارَ الۡبَوَارِ ﴿٢٨﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصۡلَوۡنَهَا ؕ وَبِئۡسَ الۡقَرَارُ ﴿٢٩﴾ وَجَعَلُوۡا

سرائے ہلاکی کی دوزخ است در آیند دراں و آں بر قرار گاہی است و مقرر کردند

ہلاکی کے گھر میں ۴ دوزخ ہے جس میں داخل ہونگے اور وہ بری جگہ ہے ۵ اور انھوں نے ٹھہرایا

تفسیر اظہار العرفان

۱ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس درخت کو چار صفتوں سے متصف فرمایا۔ پہلی صفت: طیبہ یعنی وہ درخت پاکیزہ ہے۔ دوسرے صفت: اَصۡلُهَا ثَابِتٌ یعنی اسکی جڑ زمین میں قائم ہے۔ تیسری صفت: وَفَرۡعُهَا فِى السَّمَاءِ یعنی اس درخت کی شاخیں آسمانوں میں قائم ہیں۔ چوتھی صفت: تُـؤۡتِـىۡ اُكُلَهَا كُلَّ حِيۡنٍ بِاِذۡنِ رَبِّهَا یعنی دیتا ہے اپنے پھلوں کو ہر فصل میں اپنے رب کے حکم سے۔ (تفسیر کبیر) کلمۂ طیبہ کی بھی یہی حالت ہے' مؤمن کے دل میں اسکی جڑ یعنی ایمان مضبوطی کیساتھ قائم ہے' جب یہ کلمہ زبان سے نکلتا ہے تو اوپر اٹھنے اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے سے اسکو کوئی روک نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِلَيۡهِ يَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّيِّبُ اللہ ہی کی طرف پاکیزہ کلمہ چڑھتا ہے۔ ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر ﷛ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سُبۡحَانَ اللّٰه پڑھنا میزان کا آدھا حصہ ہوگا اَلۡحَمۡدُ لِلّٰه پڑھنا میزان کو نیکیوں سے بھر دیگا اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو [اللہ تک پہنچنے سے] کوئی مانع نہیں۔ لغت میں "حین" کا معنی ہے وقت۔ حضرت مجاہد اور حضرت عکرمہ کے نزدیک اس جگہ پورا سال مراد ہے کیونکہ کھجور کے درخت میں پورے سال پھل آتا ہے' حضرت سعید بن جبیر' حضرت قتادہ اور حضرت حسن بصری کے نزدیک چھ مہینے کی مدت مراد ہے یعنی گابا نکلنے کے وقت سے کھجور توڑنے کے وقت تک۔ حضرت ابن عباس ﷛ کی طرف بھی اس قول کی نسبت کی جاتی ہے۔ بعض علماء کے نزدیک چار ماہ کی مدت مراد ہے یعنی پھل برآمد ہونے کے وقت سے پھل پکنے کا وقت۔ حضرت سعید بن مسیّب نے کہا دو ماہ مراد ہے یعنی کھجور کھانے کے قابل ہو جائے اسوقت سے لیکر توڑنے کے وقت تک۔ حضرت ربیع بن انس نے کہا اس سے مراد ہے ہر صبح و شام کیونکہ کھجوریں ہر زمانے میں اور ہر فصل میں اور ہر وقت کھائی جاتی ہے' صبح ہو یا شام' گرمی کی فصل ہو یا سردی کا موسم چھواروں کی شکل میں اسکو کھایا جاتا ہے یا کھجور کی صورت میں یا نیم پختہ حالت میں' مؤمن کے عمل کی بھی یہی حالت ہے صبح شام۔ دن و رات اور درمیانی اوقات میں غرض ہر وقت نیک عمل اوپر چڑھتا ہے اور ایمان کی برکت کبھی منقطع نہیں ہوتی ہر وقت حاصل ہوتی ہے۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ درخت کی تکمیل تین اجزاء سے ہوتی ہے زمین کے اندر جمے ہوئے ریشے' تنا اور شاخیں۔ ایمان کی تکمیل بھی تین ہی چیزوں سے ہوتی ہے [دل سے] تصدیق' زبان سے اقرار اور اعضائے جسم سے عمل۔ (مظہری) ۲ اللہ تعالیٰ نے اس دوسرے درخت کو بھی تین صفتوں سے متصف فرمایا۔ پہلی صفت: خَبِيۡثَةٌ یعنی ناپاکیزہ۔ دوسری صفت: اُجۡتُثَّتۡ مِنۡ فَوۡقِ الۡاَرۡضِ یعنی جسے زمین سے اکھاڑ دیا گیا ہو۔ تیسری صفت: مَا لَهَا مِنۡ قَرَارٍ یعنی زمین میں اس کیلئے قرار نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت علی بن ابی طلحہ ﷛ فرماتے ہیں کہ كَلِمَةٍ خَبِيۡثَةٍ سے مراد شرک ہے' شَجَرَةٍ خَبِيۡثَةٍ سے مراد مشرک ہے اور مَا لَهَا مِنۡ قَرَارٍ سے مراد ہے مشرک کے اعمال کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (القرطبی) ۳ حضرت براء ﷛ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی' کہا جائیگا مَنۡ رَّبُّكَ؟ بندہ مؤمن جواب دیگا رَبِّىَ اللّٰهُ وَدِيۡنِىۡ دِيۡنُ مُحَمَّدٍ. (القرطبی) ۴ یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کے بدلے کفر کیا اسطرح کہ انھوں نے حضرت محمد ﷺ کی تکذیب کی جب اللہ تعالیٰ نے انکی جانب آپکو نبی بنا کر بھیجا۔ اس اعتبار سے یہ آیت مشرکینِ قریش کے بارے میں نازل ہوئی' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت ان مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو بدر کے روز نبی ﷺ سے لڑائی کیلئے آئے تھے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت قریش میں سے افجرین بنی مخزوم اور بنی امیہ کے بارے میں نازل ہوئی' بنی امیہ کو تو ایک زمانے تک نفع حاصل کرنے دیا گیا اور بنی مخزوم کو بدر کے روز ہلاک کر دیا گیا۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ یہ آیت عام مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی۔ وَاَحَلُّوۡا قَوۡمَهُمۡ حضرت ابن عباس ﷛ فرماتے ہیں کہ وہ مشرکین کے سردار ہیں جنہوں نے بدر کے روز اپنی قوم کو ہلاکت کی جانب اتارا۔ (القرطبی) ۵ یعنی جہنم میں داخل ہونے والے اسکی گرمی کی شدت کو قیاس کرینگے اور کہیں گے یہ کیا ہی بری جگہ ہے۔ (روح البیان)

لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ

خدا را هماتان تا گمراه کنند از راه او بگو بهره مند شوید پس هر آئنه

اللہ کیلئے شریکوں کو تا کہ گمراہ کریں اسکے راستے سے' آپ فرما دیجئے فائدہ حاصل کر لو پس بیشک

مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

باز گشت شما بسوے آتش بگو آں بندگان مرا آنانکه گرویدند

تمہارا لوٹنا ہے آگ کی طرف ۱ آپ فرما دیجئے! میرے ان بندوں سے جو ایمان لائے

يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً

بر پادارند نماز را و نفقه ازانچه روزی دادیم ایشانرا پہناں و آشکارا

نماز قائم رکھیں اور خرچ کریں اس سے جو روزی دی ہم نے انھیں خفیہ اور ظاہر

مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ

پیش ازانکه بیاید روزیکه خرید و فروخت نیست دراں و نه بایکدیگر الله است آنکه

قبل اس کے کہ آئے وہ روز جس میں خرید و فروخت نہیں ہے اور نہ باہمی دوستی ۲ اللہ ہے جس نے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

بیافرید آسمانہا و زمین فرستاد از آسمان آبے

پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور بھیجا آسمان سے پانی

فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ

پس بیروں آورد باں از میوہا روزی برائے شما و مسخر کرد برائے شما کشتی

پس نکالا اس سے پھلوں کو تمہارے لئے روزی اور مسخر کیا تمہارے لئے کشتی کو

لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ

تا میرود در دریا بامر او و مسخر کرد برائے شما جوبہا و مسخر کرد برائے شما آفتاب

تا کہ چلے دریا میں اسکے حکم سے اور مسخر کیا تمہارے لئے نہروں کو ۳ اور مسخر کیا تمہارے لئے سورج

۱ یعنی اپنی نفسانی خواہشات یابت پرستی اور گمراہی میں پڑے کچھ مدت مزے اڑاتے رہو جو کچھ تمہارے لئے مقدر کر دیا گیا ہے اور جس وقت تک مزہ اڑانا تمہارے لکھ دیا گیا ہے اتنی مدت تک مزہ اڑاؤ۔ حضرت ذوالنون نے کہا کہ تمتع کا معنی یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو آدمی اپنی نفسانی خواہشات سے بہرہ اندوز ہو۔ تَمَتَّعُوْا اگر چہ امر کا صیغہ ہے لیکن امر سے مراد حکم نہیں بلکہ یہ ایک تہدید اور عذاب کی دھمکی ہے اور اس بات کی اطلاع ہے کہ تمہاری یہ گمراہیاں تمہیں عذاب میں لے جائیں گی اسی لئے امر کے بعد فرمایا آخر تمکو دوزخ میں جانا ہوگا گویا دوزخ میں جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ (مظہری)

۲ جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے علی سبیل التہدید اور وعید کفار کو جب یہ حکم دیا کہ تم دنیا کی نعمتوں سے نفع حاصل کر لو تو اب اس آیت میں مؤمنین کو حکم دے رہا ہے کہ دنیا کی لذتوں کو چھوڑ دو اور نفس و مال کے مجاہدہ میں مبالغہ کرو۔ انسان ایمان سے فراغت کے بعد شے میں تصرف کی قدرت رکھتا ہے مگر اپنے نفس اور اپنے مال میں۔ پس انسان کو چاہیئے کہ نماز کی ادائیگی کی صورت میں اپنے معبود کی خدمت میں مشغول ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مال خرچ کرے پس یہ تینوں اُمور معتبرہ میں سے ہیں یعنی ایمان' صلاۃ اور زکوۃ۔ اسی تینوں امور کو اللہ تعالیٰ ایک جگہ یوں بیان فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ترجمہ: وہ لوگ جو بے دیکھے ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو رزق ہم نے انھیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں''۔ جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نماز قائم رکھنے اور زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا تو فرمایا: ''اس دن کے آنے سے پہلے کہ جس دن بیع ہوگی اور نہ دوستی''۔ حضرت ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ اس جگہ بیع بمعنی فدیہ ہے اور خلال بمعنی دوست بنانا ہے۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ قیامت کا دن ایک ایسا دن ہے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ خلت ہوگی اور نہ قرابت ہوگی گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ دنیا میں اپنے اموال کو خرچ کر و یہاں تک کہ تم اس خرچ کا بدلہ پاؤ گے اس روز جس دن نہ خرید و فروخت ہوگی نہ خلت ہوگی۔ اسکی نظیر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں موجود ہے لَا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ یعنی جس میں نہ بیع ہوگی اور نہ خلت ہوگی اور نہ شفاعت ہوگی۔ (تفسیر کبیر) سوال: متقی شفاعت کرینگے اور بعض مؤمن بعض مؤمنوں کی بھی شفاعت کرینگے یہ مسئلہ مسلمہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ یعنی تمام دوست باہم دشمن ہو جائینگے سوائے تقوی والوں کے یعنی متقی باہم دشمن نہ ہونگے' پھر دوستی کام نہ آنے کی جو اس آیت میں صراحت ہے وہ کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟ جواب: نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کا حکم ہی تقوی اختیار کرنے کا حکم ہے جن میں تقوی نہ ہو ان میں باہمی دوستی نہ ہوگی تو ان میں سے کوئی شفاعت نہیں کریگا۔ (مظہری) ۳ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب سعداء اور اشقیاء کے احوال کو بیان فرمایا اور اس بیان میں کلام طویل ہو گیا تو اب اللہ تعالیٰ اس کلام کو اپنی قدرت اور علم کے کمال پر ختم فرما رہا ہے اور اس جگہ دلائل کے دس انواع بیان کئے گئے۔ (۱) آسمانوں کی پیدائش (۲) زمین کی پیدائش (۳) آسمان سے پانی اتار کر طرح طرح کے پھل نکالنا (۴) کشتی کو اپنے حکم سے مسخر کرنا تا کہ انسان اس سے فائدہ حاصل کر سکے (۵) نہروں کو مسخر کرنا (۶) سورج کو مسخر کرنا (۷) چاند کو مسخر کانا (۸) رات کو مسخر کرنا (۹) دن کو مسخر کرنا (۱۰) اور سوال کے مطابق ہر چیز عطا فرمانا۔ یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل جو اس سے پہلے بھی [سورہ بقرہ آیت اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ الخ کے تحت] گذر چکے ہیں۔ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً واضح رہے کہ پانی سحاب یعنی بادل سے برستا ہے لیکن یہاں اَلسَّمَاءُ یعنی آسمان کہا گیا ہے چونکہ سماء مشتق ہے سمو سے اور سمو کہتے ہیں ارتفاع کو' بادل بھی ہمارے سر کے اوپر ہے اس لئے کلام عرب میں کبھی سحاب کو سَمَاءٌ کہہ دیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ عادت کے مطابق اس اترے ہوئے پانی کے ذریعے پھلوں کو پیدا فرماتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

وَالْقَمَرَ دَآىِٕبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ

و ماه را ہمیشہ روندگان و مسخر کرد برائے شما شب و روز را و داد شما را از ہر

اور چاند کو ہمیشہ چل رہے ہیں اور مسخر کیا تمہارے واسطے شب و روز کو ۱ اور دیا تمہیں جو

مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ

چہ خواستید و اگر بشمارید نعمت خدا را احاطہ نتوانند کرد از نعمتہا

تم نے چاہا اور اگر شمار کرو اللہ کی نعمت کو تو احاطہ نہ کر سکو گے نعمتوں کو

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ

ہر آئنہ آدمی ستمگار و ناسپاس است و چوں گفت ابراہیم اے پروردگار من

بیشک آدمی ظالم اور ناشکرا ہے ۲ اور جب عرض کی ابراہیم نے اے میرے رب

اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾

بکن ایں شہر را ایمن و دور دار مرا و فرزندان مرا آنکہ عبادت کنیم بتان را

کر دے اس شہر کو امن والا اور دور رکھ مجھے اور میرے فرزندوں کو اس سے کہ ہم عبادت کریں بتوں کی ۳

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ

اے پروردگار من ایں بتان گمراہ کردند بسیار از مردمان پس ہر کہ پیروی کند مرا

اے میرے رب! ان بتوں نے گمراہ کئے بہت سارے لوگوں کو پس جو کوئی پیروی کرے میری

فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَآ

پس ہر آئنہ او از من است و ہر کہ نافرمانی کرد مرا پس تو آمر زندہ مہربانی اے پروردگار ما

پس بیشک وہ مجھ سے ہے اور جو کوئی میری نافرمانی کرے پس تو بخشنے والا مہربان ہے ۴ اے ہمارے رب!

اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ

ہر آئنہ من ساکن ختم بعض اولاد خود را بوادی بے زراعت

بیشک میں نے بسایا اپنی بعض اولاد کو بے زراعت وادی میں

۱ یعنی یہ دونوں اپنے رب کے حکم کی بناء پر سیر میں ہیں معنی یہ ہوا کہ یہ دونوں قیامت تک جاری رہیں گے اور ان میں فتور نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے رات کو تمہارے لئے مسخر کیا کہ تم اس میں آرام کرتے ہو اور دن کو تمہارے لئے مسخر کیا کہ تم اس میں اسکا فضل تلاش کرتے ہو۔ (القرطبی)

۲ بیضاوی نے لکھا ہے کہ شاید مراد یہ ہے کہ تمہاری ضرورتوں کا جو تقاضا تھا اور جو تمہاری حاجتیں تھیں وہ سب تمکو دیا خواہ زبان سے تم نے مانگا ہو یا نہ مانگا ہو وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا یعنی انکے انواع واقسام کو بھی نہیں گن سکتے ہو افراد کا تو ذکر ہی کیا ہے' افرادِ نعمت تو ان گنت ہیں ان سب کا شکر ادا کرنا تمہاری طاقت سے باہر ہے' لیکن اللہ تعالٰی نے اپنے کرم سے ادائے شکر نہ کر سکنے کے اقرار کو ہی اہلِ ایمان کیلئے شکر کے قائم مقام قرار دیدیا ہے اور جو لوگ شکر سے عجز کا اقرار کرتے ہیں انکو اپنا شکر گذار بندہ فرمایا ہے اور جو لوگ شکر نہ کرنے کے باوجود اپنی عاجزی کا اقرار نہیں کرتے انکے متعلق فرمایا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ یعنی بیشک انسان ناشکرا' ناصبرا ہے' سختی اور مصیبت میں اللہ کا شکوہ کرتا ہے اور بے صبری کا اظہار کرتا ہے اور نہیں جانتا ہے اسکا رب جواد ہے' کریم ہے' حکیم ہے' یہ مصیبت بھی پُر از مصلحت ہے' تقاضائے حکمت ہے خواہ اسکی حکمت سمجھ میں نہ آئے اور آسائش و نعمت ملتی ہے تو آدمی شکر ادا نہیں کرتا۔ ناشکری کی ضد شکر گذاری ہے۔ (مظہری)

۳ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو اپنی اولاد کیلئے شرک سے محفوظ رکھے جانے کی دعا کی تھی اس سے مراد صرف صلبی اولاد تھی تمام نسلِ اسماعیل [واسحاق] مراد نہ تھی نسلِ اسماعیل میں تو بکثرت بت پرست گذرے ہیں لیکن آیتِ مذکورہ کے لفظ "بَنِيَّ" کو دیکھکر بقول ابن ابی حاتم سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ اولادِ اسماعیل میں سے کوئی بھی بت پرست نہ تھا اور جنکو بت پرست کہا جاتا ہے انکی بت پرستی کی حقیقت صرف اتنی تھی وہ پتھروں کا طواف کرلیا کرتے تھے اور اسکو دوار [طواف] کہا کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ کعبہ بھی تو پتھروں کا نام ہے [جسکا طواف کیا جاتا ہے] اس لئے ہم جہاں پتھر نصب کرلیں وہ کعبہ کی طرح ہو جائینگے یعنی انکا طواف کیا جاسکتا ہے۔ درمنثور میں اتنا مزید آیا ہے کہ سفیان بن عیینہ سے دریافت کیا گیا پھر آپ نے اولادِ اسحاق اور دوسری نسلِ ابراہیمی کو کیوں اس میں داخل نہیں کیا اولادِ اسماعیل کا خصوصیت کیساتھ کیوں ذکر کیا؟ سفیان نے جواب دیا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس شہر کے رہنے والوں ہی کیلئے دعا کی تھی کہ وہ بت پرستی نہ کریں اور آبادی کے بعد انہی کیلئے دعا کی کہ اللہ تعالٰی اس شہر کو پُر امن بنادے تمام بستیوں کیلئے دعا نہیں کی تھی اور آیت رَبَّنَا اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ میں اسی شہر کا خصوصیت کیساتھ ذکر کیا۔ سفیان بن عیینہ کی یہ تشریح قرآن کے خلاف بھی ہے اور سنت وہ اجماع کے بھی' خبر متواتر سے ثابت ہے کہ اللہ کی کتاب میں مشرکوں سے مراد اہل مکہ [نسلِ اسماعیل] ہیں۔ (مظہری) اس آیت سے معلوم ہوا کہ عصمتِ انبیاء اللہ کی توفیق سے ہے اور عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ گناہ کی قدرت رکھتا ہو لیکن اللہ تعالٰی اس میں گناہ پیدا نہ ہونے دے۔ اسی وجہ سے شیخ ابو منصور نے کہا کہ عصمت تکلیف کو زائل نہیں کرتی اس لئے مؤمن کیلئے مناسب نہیں ہے کہ وہ ایمان پر پُر امن رہے بلکہ اسے چاہیئے کہ اللہ تعالٰی کی جانب تضرع کرتا رہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اور اپنی اولاد کیلئے ثبات علی الایمان کیلئے دعا کی۔ (روح البیان) ۴ جب یہ بت انسانوں کو گمراہ کرنے کا سبب بنے تو فعل کی اضافت کو انکی جانب مجازاً کر دیا گیا اس لئے کہ اصنام جمادات ہیں جو افعال انجام نہیں دے سکتے ہیں۔ فَمَنْ تَبِعَنِيْ یعنی جو توحید میں میری پیروی کرے وہ میرے دین میں سے ہے اور جو کوئی شرک پر اصرار کرے تو تُو بخشنے والا مہربان ہے۔ کہا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول اس سے پہلے کا ہے جب اللہ تعالٰی نے انھیں بتایا تھا کہ شرک بغیر توبہ کہ معاف نہیں کیا جائیگا حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ وَمَنْ عَصَانِيْ سے مراد یہ ہے کہ جو شرک کے علاوہ نافرمانی کرے تو اسے بخشنے والا مہربان ہے۔ (القرطبی)

عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ

نزدیک خانہ تو محرم اے پروردگار ما تا بر پادارند نماز را پس بکن

تیرے حرمت والے گھر کے قریب، اے ہمارے رب! تا کہ نماز قائم رکھیں پس تو کر دے

اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ

دلے چند را از مردمان رجبت کند بسوے ایشاں و روزی دہ ایشانرا از

کچھ دلوں کو لوگوں میں سے رغبت کرنے والا انکی طرف اور روزی دے انھیں

الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝۳۷ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ

میوہا کہ ایشاں شکر کردند اے پروردگار ما ہر آئنہ تو میدنی آنچہ پنہاں داریم

پھلوں سے کہ وہ سب شکر کریں[1] اے ہمارے رب! بیشک تو جانتا ہے جو ہم پوشیدہ رکھتے ہیں

وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ

و آنچہ آشکارا کنیم و پنہاں نیست بر خدای از چیزے در زمین

اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اور پوشیدہ نہیں ہے اللہ پر کوئی چیز زمین میں

وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝۳۸ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ

و نہ در آسمانہا حمد خدایرا ست آنکہ عطا کرد مرا باوجود بزرگی

اور نہ آسمان میں [2] حمد اللہ کیلئے ہے جس نے مجھے عطا فرمایا ہے باوجود بڑھاپے کے

اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝۳۹ رَبِّ اجْعَلْنِيْ

اسماعیل و اسحاق ہر آئنہ پروردگار من شنونده دعا ست اے پروردگار من بکن مرا

اسماعیل اور اسحاق، بیشک میرا رب دعا کا سننے والا ہے [3] اے میرے رب! تو کر دے مجھے

مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝۴۰ رَبَّنَا

بر پادارنده نماز و از فرزندان من اے پروردگار ما قبول کن دعاے مرا اے پروردگار ما

نماز قائم رکھنے والا اور میرے فرزندوں کو، اے ہمارے رب! قبول فرما میری دعا [4] اے ہمارے رب!

[1] حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ تھیں مدت تک آپکے پاس رہیں لیکن اولاد نہیں ہوئی جب حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت سارہ کو جذبۂ رقابت نے ابھارا اور آپکے دل میں کچھ احساسِ افسردگی وانتقام پیدا ہوگیا اور انھوں نے قسم کھالی کہ میں ہاجرہ کے تین اعضاء کاٹوں گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: تم اپنی قسم پوری کرنی چاہتی ہو۔ حضرت سارہ نے عرض کیا میں کیا کروں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ہاجرہ کے کانوں میں سوراخ کردو اور اسکا ختنہ کردو۔ حضرت سارہ نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ہاجرہ نے کان چھدنے کے بعد دو بالیاں کانوں میں پہن لیں، اس سے انکا حسن اور بڑھ گیا۔ حضرت سارہ بولیں اس سے تو میں نے اسکے حسن میں اور اضافہ کردیا ہے۔ غرض حضرت سارہ نے پسند نہیں کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ کے ساتھ رہیں مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت ہاجرہ سے بڑی محبت تھی بہرحال آپ ہاجرہ کو مکہ لے گئے اور چونکہ آپکو ہاجرہ سے بڑی محبت تھی اور بغیر ہاجرہ کے نہیں رہ سکتے تھے اس لئے روزانہ براق پر سوار ہوکر شام سے مکہ ہاجرہ سے ملنے آیا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہاجرہ اور انکے لڑکے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لیکر بیت اللہ کے پاس پہنچے اور مسجد سے بالائی مقام پر زم زم کے اوپر ایک بڑے درخت کے پاس دونوں کو بٹھایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ان دنوں شیر خوار تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک خورجین جس میں چھوارے تھے اور ایک مشکیزہ پانی سے بھرا ہوا حضرت ہاجرہ کے پاس رکھ دیا پھر لوٹ پڑے، حضرت ہاجرہ نے پیچھا کیا اور کہا ابراہیم آپ ہمکو اس ویران وادی میں چھوڑ کر کہاں جارہے ہیں؟ حضرت ہاجرہ نے یہ بات کئی بار کہی مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے منہ پھیر کر نہیں دیکھا۔ آخر حضرت ہاجرہ نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپکو اسکا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! اس پر حضرت ہاجرہ بولیں تو اللہ ہمکو ضائع نہیں کریگا۔ پھر لوٹ آئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چل دیئے جب ہاجرہ کی نظر سے غائب ہوگئے تو کعبے کی طرف منہ کرکے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی: رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ سے يَشْكُرُوْنَ تک۔ (مظہری) [2] یعنی ہمارے احوال میں سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس اور حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اسماعیل اور اسکی والدہ کے بارے میں جمیع احوال کو تو جانتا ہے خواہ ہم اسے چھپائیں یا ظاہر کریں۔ (القرطبی) [3] جاننا چاہیئے کہ قرآن دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دو لڑکے عطا کئے یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام، یہ دونوں لڑکے بڑھاپے میں عطا کئے گئے۔ اسوقت آپکی عمر مبارک کیا تھی قرآنِ کریم سے یہ غیر معلوم ہے اس کیلئے روایات کی طرف رجوع کی حاجت ہوگی۔ ایک قول کے مطابق جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اسوقت حضرت ابراہیم علیہ السلام ۹۹ سال کے تھے اور جب حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اسوقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک ۱۱۲ سال تھی، دوسرے قول کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کے وقت آپکی عمر ۶۴ سال اور اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ولادت کے وقت آپکی عمر ۹۰ سال تھی۔ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں کوئی اولاد ۱۱۷ سال سے پہلے نہیں ہوئی۔ اتنی زیادہ عمر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولاد کا عطا کرنا ایک نشانی تھی ورنہ اس عمر میں عادۃً اولاد نہیں ہوتی۔ (تفسیر کبیر) [4] یعنی اسلام پر ثابت قدم رکھ اور اسلامی احکام پر عمل کرنے والا بنادے۔ [دعا کی فضیلت میں ارشاد ہے] وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ "اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کرونگا" نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ یعنی دعا عبادت کا مغز ہے۔ (القرطبی) یعنی نماز کو ارکان و آداب اور پابندی اوقات وشرائط کیساتھ ہمیشہ ادا کرنے کی توفیق میری اولاد کو عطا فرما۔ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ میں مِنْ تبعیضی اس لئے ذکر کیا کہ آپکو وحی کے ذریعے سے معلوم ہو چکا تھا کہ آئندہ میری نسل میں کچھ کافر بھی ہونگے۔ (مظہری)

ع ۶ / ۱۸

اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾

بیامرز مرا و مادر و مرد مومنانرا روزیکه بر پا شود حساب

بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ کو اور مؤمنوں کو اس روز کہ حساب قائم ہو گا ۱

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۵ اِنَّمَا

و مپندار خدا را بے خبر از آنچه میکنند ستمگاران جز ایں نیست

اور نہ گمان کرو اللہ کو بے خبر اس سے جو کرتے ہیں ظالمین' اسکے سوا کچھ نہیں ہے

يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ

که موقوف میدارد ایشانرا برائے روزیکه خیره شوند دراں دیرہا شتاب کنندگان برادرندگان

کہ موقوف رکھتا ہے انھیں اس دن کیلئے جس میں آنکھیں حیران ہونگیں ۲ جلدی کرنے والے اٹھانے والے

رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَ

سر خود باز نمی گردد بسوے ایشاں چشم ایشاں و دلہاے ایشاں خالیست و

اپنے سر کونہیں پلٹتی ہونگیں انکی جانب انکی آنکھیں اور انکے دل خالی ہونگے (قوت سے) ۳ اور

اَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ

بترساں مردمانرا روزیکه بیاید بدیشاں عذاب پس گویند آنانکه

ڈراؤ لوگوں کو اس روز سے کہ آئے انکے پاس عذاب پس کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے

ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ

ستم کردند اے پروردگار ما باز را تا وقتی نزدیک قبول کنیم خواندن ترا و

ظلم کیا اے ہمارے رب! پلٹا ہمیں تھوڑے وقت تک کہ ہم قبول کریں تیرے بلانے کو اور

نَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ

پیروی کنیم رسولانرا گفته شود قسم نمی خورید پیش ازیں که نباشد شما را ہیچ

پیروی کریں رسولوں کی' کہا جائیگا ان سے قسم نہ کھائی تھی تم نے اس سے پہلے کہ نہ ہوگا تمہارے لئے کوئی ۴

۱ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین مسلمان تھے۔ آزر آپکا چچا تھا اور تارخ آپکے والد کا نام تھا چونکہ اب کا لفظ چچا کیلئے بھی بولا جاتا ہے اس لئے اگر وَالِدَيَّ کی جگہ اَبَوَيَّ کا لفظ استعمال کیا جاتا تو خیال ہو سکتا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کیلئے بھی دعائے مغفرت کی تھی [باوجود یہ کہ آزر مشرک تھا اور مشرک نا قابل مغفرت ہے] اس خیال کو رفع کرنے کیلئے وَالِدَيَّ فرمایا یعنی حقیقی ماں اور حقیقی باپ (مظہری) وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ یہاں صرف مؤمنین کے ذکر پر اکتفا کیا مغفرتِ مؤمنات کا ذکر نہیں کیا اس لئے کہ مؤمنات احکام اور ایذان میں مؤمنین کے تابع ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو مؤمنین اور مؤمنات کی دعا سے اپنی دعا عام کریگا تو اللہ تعالیٰ اسکی دعا قبول فرمائیگا۔ پس سنت میں سے ہے کہ بندہ دعا کو صرف اپنے ساتھ خاص نہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "نہ امامت کرے وہ شخص کسی قوم کی جو خاص اپنے لئے دعا کرے پس اگر اس نے خاص اپنے لئے دعا کی تو تحقیق اس نے خیانت کی۔ (روح البیان)

۲ جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل کو بیان فرما لیا' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہ بیان ہوا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے شرک سے بچنے پر مدد طلب کی' اعمالِ صالحہ کرنے کی توفیق طلب کی جو قیامت تک مغفرت اور رحمت کا موجب ہے تو اب اسکے بعد ان چیزوں کو بیان فرما رہا ہے جو قیامت کے وجود پر دلالت کرتی ہیں۔ وجودِ قیامت پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کر رہا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ. اس ٹکڑے سے یہ تنبیہ مقصود ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ظالم سے مظلوم کا بدلہ نہ لے تو لازم آئیگا کہ وہ غافل ہے' یا ظالم سے انتقام لینے سے عاجز ہے' یا ظالم کے ظلم سے راضی ہے جب اللہ تعالیٰ سے غفلت' عجز اور رضا بالظلم محال ہے تو ضروری ہوا کہ وہ ظالم سے بدلہ ضرور لیگا۔ [اور بدلہ کے دن کا نام قیامت ہے] سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں مظلوم کیلئے تسلی ہے اور ظالم کیلئے تہدید۔ (تفسیر کبیر) ۳ یعنی تیزی کیساتھ بھاگ رہے ہونگے اِدھر اُدھر منہ پھیر کر نہیں دیکھیں گے نہ یہ جانیں گے کہ انکے قدم کہاں پڑ رہے ہیں۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ تیزی کیساتھ بلانے والے کی طرف دوڑیں گے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ٹکٹکی باندھے ہوئے ہونگے برابر نظر جمائے ہونگے۔ قاموس میں ہے هَطَعَ هُطُوْعًا یعنی سامنے سے دوڑتا ہوا تیزی کیساتھ آیا' یا کسی چیز پر نظر جمائے رکھی نگاہ نہ ہٹائی۔ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ. قتیبی کہتے ہیں کہ مقنع اس شخص کو کہتے ہیں جو سر اٹھائے اپنے سامنے دیکھتا رہے سامنے سے نظر نہ ہٹائے۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ قیامت کے روز لوگوں کے منہ آسمان کی طرف ہونگے کوئی کسی کی طرف نہیں دیکھے گا۔ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ یعنی انتہائی دہشت اور حیرت کی وجہ سے انکے دل' فہم و عقل خالی ہو جائینگے۔ احمق آدمی سے متعلق کہا جاتا ہے قَلْبُهٗ هَوَآءٌ اسکا دل [فہم' سمجھ اور قوت سے خالی ہے] حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ انکے دل سینوں سے نکلنے لگیں گے اور حلق میں آ کر اٹک جائینگے' نہ منہ سے باہر آئیں گے اور نہ اپنی جگہ پر لوٹیں گے پس آدمی ہوا میں ہو جائینگے یعنی انکے اندر کچھ نہ ہوگا آسمان و زمین کی درمیانی خلاء کی اسی وجہ سے ہوا کہا جاتا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ انکے دل بے تاب و بے قرار ہونگے کسی جگہ انکو قرار نہ ہوگا۔ (مظہری) ۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اہل مکہ کو ڈرائیے۔ محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ اہل نار پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کو پکار اٹھیں گے اس میں سے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ انکی پکار کا جواب دیگا لیکن پانچویں مرتبہ جواب نہیں دیگا۔ (۱) سورہ غافر آیت نمبر ۱۱'۱۲ (۲) سورہ الم سجدہ آیت نمبر ۱۲'۱۴ (۳) سورہ ابراھیم آیت نمبر ۴ (۴) سورہ فاطر آیت نمبر ۳۷ اور (۵) سورہ مؤمنون آیت نمبر ۱۰۷'۱۰۸۔ یعنی پانچویں مرتبہ اللہ تعالیٰ فرمائیگا اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ "دھتکارے ہوئے اس میں پڑے رہو اور کلام نہ کرو"۔ [جگہ کی تنگی کی وجہ سے صرف سورتوں کے نام اور آیت نمبر پر اکتفا کیا گیا ہے] (القرطبی)

زَوَالٍ ﴿٤٤﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

زوال و ساکن شدید در منازل آنانکه ستم کردند تنہاے ایشاں

زوال۔ اور تم بسے گھروں میں ان لوگوں کے جنہوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر

وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿٤٥﴾

و واضح شد شما را کہ چگونہ کردیم ما را بدیشاں و پدید ساختیم براے شما داستانہا

اور واضح ہوا تمہارے لئے کہ کیسا کیا ہم نے ان کیساتھ اور تمہارے واسطے مثالیں بیان کیں ؎۱

وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ

و ہر آئنہ مکر کردند مکر ایشاں و نزدیک خدای مکر ایشاں و نیست

اور بیشک انھوں نے مکر کیا اپنا مکر اور اللہ کے علم میں انکا مکر ہے اور نہیں ہے

مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿٤٦﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ

مکر ایشاں از جاے روند بسبب آں کوہ ہا پس مپندار خدای

انکا مکر کہ اس سے پہاڑ ٹل جائے ؎۲ پس گمان نہ کرو اللہ کو

مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤٧﴾ ؕ يَوْمَ

خلاف کنندہ وعدہ خود و پیغمبران او ہر آئنہ خدای غالب صاحب انتقام است نزدیک روزیکہ

خلاف کرنے والا اپنے وعدہ کے اور اسکے رسولوں کو بیشک اللہ غالب انتقام لینے والا ہے ؎۳ جس دن

تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا

بدل کردہ شوند زمین بغیر این زمین و بدل کردہ شود آسمانہا و ظاہر شوند

بدل دی جائیگی زمین اس زمین کے سوا سے اور بدل دیا جائیگا آسمانوں کو اور ظاہر ہونگے

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿٤٨﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ

خداے یگانہ غالب و بہ بینی گناہگارانرا آنروز دست و پا بہم بست

اللہ کیلئے جو یکتا غالب ہے ؎۴ اور دیکھو گے گناہگاروں کو اس روز دست و پا باہم بندھے ہوئے

تفسیر اظہار العرفان

؎۱ یعنی کافرین جو تم سے پہلے تھے یعنی قوم نوح، عاد اور ثمود اور وہ لوگ جنہوں نے کفر و معصیت کے ذریعے اپنے اوپر ظلم کیا۔ یہ لوگ انکے احوال کا مشاہدہ کرتے تھے اس لئے انھیں عبرت کی دعوت دی گئی ہے، اگر یہ لوگ عبرت حاصل نہیں کرتے ہیں تو ان کیلئے مذمت ہے۔ (تفسیر کبیر) وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ یعنی ہم نے انکے کردار کو قرآن میں بیان کیا ہے اور ان کیساتھ ہم نے جو معاملہ کیا وہ بھی قرآن میں بیان کیا ہے، اسکے بیان کا مقصد یہ ہے کہ ظالم عبرت پکڑلے اور انکے اعمال سے اپنے اعمال پر قیاس کرے۔ پس مؤمنین کو چاہیئے کہ وہ کثرت سے موت کو یاد کریں اس لئے کہ موت کو یاد کرنا چھ خصال کو موجب ہے۔ (۱) ایسا علم حاصل ہوگا جو آخرت پر دلالت کرتا ہوگا (۲) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر اور اسکی معصیت چھوڑنے پر معاونت کریگی (۳) دشمن کی پہچان ہوگی جس سے بچے گا (۴) اس سے عبرت حاصل کریگا (۵) مخلوقِ خدا کیساتھ انصاف کریگا تاکہ قیامت کے روز اس سے جھگڑا نہ کرے (۶) موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کریگا تاکہ قیامت کے روز شرمندہ نہ ہو۔ (روح البیان)

؎۲ یعنی کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو جلا وطن کرنے یا قید کردینے یا قتل کرڈالنے کی سازش کی اور حق کی مٹانے اور باطل کو اٹھانے کی ہر کوشش کو جو کرسکتے تھے کرلی۔ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ یعنی اور اللہ کے پاس انکا فریب [لکھا ہوا] موجود ہے وہ اس فریب کاری کی انکو سزا دیگا یا یہ مطلب ہے کہ انکی سازش اور مکاریوں کی انکو سزا دینے کیلئے اللہ کے پاس بھی پوشیدہ تدبیر ہے جس سے انکی سازش کو بے حقیقت کردیگا۔ یہاں "جِبَال" سے مراد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا معاملہ، قوانینِ شریعت اور آیاتِ خداوندی ہے مطلب یہ ہے کہ انکا مکر ایسا نہیں ہے کہ اس سے پہاڑ ٹل جائے یعنی نبوتِ محمدیہ اور احکامِ الٰہیہ انکی سازشوں سے باطل نہیں ہوسکتے نہ انکی فریب کاریوں سے ان میں زوال آسکتا ہے، یا یہ مطلب ہے کہ رسول اللہ کی نبوت، شریعتِ الٰہیہ اور احکامِ خداوندی جو پہاڑوں کی طرح پائیدار ہیں، انھوں نے اپنی سازشوں سے انکو اکھاڑ دینا چاہا اور ارادہ کیا کہ فریب و مکر سے انکی بیخ کنی کردیں لیکن ایسا ممکن نہیں ہے۔ حضرت حسن کہتے ہیں انکا مکر پہاڑوں کو انکی جگہ سے نہیں ہٹا سکتا۔ (مظہری) ؎۳ اس آیت سے بھی تنبیہ مقصود ہے کیونکہ اگر قیامت قائم نہ ہوگی تو ظالم سے مظلوم کا بدلہ کیسے لیا جائیگا اور اللہ تعالیٰ غفلت اور وعدہ خلافی دونوں سے پاک ہے اس لئے قیامت کا وقوع لازمی ہے تاکہ ہر ایک کو اللہ تعالیٰ وعدہ کے مطابق اسکے کئے پر جزا اور سزا دے۔ (تفسیر کبیر) ؎۴ تبدیل دو طرح کی ہوتی ہے ایک تبدیلِ ذاتی یعنی ایک شے کی بجائے دوسری چیز لے آئی جائے جیسے میں نے درہم کو دینار سے بدل دیا، درہم دیکر دینار لے لیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا حضرت علی ؓ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ زمین چاندی کی ہوگی اور آسمان سونے کا۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو چڑے کی طرح زمین کو کھینچ کر پھیلا دیا جائیگا اور سب مخلوق کو اس میں جمع کیا جائیگا۔ حضرتِ عکرمہ کی روایت ہے کہ یہ زمین لپیٹ دی جائیگی اور اسکے برابر ایک اور زمین ہوگی اس زمین سے اس زمین پر لوگوں کو لے جایا جائیگا۔ امام سیوطی کہتے ہیں کہ قدماء کے درمیان اختلاف ہے کہ کیا تبدیلِ ارض اوصاف میں ہوگی یا ذات میں ہوگی مؤخر الذکر قول کو ابن ابی حمزہ نے ترجیح دی ہے، شیخ ابن حجر کہتے ہیں کہ تبدیل ارض سے متعلق روایات میں کوئی تضاد نہیں ہے اس لئے کہ یہ سارے حوادث ارضِ دنیا پر واقع ہونگے۔ (مظہری)

فِی الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِیْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ

در زنجیرہا لباس ایشان از قطران باشد و بپوشد روے ایشانرا

زنجیروں میں ۱؎ انکے لباس رال کے ہونگے اور چھپائے گی ان کے چہرے کو

النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِیَجْزِیَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾

آتش تا جزا دہد خدای ہرتنی آنچہ کسب کردند ہر آئنہ خدای زود شما کنندہ است

آگ ۲؎ تا کہ بدلہ دے اللہ ہر جان کو جوانھوں نے کمایا' بیشک اللہ جلد حساب کرنے والا ہے ۳؎ یہ پہنچانا ہے لوگوں کیلئے

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِیُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِیَعْلَمُوْۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ

ایں رسانیدن است برائے مردمان و تا بیم کردہ شوند بآں و تا بدانند جز ایں نیست او خدای

اور اس لئے کہ ڈرائے جائیں اس سے اور اس لئے کہ جان لیں کہ اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ اللہ

وَّاحِدٌ وَّلِیَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

یگانہ است و تا پند گیرند خداوندان خرد

یکتا ہے اور اس لئے کہ نصیحت پکڑیں عقل مند ۴؎

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّیَّةٌ وَّهِیَ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰیَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورہ حجر مکی ہے اور اس میں ۹۹ آیات اور چھ رکوع ہیں ۵؎

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بنام خدای بخشایندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

الٓرٰ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱﴾

ایں کتاب آیہاے کتاب و قرآن روشن است

یہ کتاب اور روشن قرآن کی آیتیں ہیں ۶؎

۱؎ مُقَرَّنِیْنَ میں تین وجوہ جائز ہیں۔(۱) کلبی کہتے ہیں کہ ہر کافر کو اسکے دھوکا دینے والے شیطان کیساتھ ملایا جائیگا۔ حضرت عطاء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کو حور عین کیساتھ ملائیگا اور کافرین کے نفوس کو شیطان کیساتھ ملائیگا۔ (۲) بعض کفار کو بعض کیساتھ ملائیگا (۳) زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ انکے ہاتھوں اور ٹانگوں کو گردن کیساتھ ملا کر باندھا جائیگا۔ (تفسیر کبیر) یعنی کافروں کو طوق اور زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھو گے سب باہم ایک ساتھ بندھے ہوئے ہونگے' عقائد واعمال کی مشارکت کی وجہ سے ایک ساتھ زنجیروں میں گرفتار ہونگے۔ سعید بن منصور نے حضرت عمر بن خطاب ؓ کا قول نقل کیا ہے کہ نیک آدمی کو نیک کیساتھ جنت میں اور بد کو بد کیساتھ دوزخ میں ملادیا جائیگا۔ (مظہری)

۲؎ ابہل کا نچوڑا ہوا عرق جسے آگ پر پکالیا جائے قطران کہلاتا ہے یہ سیاہ بدبودار ہوتا ہے' خارشی اونٹوں کے بدن پر ملا جاتا ہے یہ اتنا تیز ہوتا ہے کہ تیزی کی وجہ سے خارش کو جلا دیتا ہے یہ بہت جلد آگ پکڑ لیتا ہے' دوزخیوں کے بدن پر اسکو ملا جائیگا اور اسکا دوزخیوں کے جسم پر لیپ مثل کُرتے کے ہوجائیگا۔ وَتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ اور آگ انکے چہروں پر لپٹی ہوگی' ظاہری اعضاء میں چہرہ جدا حیثیت رکھتا ہے اس لئے خصوصیت کیساتھ چہروں کا ذکر کیا جس طرح باطنی اعضاء میں دل کی حیثیت نمایاں ہے' یا یوں کہا جائے کہ جب انھوں نے حق کی طرف اپنا رخ نہیں کیا اور دماغی حواس سے غور وفکر کا کام نہیں لیا باوجود یہ کہ آلات شعور وادراک کی تخلیقی غرض ہی یہ تھی کہ حق پر غور و فکر کا کام ان سے لیا جائے اس لئے قیامت کے روز ان کے چہروں پر آگ چھا جائیگی اور چونکہ ان کے دل ایمان و معرفت سے خالی اور جہالتوں سے پُر تھے اس لئے آگ انکے دلوں کو جھانکے گی۔(مظہری) ۳؎ واحدی کہتے ہیں کہ یہاں كُلُّ نَفْسٍ سے مراد کفار ہیں اس لئے کہ اس آیت سے پہلے کفار ہی کا ذکر ہے اس لئے اس سے اہل ایمان مراد لینا درست نہیں ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں عام نفوس مراد ہیں خواہ کفر ومعصیت کرنے والے ہوں یا طاعت ونیک اعمال کرنے والے ہوں' ہر ایک کو اللہ تعالیٰ انکے عمل کے مطابق جزا اور سزا دیگا۔ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم نہیں کریگا اور نہ انکی سزا کو اس کے استحقاق سے بڑھائیگا۔ (تفسیر کبیر) ۴؎ علامہ بیضاوی کہتے ہیں کہ "بَلَاغ" کا لفظ تین فائدے دے رہا ہے (۱) لوگوں کیلئے تکمیل رسالت اور انزال کتب میں یہ انتہا ہے [اب اسکے بعد کوئی نبی آئیگا نہ کوئی کتاب نازل ہوگی] (۲) قوت نظریہ یعنی عقائد کی یہ انتہا ہے کمال توحید وغیرہ اسی کتاب سے اخذ کئے جائیں۔ (۳) قوت عملیہ یعنی اعمال جس کے ذریعے انسان کمال کے عروج کو پہنچتا ہے اسکی انتہا ہے [واضح رہے کہ قرآن کریم میں ہر شے کا بیان موجود ہے اس لئے کہ حدیث' اجماع اور قیاس کی اصل بھی قرآن ہے] (روح البیان) یمان بن رباب سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔ بعض لوگوں نے پوچھا کہ کیا کتاب اللہ کا کوئی عنوان ہے؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں! کہا گیا: وہ عنوان کیا ہے؟ تو آپ نے تلاوت فرمائی هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِیُنْذَرُوْا بِهٖ الخ (القرطبی) یہ آیت کریمہ دلالت کررہی ہے کہ انسان کیلئے فضیلت اور منفعت نہیں ہے مگر اسکی عقل کے سبب سے' اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو غور وفکر کیلئے اتارا اور رسولوں کو مبعوث فرمایا تا کہ عقل مندوں کو نصیحت فرمائیں۔ (تفسیر کبیر) ۵؎ سورہ حجر بالاجماع مکی ہے' اسکے کل حروف ۲۷۱۷' اور کل کلمات ۶۵۴ ہیں۔ (غرائب القرآن) ۶؎ یعنی یہ آیات ان کتابوں کی ہیں جو قرآن سے پہلے گذر چکی ہیں جیسے توریت وانجیل اور قرآن مبین کی آیات ہیں یعنی تامل' تدبر' رشد اور ہدایت سے اسکی آیات بالکل واضح ہیں۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ قرآن وہ کتاب ہے جسکی ہدایت کو اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بیان فرمایا ہے اور اسکا خیر ہونا بھی اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا۔ (ابن جریر)

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿٢﴾

بسا بود کہ دوست دارند کافران کاش مسلمان بودندے بگذار ایشانرا بخورند و

کافرین اکثر تمنا کریں گے کہ کاش مسلمان ہوتے ۱ انھیں چھوڑو کہ کھائیں اور

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ

بہر مند شوند و مشغول کند ایشانرا امید دارند پس زود بدانند و

فائدہ اٹھائیں اور انھیں تمنا (کھیل تماشے میں) لگائے رکھے پس جلد جان لیں گے ۲ اور

يَعْلَمُونَ ﴿٣﴾ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَعْلُومٌ ﴿٤﴾

ہلاک نکردیم ہیچ دیہہ مگر گروہی را نوشتہ بود معلوم و سبقت نمی کنند

ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہ کیا مگر جس گروہ کیلئے نوشتہ معلوم تھا ۳ اور سبقت نہیں کرتے ہیں

مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ﴿٥﴾ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا

ہیچ گروہی از مدت خود و باز پس نمی مانند و گفتند اے

کوئی گروہ اپنی مدت سے اور نہ پیچھے ہٹتے ہیں ۴ انھوں نے کہا: اے

الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ﴿٦﴾ لَوْ مَا تَأْتِينَا

کسیکہ فرود آوردہ است بروی قرآن ہر آئنہ تو دیوانہ چرا نمی آری پیش ما

وہ کہ جس پر قرآن اتارا گیا ہے بیشک تو دیوانہ ہے ۵ کیوں نہیں لاتے ہو ہمارے پاس

بِالْمَلَائِكَةِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٧﴾ مَا نُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ

فرشتگان اگر ہستی تو از راستگویان فرو نمی فرستیم فرشتگانرا

فرشتے اگر تو سچ کہنے والوں میں سے ہے ۶ ہم نہیں بھیجتے ہیں فرشتوں کو

إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذًا مُنْظَرِينَ ﴿٨﴾ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا

مگر براستی و نباشند آنگا مہلت دادہ شدہ ہر آئنہ ما فرستادیم

مگر حق کے ساتھ اور نہ ہونگے اسوقت مہلت دیئے ہوئے ۷ بیشک ہم نے اتارا

۱ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگوں کو گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جائیگا اور وہ دوزخ میں داخل ہو جائینگے اور جتنی مدت اللہ چاہے گا رہیں گے پھر مشرک انھیں طعن کریں گے کہ تم نے جو تصدیق کی تھی اس سے تم کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس پر اللہ ہر موحد کو نکال لے گا کسی موحد کو آگ کے اندر نہیں چھوڑے گا۔ یہ فرمانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آیت رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ تلاوت فرمائی۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ مشرکین جب دیکھیں گے کہ مسلمان جنت میں داخل ہو رہے ہیں اور انکا اپنا ٹھکانا جہنم ہوگا تو تمنا کرینگے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ انکی یہ تمنا دنیا میں معائنہ کے وقت ہوگی جب ان کیلئے گمراہی سے ہدایت ظاہر ہو جائیگی؛ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیامت کے روز جب وہ لوگ مسلمانوں کے اعزاز و اکرام کو دیکھیں گے تو تمنا کرینگے۔ (القرطبی)

۲ یہ آیت آیتِ سیف سے منسوخ ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار چیزیں شقاوت میں سے ہیں جمود العین یعنی خوف خدا میں آنسوؤں کو نہ بہانا، قساوۃ قلب یعنی دل کا سخت ہونا، طولِ امل یعنی لمبی آرزو اور دنیا پر حریص ہونا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک اس امت کا اول نجات یقین اور زہد کے سبب پائیگا اور اس امت کا آخر بخل اور امل [آرزو] کی وجہ سے ہلاک ہو جائیگا۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ بندہ جتنی زیادہ اپنی آرزوؤں کو بڑھائیگا اتنا ہی زیادہ گناہوں میں مبتلا ہوگا۔ (القرطبی)

۳ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ آیت میں ہلاکت سے مراد وہ عذاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مکذبین و معاندین پر اتارا جیسے قوم نوح، قوم عاد وغیرہ، دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ آیت میں ہلاکت سے مراد موت ہے، تیسرے گروہ کا کہنا ہے کہ یہاں ہلاکت سے دونوں امور مراد ہیں یعنی نزولِ عذاب اور نزولِ موت۔ (تفسیر کبیر) ۴ عاقل پر لازم ہے کہ وہ تزکیہ نفس کرے اور بری صفات کے ازالہ کیلئے کوشش کرے، یہاں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ دنیا قریۂ صغیرہ کی مانند ہے اور آخرت بلدِ کبیر کی مانند ہے اس لئے اس دنیا میں آفات سے بچنے کیلئے سوادِ اعظم کی جانب متوجہ ہونا چاہیئے پس جو کوئی اپنے نفس امارہ کے تزکیہ میں مصروف ہو اور اسی دوران موت آن پہنچے تو اسکا اجر اللہ تعالیٰ کے کرم کے ذمے ہے اور جو کوئی حصولِ دنیا میں مصروف ہو اور اسی حال میں موت آن پہنچے تو اسکی موت ہالکین کیساتھ ہوگی۔ (روح البیان) ۵ آپکو مجنون کہنے میں دو احتمالات ہیں (۱) آپ پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو اسوقت آپکی حالت غشی سے مشابہ ہوتی تھی اس لئے ان لوگوں نے آپکو مجنون گمان کرلیا۔ اس پر دلیل یہ ہے وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ اور وہ سب کہتے ہیں کہ بیشک یہ مجنون ہیں اور نہیں ہے وہ مگر عالمین کے واسطے ذکر (۲) آپ اللہ کے رسولِ برحق ہیں جب آپ ان سے کلام فرماتے تھے اور بڑی فصاحت و بلاغت کیساتھ کلام فرماتے تو وہ لوگ اسکے نتیجے میں آپکو مجنون کہتے تھے۔ واضح رہے کہ یہاں ایک احتمال اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ انھوں نے علی سبیل الاستہزاء یہ کہا تھا جیسے فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ. حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے کہا: إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کفار کو [علی سبیل الاستہزاء] خطاب کیا فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ. (تفسیر کبیر) ۶ یعنی ہم جو تکذیب کر رہے ہیں ہمکو عذاب دینے کیلئے فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتا جس طرح سابق امتوں کو ہلاک کرنے کیلئے فرشتوں کا نزول ہوا تھا۔ (مظہری) ۷ یعنی اگر فرشتے انھیں ہلاک کرنے کیلئے بھیج دیئے جائیں تو توبہ کی مہلت نہیں دی جائیگی اور نہ انکی توبہ قبول کی جائیگی۔ یہاں حق سے مراد قرآن یا رسالت ہے۔ (القرطبی)

الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝٩ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ

قرآن را و ہر آئنہ ما او را نگاہبانست و ہر آئنہ فرستادیم ما پیش

قرآن کو اور بیشک ہم ہی اسکے نگاہبان ہیں ١ اور بیشک ہم نے آپ سے

قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٠ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ

از تو در فرقہا پیشینان و نمی آید بدیشاں ہیچ فرستادہ

پہلے اگلی جماعتوں میں (بھی رسول) بھیجے ٢ اور نہیں آتے ہیں ان کے پاس کوئی رسول

اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝١١ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ

مگر بودند باں استہزاء کنان ہمچنیں در می آریم باں در دلہاے

مگر ان کا مذاق کرتے تھے ٣ ایسے ہی ہم لاتے ہیں استہزاء کو مشرکین کے

الْمُجْرِمِيْنَ ۝١٢ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٣

مشرکین نمی کروند باں و ہر آئنہ گذشتہ است اولین پیشینان

دلوں میں ٤ انکار کرتے تھے اس کا اور بیشک گذر چکے ہیں اگلوں کے طریقے ٥

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ۝١٤

و اگر بکشادیم ما بر ایشاں درے از آسمان پس بشوند در وے بالا میروند

اور اگر ہم کھولیں ان پر آسمان کے دروازے تو اس میں اوپر چڑھ جائیں تو ٦

لَقَالُوْا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝١٥

البتہ گویند جز ایں نیست کہ بند شد چشمہاے ما را بلکہ ما گروہی ہستیم جادو زدہ

ضرور کہیں گے اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ باندھ دی گئی ہماری نگاہوں کو بلکہ ہم وہ گروہ ہیں جس پر جادو کیا گیا ہے ٧

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ۝١٦

و ہر آئنہ کردیم ما در آسمانہا برجہا و بیاراستیم ما براے بینندگان

اور بیشک ہم نے آسمان میں برج بنائے اور ہم نے آراستہ کیا دیکھنے والوں کیلئے ٨

١ سوال: جب اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تو صحابہ نے تلف کے خوف سے قرآن کو کیوں جمع کیا اس لئے کہ جسکی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ لے اسکے تلف ہونے کا خوف نہیں رہتا ہے؟ جواب: صحابہ کا قرآن جمع کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے اسباب میں سے ہے۔ لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اس ضمیر کے بارے میں دو اقوال ہیں (١) لَهٗ کی ضمیر "اَلذِّكْرُ" کی جانب راجع ہے یعنی ہم نے اس ذکر کو اتارا اور ہم ہی اسکی حفاظت کرینگے تا کہ اس میں کسی قسم کی تحریف' زیادت اور نقصان واقع نہ ہو۔ (٢) لَهٗ کی ضمیر حضرت محمد ﷺ کی جانب راجع ہے یعنی ہم محمد (ﷺ) کی حفاظت کرینگے۔ (تفسیر کبیر) مروی ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن اٹھالیا جائیگا پس لوگ جب صبح کرینگے تو قرآن کے اوراق سفید ہونگے ان میں کوئی حروف نہیں ہونگے پھر لوگوں کے دلوں سے مٹا دیئے جائینگے یہاں تک کہ لوگ اسکے ایک کلمہ کو بھی یاد نہیں رکھیں گے پھر لوگ اشعار اور اخبار جاہلیت کی جانب مائل ہونگے۔ اس لئے عاقل پر لازم ہے کہ قرآن پاک حفظ کرے اور اسکے معانی اور مطالب پر غور وفکر کرے۔ مروی ہے کہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اپنی عمر کے آخری حصے میں تعلیمِ قرآن اور اسکی تلاوت میں مشغول ہو گئے پھر آپکا انتقال ہوگیا' شیوخ عصر میں سے ایک شیخ نے آپکو خواب میں دیکھا تو امام زفر نے ان سے کہا کہ اگر میں اپنی زندگی کے دو سال تعلیمِ قرآن اور تلاوت قرآن میں مصروف نہ کرتا تو ضرور ہلاک ہوجاتا۔ (روح البیان)

٢ یعنی ہم نے آپ سے پہلے رسول کو بھیجا۔ شِيَعٌ شِيْعَةٌ کی جمع ہے بمعنی امت۔ کلبی کہتے ہیں کہ یہاں شیع سے مراد قری یعنی بستیاں ہیں۔ (القرطبی)

٣ یعنی گمراہی وکفر اور استہزاء وشرک آپکی قوم میں سے مجرمین کے دلوں میں ہم چلائیں گے جیسے ہم نے آپ سے پہلے گروہ مجرمین کے دلوں میں چلایا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم ان مجرمین کے دلوں میں تکذیب چلائیں گے۔ (القرطبی) ٤ یعنی ہم ان مجرموں کے دل میں ڈالیں گے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ کفر' ضلالت' استہزاء وغیرہ کل افعال اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے ہے۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ استماعِ قرآن' اسکی تحفیظ اور اسکی تعلیم کافر کے دلوں میں بھی ڈالتا ہے تا کہ وہ اس پر ایمان لائے پھر جب وہ اس پر ایمان نہیں لاتا تو اسکے سارے افعال ضائع ہوجاتے ہیں۔ (غرائب القرآن) ٥ یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ کہ کفار کو ہلاک فرماتا ہے اس لئے یہ لوگ بھی ہلاکت کے قریب ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ لوگ تکذیب کررہے ہیں اس سے پہلے بھی قوموں نے اپنے نبی کی تکذیب کی ہے یہ لوگ اپنے پہلے والوں کی پیروی کررہے ہیں۔ (القرطبی) ٦ یعنی معاندین کیلئے اگر آسمان کے دروازے کھول دیئے جائیں۔ (روح البیان) ٧ حضرت حسن نے "سُكِّرَتْ" کا ترجمہ کیا ہے ہماری آنکھوں کو جادو زدہ کردیا گیا ہے۔ کلبی نے ترجمہ کیا ہے نابینا کردیا گیا ہے' قتادہ نے ترجمہ کیا ہے پیچھے کردیا گیا۔ (مظہری) ٨ حضرت عطیہ کہتے ہیں کہ بروج آسمان کے اندر بڑے بڑے محلات ہیں اس آیت میں بروج سے مراد وہ معنی نہیں ہیں جو اہل ہیئت کی اصطلاح میں آتا ہے اہل ہیئت کے اصطلاحی معنی کا وجود چند امور پر موقوف ہے تمام آسمان باہم جڑے ہوئے اور ایک دوسرے پر حاوی ہوں کہ نویں آسمان کے گھومنے سے سب اسی طرح گھومنے پر مجبور ہوں جسطرح نویں آسمان کی حرکت ہو' پھر نویں آسمان کی حرکت کیلئے ایک منطقہ اور دو قطب ہوں' پھر آٹھویں آسمان جسکو فلک ثوابت کہا جاتا ہے کیلئے بھی ایک منطقہ اور دوسرے دو قطب ہوں اور سورج آٹھویں آسمان کے منطقہ پر قائم ہو اور دونوں منطقوں کا باہم تقاطع بھی ہو اور چاروں قطبوں کے درمیان ایک خط کھینچا جائے جس سے چاروں قوس پیدا ہوجائیں اور ہر قوس میں تین برج ہوں۔ ان تمام خرافات کا شریعت انکار کرتی ہے شریعت سے آسمانوں کی حرکت ثابت نہیں بلکہ ستاروں کی حرکت ثابت ہوتی ہے اور ہر آسمان کا دوسرے آسمان سے فاصلہ پانچ سو برس کی راہ کے بقدر بتایا گیا ہے۔ (مظہری)

وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝١٧ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ

و نگاداشتیم از از هر شیطان راند مگر آنکہ بد زدے شنود

اور ہم نے اسکی حفاظت کی ہر شیطان مردود سے ۱ مگر جو چوری چھپے سنے

السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ۝١٨ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا

نشود پس درپے وے افتد آتش بیدا و زمین گسترا نیدیم آنرا

پس اسکے پیچھے روشن آگ پڑے گی ۲ اور زمین ہم نے بچھایا اسکو

وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

و انداختیم در انجا کوہہا و برو یا بندیم در انجا از ہر چیزے

اور ہم نے ڈالا اس میں پہاڑوں کو اور ہم نے اس میں ہر عمدہ چیز اگائی ۳

مَّوْزُوْنٍ ۝١٩ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ

و سنجیدہ و ساختیم برائے شما در انجا اسباب معشیت و آنکہ نیستند برائے او

اور ہم نے تمہارے واسطے اس میں معیشت کے اسباب پیدا کئے اور (ان جانوروں) کیلئے

بِرٰزِقِيْنَ ۝٢٠ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ

روزی دہندہ و نیست ہیچ ، مگر نزدیک خزانہاء اوست

بھی جنہیں تم روزی نہیں دیتے ہو ۴ اور نہیں ہے کوئی چیز مگر ہمارے پاس اس کے خزانے ہیں

وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝٢١ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ

و فرود نمی آریم آنرا مگر باندازہ مقرر و فرستادیم بادہا بار دار کنندہ

اور ہم نہیں اتارتے ہیں مگر مقرر انذازہ سے ۵ اور ہم نے بھیجا ہواؤں کو بوجھ اٹھانے والیاں

فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ

پس فرستادیم ما از آسمان آبے آشانیدیم شما را و نیستند شما او را

پس ہم نے اتار آسمان سے پانی پس ہم نے پلایا تمہیں اور نہیں ہو تم اس کو

۱ حضرت ابن عباس ﷛ فرماتے ہیں کہ پہلے آسمان تک پہنچنے کیلئے شیطانوں کو روک ٹوک نہ تھی وہ جا کر آسمانوں کی خبریں لاتے اور کاہنوں کے دلوں میں القا کرتے تھے جب حضرت عیسیٰ ﷤ پیدا ہوئے تو تین بالائی آسمان پر جانے سے روک دیا گیا لیکن رسول اللہ ﷺ کی میلاد مبارک ہوا تو باقی چار آسمانوں تک جانے کی بھی ممانعت کردی گئی اب جو کوئی شیطان چوری چھپے کوئی خبر سن پاتا تھا فوراً اس پر انگارا مارا جاتا تھا ان شیطانوں کی جب کامل بندش ہوگئی تو انھوں نے اسکی شکایت ابلیس سے کی۔ ابلیس نے کہا کہ زمین میں یقیناً کوئی نیا حادثہ ہوا ہے جا کر دیکھو شیطان زمین پر آئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو قرآن کی تلاوت کرتے پایا کہنے لگے واللہ یہی نئی بات ہوئی ہے۔ (مظہری)

۲ شہاب آتشیں شعلہ جو ستاروں سے نکلتا ہے۔ امام بغوی نے چوری سے سننے اور پیچھے سے شعلہ آتشیں پڑنے کی یہ تفصیل بتائی ہے کہ شیاطین نیچے سے آسمان دنیا تک ایک کے اوپر سوار ہو کر سیڑھیاں بنا لیتے ہیں اور چوری چھپے فرشتوں کی کچھ باتیں سن لیتے ہیں فرشتے ان پر آتشی شعلہ مارتے ہیں کوئی انگارہ خطا نہیں جاتا' انگارہ پڑنے سے کوئی تو مر جاتا ہے کسی کا چہرہ یا پہلو یا ہاتھ یا کوئی اور حصہ حسب مشیتِ الٰہی جل جاتا ہے کوئی بدحواس اور پاگل ہو جاتا ہے اور بھوت بن جاتا ہے جو زمین پر آ کر جنگلوں میں مسافروں کو سیدھے راستہ سے بھٹکاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷛ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آسمان میں اللہ کسی کام کا کوئی فیصلہ کرتا ہے تو اطاعت اور احترام کے زیرِ اثر فرشتے اپنے بازو پھڑ پھڑاتے ہیں اور ایسی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے پتھر کی چٹان پر کسی زنجیر کی ہوتی ہے جب دلوں سے خوف دور ہو جاتا ہے تو پوچھتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا دوسرے فرشتے جواب دیتے ہیں جو کچھ فرمایا بلاشبہ حق ہے وہی بزرگ و بالا ہے۔ چوری سے سننے والے ایک کے اوپر ایک لگے ہوتے ہیں چنانچہ چوری سے سننے والا کوئی سن پاتا ہے اور نیچے والے کو بتا دیتا ہے اور نیچے والا اپنے نیچے کو بتا دیتا ہے اسی طرح سب سے نیچے والا جادوگر یا کاہن کی زبان پر وہ بات لے آتا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نیچے والے تک پہنچانے سے پہلے اوپر والے پر شعلہ آتشیں آ پڑتا ہے اور کبھی آتشیں شعلہ پہنچنے سے پہلے وہ نیچے والے کو بہکا چکا ہوتا ہے ساحر یا کاہن سَو جھوٹ ملا کر بیان کرتا ہے کہا جاتا ہے کہ کیا کاہن نے ہم سے ایسی ایسی بات پہلے ہی نہ کہہ دی تھی چنانچہ اس ایک آسمانی بات کی وجہ سے کاہن کی دوسری خرافات کی بھی تصدیق کی جاتی ہے۔ (مظہری) ۳ توحید کے باب میں دلائلِ سماویہ بیان ہوگئے ہیں تو اب اس آیت سے دلائل ارضیہ بیان ہو رہے ہیں۔ اس آیت میں توحید کے چند دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ (۱) وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا. حضرت ابن عباس ﷛ فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ زمین کو پانی پر بچھایا۔ (۲) وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ. حضرت ابن عباس ﷛ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی کے اوپر بچھایا تو زمین کشتی کی طرح ہلنے لگی پس اللہ تعالیٰ نے اسکے قرار کیلئے بھاری پہاڑوں کو اسکے اوپر رکھا تا کہ اسکا ہلنا بند ہو جائے۔ (۳) وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ. یعنی اس روئے زمین پر ہر چیز ہم نے بقدرِ حاجت پیدا کی۔ (تفسیر کبیر) ۴ یعنی مطاعم اور مشارب پیدا کئے جسکی زندگی میں حاجت ہوتی ہے۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ اس سے ملابس مراد ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس سے تصرف مراد ہے جسکی ضرورت اسبابِ رزق میں پڑتی ہے۔ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے دواب اور انعام مراد ہیں۔ (القرطبی) ۵ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدورات کو خزانوں سے تشبیہ دی ہے جو جمع شدہ اور موجود ہوتے ہیں' بعض علماء کا قول ہے کہ خزائن سے مراد بارش ہے۔ بارش ہر چیز کا خزانہ ہے' ممکن ہے کہ خزائن سے مراد اعیان ثابتہ ہوں' امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ خشکی اور سمندر میں جو کچھ پیدا ہو سب کی تمثال عرش پر ہے۔ (مظہری)

بِخٰزِنِيْنَ ﴿٢٢﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿٢٣﴾

جمع کننده و هر آئنه ما زنده میسازیم و می میرانیم و مائیم وارث

جمع کرنے والے ۱ اور بیشک ہم زندہ کرتے ہیں اور موت دیتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں ۲

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا

و هر آئنه دانسته ایم پشینانرا از شما و هر آئنه دانسته ایم

اور بیشک ہمیں معلوم ہے آگے بڑھنے والے تم میں سے اور بیشک ہمیں معلوم ہے

الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥﴾

پشینانرا و هر آئنه پروردگار تو او بر انگیزد ایشانرا هر آئنه او با حکمت دانا

پیچھے رہنے والے ۳ اور بیشک تمہارا رب ہی انہیں جمع کریگا بیشک وہ حکمت والا جاننے والا ہے ۴

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿٢٦﴾

و هر آئنه بیافریدیم ما آدمی را از گلِ خشک از قسم لای سیاه

اور بیشک ہم نے پیدا کیا انسان کو خشک مٹی سے سیاہ گارے کی قسم سے ۵

وَالْجَاۗنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿٢٧﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ

و جان پیدا کردیمش ازیں از آتش سوزان و چوں گفت پروردگار تو

اور جنوں کو ہم نے پیدا کیا اس سے پہلے جلانے والی آگ سے ۶ اور جب فرمایا تمہارے رب نے

لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ

مر فرشتگانرا هر آئنه من آفریننده ام بآدمی را از گلِ خشک از قسم لای سیاه بوے

فرشتوں سے بیشک میں پیدا کرنے والا ہوں آدمی کو خشک مٹی سے بودار سیاہ گارے کی قسم سے ۷

مَّسْنُوْنٍ ﴿٢٨﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ

گرفته پس چوں راست کنمش و بدمم درو از روح خود را

پس جب میں اسے ٹھیک کر لوں اور اس میں اپنی روح سے پھونک دوں

۱ یعنی جو ہوائیں برسنے والے بادل کو اپنے اوپر اٹھائے ہوتی ہیں۔ علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ ابر باراں کو اٹھانے والی ہواؤں کو جس طرح لواقح کہتے ہیں اسی طرح عقیم [نا قابل تولید] اس ہوا کو کہتے ہیں جو برسنے والے بادل کی حامل نہ ہو۔ حضرت ابن مسعود ﷜ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہوا کو بھیجتا ہے ہوا پانی کو اٹھا کر لاتی ہے، بادل پانی کو لیکر ہوا کی وجہ سے چلتا ہے اور اونٹنی کے دودھ دینے کی طرح برستا ہے۔ حضرت ابو عبیدہ نے اسکا ترجمہ کیا ہے "حاملہ کرنے والی ہوائیں" یعنی وہ ہوائیں جو پھلوں کے تخم درختوں میں ڈالتی ہیں انکو حاملہ کرتی ہیں۔ حضرت عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے جو زمین کو صاف کر دیتی ہیں پھر بادل کو اٹھا لانے والی ہوائیں بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھا کر لاتی ہیں پھر منتشر بادلوں کو یکجا کرنے والی ہوائیں بھیجتا ہے جو ابر کے مختلف ٹکڑوں کو یکجا کر کے تہ بتہ کر دیتی ہیں پھر حاملہ کرنے والی ہوائیں بھیجتا ہے جو درختوں میں پھل پیدا کر دیتی ہیں۔ حضرت ابو بکر بن عیاض کہتے ہیں کہ جب تک چاروں ہوائیں اپنا اپنا عمل پورا نہیں کرتیں کوئی قطرہ نہیں اترتا، پُروی ہوائیں بادل کو اٹھا کر لاتی ہیں، شمالی ہوائیں بادلوں کو جمع کرتی ہیں، جنوبی ہوائیں بادل کو برساتی ہیں اور مغربی ہوائیں بادل کو منتشر کرتی ہیں۔ (مظہری)

۲ یعنی زمین کو اور جو کچھ اس پر ہے ہم ہی اسے زندگی اور موت دیتے ہیں اور کوئی شے میرے سوا باقی نہ رہے گی۔ (القرطبی)

۳ حضرت ابن عباس ﷜ کی روایت ہے کہ ایک حسین عورت جو حسن میں لاجواب تھی رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھا کرتی تھی نمازیوں میں سے بعض اگلی صف میں پہنچنے کی کوشش کرتے تھے تا کہ انکی نگاہ اس عورت پر نہ پڑ سکے اور بعض پچھلی صف میں کھڑے ہونے کیلئے تاخیر کرتے تھے جب وہ رکوع میں جاتے تو اپنی بغلوں میں سے جھانک جھانک کر اس عورت کو دیکھا کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ۴ یعنی حساب اور جزا کیلئے جمع فرمائیگا۔ (القرطبی) ۵ یعنی حضرت آدم ؑ کو پیدا فرمایا۔ واضح رہے کہ انسان کو انسان کہنے کی متعدد وجوہ ہیں۔ (۱) انس کے معنی ہیں ظہور، انسان ظاہر ہے آنکھ سے دکھائی دیتا ہے (۲) اُنس کا معنی ہے دلبستگی اور محبت، انسان باہم مانوس ہوتے ہیں (۳) نسیان سے مشتق ہے حضرت آدم ؑ کو ایک حکم دیا گیا تھا مگر وہ اسکو بھول گئے۔ صَلْصَالٌ خشک مٹی جو آگ میں نہ پکائی گئی ہو اور گھن گھن بولتی ہو۔ حضرت ابن عباس ﷜ فرماتے ہیں کہ صلصال وہ عمدہ پاکیزہ کیچڑ ہے جس میں پانی سوکھ جانے کی وجہ سے شگاف پیدا ہو جاتے ہیں اور جب اسکو ہلایا جاتا ہے تو کھڑ کھڑ کی آواز دیتی ہے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ صلصال بدبودار مٹی کو کہتے ہیں۔ حَمَاٍ دلدلی کیچڑ جو زیادہ پانی کے قریب ہونے سے کالی پڑ جاتی ہے۔ مَسْنُوْنٍ پتلا جس میں صورت بنادی گئی ہو۔ شروع میں جب مٹی، تراب، خاک پھر پانی میں گوندھے جانے کے بعد طین [کیچڑ] پھر ایک مدت تک یوں ہی رہنے کے بعد حَمَاٍ [لیسدار کیچڑ یا دلدل] پھر اسکا خلاصہ یا جوہر نکال لیا جائے تو اسکو سلالہ [خلاصہ] کہا جاتا ہے، پھر اس میں نقوش، صورت بنا دیئے جائیں [پتلا بنا دیا جائے] تو اسکو مسنون کہتے ہیں اور مسنون خشک ہو جائے تو اسکو صلصال کہتے ہیں۔ (مظہری) ۶ یعنی جب ابوالجن کو آگ کے مادہ سے بنایا گیا تو اسکی ساری نسل کو بھی اسی مادہ سے بنا ہوا کہا جائیگا۔ حضرت ابن عباس ﷜ فرماتے ہیں الجان سے تمام جنات کا باپ مراد ہے جیسے حضرت آدم تمام انسانوں کے باپ تھے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ابلیس ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ الجان جنات کا باپ اور شیاطین کا باپ ابلیس ہے۔ جنات میں سے کچھ مسلمان ہیں اور کچھ کافر، مرتے بھی ہیں پیدا بھی ہوتے ہیں شیاطین میں سے کوئی مسلمان نہیں، نہ کسی کو موت آتی ہے جب ابلیس مرے گا تو اسی کیساتھ سب مرینگے (مظہری) ۷ یہاں سے وہ واقعہ بیان ہو رہا ہے جو حضرت آدم ؑ کے سجدہ سے متعلق ہے۔ (تفسیر کبیر)

فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿٢٩﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿٣٠﴾

پس افتید پیش او سجده کنان پس سجده کردند فرشتگان همه ایشاں جمع

تو گر پڑو اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے ۱ پس سجدہ کیا تمام فرشتوں نے ۲

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ

مگر ابلیس ابا کرد آنکه باشد سجده کنان گفت اے ابلیس

مگر ابلیس نے انکار کیا کہ وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہو ۳ فرمایا: اے ابلیس!

مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿٣٢﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ

چیست ترا آنکه نباشد با سجده کنان گفت هر گز نیستم آنکه سجده کنم

تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا ۴ کہا: ہرگز میں سجدہ نہیں کرونگا

لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿٣٣﴾ قَالَ

آدمی را که پیدا کرده او را از گلِ خشک از قسم لای سیاه گفت

(ایسے) آدمی کو جسے تو نے خشک مٹی سے سیاہ گارے کی قسم سے پیدا کیا ۵ فرمایا:

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿٣٤﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى

پس بیروں شو ازاں پس هر آئنه تو رانده شده و هر آئنه بر تو لعنت تا

پس تو نکل جا اس سے کہ بیشک تو راندہ ہوا ہے ۶ اور بیشک تجھ پر لعنت ہے

يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٣٥﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِىْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿٣٦﴾

روز قیامت اے پروردگار من پس مہلت ده مرا تا روزیکه بر انگیخته شوند

روز قیامت تک ۷ کہا: اے میرے رب! پس تو مہلت دے مجھے اس روز تک کہ اٹھائے جائیں ۸

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿٣٧﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿٣٨﴾

گفت هر آئنه تو از مہلت داد گانے تا روز قیامت دانسته

فرمایا: بیشک تو مہلت یافتہ میں سے ہے ۹ معلوم دن کے وقت تک ۱۰

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی جب انکی خلقت اور صورت مکمل ہو جائے۔ یہاں اضافت اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب تشریفاً اور تکریماً فرمائی ہے جیسے ارضی [میری زمین] سمائی [میرا آسمان] بیتی [میرا گھر] ناقۃ اللہ [اللہ کی اونٹنی] اور شھر اللہ [اللہ کا مہینہ] احادیثِ واردہ دلالت کرتی ہیں کہ روح جسم لطیف ہے اور نفس و روح ایک ہی شے کے دو نام ہیں۔ (القرطبی) رُوْحِىْ کا مطلب یہ ہے کہ میرے حکم سے براہ راست بغیر مادہ کے پیدا کی ہوئی روح' یا انسانی روح کو اپنی روح سے اس لئے قرار دیا کہ صرف انسانی روح رحمانی تجلیات و انوار کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے دوسری مخلوق میں یہ استعداد نہیں۔ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ لَهٗ میں لام بمعنی اِلٰی ہے یعنی آدم کی جہت کو اور آدم کی طرف رخ کر کے سجدہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ملائک کا قبلۂ سجود بنایا جیسے کعبہ قبلۂ عبادت انسانوں کیلئے قرار پایا۔ کعبہ کو سجدہ نہیں کیا جاتا بلکہ کعبہ کو تجلیات و انوار سے چونکہ ایک خصوصیت ہے اس لئے اسکو جہتِ سجدہ بنایا پس اسی طرح فرشتوں کیلئے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کی جہت بنا دیا اسجدوا له نہیں بنایا۔ (مظہری)

۲ یعنی جب آدم علیہ السلام کی تخلیق ہو گئی اور اس میں روح پھونک دی گئی تو سارے فرشتوں نے سجدہ کیا خواہ ارضی ہوں یا سماوی اور اس سجدہ میں ذرہ برابر بھی تاخیر نہیں کی۔ فقیر [علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہے کہ یہ سجدہ در حقیقت نورِ محمدی کو تھا حضرت آدم علیہ السلام اسوقت اس آئینہ کی طرح تھے جس میں نورِ محمدی منطبع ہو رہا تھا۔ (روح البیان)

۳ یعنی بصیرت نہ ہونے کی وجہ سے ابلیس معیت کو نا سمجھ سکا اور نہ اس نے اس امر کا لحاظ کیا کہ حکیم کا کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہے۔ ابلیس چونکہ ملائکہ میں سے نہ تھا جنات میں سے تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ. اس لئے بعض علماء نے کہا ہے کہ استثناء منقطع ہے [متصل نہیں ہے استثناء متصل میں مابعد الا کا ماقبل الا میں داخل ہونا ضروری ہوتا ہے] اور اِلَّا بمعنی لٰكِنْ کے ہے' بعض علماء کے نزدیک استثناء متصل ہی ہے کیونکہ ابلیس ملائکہ کی اس صنف کا ایک فرد تھا جسکو "جن" کہا جاتا ہے اس صورت میں ترجمہ اسطرح ہوگا "مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا" [مخدوم پاک علیہ الرحمہ نے بھی استثناء متصل کا ترجمہ کیا ہے] (مظہری) ۴ یعنی اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا' یہ کلام تقاضا کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ابلیس سے کلام فرمایا' بعض متکلمین نے جو یہ فرمایا کہ بعض رسولوں کی زبان سے کلام فرمایا ضعیف ہے۔ (تفسیر کبیر) ۵ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ابلیس کے تکبر اور حسد کو بیان فرما رہا ہے ابلیس نے دعوی کیا کہ وہ انسان سے بہتر ہے اس لئے کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا اور ہمیں آگ سے اور آگ مٹی کو کھا لیتی ہے۔ (القرطبی) ۶ بھلائی اور اعزاز سے نکالا اور دھتکارا ہوا ہے' رَجِيْمٌ سنگسار کیا ہوا پتھروں سے مارا ہوا جو [اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے] مطرود ہو جائیگا وہ سنگسار ہو جائیگا' یا یہ مطلب ہے کہ آئندہ اگر تو آسمان کے قریب آیا تو تجھ پر انگارے برسائے جائیں گے۔ شیطان کیلئے اس آیت میں وعید بھی ہے اور اسکے اعتراض کا در پردہ جواب بھی ہے ابلیس کا اعتراض یہ تھا کہ میں تخلیقاً افضل ہوں آدم مجھ سے ادنیٰ ہے اور ادنیٰ کے سامنے افضل کو سربسجود ہو جانے کا حکم مناسب نہیں۔ جواب یہ ہے کہ فضیلت اور برتری کا مدار اللہ کے حکم کی تعمیل پر ہے جو نا فرمان ہوگا وہ بھلائی سے محروم ہو جائیگا اور نکالا جائیگا۔ (مظہری) ۷ یعنی قہر کی صفات کے نتیجے میں سے یہی ہے کہ قیامت تک اس پر لعنت ہو۔ (روح البیان) ۸ یہ ابلیس کا سوال تھا جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا۔ اس دعا میں اس نے تاخیر عذاب کا سوال کیا اور قیامت تک کی مہلت کا سوال کیا (القرطبی) ۹ ابلیس نے سوال کیا کہ مجھے قیامت کے روز سے قبل موت نہ آئے اور ظاہر ہے قیامت کے بعد کسی کو موت نہ آئیگی اسطرح لازم ہوگا کہ ابلیس کو موت کبھی بھی نہیں آئیگی اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں مہلت دی گئی (تفسیر کبیر) ۱۰ مگر پہلی صور پھونکنے تک۔ (تفسیر کبیر)

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ

گفت اے پروردگار من بسبب آنکہ گمراہ کردی بیارایم برائے ایشاں در زمین و

کہا: اے میرے رب! جس سبب تو نے مجھے گمراہ کیا میں (وہی سبب) انکے واسطے زمین میں سنواروںگا اور

لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٣٩﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٤٠﴾

گمراہ سازم ایشانرا ہمہ مگر بندگان تو از ایشاں کہ خالص کردہ

ان سب کو میں گمراہ کرونگا ١ مگر تیرے بندے ان میں جو چنے ہوئے ہیں ٢

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿٤١﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ

گفت ایں راہ بر من راست است ہر آئنہ بندگان من نیست

فرمایا: یہی راستہ ہے جو مجھ تک پہنچتا ہے ٣ بیشک (جو) میرے بندے ہیں نہیں ہے

لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿٤٢﴾

ترا بر ایشاں حجتی مگر کسیکہ پیروی کند ترا از گمراہان

تیرے لئے ان پر کوئی قابو مگر وہ جس نے تیری پیروی کی گمراہوں میں سے ٤

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٣﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ

و ہر آئنہ دوزخ وعدہ ایشانست ہمہ آنرا ہفت در است

اور بیشک دوزخ ان سب کی وعدہ گاہ ہے ٥ اس کیلئے سات دروازے ہیں

لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿٤٤﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ

مر ہر درے از ایشاں جدا کردہ شدہ ہر آئنہ پرہیزگاران در بوستانہا

ان میں سے ہر دروازے کیلئے (گمراہوں کی) الگ الگ ٹولیاں ہونگیں ٦ بیشک متقین باغوں

وَّعُيُوْنٍ ﴿٤٥﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ

و چشمہا در آئید انجا بسلامتی ایمن شدہ و بیروں کشیم آنچہ در

اور چشموں میں ہونگے ٧ داخل ہو جاؤ اس جگہ سلامتی کیساتھ امان میں ہو کر ٨ اور ہم نکال دینگے جو

تفسیر اظہار العرفان

١ حضرت ابو سعید خدری ﷜ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک ابلیس نے کہا: اے رب! تیری عزت اور جلال کی قسم میں بنی آدم کو اسوقت تک بہکاتا رہونگا جب تک اسکے جسم میں روح موجود ہو۔ پس رب نے فرمایا: میری عزت وجلال کی قسم میں بنی آدم کو معاف کرتا رہونگا جب تک مجھ سے معافی مانگتا رہے۔ (القرطبی) اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو پیدا کیا تا کہ دوست سے دشمن کو اور سعید کو شقی سے جدا کرے پس انبیاء کو پیدا فرمایا تا کہ سعداء انکی اقتدا کریں اور ابلیس کو پیدا کیا تا کہ اشقیاء اسکی پیروی کریں اور دونوں کے درمیان فرق ظاہر ہو جائے۔ (روح البیان)

٢ ابلیس نے مخلصین بندوں کا استثناء اس لئے کیا کہ اسے بھی معلوم تھا کہ ہمارا داؤ ان لوگوں پر نہیں چلیگا اور نہ یہ لوگ ہمارے مکر کو قبول کرینگے۔ (تفسیر کبیر)

٣ اس آیت کے چند مفہومات ہیں (١) حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اسکا معنی یہ ہے کہ "یہ راستہ میری طرف سے سیدھا ہے" [اس صورت میں عَلَيَّ بمعنی اِلَيَّ ہے حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمہ نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے کیونکہ 'بر' فارسی لغت میں طرف کے معنی میں بھی آتا ہے] (٢) یعنی یہ راستہ عبودیت میں میرے راستے پر مستقیم ہے (٣) یعنی امور کو سپرد کرنا میرے ارادہ اور مشیت کی جانب مجھ پر سیدھا راستہ ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حق کا رجوع اللہ کی طرف ہے راہ حق بھی اللہ کی طرف پہنچتی ہے کسی اور طرف نہیں مڑتی۔ اخفش کہتے ہیں کہ اسکا معنی یہ ہے کہ سیدھا راستہ بتانا مجھ پر ہے۔ اس سے اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلصین بندوں کو گمراہ نہیں ہونے دیگا۔ مخلصین بندوں کو شیطانی اغواء سے بچانے کا ذمہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور براہِ راست انکو محفوظ رکھنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ کسائی کہتے ہیں کہ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ وعدہ آمیز تہدیدی کلام ہے جیسے کوئی شخص اپنے مخالف سے کہتا ہے کہ تیرا راستہ مجھے پر ہے یعنی تو میرے ہاتھ سے بچ نہیں سکتا ہے۔ (مظہری) ٤ حضرت علی ﷜ فرماتے ہیں کہ ہماری اور اہل کتاب کی نماز میں فرق وسوسۂ شیطان ہے اس لئے کہ وہ کفار کے عمل سے فارغ ہے اور انکا عمل شیطان کے عمل کے موافق ہے جب کوئی ایک کفر کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ میں تجھ سے بری ہوں اور مؤمن شیطان کی مخالفت اور اس سے جنگ کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک شیطان تمہیں وسوسہ ڈالتا ہے جب تک تم اسے نہ کہہ دو [اگر تم وسوسہ کے مطابق کہہ دو یا عمل کر لو] تو تحقیق تم کفر کر لوگے پس تم پر لازم ہے کہ تم قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھو۔ (روح البیان) ٥ یعنی ابلیس اور اسکے پیروکار کیلئے جہنم ہے (القرطبی) ٦ حضرت علی ﷜ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کے اوپر اور انگلیوں کو الگ الگ کر کے فرمایا' دوزخ کے دروازے اسی طرح ہونگے یعنی ہر دروازے کے اوپر دروازہ ہوگا' اور اول پہلی منزل بھر دی جائیگی' پھر دوسری' پھر تیسری' پھر چوتھی' پھر پانچویں' پھر چھٹی اور ساتویں۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ پہلے درجہ میں وہ اہل توحید ہونگے جن کو گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں داخل کیا جائیگا اور گناہوں کے بقدر دوزخ میں رہیں گے پھر نکال لئے جائیں گے۔ دوسرے درجہ میں نصاریٰ' تیسرے درجہ میں یہودی' چوتھے درجہ میں صابی' پانچویں درجہ میں مجوسی' چھٹے درجہ میں مشرک اور ساتویں درجہ میں منافق ہونگے۔ رسول اللہ ﷺ تَبٰرَكَ الَّذِيْ اور حٰمٓ السَّجْدَةُ پڑھے بغیر نہ سوتے تھے اور فرماتے تھے حم والی سورتیں سات ہیں اور دوزخ کے بھی سات طبقات ہیں جہنم' لظٰی' سقر' سعیر' ہاویہ اور جحیم۔ قیامت کے روز ان میں سے حم السجدہ آکر ان طبقات کے دروازے پر کھڑی ہو جائیگی اور عرض کریگی اے اللہ! جو مجھ پر ایمان رکھتا تھا اور مجھے پڑھتا تھا وہ اس میں داخل نہ ہو۔ (مظہری) ٧ حضرت سلمان فارسی ﷜ نے جب آیت وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ الخ سنی تو مارے خوف کے تین دنوں تک بے شعوری کے عالم میں بھاگتے رہے' جب رسول اللہ ﷺ نے وجہ پوچھی تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب سے آیت وَاِنَّ جَهَنَّمَ الخ نازل ہوئی ہے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ٨ یعنی ہر قسم کی بیماری اور آفت سے محفوظ ہو کر داخل ہو جاؤ۔ (القرطبی)

صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٤٧﴾ لَا

سینہاے ایشانست از کینہ برادر بر تختہا رو بروے یکدیگر

ان کے سینوں میں کینہ ہوگا بھائی بھائی (ہو کر) تختوں پر ایک دوسرے کے رو برو ہونگے ١

يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿٤٨﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ

نرسد بایشاں آنجا رنجی و نیستند ایشاں ازاں بیروں کردہ شدہ خبر دہ بندگان مرا

اس میں انھیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ سب اس میں سے نکالے جائیں گے ٢ خبر دو میرے بندوں کو

اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٤٩﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ

ہر آئنہ من آمرزندہ مہربانم و ہر آئنہ عذاب من اوست عذاب

بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں ٣ اور بیشک میرا عذاب وہ (تو) تکلیف دینے والا

الْاَلِيْمُ ﴿٥٠﴾ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٥١﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ

درد ناک و خبر دہ ایشانرا از مہمانان ابراہیم چوں داخل شدند برو

عذاب ہے ٤ اور خبر دو انھیں ابراہیم کے مہمانوں کی ٥ جب داخل ہوئے ان پر

فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿٥٢﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ

پس گفتند سلام گفت ہر آئنہ ما از شما ترسانیم گفتند مترس

تو کہا سلام، کہا بیشک ہمیں تم سے ڈر لگتا ہے ٦ انھوں نے کہا: نہ ڈرو

اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿٥٣﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ

ہر آئنہ ما مژدہ دہیم ترا بہ پسرے دانا گفت آیا مژدہ دہید مرا بر آنکہ

بیشک ہم خوشخبری دیتے ہیں تمہیں علم والے لڑکے کی ٧ کہا: کیا تم خوشخبری دیتے ہو مجھے اس پر کہ

مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿٥٤﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ

رسید بمن پیروی پس چرا میدہید مرا گفتند مژدہ دادیم ترا براستی

پہنچا مجھے بڑھاپا تو (اب) خوشخبری کیوں دیتے ہو مجھے ٨ انھوں نے کہا: ہم نے خوشخبری دی ہے تمہیں حق کیساتھ

١ حضرت علی بن حسین سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق ؓ اور حضرت عمر ؓ کے بارے میں نازل ہوئی، پوچھا گیا کہ کیسا کینہ؟ فرمایا کہ جاہلیت کا کینہ یعنی زمانہ جاہلیت میں بنی تمیم، بنی عدی اور بنی ہاشم میں عداوت تھی لیکن جب مسلمان ہو گئے تو آپس میں شیر و شکر ہو گئے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہونگے تو ان کیلئے دو چشمے پیش کئے جائینگے پس جب جنتی دو میں سے ایک چشمہ سے پئیں گے تو انکے رنگ اور چہرے صاف ہو جائیں گے اور ان پر نضرۃ النعیم جاری ہوگی۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ وہ سب ایک دوسرے کے سامنے تکیہ لگائے اسطرح بیٹھے ہونگے کہ ایک دوسرے کی گدی کی طرف نہیں دیکھیں گے [یہ عزت اور تکریم کی وجہ سے ہوگا] حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ وہ سب ایسے تخت پر بیٹھے ہونگے جو زبرجد، یاقوت اور موتیوں سے بنا ہوگا۔ (القرطبی)

٢ یعنی جنت میں انھیں تکلیف اور مشقت نہیں پہنچے گی کیونکہ جنت نعمت و راحت کا گھر ہے۔ (روح البیان)

٣ حضرت عبد اللہ بن زبیر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ چند صحابۂ کرام کے قریب سے گذرے جو ہنس رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: تم ہنستے ہو حالانکہ جنت اور دوزخ دونوں کا حال تمہارے سامنے ہے اس پر یہ آیت اور اسکے بعد والی آیت نازل ہوئیں۔ ابن مردودیہ نے ایک دوسرے طریق سے نبی ﷺ کے ایک صحابی سے روایت کی ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ ہم پر اس دروازے سے داخل ہوئے جس سے بنوشیبہ داخل ہوتے تھے اور ہم سے یہ فرما کر پیچھے ہٹ گئے کہ میں تمہیں ہنستا نہ دیکھوں اور پھر لوٹ آئے آپ نے فرمایا کہ میں یہاں سے لوٹ کر حجرے کے پاس پہنچا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں کو ناامید نہ کرو۔ بیشک میرا عذاب دردناک ہے لیکن میں رحم کرنے والا اور بخشنے والا بھی ہوں۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر بندہ اللہ تعالیٰ کی مقدارِ عفو کو جان لیتا تو حرام سے پرہیز نہ کرتا اور اگر اللہ تعالیٰ کے مقدارِ عذاب کو جان لیتا تو خوف کے مارے اسکی جان ہی نکل جاتی۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مومن بندہ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا علم ہو جاتا تو پھر جنت کی امید ہی کسی کو نہ رہتی اور اگر کافروں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی مقدار معلوم ہو جاتی تو جنت سے مایوس نہ ہوتا۔ صحیحین میں آیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا: میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے کہ تخلیقِ رحمت کے دن اللہ نے سو رحمتیں پیدا کیں "ننانوے رحمتیں اپنے پاس روک لیں اور ایک رحمت ساری مخلوق میں پھیلا دی جو رحمتیں اللہ کے پاس ہیں اگر ان سب سے کافر واقف ہو جاتے تو جنت سے ناامید نہ ہوتے اور جو عذاب اللہ کے پاس ہے اگر مومن کو اسکا علم ہو جائے تو دوزخ سے بے خوف نہ ہو۔ (مظہری) ٤ یعنی انھیں خبر دیدو کہ جو لوگ گناہوں کے اصرار کرتے ہیں ان کیلئے میرا عذاب شدید ہے (صفوۃ التفاسیر) ٥ اس آیت میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدۂ رحمت اور وعیدِ عذاب آخرت کی طرح دنیا میں بھی ظاہر ہوتے ہیں [حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے رحمت کی، پیرانہ سالی کے باوجود ان کو اولاد عطا کی اور قومِ لوط کو ہلاک کر دیا] یہاں ضیف سے مراد ملائکہ ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اولاد کی بشارت دینے اور قومِ لوط کو ہلاک کرنے کیلئے بھیجے گئے تھے (مظہری) ٦ یعنی تم بغیر اجازت کے یا بے وقت آئے ہو اس لئے ہم تمہاری طرف سے ڈر رہے ہیں، یا خوف کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے پیش کیا ہوا طعام مہمانوں نے کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ وَجَل کا معنی ہے کسی مصیبت کے آنے کے خوف سے دل کا بے چین ہو جانا۔ (مظہری) ٧ جمہور کے نزدیک یہاں لڑکا سے مراد حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں (القرطبی) ٨ یعنی میں اور میری بیوی بڑھاپے کو پہنچ گئیں ہیں انکو اولاد کی بشارت دیتے ہو۔ (القرطبی)

فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ

پس مباش از نا امیدان گفت کیست کہ نا امید شود از رحمت

پس نہ ہو جاؤ نا امید ہونے والوں میں سے ۱ کہا: کون ہے جو نا امید ہو اپنے رب

رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾

پروردگار خود مگر گمراہان گفت پس چیست خبر شما اے فرستادگان

کی رحمت سے مگر گمراہ ۲ کہا: اے فرشتو! تمہارا کام کیا ہے ۳

قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍؕ اِنَّا

گفتند ہر آئنہ ما فرستادیم ما بسوے گروہی مجرمان بجز کسان لوط ہر آئنہ ما

انھوں نے کہا: بیشک ہم بھیجے گئے ہیں مجرمین قوم کی جانب ۴ سوائے آلِ لوط کے، بیشک ہم

لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَاۤ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ

برہانم ایشانرا ہمہ مگر زن او کہ مقرر کردیم ہر آئنہ وے از

بچا لیں گے ان سب کو ۵ مگر انکی عورت جسے ہم ٹھہرا چکے ہیں کہ بیشک وہ

الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۨالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ

باز پس ماندگانست پس چوں آمد کسان لوط فرستادگانرا گفت ہر آئنہ شما

پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے ۶ پس جب آلِ لوط کے پاس فرشتے آئے ۷ کہا بیشک تم

قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ

گروہی منکرایند گفتند بلکہ آوردہ ایم پیش تو بدانچہ بودند دراں

اجنبی گروہ ہو ۸ انھوں نے کہا: بیشک ہم آپ کے پاس وہ (چیز) لائیں ہیں جس میں

يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاَسْرِ

شبہ میکروند و آوردیم بتو براستی و ہر آئنہ ما راستگوئیم پس برو

یہ لوگ شک کرتے تھے ۹ اور ہم آپکے پاس حق لائے ہیں اور بیشک ہم سچ کہتے ہیں ۱۰ پس لے جاؤ

تفسیر اظہار العرفان

۱ حق سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا قول اور حکم جسکو ٹالنے والا کوئی نہیں، کسی طرح اسکو ٹالا نہیں جا سکتا ہے۔ اس لئے آپ اسکو توڑنے والوں میں سے نہ ہوں اللہ تعالیٰ بغیر ماں باپ کے بھی پیدا کر سکتا ہے تو کوئی تعجب نہیں کہ بوڑھے ماں باپ کو بچے عطا فرما دے۔ واضح رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قدرتِ خدا کا انکار نہ تھا بلکہ ایسا ہونا معمولِ خداوندی کے خلاف تھا اس لئے آپکو تعجب ہوا۔ (مظہری)

۲ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونے والے نہیں ہیں مگر معرفت وصواب کے راستے میں خطا کرنے والے اور ربِ ارباب سے نادان لوگ، باقی رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان گھر کر چکا ہے اور رحمٰن سے متصل ہیں وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعجب باعتبارِ عادت ہے نہ کہ باعتبارِ قدرت، اس لئے کہ [حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم تھا] اللہ تعالیٰ بغیر ماں باپ کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ (بیضاوی)

۳ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے فرمایا کہ اس بشارت کے علاوہ اصل سبب تمہارے نازل ہونے کا کیا ہے آخر وہ کیا بڑا کام ہے جس کیلئے تم کو بھیجا گیا ہے شاید حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ متعدد فرشتوں کے آنے کی غرض یہی خوشخبری تو ہو نہیں سکتی بشارت دینے کیلئے تو ایک بھی کافی تھا یہی وجہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت کو ایک ہی فرشتہ نے بشارت دی تھی یا حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ سمجھے کہ ان کے آنے کی اصل غرض اگر خوشخبری پہنچانی ہوتی تو آتے ہی بشارت سنا دیتے۔ بشارت تو انھوں نے خوف کو دور کرنے کیلئے ذیلی اور ضمنی طور پر دیدی [شروع میں تو مہمان بن کر آئے تھے] (مظہری) ۴ فرشتوں نے مختصر جواب اس لئے دیا کہ انھیں معلوم تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی مجرم کی جانب ملائکہ بھیجتا ہے تو اس مجرم قوم کو ہلاک کر دیتا ہے (تفسیر کبیر) ۵ یعنی جن لوگوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی پیروی کی اور انکے دین پر قائم ہیں (القرطبی) ۶ تقدیر بمعنی قضا کے ہے یعنی ہم نے کہہ دیا، یا ہم نے طے کر دیا۔ لغت میں تقدیر کا معنی ہے کسی چیز کو کسی دوسری چیز کے اندازہ کے موافق بنا دینا۔ یا کر دینا۔ حقیقت میں یہ فعل اللہ تعالیٰ کا ہے لیکن فرشتوں کو اللہ تعالیٰ سے خصوصی قرب حاصل تھا اس لئے اسکی نسبت فرشتوں کی جانب کر دی گئی، یا ملائکہ کی طرف فعلِ تقدیر کی نسبت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ تو محض قاصد جو نامہ بَر تھے انکا ہر قول و فعل اللہ تعالیٰ کا قول و فعل تھا۔ (مظہری) ۷ جب ملائکہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لڑکے کی بشارت دیدی اور انھیں بتا دیا کہ ہمیں قوم مجرمین کی جانب بھیجا گیا ہے تو اسکے بعد فرشتے حضرت لوط علیہ السلام اور آپکی قوم کی جانب آئے۔ (تفسیر کبیر) ۸ حضرت لوط علیہ السلام اور آپکی قوم نے انھیں نہیں پہچانا کہ یہ سب ملائکہ ہیں اس لئے کہا: اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ. اس جملے کی چند تاویل ہیں (۱) حضرت لوط علیہ السلام انھیں پہچان نہ سکے اس لئے یہ جملہ کہا۔ (۲) حضرت لوط علیہ السلام نے ان فرشتوں کو پہچان لیا تھا مگر یہ لوگ مرد اور خوبصورت چہروں کیساتھ آئے تھے اس لئے آپکو خوف تھا کہ قوم کہیں انکی جانب برائی کی نیت نہ کرے اس لئے آپ نے جملہ یہ کہا۔ (تفسیر کبیر) یعنی میں نے تم کو نہیں پہچانا تم سے مجھے اندیشہ ہے نہ تم پر کوئی سفر کی علامت ہے کہ میں تم کو مسافر سمجھوں اور نہ تم اس بستی کے رہنے والے ہو، کہیں تمہاری طرف سے مجھے کوئی دکھ نہ پہنچ جائے۔ (مظہری) ۹ فرشتوں نے جواباً کہا: ہم آپکے پاس وہ عذاب لے کر آئیں ہیں جسکے آنے میں انکو شک تھا یعنی آپکو دکھ پہنچانے والی کوئی چیز لیکر نہیں آئے بلکہ آپ کیلئے خوش کن بات لیکر آئے ہیں جس عذاب سے آپ انکو ڈراتے تھے اور وہ شک میں پڑے ہوئے تھے انکو عذاب کا خوف ہی نہ تھا وہی عذاب ان کیلئے لائے ہیں (مظہری) ۱۰ یعنی انکے عذاب کے بارے میں ہم حق الیقین کیساتھ آپکے پاس آئے ہیں اور یہ لوگ جس عذاب کو طلب کرتے تھے ہم ان پر اس عذاب کو سچ کر دکھائیں گے۔ (صفوۃ التفاسیر)

بِاَهۡلِكَ بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّيۡلِ وَاتَّبِعۡ اَدۡبَارَهُمۡ وَلَا يَلۡتَفِتۡ

کسان خود را بپاره از شب و تو از پے ایشاں و باید کہ بنگرد

اپنے گھر والوں کو رات کے کچھ حصوں میں اور آپ ان کے پیچھے رہیئے اور چاہیئے کہ نہ دیکھے

مِنۡكُمۡ اَحَدٌ وَّامۡضُوۡا حَيۡثُ تُؤۡمَرُوۡنَ ﴿٦٥﴾ وَقَضَيۡنَاۤ

از شما ہیچ یکی و بروید آنجا کہ فرمودہ شوید و وحی فرستادیم

تم میں سے کوئی ایک (پیچھے مڑ کر) اور جاؤ اس جگہ جہاں تمہیں حکم دیا گیا ہے ١ اور ہم نے وحی بھیجی

اِلَيۡهِ ذٰلِكَ الۡاَمۡرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَاۤءِ مَقۡطُوۡعٌ مُّصۡبِحِيۡنَ ﴿٦٦﴾

بسوے او ایں سخن کہ بیخ ایشاں بریدہ شود بوقت صبح دارندہ

انکی جانب یہ بات کہ انکی جڑ کاٹ دی جائیگی صبح کے وقت ٢

وَجَآءَ اَهۡلُ الۡمَدِيۡنَةِ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ﴿٦٧﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَاۤءِ

و آمدند اہل شہر خوش وقتی کنان گفت اینہا

اور اہل شہر خوشیاں مناتے ہوئے آئے ٣ کہا: یہ سب

ضَيۡفِىۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ ﴿٦٨﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ ﴿٦٩﴾

مہمانان من اند پس رسوا مکنید و بترسید از خدای و خوار مکنید مرا

میرے مہمان ہیں اس لئے رسوا نہ کرو ٤ اور ڈرو اللہ سے اور رسوا نہ کرو مجھے ٥

قَالُوۡۤا اَوَلَمۡ نَنۡهَكَ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ هٰٓؤُلَاۤءِ بَنٰتِىۡۤ

گفتند آیا منع نکردہ بودیم ترا او عالمیان گفت ایہا دختران من اند

انھوں نے کہا: کیا ہم نے تمہیں منع نہ کیا تھا سارے جہان کے (معاملہ میں کے دخل دینے سے) ٦ کہا: یہ میری

اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ ﴿٧١﴾ لَعَمۡرُكَ اِنَّهُمۡ لَفِىۡ سَكۡرَتِهِمۡ

اگر ہستید شما کنندکارے قسم بزدگانی تو ایشاں در گمراہی خود

بیٹیاں ہیں اگر تم کوئی کام کرنے والے ہو ۷ قسم ہے آپکی زندگی کی وہ سب اپنی گمراہی میں

١ قِطۡعٍ مِّنَ الَّيۡلِ کا ترجمہ ہے پارۂ شب' بعض نے اسکا ترجمہ کیا ہے آخر شب۔ سب سے پیچھے چلنے سے مراد یہ ہے کہ تم انکو اپنے آگے آگے تیزی سے نکال لے جاؤ اور انکے احوال پر مطلع رہو۔ پیچھے مڑ کر دیکھنے کی ممانعت اس لئے کی کہ ہولناک عذاب کا منظر ان سے دیکھا نہ جائیگا' کہیں ایسا نہ ہو کہ قوم کو عذاب میں مبتلا دیکھ کر انکے دلوں میں نرمی اور رقت پیدا ہو جائے اور اس قلبی ہمدردی کی پاداش میں ان پر بھی وہی عذاب آ جائے۔ لَا يَلۡتَفِتۡ کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے کوئی کسی کام کیلئے ساتھ جانے سے نہ رہ جائے ورنہ وہ بھی ہمہ گیر عذاب میں مبتلا ہو جائیگا' بعض نے کہا کہ التفات کی ممانعت اس لئے کی گئی کہ دل کے جماؤ کیساتھ وہ ترکِ وطن کر سکیں' بعض علماء کے نزدیک عدمِ التفات سے مراد لفظی ترجمہ نہیں بلکہ کنائی معنی مراد ہے یعنی سرپٹ نکل جاؤ' سستی نہ کرو' کہیں دم نہ لو اور تیزی کیساتھ بھاگے چلے جاؤ۔ (مظہری)

٢ اس آیت میں چند اشارات ہیں (١) نسب' قرابت اور صحبت کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ علمِ نافع اور عملِ صالح کا' کیا آپ کو نہیں معلوم کہ حضرت لوط علیہ السلام کی زوجہ کو اور حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹا کو ہلاک کر دیا گیا (٢) شک کافروں کی صفات میں سے ہے اور یقین مؤمنین کی صفات میں سے ہے (٣) طریقِ حق کے سالک کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف التفات نہ کرے۔ (روح البیان)

٣ آیت میں اہل مدینہ سے مراد قوم لوط ہے' آیت میں یہ دلالت نہیں ہے کہ قوم کس جگہ آتی تھی مگر یہ واقعہ دلالت کرتا ہے وہ لوگ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر آئے تھے' کہا گیا ہے کہ ملائکہ بہت ہی خوبصورت شکل میں آئے تھے اور انکی خوبصورتی شہر میں آناً فاناً مشہور ہو گئی تھی قوم اس شہرت کو سنکر آئی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی زوجہ نے ان لوگوں کو خبر دی تھی۔ (تفسیر کبیر) ٤ حضرت لوط علیہ السلام پر جب قوم کا ارادہ ظاہر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ میرے مہمان ہیں اور مہمان کی عزت وتکریم واجب ہے' تم لوگ جس کام کا ارادہ رکھتے ہو اس سے میری اہانت ہوگی۔ (تفسیر کبیر) ملائکہ کو مہمان حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے اعتقاد کے مطابق فرمایا اس لئے کہ اسوقت ملائکہ بحیثیت مہمان آپکے یہاں آئے تھے۔ (روح البیان) ٥ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے پہلے قول کو اس قول سے مؤکد کیا۔ (تفسیر کبیر) تُخۡزُوۡنَ خزی سے ماخوذ ہے خزی کا معنی ہے ذلت' یا خزایۃ سے ماخوذ ہے خزایۃ کا معنی ہے شرمندگی' حیا یعنی مجھے شرمندہ نہ کرو۔ (مظہری) ٦ یعنی ہم نے تم کو منع نہیں کیا کہ آپ لوگوں کے بارے میں ہم سے کچھ نہیں کہیں گے جب ہم انکے ساتھ فحش ارادہ کریں (تفسیر کبیر) ۷ یعنی یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں تم ان سے نکاح کر لو' اس آیت میں قوم کی بیٹیوں کو حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں کی طرح کہا گیا ہے اس لئے کہ ہر نبی من حیث الشفقت اور ترتیب امت کا باپ ہوتا ہے یہ قوم کی بھلائی کیلئے ایک باپ سے کہیں زیادہ سوچ فکر رکھتے ہیں' یا اس سے مراد صلبی بیٹیاں ہیں یعنی تم میری ان بیٹیوں سے نکاح کر لو اور ان مہمانوں کی جانب غلط ارادہ نہ رکھو حالانکہ اس سے پہلے وہ لوگ نکاح کی خواہش رکھتے تھے' حضرت لوط علیہ السلام کے اس قول کا جواب قوم نے کچھ نہیں دیا اس لئے کہ ان کے اندر خباثت موجود تھی۔ اس آیت اور اس سے قبل کی آیت سے چند فوائد حاصل ہوئے (١) مہمانوں کی عزت کرنا چاہیئے' مسافر کی خبر گیری کرنا انبیاء اور اولیاء کے اخلاق میں سے ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے نماز قائم کی' زکوۃ ادا کی' رمضان کا روزہ رکھا اور مہمانوں کی عزت کی جنت میں داخل ہوگا (٢) ہر مؤمن کو چاہیئے کہ حسب طاقت شر کے دروازہ کو بند کرنے کی کوشش کرے' کیا آپ کو نہیں معلوم کہ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کی خباثت دور کرنے کی کوشش فرمائی (٣) محل تمتع عورت ہے نہ کہ مرد۔ (روح البیان)

يَعْمَهُونَ ﴿٧٢﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾ فَجَعَلْنَا

سرگردانند پس بگرفت ایشانرا صیحه در آمدند پس ساختیم

سرگرداں ہیں ۱ پس دن نکلتے ہی انھیں کڑک نے پکڑ لی ۲ پس ہم نے کیا

عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿٧٤﴾

بالاے آں شہرہا زیر آں و بارانیدیم ما بر ایشاں سنگ از قسم سنگ

اس شہر کے اوپر کے حصے کو اس کے نیچے اور ہم نے برسائے ان پر کنکر پتھر کی قسم سے ۳

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿٧٥﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ

ہر آئنہ دریں نشانہا است عبرت گیرندگانرا و آں شہر ہستید آمد و رفت دارند

بیشک اس میں نشانیاں ہیں عبرت پکڑنے والوں کیلئے ۴ اور وہ شہر آمد و رفت رکھتا ہے

مُّقِيْمٍ ﴿٧٦﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَاِنْ كَانَ

ہمیشہ ہر آئنہ دریں نشانہ است مر مومنانرا و ہر آئنہ بودند

ہمیشہ ۵ بیشک اس میں نشانی ہے مومنوں کیلئے ۶ اور بیشک

اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿٧٨﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَاِنَّهُمَا

اہل ایکہ ستمگاران پس انتقام کشیدیم از ایشاں ہر آئنہ ایشاں بر تو

اہل ایکہ ظلم کرنے والے تھے ۷ ہم نے بدلہ لیا ان سے بیشک وہ دونوں (بستیاں)

لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٩﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٨٠﴾

براہ آشکارا ہستید و ہر آئنہ تکذیب کردند یاران حجر پیغمبرانرا

کھلے راستے پر ہیں ۸ اور بیشک اصحابِ حجر نے رسولوں کو جھٹلایا ۹

وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿٨١﴾ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ

و دادیم ایشانرا آیا تہاء ما پس ازاں بودند ازاں روگردانان و بودند می ترا شیدند

اور ہم نے انہیں اپنی نشانیاں دیں پس اس سے منہ پھیرنے والے ہو گئے ۱۰ اور تراشتے تھے

۱ حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی جان سے زیادہ عزیز کسی اور کی جان پیدا نہیں کی اور آپکی زندگی کے علاوہ کسی اور کی زندگی کی قسم نہیں فرمائی۔ عزیز ترین چیز کی قسم ہی کھائی جاتی ہے تمام جانوں میں حضور ﷺ کی جان اللہ کے نزدیک عزیز تھی اس لئے اسکی قسم فرمائی۔ (مظہری) قاضی ابوبکر بن عربی کہتے ہیں کہ مفسرین کرام کا یہاں اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حیاتِ محمد ﷺ کی قسم تشریفاً فرمائی۔ یہ نہایت تعظیم اور تشریف ہے۔ (القرطبی) جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں سات مقامات پر اپنی قسم فرمائی ہے باقی قسم مخلوقات سے متعلق ہے۔ (روح البیان)

۲ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ چیخ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی تھی، شروق الشمس یعنی سورج کا نکلنا اور روشن ہونا۔ مراد یہ ہے کہ عذاب کا آغاز تو فجر سے ہی ہو گیا تھا اور تکمیل عذاب سورج نکلنے کے وقت ہوئی۔ (مظہری)

۳ جاننا چاہیئے کہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر تین طرح کا عذاب اتارا (۱) چیخ (۲) آبادی الٹ دی گئی (۳) ان پر پتھروں کی بارش ہوئی۔ (تفسیر کبیر)

۴ حضرت ابن عباس ﷺ نے مُتَوَسِّمِيْنَ کا ترجمہ کیا ہے دیکھنے والا' حضرت مجاہد نے اسکا ترجمہ کیا ہے شناخت کرنے والا' حضرت قتادہ نے اسکا ترجمہ کیا ہے عبرت حاصل کرنے والا اور حضرت مقاتل نے اسکا ترجمہ کیا ہے غور کرنے والے۔ میں [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں وَسْمٌ کا معنی ہے اثر کرنا اور نشان پیدا کرنا اور سِمَة کا معنی ہے اثر نشان یعنی جو لوگ ظاہر علامات و آثار کو دیکھ کر اندرونی نتائج و معانی کی شناخت کرنے والے ہیں ان کیلئے اس واقعہ میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ (مظہری) حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مُتَوَسِّمِيْنَ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اسکا معنی متفرسین یعنی فراست والے ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری ﷺ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِتَّقُوْا مِنْ فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ. ''مؤمن کی فراست سے بچو اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے'' پھر آپ نے تلاوت فرمائی اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ. حضرت انس بن مالک ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عِبَادًا يَعْرِفُوْنَ النَّاسَ بِالتَّوَسُّمِ. بیشک اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو لوگوں کو نشانی سے پہچانتے ہیں'' علماء فرماتے ہیں توسم وسم سے باب تفعل میں ہے جسکا معنی ہے وہ علامت جو مطلوب پر دلالت کرے۔ مروی ہے کہ حضرت امام شافعی اور حضرت محمد بن حسن دونوں فنائے کعبہ میں تھے اور ایک شخص مسجد کے دروازے پر تھا ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ جو شخص دروازے پر ہے وہ بڑھئی ہے ان میں سے دوسرے نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ لوہار ہے' جب اس شخص سے پوچھا گیا جو مسجد کے دروازے پر تھا تو اس نے بتایا کہ میں پہلے بڑھئی کا کام کرتا تھا اور اب لوہار کا کام کرتا ہوں۔ (القرطبی) ۵ یعنی وہ بستی جسے بتایا گیا ہے اور وہ آثار جو اللہ تعالیٰ کے غیض و غضب پر دلالت کرتی ہیں ان راستوں سے ان کا گذر ہوتا ہے تو کیا یہ لوگ اسے دیکھ کر نصیحت حاصل نہیں کرتے ہیں (صفوۃ التفاسیر) ۶ یعنی تصدیق کرنے والوں کیلئے عبرت ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۷ بلاشبہ اہل ایکہ بھی ظالم تھے انھوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا۔ اَيْكَةٌ گھنے درخت' جھاڑی کو کہتے ہیں۔ (مظہری) ۸ اللہ تعالیٰ نے سات روز تک سخت گرمی کو مسلط کر دیا۔ سات روز کے بعد بادل کا ایک ٹکڑا آیا لوگ آرام لینے اسکے سایہ میں آ گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بادل سے ان پر آگ برسائی اور سب جل بھن کر خاک ہو گئے۔ (مظہری) ۹ اصحاب حجر سے مراد قوم ثمود ہے یعنی حضرت صالح علیہ السلام کی قوم۔ (مظہری) ۱۰ یہاں نشانی سے مراد اونٹنی ہے جو پہاڑ سے نکل کر آئی تھی۔ (القرطبی)

مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿٨٢﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿٨٣﴾

از کوہہا خانہا ایمن شدہ پس بگرفت ایشانرا صیحہ صباح کنان

پہاڑوں میں مکان اطمینان سے [1] پس انھیں کڑک نے پکڑ لی صبح ہوتے ہی [2]

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ

پس دفع نکرد از ایشاں آنچہ بودند کسب میکردند و نیافریدیم ما آسمانہا

پس نہ ہٹایا ان سے جو وہ کماتے تھے [3] اور ہم نے نہ پیدا کیا آسمانوں

وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ

و زمین و آنچہ میان ایشاں مگر براستی و ہر آئنہ قیامت آیندہ است

اور زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان ہے مگر حق کیساتھ اور بیشک قیامت آنے والی ہے

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿٨٥﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿٨٦﴾

پس در گذر کنی در گذشتن نیکو ہر آئنہ پروردگار تو است بسیار آفرینندہ دانا

تو اچھی طرح در گذر کیجئے [4] بیشک آپکا رب ہی بہت پیدا فرمانے والا جاننے والا ہے [5]

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿٨٧﴾

و ہر آئنہ دادیم ترا ہفت آیہ از نماز مقرر کردہ شدہ و قرآن بزرگ

اور بیشک ہم نے تمہیں سات آیتیں دیں جو نماز میں دہرائی جاتی ہیں اور بزرگ قرآن

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ

باز مکن دو چشم خود را بسوے آنچہ بہرہ مند ساختیم بآں زنان از ایشاں

نہ اٹھاؤ اپنی دونوں آنکھوں کو ان فوائد کی طرف جسے ہم نے برتنے دی انکے جوڑوں کو

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾ وَقُلْ

و اندوہناک مشو بر ایشاں و پست کن باز وے خود را مر مومنانرا

اور غمگین نہ ہو ان پر اور پھیلا دو اپنے بازو کو مومنوں کیلئے [7]

[1] یعنی وہ لوگ اپنی قوت کی بدولت پہاڑوں میں اپنے لئے گھر بناتے تھے اور مطمئن ہوجاتے تھے کہ یہ انکے سروں پر نہیں گرے گا' کہا گیا ہے کہ وہ لوگ مطمئن ہوجاتے تھے کہ اب ان پر موت نہیں آئیگی' یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ لوگ مطمئن ہوجاتے تھے کہ اب وہ عذاب سے بچ جائینگے۔ (القرطبی)

[2] یعنی انھیں ایسی چیخ نے پکڑا جس نے انھیں ہلاک کردیا اور یہ عمل صبح کے وقت ہوا۔ (صفوۃ التفاسیر)

[3] مضبوط مکانوں کی تعمیر' مال کی فراوانی اور تعداد کی کثرت ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچاسکی۔ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تبوک کو جاتے ہوئے حجر میں سے گذرے تھے اور صحابہ سے فرمایا تھا جن لوگوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا تھا تم ان کے گھروں اور بستی میں داخل ہو تو روتے ہوئے جانا کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آجائے جو ان پر آیا تھا حضور ﷺ اسوقت اونٹنی پر سوار تھے چادر سے منہ چھپا کر تیزی کیساتھ اونٹنی کو دوڑاتے ہوئے وادی سے گذر گئے۔ (مظہری)

[4] جاننا چاہیئے کہ جب یہ ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ہلاک کیا تو گویا کہ یہاں یہ سوال ہوا کہ جو ذات رحیم و کریم ہے ہلاک اور عذاب اسکی شان کے لائق کیسے ہوسکتا ہے تو اسکا جواب دیا جارہا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اس لئے پیدا فرمایا کہ اسکی عبادت اور اطاعت میں مشغول ہو پس جب مخلوق عبادت اور اطاعت کو چھوڑ دیتی ہے اور اس سے اعراض کرتی ہے تو حکمت کے تقاضے کے مطابق ضروری ہے کہ اسے ہلاک کرکے زمین کو پاک کردیا جائے۔ واضح رہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے جمیع اعمال کا خالق ہے اس لئے کہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں' زمینوں اور جو کچھ اسکے درمیان ہے سب کا خالق ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ بندوں کے افعال آسمانوں اور زمین کے درمیان ہیں پس ضروری ہوا کہ اللہ تعالیٰ انکا بھی خالق ہو۔ ان واقعات کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کو ان ایذاؤں پر صبر دے جو راہِ دین پر پہنچ رہی ہیں۔ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ۔ اللہ تعالیٰ آپکے دشمنوں سے ضرور بدلہ لیگا اور انکے اچھے برے اعمال کی جزا و سزا دیگا۔ (تفسیر کبیر)

[5] یعنی ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

[6] حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سبع مثانی سے مراد ہے سورہ فاتحہ جسکی سات آیات ہیں۔ بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ام القرآن سات [آیات] ہیں مثانی [نماز میں بار بار پڑھی جانے والی] قرآن عظیم ہے۔ مثانی کہنے کی متعدد وجوہ بیان کی گئیں ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت حسن اور قتادہ کے نزدیک نماز میں بار بار یعنی ہر رکعت میں اسکو پڑھا جاتا ہے اس لئے مثانی کہا گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سورہ فاتحہ کے دو حصے ہیں نصف تو اللہ تعالیٰ کیلئے جس میں اللہ تعالیٰ کی ثناء کی گئی ہے اور نصف دعا ہے جو بندہ کیلئے ہے۔ حسین بن فضیل نے وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ سورہ فاتحہ دو مرتبہ نازل ہوئی ایک بار مکہ شریف میں اور دوسری بار مدینہ منورہ میں' ہر مرتبہ ستر ہزار فرشتے سورہ فاتحہ کے جلوس میں تھے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ مثانی کا معنی ہے منتخب' چھانٹی ہوئی اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اس امت کیلئے چھانٹ کر رکھ لی تھی کسی دوسری امت کو عطا نہیں کی۔ حضرت ابوزید بلخی نے کہا: ثَنَيْتُ الْعِنَانَ کا معنی ہے میں نے لگام کو پھیر دیا' موڑ دیا یہ سورت بھی شریروں اور بدکاروں کو بدکاری سے پھیر دیتی ہے۔ بعض نے کہا کہ مثانی ثناء سے ہے اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی ثناء کی گئی ہے یعنی اللہ کی عظیم صفات کا بیان ہے۔ (مظہری)

[7] یعنی یہ کفار جن چیزوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں آپ ان چیزوں کیجانب نہ دیکھئے اسلیئے کہ ہم نے اس سے بھی اعظم' اشرف اور اکرم شے آپکو دی ہے اور انزالِ قرآن کی نعمت آپ کیلئے کافی ہے اور آپ انکے عدم ایمان پر غمگین بھی نہ ہوں (صفوۃ التفاسیر)

إِنِّىٓ أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ﴿٨٩﴾ كَمَآ أَنزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ﴿٩٠﴾

و بگو ہر آئنہ من بیم کنندہ آشکارم ہمچانکہ فرستادیم ما بر تقسیم کنندگان

اور بیشک آپ فرما دیجئے میں کھلا ڈرانے والا ہوں ۱ اسی طرح ہم نے اتارا تقسیم کرنے والوں پر ۲

الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِينَ ﴿٩١﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ

آنانکہ ساختند قرآن پارہ پارہ پس قسم پروردگار تو سوال کنیم ایشانرا

وہ لوگ جنہوں نے قرآن کو ٹکڑا ٹکڑا کیا ۳ پس تیرے رب کی قسم ہم سوال کریں گے ان

أَجْمَعِينَ ﴿٩٢﴾ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ

ہمہ یکجا از آنچہ بودند میکردند پس آشکار کن آنچہ فرمودہ میشوی

سب سے ۴ اسکے بارے میں جو وہ کرتے تھے ۵ پس اعلان کرو جسکا تمہیں حکم دیا گیا ہے

وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿٩٤﴾ إِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِينَ ﴿٩٥﴾

و رو گردان از مشرکان ہر آئنہ ما کفایت کنیم ترا استہزا کنندگان

اور اعراض کرو مشرکوں سے ۶ بیشک ہم کافی ہیں تمہارے لئے استہزا کرنے والوں پر ۷

الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٩٦﴾

آنانکہ مقرر می کنند با خدایان دیگر پس زود بدانند

وہ لوگ جو شریک ٹھہراتے ہیں اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کو پس عنقریب جان لیں گے ۸

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ﴿٩٧﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ

و ہر آئنہ ما میدانیم کہ تنگ میشود سینہ تو بآنچہ میگویند

اور بیشک ہمیں معلوم ہے کہ تنگ ہوتا ہے آپکا سینہ اس سے جو وہ کہتے ہیں ۹ پس پاکی بیان کرو اپنے رب کے نام

رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِينَ ﴿٩٨﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ﴿٩٩﴾

پس تنزیہہ کن بنام پروردگار تو و باش از سجدہ کنندگان و عبادت کن پروردگار خود را تا وقتیکہ برسد بتو مرگ

کیساتھ اور سجدہ کرنے والوں سے ہو جاؤ ۱۰ اور عبادت کرو اپنے رب کی یہاں تک کہ آپکے پاس موت آئے ۱۱

تفسیر اظہار العرفان

۱ اے محمد ﷺ! آپ فرما دیجئے کہ میں اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ اَلْمُقْتَسِمِيْنَ کے بارے میں سات اقوال ہیں۔ پہلا قول: حضرت مقاتل اور فراء کہتے ہیں کہ حج کے زمانہ میں ولید بن مغیرہ نے سولہ آدمیوں کو گھاٹیوں، مختلف راستوں اور موریوں پر اس غرض سے مقرر کر دیا تھا کہ جو کوئی باہر سے محمد ﷺ کے پاس آئے اس سے کہہ دیں کہ تم اسکے فریب میں نہ آجانا۔ مقرر کردہ لوگوں میں سے تو کچھ لوگ کہتے کہ یہ شخص دیوانہ ہے، کچھ کہتے کہ کاہن ہے اور کچھ کہتے کہ شاعر ہے۔ خود ولید کعبہ کے دروازے پر جا کر بیٹھ گیا جب اس سے دریافت کیا گیا کہ کچھ لوگ ساحر، کچھ شاعر اور مجنون کہتے ہیں تمہارا کیا فیصلہ ہے ولید نے کہا کہ سب باتیں ٹھیک ہیں سب لوگ سچ کہتے ہیں۔ اس گروہ کو مقتسمین اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ راستے میں متفرق جگہوں پر بیٹھے تھے۔ دوسرا قول: حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد کفار قریش ہیں جنکے بعض نے کتاب اللہ کو شعر، بعض نے جادو، بعض نے کہانت اور بعض نے اگلوں کی کہانی بتایا: تیسرا قول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں۔ چوتھا قول اور پانچواں قول: حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی کتاب تقسیم کی اور بٹ گئے۔ چھٹا قول: حضرت زید بن اسلم کہتے ہیں کہ اس سے مراد قوم صالح ہے۔ ساتواں قول: حضرت اخفش کہتے ہیں کہ یہ وہ قوم ہے جس نے اپنے ایمان کو ٹکڑے کیا۔ (القرطبی)

۳ عِضِيْنَ عِضَةٌ کی جمع ہے بمعنی ٹکڑا، ایک پارہ۔ یہود و نصاریٰ نے بھی قرآن کے دو ٹکڑے کر دیئے تھے ایک کو حق اور دوسرے کو باطل کہتے تھے۔ جسکو حق کہتے تھے اسکے متعلق کہتے تھے کہ توریت اور انجیل کے موافق ہے ہم اسکی تصدیق کرتے ہیں اور جس حصہ کو باطل قرار دیتے تھے اسکے متعلق کہتے تھے کہ یہ توریت اور انجیل کے خلاف ہے اس لئے غلط ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعض اہل کتاب بطورِ استہزاء کہتے تھے کہ سورہ بقرہ میری ہے دوسرا کہتا تھا کہ آل عمران میری ہے۔ (مظہری) ۴ یعنی اے محمد ﷺ! تیرے رب کی قسم ہم ضرور تمام مخلوق سے پوچھیں گے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ جو عمل وہ دنیا میں کرتے تھے (صفوۃ التفاسیر) ۶ پس آپ اللہ کے پیغام کو حجت کیساتھ پہنچایئے اس لئے کہ اللہ نے آپکو یہی حکم دیا ہے وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ یعنی آپ انکے استہزاء کی پرواہ مت کیجئے۔ یہ لوگ جو کہتے ہیں آپ اس سے بری ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ ٹکڑا فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ سے منسوخ ہے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے ذریعے نماز میں قرآن جہر سے پڑھنے کا حکم دے رہا ہے۔ (القرطبی) ۷ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ مکہ میں چند لوگوں کے قریب سے گذرے تو وہ اشاروں اشاروں میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ دیکھو! یہ ہے وہ شخص جو اپنے آپ کو نبی سمجھتا ہے اسوقت آپ کے ہمراہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی تھے۔ چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انکی طرف اشارہ کیا تو یہ اشارہ انکے جسموں پر نیزوں کی طرح پڑا اور انکے جسم زخمی ہو گئے پھر یہ زخم اس قدر بگڑے کہ ان میں بدبو پڑ گئی حتی کہ کوئی شخص بھی انکے قریب نہ جاتا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (لباب النقول فی اسباب النزول) ۸ یعنی جن لوگوں نے اللہ کیساتھ شریک ٹھہرایا وہ عنقریب اپنا انجام دارین میں دیکھ لیں گے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۹ شرکیہ کلمات اور قرآن میں طعن کی وجہ سے آپکو جو تکلیف ہو رہی ہے۔ (روح البیان) ۱۰ اللہ تعالیٰ چار چیزوں کا حکم فرما رہا ہے۔ تسبیح، تحمید، سجود اور عبادت کا۔ (تفسیر کبیر) ۱۱ آیت میں یقین سے مراد موت ہے اس لئے کہ ہر زندہ کیلئے موت کا آنا یقینی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے مال جمع کرنے اور تاجرین کے ساتھ جانے کا حکم بذریعہ وحی نہیں دیا گیا بلکہ میرے پاس وحی بھیجی گئی کہ میں اپنے رب کی تسبیح، تحمید، سجدہ اور عبادت بجا لاؤں۔ (مظہری)

سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّثَمَانٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورہ نحل مکی ہے اس میں ایک سو اٹھائیس آیات اور سولہ رکوع ہیں [1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بنام خدای بخشاینده مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا

آمد حکم خدا شتاب طلب میکنید پاکست او و بر تر است از آنچہ

اللہ کا حکم آیا پس اسے جلدی طلب نہ کرو، پاک ہے وہ اور بر تر ہے اس سے جو

يُشْرِكُوْنَ ① يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ

شرک می کنند فروی آرد فرشتگانرا بوحی باراده خود بر ہر کہ

شرک کرتے ہیں [2] فرشتوں کو اپنے ارادہ سے وحی کے ساتھ اتارتا ہے جس پر

يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا

خواہد از بندگان خود آنکہ بیم کنید آنکہ اوست نیست معبودے مگر من

چاہے اپنے بندوں میں سے یہ کہ ڈراؤ وہی ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے میرے

فَاتَّقُوْنِ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا

پس بترسید از من بیافرید آسمانہا و زمین براستی بر تر است از آنچہ

پس ڈرو مجھ سے [3] آسمانوں اور زمین کو حق کیساتھ پیدا کیا بر تر ہے اس سے جو

يُشْرِكُوْنَ ③ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ

شرک کنند بیافرید آدمی را از منی پس نا گہان وی

شرک کرتے ہیں [4] انسان کو منی سے پیدا کیا پس اچانک وہ

[1] سورہ نحل مکی ہے سوائے تین آیات کے یعنی وَاِنْ عَاقَبْتُمْ سے آخر تک، اس میں کل حروف ۷۷۰۷ اور کل کلمات ۱۸۴۱ ہیں۔ (غرائب القرآن) اوراس سورت میں عقیدہ کبرٰی کے موضوعات کا علاج ہے، اس میں الوہیت، وحی، بعث اورنشور بیان کئے گئے ہیں اور پھر قدرت ووحدانیت کے دلائل بیان کئے گئے ہیں مثلاً آسمانوں، زمین، سمندروں، پہاڑوں، وادیاں، اگنے والی بوٹیاں، کشتی جو سمندر میں تیرتی ہواور وہ ستارے جورات کی تاریکی میں چمکتے ہیں۔[ان ساری چیزوں کو بیان کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کی دلیل پیش کی گئی ہے] (صفوۃ التفاسیر)

[2] جولوگ شرک کرتے ہیں اور اپنے رسول کے پیغام کو جھٹلاتے ہیں انکی سزا کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے۔ حضرت حسن، ابن جریج اور ضحاک کہتے ہیں کہ امر سے مراد وہ فرائض واحکام ہیں جو قرآن میں آئے ہیں، لیکن یہ قول بعید از قیاس ہے اس لئے کہ صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی فرائض کے احکام نازل ہونے سے پہلے اسکے بارے میں جلدی نہیں کی البتہ منکرین دین نے عذاب وعقاب کے بارے میں جلد بازی کی ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہاں امر سے مراد قیامت ہے یا قیامت کی علامات ہیں۔ حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ جب آیت اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ نازل ہوئی تو کفار نے کہا کہ یہ گمان کرتے ہیں کہ قیامت قریب آگئی ہے پس تم سب اپنے اپنے کام کو چھوڑ کر انتظار کرو پھر کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد کہنے لگے ہم تو کوئی چیز نہیں دیکھ رہے ہیں اس پر اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ نازل ہوئی کفار پھر انتظار کرنے لگے اور اپنے انتظار کو چند دنوں تک پھیلا کر کہنے لگے کہ ہم تو کچھ نہیں دیکھ رہے ہیں اس پر آیت اَتٰى اَمْرُ اللّٰهِ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور لوگوں نے اپنے سر اوپر اٹھا کر دیکھا اور خیال کیا کہ قیامت حقیقت میں آ ہی گئی ہے اس پر آیت فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ نازل ہوئی اسوقت لوگوں کو اطمینان ہوا اور گھبراہٹ دور ہوگئی۔ (القرطبی) جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلیوں [سبابہ اور وسطی] سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میں اور قیامت ان دونوں کی طرح [متصل] بھیجے گئے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے عین قیامت کے وقت میں ہی بھیجا گیا مگر میں قیامت سے پہلے آگیا جیسے یہ [انگلی] اس سے پہلے ہے۔ حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت قیامت کی علامات میں سے ہے، رسول اللہ ﷺ کے پاس جب جبرائیل ؑ کو بھیجا گیا اور اثنائے راہ آپ آسمان والوں کی طرف سے گذرے تو اہل سموات نے کہا: اللہ اکبر قیامت بپا ہو گئی۔ (مظہری) [3] آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ وحی کا تعلق دو چیزوں سے ہے ایک تو توحید پر تنبیہ جو قوت علمیہ کے کمال کا انتہائی درجہ ہے، دوسرا تقوی جو عملیہ قوت کا آخری تکمیلی مرتبہ ہے توحید کو ثابت کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنی خود مختاری پر حکمت اور مصلحت آگیں خلاقیت کو بیان کیا ہے اگر کوئی دوسرا شریک ہوتا تو اس میں بھی خلاقیت اور ایجاد کی قدرت ہوتی اور اس طرح دو مختار کامل قدرت رکھنے والوں میں ٹکراؤ ممکن ہوتا۔ واضح رہے کہ یہاں روح سے مراد وحی ہے معنی یہ ہوگا کہ ہم ملائکہ کو اپنے منتخب بندوں کے پاس وحی بھیجتے ہیں کہ لوگوں بتادو۔ اَنْ اَنْذِرُوْۤا یعنی مشرکوں اور نافرمانوں کو عذاب سے ڈراؤ اور یہ بتاؤ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں لھذا مجھ سے ڈرو۔ (مظہری) [4] یعنی خاص مقدار، خاص شکل ووضع اور مختلف صفات کیساتھ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔ اسکی ایجاد بتارہی ہے کہ اسکا بنانے والا واحد، بے مثال قادر مطلق اور حکیم کامل ہے لہذا آسمانوں یا زمین میں سے کسی کو اسکا شریک قرار دیا جائے اس سے اللہ تعالیٰ بزرگ وبرتر ہے یا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ وہ اپنی ہستی یا بقائے ہستی میں آسمانوں اور زمین میں کسی چیز کا محتاج ہو۔ (مظہری)

خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤﴾ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ

ستیزندہ آشکار است و چہار پایان بیافرید آنرا برائے شما از آنہا پوششے و

کھلا لڑنے والا (ثابت ہوا) ۱ اور چوپائے اسے تمہارے واسطے پیدا کیا اس سے اونی لباس اور بہت منفعت

مَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٥﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ

منفعتہا و از آنہا میخورید و مر شما را دراں ابروست چوں صحرا باز آرید

(حاصل کرتے ہو) اور اس سے تم کھاتے ہو ۲ اور تمہارے لئے اس میں شان ہے جب تم صحرا سے واپس لوٹتے ہو

وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ﴿٦﴾ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا

و چوں بسوے صحرا سیر میدہید و بر میدارند بار شما را بسوے شہرے ہر گز

اور جب صحرا کی جانب ہانک دیتے ہو ۳ اور اٹھاتے ہیں تمہارے بوجھ شہر کی جانب ہر گز

بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٧﴾

نمی رسیدند بداں مگر جانہا ہرآئنہ پروردگار شما آمرزندہ مہربان ست

تم نہیں پہنچ سکتے وہاں مگر جانوں کی مشقت سے' بیشک تمہارا رب بخشنے والا مہربان ہے ۴

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ

و آفرید اسپانرا و شترانرا تا سوار شوید براں و آفرینش برائے زینت و می آفرید

اور پیدا کئے گھوڑے اور خچر اور گدھے تا کہ تم سوار ہوان پر اور انکی پیدائش زینت کیلئے (بھی ہے) اور پیدا فرماتا ہے

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٨﴾ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ۭ

آنچہ نمی دانید و بر خدای میرسد راہ میانہ و ازاں راہ ہا کج است

جو تم نہیں جانتے ہو ۵ اور اللہ تک پہنچتا ہے درمیانہ راستہ اور ان راستوں میں سے کچھ ٹیڑھا ہے

وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٩﴾ ع هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ

و اگر خواہد البتہ راہ نماید شما را ہمہ اوست آنکہ فرستاد از

اور اگر چاہتا تو ضرور راہ دکھاتا تم سب کو ۶ وہی ہے جس نے اتارا

ع ۹ / ۷

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی ایسی سیال بے جان بوند سے انسان کو پیدا کیا جس میں حس ہے نہ حرکت' نہ وہ اپنی ہیئت و وضع کو محفوظ کر سکتی ہے نہ شکل کو' جب خوب طاقتور ہو گیا تو تیز زبان جھگڑالو ہو گیا۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ اس آیت کا نزول ابی بن خلف جمعی کے متعلق ہوا۔ ابن خلف منکر قیامت تھا ایک روز وہ ایک بوسیدہ ہڈی لیکر آیا اور کہا کیا تم کہتے ہو کہ اللہ اسکو زندہ کر دیگا یہ تو بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو گئی۔ [یہ کیسے زندہ ہو گی] اسکی بابت آیت وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ بھی نازل ہوئی تھی۔ (مظہری)

۲ جاننا چاہیئے کہ عالم سفلی میں موجود تمام اجسام میں انسان کے بعد تمام حیوانات اشرف ہیں' پھر ان حیوانات کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن سے انسان نفع حاصل کرتا ہے دوم وہ جن سے انسان نفع حاصل نہیں کرتا ہے' وہ حیوانات جن سے انسان نفع حاصل کرتا ہے ان حیوانات سے اشرف ہیں جس سے انسان نفع حاصل نہ کرتا ہو۔ اس لئے کہ انسان جب اشرف الحیوانات ہے تو جن حیوانات سے نفع حاصل کرتا ہے وہ بھی دیگر حیوانات میں اشرف ہونگے' پھر انسان کے انتفاع کی دو صورتیں ہیں (۱) امور ضروریہ (۲) غیر ضروریہ۔ امور ضروریہ میں کھانا' پینا' لباس وغیرہ شامل ہیں جبکہ غیر ضروریہ میں زینت وغیرہ ہیں۔ قسم اول یعنی امور ضروریہ میں جن حیوانات سے نفع حاصل کرتے ہوں' اشرف ہیں ان حیوانات سے' جن سے غیر ضروریہ میں نفع حاصل کرتے ہوں اور قسم اول "انعام" ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسکا ذکر انعام سے فرمایا۔ واضح رہے کہ انعام میں آٹھ اصناف ہیں (۱) بھیڑ نر (۲) بھیڑ مادہ (۳) دنبہ نر (۴) دنبہ مادہ (۵) گائے نر (۶) گائے مادہ (۷) اونٹ نر (۸) اونٹ مادہ۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ انعام تین ہیں (۱) اونٹ (۲) گائے (۳) بکری۔ (تفسیر کبیر) ۳ یعنی مویشیوں میں تمہارے لئے زینت ہے جب تم اسے شام کے وقت لیکر واپس آتے ہو اور جب صبح کے وقت چراگاہوں کی جانب لیکر جاتے ہو۔ (صفوۃ التفاسیر) ۴ اللہ تعالیٰ نے انعام کے ذریعے عموماً احسان فرمایا لیکن یہاں بوجھ اٹھانے کے باب میں خاص طور پر اونٹ کا ذکر کیا اس لئے بکریاں چرانے اور ذبح کیلئے' گائے ہل چلانے کیلئے اور اونٹ بوجھ اٹھانے کیلئے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے کہ اسی دوران ایک شخص اپنی گائے پر بوجھ اٹھائے آ رہا تھا کہ اچانک گائے نے مڑ کر کہا کہ مجھے اس کام کیلئے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ مجھے حکمت کیلئے پیدا کیا گیا۔ لوگوں نے گائے کی بات سن کر تعجب سے سبحان اللہ کہا اور پوچھا کہ کیا گائے بات کرتی ہے پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس پر ایمان لایا اور ابو بکر و عمر ایمان لائے۔ (القرطبی) ۵ امام ابو حنیفہ نے اس آیت سے گھوڑے کے گوشت کے حرام یا مکروہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی نعمت کا اظہار کیا ہے اور اپنی نعمت کی یاد دہانی کی ہے اور دو فائدے کی صراحت کی ہے سواری اور زینت۔ اور ظاہر ہے کہ غذائیت سب سے بڑی نعمت ہے اس لئے ممکن ہے کہ جو اصل منفعت ہے اسکی تو یاد دہانی نہ کی جائے اور نیچے درجے کے فائدے کا اظہار کیا جائے۔ میں کہتا ہوں غذائیت تو بھیڑ' بکری' مرغی وغیرہ کے گوشت سے بہترین حاصل ہوتی ہے اور اسکا حصول آسان بھی ہے۔ گھوڑے۔ گدھے وغیرہ کا گوشت نہ اچھا ہوتا ہے نہ اسکا حصول زیادہ سہل ہے' ہاں سواری' بار برداری اور شان بان کے جو فوائد ان سے وابستہ ہیں وہ دوسرے چھوٹے جانوروں سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے صاحب ہدایہ کا یہ قول غلط ہے کہ گھوڑوں اور گدھوں کا گوشت بطور غذائیت سب سے بڑی منفعت ہے۔ ان جانوروں میں سب سے بڑا فائدہ سواری وغیرہ ہی ہے۔ جو دوسرے جانوروں سے حاصل نہیں ہوتا۔ (مظہری) ۶ یعنی اللہ تعالیٰ کے کرم کے ذمے ہے کہ طریق مستقیم بیان فرما دے۔ جو انسان کو جنات نعیم کے راستے پر گامزن کر دے۔ (صفوۃ التفاسیر)

السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ⑩

آسمان آبے را مر شما آشامیدنے و ازاں آب درختانست می چرانید

آسمان سے پانی تمہارے لئے اس سے پینا ہے اور اس پانی سے درخت ہیں جن سے چرتے ہو ا

يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ

میرویاند برائے بآں کشت را و زیتون را خرمانیان و انگور

اگاتا ہے تمہارے واسطے اس سے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور

وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ⑪

و از ہر میوہا ہر آئنہ دریں نشانہ ست برائے قومیکہ فکر کنند

اور ہر قسم کا میوہ بیشک اس میں نشانی ہے اس قوم کیلئے جو فکر کرتی ہو ۲

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ وَالنُّجُوْمُ

و مسخر کرد برائے شما شب و روز را و آفتاب و ماہ را ستارگان

اور مسخر کیا تمہارے واسطے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو اور ستارے

مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ⑫

رام شدہ بامر او ہر آئنہ دریں نشانہا ست برائے قومیکہ میدانند

مسخر ہیں اسکے حکم سے بیشک ان میں نشانیاں ہیں ایسی قوم کیلئے جو جانتی ہو ۳

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

و پیدا کرد برائے شما دریں زمین مختلف است رنگہاء او ہر آئنہ دریں

اور جو پیدا کیا تمہارے واسطے اس زمین میں اسکے رنگ مختلف ہیں بیشک اس میں

لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ⑬ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا

نشانہا ست برائے قومیکہ پند گیرند و اوست آنکہ رام گرداند دریا را تا بخورید

نشانی ہے ایسی قوم کیلئے جو نصیحت پکڑتی ہو ۴ اور وہی ہے جس نے مسخر کیا دریا کو تا کہ تم کھاؤ

۱ جاننا چاہیئے کہ علم سفلی کے اجسام میں حیوانات کے بعد نباتات اشرف ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ حیوانات کے بعد نباتات کا ذکر فرما رہا ہے۔ آسمان سے جو پانی نازل ہوتا ہے اسکی دو قسمیں ہیں (۱) وہ پانی جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے شراب اور ہر جاندار کیلئے شراب بنایا، اور یہ مراد اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے لَكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ. اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں یوں فرمایا: وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ. ترجمہ: اور ہم نے پانی کو ہر شے کیلئے زندگی بنایا (۲) پانی کی دوسری قسم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نباتات کے اگنے کا سبب بنایا اسکی جانب یوں ارشاد فرمایا: وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ. (تفسیر کبیر)

۲ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ میں مِنْ تبعیضیہ ہے یعنی تمام ممکنہ پھلوں میں سے بعض پیدا کرتا ہے کل پھل تو صرف جنت میں ہونگے یہاں جنت کے پھلوں کی یاددہانی کیلئے بعض پھل پیدا کئے ہیں مویشیوں سے پہلے انکے چراگاہوں کا ذکر اور مویشیوں کے بعد کھیتی اور پھلوں کا تذکرہ ترتیبِ واقعی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ سب سے پہلے درخت ہی حیوانات کی غذا بنتے ہیں اور حیوانات سے پیدا ہونے والی غذا سب سے اعلیٰ غذا ہے، پس درختوں کی پیدائش کا ذکر پہلے پھر حیوانات اور انکی پیداوار کا تذکرہ اور پھر کھیتی کا بیان ہونا مناسب تھا اور ایسا ہی کیا گیا۔ اِنَّ فِيْ ذَالِكَ لَاٰيَةً الــخ یعنی بلاشبہ اس میں بڑی نشانی ہے صانع کے وجود، علم اور حکمت کا اس میں کھلا ہوا ثبوت ہے غور کرنے والوں کیلئے۔ ایک دانہ زمین میں گرتا ہے، زمین میں سے کچھ نمی اس میں کھینچ کر آتی ہے پھر دانہ کا بالائی حصہ پھٹ کر اس میں سوئی جیسا نکلتا ہے اور نچلا حصہ پھٹ کر زمین کی طرف جڑوں کے سونتے نکلتے ہیں پھر یوں ہی نمو ہوتا رہتا ہے تنا بڑھتا ہے اس میں شاخیں پتیاں، پھول، شگوفے اور پھل پیدا ہوتے ہیں پھول پھل کی بھی ایک خاص فصل ہوتی ہے ہر پھل کا ایک مخصوص موسم ہوتا ہے سفلی طبیعت یعنی زمین اور پانی کی طبیعت اور علوی مؤثرات یعنی دھوپ، ہوا اور روشنی تاثیرِ کواکب وغیرہ، ہر طرح کے درختوں کیلئے ایک ہی جیسے ہوتے ہیں لیکن ہر درخت اپنی جدا جسمانیت، شکل طبیعت اور خاصیت رکھتا ہے۔ مبادی کا اتحاد اور نتائج کا اختلاف رہا ہے کہ یہ سب کرشمہ سازی کسی فاعل مختار کی ہے جو وحدہٗ لاشریک ہے اور وہی جیسا چاہتا ہے کرتا ہے۔ (مظہری) ۳ بِاَمْرِهٖ میں امر سے مراد ایجاد اور اندازہ مقرر کرنا، یا حکم مراد ہے، آیت بتا رہی ہے کہ جو لوگ تخلیقِ نبات کو صرف تاثیرِ کواکب سے وابستہ قرار دیتے ہیں اور ستاروں کی حرکات و اوضاع کو مؤثر حقیقی جانتے ہیں انکا خیال غلط ہے اگر ایسا فرض بھی کر لیا جائے تب بھی کیا جواب ہے اس بات کا کہ تمام ستارے اپنی ذات و صفات کے لحاظ سے ممکن ہیں [اور ممکن وہ ہوتا ہے جسکا اپنا وجود بھی اپنا نہیں ہوتا وہ اپنی ذات وصفات میں دوسرے کا محتاج ہوتا ہے] تو لامحالہ انکا اپنا وجود بھی ایسی ذات کا ممنون کرم ہے جو واجب الوجود اور کسی کا محتاج نہیں ہے اسی نے ممکنات کو نیست سے ہست کیا اگر ذات واجب الوجود آخری درجہ پر نہ مانی جائے تو جانب مبدا میں تسلسل لازم آئیگا، یا پھر گھوم کر لوٹنا پڑیگا اور ہر ممکن بلاواسطہ یا بالواسطہ خود اپنے نفس کی علت بن جائیگا، یا انکار واجب الوجود سے تسلسل یا دَور لازم آئیگا اور چونکہ تسلسل بھی محال ہے اور دَور بھی۔ اس لئے تمام ممکنات کی ہستی کیلئے ذات واجب الوجود کا ہونا ضروری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کائناتِ سماوی کی تاثیرات ہوں یا عناصر کی انکی حیثیت ایک ضابطہ اور دستور کی ہے اللہ تعالیٰ کا ضابطہ اور دستور ہی ہے کہ اس نے بعض نتائج کو بعض اسباب سے وابستہ کر دیا ہے اور اسباب کو علمِ نتائج بنا دیا ہے۔ خود یہ اسباب نتائج کے موجد نہیں ہیں اسباب کا اپنا وجود ہی اپنا نہیں، خداداد ہے جو چیز معدوم الذات ہو وہ دوسرے کو وجود کیسے دے سکتی ہے۔ (مظہری) ۴ یعنی زمین میں جو امور عجیبہ پیدا کئے نباتات، معادن اور جمادات مختلف شکل اور رنگ میں پیدا کئے۔ انکے خواص اور منافع بھی الگ الگ ہیں۔ یہ سب نصیحت حاصل کرنے والی قوم کیلئے نشانی ہیں (صفوۃ التفاسیر)

مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى

از وے گوشت تازه و تا بیروں آرید ازاں پرایه که می پوشید آنرا و می بینی

اس سے تازہ گوشت اور تا کہ تم نکالو اس سے زیور جسے تم پہنتے ہو اور تم دیکھتے ہو

الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ

کشتیہا رونده در دریا و تا بجوئید از فضل او و شاید که شما

کشتیوں کو کہ چلتی ہیں دریا میں اور تا کہ تم تلاش کرو اسکے فضل کو اور شاید کہ تم

تَشْكُرُوْنَ ﴿١٤﴾ وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ

شکر کنید و بنهاد در زمین کوه ها آنکه مدد دهد بشما

شکر بجالاؤ ا اور زمین میں پہاڑوں کو رکھ دیا (کہ کہیں زمین تمہیں لیکر جھک نہ جائے اس پر) تمہیں مدد دیتے ہیں

وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٥﴾ وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ

و جوبہا و راہہا شاید که شما را یابید و نشانہا را و بستارگان

اور نہروں کو اور راستوں کو شاید کہ تم راہ پا لو ۲ اور علامتوں کو اور ستارے سے

هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿١٦﴾ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٧﴾

ایشان راه یابند آیا کسیکه می آفریننده مانند کسیکه نمی آفریند آیا پند نمی گیرید

وہ راہ پاتے ہیں ۳ تو کیا جو پیدا کرتا ہو اسکی مثل ہے جو نہ پیدا کرتا ہو کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے ہو ۴

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ

و اگر بشمارید نعمتهاء خدارا نتوانید شمردن آں هر آئنه خدای آمرزنده

اور اگر تم شمار کرو اللہ کی نعمتوں کو تو اسے شمار نہ کر سکو گے بیشک اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ﴿١٨﴾ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿١٩﴾ وَالَّذِيْنَ

مہربانست و خدای میداند آنچه پنہاں دارید و آنچه آشکار کنید و آنانکه

مہربان ہے ۵ اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو ٦ اور وہ جنہیں

ا یعنی ایسا بنایا کہ تم اس سے طرح طرح کے فائدے حاصل کرتے ہو اس میں جہاز اور کشتیاں چلاتے ہو' مچھلیاں پکڑتے ہو اور موتی مونگے حاصل کرتے ہو۔ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا. اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ۔ طَرِيٌّ تر وتازہ یعنی مچھلیاں۔ مچھلی میں ہر گوشت سے زیادہ رطوبت ہے اسی لئے مچھلی کا گوشت بہت جلد خراب ہو جاتا ہے چونکہ [لعابیت کی وجہ سے] مچھلی کا گوشت آنتوں سے چسپاں ہو جاتا ہے اسی لئے اسکو کھانے کے بعد پیاس زیادہ لگتی ہے۔ گوشت کی گرمی یا خشکی موجب تشنگی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کی عجیب حکمت ہے۔ تلخ، نمکین اور غلیظ پانی سے ایسی تر وتازہ شریں لطیف چیز پیدا کی۔ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ اور تم کشتیوں کو دیکھو کہ اس میں پانی کو چیرتی چلی جا رہی ہیں۔ مَوَاخِرَ فِيْهِ سمندر میں چلنے والی۔ حضرت قتادہ نے اسکا ترجمہ کیا ہے آنے جانے والیاں۔ ایک جاتی ہے دوسری آتی ہے باوجود یہ کہ ہوا کی رفتار ایک ہی ہے۔ حضرت حسن نے اسکا ترجمہ کیا ہے: بھری ہوئی۔ فراء اور اخفش نے اسکا ترجمہ کیا ہے: پانی کو اپنے دونوں بازوؤں سے پھاڑنے والیاں۔ مواخر کا معنی ہے پانی کو پھاڑنا یا کشتی کی رفتار کی آواز۔ ابوعبیدہ نے کہا: تیز چلنے کے وقت جو آواز پیدا ہوتی ہے اسکو مواخر کہا جاتا ہے۔ (مظہری)

۲ رَوَاسِيَ: ایک جگہ قائم رہنے والے پہاڑ۔ اَلْمَيْدُ: لرزہ' اضطراب' پہاڑوں کی تخلیق' زمین بالکل گول تھی اونیٰ سبب سے اس میں لرزہ آجاتا تھا۔ جب پہاڑوں کو پیدا کر دیا گیا تو انکا دباؤ مرکز ثقل کی طرح پڑا اور زمین کا ادھر ادھر ہلنا بند ہو گیا گویا پہاڑوں کی میخیں ٹھونک دی گئیں جو زمین کو حرکت واضطراب سے روک رہی ہیں۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو پیدا کیا تو وہ لرز رہی تھی فرشتے کہنے لگے یہ اپنی پشت پر کسی کو ٹھہرنے نہیں دے گی پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں پہاڑ گاڑ دیئے اور فرشتوں کو معلوم نہ ہوا کہ پہاڑ کس چیز سے بنائے گئے۔ کہنے لگے اے ہمارے رب: کیا تیری مخلوق میں کوئی ایسی چیز بھی ہے جو ان سے زیادہ سخت ہو' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں لوہا ہے۔ فرشتوں نے کہا لوہے سے بھی سخت تیز اور کوئی مخلوق ہے' فرمایا: ہاں آگ ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا اے ہمارے رب: کیا آگ سے بھی سخت کوئی چیز تو نے بنائی ہے۔ فرمایا: ہاں پانی ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا اے ہمارے رب: کیا تو نے پانی سے بھی زیادہ سخت کوئی اور چیز پیدا کی ہے۔ فرمایا: ہاں ہوا ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا: ہوا سے بھی سخت کوئی چیز تو نے بنائی ہے۔ فرمایا: ہاں مرد ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا: کیا تیری کوئی مخلوق مرد سے بھی زیادہ سخت ہے۔ فرمایا: ہاں عورت ہے۔ (مظہری) ۳ مفسرین کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ ستاروں سے راہ پانا سمندر سے خاص ہے یا نہیں۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ سمندر سے خاص ہے اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے سمندر کی صفت بیان فرمائی تو اسکے فوراً بعد ارشاد ہوا کہ اور ستاروں سے وہ راہ پاتے ہیں' دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ نہیں بلکہ یہ مطلق سیر کے باب میں ارشاد ہوا ہے سمندری سیر ہو یا خشکی سیر ہو۔ یہ قول اولیٰ ہے' اس لئے کہ اس صورت میں نعمت عام ہے' اور اس لئے بھی کہ ستاروں سے اہتداء بھی دونوں وقتوں میں ایک ساتھ حاصل ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے ابن عباس وہ جدی [ستارہ] ہے تمہارا قبلہ اس پر ہے اور تم اپنی خشکی اور سمندر میں راہ پاتے ہو۔ (القرطبی) ۴ یعنی کیا تم خالق اور اشیائے عظیمہ اور نعم جلیلہ کو برابر ٹھہراتے ہو اسی طرح جو نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہے خالق کے برابر ٹھہراتے ہو۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ جاننا چاہیئے کہ [اللہ تعالیٰ کی بندوں پر اتنی نعمتیں ہیں] اگر بندہ پوری زندگی اعمالِ صالحہ اور شکر بجالائے جب بھی اس سے عہدہ برا نہیں ہوگا۔ (روح البیان) ٦ کفار غیر اللہ کی عبادت کرتے اور سمجھتے کہ ہم اسے چھپالینگے گویا کہ یہ بھی انکی جانب سے ایک طرح کا مکر تھا اللہ تعالیٰ نے اس میں آیت میں انھیں زجر فرمایا۔ (تفسیر کبیر)

يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿٢٠﴾

میخوانند بجز خدای نمی آفریند چیزیرا و ایشاں می آفریند شده

پکارتے ہو (معبود سمجھ کر) اللہ کے سوانہیں پیدا کرتے ہیں کوئی چیز اور وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں ۱

اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٢١﴾

مردگانند نه زنده و نمی دانند کی بر انگیخته شوند

مردے ہیں نہ کہ زندہ اور نہیں جانتے ہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے ۲

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ

خدای شما معبود یگانه پس آنانکه نمی کروند بآخرت دلہا ایشاں

تمہارا خدا ایک معبود ہے پس وہ لوگ جو انکار کرتے ہیں آخرت کا انکے دل

مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٢٢﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا

ناشناسنده ست و سر کشانند ہر آئنه راست ست ہر آئنه خدای میداند آنچه

نا آشنا ہیں اور وہ سب مغرور ہیں ۳ بیشک. حق ہے کہ اللہ جانتا ہے جو

يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ وَاِذَا

پنہاں کنند و آنچه آشکارا نمائند ہر آئنه او دوست نمی دارد تکبر کنندگانرا و چوں

وہ چھپاتے ہیں اور وہ جو ظاہر کرتے ہیں' بیشک وہ دوست نہیں رکھتا ہے تکبر کرنے والوں کو ۴ اور جب

قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾

گفته شود ایشانرا چه چیز فرستاده پروردگار شما گفتند افسانہای پیشینان

کہا جائے ان سے تمہارے رب نے کیا چیز اتاری کہتے ہیں اگلے لوگوں کے افسانے ۵

لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ

تا بردارند بار گناه خود را بتمام روز قیامت و از گناہان آنانکه

تا کہ اپنے مکمل گناہ کے بوجھ کو قیامت کے روز اٹھائیں اور ان لوگوں کے گناہ کو جنہیں

تفسیر اظہار العرفان

۱ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بتوں کو چند صفات سے متصف فرمایا ہے (۱) یہ بت کچھ پیدا نہیں کر سکتے بلکہ یہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۲) یہ بت مردے ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر یہ بت تمہارے حقیقی خدا ہوتے تو زندہ ہوتے نہ کہ مردہ' اس لئے کہ الٰہ وہ ہوتا ہے جو حی ہوتا ہے جبکہ ان بتوں کا معاملہ اسکے برعکس ہے۔ (۳) ان بتوں کو شعور نہیں کہ انھیں کب اٹھایا جائیگا۔ حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بتوں کو اٹھائیگا اور ان میں روح ڈالیگا' ان کیساتھ شیاطین ہونگے پس حکم دیا جائیگا کہ انکو جہنم میں ڈال دو۔ سوال: اصنام جمادات ہیں اور جمادات کو اموات اور عدم شعور سے متصف نہیں کیا جاسکتا ہے۔ جواب: قرآن کریم میں جمادات کو کبھی میت سے متصف کیا گیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ یعنی اللہ میت سے زندہ نکالتا ہے۔ اسکا دوسرا جواب یہ ہے کہ کفار نے جب ان جمادات کو شریک ٹھہرایا تو ان سے کہا گیا کہ الٰہ کی شان یہ ہے کہ وہ حی ہے اور یہ جمادات مردے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۳ پس جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے ہیں انکے دل [اللہ تعالیٰ کی بیشمار نعمتوں کا] انکار کرتے ہیں باوجود یہ کہ خداداد نعمتیں بالکل ظاہر ہیں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں کو نورِ معرفت سے محروم کر دیا ہے اسی وجہ سے وہ کورِ بصیرت اور نابینا ہو گئے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ نے مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا پھر ان پر اپنے نور کا چھینٹا دیا جس شخص پر نور کا کچھ چھینٹا پڑ گیا اسکو راستہ مل گیا اور وہ ہدایت یاب ہو گیا اور جس پر نہ پڑا وہ بھٹکتا رہا اور ہدایت یاب نہ ہوا اور اللہ کے علم میں جسکا گمراہ ہونا تھا وہ گمراہ ہو گیا اس فیصلہ کی تحریر ہو چکی فیصلہ لکھنے والا قلم خشک ہو گیا اب تحریر کردہ فیصلہ میں تغیر ممکن نہیں۔ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ اور وہ سب قبول حق سے تکبر کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غرور کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ہی انکار کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کو مستحق عبادت نہیں جانتے اور اتباع رسول سے بھی غرور کرتے ہیں اگر انکو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار ہوتا اور اللہ تعالیٰ کو مستحق عبادت جانتے تو آخرت پر ایمان رکھتے اور آخرت کی جزا و سزا کو مانتے اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے سرتابی نہ کرتے۔ (مظہری) ۳ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چھوٹی سرخ چیونٹی کے برابر غرور والا جنت میں نہیں جائیگا اور چھوٹی سرخ چیونٹی کے برابر ایمان والا دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے بعض لوگ چاہتے ہیں کہ انکا لباس خوبصورت ہو [اور یہ غرور کی علامت ہے پھر انکا کیا ہوگا] فرمایا: اللہ جمال والا ہے جمال کو پسند کرتا ہے [غرور کپڑوں کی پسندیدگی کا نام نہیں' خوش لباسی کی خواہش تکبر نہیں بلکہ] متکبر حق سے تکبر کرنے والا اور لوگوں کو حقیر سمجھنے والا ہوتا ہے اس حدیث میں الکبر من بطر الحق آیا ہے جسکا مطلب علماء نے مختلف طور پر بیان کیا ہے نہایہ میں اسکا مطلب یہ بیان ہوا ہے کہ تکبر کرنے والا اللہ کی توحید اور عبادت کو باطل سمجھے باوجود یہ کہ اللہ نے اسکو حق قرار دیا' بعض نے کہا کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ حق کے مقابلہ میں مغرور ہو جانا اور حق کو نا ماننا' بعض نے کہا کہ حق کو قبول نہ کرنے کا نام بطر الحق ہے ان تمام اقوال کا حاصل ایک ہی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو لازم نہ سمجھے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا احسان اور مہربانی نہ قرار دے بلکہ خدا پر اپنا حق سمجھے۔ (مظہری) ۴ مروی ہے کہ نضر بن حارث حیرہ کی جانب نکلا تا کہ وہاں سے قصے کہانی خرید کر لائے اور قریش کو سنائے' یہ شخص قریش سے کہتا تھا کہ محمد (ﷺ) تمہیں اگلوں کی کہانی سناتے ہیں ہمارے رب کی طرف سے نازل کردہ نہیں ہیں اسکے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں اور انکے قلوب دوبارہ اٹھائے جانے کے منکر ہیں انکے بارے میں نازل ہوئی۔ (القرطبی)

الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَدْ مَكَرَ

گمراہ ساختید ایشانرا بنا دانش بدانید بد است آنچہ بردارند ہر آئنہ مکر کروند

انھوں نے گمراہ کیا بغیر علم کے، جان لو کیا ہی برا بوجھ ہے جو اٹھاتے ہیں ۱ بیشک مکر کیا

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ

آنانکہ پیش از ایشاں بودند پس بیامد خدای بناہاے کہ افراشتہ انداز جہت اساس

ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے پس اللہ نے ان کے گھروں کو جسے بلند کیا تھا بنیاد سے لیا

فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ

پس بیفتاد بر ایشاں سقفِ خانہ بالاے ایشاں و بیامد بدیشاں عذاب از

پس گر پڑی ان پر گھر کی چھت ان کے اوپر سے اور ان کے پاس عذاب آیا

حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ

انجا کہ نمی دانستند باز روز قیامت رسوا کند ایشانرا و میگویند

اس جگہ سے کہ نہیں جانتے تھے ۲ پھر قیامت کے روز انھیں رسوا کریگا اور فرمائیگا

اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ

کجا اند شریکانِ من آنانکہ بودید شما عذاب خلاف کردید در شان ایشاں گفتند

کہاں ہیں میرے شریک جن کے بارے میں تم اختلاف کرتے تھے کہیں گے

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى

آنانکہ دادہ شد علم ہر آئنہ رسوای امروز و بدی بر

وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا بیشک رسوائی آج کے روز اور برائی

الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٧﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۪ فَاَلْقَوُا

کافرانست آنانکہ فرا گیرند ایشانرا فرشتگان ستمگارانند بر خود پس در اندازند

کافروں پر ہے ۳ وہ لوگ کہ جنکی جان فرشتے نکالتے ہیں اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہیں پس ڈالیں گے

۱ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے جو گمراہی پھیلائی اسکا بوجھ اٹھائیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی گمراہی کی جانب بلائے پس جو کوئی اسکی پیروی کرے تو اس پر بھی اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا گنا کرنے والے پر اور گناہ کرنے والے کے گناہ میں سے کوئی کمی نہیں آئیگی۔ (القرطبی) وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ الخ یعنی کچھ گناہ ان لوگوں کا بھی اپنے اوپر اٹھائیں گے جو انکے گمراہ کرنے سے گمراہ ہوجاتے ہیں مِنْ کہنے کی یہ وجہ ہے کہ گمراہ کرنے والوں کے گمراہ کرنے کی وجہ سے جو لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں انکے کچھ گناہ تو وہ ہونگے جو گمراہ کرنے والوں کی گمراہی کا نتیجہ ہونگے اور کچھ اپنے خصوصی گناہ ہونگے۔ اول الذکر گناہوں کا بار گناہ کرنے والوں کے برابر گمراہ کرنے والے پر بھی پڑیگا اور مؤخر الذکر گناہوں کے مجرم صرف گناہگار ہی ہونگے۔ گناہ کو اس میں کوئی دخل نہیں ہوگا نتیجہ یہ نکلا کہ گناہ کرنے والوں کے گناہوں کا کچھ بار گمراہ کرنے والے بھی اٹھائیں گے۔ (مظہری)

۲ یعنی انکی تدبیروں کی جڑیں اکھاڑ دینے کیلئے اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا اور ہلاکت آفریں عذاب ایسے راستوں سے ان پر آ پہنچا جنکا انکو گمان بھی نہ تھا انکی تدبیریں ہی اسبابِ ہلاکت بن گئیں جیسے کوئی قوم اپنے بچاؤ اور دشمنوں کو روکنے کیلئے اگر کوئی عمارت بنائے پھر عمارت میں زلزلہ آ جائے بنیادیں ہلنے لگے اور ستون نیچے گر جائے اور چھت اوپر سے آ جائے اور سب دب کر مر جائیں یہی حالت ان لوگوں کی ہوئی انکی تدبیریں خود ان ہی کیلئے تباہ کن ہوگئیں اس آیت میں کافروں کی حالت کی تصویر کشی بطور تمثیل کی گئی ہے۔ واضح رہے کہ اس آیت میں نمرود بن کنعان کی حالت کا بیان ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ کے متعلق مناظرہ کیا تھا اور آسمان کی طرف بڑھنے کیلئے بابل میں ایک اونچی عمارت بنوائی تھی اس عمارت کی بلندی پندرہ ہزار ہاتھ تھی۔ حضرت کعب اور حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اسکی بلندی دو فرسخ تھی لیکن تیز آندھی کی وجہ سے وہ عمارت گر کر سمندر میں جا پڑی اور اسکا کچھ حصہ ان لوگوں پر بھی جا گرا جسکی وجہ سے وہ ہلاک ہوگئے۔ (مظہری) حضرت ابن عباس اور حضرت وہب کہتے ہیں کہ اسکی بلندی پانچ ہزار ہاتھ اور چوڑائی تین ہزار ہاتھ تھی۔ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ یہ تمثیل ہے معنی یہ ہے کہ انھیں ہلاک کیا تو ایسے ہوگئے جس پر عمارت گر گئی ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکے اعمال ضائع کر دیئے پس وہ سب ہوگئے گری ہوئی عمارت کی طرح۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسکا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکے مکر کو باطل کر دیا پس وہ لوگ ہلاک ہوگئے جیسے ہلاک ہوا وہ شخص جس پر عمارت گر گئی ہو۔ اس میں اختلاف ہے کہ وہ کون لوگ تھے جن پر عمارت گری تھی۔ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زید کہتے ہیں کہ نمرود بن کنعان کی قوم تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بخت نصر اور اسکے ساتھی تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مقتسمین تھے جنکا ذکر سورہ حجر میں ہوا۔ (القرطبی) ۳ یعنی تمہارے اعتقاد اور زعم کے مطابق میرے شریک کہاں ہیں۔ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الخ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ملائکہ ہیں۔ دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ اس سے مراد مؤمنین ہیں۔ یہ لوگ جب قیامت کے روز کفار کی ذلت و رسوائی دیکھیں گے تو کہیں گے: اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ. اس میں فائدہ یہ ہے کہ کفار دنیا میں مؤمنین کا مذاق اڑاتے تھے پس جب اس کلام میں مؤمن مراد ہوگا تو معنی یہ ہوگا کہ قیامت کے روز مؤمنین ان کفار کی اہانت کرینگے۔ واضح رہے کہ مرجئہ نے اس آیت میں حجت قائم کی ہے کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ [ذلت و رسوائی والا] عذاب کفار کیساتھ خاص ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ یہ ٹکڑا دلالت کر رہا ہے کہ ماہیت خزی اور سوء قیامت کے روز کفار کیساتھ خاص ہیں اور یہ ماہیت انکے غیر کے حق کے حصول کی نفی کرتی ہے۔ اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول سے مؤکد کیا۔ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى یعنی بیشک ہماری جانب وحی کی گئی ہے کہ عذاب اس کیلئے ہے جس نے جھٹلایا اور اعراض کیا۔ (تفسیر کبیر)

السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا كُنْتُمْ

صلح را نبودیم ما کہ عمل کنیم ہیچ بدی را ہر آئنہ خدای دانا ست بآنچہ بودید

صلح کہ ہم کوئی برا عمل نہیں کرتے تھے بیشک اللہ جاننے والا ہے جو تم

تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ

میکردید پس در آئید بدرہاے دوزخ ہمیشہ باشند دراں پس بد است

کرتے تھے ا پس داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں ہمیشہ رہیں گے اس میں پس کیا ہی بری جگہ ہے

مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ

جاے تکبر کنندگان و گفتہ شد مر آنانرا کہ پرہیز کردند چہ چیز فرستاد

تکبر کرنے والوں کی ۲ اور کہا جائیگا ان لوگوں سے جنہوں نے پرہیزگاری کی کیا چیز اتاری

رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا

پروردگار شما گویند نیکوئی مر آنانرا کہ نیکوئی کردند دریں دنیا

تمہارے رب نے، کہیں گے بھلائی، ان لوگوں کیلئے جنہوں نے اس دنیا میں

حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٠﴾ جَنّٰتُ

نیکوئی و ہر آئنہ سراے آخرت بہتر است و البتہ نیک سراے ست پرہیزگارانرا بوستانہا

نیکی کی، بھلائی ہے اور بیشک آخرت کا گھر بہتر ہے اور ضرور بہتر ہے پرہیزگاروں کا گھر ۳ باغات

عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا

با اوقات در آیند دراں میرود از زیر آں جوبہا ایشانرا ست در آں

ہمیشہ رہنے والے جن میں داخل ہونگے انکے نیچے نہریں جاری ہونگیں ان کیلئے اس میں

مَا يَشَآءُوْنَ ۭ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٣١﴾ الَّذِيْنَ

آنچہ خواہند ہمچنیں جزا دہد خدای پرہیزگارانرا آنانکہ

وہ ہے جو وہ چاہیں گے، اسی طرح بدلہ دیگا اللہ پرہیزگاروں کو ۴ وہ لوگ کہ

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی موت کے وقت وہ شرک چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرینگے اور کہیں گے کہ ہم برا عمل نہیں کرتے تھے۔ اسکے جواب میں فرشتے کہیں گے کیوں نہیں اللہ جانتا ہے جو عمل تم کرتے تھے۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ آیت مدینہ میں ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام لاکر مکہ ہی میں تھے اور ہجرت نہیں کی تھی پس قریش نے انھیں بدر کی جانب مجبور کر کے نکالا اور یہ لوگ بدر میں قتل کئے گئے تھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعض مسلمانوں نے جب اپنی قلت دیکھی تو مشرکین سے جا ملے انکے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ پہلی صورت میں [اگر یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی] اس آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ کوئی منافق اور کافر دنیا سے نہیں جاتا ہے مگر اللہ کی وحدانیت کا وقت نزاع اقرار کرتا ہے لیکن اسوقت کا اقرار اور ایمان انھیں نفع نہ دیگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا یعنی انکا ایمان انھیں نفع نہ دیگا جب وہ ہمارے عذاب کو دیکھ لیں گے۔ (القرطبی)

۲ شیخ سمرقندی اپنی تفسیر بحر العلوم میں لکھتے ہیں کہ تکبر کی تین قسمیں ہیں (۱) تکبر علی اللہ: انواعِ تکبر میں یہ انجث اور قبیح ہے اور تکبر کی یہ قسم جہل محض سے پیدا ہوتی ہے۔ (۲) تکبر علی الرسل: اپنے آپکو معزز اور بلند سمجھ کر رسولوں کی پیروی سے انکار کرنا اور یہ کہنا کہ ہم تو انھیں عام لوگوں کی طرح بشر دیکھتے ہیں۔ تکبر کی یہ قسم بھی حکم میں تکبر علی اللہ کے ہے جو دائمی عذاب کا سبب ہے۔ (۳) تکبر علی العباد: اسکی صورت یہ ہے کہ اپنی عظمت دکھائے اور اپنے غیر کی تحقیر کرے اسکا حکم ماننے سے انکار کرے اور اسے اپنی بڑائی کی جانب بلائے۔ تکبر کی یہ قسم بھی قبیح ہے اور ایسا کرنے والا جاہل کبیر ہے، اگر اس تکبر سے بھی توبہ نہیں کریگا تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مستحق ہوگا اگرچہ اول کی دو قسموں کی طرح نہیں ہے۔ (روح البیان) ۳ جاننا چاہیئے کہ جب ان لوگوں کا ذکر ہوا جن سے پوچھا جاتا کہ تمہارے رب نے کیا اتارا تو کہتے ہیں کہ اگلوں کی کہانی، ان لوگوں کا ذکر ہوا جو اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھائیں گے اور ان لوگوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے جو انکے پیروکار ہوئے، یہ ذکر ہوا کہ ملائکہ انھیں موت دیتے ہیں، یہ لوگ آخرت میں صلح کی کوشش کریں گے اور یہ ذکر ہوا کہ یہ لوگ جہنم میں داخل ہونگے تو اب اسکے فوراً بعد مؤمنین کی صفت بیان ہو رہی ہے جن سے پوچھا جائے کہ تمہارے رب نے کیا اتارا تو کہتے ہیں کہ ہمارے رب نے خیر اتارا اور انکے بارے میں ارشاد ہو رہا ہے کہ دنیا و آخرت میں ان کیلئے بھلائی ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ تقویٰ کے باب میں کبھی کل محرکات کا تارک اور کل واجبات کا فاعل داخل ہوتا ہے اور جو شخص ان دونوں کو جمع کریگا تحقیق وہ کامل مومن ہے۔ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ یہاں تقویٰ سے مراد شرک سے بچنا ہے اور کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر یقین رکھنا ہے۔ وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا میں ہر وہ شخص شامل ہے جو انواعِ تقویٰ میں سے ایک نوع بھی لائے لیکن ہم نے یہاں اجماع نقل کیا کہ تقویٰ کیلئے ضروری ہے کہ کفر و شرک سے بچا جائے۔ (تفسیر کبیر) عرب کے لوگ جب حج کے دنوں میں مکہ آتے اور مشرکوں سے حضرت محمد ﷺ کے بارے میں پوچھتے تو مشرکین کہتے کہ وہ ساحر، یا شاعر، یا کاہن، یا مجنون ہیں۔ حسنة فی الدنیا سے مراد نصرت، فتح اور مال غنیمت ہیں۔ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ دنیا متقین کیلئے بہترین گھر ہے اس لئے کہ اس میں وہ عمل کرتے ہیں جو ثواب آخرت اور دخول جنت کا سبب بنتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آخرت متقین کیلئے بہترین گھر ہے اور یہی جمہور کا قول ہے۔ (القرطبی) ۴ یعنی ایسے باغات میں ہونگے جن کے درختوں اور محلوں کے درمیان سے نہریں جاری ہونگیں اور اس میں بغیر مشقت تکلیف کے انھیں خواہش کی ہر چیز ملے گی۔ (صفوۃ التفاسیر)

تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ

بمیراند ایشانرا فرشتگان باشند میگویند سلام باد بر شما

جنہیں فرشتے وفات دیتے ہیں پاک ہونگے، کہیں گے سلام ہو تم پر

ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٣٢ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ

در آئید به بهشت بدله آنچه بودید شما میکردید آیا انتظار برند مگر آنکه

داخل ہو جاؤ جنت میں اسکے بدلے جو تم کرتے تھے ۱ کیا انتظار کرتے ہیں مگر یہ کہ

تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ

بیایند بدیشاں فرشتگان یا بیاید فرمان پروردگار تو ہمچنیں کردند آنانکه

انکے پاس فرشتے آئیں یا تیرے رب کا فرمان آئے اسی طرح کیا ان لوگوں نے جو

مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝٣٣

پیش از ایشاں بودند و ستم نکرد ایشانرا خدای و لیکن بودند بر خود ستم میکردند

ان سے پہلے تھے اور ظلم نہ کیا اللہ نے لیکن وہ اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے ۲

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

پس رسید ایشانرا بدیہا آنچه کردند و فرود آمد بدیشاں آنچه بودند بآں

پس ان کو اسکی برائیاں پہنچیں جو انھوں نے کیا اور گھیر لیا انھیں جو وہ

يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٣٤ ۧ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا

استهزاء میکردند و گفتند آنانکه شرک آوردند اگر خواستی خدا نمی پرستیم ما

استہزاء کرتے تھے ۳ اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے شرک کیا اگر اللہ چاہتا تو ہم نہ پوجتے

مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَاۗؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ

بجز او از چیزے ما و نہ پدران ما و نہ حرام کردیم ما بجز او

اسکے سوا کسی چیز کو ہم اور نہ ہمارے باپ دادا اور ہم حرام نہ کرتے اسکے سوا

۱ طَيِّبِيْنَ کے بارے میں چھ اقوال ہیں (۱) شرک سے پاک لوگ (۲) صالحین (۳) اپنے اقوال وافعال میں پاکیزہ (۴) اپنے نفوس میں بہت پختہ ہیں (۵) اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع لانے میں بہت خوب ہیں (۶) یہ وہ لوگ ہیں جنکی وفات بڑی آسانی سے ہوجاتی ہے جس میں صعوبت ہے نہ تکلیف۔ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ اس میں دو احتمالات ہیں (۱) سلام ان کیلئے وفات کی نرمی ہے (۲) سلام ان کیلئے جنت کی بشارت ہے اس لئے کہ سلام امان ہے حضرت محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ جب مومن کی جان نکلنے کو آتی ہے تو ملک الموت اسکے پاس آکر کہتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ اَللّٰهُ يَقْرَءُ عَلَيْكَ السَّلَام ترجمہ: ''اے اللہ کے ولی تم پر سلام ہو اللہ تمہیں سلام کہتا ہے'' پھر یہی آیت تلاوت کرتے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ملک الموت جب مومن کی روح قبض کرنے آتا ہے تو کہتا ہے رَبُّكَ يَقْرَئُكَ السَّلَام. حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ مومن کو نیک اولاد کی بشارت دی جاتی ہے تاکہ اسکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اس میں دو احتمال ہیں (۱) انھیں جنت کی بشارت دیتے ہیں (۲) ان سے آخرت میں یہ کہا جائیگا۔ (القرطبی) حدیث شریف میں ہے ''عدن'' دار اللہ ہے جسے کسی آنکھ نے نہ دیکھا ہوگا نہ کسی بشر کے دل میں اسکا خیال گذرا ہوگا' تین کے علاوہ اس میں نہیں رہیں گے یعنی انبیاء' صدیقین اور شہداء۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیگا جو اس میں داخل ہونگے تم انھیں بشارت دو۔ [شیخ سمرقندی نے اپنی تفسیر] بحر العلوم میں فرمایا کہ صدیقین سے ہر وہ شخص مراد ہے جو اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے اور انکے ماننے میں کوئی فرق نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے دلیل قائم کرتے ہیں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ترجمہ: ''اور وہ لوگ جو اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے یہی لوگ صدیقین ہیں''۔ (روح البیان) ۲ جاننا چاہیئے کہ منکرین نبوت کا یہ دوسرا شبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے فرشتہ کیوں نہیں اتارتا ہے کہ وہ آکر آپکے دعویٰ نبوت کی تصدیق کرے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هَلْ يَنْظُرُوْنَ یعنی آپکی نبوت کی تصدیق میں یہ ملائکہ کا انتظار کررہے ہیں کہ آکر آپکی نبوت کی گواہی دیں۔ یہاں یہ احتمال بھی ہے کہ جب قوم نے قرآن کریم سے متعلق کہا کہ یہ تو اگلوں کی کہانی ہے تو اللہ تعالیٰ نے تہدید اور وعید کے طور پر یہ جملہ ارشاد فرمایا' پھر اسکے بعد ان امور کو بیان فرمایا جو یہ دلالت کرتے ہیں کہ قرآن خیر' صدق اور صواب ہے۔ (تفسیر کبیر) یعنی یہ کفار انتظار نہیں کرتے مگر یہ کہ فرشتہ انکی روح نکالنے کیلئے آئے اس حال میں کہ وہ سب اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہوں۔ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ یعنی قتل کا عذاب' یا زلزلہ یا دنیا میں دھنسا دینے کا عذاب آئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیامت کا دن مراد ہے۔ اس لئے کہ قوم قیامت کا انکار کرکے اسکے آنے کا انتظار کررہی تھی۔ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ یعنی وہ لوگ کفر پر مصر ہوئے تو اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ انھیں ہلاک کردیا جائے اس لئے انکی ہلاکت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انھوں نے شرک کرکے خود اپنے اوپر ظلم کیا (القرطبی) ۳ آخر انکو اعمال بد کی سزائیں ملیں اور جس عذاب کے بیان پر وہ ہنستے تھے انکو اسی عذاب نے آگھیرا۔ سیئات سے پہلے مضاف محذوف ہے یعنی برے اعمال کی سزا ان پر آگئی' یا سیئات سے مراد ہیں سزائیں اور مَا عَمِلُوْا سے مراد کفر و معصیت یعنی کفر و معصیت کی سزائیں انکو ملیں۔ حَاقَ بِهِمْ ان پر نازل ہوگیا' یا ان کو گھیر لیا۔ کفار ان پر بطور مذاق کہتے تھے لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ محمد ہمارے کہنے پر اللہ ہم کو عذاب کیوں نہیں دیتا۔ (مظہری) یعنی ان کے کفر کی سزائیں اور انکے اعمال خبیثہ کی جزائیں انھیں پہنچیں۔ اسی طرح ان کے استہزاء کی جزاء نے ان کو آگھیرا اور وہ عذاب الیم ہے جو انھیں جہنم کی وادیوں میں پہنچیگا۔ (صفوۃ التفاسیر)

مِنْ شَيْءٍ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى

از چیزے ایں چنیں کردند آنانکہ پیش از ایشاں بودند پس آیا بر

کسی چیز کو، ایسا ہی کیا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے، پس کیا ہے

الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ

فرستادہ مگر رسانیدن آشکار و ہرآئنہ فرستادیم ما در ہر گروہی

رسولوں پر مگر کھلا پہنچانا ۱ے اور بیشک ہم نے بھیجا ہر گروہ میں

رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ

فرستادہ آنکہ پرستید خدائے را و پرہیز کنید از طاغوت پس از ایشاں

رسول کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو پس ان میں سے

مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ فَسِيْرُوْا

کیست کہ راہ نماید خدای و از ایشاں کیست کہ واجب شود برو گمراہی پس سیر کنید

کوئی وہ ہے جسے اللہ نے راستہ دکھایا اور ان میں سے کوئی وہ ہے کہ واجب ہوئی ان پر گمراہی پس سیر کرو

فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٦﴾ اِنْ

در زمین پس بنگرید چگونہ بود مر انجام تکذیب کنندگان اگر

زمین میں اور دیکھو کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا ۲ے اگر

تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ

حرص و کردی بر ہدایت ایشاں پس ہر آئنہ خدای راہ نماید ہر کرا گمراہ کند

حرص کرو انکی ہدایت کی تو بیشک اللہ راہ نہیں دکھاتا جسے گمراہ کرتا ہے

وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٣٧﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ

و نیست ایشانرا ہیچ یاری دہندہ و سوگند خورید بخدا سخت ترین سوگندان ایشاں

اور نہیں ہے انکے واسطے کوئی مدد کرنے والے ۳ے اور اللہ کی اپنے سخت قسموں کیساتھ قسم کھائی

تفسیر اظہار العرفان

۱ے یہاں سے اللہ تعالیٰ منکرینِ نبوت کا تیسرا شبہ بیان فرما رہا ہے اور وہ اس طرح کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم سب کو ایمان عطا فرماتا آپ ہمارے پاس آتے یا نہ آتے، اور اگر اللہ کفر چاہے گا تو ہمیں کفر حاصل ہو گا آپ ہمارے پاس آتے یا نہ آتے۔ پس جب معاملہ ایسا ہے تو کل اللہ کی طرف سے ہے اس لئے آپکے بھیجنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے [یہ ہے وہ شبہ جو کفار انکارِ نبوت پر کرتے تھے] (تفسیر کبیر) ان کفار کے نزدیک مرضی اور مشیت میں کوئی فرق نہ تھا ہر کام کا چونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہونا مسلمہ حقیقت ہے اس لئے وہ سمجھے کہ ہمارا اور ہمارے باپ دادا کا شرک کرنا اور حلال حرام خود بنالینا بھی اللہ کی مرضی ہے اور ہمارا یہ فعل اللہ کو نا پسند نہیں ہے۔ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ. شرک کرنے اور حلال کو ازخود حرام بنانے کی یہی علت بیان کی تھی۔ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ سو رسولوں کا فریضہ تو واضح طور پر اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے اسکے سوا انکا اور کوئی کام نہیں، ہدایت یاب کرنا تو اللہ کے قبضہ میں ہے اور اسی کی مشیت پر موقوف ہے البتہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا راستہ بتا دینا رسول اللہ ﷺ کا فریضہ ہے۔ (مظہری) ظلال القرآن میں ہے کہ مشرکین کا یہ مقولہ جدیدہ اللہ تعالیٰ کیساتھ شرک کرنے کی علت کا بیان ہے انھوں نے اسی مقولہ کے تحت شرک اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو جائز قرار دیا۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت میں فرق نہیں رکھا اور اپنے گمان کے مطابق کہہ دیا کہ اگر اللہ چاہتا تو وہ سب یہ کام نہ کرتے، یہ انکا وہم اور مشیت الٰہی کو سمجھنے میں خطا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے شرک کا ارادہ نہیں فرماتا ہے اور نہ اس شرک پر راضی ہوتا ہے اسی طرح اس پر بھی راضی نہیں ہوتا ہے کہ کوئی بندہ پاکیزہ حلال چیزوں کو حرام قرار دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا ارادہ اور اپنی مشیت رسولوں کی زبان سے جاری وساری فرمایا اور بندوں کو ان ہی امور کا مکلف بنایا۔ (صفوۃ التفاسیر) زجاج کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے یہ بات استہزاء کے طور پر کہی اگر اعتقاد سے کہتے تو اللہ تعالیٰ انھیں ایمان کی دولت عطا فرماتا۔ (القرطبی) ۲ے اس آیت میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ اپنے بندوں کی جانب رسول بھیج کر انھیں عبادت کا حکم دیتا ہے اور انھیں طاغوت کی عبادت سے روکتا ہے۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ الخ یہاں سے یہ بتایا جا رہا ہے کہ امر کل بالایمان اور نہی کل عن الکفر والمعصیت ہے مگر اللہ تعالیٰ بعض کو ہدایت دیتا ہے اور بعض کو گمراہ کرتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی سنتِ قدیمہ ہے بندوں کیساتھ، اور وہ یہ ہے کہ اس نے ہر ایک کو ایمان کا حکم دیا اور ہر ایک کو کفر سے روکا، پھر بعض میں ایمان پیدا کیا اور بعض میں کفر، جب اللہ کی سنت اس معنی میں سنتِ قدیمہ ہے تو اب وہ اعتراضات جو کفار کی جانب سے وارد ہوئے خود بخود بیکار ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے منزہ ومبرا ہو گئی۔ ویسے بھی کفار کی جانب سے اس قسم کا سوال جہل، ضلال اور بُعد عن اللہ کا موجب ہے۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی تو اب یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ رسوائی اور لعنت کے مستحق ہیں۔ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ الخ کا مطلب یہ ہے کہ زمین میں عبرت حاصل کرنے والوں کی طرح سیر کرو تا کہ تم پہچان سکو کہ ان پر عذاب کیسے نازل ہوا، اور تم ڈرو کہ کہیں یہ تم پر نازل نہ ہو۔ (تفسیر کبیر) ۳ے یعنی اللہ تعالیٰ جس کو گمراہی میں رکھنا چاہے اسکو پھر ہدایت نہیں دیتا۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ کا مطلب یہ ہے کہ جنکو خدا ہی گمراہ کر دے انکی مدد کرنے والا اور حکمِ خدا کو نافذ ہونے سے روکنے والا اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ عذاب کو ٹالنے والا کوئی نہیں ہو سکتا۔ حاصل کلام یہ نکلا کہ اے محمد ﷺ آپ انکو ہدایت یاب بنانے کی کتنی ہی کوشش کریں اور انکو ہدایت کرنے میں کتنی ہی تکلیف اٹھائیں جب انکو اللہ تعالیٰ نے ہی گمراہ کر دیا ہے تو انکو اب ہدایت نہیں ملے گی۔ اللہ سب پر غالب اور قوی ہے۔ جس کو وہ گمراہ کر دے اسکو نہ کوئی ہدایت کرنے والا ہے نہ مددگار کہ عذاب کو دفع کر دے۔ (مظہری) یعنی جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے قہراً اور جبراً ان میں ہدایت پیدا نہیں فرمایا ہے بلکہ انکے سوئے اختیار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ضلالت پیدا کی۔ پس بندے پر لازم ہے کہ وہ طریق عبودیت میں کوشش کرتا رہے۔ (روح البیان)

لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ

بر نہ انگیزد خدای ہر کہ بمیرد آری وعدہ برو راست و لیکن

اللہ اسے نہ اٹھائے گا جسے موت دیدے کیوں نہیں وہ وعدہ ان پر حق ہے لیکن

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳۸﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِیْ يَخْتَلِفُوْنَ

اکثر مردمانی نمی دانند تا بیان کند برائے ایشاں آنکہ خلاف کنند

اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں ا تا کہ بیان کرے ان کے واسطے وہ جس میں اختلاف کرتے تھے

فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا

دراں و تا بدانند آنانکہ گرویدند آنکہ ایشاں بودند تکذیب می کردند جز ایں نیست قوم ما

اور تا کہ جان لیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ وہ لوگ جھٹلاتے تھے ۲ اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہمارا فرمانا

لِشَیْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ؑ وَالَّذِيْنَ

مر چیزیرا چوں خواہیم ما آنرا آنست کہ گوییم مر او را باش پس می باشد و آنانکہ

کسی چیز کیلئے جب ہم اسکا ارادہ کریں یہ کہ ہم کہتے ہیں اسے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے ۳ اور وہ لوگ جنہوں نے

هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْيَا

ہجرت کردند در دین خدای از پس آنچہ ستم کردند البتہ جا دہیم ایشانرا در دنیا

ہجرت کی اللہ کے دین میں اسکے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا ہم ضرور جگہ دیں گے انھیں دنیا میں

حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۴۱﴾ الَّذِيْنَ

نیکوئی و ہر آئنہ مزد آخرت بزرگ تر است اگر بودند میدانند آنانکہ

اچھی اور بیشک آخرت کا اجر بزرگ تر ہے اگر وہ سب جان لیتے ۴ وہ لوگ جنہوں نے

صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

صبر کردند و بر پروردگار خود توکل میکنند و نفرستادیم ما پیش از تو

صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں ۵ اور ہم نے نہ بھیجا آپ سے پہلے

ع ٦ / ١١ — وقف لازم

ا حضرت ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ ایک مسلمان کا مشرک پر قرض تھا مسلمان مشرک کے پاس تقاضا کیلئے گیا اور اپنے قرض سے متعلق گفتگو کی اسی دوران مسلمان نے یہ بات بھی کہہ دی کہ مرنے کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ سے یہ امید یں ہیں۔ مشرک نے بھی اللہ کی قسم کھالی اور کہا کہ جو مر گیا اللہ اسکو دوبارہ زندہ نہیں اٹھائیگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا آپ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مجھ سے کہا اے ابن عباس! کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ موت کے بعد قیامت سے پہلے مبعوث ہونگے اور اس نظریہ کی تاویل میں یہی آیت پیش کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا شخص جھوٹا ہے یہ آیت تو عام لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ قیامت سے پہلے مبعوث ہوتے تو ہم انکی عورتوں سے نکاح نہ کرتے اور انکی میراث تقسیم نہ کرتے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ. بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور یہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ یہ میری شان کے لائق نہ تھا اور مجھے گالی دی حالانکہ یہ میری شان کے لائق نہ تھی پس جھٹلانا تو یہ تھا کہ ابن آدم کا یہ کہنا کہ اللہ ہمیں نہیں لوٹائیگا جیسا ہمیں پیدا کیا' اور گالی یہ ہے کہ ابن آدم کا یہ کہنا کہ اللہ نے ولد بنایا حالانکہ میں احد' صمد' لم یلد' ولم یولد' ولم یکن له کفوا احد ہوں۔ (القرطبی)

۲ ہم نے ہر گروہ میں رسول مبعوث کیا تا کہ انکے درمیان اختلاف کو خوب واضح کر کے بیان فرمائیں۔ (القرطبی)

۳ اس آیت میں دوسری زندگی کا امکان ثابت کیا جا رہا ہے۔ خلاصۂ بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو محض اپنی قدرت سے پیدا کرتا ہے کسی اور چیز پر کسی مخلوق کی ہستی موقوف نہیں ورنہ نتائج و اسباب کا تسلسل کہیں ختم نہ ہوگا اور کسی چیز کا وجود ہی نہ ہو سکے گا پھر کسی چیز کی تخلیق و تکوین سے اللہ تعالیٰ کو کوئی تھکان یا تکلیف نہیں ہوتی ورنہ خدا کا عاجز ہونا لازم آئیگا اور عجز تقاضائے الوہیت کے خلاف ہے پس کوئی مادہ نہ تھا نہ سابق میں کوئی نظیر اور مثال تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو بغیر مادہ اور مثال کے پہلی مرتبہ پیدا کر دیا تو دوبارہ پیدا کرنا ناممکن نہیں ہو سکتا۔ (مظہری) ۴ یہ اصحاب رسول میں سے وہ لوگ ہیں جن پر اہل مکہ نے ظلم کیا اور انھیں انکے شہروں سے نکالا پس یہ لوگ مکہ سے حبشہ کی جانب اور پھر حبشہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کیلئے نکلے پس ان لوگوں نے دو ہجرتوں کو جمع کیا مطلق مہاجرین نہیں ہیں۔ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ ملاحظہ فرمایا کہ کفار قریش مسلمانوں کو اذیت دے رہے ہیں تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم لوگ زمین میں بٹ جاؤ بیشک اللہ تعالیٰ تم سب کو جمع فرمائیگا۔ صحابہ نے عرض کیا ہم کس جانب جائیں تو آپ نے فرمایا کہ حبشہ کی جانب جاؤ وہاں ایک عظیم بادشاہ ہے جو اپنی رعایا میں سے کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے اور وہ سچائی کی زمین ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشادگی پیدا کرے پس حبشہ کی جانب گنتی کے افراد ہجرت کر گئے بعض نے کہا کہ ۸۰ سے اوپر لوگ تھے جو فتنہ کے خوف سے حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے تھے ان میں سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہ ہیں جو اپنے اہل کیساتھ ہجرت کر گئے آپ کیساتھ حضرت رقیہ بنت نبی ﷺ بھی تھیں جو آپکے نکاح میں تھیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص ایک زمین سے دوسری زمین کی جانب دین کو بچانے کیلئے ہجرت کریگا اگرچہ ایک بالشت ہی کیوں نہ ہو اس کیلئے جنت واجب ہے اور اسکے رفیق حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ ہونگے۔ (روح البیان) ۵ یعنی کافروں کی طرف سے ایذا پانے اور وطن چھوڑنے اور دوسرے مصائب پر صبر کرتے ہیں۔ يَتَوَكَّلُوْنَ یعنی اپنے تمام معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور سب سے تعلق توڑ کر اللہ تعالیٰ سے رابطہ جوڑ لیتے ہیں۔ (مظہری) اہل تحقیق کہتے ہیں کہ مخلوق میں بہتر وہ ہے جسے کسی کام کی نیابت ملے تو صبر کرے اور اگر روک دیا جائے تو بھی صبر کرے (القرطبی)

إِلَّا رِجَالًا نُّوحِيٓ إِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوٓا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ

مگر مردانیرا کہ وحی کردیم بسوے ایشاں پس پرسید اہل کتاب را اگر ہستید شما

مگر مردوں کو کہ وحی کی انکی جانب پس پوچھو اہل کتاب سے اگر تم

لَا تَعْلَمُونَ ﴿٤٣﴾ بِالْبَيِّنَٰتِ وَالزُّبُرِ ۗ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ الذِّكْرَ

نمیدانید بمعجزہا و بکتابہا و فرستادیم ما بسوے تو قرآن

نہیں جانتے ہو ۱ معجزات اور کتابوں کیساتھ اور ہم نے آپکی طرف قرآن اتارا

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٤﴾

تا بیان کنید براے مردمان آنچہ فرستاد بدیشاں و شاید کہ ایشاں فکر کنند

تا کہ بیان کرو لوگوں کے واسطے جو انکی طرف اتارا گیا اور شاید کہ وہ سب فکر کریں ۲

أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّـَٔاتِ أَن يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ

آیا ایمن شدند آنانکہ مکر بد کرداند آنکہ برد خدای بدیشاں

کیا وہ لوگ مطمئن ہو گئے جنہوں نے برا مکر کیا کہ اللہ انھیں دھنسا دے

الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٤٥﴾ أَوْ

زمین یا بیاید بدیشاں عذاب از انجا نمی دانند

زمین میں یا انکے پاس عذاب آئے اس جگہ سے کہ نہ جان سکیں ۳

يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُم بِمُعْجِزِينَ ﴿٤٦﴾ أَوْ يَأْخُذَهُمْ

یا بگیرد ایشانرا در گشتن ایشاں پس نیستند ایشاں عاجز کنندہ یا بگیرد ایشانرا

یا پکڑے انھیں انکے چلنے پھرنے میں پس نہیں ہیں وہ سب عاجز کرنے والے ۴ یا پکڑے انھیں

عَلَىٰ تَخَوُّفٍ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٤٧﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا

بر ترس ہلاک ہر آئنہ پروردگار شما آمر زندہ مہربانست آیا نمی نگرند بسوے آنچہ

ہلاک کے خوف پر پس بیشک تمہارا رب بخشنے والا مہربان ہے ۵ کیا وہ سب نہیں دیکھتے انکی طرف جو

النصف

تفسیر اظہار العرفان

۱ نبی ﷺ نے جب مشرکین قریش تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور انھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جانب بلایا تو اسکے جواب میں انھوں نے کہا کہ اللہ اعظم ہے اس سے کہ کسی بشر کو رسول بنائے اگر ہماری جانب رسول بھیجتا تو ضرور ملائکہ میں سے بھیجتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب! آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب انسانوں میں سے تھے نہ کہ فرشتہ۔ اس بات کی تصدیق کیلئے انھیں چاہیئے کہ اہل کتاب سے دریافت کرلیں۔ اس بات میں اشارہ ہے کہ بندہ جن امور کو نہیں جانتا ہے ان امور میں علماء کی جانب مراجعت واجب ہے۔ مروی ہے کہ امام غزالی سے سوال کیا گیا کہ اس قدر اصول وفروع کا علم آپ کے پاس کہاں سے آیا تو آپ نے یہی تلاوت کی۔ (روح البیان) جاننا چاہیئے کہ منکرین نبوت کی جانب سے پانچواں شبہ ہے۔ [پہلا شبہ: وَإِذَا قِيلَ لَهُم مَّاذَآ أَنزَلَ الخ میں؛ دوسرا شبہ: هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّآ أَن تَأْتِيَهُمُ الخ میں؛ تیسرا شبہ: وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَآءَ اللَّهُ الخ. چوتھا شبہ: وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَٰنِهِمْ الخ اور پانچواں شبہ اسی آیت میں مذکور ہے] (تفسیر کبیر) فَسْـَٔلُوٓا أَهْلَ الذِّكْرِ. حضرت سفیان کہتے ہیں کہ اس سے مراد اہل کتاب کے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے اہل قرآن مراد ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے اہل علم مراد ہیں یہ تمام معانی ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں۔ (القرطبی)

۲ یعنی قرآن مجید اتارا تا کہ آپ لوگوں کے سامنے کھول کر اسکا اظہار کریں۔ مَا نُزِّلَ سے مراد ہے ثواب کا وعدہ، وعید، احکام اور مجمل قوانین کا بیان [جسکا رسول ﷺ کو حکم دیا گیا] قولی بھی عملی بھی اور تقریری بھی۔ (مظہری) ۳ مکر لغت میں خفیہ طور پر فساد کرنے کو کہتے ہیں۔ یہاں اہل مکہ اور مدینہ منورہ کے اطراف کے لوگ مراد ہیں۔ قعنبی کہتے ہیں کہ اس مکر سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ غیر اللہ کی عبادت میں مشغول ہوتے ہیں لیکن اقرب یہ ہے کہ وہ لوگ خفیہ طور سے رسول اللہ ﷺ اور آپکے اصحاب کو ایذا پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) ۴ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں سفر کے دوران پکڑے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ انھیں انکے بستر پر پکڑے وہ جہاں کہیں بھی ہوں، حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ دن اور رات میں کسی وقت بھی پکڑے۔ (القرطبی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تقلب کا ترجمہ کیا ہے اختلاف۔ ابن جریج نے ترجمہ کیا ہے اقبال وادبار [دونوں ترجمے ہم معنی ہیں یعنی آمد ورفت] (مظہری) ۵ مطلب یہ ہے کہ کسی کو آج کسی کو کل اور کسی کو پرسوں اللہ تعالیٰ ہلاک کردے اور اسی طرح سب کو ختم کردے۔ ضحاک اور کلبی کہتے ہیں کہ تخوف کا معنی خوف ہے۔ میں کہتا ہوں اس صورت میں آیت کا مقصد ہوگا کہ جب دوسرے ہلاک کردیئے جائیں تو انکی ہلاکت کو دیکھ کر لوگ خوف زدہ ہوجائیں اور اس خوف کی حالت میں ان پر بھی ہلاکت آجائے، یا یہ مطلب ہے کہ پہلی ہلاکت کی نشانیاں ظاہر کردی جائیں جن سے وہ لوگ خوف زدہ ہوجائیں پھر انکو ہلاک کردیا جائے جیسے قوم ثمود کو ہلاک کیا گیا تھا پہلے روز ان کے چہرے زرد پڑ گئے تھے، دوسرے روز سرخ اور تیسرے روز سیاہ ہوگئے اور اسکے بعد انکو ہلاک کردیا گیا۔ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ پس بلاشبہ تمہارا رب بڑا مہربان بخشنے والا ہے اسی وجہ سے وہ فوراً عذاب میں مبتلا نہیں کرتا اور فوری سزا نہ دینے کی وجہ سے لوگ بے خوف ہوگئے ہیں حالانکہ یہ بے باکی اور عذاب نہ ہونے کا سوچنا کسی طرح مناسب نہیں کیونکہ رحیم ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ سخت منتقم بھی ہے اسکا انتقام بہت سخت ہے کسی میں بھی اسکے مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ (مظہری) اللہ تعالیٰ نے انکی تہدید کیلئے چار امور بیان فرمائے (۱) قارون کی طرح انھیں زمین میں دھنسا دیا جائے (۲) بے شعوری میں ان پر عذاب آجائے (۳) چلتے پھرتے انھیں پکڑ لیا جائے (۴) عذاب کی نشانیاں دکھا کر انھیں خوف دلایا جائے۔ (تفسیر کبیر)

خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ

آفرید خدای از چیزے میگردد سایہ ہاء او از راست و

چیز اللہ نے پیدا کی جھکتے ہے انکے سائے دائیں اور

الشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي

چپ سجدہ کنندگان مر خدایرا و ایشاں خوارند و مر خدایرا سجدہ کنند آنچہ در

بائیں سجدہ کرتے ہوئے اللہ کیلئے اور وہ سب (رب کے حضور) عاجز ہیں۱ اور اللہ کیلئے سجدہ کرتے ہیں جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا

آسمانہا و آنچہ در زمین است از جنبندگان و فرشتگان و ایشاں

آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے ہلنے والا اور فرشتے اور وہ سب

يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٤٩﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ

تکبر نکنند می ترسند از پروردگار خود از بالائے ایشاں و میکنند

تکبر نہیں کرتے ہیں۲ ڈرتے ہیں اپنے رب سے جو ان سے کہیں برتر و اعلیٰ ہے اور کرتے ہیں

مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿٥٠﴾ السجدة وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا

آنچہ فرمودہ شدند و گفت خدای فرا مگیرید دو خدای جز ایں نیست

جو حکم دیا جائے۳ اور اللہ نے فرمایا: نہ بناؤ دو خدا اسکے سوا کچھ نہیں کہ

هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿٥١﴾ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

او خدای یگانہ است پس از من بترسید و مرا راست آنچہ در آسمانہا

وہ ایک ہی خدا ہے پس مجھ سے ہی ڈرو۴ اور اسی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں

وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَمَا

و زمین و مر او راست دین لازم آیا بدوں خدای می ترسند و آنچہ

اور زمین میں ہے اور اسی کیلئے دینِ لازم کیا اللہ کے سوا (کسی اور سے) ڈرتے ہو۵ اور

تفسیر اظہار العرفان

۱ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ جب مشرکین کو چار قسم کے عذاب سے ڈرا چکا تو اب اسکے بعد ان امور کو بیان فرما رہا ہے جو کمالِ قدرت اور عالمِ علوی و عالمِ سفلی کے احوال کی تدبیر پر دلالت کر رہے ہیں اسی طرح احوالِ ارواح و اجسام کی تدبیر پر دلالت کرتے ہیں تا کہ ان مشرکین پر کمال کیساتھ قدرت قاہرہ ظاہر ہو جائے۔(تفسیر کبیر) یعنی کیا ان لوگوں نے ان چیزوں کو نہیں دیکھا جنکے سائے سورج کے چڑھنے اترنے یا مشرق و مغرب کے اختلاف کی وجہ سے دائیں بائیں یعنی دونوں طرف بحکمِ الٰہی جھکتے ہیں۔ سُجَّدًا میں سجدہ سے مراد ہے اطاعت' اختیاری ہو یا فطری' سَجَدَتِ النَّخْلَةُ کھجور کا درخت سجدہ کرنے لگا یعنی پھلوں کا زیادہ بار پڑنے سے جھک گیا۔ سَجَدَ الْبَعِيْرُ اونٹ نے اپنے اوپر سوار کرنے کیلئے گردن جھکا دی۔ مطلب یہ ہے کہ سائے اللہ تعالیٰ کے ضابطہ فطرت کے تابع ہیں' یا یہ مطلب ہے کہ سجدہ کی ہیئت کی طرح زمین پر گرتے اور چسپاں رہتے ہیں اور سایہ والی چیز بھی بے بس اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تابع ہے۔(مظہری)

۲ مَا فِي السَّمٰوٰتِ سے مراد چاند' سورج اور ستارے ہیں۔ مِنْ دَآبَّةٍ. مَا فِي الْاَرْضِ کا بیان ہے یا دونوں کا بیان ہو یعنی ہلنے والی چیزیں آسمان میں ہوں یا زمین میں۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ: ملائکہ کچھ زمین میں ہیں اور کچھ آسمان میں اور کچھ حاملین عرش ہیں جو نہ آسمانی ہیں نہ زمینی' اس لئے ملائکہ نہ سماوی جنس سے ہیں نہ ارضی مخلوقات میں سے بلکہ سب سے الگ مخلوق ہیں۔ سجود سے مراد اطاعت و انقیاد' خواہ طبعی تاثیر کی شکل میں ہو یا ارادہ اور قصد کیساتھ احکامِ تکلیفیہ کی تکمیل کی صورت میں۔ انقیاد عمومی میں تمام مخلوق کی ارادی اطاعت یہاں تک کہ شر الدواب یعنی کفار کا طبعی انقیاد بھی شامل ہے بعض علماء کے نزدیک سجودِ اشیاء سے مراد ہے ''ہر چیز میں اللہ کی پُر حکمت صنعت کا ظہور'' جو اہل عقل کو دعوتِ سجدہ دے رہا ہے میرے نزدیک بھی سجودِ اشیاء سے مراد اطاعت شعوری ہے جاندار ہو یا بے جان' نامی ہو یا جامد' ہر ایک خاص زندگی رکھتی ہے اور کوئی چیز بھی شعور سے خالی نہیں خواہ ہم بعض چیزوں کو بے جان اور بے شعور جانتے ہوں ہم کو انکے باشعور اور زندہ ہونے کا علم نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ باشعور اور زندہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آسمان کا چڑ چڑانا یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اس کیلئے مناسب تھا۔(مظہری) ۳ اس آیت کریمہ میں ملائکہ کی صفات کی شرح ہے اور یہ آیت قوی دلیل ہے کہ ملائکہ گناہوں سے پاک ہیں۔ واضح رہے کہ ملائکہ کو یہ خوف اس لئے ہے کہ انھیں معلوم ہے کہ انکا رب انکے اوپر ہے۔ اس آیت کی دلالت اس بات پر بھی ہے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اوامر و نواہی کے مکلف ہیں۔(تفسیر کبیر) حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ساتویں آسمان میں ایسے ہیں جو اسوقت سے سجدہ میں پڑے ہوئے ہیں جب سے اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا کیا۔ یہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے ہے جب قیامت کا دن ہوگا وہ سب سجدہ سے سر اٹھائیں گے اور کہیں گے مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ ہم نے تیری بندگی کا حق ادا نہیں کیا۔ کہا گیا ہے کہ بارش اور پانی ملائکہ کا آنسو ہے اور زمین بھی اللہ کے خوف سے آنسو بہاتی ہے۔ پس انسان کا کیا حال ہے کہ وہ زمین پر باوجود سوئے حال کے ہنستا ہوا چلتا ہے وَاللّٰهُ الْهَادِيْ.(روح البیان) ۴ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ وحدانیت کو ثابت کرنا مقصود ہے الوہیت کا اثبات مقصود نہیں' الوہیت کے لوازم میں سے وحدانیت ہے۔(مظہری) ۵ یعنی اللہ ہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے اسکی شان میں ظلم کا تصور بھی نہیں ہو سکتا ظلم تو دوسرے کی ملک میں اسکی اجازت کے بغیر تصرف کرنے کا نام ہے بغیر اجازت کے دوسرے کی چیز میں تصرف جائز نہیں۔ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا اور اسی کو حق ہے کہ اسکی اطاعت لازمی طور پر اور ہمیشہ کی جائے اسکی اطاعت کا حکم کبھی ساقط نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں اطاعت تو نیکی میں ہے۔(مظہری)

بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ

بشمار رسید از نعمت ہا پس از خدایست پس چوں برسد بشما رنجی پس بسوے اوست

تمہیں نعمتوں سے جو کچھ ملے پس وہ اللہ کی طرف سے ہے پھر تمہیں تکلیف پہنچے تو اسی کی طرف

تَجْئَرُوْنَ ۝۵۳ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ

مینالید پس چوں بردارد سختی از شما چوں گروہی از شما پروردگار خود

فریاد لے جاتے ہو۱ پس جب سختی تم سے اٹھا لیتا ہے تو ایک گروہ تم میں سے اپنے رب کے ساتھ

يُشْرِكُوْنَ ۝۵۴ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۵۵

شرک آرند تا کفران و کردند بآنچہ دادیم ایشانرا پس بر خورید پس زود میدانید

شریک ٹھہراتا ہے۲ تا کہ ناشکری کریں جو ہم نے انہیں دی پس نفع حاصل کرلو اور بہت جلد جان لو گے۳

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ تَاللّٰهِ

و میکنند برائے آنہا کہ نمی دانند بہرہ از آنچہ روزی دادیم ایشانرا بخدای

ان کیلئے حصہ مقرر کرتے ہیں جسے نہیں جانتے ہیں اس میں سے جو روزی ہم نے انہیں دی اللہ کی قسم

لَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ۝۵۶ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ

پرسیدہ خواہید شد از آنچہ بودند افترا میکردید و مکنند مر خدایرا

سوال کئے جاؤ گے اسکے بارے میں جو تم افترا کرتے ہو۴ اور ٹھہراتے ہیں اللہ کیلئے

الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ۝۵۷ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ

دختران پاکست او را مر ایشانرا آنچہ آرزو برند و چوں خبر دادہ شود یکی از ایشاں

لڑکیاں، پاک ہے وہ، اور ان کیلئے وہ ہے جو وہ سب چاہتے ہیں۵ اور جب خبر دی جائے ان میں سے کسی ایک کو

بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝۵۸ يَتَوَارٰى

بولادت دختر گردد روئے سیاہ و او پُر باشد از خشم بپوشد خود را

لڑکی کی ولادت کی، تو ان کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور غصہ بھر جاتا ہے۶ چھپاتا ہے اپنے آپکو

۱ اس سے پہلی آیت میں ارشاد ہوا کہ عاقل پر واجب ہے کہ غیر اللہ کی عبادت سے بچے اب اس آیت میں یہ بیان ہو رہا ہے کہ ہر عاقل پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہے اس لئے کہ شکر نعمت کو مستلزم ہے انسان کو جو نعمت بھی ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ ہمارے اصحاب نے اس آیت سے حجت قائم کی ہے کہ ایمان اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے، ان کا کہنا ہے کہ ایمان بھی ایک نعمت ہے اور ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے نتیجہ نکلا کہ ایمان اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ اسی بناء پر ایک مسلمان ایمان ملنے پر اللہ تعالیٰ کی یوں تعریف کرتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى نِعْمَةِ الْاِيْمَانِ ترجمہ: ''تمام تعریفیں اللہ کیلئے ایمان کی نعمت ملنے پر''۔ واضح رہے کہ نعمت کی دو قسمیں ہیں (۱) نعمتِ دینیہ: جیسے معرفت حق اور معرفت خیر وغیرہ (۲) نعمتِ دنیویہ: اسکی پھر دو قسم ہے ایک نفسانیہ اور دوسری خارجیہ [نفسانیہ میں انسان کا اپنا وجود شامل ہے اور خارجیہ میں انسان کے علاوہ کائنات کی ساری چیزیں شامل ہیں] اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اسی جانب اشارہ ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا یعنی اور اگر تم اللہ کی نعمت کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے ہو۔ (تفسیر کبیر)

۲ پھر جب اللہ تعالیٰ مصیبت کو تم سے دور کر دیتا ہے تو تم میں سے کچھ لوگ یکدم [اللہ تعالیٰ کی عبادت میں] دوسروں کو شریک کرنے لگتے ہیں۔ اگر خطاب تمام انسانوں کو مانا جائے مومن ہوں یا کافر تو مِنْكُمْ یعنی تم میں کچھ سے مراد فریق کفار ہے اور اگر خطاب صرف کافروں کو دیا جائے تب کافروں میں سے کچھ لوگوں کا مشرک ہو جانا مراد ہے کیونکہ مصیبت دور ہو جانے کے بعد کچھ کافر بھی نصیحت پذیر ہو جاتے ہیں۔ دوسری آیت میں ارشاد ہے فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ. پھر جب سمندری طوفان سے بچا کر اللہ انکو خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو ان میں سے کچھ لوگ سیدھی چال اختیار کر لیتے ہیں۔ (مظہری) ۳ اس آیت اور اسکے ماقبل آیات میں چند اشارے ہیں۔ (۱) مخلوق میں سے اکثر نے اللہ کیساتھ غیر کو شریک ٹھہرایا (۲) کاشفِ ضر اللہ تعالیٰ ہے پس جو کوئی اس مسبب کو چھوڑ کر صرف اسباب کو ہٹائے تحقیق اس نے شرک کیا (۳) کفران نعمت زوالِ نعمت کا سبب ہے۔ (روح البیان) ۴ یعنی جن معبودوں کا حصہ لگایا جا رہا ہے وہ عبادت کے مستحق ہیں اور نفع یا ضرر پہنچانے والے ہیں یہ کافر انکو ایسا خیال نہیں کرتے مگر فقط اپنی نادانی کی وجہ سے انکو معبود اور نفع و نقصان پہنچانے والے کہہ دیتے ہیں، یا مَا لَا يَعْلَمُوْنَ سے مراد ہے بت۔ مَا رَزَقْنٰهُمْ سے مراد کھیتی، مویشی، پھل۔ مشرک کہا کرتے تھے هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا یعنی یہ الٰہ کیلئے ان کے زعم کے مطابق اور یہ ہمارے شرکاء کیلئے ہے۔ (مظہری) ۵ یعنی خزاعہ اور کنانہ کہتے تھے کہ ملائکہ بنات اللہ ہیں، بعض کفار کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جن سے مصاہرت کیا تو ملائکہ پیدا ہوئے نَعُوْذُ بِاللّٰهِ سُبْحٰنَهٗ یعنی اللہ تعالیٰ ان کے قول سے پاک ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لڑکیاں رکھتا ہے۔ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ یعنی اپنے لئے بیٹا پسند کرتے ہیں۔ (روح البیان) ۶ تبشیر عرفِ لغت میں خاص ہے ایسی خبر سے جو سرُور کا فائدہ دے یعنی انسان اس خبر کو سن کو خوش ہو جائے، مگر اصل لغت کے اعتبار سے تبشیر ایسی خبر سے عبارت ہے جو چہرے کی رنگت میں تغیر لائے اور یہ بات معلوم ہے اچھی خبر جس طرح چہرے کا رنگ بدلتی ہے اس طرح بری خبر بھی چہرے کا رنگ بدلتی ہے اسی بناء پر یہاں تبشیر کا لفظ آیا ہے۔ اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے۔ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ یعنی انہیں بشارت دیدو دردناک عذاب کی۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہاں تبشیر سے مراد اخبار ہے۔ (تفسیر کبیر) مُسْوَدًّا: سیاہ بدرونق یعنی شرم۔ رنج اور غم کی وجہ سے اسکا چہرہ بدرونق رہتا ہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا ہے باوجودیکہ دل ایسی چیز ہے کہ اس میں خوشی بھی ہوتی ہے اور غم بھی مگر اس پر رنج ہی سوار رہتا ہے۔ كَظِيْمٌ: دل میں رنج غم گھٹا ہوا کہ اسکو اندر ہی اندر رو کے رکھتا ہے ظاہر نہیں کرتا ہے (مظہری)

مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ

از قوم از بدی آنچه خبر داده شود بآں آیا نگاهدار او را بر مذلت

قوم سے اس برائی سے جسکی اسے خبر دی گئی، کیا پرورش کریگا اسکی ذلت کیساتھ

اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾ لِلَّذِيْنَ

یا بپوشد او را در خاک بدانید که بد است آنچه حکم میکنند مر آنانرا که

یا اسے چھپا دیگا مٹی میں، جان لو کہ برا ہے جو حکم یہ لوگ لگاتے ہیں ا ان لوگوں کیلئے جو

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ

نمیگروند بآخرت صفت بد است و مر خدایرا صفت اعلیٰ

آخرت کا انکار کرتے ہیں برا حال (انہی کے مناسب) ہے اور اللہ کیلئے اعلیٰ صفت ہے

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ

و اوست غالب با حکمت و اگر بگیرد خدای مردمانرا بستم ایشاں

اور وہ غالب حکمت والا ہے ۲ اور اگر اللہ لوگوں کو انکے ظلم کے عوض پکڑے

مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ

نگذارد بر روئے زمین ہیچ جنبندہ و لیکن باز میدارد ایشانرا تا وقتی

تو روئے زمین پر کسی ہلنے والے کو نہ چھوڑیگا لیکن موخر کرتا ہے اسے وقتِ

مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً

شمردہ پس چوں بیاید وقت ایشاں باز پس نیارد ساعتی

مقررہ تک پس جب انکا وقت آئیگا تو ایک لمحہ (کیلئے بھی) پیچھے نہ آئیگا

وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ

و نہ پیشی گیرند و حکم میکنند برائے خدای آنچه نمی خواہد

اور نہ آگے جائیگا ۳ اور حکم کرتے ہیں اللہ کیلئے (ایسا) جو (اپنے لئے) نہیں چاہتے ہیں

تفسیر اظہار العرفان

ا یعنی کہتے ہیں کہ قبیلہ مضر، بنی خزاعہ اور بنی تمیم لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے ایک تو انکو ناداری کا اندیشہ ہوتا تھا [کہ لڑکیاں تو صرف کھانے پہننے کی ہیں لوٹ مار کر کے کہیں سے کچھ لا نہیں سکتیں] دوسرے یہ کہ [ناداری کو دیکھ کر] غیر کفو کہیں ان سے نکاح کرنے کا لالچ نہ کرنے لگیں۔ عرب کے بعض لوگوں کا دستور تھا کہ جب لڑکی پیدا ہوتی اور اسکو زندہ رکھنا چاہتا تو اسکو اون یا بالوں کا کرتہ پہنا کر جانور چرانے کی خدمت میں لگا دیتا تھا اور اگر اسکو قتل کر دینا چاہتا تو چھ سال تک اسکو چھوڑے رکھتا جب وہ چھ سال کی ہو جاتی تو اسکی ماں سے کہتا کہ اسکو بنا سنوار کر تیار کر دے پھر اسکو کہیں جنگل میں لے جاتا وہاں پہلے ایک گہرا گڑھا کھود کر تیار رکھتا جب لڑکی کو لیکر وہاں پہنچتا تو لڑکی سے کہتا دیکھ اس گڑھے میں کیا ہے لڑکی دیکھنے کو جونہی جھکتی یہ سنگدل باپ اسکو پیچھے سے دھکا دے دیتا اور اوپر سے مٹی ڈال کر زندہ دفن کر دیتا اور گڑھے کو ہموار کر دیا۔ (مظہری) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی اس حال میں کہ اسکے ساتھ دو بیٹیاں تھیں اس نے مجھ سے سوال کیا اسوقت میرے پاس سوائے ایک کھجور کے اور کچھ نہیں تھا میں نے وہ کھجور اسے دیدی۔ اس عورت نے کھجور لے کر اپنی دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دی اور خود کچھ بھی نہ کھائی پھر وہ عورت اپنی دونوں بچیوں سمیت چلی گئی۔ پس رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے تو میں نے اس عورت کا واقعہ آپکو بتایا تو نبی ﷺ نے فرمایا: جسے اسکی بیٹیوں کے بارے میں آزمایا جائے اور وہ ان کیساتھ اچھا برتاؤ کرے تو یہ بیٹیاں ان کیلئے جہنم میں حجاب بنیں گیں۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ بیٹیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہیں پھر جو اس آزمائش پر صبر کرے اور انکے ساتھ اچھا سلوک کرے تو یہی بیٹیاں اسے جہنم سے بچائیں گی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دو لڑکی کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں تو وہ شخص قیامت کے روز آئیگا میں اور وہ، آپ نے اپنی دو انگلیوں کو ملایا اور بتایا کہ ہمارے اسکے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کیلئے بیٹی ہو اور وہ اسے بہترین ادب، بہترین علم اور اللہ تعالیٰ کی جو نعمت اس پر ہو وہ اپنی بیٹی کو بھی دیتا ہو تو وہ بیٹی اس کیلئے جہنم سے حجاب بنے گی۔ (القرطبی) ۲ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں ثابت کرتے ہیں وہ لوگ جہالت اور کفر میں پڑے ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے ان کیلئے عذاب اور نار ہے۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اخلاص اور توحید کا اعلیٰ وصف اللہ کیلئے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی گواہی دینا ہے۔ (القرطبی) ۳ مواخذہ کرنے سے مراد ہے فوری سزا دینا۔ اَلنَّاسُ سے کفار مراد ہیں کیونکہ لفظ مواخذہ اور ظلم اسی کی جانب اشارہ کر رہا ہے۔ ظلم سے مراد کفر اور معصیت۔ علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ اَلنَّاسُ سے مراد سب لوگ ہیں [مؤمن ہوں یا کافر] عبارت کی رفتار اسی کی غمازی کر رہی ہے لیکن اس سے یہ نا سمجھ لینا چاہیئے کہ سب ہی لوگ یہاں تک کہ انبیاء بھی ظالم قرار پا جائیں گے کیونکہ گروہِ انسانی کے اکثر افراد سے کیونکہ کفر و معصیت کا ظہور ہو رہا ہے اسی لئے جماعت کی طرف ظلم کی نسبت کر دی گئی اور جماعت کی طرف نسبت کرنے سے ہر ہر شخص کی طرف نسبت ضروری ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ جب کسی بری بات کو دیکھیں اور اسکو نہ بدلیں یعنی بدلنے کی کوشش نہ کریں تو ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو عموماً اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لے۔ واضح رہے کہ کافروں کے گنہگاروں کی بے جا حرکتوں پر نیکو کار کی پکڑ نہیں ہوسکتی ہاں اگر نیک لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دیں تو گناہ پر راضی ہونے یا فرض کو ادا نہ کرنے کے سبب انکو بھی عذاب میں شریک کیا جاسکتا ہے۔ بعض اہل تفسیر نے آیت کا مطلب اسطرح بیان کیا ہے کہ اگر کافروں کے آباء و اجداد کو انکے ظلم کی پاداش میں فوراً پکڑ لیتا تو نسل ہی منقطع ہو جاتی انکی اولاد بھی زندہ نہ بچتی اور زمین پر کوئی باقی نہ رہتا۔ (مظہری)

وَتَصِفُ اَلۡسِنَتُهُمُ الۡكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الۡحُسۡنٰى ؕ لَا جَرَمَ

و باوجود آں گویند زبانہاء ایشاں دروغ آنکہ ایشانرا ست نیکو پاداش جفا کہ چنیں است

اور اسکے باوجود انکی زبانیں جھوٹ کہتی ہیں یہ کہ ان کیلئے بھلائی ہے' انکی جفا کا بدلہ ایسا ہے

اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمۡ مُّفۡرَطُوۡنَ ﴿۶۲﴾ تَاللّٰهِ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَاۤ

ہر آئنہ ایشانرا ست آتش و آنکہ ایشاں متردگان بخدای ہر آئنہ فرستادیم ما

کہ بیشک ان کیلئے آگ ہے اور یہ کہ وہ سب حد سے گذرنے والے ہیں[1] اللہ کی قسم بیشک ہم نے

اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ فَهُوَ

بسوے امتان پیش از تو پس مزین بیار است براے ایشاں دیو کردار ہاے ایشاں پس او

آپ سے پہلی امتوں کی طرف (رسول) بھیجے لیکن اسکے باوجود شیطان نے انکے کردار کو انکے واسطے مزین کیا پس وہ

وَلِيُّهُمُ الۡيَوۡمَ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ

دوست ایشانست امروز و مر ایشانرا ست عذاب سخت و نہ فرستادیم ما بر تو

انکا دوست ہے آج کے روز اور ان کیلئے سخت عذاب ہے[2] اور ہم نے آپ پر کتاب نہیں

الۡكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ ۙ وَهُدًى

کتاب مگر براے آنکہ بیان کنی براے ایشاں آنکہ اختلاف کردند دراں و راہ نماید

اتاری مگر اس لئے کہ بیان کرو ان کے واسطے جس میں انھوں نے اختلاف کیا اور راہ دکھانے والی

وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۶۴﴾ وَاللّٰهُ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

و رحمت براے قومیکہ میکروند و خدای فرستاد از آسمان آبے

اور رحمت اس قوم کیلئے جو ایمان رکھتی ہو[3] اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا

فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

پس زندہ کرد باں زمین از پس مردگی آں ہر آئنہ دریں نشانہ ست

پھر زندہ کیا اس سے زمین کو اسکے مرنے کے بعد' بیشک اس میں نشانی ہے

تفسیر اظہار العرفان

[1] مَا يَكۡرَهُوۡنَ: جو خود پسند نہیں کرتے جیسے لڑکیاں' ریاست اور سرداری میں کسی کی شرکت' حقیر ترین مال میں بھی کسی کا ساجھا وغیرہ۔ حضرت یمان کہتے ہیں الحسنیٰ سے مراد ہے جنت۔ کافر کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) کے قول کیمطابق اگر قیامت ہوئی بھی تو ہمارے لئے جنت ہوگی۔ مُفۡرَطُوۡنَ [افراط سے اسم مفعول] قاموس میں ہے دوزخ میں چھوڑے ہوئے گویا دوزخ میں ڈال کر بھلا دیئے گئے یا سب سے پہلے دوزخ میں بھیجے گئے۔ حضرت ابن عباس ﷛ نے اسکا ترجمہ کیا ہے دوزخ میں ڈال کر بھلا دیئے گئے' حضرت مقاتل نے اسکا ترجمہ کیا ہے دوزخ میں چھوڑ دیئے گئے' حضرت قتادہ نے کہا کہ اسکا ترجمہ ہے دوزخ میں جلدی بھیج دیئے گئے۔ فراء نے اسکا ترجمہ کیا کہ دوزخ میں سب سے پہلے بھیجے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَنَـا فَـرَطُكُمۡ میں تمہارا پیش رو ہونگا اور حوض پر سب سے پہلے پہنچونگا۔ حضرت سعید بن جبیر نے اسکا ترجمہ کیا ہے وہ [نجات و رحمت سے] دور کر دیئے جائیں گے۔(مظہری)

[2] یعنی ان کے اعمالِ خبیثہ کو شیطان نے مزین کیا اس آیت میں نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ سے پہلے جتنے انبیاء گذر چکے ہیں انھیں بھی انکی قوم نے جھٹلایا۔ فَهُوَ وَلِيُّهُـمُ الۡيَوۡمَ یعنی انکے عقیدے کے مطابق شیطان دنیا میں اسکا ناصر ہے۔ یہاں یوم سے مراد قیامت ہے۔(القرطبی)

[3] اس میں مؤمنین کی قید اس لئے ہے کہ مؤمنین ہی قرآن سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ حضرت سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے قریب نہیں ہوسکتا جب تک وہ قرآن کے قریب نہ ہو اور قرآن کے قریب نہیں ہوسکتا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ کے قریب نہ ہوجائے اور رسول اللہ ﷺ کے قریب نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ ارکانِ اسلام کے قریب نہیں ہوجاتا۔ حضرت مالک بن دینار نے فرمایا کہ اے حاملانِ قرآن: تمہارے دلوں میں قرآن نے کیا اگایا اس لئے کہ قرآن مؤمنین کیلئے موسم بہار ہے جیسے بارش زمین کیلئے بہار ہے۔ حضرت علی ﷛ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا کہ عنقریب فتنے اٹھیں گے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اس فتنہ سے نکالنے والا کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: کتاب اللہ' اس میں ان لوگوں کی خبریں ہیں جو تم سے پہلے گذر چکے اور ان لوگوں کی بھی خبریں ہیں جو تمہارے بعد ہونگے اور تمہارے درمیان حکمت ہے اور وہ علم ہے اور وہ فصل ہے جس میں ہزل نہیں ہے علماء اس سے کبھی سیراب نہ ہونگے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے' ذکر حکیم اور صراط مستقیم ہے جو اسے کہے گا وہ سچا ہوگا' جو اس سے فیصلہ کریگا وہ عدل سے فیصلہ کریگا' جو اسکے احکام پر عمل کریگا اسے اجر ملیگا اور جو اسکی جانب بلائیگا تحقیق وہ صراط مستقیم کی جانب بلائے گا۔ جاننا چاہیئے کہ قرآن کے احکام عام لوگوں کیلئے ہیں اور اسکے حقائق خاص لوگوں کیلئے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے بالاصالت' استقلال اور آپکی میراث کے طور پر ایک زمانے سے دوسرے زمانے کی طرف فرع اور تبع کیساتھ منتقل ہو رہے ہیں۔ پس علمائے ظواہر کے ذمے ہے کہ وہ لوگوں کو بیان صریح کے ذریعے ان اختلاف سے بچائیں جو وہ لوگ ظاہر سے متعلق کرتے ہیں اور علمائے باطن پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کو باطنی اختلاف سے کشفِ صحیح کے ذریعے سے بچائیں اور اسی بناء پر ہر ایک کا الگ الگ مشرب بنا۔ ان میں سے کسی پر لعن وطعن نہیں اس لئے کہ یہ لوگ سلاطینِ مسلمین اور اساطینِ دین ہیں۔ واضح رہے کہ مواعظ قرآنیہ سے نصیحت بندوں کیلئے باقی رہنے والی سعادت میں دخول کا سبب ہے۔ مروی ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم نے ایک رات اپنی مملکت میں سیر کی اور نعمتوں کو دیکھا پھر سو گئے تو ایک شخص کو دیکھا کہ وہ انھیں مکتوب دے رہا ہے جس میں لکھا ہے کہ فانی باقی پر اثر انداز نہیں ہوسکتی اور تو اپنی بادشاہت کے غرور میں نہ رہ اس لئے کہ تو وہ ہے جو جسیم ہے لہذا تو معدوم بھی ہوجائیگا پس تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی جانب دوڑ اور وہ شخص قرآن کی یہ آیت پڑھ رہا تھا وَسَارِعُوۡۤا اِلٰى مَغۡفِرَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَجَنَّةٍ" اور دوڑو اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی جانب" پس حضرت ابراہیم بن ادھم بیدار ہوئے اور سمجھ گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہمارے لئے نصیحت اور ہدایت و رحمت ہے اس لئے آپ نے توبہ کی اور عبادت میں مشغول ہوگئے (روح البیان)

لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ

برائے قومیکہ میشوند و ہر آئنہ مر شما راست در چہار پایان عبرت ست می آشانیم شما را

ایسی قوم کیلئے جو سنتی ہو[۱] اور بیشک تمہارے لئے چوپایوں میں نصیحت ہے ہم پلاتے ہیں تمہیں

مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا

از آنچہ در شکمہاء اوست از میان سرکین و خون شیرے خالص

اس میں سے جو اسکے شکموں میں ہے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ

سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ

گوارندہ مر آشامندگان و از میوہاء خرمانیان و انگورہا

خوش مزہ پینے والوں کیلئے [۲] اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے

تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

گیرید ازاں مست کنندہ و روزی نیکو ہر آئنہ دریں

کبھی مست کرنے والا (مشروب) بناتے ہو اور (کبھی) اچھی روزی، بیشک اس میں

لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ

نشانہ ست مر قومیرا کہ میدانند و وحی کرد پروردگار تو بسوے زنبوران آنکہ

نشانی ہے ایسی قوم کیلئے جو جانتی ہو[۳] اور وحی کی تمہارے رب نے شہد کی مکھیوں کی جانب کہ

اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿٦٨﴾

فرا گیرید از کوہ ہا خانہا و از درختان و از آنچہ بنا کنند

پہاڑوں میں گھر بناؤ اور درختوں میں اور اس میں جو چھت بناتے ہیں[۴]

ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ

پس بخورید از ہر میوہا پس بروید براہ ہاء پروردگار خود

پس کھاؤ ہر پھلوں سے اور جاؤ اپنے رب کے راستوں میں

تفسیر اظہار العرفان

[۱] جاننا چاہیئے کہ قرآن کریم کے نزول کے سب سے بڑے چار مقاصد ہیں (۱) الٰہیات (۲) نبوت (۳) معاد (۴) قضاء وقدر کا اثبات۔ پھران چار مقاصد میں الٰہیات کا اثبات مقصود اعظم ہے۔ اسی پر کفار کے حق میں وعید کا بیان جب بھی طویل ہو جاتا ہے تو کلام پھر الٰہیات کے اثبات کی جانب لوٹ کر آتا ہے اسی طریقے کے مطابق یہاں کلام الٰہیات کے جانب لوٹ آیا ہے (تفسیر کبیر)

[۲] فَرْثٌ وہ گوبر جو اوجھ کے اندر ہو جب باہر آجاتا ہے تو اسکو فرث نہیں کہا جاتا ہے' خَالِصًا سے مراد یہ ہے کہ خون اور گوبر کے اثرات سے خالص ہو جاتا ہے نہ اس میں خون کا رنگ آتا ہے نہ گوبر کی بوٗ باوجودیکہ دودھ کی پیداوار انہی دونوں چیزوں سے ہوتی ہے' سَائِغٌ: حلق میں آسانی سے اتر جانے والا۔ حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا: جانور چارہ گھاس کھاتا ہے تو کھایا ہوا چارہ انتڑیوں میں ٹھہرتا ہے پھر وہاں اسکی پسائی ہوتی ہے پسنے کے بعد اسکا نچلا حصہ تو گوبر ہو جاتا ہے اور بالائی حصہ خون اور درمیانی حصہ دودھ [دونوں کے درمیان دودھ پیدا ہونے کا یہی مطلب ہے] اور یہ سب کام جگر کے زیر تسلط ہوتا ہے جگر خون کو رگوں میں بہاتا ہے اور دودھ کو تھنوں میں اور گوبر کو وہیں باقی رکھتا ہے جہاں وہ ہے۔ جو شخص ان امور پر سنجیدگی سے غور کریگا اسکو صانع حکیم کی حکمت کاملہ اور قدرتِ تامہ کا اعتراف کرنا پڑیگا۔ (مظہری)

[۳] شریک بن عبداللہ کہتے ہیں کہ اس آیت کی وجہ سے سکر کی اباحت ثابت ہو رہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بطور احسان ذکر کیا اور حرام چیزوں کا ذکر بطورِ احسان نہیں کیا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ سکر کی حرمت پر صحابہ کا اجماع ہے۔ رہا آیت کا جواب تو [یہ آیت مکی ہے] اس کا نزول اسوقت ہوا جب ہر طرح کی پینے کی چیز حلال تھی۔ بغوی نے لکھا ہے کہ کچھ لوگوں کا قول ہے کہ سکر شراب ہے اور رزق حسن سرکہ' اور یہ حکم تحریم خمر سے پہلے کا ہے یعنی اس آیت کا نزول حرمت شراب سے پہلے ہوا تھا۔ حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ سکر وہ پھل ہیں جو حرام کر دیئے گئے' اور رزقِ حسن سے مراد حلال پھل ہیں' حضرت ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ سکر سے مراد کھانا ہے۔ عرب والے بولتے ہیں هٰذَا سَكَرٌ لَّكَ یہ آپکا کھانا ہے۔ حضرت شعبی کہتے ہیں کہ سکر سے مراد پینے کی چیز ہے اور رزق حسن سے مراد کھانے کی چیز ہے۔ عوفی نے حضرت ابن عباس ﷺ کا قول نقل کیا ہے کہ حبشی زبان میں سکر سرکہ کو کہتے ہیں۔ حضرت ضحاک اور نخعی کا قول ہے کہ حبشی زبان میں نشہ آور نبیذ کو سکر کہتے ہیں۔ بہرحال سب سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ آیت تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا منسوخ ہے۔ (مظہری) [۴] وحی کرنے سے مراد ہے الہام کرنا اور دل میں ڈالنا۔ يَعْرِشُوْنَ سایہ کیلئے گھروں کی چھتیں بناتے ہیں یا عرش سے مراد ہے انگور کی بیل۔ عرش کا لغوی معنی ہے چھت۔ مِنَ الْجِبَالِ اور مِنَ الشَّجَرِ اور مِمَّا يَعْرِشُوْنَ میں مِن تبعیضیہ ہے کیونکہ سب پہاڑوں میں اور سب درختوں میں اور سب چھتوں اور انگوروں کی بیل میں شہد کی مکھیوں کی چھتے لگتے ہیں نہ ہر جگہ چھتا ہوتا ہے' بعض پہاڑوں اور درختوں وغیرہ میں بعض جگہ چھتے لگتے ہیں شہد کی مکھی کے چھتے کو مکان کہنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ انسانی مکان کی طرح مکھیوں کے چھتوں میں بھی تمام ضروری حصے ہوتے ہیں ان میں بھی متعدد کمرے' چھتیں اور دروازے ہوتے ہیں اور وہ بھی حسن وصنعت کا ایسا اعلیٰ نمونہ ہوتے ہیں کہ سوائے کسی ماہر انجینئر کے اور کوئی انسان بھی نہ ایسا نقشہ بنا سکتا ہے نہ ایسی تعمیر کر سکتا ہے (مظہری) زجاج کہتے ہیں کہ شہد کی مکھی جنت میں داخل ہوگی۔ عجائب مخلوقات میں ہے کہ عید الفطر کے روز کہا جاتا ہے کہ آج یوم رحمت ہے اس لئے اے مکھیو! آج شہد بناؤ۔ حیٰوۃ الحیوان میں ہے کہ شہد حلال ہے لیکن شہد کی مکھی حرام ہے' جسطرح انسان کا دودھ حلال ہے مگر اسکا گوشت حرام ہے۔ شہد کی مکھی کو قتل کرنا حرام ہے۔ اس مکھی کو برتن سمیت یعنی کوراۃ میں بیچنا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف شہد کی مکھیوں کی بیع صحیح نہیں ہے' جس طرح دیگر حشرات کی بیع صحیح نہیں ہے۔ (روح البیان)

ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ

منقاد باشید بیروں اید از شکم ایشاں آشامیدنے مختلف رنگہاء او

عاجز ہو کر' انکے شکموں سے پینے (کی جو چیز) نکلتی ہے اسکے رنگ مختلف ہیں

فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۶۹ وَاللّٰهُ

دراں شفاعت برائے مردمان ہر آئنہ دریں نشانہ است برائے قومیکہ فکر کنند

اس میں شفا ہے لوگوں کیلئے، بیشک اس میں نشانی ہے ایسی قوم کیلئے جو فکر کرتی ہے ۱

خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ڐ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ

و خدای بیا فرید شما را باز بمیراند شما را و از شما کیست کہ رو گرداہ شود بسوے خوار ترین

اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں موت دیگا اور تم میں سے کوئی وہ ہے جسے ناقص ترین (سخت بڑھاپے کی)

الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَـيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝۷۰ۧ

زندگانی تا داند از پس دانش چیزیرا ہر آئنہ خدا دانا ست توانا

زندگانی کی طرف پھیرا جاتا ہے تاکہ نہ جانے جاننے کے بعد کسی چیز کو' بیشک اللہ جاننے والا قدرت والا ہے ۲

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا

و خدای فضل کرد بعض شما را بر بعضے در روزی پس نیستند

اور اللہ نے تم میں سے ایک دوسرے کو روزی میں ترجیح دی پس جن لوگوں کو روزی زیادہ دی گئی وہ لوگ اپنی

الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَاۗدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰي مَا مَلَكَتْ

آنانکہ افزونی یافتند باز گردانید. مال خود را بر آنچہ مالک شدہ است

روزی میں سے ان لوگوں کو جن پر انکو دسترس حاصل ہو دینے والے نہیں ہیں

اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝۷۱

دستہاء ایشاں پس ایشاں دراں یکسانست آیا نعمت خدای انکار کنند

کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں' کیا وہ سب اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی ان راستوں پر چل کر شہد تیار کر جو تیرے رب نے تجھے بتا دیئے ہیں اور فطری طور پر تجھے سکھا دیئے ہیں اور جب دور دور کے پھلوں کا رس چوس کر اپنے گھر کو لوٹے تو اپنے رب کے بتائے ہوئے راستوں پر لوٹنا' راستہ نہ بھول جانا' یا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے ایسے راستوں پر چلنا کہ تیرے پیٹ کے اندر پھلوں پھولوں سے چوسا ہوا عرق شہد بن جائے۔ ذُلُلاً یعنی وہ راستے اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے آسان کر دیئے ہیں۔ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ یعنی قرآن میں لوگوں کیلئے شفا ہے لیکن آیت کی رفتار بتا رہی ہے کہ "فِيْهِ" کی ضمیر شہد کی طرف راجع ہے یعنی شہد میں شفا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو شفاؤں کو اختیار کرو' شہد اور قرآن۔ صحیحین میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا میرے بھائی کو اسہال کی شکایت ہے فرمایا: شہد پلاؤ۔ حسب حکم اس نے شہد پلایا وہ پھر خدمت گرامی میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضور میں نے شہد پلایا تھا شہد سے اور اسہال میں اضافہ ہو گیا۔ فرمایا اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔ اس نے جا کر پھر شہد پلایا اور مریض اچھا ہو گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے (پیٹ کے) بعض امراض کیلئے تنہا شہد شفاء ہے' اسی لئے کہا جاتا ہے کہ خلوص اور حسن نیت سے جو شخص تنہا شہد کا استعمال کریگا اللہ تعالیٰ اسکو شفا دیگا خواہ کوئی مرض ہو۔ (مظہری) مروی ہے کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میرا حافظہ خراب ہے' آپ نے فرمایا کیا تو اپنے اہل و عیال کی جانب لوٹے گا اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اپنی بیوی سے کہنا وہ اپنی مہر کی رقم میں سے خوشدلی کیساتھ دو درہم دے' پھر تو ان دو درہموں سے دودھ اور شہد خرید لے اور ان دونوں کو بارش کے پانی میں ملا کر پیا کر۔ اللہ تعالیٰ تجھے حافظہ عطا فرمائیگا۔ جاننا چاہیئے کہ شہد میں تین اشیاء ہیں۔ شفاء' حلاوت اور نرمیت۔ امام قشیری کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دستور رہا ہے کہ ہر عزیز کو حقیر شے میں پوشیدہ رکھتا ہے۔ ریشم کو کیڑا میں' جو اصغر الحیوانات ہے' شہد کو مکھی میں جو اضعف الطیور ہے' موتیوں کو صدف میں' جو حیوانات بحر میں سے وحشی حیوان ہے' سونا' چاندی اور فیروز کو پتھروں میں' اسی طرح معرفت اور محبت کو مومنین کے دلوں میں پوشیدہ فرمایا۔ (روح البیان) ۲ اَرْذَلِ الْعُمُرِ: بدترین عمر' ناکارہ عمر' انتہائی بڑھاپا۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ارذل عمر نوے سال ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ۷۵ برس ہے' بعض نے ۸۰ برس کی عمر کو ارذل عمر کہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی دعا میں فرماتے تھے اے اللہ! میں بڑی عمر سے تیری پناہ چاہتا ہوں' دوسری روایت میں ہے کہ اے اللہ! میں تیری پناہ کا طالب ہوں کہ مجھے ارذل عمر تک پہنچایا جائے' باخبر ہونے کے بعد بے خبر کا مطلب یہ ہے کہ تمام معلومات کو بھول جائے اور بچوں کی طرح نادان اور ضعیف الفہم ہو جائے۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ جو قرآن ہمیشہ پڑھتا ہے وہ اس حال پر نہیں پہنچتا۔ (مظہری) جاننا چاہیئے کہ انسان کی عمریں سات طریقے پر ہیں۔ (۱) طفولیت: سات برس تک (۲) صبی: چودہ برس تک (۳) شباب: بتیس برس تک (۴) کہولت (۵) شیخوخت (۶) ہرم (۷) منتھی العمر (روح البیان) ۳ یعنی کسی کو غنی' کسی کو فقیر' کسی کو آزاد اور کسی کو غلام۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نجران کے نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی جب انھیں نے کہا کہ عیسیٰ ابن اللہ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتوں کے پجاریوں سے فرمایا کہ تم یہ نہیں چاہتے ہو کہ تمہارا غلام تمہارے برابر ہو پھر تم یہ کیوں پسند کرتے ہو کہ میرے بندے کو میرے ساتھ شریک ٹھہراؤ' جب تم اپنے غلاموں کے ساتھ ساجھی پسند نہیں کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان پتھروں کو کیونکر شریک ٹھہراتے ہو۔ (القرطبی)

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ
و خدای بیافرید برای شما از تنہاء شما از زنان و بیافرید برای شما
اور اللہ نے تمہارے لئے تمہارے تن سے عورتوں کو پیدا کیا اور تمہارے واسطے
مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ
از زنان شما پسران و دختران و روزی داد شما را از پاکیزہا
تمہاری عورتوں سے لڑکے اور لڑکیاں پیدا کیں اور تمہیں پاکیزہ رزق دیا
اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَيَعْبُدُوْنَ
آیا بباطل میکردند و نعمتہاء خدای ایشاں نمی کردند و می پرستند
تو کیا باطل پر یقین رکھتے ہیں اور وہ سب اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں [1] اور پوجتے ہیں
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ
بجز خدای آنچہ مالک نیست ایشانرا روزی از آسمانہا و
اللہ کے سوا اسے جو مالک نہیں ہے ان کیلئے روزی کا آسمانوں اور
الْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٧٣﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ
زمین چیزیرا و نتوانند پس بیان مکنید مر خدایرا
زمین سے کچھ بھی اور نہ (کچھ) کر سکتے ہیں [2] پس بیان مت کرو اللہ کیلئے
الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٧٤﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ
مثلہا ہر آئنہ خدای میداند و شما نمی دانید بیان کرد خدای
مثلیں، بیشک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو [3] اللہ نے بیان کی
مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ
مثلے بندہ درہم خریدہ توانای ندارد بر چیزے و آنکہ روزی دادیم او را
ایک غلام کی مثال جو کسی چیز پر طاقت نہ رکھتا ہو اور وہ جسے ہم نے روزی دی ہو

[1] حضرت مالک کہتے ہیں کہ "حَفَدَة" خدمت گذار اور مددگار کو کہتے ہیں، حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ اس سے مددگار مراد ہے، ابن عرفہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے تیزی سے مدد کرنا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اولاد کی اولاد کو حفدہ کہتے ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ داماد کو کہتے ہیں، حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ فرماتے ہیں کہ اس سے خسر مراد ہے اس قول پر آیت کا یہ مطلب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بیویوں سے تم کو نر اولاد عطا کی اور انکے نکاح کر دینے سے خسر کے داماد تمہارے لئے مقرر کئے۔ حضرت عطا کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ اولاد ہیں جو مددگار اور خادم ہوتی ہیں، حضرت مقاتل اور کلبی کہتے ہیں کہ بَنِيْنَ سے چھوٹے بچے اور حفدہ سے بڑی اولاد مراد ہیں جو چھوٹے بچوں کی خدمت کرتی اور انکی مدد کرتی ہیں، عوف کی روایت میں حضرت ابن عباس ﷺ کا قول آیا ہے کہ اپنی بیوی کے بچے مراد ہیں جو پہلے شوہر سے ہوں۔ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میرا اور کافر جن وانس کا ایک عظیم واقعہ اور عجیب معاملہ ہے پیدا میں کرتا ہوں پوجا دوسروں کی کی جاتی ہے، رزق میں دیتا ہوں شکر دوسروں کا کیا جاتا ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ باطل سے مراد ہے بحیرہ، سائبہ اور وصیلہ کی ازخود باغواء شیطانی تحریم [یہ تینوں قسمیں اونٹوں یا سانڈھوں کی عرب میں ہوتی تھیں بعض کا گوشت کھانا، سواری لینا اور بوجھ لادنا مشرکوں نے حرام کر رکھا تھا] مطلب یہ ہے کہ بحیرہ وغیرہ کی حرمت کا تو یہ لوگ عقیدہ رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حلال پاکیزہ رزق کی حلت کا انکار کرتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ باطل سے مراد شیطان ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک ہے۔ (مظہری)

[2] جو رزق آسمان سے آتا ہے پس وہ بارش ہے اور جو رزق زمین سے آتا ہے پس وہ نباتات اور پھل ہیں گویا کہ اس میں کہا جا رہا ہے کہ مشرکین ایسے کی عبادت کرتے ہیں جو آسمان سے بارش اتارنے پر نہ زمین سے نباتات و پھل نکالنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اس کلمہ کا فائدہ یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کا مالک تو نہیں ہوتا لیکن دوسرے طریقہ سے اسکی ملکیت کی استطاعت رکھتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے ہر اعتبار سے مشرکین کو بتا دیا کہ یہ بت کسی بھی زاویے سے کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔ (تفسیر کبیر) جاننا چاہیئے کہ بندہ رزق کے باب میں چند طریقے پر ہے (١) انسان کی ایک قسم وہ ہے جس نے اپنے رزق کو طلب میں کیا پس جسکا رزق طلب میں ہو اس پر لازم ہے کہ حلال طیب کمائے اور اپنے ہاتھ کی کمائی حلال طیب ہے مثلاً (٢) انسان کی دوسری قسم وہ ہے جس نے اپنے رزق کو قناعت میں کیا اور قناعت لغت میں ملنے والے حصے پر راضی ہونے کو کہتے ہیں اور اہل حقیقت کی اصطلاح میں سکون کو کہتے ہیں (٣) انسان کی تیسری قسم وہ ہے جس نے اپنے رزق کو توکل میں کیا اور توکل عبارت ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس پر قائم رہنا اور جو لوگوں کے پاس ہے اس سے مایوس ہونا۔ (٤) انسان کی چوتھی قسم وہ ہے جس نے اپنے رزق کو مشاہدہ اور مجاہدہ میں کیا جیسے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان اَبِيْتُ عِنْدَ رَبِّيْ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِيْ "میں اپنے رب کے حضور رات گذارتا ہوں اس حال میں کہ میرا رب مجھے کھلا دیتا ہے اور مجھے پلا دیتا ہے"۔ اس جملہ سے مشاہدہ کی جانب اشارہ ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: جَعَلَ رِزْقِيْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِيْ "میرے رزق کو میرے نیزے کے سایہ تلے کیا" اس جملہ سے مجاہدہ کی جانب اشارہ فرمایا پس عاقل پر مجاہدہ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت لازم ہے [نہ کہ ان بتوں کی] تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمت اور بڑھا دے۔ (روح البیان) [3] یعنی اللہ تعالیٰ کی خلقت کو انکے مشابہ نہ بناؤ۔ زجاج کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اس لئے کہ وہ ایک ہے اور اسکا کوئی مثل نہیں ہے۔ تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (تفسیر کبیر)

مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ

از ما روزی نیکو پس او نفقه کند از و پنہاں و آشکارا آیا

اپنی طرف سے اچھی روزی اور وہ اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں کیا

يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَضَرَبَ

برابر اند ہمه ستائش مر خدایراست بلکه اکثر ایشاں نمی دانند و بیان کرد

وہ سب برابر ہیں، تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں، بلکہ ان میں اکثر جانتے نہیں ہیں ۱؎ اور بیان کی

اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَیْءٍ وَّ

خدای مثلے دو مرد یکے از ایشاں گنگ قدرت ندارد بر چیزے و

اللہ نے ایک مثال دو مردوں کی ان میں سے ایک گونگا ہو (اور) کسی چیز پر قدرت نہ رکھتا ہو اور

هُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ

او گرانست بر کسیکه متولی او شده ہر جا که فرستد او را باز نیاید به نیکی آیا

وہ اپنے متولی پر بوجھ ہو جس جانب اسے بھیجے وہ بھلائی لیکر نہ لوٹے، کیا

يَسْتَوِیْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ

برابر باشد او و ہر که میفرماید براستی و او بر راه

وہ برابر ہے، اور جو حق کا حکم کرتا ہو اور وہ سیدھی

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٧٦﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَاۤ اَمْرُ

راست و مر خدایرا ست پوشیده آسمانہا و زمین و نیست کار

راہ پر ہو ۲؎ اور اللہ کیلئے آسمانوں اور زمین کا غیب ہے اور نہیں ہے قیامت کا

السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

قیامت مگر مانند نگریستن چشم بلکه او نزدیک تر است ہر آئنه خدای بر ہمه

معاملہ مگر مثل پلک جھپکنے کے بلکہ وہ (اس سے بھی) نزدیک تر ہے، بیشک اللہ تمام

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال اپنی ذات اور دوسرے باطل معبودوں کا فرق واضح کرنے کیلیے بیان کی ہے، مَمْلُوْكًا سے مراد یہ ہے کہ وہ بندہ آزاد نہیں، یوں تو سبھی لوگ آزاد ہوں یا غلام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَیْءٍ کہنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ مکاتب نہیں ہے اور اسکو لین دین کی آقا کی طرف سے اجازت دی گئی ہے [مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس نے آقا سے معاہدہ کرلیا ہو کہ اتنے روپے کما کر جب میں تمکو دیدونگا تو آزاد ہو جاؤنگا اور آقا نے اس معاہدہ کو تسلیم کرلیا ہو] اللہ تعالیٰ نے اس مثال میں باطل معبودوں کو اس غلام سے تشبیہ دی جو بے بس اور ہر قسم کا تصرف کرنے سے عاجز ہے۔ کچھ بھی اسکو اختیار نہیں اور اپنی ذات کو آزاد اور سخی آدمی سے تشبیہ دی جو جتنا چاہے صرف کرتا ہے ظاہر ہے کہ تصرف سے اسکو کوئی روک نہیں سکتا اور پوشیدہ خرچ سے کوئی مانع نہیں ہو سکتا اس تمثیل سے شرک کے باطل ہونے پر استدلال کیا ہے کیونکہ جن بتوں کو اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شریک قرار دیا جاتا ہے وہ تو بے اختیار غلام سے زیادہ عاجز ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر آزاد، غنی، سخی سے زیادہ مالکِ مال اور عطا کنندہ اور قوی و مختار ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ ہی تمام نعمتوں کا عطا کرنے والا ہے لھذا وہی ہر ستائش کا مستحق ہے اسکے سوا اور کوئی نعمت دینے والا نہیں اس لئے کوئی دوسرا قابل ستائش نہیں، معبودیت کا استحقاق تو بجائے خود رہا۔ اکثر لوگ چونکہ جانتے نہیں نادانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو دوسرے کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور غلط انتساب کی وجہ سے باطل معبودوں کی عبادت کرتے ہیں۔ بعض اہل تفسیر کا خیال ہے کہ عَبْدًا مَّمْلُوْكًا کافر کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکو توفیق ہی نہیں دی کہ کوئی بھلائی کر سکے یا راہِ خدا میں کچھ صرف کر سکے ہر طرح کی خیر سے عاجز ہے اور مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا مؤمن کی مثال ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ ابن جریج نے عطاء کا قول نقل کیا ہے کہ عبد مملوک سے مراد ابوجہل ہے اور مَنْ رَّزَقْنٰهُ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق ؓ ہیں۔ (مظہری) ۲؎ اَبْكَمُ: پیدائشی گونگا جو نہ سمجھتا ہو نہ بول سکتا ہو۔ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَیْءٍ کم فہمی کی وجہ سے وہ نہ کسی صفت پر قادر ہے نہ کسی کام کی تدبیر پر، كَلٌّ: بار و بال ہے۔ مَوْلٰىهُ: اپنے سرپرست کیلئے [یہاں مولا بمعنی آقا مراد نہیں ہے] لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ یعنی کسی معمولی کام کو بھی ٹھیک کر کے نہیں لاتا یہ تشبیہ بتوں کی ہے جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ کچھ سمجھتے ہیں پوجنے والوں پر خواہ مخواہ کا بار ہیں بیچاری خود انکو اٹھاتے اور رکھتے ہیں اور سب بے سود، بت انکو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ هَلْ يَسْتَوِیْ هُوَ وَمَنْ الخ یعنی جو شخص سلیم الطبع اور سمجھدار ہو خوب رواں سلیس گفتگو کر سکتا ہو ہر کام ٹھیک اور پورا پورا کرتا ہو، لوگوں کو تمام اچھی باتیں سکھاتا ہو، غرض یہ کہ عدل [جو عفت، شجاعت اور حکمت کا مجموعہ ہے] کی تعلیم دیتا ہو اس گونگے، ناکارہ بے وقوف کی طرح ہو سکتا ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ حضرت عطاء نے اس آیت کے [سبب نزول] کے ذیل میں بیان کیا کہ اَبْكَمُ سے مراد ابی بن خلف ہے اور مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ سے مراد حضرت حمزہ، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عثمان بن مظعون ؓ ہیں۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ قبیلہ ربیعہ کا ایک شخص تھا جسکا نام ہاشم بن عمرو بن حارث تھا یہ رسول اللہ ﷺ کا سخت دشمن تھا اور بہت ہی شریر تھا اسی کے متعلق اس آیت کا نزول ہوا۔ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ آیت ضَرَبَ اللّٰهُ عَبْدًا مَّمْلُوْكًا ایک قریشی آدمی اور اسکے غلام کے متعلق نازل ہوئی اور آیت رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ حضرت عثمان اور انکے کافر غلام اسید بن ابوالعیص کے متعلق نازل ہوئی اسید کو اسلام سے سخت نفرت تھی خود بھی کافر تھا اور دوسروں کو اسلام اور بھلائی سے روکتا تھا۔ (مظہری)

شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۷۷﴾ وَاللّٰہُ اَخۡرَجَکُمۡ مِّنۡۢ بُطُوۡنِ اُمَّہٰتِکُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ
چیز توانا ست و خدای بیروں آرد شما را از شکمہاء مادران شما نمی دانید
چیز پر قادر ہے ۱ اور اللہ نے تمہیں تمہارے ماں کے پیٹ سے نکالا تم نہیں جانتے تھے

شَیۡئًا ۙ وَّ جَعَلَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ الۡاَفۡـِٕدَۃَ ۙ لَعَلَّکُمۡ
چیزیرا و داد شما را گوش و دیدہا و دلہا شاید کہ شما
کچھ اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے شاید کہ تم

تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الطَّیۡرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیۡ جَوِّ
شکر کنید آیا نمی نگرند بسوے مرغان رام شدہ در ہوا
شکر کرو ۲ کیا وہ نہیں دیکھتے پرندوں کی جانب (کہ کیسا) مسخر کیا ہوا میں

السَّمَآءِ ؕ مَا یُمۡسِکُہُنَّ اِلَّا اللّٰہُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ
میان آسمان نہ نگہدارد ایشانرا مگر خدای ہر آئنہ دریں نشانہا ست مر قومیرا کہ
ہے فضائے آسمانی میں انکی حفاظت اللہ کے سوا کوئی نہیں کرتا ہے اس میں نشانیاں ہیں ایسی قوم کیلئے جو

یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۷۹﴾ وَ اللّٰہُ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡۢ بُیُوۡتِکُمۡ سَکَنًا وَّ جَعَلَ
میگروند و خدای گردانید برای شما از خانہاء شما آرامگاہ و گردانید
ایمان رکھتی ہے ۳ اور اللہ نے تمہارے واسطے گھر کو آرام کی جگہ بنایا اور

لَکُمۡ مِّنۡ جُلُوۡدِ الۡاَنۡعَامِ بُیُوۡتًا تَسۡتَخِفُّوۡنَہَا یَوۡمَ
برای شما از پوستہاء چہارپایان خانہا کہ سبک می یابید آنرا روز
تمہارے واسطے چوپایوں کی کھالوں سے گھر بنایا جسے تم ہلکا پاتے ہو اپنے سفر

ظَعۡنِکُمۡ وَ یَوۡمَ اِقَامَتِکُمۡ ۙ وَ مِنۡ اَصۡوَافِہَا وَ اَوۡبَارِہَا
نفر شما و روز اقامت شما و از پشمہای آں و پشمہاء نرم و
کے روز اور اپنی اقامت کے روز اور انکے اون سے اور رونگٹوں سے اور

۱ اس آیت میں یہ بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ کامل فی العلم اور قدرت ہے، کمالِ علم تو اس ٹکڑے میں بیان ہوا وَلِلّٰہِ غَیۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اور کمال قدرت اس ٹکڑے میں بیان ہو رہا ہے وَمَا اَمۡرُ السَّاعَۃِ اِلَّا کَلَمۡحِ الۡبَصَرِ اَوۡ ہُوَ اَقۡرَبُ. ساعت اسوقت کو کہتے ہیں جس میں قیامت قائم ہوگی۔ لَمۡحٌ تیزی سے پلک جھپکانا۔ (تفسیر کبیر) اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ یعنی اللہ تعالیٰ قیامت قائم کرنے اور مخلوق کو دوبارہ اٹھانے پر قادر ہے۔ حضرت انس بن مالک ﷛ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ قیامت کب آئیگی؟ آپ نے فرمایا کہ تو نے قیامت کی کیا تیاری کی ہے' اس شخص نے جواب دیا کہ ہمارے پاس کچھ تیاری نہیں ہے سوائے اسکے کہ میں اللہ اور اسکے رسول سے محبت کرتا ہوں' آپ نے ارشاد فرمایا: تو قیامت میں اسکے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ نبی ﷺ کا یہ فرمان کہ جو جس سے محبت کرتا ہے وہ قیامت میں اسی کیساتھ ہوگا' اس کیلئے ضروری ہے کہ دونوں کا دین ایک ہی ہو۔ جاننا چاہیئے کہ نفس کا اپنے رب کی طرف لوٹنا اسوقت ہوگا جب اسے اسکے اوصاف سے موت دی جائے۔ اماتت صفتِ جلالی کی تجلی سے حاصل ہوتی ہے پس جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر تجلی فرماتا ہے تو اس کیلئے زمان و مکان باقی نہیں رہتا۔ تجلیات تین ہیں (۱) تجلی علمی: اصحاب برازخ میں سے اسکے اہل ہیں اسکے لئے مرشد صحیح نہیں ہے مگر تقلیداً (۲) تجلی عینی (۳) تجلی حقی: دوسری اور تیسری تجلی کے اہل اربابِ یقین اور وصول ہیں انکی شان میں سے ہے کہ جمیع مراتب میں لوگوں کی رہنمائی کریں یعنی مرتبۂ طبعیہ، نفس، قلب، روح، طریقۂ معرفت اور حقیقت میں، یہ گروہ اہل بصیرت ہوتے ہیں جنکی جانب اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ موجود ہے۔ قُلۡ ہٰذِہٖ سَبِیۡلِیۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ. ترجمہ: ''آپ فرما دیجئے یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور میرے پیروکار بصیرت پر ہیں''۔ (روح البیان) ۲ یعنی جب تمہاری پیدائش ہوئی تو تم کچھ نہیں جانتے تھے۔ اس میں تین اقوال ہیں (۱) تمہیں کچھ معلوم نہیں تھا جو تم نے اپنے آباء کے اصلاب میں وعدہ کیا تھا (۲) تمہیں کچھ نہیں معلوم کہ تمہاری سعادت اور شقاوت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا فیصلہ کیا (۳) تمہیں کچھ معلوم نہیں کہ کن چیزوں سے تمہیں نفع حاصل کرنا ہے یہاں کلام مکمل کیا پھر ابتدا کی اور فرمایا وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـِٕدَۃَ یعنی ان حواس کے ذریعے تم ان چیزوں کو جانتے ہو اور انکا ادراک کرتے ہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنی عبادت کیلئے پیدا فرمایا اسکے بعد آنکھ' کان اور دل عطا فرما کر اسے اوامر و نواہی کا پابند بنایا' کان اس لئے دیئے تا کہ اسکے ذریعے اللہ تعالیٰ کا حکم سن کر اس پر عمل کرے اور اللہ تعالیٰ کی نہی سن کر ان چیزوں کو چھوڑ دے جنھیں اسے چھوڑنے کا حکم دیا گیا' آنکھیں اس لئے دی گئیں تا کہ ان آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی صفت کے آثار دیکھے اور دل اس لئے دیا تا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی معرفت پہنچائے۔ وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمۡعَ کے ضمن میں مطلق کا اثبات کیا گیا ہے اس لئے کہ جو سنے گا نہیں وہ کلام نہیں کریگا نتیجہ یہ نکلا کہ جو سنے گا وہ کلام بھی کریگا۔ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ اس میں دو تاویل ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تم شکر بجالاؤ (۲) اللہ تعالیٰ کی صفت کے جو تم آثار دیکھ رہے ہو اسکے دیکھنے کی قوت دینے پر شکر بجالاؤ۔ (القرطبی) ۳ یعنی یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے' کیا تم ان پرندوں کو نہیں دیکھتے ہو کہ آسمان اور زمین کے درمیان وسیع و عریض فضاء میں کس طرح اڑتے ہیں باوجودیکہ یہ ایک معمولی سا پرندہ ہے جب یہ پرندہ اڑتا ہے تو اسے گرنے سے اللہ تعالیٰ کے سوا کون روکتا ہے۔ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ یعنی جو ذکر کیے گئے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی آیاتِ ظاہرہ اور علاماتِ باہرہ ہیں لیکن یہ اس قوم کیلئے ہے جو اللہ کے رسولوں کی تصدیق کرتی ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿٨٠﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ

موہا کہ بر را بود رختہا و بر خود داری تا ہنگامے و خدای گردانید برائے شما

اسکے بالوں سے کھیتی گرستی کے سامان اور برتنا ہے ایک وقت تک ۱؎ اور اللہ نے تمہارے واسطے

مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ

از آنچہ بیافرید سایہا و کرد برائے شما از کوہ ہا پوششہا و کرد

اس سے جو اس نے پیدا کیا سائے بنائے اور تمہارے واسطے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہ بنائی اور

لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ط

برائے شما پیراہن را باز دارد شما را ضرر گرما و از پیراہن خود را کہ نگاہدارد شما را در کارزار

تمہارے لئے لباس بنایا جوتمہیں گرمی کے نقصان سے بچاتا ہے اور کچھ لباس وہ جوتمہیں تمہاری لڑائی میں بچاتا ہے

كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿٨١﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا

ہمچنیں تمام گرداند نعمت خود را بر شما شاید کہ شما اسلام آرید پس اگر روگردانند

اسی طرح اپنی نعمت تم پر پوری فرماتا ہے شاید کہ تم ایمان لاؤ ۲؎ پس اگر منہ پھیریں

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٨٢﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ

پس جز ایں نیست بر تو رسانیدن بیداں میشناسند نعمتہای خدارا پس

تو اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ آپ پر واضح فرمانا ہے ۳؎ پہچانتے ہیں اللہ کی نعمتوں کو پھر

يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٣﴾ ع وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ

انکار کنند آنرا و بیشترین ایشاں کافران و روزیکہ بر انگیزیم از

اسکا انکار کرتے ہیں اور ان میں اکثر کافر ہیں ۴؎ اور جس روز ہم اٹھائیں گے

كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ

ہر امتی گواہ پس نذہید مر آنانرا کہ نگرویدند و نہ ایشاں

ہر امت سے گواہ پھر اجازت نہ دی جائے گی ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا اور نہ ان سب

۱؎ اس آیت میں توحید کے دلائل بیان کئے جا رہے ہیں، نعمتوں کے اقسام اور مکانوں کے اقسام بیان ہو رہے ہیں۔ انسان جن گھروں میں رہتا ہے اسکی دو قسمیں ہیں (۱) وہ مکان جنہیں لکڑی اور مٹی سے بناتے ہیں اور اس پر چھت بھی ڈالتے ہیں۔ اس گھر کی جانب اس ٹکڑے سے اشارہ کیا جارہا ہے وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا. واضح رہے کہ گھروں میں سے یہ وہ قسم ہے جسے منتقل کرنا ممکن نہیں ہے بلکہ انسان خود اسکی جانب منتقل ہوتا ہے۔ (۲) خیمے اور اس جیسی دوسری چیز، اس گھر کی جانب اس ٹکڑے سے اشارہ کیا جارہا ہے وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ. واضح رہے کہ گھر کی اس قسم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ممکن ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲؎ جاننا چاہیئے کہ انسان مقیم ہوگا یا مسافر، پھر مسافر غنی ہوگا کہ اپنے ساتھ خیمے وغیرہ لے جانے پر قدرت رکھتا ہوگا یا نہیں۔ پس اس طرح انسان کی تین حالتیں بن گئیں۔ (۱) انسان اگر مقیم ہوگا تو اسکی جانب وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا سے اشارہ کیا گیا ہے (۲) مسافر ہو اور خیمہ ساتھ لے جانے پر قدرت رکھتا ہو تو اسکی جانب وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا سے اشارہ کیا گیا ہے (۳) انسان مسافر ہو اور خیمہ ساتھ لے جانے پر قدرت نہ رکھتا ہو تو اسکی جانب وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا سے اشارہ کیا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر) یعنی درختوں، پہاڑوں اور مکانوں کے سائے بنائے جو دھوپ کی تپش سے بچاتے ہیں اور پہاڑوں میں چھپنے اور محفوظ رہنے کے مقامات مثلاً غار اور پہاڑوں کے اندر پتھروں کو تراش کر بنائے ہوئے مکان۔ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ الخ یعنی جس طرح مذکورہ نعمتیں تم کو عطا فرمائیں اسی طرح تم پر اپنی نعمتیں پوری کرتا ہوں تمہارے لئے ہی اس نے اپنے رسول ﷺ کو بھیجا اور رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کیلئے انکو معجزات عطا کئے اور اپنی کتاب نازل کی اور واضح دلیل قائم کی اور اسلام کو عزت دی یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ اکثر لوگ فرمانبردار ہو جائیں اور خالص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں۔ خراسانی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی سمجھ کے موافق قرآن نازل فرمایا۔ دیکھو پہاڑوں میں پناہ گاہیں پیدا کرنے کا ذکر کیا اور میدان وصحرا جو پہاڑوں سے بڑے ہیں انکا ذکر نہیں کیا وجہ یہ ہے کہ انکے چاروں طرف پہاڑ تھے پہاڑ انکے سامنے تھے، اسی طرح اون، روئیں، بالوں کے خیمے ڈیروں کا تذکرہ اس لئے کیا کہ وہ مویشی پالا کرتے تھے انکے پاس اون، بال وغیرہ ہی تھے، اسی طرح ایک اور آیت میں فرمایا: وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاۤءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ یعنی اللہ تعالیٰ آسمانی پہاڑوں سے اولے اتارتا ہے ثلج [آسمانی برف] کا ذکر نہیں حالانکہ ژالہ باری سے برف کہیں زیادہ ہوتی ہے اسکی وجہ بھی یہی تھی کہ وہ برف باری سے واقف ہی نہ تھے، اسی طرح ان آیات میں گرمی سے حفاظت کو لباس کا فائدہ قرار دیا ہے۔ سردی کا ذکر نہیں کیا کیونکہ انکو گرمی ہی سے زیادہ واسطہ پڑتا تھا۔ (مظہری) ۳؎ یعنی اتنے دلائل اور نشاناتِ قدرت کے بعد بھی اگر یہ گریز کریں تو آپ انکی پروہ نہ کریں رنجیدہ اور تنگ دل نہ ہوں آپکا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسکے سامنے پڑھا وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ اس نے کہا جی ہاں! اسکے بعد اگلی آیت پڑھی اور اعرابی ہر بار کہتا جی ہاں! آخر میں جب آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ الخ یہ سن کر اعرابی منہ پھیر کر چل دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مظہری) ۴؎ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ آیت میں نعمت سے مراد وہ چیزیں ہیں جنکا ذکر اس سورت میں ہوا۔ حضرت سدی کہتے ہیں کہ یہاں نعمت سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں یعنی وہ لوگ آپکی نبوت کو پہچانتے ہیں۔ (القرطبی) حضرت سرسقطی کہتے ہیں کہ شکر کی تین قسمیں ہیں (۱) شکر القلب: بندہ اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی نعمت پہچانے (۲) شکر البدن: بندہ اپنے اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگائے (۳) شکر اللسان: بندہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی تحمید میں لگا رہے۔ (روح البیان)

يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَإِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا

مطالب شوند و چوں بہ بینند آنانکہ ستم کردند عذاب را پس

کے مطالب (عذر) سنے جائیں گے ١ اور جب دیکھیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا عذاب کو پس

يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٨٥﴾ وَإِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

سبک کردہ نشود از ایشاں و ایشاں نمی نگرند و چوں بہ بینند آنانکہ شرک آوروند

ہلکا نہ کیا جائیگا ان سے اور نہ انھیں مہلت دی جائیگی ٢ اور جب دیکھیں گے وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا

شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا

ابناء آں خود را گویند اے پروردگار ما ایں گروہ مارند آنانکہ بودیم ما

اپنے شریکوں کو کہیں گے اے ہمارے رب! یہ گروہ ہمارے شریک ہیں جن کو ہم

نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٨٦﴾

می پرستیم بجز تو پس بیفکند بدیشاں قول را ہر آئنہ شما تکذیب کنندگان

پوجتے تھے تیرے سوا' پس وہ شریک ان پر ہی بات پھینکیں گے کہ بیشک تم جھٹلانے والے ہو ٣

وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ اِلسَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

و بیفگنند بسوے خدای در آنروز صلح را و گم شد از ایشاں آنچہ بودند

اور اس روز اللہ کی طرف صلح ڈالیں گے اور گم ہوئے ان سے جو وہ سب

يَفْتَرُوْنَ ﴿٨٧﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ

کہ بر می بافتند آنانکہ نگرویدند و باز داشتند از راہ

جھوٹ باندھتے تھے ٤ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی

اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا

خدای زیادہ کنیم ایشانرا عذابے بر عذاب بسبب آنچہ بودند

راہ سے روکا ہم ان کیلئے عذاب پر عذاب بڑھائیں گے بسبب اس کے جو

١ یہاں شھداء سے مراد انبیائے کرام علیھم السلام ہیں جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ''پس کیسا ہوگا جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے پھر آپ کو ان پر گواہ لائیں گے'' ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا. اس میں تین احتمالات ہیں (١) ان کافروں کو عذر پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائیگی (٢) کثرتِ کلام کی انھیں اجازت نہیں دی جائیگی (٣) انھیں دار دنیا اور تکلیف کی جانب لوٹنے کی اجازت نہیں دی جائیگی۔ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ اَلْاِسْتِعْتَابُ طلب عتاب کو کہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) یعنی ان کافروں سے نہیں کہا جائیگا کہ تم اپنے رب کی رضا طلب کرلو اور نہ ایسی چیز کو جو رضا کو مستلزم ہو اس لئے کہ رضا حاصل ہوتی ہے ایمان اور عمل صالح سے اور آخرت دار جزاء ہے نہ کہ دار عمل' اسی بناء پر کہا گیا ہے کہ اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے پس جو بیج زمین میں فاسد اور باطل ہو جائے اسکا پھل آخرت میں نہیں ملیگا۔ (روح البیان)

٢ یعنی کافروں کو جب جہنم میں عذاب دیا جائیگا تو انھیں مہلت نہیں دی جائیگی کہ وہ آرام کریں کیونکہ بے عذاب انھیں ایک لحہ کیلئے بھی نہیں چھوڑا جائیگا۔ (روح البیان)

٣ مشرکین جن بتوں کی عبادت کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان بتوں کو انکے سامنے پیش کریگا تا کہ یہ لوگ آج ان بتوں کی حقارت اور ذلت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور اس لئے بھی کہ مشرکین ان بتوں کی تصدیق کرتے تھے یعنی ہر وہ چیز انھیں دکھائی جائیگی جو انکے دلوں میں غم اور حسرت بڑھائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان بتوں کو شرکاء دو وجہ سے فرمایا (١) کفار ان بتوں کا نام شرکاء اللہ رکھتے تھے اس لئے آج بھی ان بتوں کو شرکاء کہہ دیا گیا (٢) کفار اپنے اموال میں ان بتوں کیلئے حصہ مقرر کیا کرتے تھے بایں سبب انھیں شرکاء کہا گیا۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ یہاں شرکاء سے مراد شیاطین ہیں جو کفار کو کفر کی جانب بلاتے تھے یہ قول اس لئے پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان شرکاء کے بارے میں خود ارشاد فرمایا کہ یہ جھوٹ القاء کرتے تھے اور بت تو جمادات ہیں انکی جانب سے کیسے القاء ہوسکتی ہے اس لئے ضروری ہوا کہ شرکاء سے مراد شیاطین ہوں تا کہ القائے قول صحیح ہو۔ یہاں یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو خلق حیات پر کامل قدرت رکھتا ہے ان بتوں میں عقل اور نطق پیدا فرمادیا ہو ایسی صورت میں بتوں کی جانب سے القائے قول درست ہے۔ ابو مسلم اصفہانی کہتے ہیں کہ مشرکین اپنے گمان کیمطابق کہتے تھے کہ یہ بت ہمیں اللہ کے عذاب سے نجات دلائیں گے' یا ہم سے اللہ کے عذاب کو کم کردینگے' اب اللہ تعالیٰ بوقتِ عذاب انکے سامنے ان بتوں کو پیش کر کے فرمائیگا کیا یہ بت تمہیں میرے عذاب سے نجات دلا رہے ہیں یا میرے عذاب میں کوئی کمی کر رہے ہیں اس طرح انکا یہ نظریہ جھوٹا نکلا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مشرکین بتوں کے سامنے کھڑے ہو کر تعجب کے ساتھ کہتے تھے کہ ان کے ساتھ کوئی گناہ نہیں ہے۔ آج ان بتوں کو دکھا کر کہا جا رہا ہے کہ انکا یہ نظریہ غلط تھا۔ (تفسیر کبیر) اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ یعنی اے مشرکو! شرکاء کی تعریف میں تمہارا دعوی جھوٹا ہے اس لئے کہ ہم نے تمہیں اپنی عبادت کا حکم دیا' تم نے ہماری عبادت کو چھوڑ کر ان بتوں کی عبادت شروع کردی حالانکہ ایک جگہ ارشاد ہے وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ اور شے میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو تسبیح اسکی حمد کے ساتھ نہ کرتی ہو۔ (روح البیان) ٤ یعنی مشرکین اس روز اللہ تعالیٰ کے حضور صلح کی باتیں کرنے لگیں گے اور جو کچھ دروغ بندیاں کرتے تھے سب گم ہو جائیں گی یعنی دنیا میں تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے تکبر کرتے تھے مگر قیامت کے روز اطاعت کا اظہار کرینگے اور جو دروغ تراشیاں کرتے اور کہتے تھے کہ انکے معبود اللہ تعالیٰ کے دربار میں سفارش کردینگے وہ سب افترا پردازیاں بیکار ثابت ہونگی۔ (مظہری) وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ یعنی مشرکین ان بتوں سے جو شفاعت وغیرہ کی آس لگائے بیٹھے تھے وہ سب باطل ہو جائینگی۔ (صفوۃ التفاسیر)

يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِىْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ

تباہی میکردند و روزیکہ بر انگیزیم در ہر امتی گواہی بر ایشاں

وہ سب فساد کرتے تھے ۱ اور جس روز ہم اٹھائیں گے ہر امت میں گواہ ان ہی

مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَنَزَّلْنَا

از تنہاء ایشاں و بیاریم ترا گواہ بریں گروہ و فرستادیم ما

میں سے ہم آپکو گواہ بنا کر اس گروہ پر لائیں گے اور ہم نے

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّ

بر تو کتاب بیانے روشن برائے ہمہ چیز و راہ نماینده و رحمت و

آپ پر کتاب اتاری (جس میں) ہر چیز کا واضح بیان ہے اور راہ دکھانے والی اور رحمت اور

بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ

مژده مر مسلمانانرا ہر آئنہ خدای میفرماید براستی و احسان

مسلمانوں کیلئے خوشخبری ۲ بیشک اللہ حکم فرماتا ہے عدل اور احسان کا

۱۲ ع ۱۸

وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَ

و دادن بخویشاوندان و باز میدارد از بدی و زشتی و

اور رشتے داروں کو دینے کا اور روکتا ہے برائی اور بے حیائی اور

الْبَغْىِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ

از ستمگارے پند دہد شما را شاید کہ شما پند گیرید و وفا کنید بعہد خدای

ظلم سے، نصیحت فرماتا ہے تمہیں کہ تم نصیحت حاصل کرو ۳ اور پورا کرو اللہ کے عہد کو

اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ

چوں عہد بستہ اید کہ مشکستید سو گناہا بعد از استواری آں و

جب عہد باندھو اور نہ توڑو قسموں کو اسکے مضبوط کرنے کے بعد اور

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی اسلام سے لوگوں کو روکتے اور کفر پر آمادہ کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے "عَـذَابًا" کی تشریح میں فرمایا: بچھو ہونگے جنکے ڈنگ کھجور کے لمبے درختوں کے برابر ہونگے۔ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ سانپ ہونگے بختی اور اونٹوں کی طرح بچھو ہونگے خچروں کی طرح، جنکے ایک مرتبہ کاٹنے کا اثر چالیس سال تک ڈسا ہوا آدمی محسوس کرتا رہے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ عرش کے نیچے سے پگلے ہوئے تانبے کے پانچ دریا نکلتے ہیں جو آگ کی طرح ہیں ان دریاؤں میں دن کی مدت کے برابر ہمیشہ سزا پاتے رہیں گے بعض نے کہا کہ گرمی کے عذاب سے سردی کے عذاب کی طرف انکو نکال کر لایا جائیگا سردی کی شدت کی وجہ سے وہ چیخیں گے فریاد کرینگے اور دوزخ کی گرمی میں جانا چاہیں گے۔ (مظہری)

۲ جاننا چاہیئے کہ قرآن اہل شریعت وحقیقت کیلئے کافی ہے پس جو کوئی اسکے بتائے ہوئے راستے پر چلیگا اِدھر اُدھر بھٹکنے سے امن میں رہیگا اور جو اسکے خلاف عمل کریگا اور اپنے نفس کی پیروی کریگا وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوگا اور اپنے مولا کی ناراضگی میں ہوگا۔ حضرت سہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصولِ دین دو رکن پر ہیں ایک کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامنا، دوم سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنا۔ حضرت ابو یزید کہتے ہیں کہ چھ چیزیں اعضائے رئیسہ یعنی دل، جگر اور دماغ کو مضبوط کرتی ہیں (۱) علم کا استعمال (۲) حسن ادب (۳) نفس کا محاسبہ (۴) زبان کی حفاظت (۵) عبادت کی کثرت (۶) سنت کی پیروی۔ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ ہمارا مذہب کتاب اور سنت سے مقید ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مخلوق پر تمام راستے مسدود ہیں سوائے اسکے جو اثرِ رسول ﷺ پر اکتفا کرے (روح البیان)

۳ مروی ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے اس آیت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تلاوت کیا تو آپکو تعجب ہوا پھر آپ نے فرمایا: اے آلِ غالب! اسکی پیروی کرو فلاح پاجاؤ گے پس اللہ کی قسم بیشک اللہ تعالیٰ نے اسے اسلئے بھیجا کہ تم اسکے ذریعے مکارم اخلاق کا حکم دو۔ حدیث میں ہے کہ جب ابوطالب سے کہا گیا کہ آپکے بھائی کا بیٹا گمان کرتا ہے کہ ان پر آیت اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ الخ نازل ہوئی ہے، یہ سنکر ابوطالب نے کہا کہ تم سب میرے بھائی کے بیٹے کی پیروی کرو پس اللہ کی قسم! بیشک وہ حکم نہیں دیتے مگر محاسن اخلاق کا۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جب یہی آیت ولید بن مغیرہ کے سامنے تلاوت فرمائی تو اس نے کہا کہ آپ اسے پڑھیئے چنانچہ آپ نے دوبارہ تلاوت فرمائی تو اس نے کہا: اللہ کی قسم بیشک اس میں جو حلاوت ہے وہ کسی بشر کے کلام میں نہیں ہوسکتا۔ غزنوی نے ذکر کیا کہ حضرت عثمان بن مظعون وہ قاری ہیں جنہوں نے کہا کہ ابتداء حیا کی وجہ سے ایمان لے آیا تھا یہاں تک کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ایمان نے میرے دل میں قرار پایا، پس میں نے یہ آیت ولید بن مغیرہ کے سامنے تلاوت کی تو اس نے مجھ سے کہا کہ اے بھتیجے! دوبارہ پڑھیئے پس میں نے دوبارہ تلاوت کی تو اس نے کہا کہ اللہ کی قسم اس میں حلاوت ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کی اس آیت میں تمام خیر کو جمع کر دیا گیا جسے بندہ کو کرنے کا حکم دیا گیا اور شر سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عدل سے مراد لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور احسان سے مراد ادائے فرائض ہے۔ کہا گیا ہے کہ عدل سے مراد فرض ہے اور احسان سے مراد نفل ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کہ عدل سے مراد انصاف ہے اور احسان سے مراد تفضل ہے، حضرت ابن عطیہ کہتے ہیں کہ عدل سے مراد وہ مفروض ہے جو امانت کی ادا میں عقائد شرائع سے ہو، ترک ظلم، انصاف اور اعطائے حق ہیں اور احسان سے ہر فعل مندوب مراد ہے پس اشیاء میں سے جو مفروض نہیں ہے وہ مندوبات کی قسم میں سے ہے۔ (القرطبی)

قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿٩١﴾

هر آئنه ساختید خدایرا بر خود گواه هر آئنه خدای میداند آنچه میکنید

بیشک تم نے اللہ کو اپنے اوپر گواہ بنا لیا بیشک اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو ١

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِىْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ

و مباشید مانند آنانکه بشگافت رشته خود از پس قوت

اور نہ ہو جاؤ انکی طرح جس نے اپنے دھاگا کو مضبوطی کے بعد الجھا کر

اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ

تاب داده میگرید عهد را غرور درمیان شما آنکه باشید گروهی

کاٹ ڈالا اپنے عہد کو اپنے درمیان مکاری کا ذریعہ بناتے ہو کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے

هِىَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ

ایشاں زیادہ اند از گروہ دیگر جز ایں نیست می آزماید شما را خدای باں تا بیان کند

بڑھ جائے اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ تمہیں آزماتا ہے اس سے تا کہ بیان کرے

لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٩٢﴾ وَلَوْ شَآءَ

برای شما روز قیامت آنچه دراں اختلاف میکنید و اگر خواستی

تمہارے واسطے قیامت کے روز جس میں تم اختلاف کرتے تھے ٢ اور اگر چاہتا

اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ

خدای البتہ گردانیدے یک گروہ لیکن گمراہ کند ہر کرا خواہد

اللہ تو ضرور کر دیتا تمہیں ایک گروہ لیکن گمراہ کرتا ہے جسے چاہے

وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾ وَلَا

و راہ نماید ہر کرا خواہد و ہر آئنہ پرسیدہ خواہید شد از آنچہ بودید میکردید و

اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہے اور ضرور پوچھے جاؤ گے اسکے بارے میں جو تم کرتے تھے ٣ اور

١ کہا گیا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جن لوگوں نے نبی ﷺ کے ہاتھوں اسلام سے متعلق بیعت کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت اس حلف سے متعلق نازل ہوئی جسے زمانہ جاہلیت میں ان لوگوں نے اپنے اوپر لازم کیا تھا۔ حضرت جبیر بن مطعم ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام میں حلف نہیں ہے جو حلف جاہلیت کا ہوا اسلام اسے زیادہ نہیں کریگا مگر شدت یعنی حق کی نصرت' اسے قائم کرنے اور مواسات میں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے حلف فضول۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ قریش کے قبائل عبداللہ جدعان کے گھر میں انکی شرافت اور نسب کی بناء پر جمع ہوئے اور آپس میں معاہدہ کیا کہ مکہ اور اسکے اطراف کے رہنے والوں میں سے جو بھی مظلوم ہو گا ہم سب مل کر اسکی مدد کرینگے تا آنکہ اسکی مظلومیت ختم ہو جائے پس قریش نے اس پر حلف اٹھایا اس حلف کا نام حلف الفضول ہوا یعنی حلف الفضائل۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم' صحابہ عرض گذار ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ مدد ہم مظلوم کیلئے کریں لیکن ظالم کیساتھ مدد کیسے کریں' آپ نے فرمایا: اسکے ہاتھوں کو روک' دوسری روایت میں ہے اسے ظلم کرنے سے روک' یہ ظالم کے حق میں مدد ہے۔ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا حضرت مالک کہتے ہیں کہ توکید انسان کا کسی شے میں بار بار حلف اٹھانا ہے تین مرتبہ قسم اٹھائے یا اس سے زیادہ مرتبہ۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے روز ہر وعدہ خلاف کرنے والے کیلئے اسکے سرین کے پاس وعدہ خلافی کی مقدار کے مطابق جھنڈا نصب کیا جایگا اور کہا جایگا یہ ہے وعدہ خلافی کرنے والا۔ (القرطبی) ٢ ابوبکر بن حفص کہتے ہیں کہ مکہ کی عورت سعیدہ اسدیہ پاگل تھی بال اور کھجور کی چھال کے ریشے جمع کرتی تھی اسی کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ کلبی اور مقاتل کہتے ہیں کہ ربطہ بن عمر بن سعد ایک بیوقوف عورت تھی اسکا لقب جعر تھا اسکے دماغ میں کچھ خرابی تھی اس نے ایک چرخہ ہاتھ بھر کا اور اس میں ایک میخ انگلی بھر کی اور دمڑ کا بہت بڑا ابنار کھا تھا روزوہ اون' روئیں اور بالوں کی کتائی کرتی تھی اور اپنی باندیوں سے بھی کتواتی تھی سب مل کر دوپہر تک کاتی تھیں دوپہر کو وہ سب کا کاتا ہوا دھاگہ کھول دیتی تھی یہی اسکا روز کا معمول تھا اس پسِ منظر میں آیت کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ عورت جو کاتنے کا کام برابر کرتی تھی کاتنا ترک نہیں کرتی تھی اور کاتنے کے بعد کاتے ہوئے سوت کو توڑنے سے باز نہیں رہتی تھی تم اسکی طرح نہ ہو جاؤ' یہاں تک کہ تم عہد ہی نہ کرو اور کرو تو اسکو پورا بھی کرو ہر مرتبہ معاہدہ کر کے اسکو نہ توڑو۔ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا. دخل لغوی اعتبار سے اس چیز کو کہتے ہیں جسکو کسی دوسری چیز کے اندر اسکو خراب کرنے اور بگاڑنے کیلئے داخل کیا جائے' بعض علماء نے کہا کہ دخل اور دغل یہ ہے کہ ظاہر میں تو وفا عہد کرے اور باطن میں اسکو توڑ دے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ دور جاہلیت میں عرب کا دستور تھا ایک قبیلہ یا ایک جماعت دوسری جماعت سے باہمی امداد کا معاہدہ کر لیتی تھی لیکن ان دونوں قبیلوں میں سے کسی کو اپنے حلیفوں کی دشمن جماعت زیادہ طاقتور' یا مالدار نظر آتی تھی تو اپنے حلیفوں سے غداری کر کے حلیفوں کے دشمن سے جا کر مل جاتے تھے اور ان سے محالفہ کر لیتے تھے۔ اس تشریح کی بناء پر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ کمزوروں سے عہد شکنی کر کے طاقتور سے تم معاہدہ کر لیتے ہو۔ محض اس لئے کہ تم کو غلبہ اور طاقت حاصل ہو جائے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ یعنی ایک جماعت کو دوسری جماعت سے بڑا اور برتر کر کے اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان لیتا ہے کہ یہ جماعت اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد اور رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی رسی کو مضبوطی کیساتھ پکڑے رہتی ہے یا مؤمنوں کی قلت اور قریش کی کثرت وشوکت دیکھکر توڑ دیتی ہے۔ (مظہری) ٣ جب اللہ تعالیٰ نے قوم کو وفائے عہد کا پابند بنایا اور عہد کے توڑنے کو حرام قرار دیا تو اب اسکے بعد یہ بیان فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وفا اور ایمان کے تمام ابواب پر تم سب کو اٹھانے پر قادر ہے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

تَتَّخِذُوٓا اَيۡمَانَكُمۡ دَخَلًاۢ بَيۡنَكُمۡ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعۡدَ ثُبُوۡتِهَا

میگرید سو گندان خود را عذر دیگر میان یکدیگر پس بلغزد قدم بعد از استوای آں

نہ بناؤ اپنی قسموں کو عذر ایک دوسرے کے درمیان کہ کہیں قدم جمنے کے بعد پھسل نہ جائے

وَتَذُوۡقُوا السُّوۡٓءَ بِمَا صَدَدۡتُّمۡ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمۡ

و بچشید اندوہ بسبب آنکہ باز ایستید از راہ خدای و مر شما راست

اور غم چکھو اس سبب کہ تم نے اللہ کی راہ سے روکا اور تمہارے لئے

عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِعَهۡدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ

عذاب بزرگ و مخرید بعہد خدای بہاء اندک

بڑا عذاب ہے ۱؎ اور نہ خریدو اللہ کے عہد کو تھوڑی قیمت کے عوض

اِنَّمَا عِنۡدَ اللّٰهِ هُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۵﴾ مَا

ہر آئنہ آنچہ نزد خدا ست او بہتر است شما را اگر ہستید شما میدانید آنچہ

بیشک جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم جانتے ہو ۲؎ جو

عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَلَنَجۡزِيَنَّ الَّذِيۡنَ

نزد شما ست فانی و آنچہ نزد خدا باقی ست و ہر آئنہ جزا دہیم آنانکہ

تمہارے پاس ہے وہ فانی ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے اور بیشک ہم بدلہ دینگے ان لوگوں کو

صَبَرُوۡۤا اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۶﴾ مَنۡ عَمِلَ

صبر کردند مزد ایشاں ترین آنچہ بودند میکردند ہر کہ بکند

جنہوں نے صبر کیا انکا اجر نیک ترین ہے جو وہ کرتے تھے ۳؎ جو کوئی نیکی کرے

صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً

نیکی از مرد باشد یا زن و او مؤمن باشد پس ہر آئنہ زندگانی دہیم او را از زندگانی

مرد ہو یا عورت اور وہ مؤمن ہو تو بیشک ہم اسے پاکیزہ زندگی دینگے ۴؎

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ جاننا چاہیئے کہ جب پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلق نقضِ عہد وایمان کی ممانعت فرمائی اور ایسا کرنے سے ڈرایا تو اب اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نقضِ عہد سے ڈرا رہا ہے لیکن اس آیت میں ڈرانا مطلق نہیں ہے ورنہ تکرار لازم آئیگا جو اس جگہ فائدہ سے خالی ہے بلکہ اس جگہ ایک مخصوص عہد کے توڑنے سے اللہ تعالیٰ مخاطبین کو منع فرما رہا ہے۔ اس بناء پر مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ان لوگوں کو نقضِ عہد سے روکا جا رہا ہے جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی، اس عہد کی جانب اس ٹکڑے سے بھی اشارہ ہو رہا ہے فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعۡدَ ثُبُوۡتِهَا پہلی آیت میں جس عہد کا ذکر تھا اسکے لائق یہ ٹکڑا نہیں ہے یہ تو ایمان اور شرائع پر رسول اللہ ﷺ سے کئے ہوئے عہد کے لائق ہے۔ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعۡدَ ثُبُوۡتِهَا یہ اسکی مثال ہے جو عافیت کے بعد بلاء ومصیبت میں مبتلا ہو اور نعمت کے بعد مشقت میں مبتلا ہو پس جو کوئی اسلام کے عہد کو توڑے گا تحقیق وہ درجات عالیہ سے گر جائیگا اور اس قسم کی گمراہی میں مبتلا ہو جائیگا جسکی جانب آیت اشارہ کر رہی ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲؎ اس آیت سے اللہ تعالیٰ تحذیر کو مؤکد فرما رہا ہے واضح رہے کہ دنیا کے ساز وسامان اگرچہ کثیر ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس سے بہتر ہے۔ اس آیت سے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو بتا رہا ہے کہ اگر تم عہد اسلام کے نقض پر خیراتِ دنیا میں سے خیر پاؤ جب بھی اسکی جانب التفات نہ کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لئے تیار کیا ہے وہ افضل اکمل ہے اس سے جو تم نقضِ عہد اسلام پر دیکھ رہے ہو۔ (تفسیر کبیر)

۳؎ حس مشاہدہ کرتی ہے کہ آخرت کی بھلائی باقی ہے اور باقی منقطع سے بہتر ہوتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ مؤمن جب اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتا ہے تو وہ اپنے اوپر شرائع اسلام اور ایمان کو لازم کر لیتا ہے اسوقت اس پر دو امور ضروری ہیں۔ (۱) اس التزام پر صبر کرے، اس سے رجوع نہ کرے اور اسے پختہ کرنے کے بعد نہ توڑے۔ (۲) شریعتِ مطہرہ کے تمام احکام بجالائے۔ پہلے امر کی جانب اس قول سے اشارہ کیا گیا وَلَنَجۡزِيَنَّ الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡا. دوسرے امر کی جانب اس قول سے اشارہ کیا گیا بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ. (تفسیر کبیر) یعنی جن لوگوں نے بیماری، افلاس، کفار کی ایذا، پابندی احکام کی مشقت اور جہاد میں ڈٹے رہنے کی مصیبتوں پر صبر کیا اللہ تعالیٰ انکے صبر کا انکو ثواب عطا فرمائیگا اور اتنا ثواب دیگا کہ انکے اعمال کے مقررہ اجر سے بہت اچھا ہوگا ہر نیکی کو سات سو گناہ تک بڑھا دیگا اور اس سے بھی زیادہ جتنی اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوگی، بعض علماء نے کہا کہ اَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ سے مراد فرائض اور مستحاب ہیں ممنوعات اور مباحات سے فرائض ومستحاب بہرحال بدرجہا بہتر ہیں۔ (مظہری)

۴؎ حیات طیبہ کے بارے میں گیارہ اقوال ہیں (۱) حضرت ابن عباس، حضرت سعید بن جبیر، حضرت عطا اور حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے رزق حلال مراد ہے (۲) حضرت حسن، حضرت زید بن وہب اور وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اس سے قناعت مراد ہے (۳) وہ توفیق مراد ہے جو انسان کو طاعات کی جانب لے جائے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو (۴) وہ مؤمن جو فاقہ اور تنگدستی کی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض نہیں کرتا ہے (۵) حضرت مجاہد، حضرت قتادہ اور حضرت ابن زید کہتے ہیں کہ اس سے جنت مراد ہے (۶) اس سے سعادت مراد ہے (۷) حضرت ابوبکر وراق کہتے ہیں کہ اس سے اطاعت کی حلاوت مراد ہے (۸) حضرت عبداللہ بن تُستری کہتے ہیں کہ حیاتِ طیبہ والے بندے سے اسکی تدبیر کھینچ لیتا ہے اور اسکی جانب تدبیر الی الحق لوٹا دیتا ہے (۹) حضرت جعفر صادق فرماتے ہیں کہ اس سے معرفت باللہ مراد ہے اور اللہ کے حضور صدق مقام (۱۰) اس سے استغناء عن الخلق اور افتقار الی الحق مراد ہے (۱۱) اس سے یہ مراد ہے کہ ایسا بندہ قضاء پر راضی ہوتا ہے۔ حضرت ابوصالح کہتے ہیں کہ اہل تورات، اہل انجیل اور اہل اوثان کے کچھ لوگ بیٹھے تھے پس ان لوگوں نے کہا: ہم افضل ہیں، ہم افضل ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (القرطبی)

طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٩٧﴾

پاکیزه و هر آئنه جزا دهیم ایشانرا مزد ایشاں به نیکو ترین آنچه بودند میکردند

اور بیشک ہم انھیں بدلہ دینگے (اور) انکا اجر نیک ترین ہے جو وہ کرتے تھے

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ

پس چوں بخوانی قرآن پس پناه جوئی بخدای از دیو

پس جب تم پڑھو قرآن تو پناہ تلاش کرو اللہ کی شیطان

الرَّجِيمِ ﴿٩٨﴾ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ

رانده شده هر آئنه او نیست او را حجتی بر آنانکه گرویدند و بر

مردود سے (بچنے کیلئے) ۱؎ نہیں ہے اس کیلئے کوئی قابو ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٩٩﴾ إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ

پروردگار خود توکل کنند جز ایں نیست حجت او بر آنانکه دوست دارند او را

اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں ۲؎ اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ اسکا قابو ان لوگوں پر ہے جو دوست رکھتا ہے اسے

وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ﴿١٠٠﴾ ع وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ

و آنانکه ایشاں بداں انبار گیرند و چوں بدل کنیم آیتی بجای

اور ان لوگوں پر جو شرک کرتے ہیں ۳؎ اور جب ہم ایک آیت کو دوسری آیت کی جگہ بدل دیں

آيَةٍ ۙ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ ۚ بَلْ

آیتی و خدای دانا ست بآنچه فرستاد گویند جز ایں نیست که افترا کننده بلکه

اور اللہ (اسکی مصلحتوں کو) خوب جانتا ہے جو وہ اتارتا ہے کہتے ہیں کہ اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ تو افترا کرنیوالا ہے بلکہ

أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٠١﴾ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ

اکثر ایشاں نمیدانند بگو فرود آورد او را روح پاک از

ان میں سے اکثر جانتے نہیں ہیں ۴؎ آپ فرما دیجئے اسے پاک روح نے اتارا

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ یعنی جب قرآن پڑھنے کا ارادہ کریں تو شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی پناہ کی دعا کریں تا کہ شیطان مردود قرأت میں وسوسہ پیدا نہ کر سکے اور تلاوت میں کوئی غیر لفظ شامل نہ کرے کیونکہ شیطان کی عادت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھا تو شیطان نے انکی قرأت میں اضافہ کی کوشش کی۔ اس سے اشارہ اس بات کی طرف بھی ہے کہ جو شخص عبادت کا ارادہ بھی کرے تو اسکے بعد عبادت ضرور کر لے۔ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قرآت سے پہلے دعا کرتے یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ پڑھا کرتے تھے۔ جمہور سلف وخلف کا اسی پر اجماع ہے لیکن جمہور کے نزدیک قرأت سے پہلے تعوذ سنت ہے واجب نہیں ہے کہ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ نے قرأت سے پہلے تعوذ کو ترک کیا ہے یہی وجہ ہے کہ جمہور کے نزدیک بعض وقت ترک تعوذ جائز ہے اگر بعض وقت تعوذ کو ترک کرنا رسول اللہ ﷺ کے عمل سے ثابت نہ ہوتا تو علماء بھی ترک تعوذ کو جائز قرار نہ دیتے۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل قائل ہیں کہ نماز کی صرف پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اَعُوْذُ پڑھی جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ پہلی رکعت میں ثناء [سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ] پڑھنے کے بعد اَعُوْذُ پڑھا کرتے تھے، پہلی رکعت کے علاوہ کسی دوسری رکعت میں پڑھنا کسی روایت میں نہیں آیا۔ فائدہ: صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ اَسْتَعِیْذُ بِاللّٰہِ کہنا افضل ہے اس لفظ سے آیت کے فَاسْتَعِذْ کی موافقت ہو جاتی ہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ کہنا بھی اسی کے قریب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ماہر اہل لغت اور فقہاء کے نزدیک اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ آیا ہے دوسرے الفاظ نہیں آئے۔ حضرت ابن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھو، مجھے جبرائیل نے قلم سے معنی لوح محفوظ سے ایسا ہی پڑھایا ہے۔ (مظہری) ۲؎ یعنی اولیاء اللہ جو اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان رکھتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں شیطان کا وسوسہ ان پر اثر انداز نہیں ہوتا ہے۔ مروی ہے کہ شیطان حضرت عمر ؓ کے سایہ سے بھاگتا تھا۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے شیطان مردود کے وسوسہ سے بچنے کیلئے جو دعا کا حکم ہے یہ دراصل امت کو ہے اگر چہ خطاب نبی ﷺ سے ہے کیونکہ حضرت عمر ؓ کی جب یہ شان ہے کہ شیطان انکے سایہ سے بھاگ جاتا تھا تو نبی کریم ﷺ کی عظمت وشان کا کیا عالم ہوگا (روح البیان) ۳؎ یعنی جو شیطان کے دوست ہیں اسکی اطاعت کرتے ہیں بوجود یہ کہ شیطان کو تسلط حاصل نہیں ہے لیکن وہ خود شیطان کو اپنے اوپر مسلط کر لیتے ہیں۔ (مظہری) ۴؎ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ نازل فرماتا ہے وہی خوب جانتا ہے کہ پہلی آیت اس سے قبل ضرورت پر مبنی تھی لیکن اب اسکا باقی رکھنا مناسب نہیں ہے، یا اس سے پہلے وہ حکم بگاڑ کا سبب بن گیا تھا اس لئے اسکو بدل کر ایسا حکم نازل فرمایا جو اصلاح خلق کرنے والا ہے خلاصہ یہ کہ لوگوں کیلئے کب اور کونسا حکم مناسب ہے اسکو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ مُفْتَرٍ: دروغ بندی کرنے والا۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ مشرکوں نے کہا کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں سے مذاق کرتے ہیں آج ایک حکم دیتے ہیں کل اسکی ممانعت کر دیتے ہیں، یہ از خود تراش کر اللہ پر دروغ بندی کر دیتے ہیں۔ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ یعنی اکثر کافر احکام کی مصلحت نہیں جانتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ اکثر کافر اہل علم وتمیز نہیں ہیں کہ انکو دروغ باف اور بہتان تراش کہا جا سکے۔ (مظہری) حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آیت نازل ہوتی اور اس میں شدت ہوتی اللہ تعالیٰ اسکے بعد دوسرے حکم والی آیت نازل فرما دیتا تھا، اور یہ بندوں کے مصالح کیمطابق فرماتا جیسے ایک ماہر طبیب اپنے مریض کے علاج کے دوران نسخے میں تبدیلی کرتا رہتا ہے یہ تبدیلی مریض کے حق میں مفید ہوتی ہے اسی طرح ایک آیت کی جگہ دوسری آیت کا نازل فرمانا بندوں کے حق میں مفید ہے۔ (تفسیر کبیر)

رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى

پروردگار تو براستی تا ثابت دارد آنانکه گرویدند و راه نماینده مژده دهنده

تمہارے رب کی طرف سے حق کیساتھ تا کہ ثابت رکھے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور راہ دکھانے والا اور بشارت

لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ

مر مسلمانانرا و ہر آئنہ میدانیم آنکہ ایشاں میگویند جز ایں نیست می آموزد او را

دینے والا مسلمانوں کو[۱] اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ وہ سب کہتے ہیں کہ اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ اسے

بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا

آدمی زبان آنکہ تعلیم را باوی گردانید غیر مبین و ایں

آدمی سکھاتا ہے (حالانکہ) وہ زبان جو انہیں سکھائی جاتی ہے وہ تو اعجمی ہے اور یہ

لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ

زبان عربی ست بیدا ہر آئنہ آنانکہ نمی کردند بایات

زبان واضح عربی ہے[۲] بیشک وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا اللہ کی

اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ اِنَّمَا يَفْتَرِي

خدای راہ نماید ایشانرا خدای و مر ایشانرا ست عذاب سخت جز ایں نیست کہ بر بافتند

آیتوں کا اللہ اسے راہ نہیں دکھاتا ہے اور انکے لئے سخت عذاب ہے[۳] اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ

الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

دروغرا آنانکہ نمیکردند بایتہاء خدای و آنگروہ ایشانند تکذیب کنندگان

جھوٹ وہ لوگ باندھا کرتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے ہیں اور وہی گروہ جھٹلانے والے ہیں[۴]

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ

ہر کہ نگردد بخدا از پس ایمان وے مگر کسیکہ اکراہ کردہ شود و دل او

جو کوئی اللہ کا انکار کرے ایمان لانے کے بعد مگر وہ جسے (کلمۂ کفر پر) مجبور کیا گیا ہو اور اسکا دل

تفسیر اظہار العرفان

۱ روح القدس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ناسخ کو نازل کر کے ایمانداروں کی جانچ کرنی مقصود ہے جب وہ قدیم حکم کی جگہ جدید حکم کو برحق یقین کر لیں اور سمجھ جائیں کہ اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے اسکا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہے تو اس سے انکو مزید استحکام ایمانی حاصل ہو جاتی ہے۔ (مظہری)

۲ جس شخص کے متعلق قرآن سکھا جانے کی جھوٹی نسبت کرتے تھے وہ کون آدمی تھا اسکے تعین میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مکہ میں ایک عیسائی عجمی غلام تھا جو لوہار تھا اسکا نام بلعام تھا رسول اللہ ﷺ اسکے پاس آتے جاتے تھے مشرکوں نے آپکو بلعام کے پاس آتا جاتا دیکھ کر کہا کہ انکو بلعام سکھا دیتا ہے، حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ بنی مغیرہ کا ایک غلام تھا جسکا نام یعیش تھا وہ کتابیں پڑھتا تھا رسول اللہ ﷺ اسکو قرآن سکھاتے تھے قریش کہنے لگے انکو یعیش سکھا دیتا ہے، امام فراء کہتے ہیں کہ جویطب بن عبد العزی کا ایک غلام تھا جسکی زبان عجمی تھی اسکا نام عائش تھا مشرک کہنے لگے یہ عائش سے سیکھ لیتے ہیں آخر میں عائش مسلمان ہو گیا تھا اور اسلام میں پختہ رہا، حضرت ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مروہ پہاڑ کے قریب ایک رومی عیسائی غلام کے پاس بیٹھا کرتے تھے اسکا نام جبر تھا اور یہ قبیلہ بنی حضرم میں سے کسی کا غلام تھا اور کتابیں پڑھتا تھا۔ عبد اللہ بن مسلم حضری کا بیان ہے ہمارے دو غلام تھے جو یمن کے تھے ایک کا نام یسار اور دوسرے کا نام جبر تھا یسار کی کنیت ابو فکیہ تھی دونوں مکہ میں تلواریں بنایا کرتے تھے اور تورات و انجیل پڑھا کرتے تھے کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ انکے پاس سے گذرتے تھے اگر وہ انجیل یا تورات پڑھتے ہوتے تو رسول اللہ ﷺ ٹھہر کر سننے لگتے۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کفار دکھ دیتے تو آپ ان دونوں غلاموں کے پاس جا کر بیٹھ جاتے اور انکے کلام سے کچھ سکھ محسوس کرتے، مشرک کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) انہی دونوں سے سیکھ لیتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا ''جس شخص کی طرف اسکی نسبت کرتے ہیں اسکی زبان تو عجمی ہے اور یہ صاف عربی زبان ہے''۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بہتان تراشی کرنے والوں کو جواب دیا ہے اور وہ دو طرح سے ہے (۱) وہ شخص جسکی طرف قرآن کی نسبت کی جاتی ہے اسکی بولی عجمی ہے اور یہ قرآن فصیح عربی زبان میں ہے اس لئے یہ کیسے ہو سکتا ہے (۲) قرآن کے معانی معجزہ ہیں اور معانی کی طرح الفاظ کی ترکیب بھی معجزہ ہے وہ عجمی شخص تورات وانجیل پڑھتا ہے تورات وانجیل کے معانی کے مطابقت ضرور رکھتے ہیں لیکن ان معانی کو معجز عربی عبارت میں ادا کرنا بھی تو معجزہ ہے جو کسی انسان کی قدرت میں نہیں ہے (مظہری)

۳ یعنی وہ لوگ جو تصدیق نہیں کرتے کہ قرآن کلام اللہ ہے بلکہ کبھی کہتے ہیں کہ افتراء ہے، کبھی کہتے ہیں کہ اگلوں کی کہانی ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ بشر کا سکھایا ہوا ہے ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نجات کی راہ نہیں دکھاتا ہے انکے واسطے آخرت میں دردناک عذاب ہے (روح البیان)

۴ یعنی حقیقت میں یہی جھوٹے ہیں ایمان لانے والے جھوٹے نہیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں صحابہ سچے اور عادل تھے یا یہ مطلب ہے کہ کامل جھوٹے اور پورے پورے کاذب یہی لوگ ہیں کیونکہ معجزات کے بعد اللہ کے معصوم نبی اور اللہ کی آیات کا انکار اور اللہ کے رسول ﷺ پر تہمت تراشی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوائے خیانت اور جھوٹ کے مؤمن کی سرشت میں تمام [اچھی بری] باتیں ہو سکتی ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن حراد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا مؤمن زنا کر سکتا ہے فرمایا کبھی ایسا ہو سکتا ہے میں نے عرض کیا: کیا مؤمن چوری کر سکتا ہے، فرمایا: کبھی ایسا ہو سکتا ہے، میں نے عرض کیا: کیا مؤمن جھوٹ بول سکتا ہے فرمایا نہیں، اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ. (مظہری)

تفسیر اظہار العرفان

مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا

آرامیده باشید و لیکن هر که بکشاید بکفر سینه او را

ایمان پر مطمئن ہو لیکن جو کوئی اپنے سینے کو کشادہ کر کے (جی بھر کے) کفر کرے

فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠٦﴾ ذٰلِكَ

پس بر ایشاں ست خشمی از خدای و مر ایشانرا ست عذاب بزرگ ایں

تو اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس کیلئے بڑا عذاب ہے ۱؎ یہ

بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ

بسبب آنست که ایشاں دوست داشتند زندگانی دنیا بر آخرت و هر آئنه خدای

اس سبب ہے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اور بیشک اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠٧﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ

راه ننماید قوم کافرانرا آنگروه آنانند مهر نهاد خدای

راہ نہیں دکھاتا ہے کافرین قوم کو ۲؎ یہ وہ گروہ ہیں کہ اللہ نے مُہر لگا دی

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿١٠٨﴾

بر دلہاء ایشاں و گوشہاء ایشاں و دیدہاء ایشاں آنگروه ایشانند بے خبران

انکے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور انکی آنکھوں پر اور وہی گروہ بے خبر ہیں ۳؎

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٠٩﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ

حقا که ایشاں در آخرت ایشانند زیانکاران پس هر آئنه پروردگار تو

حق ہے کہ یہی لوگ آخرت میں نقصان والے ہونگے ۴؎ پھر بیشک تمہارا رب

لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا

مر آنانست که ہجرت کردند از پس عذاب کشیده بودند پس جہاد کردند و

ان لوگوں کیلئے جنھوں نے ہجرت کی ستائے جانے کے بعد پھر جہاد کیا اور

۱؎ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ. کلبی کہتے ہیں کہ یہ ٹکڑا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، مقیس بن صُبابہ، عبداللہ خطل اور قیس بن ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوا کیونکہ یہ لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے۔ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ. یہ استثناء حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مشرکین نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ، آپکے والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہ، آپکی والدہ حضرت سُمَیّہ رضی اللہ عنہا، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت خباب رضی اللہ عنہ اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور انھیں اذیت دی حضرت سُمَیّہ رضی اللہ عنہا کو دو اونٹوں کے درمیان باندھ دیا گیا اور شرمگاہ میں نیزہ ڈال کر چیرہ دیا گیا اور ان سے کہا گیا تو چند مردوں کی وجہ سے ایمان لائی پھر انھیں اور انکے شوہر کو قتل کر دیا گیا یہ دونوں اسلام میں اول شہید ہیں، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے مجبوراً اپنی زبان سے کہہ دیا جسکا مشرکین مطالبہ کر رہے تھے پس یہ شکایت رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ تک پہنچی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کہتے وقت تم نے اپنے دل کو کیسا پایا؟ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہمارا دل اسوقت بھی ایمان پر مطمئن تھا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ دوبارہ تمہارے ساتھ ایسی حرکت کریں تو تم دوبارہ بھی لوٹا سکتے ہو۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اسلام میں پہلی شہیدہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت سُمَیّہ رضی اللہ عنہا ہیں اور مردوں میں پہلا شہید حضرت عمر کے آزاد کردہ غلام حضرت مِہجَع رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک جنت تین شخصوں کی مشتاق ہے علی، عمار اور سلیما بن بیعث۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عمار کو دو امور کے درمیان اختیار نہیں دیا گیا مگر انھوں نے ارشد کو اختیار کیا۔

واضح رہے کہ جب انسان پر اکراہ کی صورت واقع ہو تو نہ اسکا مواخذ ہوتا ہے اور نہ اس پر حکم مرتب ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میری امت سے خطا اور نسیان اٹھالئے گئے وہ جس پر اسے مجبور کیا گیا ہو۔ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اگر کسی کو کفر پر مجبور کیا جائے یہاں تک کہ اسے جان کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں کفر کہنے پر کوئی گناہ نہیں ہے جبکہ اسکا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ (القرطبی) کسی کو ایسے کام پر آمادہ کرنا جسکو وہ دل سے گوارہ نہ کرتا ہو اکراہ ہے، اکراہ کی دو صورتیں ہیں (۱) کسی کو کسی ناگوار کام کے کرنے پر اسطرح آمادہ کرنا کہ اگر وہ انکار کرے تو اسکو اذیت اور دکھ اٹھانا پڑے لیکن یہ ایذا اور دکھ اسکو بے اختیار نہ بنادے مثلاً انکار کی صورت میں مارنا، قید کر دینا ظاہر ہے کہ مارنے اور قید ہو جانے کے بعد بھی مضروب اور قیدی بے اختیار نہیں ہو جاتا صرف جسمانی اذیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (۲) انکار کی صورت میں مجبور آدمی اپنے اختیار کا مالک ہی نہ رہے مثلاً ہاتھ پاؤں کاٹنا، یا قتل کر دینا۔ ان دونوں صورتوں میں اکراہ کا حکم اسوقت جاری ہوگا کہ مجبور کرنے والا وہ اذیت دینے پر قدرت رکھتا ہو جسکی دھمکی دے رہا ہے اور جسکو دھمکی دے رہا ہے اسکا بھی غالب خیال ہو کہ اگر میں انکار کر دونگا تو اس شخص کی طرف سے مجھے یہ دکھ پہنچے گا۔ (مظہری) ۲؎ یعنی یہ ارتداد اور کفر پر اقدام اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایمان کی ہدایت نہیں دی اور نہ انھیں کفر سے بچایا۔ (تفسیر کبیر) ۳؎ پھر اللہ تعالیٰ پہلے قول کو اس آیت سے مؤکد فرما رہا ہے کہ انھیں ایمان نصیب نہ ہوا اس لئے انکے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مُہر لگادی ہے (تفسیر کبیر) ۴؎ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے انکے خسران کی چھ وجہیں بیان فرمائیں (۱) یہ لوگ اللہ کے غضب کے مستحق ہیں (۲) عذاب الیم کے مستحق ہیں (۳) دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی (۴) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ہدایت سے محروم رکھا (۵) انکے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مُہر لگادی گئی (۶) قیامت کے روز ان کیلئے جو عذاب شدید ہے یہ لوگ اس عذاب سے غافل ہیں، یہ ہیں وہ چھ صفات جنکی وجہ سے یہ لوگ نقصان اٹھانے والے ہونگے۔ (تفسیر کبیر)

وَصَبَرُوٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنۢ بَعۡدِهَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۱۰﴾ يَوۡمَ

صبر کردند هر آئنه پروردگار تو از پس آں آمر زنده مهربانست روزیکه

صبر کیا بیشک تمہارا رب اسکے بعد بخشنے والا مہربان ہے ۱ جس روز

تَاۡتِىۡ كُلُّ نَفۡسٍ تُجَادِلُ عَنۡ نَّفۡسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ

آیا هر تنی جدل کند از نفس خود و تمام داده شود هر

ہر جان جھگڑتی ہوئی آئے اپنے آپ سے اور پورا دیا جائیگا ہر

نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

تنی آنچه کردند و ایشاں ستم دیده نشوند و بزد خدای مثل

جان کو جو اس نے کیا اور ان پر ظلم نہ کیا جائیگا ۲ اور اللہ نے مثال بیان کی ایک بستی کی

قَرۡيَةً كَانَتۡ اٰمِنَةً مُّطۡمَئِنَّةً يَّاۡتِيۡهَا رِزۡقُهَا رَغَدًا مِّنۡ كُلِّ

دیهی بود ایمن آرمیده می آمد بداں دیهه روزی اهل آں بسیار از هر

کہ (جسکے رہنے والے) امن و اطمینان سے تھے اس بستی میں اسکی روزی بے روک ٹوک آتی تھی ہر

مَكَانٍ فَكَفَرَتۡ بِاَنۡعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الۡجُوۡعِ

مکانے پس کافر شد بنعمتهاء خدای پس بچشانید خدای پوشش گرسنگی

جگہ سے پھر وہ سب اللہ کی نعمتوں کے منکر ہوئے تو اللہ نے بھوک اور خوف کا لباس

وَالۡخَوۡفِ بِمَا كَانُوۡا يَصۡنَعُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ

و ترس بسبب آنچه بودند میکردند و هر آئنه آمد بدیشاں فرستاده

پہنا دیا بسبب اسکے جو وہ کرتے تھے ۳ اور بیشک ان کے پاس رسول آئے

مِّنۡهُمۡ فَكَذَّبُوۡهُ فَاَخَذَهُمُ الۡعَذَابُ وَهُمۡ

از ایشاں پس تکذیب کردند او را پس بگرفت ایشانرا عذاب و ایشاں

ان میں سے پس انہیں جھٹلایا تو انہیں عذاب نے پکڑا اور وہ سب

۱ یہ حضرت عمار ؓ کے بارے میں نازل ہوئی' مطلب یہ ہے کہ تم جہاد پر صبر کرو۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو لوگ مشرکوں کی ایذارسانی کے سبب مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کر گئے تھے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت ابن ابی سرح کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہ شخص مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملا' نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے روز اسے قتل کرنے کا حکم دیا تو اس شخص نے حضرت عثمان ؓ سے پناہ چاہی اور پھر حضرت عثمان ؓ کی سفارش پر نبی کریم ﷺ نے اسے پناہ دی۔ (القرطبی) بغوی کہتے ہیں کہ اس آیت کا نزول' ابو جہل کے رضاعی بھائی عیاش بن ابی ربیعہ' ابو جندل بن سہیل بن عمرو' ولید بن مغیرہ' سلمہ بن ہشام اور عبید اللہ بن اُسید ثقفی کے متعلق ہوا۔ مشرکوں نے انکو سخت اذیتیں دی تھیں انھوں نے مشرکوں کی ایذا سے بچنے کیلئے کچھ ایسے الفاظ کہہ دیئے جو مشرک کہلوانا چاہتے تھے پھر مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ چلے گئے پھر ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا اور صبر کیا یعنی ایمان' اطاعت الٰہی' جہاد اور برداشتِ مصائب پر ثابت قدم رہے اور اپنے آپکو گناہوں سے روکے رکھا۔ (مظہری)

۲ یعنی ہر شخص کو اپنی ہی پڑی ہوگی دوسرے کا خیال بھی نہ ہو گا۔ حضرت معاذ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ قیامت کے روز جہنم کو کہاں سے لایا جائیگا۔ فرمایا: ساتویں زمین سے لایا جائیگا ابھی ایک ہزار سال کی مسافت پر رہ جائیگی تو ایک سانس کھینچے گی جسکی وجہ سے ہر مقرب فرشتہ اور ہر نبی مرسل دوزانوں بیٹھ کر عرض کرینگے اے میرے مالک! میری جان [بچا دے] حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز لوگوں میں باہم جھگڑا ہوتا رہیگا یہاں تک کہ روح اور بدن میں بھی باہم جھگڑا ہوگا' روح کہے گی اے میرے رب! نہ میرے ہاتھ تھے جن سے میں پکڑتی نہ میرے پاؤں تھے جن سے میں چلتی نہ میری آنکھ تھی کہ میں دیکھتی [مطلب یہ ہوا کہ جو کچھ بداعمالی ہے وہ اس بدن کی ہے] بدن کہے گا اے میرے رب! تو نے مجھے لکڑی کی طرح [بے حس' بے شعور اور بے جان] پیدا کیا تھا میرے ہاتھ نہ تھے کہ میں پکڑتا' میرے پاؤں نہ تھے کہ اس سے چلتا نہ میری آنکھیں تھی کہ ان سے دیکھتا جب یہ میرے اندر نور کی شعاع کی طرح آئی تو میری زبان بولنے لگی' میری آنکھ بینا ہوگئی اور میرے پاؤں رواں ہوگئے۔ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے روح اور جسم کو اسطرح بنایا ہے جیسے ایک اندھا اور ایک اپاہج کسی کے باغ میں پہنچ گئے اور باغ میں درختوں پر پھل لگے ہوئے تھے اندھا تو پھلوں کو دیکھ ہی نہ سکتا تھا اور اپاہج دیکھتا تو تھا مگر پھلوں تک پہنچ نہ سکتا تھا آخر اندھے نے اپاہج کو اپنے اوپر سوار کر لیا اسطرح دونوں نے پھل حاصل کر لئے [اور دونوں چوری کے مجرم قرار پائے] روح اور جسم بھی عذاب میں اسی طرح پکڑے جائینگے۔ (مظہری) ۳ جب اللہ تعالیٰ نے کفار کو آخرت کے شدید عذاب سے ڈرایا تو اب انھیں دنیوی آفات سے ڈرا رہا ہے اس آیت میں قریہ سے متعلق دو احتمالات ہیں (۱) قریہ شے مفروض ہے (۲) کوئی معین قریہ مراد ہے اور وہ قریہ مکہ یا اسکا غیر ہے اکثر مفسرین اس جانب گئے ہیں کہ یہاں قریہ سے مراد مکہ ہے لیکن اقرب یہ ہے کہ غیر مکہ ہے۔ واضح رہے کہ اس قریہ کی چند صفات آیت میں مذکور ہیں (۱) وہ قریہ والے امن میں تھے ان پر کسی قسم کا خوف نہ تھا (۲) مطمئنہ یعنی وہ لوگ خوف کے سبب سے کسی دوسری بستی کی جانب منتقل ہونے کے محتاج نہ تھے یا یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ تنگی کی وجہ سے کسی دوسری جگہ منتقل ہونے کے محتاج نہ تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اٰمِنَةً سے امن کی جانب اشارہ ہے اور مُطۡمَئِنَّةً سے صحت کی جانب اشارہ ہے۔ يَّاۡتِيۡهَا رِزۡقُهَا سے کفایت کی جانب اشارہ ہے۔ مفسرین کرام کہتے ہیں کہ مِنۡ كُلِّ مَكَانٍ دراصل یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کے سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں ہر جانب سے رزق دے رہا ہے۔ (تفسیر کبیر)

ظٰلِمُوْنَ ﴿١١٣﴾ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا

ستمگارانند پس بخورید از آنچه روزی داد شما را خدای حلال پاکیزه و شکر کنید

ظالم تھے ١ پس کھاؤ اس سے جو حلال پاکیزہ روزی اللہ نے تمہیں دی اور شکر بجا لاؤ

نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿١١٤﴾ اِنَّمَا

نعمتهاء خدایرا اگر هستید شما ما را پرستید جز این نیست

اللہ کی نعمتوں کا اگر تم خاص اسی کی عبادت کرتے ہو ٢ اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ

حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ

حرام کرد بر شما مردار را و خون را و گوشت خوک و آنچه

حرام کیا تم پر مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر (بوقتِ ذبح)

اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ

اوزار برداشته شود برای غیر خدای بآں پس هر که بیچاره شود نه طالب لذت و نه خورنده

غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو پس جو کوئی مجبور ہو نہ لذت کا طالب ہو اور نہ (حد سے بڑھکر) کھانے والا ہو

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٥﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ

پس هر آئینه خدای آمر زنده مهربانست و مگوئید مر آنچیزیرا که وصف کنند

تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ٣ اور نہ کہو ان چیزوں کیلیے کہ (جسکے متعلق) تمہاری زبانیں

اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا

زبانهاء شما دروغرا این حلال ست و این حرام ست تا افترا کنید

جھوٹ بیان کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تا کہ تم اللہ پر جھوٹ کا

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

بر خدای دروغرا هر آئینه آنانکه افترا بر خدای دروغرا

افترا کرو بیشک وہ لوگ جو اللہ پر جھوٹ کا افترا کرتے ہیں ٤

١ یعنی اہل مکہ کے پاس انکی قوم میں سے رسول تشریف لائے۔ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ: حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول کی تکذیب پر اہل مکہ کو بھوک نے پکڑا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد بدر کے دن کا قتل ہے۔ (تفسیر کبیر)

٢ كُلُوْا سے مسلمانوں کو خطاب ہے جنکو اللہ تعالیٰ نے کفر سے نکالا اور اسلام کی ہدایت دی۔ نِعْمَتَ اللّٰهِ سے مراد رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور دوسری دینوی نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو عطا فرمائی ہیں۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے کفر پر توبیخ کی اور ایک ناشکری قوم کی مثال دیکر انکا نتیجہ بد اور ان پر عذاب نازل ہونے کا ذکر کیا تا کہ مشرک اعمالِ جاہلیت سے کنارہ کش ہو جائے اور باطل مذہب کو چھوڑ کر ایمان لے آئے۔ اس آیت میں اہل ایمان کو خطاب کر کے حلال چیزوں کے کھانے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجالانے کا حکم دیا۔ بعض علماء نے کہا کہ جن لوگوں کو سابق آیت میں خطاب کیا تھا انھیں کو اس آیت میں بھی خطاب کیا ہے پہلی آیت میں کفر پر زجر کی تھی اس آیت میں نعمت کا شکر ادا کرنے اور حلال چیزوں کو کھانے کا حکم دیا۔ کفار کا دعوی تھا کہ ہم صرف اللہ واحد کی عبادت کرتے ہیں اور بتوں کی پوجا تو صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ اللہ سے ہماری شفاعت کرینگے [اس آیت کے آخری جملہ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ میں تنبیہ کے طور پر فرمایا کہ اگر تم اسکی عبادت کرتے ہو تو اسکی نعمتوں کا شکر ادا کرو اور جن چیزوں کو اس نے حلال اور پاکیزہ قرار دیا ہے اسکو کھاؤ اور جس چیز کو اس نے کھانے کی ممانعت کی ہے اسکو نہ کھاؤ] (مظہری) ٣ اَلْمَيْتَةُ: وہ جانور جسے ذبح نہ کیا گیا ہو جسے فارسی میں مردار کہتے ہیں۔ اَلدَّمُ: وہ خون جو رگوں میں دوڑتا ہوا اور وہ خون جو گوشت میں ملا ہوا ہو وہ معاف ہے لیکن اسے بھی دھوڑ النا اولی ہے۔ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ: سؤر کا گوشت [اپنے تمام اجزا کیساتھ] وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ: وہ جانور جسے بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ اہل جاہلیت ذبح کے وقت بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى کہتے تھے یعنی یہ اشیاء حرام ہیں نہ کہ وہ بحائر اور سوائب جنکی حرمت کا تم گمان کرتے ہو۔ یہ آیت حرام اشیاء کی حصر پر دلالت کرتی ہے لیکن جو چیز دوسری دلیل سے ثابت ہو کہ حرام ہے، وہ بھی حرام ہے جیسے درندہ اور پالتو گدھا۔ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جڑے ہوئے پنچوں والے پرندہ اور ناخنوں والے درندہ کے کھانے سے منع فرمایا: حضرت خالد بن ولید ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑا، خچر اور پالتو گدھا کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ (روح البیان) اللہ تعالیٰ نے صرف یہ چیزیں حرام کی ہیں اسکا مطلب یہ نہیں کہ باقی تمام درندے، کیڑے مکوڑے حلال کر دیئے ہیں بلکہ یہ حصر اضافی ہے یعنی کافروں نے جن چیزوں کو از خود حرام بنا رکھا ہے وہ خدا کی حرام کردہ نہیں ہیں اللہ نے تو صرف یہ چیزیں حرام کی ہیں چونکہ حصر اضافی ہے اس لئے صحیح احادیث سے ان چیزوں کے علاوہ دوسری چیزوں کی جو حرمت ثابت ہے وہ قرآنی عبارت کے خلاف نہیں ہے۔ (مظہری) ٤ یعنی تم جو اپنی زبان سے جھوٹ کہتے ہو اور کسی کو از خود حلال اور کسی کو حرام بناتے ہو اسکی حلت و حرمت کو اللہ تعالیٰ پر مت باندھو اور اسکی تحریم و تحلیل کو اللہ تعالیٰ کا حکم مت قرار دو اور صرف اپنی زبانوں سے اشیاء کی حرمت و حلت کا فیصلہ بغیر دلیل کے نہ کرو۔ حضرت ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں نے جب سے یہ آیت پڑھی اسوقت سے آج تک [کسی چیز کی حرمت و حلت کا] فتوی دینے سے ڈرتا ہوں۔ حضرت ابن مسعود ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ لوگ از خود کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکا حکم دیا ہے اور اسکی ممانعت کی ہے اور اللہ تعالیٰ فرمائیگا تو جھوٹا ہے یا بعض لوگ کہیں گے اسکو اللہ تعالیٰ نے حلال کر دیا ہے اور اسکو حرام کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیگا تو نے جھوٹ کہا۔ (مظہری)

لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۖ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَعَلَى

رستگار نیابید بر خورداری اندک و مر ایشانرا ست عذاب سخت و بر

فلاح نہیں پائیں گے تھوڑا برتنا ہے اور ان کیلئے سخت عذاب ہے ۱ اور

الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ

آنانکہ یہود شدند حرام کردیم ما آنچہ خواندیم بر تو پیش

ان لوگوں پر جو یہودی تھے ان چیزوں کو حرام کر دی تھی جو ہم تم سے پہلے بیان کر چکے ہیں

قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

ازیں و ستم نکردیم ایشانرا و لیکن بودند بر خود ایشاں

اور ہم نے ظلم نہ کیا ان پر لیکن وہ سب خود اپنے اوپر

يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ

ستم میکردند پس ہر آئنہ پروردگار تو مر آنانرا کہ کردند بدیہا

ظلم کرتے ہیں ۲ پھر بیشک تمہارا رب ان لوگوں کیلئے جنہوں نے برائی کی

بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ

بنادانی پس توبہ کردند از پس ایں و صلح کردند ہر آئنہ

نادانی میں پھر اسکے بعد توبہ کی اور صلح کی بیشک

رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ

پروردگار تو از پس آں آمرزندہ مہربانست ہر آئنہ ابراہیم

تمہارا رب اس کے بعد بخشنے والا مہربان ہے ۳ بیشک ابراہیم

كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ۗ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

ہست گروہی فرمانبردارہ مر خدایرا حنیفہ است و نبود از مشرکان

لوگوں کے پیشوا اللہ کیلئے فرمانبرداری کرنے والے (اور) ہر باطل سے جدا تھے اور نہ مشرکوں سے تھے ۴

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بلکہ کل دنیا کے متاع قلیل ہیں۔ زجاج کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ان مشرکوں کے متاع، متاع قلیل ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۲ یعنی ان لوگوں نے جیسا کام کیا اسکے مطابق انھیں سزا دی گئی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ ایک جگہ ارشاد ہے فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ. ترجمہ: ”توان یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے حرام فرما دیا ہم نے پاکیزہ چیزیں جو حلال تھیں ان کو“ دوسری آیت میں ارشاد ہے كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ. ترجمہ: ”سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کیلئے مگر وہ جسکو حرام کرلیا تھا خود یعقوب نے اپنے اوپر قبل اسکے کہ اتاری جائے توریت۔ آپ فرما دیجئے کہ لاؤ توریت پھر اسکو پڑھو اگر سچے ہو“۔ (روح البیان)

۳ یعنی امور کے انجام سے غفلت، نادانی عدم تفکر کے سبب برے کام کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو برا عمل کرتا ہو وہ جاہل [نادان] ہے۔ عاقل پر لازم ہے کہ وہ برے کاموں سے اعراض کرے اور صدق واخلاص سے اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع لائے۔ جاننا چاہیئے کہ سیات یعنی گناہوں سے توبہ عوام کی توبہ ہے، غفلت اور زلالت سے توبہ خواص کی توبہ ہے اور نیکیوں اور اسکی جانب التفات کو چھوڑ کر صرف اطاعت کی جانب متوجہ ہونا اکابر کی توبہ ہے۔ بندہ جب گناہوں سے توبہ کرکے اپنے اعمال کی اصلاح کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس بندے کی حال کی اصلاح فرما دیتا ہے، افضل اعمال نفس کی خواہش کے خلاف کام کرنا اور ذکر یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کیلئے سرخ کے چند ستون یاقوت ہیں انکے اوپر کے حصے عرش کے نیچے ہیں اور اسکے نیچے کے حصے زمین میں مچھلی کی پیٹھ پر ہیں پس جب بندہ صدق نیت سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہتا ہے تو عرش ہل جاتا ہے مچھلی اور ستون حرکت کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُسْكُنْ يَا عَرْشِيْ یعنی اے عرش ٹھہر جا۔ عرش کہتا ہے میں کیسے ٹھہروں اور ان کلمات کے کہنے والے سے غافل نہیں ہے پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے آسمان کے رہنے والو! گواہ ہو جاؤ میں نے اسکے کہنے والے کے گناہوں کو معاف کر دیا ہے اسکا گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، اس نے گناہ چھپ کر کیا ہو یا اعلانیہ پس اللہ تعالیٰ ذکر کے سبب اس بندہ کو گناہ سے نکال دیتا ہے اور اسکے ذریعے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلوب حاصل ہوتی ہے۔ (روح البیان) ۴ امت کے معانی صاحب قاموس نے چند بیان کئے ہیں (۱) وہ شخص جس میں ہر طرح کی اچھائی اور خوبی ہو (۲) وہ شخص جو حق پر ہو اور تمام مذاہب [باطلہ] کا مخالف ہو (۳) چستی (۴) طاعت (۵) علم وغیرہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اندر اتنے فضائل اور محاسن جمع تھے جو متعدد اشخاص میں بھی پائے جانا دشوار ہے آپ سب لوگوں کے مقتدا تھے، حق پر قائم تھے، تمام باطل مذاہب کے مخالف تھے [اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں] مجسم نشاط وطاعت تھے اللہ تعالیٰ اور اسکے احکام کو جانتے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام معلمِ خیر تھے دنیا کے لوگ آپکی اقتدا کا دعویٰ کرتے تھے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ تنہا آپ ہی مؤمن تھے باقی لوگ کافر تھے۔ قَانِتًا: اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور احکام خداوندی پر قائم۔ حَنِيْفًا: باطل سے پھر جانے والے، حق کی جانب مڑنے والے، بعض علماء نے حنیف کا ترجمہ کیا ہے دین اسلام پر قائم رہنے والے، بعض نے ترجمہ کیا ہے مخلص۔ لَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ: قریش کا دعویٰ تھا کہ ہم ابراہیم کے دین پر ہیں اللہ تعالیٰ نے اس دعویٰ کی تردید کر دی کہ ابراہیم مشرک نہ تھے۔ صراط مستقیم سے مراد دین اسلام اور اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کی دعوت۔ (مظہری)

شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ

سپاس دارندہ مر نعمتہاء او بر گزیدہ ا ورا و نمود او را بسوے راہ

اسکی نعمتوں کا شکر کرنے والے انھیں چن لیا اور انھیں راہ دکھائی سیدھی راہ

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ

راست و دادیم او را در دنیا نیکوئی و ہر آئنہ او

کی جانب ۱ اور ہم نے انھیں دنیا میں بھلائی دی اور بیشک وہ

فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ؕ ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ

در آخرت از نیکوکارانست پس وحی کردیم ما بسوے تو

آخرت میں نیکوکار میں سے ہیں ۲ پس ہم نے وحی کی آپکی طرف

اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ

آمکہ پیروی کن ملت ابراہیم را حنیفہ است و نبود از

یہ کہ پیروی کرو ابراہیم کے ملت کی جو ہر باطل سے جدا ہے اور وہ مشرکوں میں

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ

مشرکان جز ایں نیست کہ نہادہ شد تعظیم شنبہ بر آنانکہ

سے نہ تھے ۳ اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ سنیچر کی تعظیم ان لوگوں پر لازم کی گئی جنھوں نے

اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ

اختلاف کردند دراں و ہر آئنہ پروردگار تو حکم کند میان ایشاں روز

اس میں اختلاف کیا اور بیشک تمہارا رب فیصلہ فرمائیگا ان کے درمیان قیامت کے

الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ

قیامت در آنچہ بودند دراں اختلاف کردند بخواں بسوے راہ

روز جس میں وہ سب اختلاف کرتے تھے ۴ بلایئے اپنے رب کے

۱ مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کھانا کھاتے تھے مہمان کے ساتھ، اگر کسی روز مہمان نہ آتا تو آپ کھانا مؤخر کر دیتے تھے یہاں تک کہ ملائکہ بشری لباس میں آتے تھے آپ انکی جانب کھانے بڑھاتے لیکن ملائکہ کھانا کی جانب ہاتھ نہ بڑھاتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہتے کہ اب آپ پر کھانا واجب ہوگیا ہے اللہ تعالیٰ کے شکر کی وجہ سے اس لئے کہ آپ مہمان کے انتظار کی بلا میں مبتلا تھے اللہ تعالیٰ نے آپکو اس سے عافیت دی، کہا گیا ہے کہ آپ امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی ضیافت کا ارادہ رکھتے تھے پھر آپ نے اس کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: ''اے اللہ میں عاجز ہوں اور تو ہر شے پر قادر ہے'' پس حضرت جبرائیل علیہ السلام جنتی کافور سے ہتھیلی بھر کر آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لیکر جبلِ ابو قُبیس پر گئے اور اس کافور کو چھڑک دیا اللہ تعالیٰ نے اس کافور کو جمیع اقطار میں پہنچادیا، اس کافور کے ذروں میں سے ایک ذرہ بھی جہاں پہنچا وہاں کی نمک کان بنی پس نمک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ضیافت ہے۔(روح البیان)

۲ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کے اندر آپکی محبت ڈال دی پس ہر دین والے آپکی خوبی کا اعتراف کرتے ہیں۔ مسلمان، یہود اور نصاریٰ کی جانب سے تو ظاہر ہے کفار قریش اور تمام عرب فخر نہیں کرتے تھے مگر آپ پر۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ حسنہ سے مراد ہمارا كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ کہنا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ صدق، وفا اور عبادات مراد ہیں۔ [واضح رہے کہ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ اُمَّةً سے لَمِنَ الصَّالِحِيْنَ تک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نو صفات بیان فرمائی ہیں] (۱) اُمَّةً (۲) قَانِتًا لِّلّٰهِ (۳) حَنِيْفًا (۴) وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۵) شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ (۶) اِجْتَبَاهُ (۷) وَهَدَاهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۸) وَاٰتَيْنَاهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً (۹) وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِيْنَ. (تفسیر کبیر) ۳ یعنی توحید میں نرمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے میں، پے در پے دلیلیں پیش کرنے میں، ہر شخص سے اسکی سمجھ کیمطابق مناظرہ کرنے میں، قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں اور دین ابراہیمی کے اصول و شرائع اختیار کرنے میں ابراہیم کے طریقے پر چلو۔ یہ تمام چیزیں وہ نعمتیں تھیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمائی تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کیا تھا اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو بھی ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا۔ طریق ابراہیم کی پیروی میں یہ تمام امور داخل ہیں۔ فائدہ: رسول اللہ ﷺ کو ملت ابراہیم پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ حضور ﷺ مرتبہ خُلت پر پہنچنے کے بڑے مشتاق تھے اور آپکو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت زیادہ محبت تھی۔ آیت قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ اس محبت پر دلالت کر رہی ہے (مظہری) ۴ یعنی سنیچر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں [مقرر] نہ تھا اور انکے دین میں نرمی تھی سختی نہ تھی یہود نے اس روز دنیا کے مشاغل اور دیگر امور کو ترک کر کے اپنے اوپر خود سختی پیدا کی پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جمعہ کا دین لیکر آئے تو آپ نے ان سے کہا کہ ہفتہ کے سات روز میں سے ایک دن اپنے آپکو عبادت کیلئے خالی کر لو تو انکی قوم نے اتوار کے دن کو اختیار کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم [دنیا میں] پیچھے ہیں قیامت کے دن آگے ہونگے باوجود اسکے کہ انکو کتاب ہم سے پہلے دی گئی اور ہم سے پیچھے پھر یہ انکا دن تھا جو ان پر فرض کیا گیا تھا یعنی جمعہ کا دن، پر انھوں نے مخالفت کی لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسکی ہدایت کردی سب اس روز عبادت میں ہمارے پیچھے ہیں۔ یہودیوں کیلئے کل کا دن ہے یعنی سنیچر اور عیسائیوں کیلئے کل کا دن ہے یعنی اتوار۔ (القرطبی) بعض علماء نے آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ نے سنیچر کے دن کی تعظیم اور حرمت صرف ان لوگوں کیلئے لازم کی تھی جنھوں نے اسکے سلسلے میں اختلاف کیا تھا یعنی یہودیوں پر سنیچر کی تعظیم لازم تھی۔ (مظہری)

رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ

پروردگار خود با حکمت و پند نیکو

راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے

الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ

و جدال کن بایشاں براہی کہ آں

اور حجت قائم کرو ان کے ساتھ

أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ

نیکو تر است ہر آئنہ پروردگار تو او دانا تر است بہر

ایسی راہ سے جو سب سے بہتر ہو، بیشک تمہارا رب وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے

ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ

کہ گمراہ شد از راہ او و او دانا تر است

اس کو جو گمراہ ہوا اسکی راہ سے اور وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے

بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١٢٥﴾ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ

براہ یافتگان و اگر عقوبت کنید

راہ پانے والوں کو ۱ اور اگر سزا دو

فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ

پس عقوبت کنند بمانند آنچہ عقوبت کردید باں

تو ویسی ہی سزا دو جیسی سزا تمہیں دی

بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ

و اگر صبر کنید البتہ آں

اور اگر صبر کرو تو ضرور وہ

تفسیر اظہار العرفان

۱ حکمۃ سے مراد قرآن ہے قرآن ایک محکم، مضبوط اور اٹل کلام ہے جس پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی جاسکتی۔ بِالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ سے مراد معارضہ ہے۔ معارضہ ایسی دلیل کو کہتے ہیں کہ جس سے حق واضح ہوجائے اور شبہات دور ہوجائیں اسکا حسن یہ ہے کہ دلیل کے ساتھ ترہیب اور ترغیب بھی ہو [نہ ماننے پر سخت عذاب سے ڈراؤ اور ماننے کے بعد بہترین نتیجہ کی بشارت] بعض علماء نے کہا کہ موعظ حسنہ سے مراد ایسا نرم کلام ہے جس میں درشتی اور چڑ چڑا پن نہ ہو۔ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ یعنی بہت اچھے عمدہ طریقہ سے ان سے مناظرہ کرو اور اسطرح بحث کرو کہ اس میں نفس کی تیزی اور شیطانی وسوسہ داخل نہ ہو۔ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ الخ حضرت جابر بن عبداللہ ﷛ فرماتے ہیں کہ احد کے روز جب لوگ میدانِ جنگ سے واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ کو نہیں پایا ایک شخص نے کہا کہ میں نے فلاں چٹان کے پاس انھیں دیکھا تھا وہ کہہ رہے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کا اور اسکے رسول ﷺ کا شیر ہوں اے اللہ میں تیرے سامنے اس بات سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں جسکو یہ لوگ یعنی ابوسفیان وغیرہ لاتے ہیں اور ان لوگوں یعنی مسلمانوں نے [بظاہر] جو شکست کھائی ہے انکی طرف سے میں عذر خواں ہوں۔ رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہ کی طرف آئے اور آپکی لاش کو دیکھکر رو دیئے اور جب آپکے کان، ناک کٹے اور صورت بگڑی ہوئی پائی تو چیخ پڑے اور فرمایا: کیا انکو چھپانے کیلئے کوئی کپڑا ہے ایک انصاری نے اپنا کپڑا حضرت حمزہ ﷛ پر ڈال دیا اور انکے بھائی نے ایک اور کپڑا ابھی حضرت حمزہ ﷛ پر ڈال دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جابر یہ کپڑا تیرے باپ کیلئے ہے اور یہ کپڑا میرے چچا کیلئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسوقت یہ بھی فرمایا تھا تجھ پر اللہ کی رحمت ہو، میں جس طرح تجھے جانتا تھا تو ویسا ہی نیکوکار اور صلہ رحمی والا تھا اگر صفیہ رنجیدہ نہ ہوتی' یا یہ فرمایا: اگر ہماری عورتوں کو رنج نہ ہوتا تو میں تجھے ایسی حالت میں چھوڑ دیتا کہ تیرا حشر درندوں کے پیٹوں اور پرندوں کے پوٹوں سے قیامت کے دن ہوتا پھر فرمایا: تم کو بشارت ہو مجھے جبرائیل نے آکر خبر دی ہے کہ ساتوں آسمانوں والوں میں حمزہ کے متعلق یہ الفاظ لکھ دیئے گئے ہیں ''حمزہ بن عبدالمطلب اسد اللہ، اسد رسول اللہ ﷺ'' اسکے بعد اگر آئندہ کسی مقام پر اللہ نے قریش پر مجھے فتح یاب کیا تو تیری بجائے انکے ستر آدمیوں کے ناک کان کاٹوں گا جب رسول اللہ ﷺ کا یہ رنج وغصہ مسلمانوں نے دیکھا تو انھوں نے بھی کہا کہ اگر ہمیں اللہ کسی روز ان پر فتح عطا فرمائے تو ہم بھی انکے ستر آدمیوں کی اسی طرح شکلیں بگاڑ دینگے کہ کسی عرب نے ایسا نہ دیکھا ہوگا۔ (مظہری) وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ: یہاں خاص کا عطف عام پر ہے اس لئے کہ قرآن مواعظ اور غیر مواعظ پر مشتمل ہے لیکن یہاں موعظِ حسنہ سے ایسی نصیحت مراد ہے جو ترغیب اور ترہیب [کسی چیز کی رغبت دلانا اور کسی چیز سے ڈرانا] دونوں پر مشتمل ہو اس طرح کی نصیحت سے بندوں کو عبادت کا شوق دلانا ہے اور بندوں کیلئے سہولت پیدا کرنا ہے۔ موعظِ حسنہ کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد قولِ رفیق یعنی نرم بات ہے۔ جاننا چاہیئے کہ آیتِ کریمہ میں تبلیغ کے باب میں تین طریقے بیان کئے گئے ہیں (۱) حکمت (۲) موعظِ حسنہ (۳) ایسے جدال کے ساتھ جو لوگوں میں سب سے اچھا ہو۔ بعض لوگوں نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ اول سے علمائے راسخین کی جانب اشارہ ہے، دوم سے ان لوگوں کی جانب اشارہ ہے جو حدِ کمال کو نہ پہنچے ہوں اور سوم سے کفار کی جانب اشارہ ہے۔ (صاوی)

خَيۡرٌ لِّلصّٰبِرِيۡنَ ﴿١٢٦﴾ وَاصۡبِرۡ

بہتر است مر صبر کنندگانرا و صبر کن

بہتر ہے صبر کرنے والوں کیلئے ١ اور صبر کرو

وَمَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ

و نیست صبر تو مگر بخدا

اور نہیں ہے تمہارا صبر کرنا مگر اللہ کی طرف سے

وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ وَلَا

و اندوہ مخور بر ایشاں و مباش

اور غم نہ کھاؤ ان پر اور نہ

تَكُ فِىۡ ضَيۡقٍ مِّمَّا

در تنگدلی از آنچہ

ہو جاؤ تنگدلی میں اس سے جو مکر

يَمۡكُرُوۡنَ ﴿١٢٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ

مکر کنند ہر آئنہ خدای

سب کرتے ہیں ٢ بیشک اللہ

مَعَ الَّذِيۡنَ اتَّقَوْا

بآنانست کہ پرہیز کردند

ان لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے پرہیزگاری کی

وَّالَّذِيۡنَ هُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ ﴿١٢٨﴾

و آنانکہ ایشاں نیکوکار شد

اور وہ لوگ جو نیکوکار ہوئے ٣

١ جب رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھ چکے اور انھیں دفنا دیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی یعنی اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ سے وَاصۡبِرۡ وَمَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ تک، پس اللہ کے رسول ﷺ نے صبر کیا اور کسی کو بھی مُثلہ یعنی ناک کان کاٹ کر شکل بگاڑنا نہیں کیا۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ یہ آیت صبر کے بارے میں نازل ہوئی کہ مسلمانوں پر جو ظلم ہوا اس پر صبر کریں اور اگر بدلہ لینا چاہتے ہیں تو اتنا ہی بدلہ لیں جتنی تکلیف انھیں کفار کی جانب سے پہنچی۔ اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سے ظلماً رقم لے پھر ظالم مظلوم کے پاس وہ رقم بطور امانت رکھ دے تو کیا مظلوم بقدر حق اس مال میں خیانت کر سکتا ہے یا نہیں؟ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ کر سکتا ہے [اور یہ خیانت بھی نہ ہو گی] اس گروہ میں ابن سیرین، ابراہیم نخعی، سفیان اور مجاہد ہیں ان لوگوں نے اس آیت کریمہ کے عموم لفظ سے دلیل قائم کی ہے۔ امام مالک اور انکے ساتھ دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے ان کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ جسکا تمہارے پاس امانت ہو تم اسے دیدو اس میں خیانت نہ کرو۔ (القرطبی)

٢ ابن زید کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے آیت قتال سے، لیکن جمہور اس پر ہیں کہ یہ آیت محکم ہے۔ وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ یعنی شہداءِ اُحد کا غم نہ کریں اس لئے کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جانب منتقل ہو گئے ہیں۔ (القرطبی)

٣ یعنی محسنین وہ لوگ ہیں جو فواحش اور کبائر گناہوں سے بچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ نصرت و معونت کے ساتھ ہے۔ ہرم بن حیان سے موت کے وقت کہا گیا کہ ہمیں کچھ وصیت کیجئے تو اس نے کہا میں اللہ تعالیٰ کی آیات مضبوطی سے پکڑنے کی وصیت کرتا ہوں بالخصوص اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ سے آخر تک۔ (القرطبی) اس آیتِ کریمہ میں اشارہ ہے کہ متقین اور محسنین کے ساتھ جو معیت معنویہ ہے وہ خاص ہے اور یہ نظریہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے خلاف نہیں ہے کہ وَلَاۤ اَدۡنٰى مِنۡ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكۡثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمۡ یعنی اور اس سے کم اور اس سے زیادہ تعداد نہیں ہے مگر اللہ اس کیساتھ ہے۔ جاننا چاہیئے کہ معیت کی دو قسمیں ہیں ایک خاصہ دوم عامہ، پس معیتِ عامہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تصریف اور تدبیر کے ہر مخلوق کیساتھ ہے جبکہ معیتِ خاصہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اعانت، نصرت اور رضا کے متقین اور محسنین کے ساتھ حیات اور موت میں ہے گویا کہ اس صفت کے ساتھ اللہ تعالیٰ ان کیساتھ دائمی طور پر ہے جب معاملہ ایسا ہے تو چاہیئے کہ صلحاء کی زیارت کریں اور انکی خدمت میں رہیں اس لئے کہ یہ لوگ دائمی طور پر حیات و موت میں اللہ تعالیٰ کی رضا میں رہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ابن آدم جب مرتا ہے تو اسکا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین عملوں کے [یعنی] وہ علم اسے نفع دیگا مطلب یہ ہے کہ اسے اعمال کا ثواب بار بار ملے گا۔ دوسرا وہ نیک بچہ جسے وہ دنیا میں چھوڑ جائے الخ ظاہر یہ ہے کہ صالح میت کی زیارت کیلئے جانا چاہیئے۔ (صاوی)

تفسیر اظہار العرفان

سُوْرَةُ الْاِسْرَآءِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّاثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا

سورہ اسراء مکی ہے اور اس میں ایک سو گیارہ آیات اور بارہ رکوع ہیں [1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بنام خدای بخشاینده مهربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ

پاکست آنخدائیکه سیر گردانید بنده خود را بشب از مسجد حرام بسو

پاک ہے وہ (اللہ) جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات میں مسجد حرام سے

الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ

مسجد دور تر آنکه برکت دادیم ما گردا تا بنمائیم او را از آیات ما هر آئنه او

مسجد اقصٰی کی جانب جسکے اردا گرد ہم نے برکت رکھی تا کہ ہم انھیں اپنی نشانیاں دکھائیں بیشک وہی

اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ① وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ

اوست شنوا بینا و دادیم ما موسیٰ را کتاب و ساختیم او را راه نماینده

سننے والا دیکھنے والا ہے [2] اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ہم نے اسے راہنما قرار دیا

هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۭ ② ذُرِّيَّةَ

برای بنی اسرائیل آنکه مگیرید بجز من کار گذاری ای فرزندان قومیکه

بنی اسرائیل کیلئے کہ نہ بناؤ میرے سوا کارساز [3] اے اس قوم کی اولاد جسے

مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ③ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ

برداشتیم با نوح هر آئنه او بود بنده سپاس دارنده و اعلام دادیم بسوی بنی

ہم نے نوح کیساتھ اٹھایا وہ شکر کرنے والا بندہ تھا [4] اور ہم نے نشانیاں بھیجیں بنی

[1] سورہ بنی اسرائیل کی ہے سوائے وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ سے وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ تک۔اس میں کل ٦٤٦٠ حروف اور١٥٦٣ کلمات ہیں۔

[2] سلف صالحین کے درمیان اختلاف ہے کہ معراج روحانی ہوئی یا جسمانی۔ [اس مسئلہ میں تین مذاہب ہیں] پہلا مذہب: معراج فقط روحانی ہی ہے یہ مذہب حضرت امیر معاویہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔ دوسرا مذہب حالت بیداری میں جسم کیساتھ فقط مسجدِ اقصٰی تک ہوئی ہے اور آسمان کی طرف روحانی معراج ہوئی ہے۔ تیسرا مذہب: معظمین سلف اور کثیر تعداد میں مسلمان اس جانب گئے ہیں کہ مسجد حرام سے مسجد اقصٰی تک اور پھر وہاں ساتوں آسمانوں سے اوپر تک معراج جسمانی ہوئی ہے۔ (القرطبی) شیخ اکبر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو ٣٤ مرتبہ معراج کرائی گئی ان میں سے ایک مرتبہ جسمانی ہے باقی تمام روحانی معراج ہیں۔ معراج جسمانی کی تاریخ ٢٧ رجب المرجب پیر کی شب ہے اسی پر لوگوں کا عمل ہے۔ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت پیر کے روز ہوئی پیر کے روز ہی آپکے پاس پہلی وحی آئی پیر کے روز ہی معراج کرائی گئی پیر کے روز ہی مکہ مکرمہ سے ہجرت کے ارادے سے نکلے پیر کے روز ہی مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور پیر کے روز ہی آپکا وصال ہوا۔ واضح رہے کہ شب معراج آپکو تین طرح کے علوم عطا کئے گئے (١) وہ علم جو حقیقتِ صرفہ کے باب سے ہے (٢) وہ علم جو معرفت کے باب سے ہے (٣) وہ علم جو شریعت کے باب سے ہے اور یہ تینوں علوم علومِ اولین و آخرین سے زائد ہیں۔ امام نوی فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ آپ نے اپنی سر کی آنکھوں سے اپنے رب کو ملاحظہ فرمایا۔ (روح البیان) معراج سے واپسی میں جب رسول اللہ ﷺ مقامِ ذی طوی پہنچے تو فرمایا: جبرائیل! میری قوم والے اسکی تصدیق نہیں کرینگے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ابوبکر آپکی تصدیق کرینگے وہ بڑے سچے ہیں۔ (مظہری) [3] اس سے پہلی آیت میں رسول اللہ ﷺ کے اکرام کو بیان کیا گیا اور اب اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اکرام بیان ہو رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی جسکے ذریعے وہ لوگوں کو جہل اور کفر کے ظلمات سے نکال کر نورِ علم اور دینِ حق کی جانب لے جاتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) [4] حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اصل عبارت یوں ہے يَاذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ یعنی اے اس قوم کی اولاد کہ ہم نے اٹھایا جنکو نوح کیساتھ۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ تمام انسان حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں اس لئے کہ کشتی میں آپکے ساتھ آپکے تین لڑکے بھی تھے سام حام یافث۔ پس لوگ ان ہی کی ذریت میں سے ہوئے۔ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا یعنی آپ بہت زیادہ شکر کرنے والے تھے۔ مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کھانا تناول فرماتے تو یوں کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنِيْ وَلَوْ شَاءَ اَجَاعَنِيْ ترجمہ: ''تمام تعریفیں اللہ کیلئے جس نے مجھے [بھوک میں] کھانا کھلایا اگر وہ چاہتا تو مجھے بھوکا رکھتا''۔ جب آپ پانی پیتے تو یوں کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَسْقَانِيْ وَلَوْ شَاءَ اَظْمَأَنِيْ ترجمہ: ''تمام تعریفیں اللہ کیلئے جس نے مجھے [پیاس میں] پانی پلایا اگر وہ چاہتا تو مجھے پیاسا رکھتا''۔ جب آپ کپڑے پہنتے تو یوں فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ وَلَوْ شَاءَ اَعْرَانِيْ ترجمہ: ''تمام تعریفیں اللہ کیلئے جس نے مجھے کپڑے پہنائے اگر وہ چاہتا تو بے کپڑے رکھتا''۔ جب آپ جوتے پہنتے تو یوں کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ حَذَانِيْ وَلَوْ شَاءَ اَحْفَانِيْ ترجمہ: ''تمام تعریفیں اللہ کیلئے جس نے میرے [پیروں میں] جوتے پہنائے اگر وہ چاہتا تو میرے [پیروں کو] خالی رکھتا۔ اور جب آپ رفع حاجت کیلئے جاتے تو یوں کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَخْرَجَ عَنِّيْ اَذَاهُ فِيْ عَافِيَةٍ وَّلَوْ شَاءَ حَبَسَهٗ ترجمہ: ''تمام تعریفیں اللہ کیلئے جس نے مجھ سے عافیت میں اذیت دور فرمائی اگر وہ چاہتا تو اسے روک دیتا۔ (تفسیر کبیر)

اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ

اسرائیل در کتاب البتہ فساد کنید در زمین دوبارہ البتہ بلند بلند خواہید شد

اسرائے کی جانب کتاب میں کہ ضرور تم فساد کرو گے زمین میں دو مرتبہ اور ضرور تم تکبر کرو گے

عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿٤﴾ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا

بلند شدنی بزرگ پس چوں آمد وعدہ اول ازاں دوبار بر انگیزیم بر شما بندگان خود

بڑا تکبر۔ ا پس جب پہلا وعدہ ان دو بار میں سے آیا تو ہم نے تم پر اپنے بندے بھیجے

لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ﴿٥﴾

خداوندان کار زار سخت پس در آیند میان سراہا و ہست وعدہ کردہ شدہ

سخت لڑائی والے پس داخل ہو گئے تمہارے گھروں کے درمیان اور وعدہ پورا ہونا ہی تھا ٢

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ

باز گردانیم برائے شما دولت تا غلبہ کنید برائے ایشاں و مدد دہیم شما را بمالہا و پسران

پھر ہم نے تمہارے لئے دولت لوٹا دی تا کہ ان پر غلبہ حاصل کرو اور ہم نے مدد دی تمہیں مالوں سے بیٹوں سے

وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ﴿٦﴾ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ

و سازیم شما را پیشتر از روے عدد اگر نیکوئی کردہ باشید

اور تمہیں عدد کے اعتبار سے زیادہ کیا ٣ اگر نیکی کرو گے تو نیکی تم

لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ

بانفسہائے خود و اگر بدی کنید پس در زاں پس چوں بیاید وعدہ

اپنی جانوں کیلئے کرو گے اور اگر بدی کرو گے تو اپنے لئے کرو گے پس جب دوسری بار کا وعدہ آ گیا

الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ

آخرت تا بد سازد سر رویہائے شما و تادر در بیت المقدس

تا کہ تمہارے چہروں کو بگاڑ کر رکھ دے اور تا کہ وہ سب بیت المقدس میں داخل ہو جائیں

ا کتاب سے مراد توریت اور ارض سے مراد ملک شام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ یہاں "اِلٰی" بمعنی "عَلٰی" ہے اور کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے یعنی ہم نے بنی اسرائیل کیلئے یہ بات لوح محفوظ میں لکھ دی تھی کہ تم دو مرتبہ فساد برپا کرو گے۔ پہلا بگاڑ اسوقت ہوا جب بنی اسرائیل نے توریت کے احکام چھوڑ دیئے' ممنوعات کو اختیار کیا اور حضرت شعیا بن مضیا کو شہید کیا۔ دوسرا فساد اسوقت ہوا جب انھوں نے حضرت زکریا اور حضرت یحیٰی علیہما السلام کو شہید کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ پہلا فساد حضرت زکریا علیہ السلام کا قتل تھا اور دوسرا فساد حضرت یحیٰی علیہ السلام کا قتل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ۔ (مظہری)

٢ یعنی انکے دو فسادوں میں سے پہلا فساد۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ اہل بابل ہیں کہ ان پر پہلی مرتبہ بخت نصر مسلط ہوا جب انھوں نے ارمیاء کی تکذیب کی اور انھیں زخمی کر کے قید کیا۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ان پر جالوت کو مسلط کیا اور اس نے قتل عام کیا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ بخت نصر نے جب بنی اسرائیل پر پہلی مرتبہ حملہ کیا تو بنی اسرائیل نے اسے مار بھگایا پھر اس نے دوسری مرتبہ حملہ کیا اور بنی اسرائیل کا قتل عام کیا اور انکے شہر کو ویران کیا۔ محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ بابل کا بادشاہ مھزوم سخاریب نے اپنے ساتھ چھ ہزار کا لشکر لیا اور بیت المقدس پر حملہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ختم کر دیا سوائے سخاریب کے اور اسکے ساتھ پانچ کاتبین کے۔ (القرطبی) مروی ہے کہ بنی اسرائیل کے لوگ اپنے آپکو بڑا سمجھتے تھے اس بناء پر تکبر کے مرتکب ہوئے' انھوں نے محارم کو حلال جانا اور انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط کیا جس نے چالیس ہزار ایسے شخص کو قتل کیا جو توراۃ کی تلاوت کرتے تھے اور بقیہ لوگوں کو اپنی سرزمین پر لے گیا جہاں یہ لوگ ذلت و رسوائی کی زندگی بسر کرتے رہے یہاں تک کہ دوسرے بادشاہ کو بھیجا گیا جس نے اہل بابل سے جہاد کیا۔ (تفسیر کبیر) ٣ اَلْكَرَّةَ یعنی سلطنت اور طاقت۔ عَلَيْهِمْ یعنی ان لوگوں پر جن کو تم پر مسلط کیا تھا۔ بیضاوی نے اسکی تفصیل اسطرح لکھی ہے کہ بہمن بن اسفندیار جب اپنے دادا گشتاسپ بن لہراسپ کی جگہ شاہِ ایران ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسکے دل میں بنی اسرائیل کیلئے کچھ رحم پیدا کر دیا اس نے تمام اسرائیلیوں کو قید سے رہا کر کے ملک شام کو بھیج دیا اور حضرت دانیال علیہ السلام کو سب کا سردار بنا دیا یا یہ لوگ ملک شام چلے گئے اور بخت نصر کی فوج پر تسلط پا لیا حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا۔ جب ملک شام پر انکا تسلط ہو گیا تو انھوں نے ملک کو پہلے سے زیادہ فروغ دیا' انکی تعداد بھی خوب بڑھی اور دولت کی فراوانی ہو گئی۔ نفیر ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اپنی کسی آدمی کے ساتھ دشمنی کی طرف مارچ کرتے ہیں۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ نفیر نفر کی جمع ہے جیسے عبید' عبد کی۔ نفر اس جماعت کو کہتے ہیں جو دشمن سے مقابلہ کرنے نکلتی ہے۔ (مظہری) یعنی پھر جب تم نے توبہ کی اور میری جانب رجوع لائے تو ہم نے تمہارے دشمن کو ہلاک کیا اور تمہاری سلطنت کو تمہاری جانب واپس کیا اور دشمنوں پر تمہیں غلبہ دیا پھر تمہیں اموالِ کثیرہ اور اولادِ وفیرہ عطا کیا تا کہ دشمن پر تمہاری قوت قائم ہو جائے اور تم اپنی سلطنت کو بآسانی چلا سکو۔ (صفوۃ التفاسیر) یہ آیتِ کریمہ قضا و قدر کی صحت پر دلالت کرتی ہے اور ہمارے اصحاب نے اس سے قضا و قدر کے مسائل پر حجت کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب بنی اسرائیل کے بارے میں یہ خبر دی کہ یہ لوگ دو مرتبہ زمین میں فساد کرینگے تو ایسا ہی ہوا گویا کہ انکے بارے میں یہ خبر حتمی اور لازمی ہو گئی جو نسخ کو قبول نہیں کرتی' پھر اللہ تعالیٰ نے اس خبر کو مختلف طریقے سے مؤکد فرمایا مثلاً وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا۔ وغیرہ (تفسیر کبیر)

تفسیر اظہار العرفان

كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝۷

ہمچنانکہ در آمدند دراں اول بار و تا ہلاک کنند آنچہ غالب شوند ہلاک کردنی

جیسے آئے تھے اس میں پہلی بار اور تا کہ جس پر غالب ہوں ہلاک کر کے رکھ دیں! شاید کہ تمہارا رب تم پر رحم

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَ

شاید کہ پروردگار شما آنکہ رحمت کند بر شما و اگر باز گردید گردانیدیم و

کرے اور اگر تم پھر لوٹ گئے (شرارت کی جانب) تو ہم بھی لوٹیں گے (عذاب دینے کی جانب) اور

جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝۸ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ

ساختیم دوزخ را برائے کافران زندانے ہر آئنہ ایں قرآن

ہم نے کافروں کے واسطے جہنم کو قید خانہ بنایا ۲ بیشک یہ قرآن

يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ

راہ می نماید برائے آنانکہ راست تر است و مژدہ دہد مومنانرا آنانکہ

راستہ دکھاتا ہے اسکی جانب جو سب سے سیدھا ہے اور خوشخبری سناتا ہے مومنوں کو جو

يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝۹ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ

کردند نیکیہا آنکہ ایشانرا است مزد بزرگ و ہر آئنہ آنانکہ

نیکیاں کرتے ہیں کہ ان کیلئے بڑا اجر ہے ۳ اور بیشک وہ لوگ جو

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۱۰

نمیگروند بآخرت آمادہ کردیم ما برائے ایشاں عذابے سخت

ایمان نہیں لاتے ہیں آخرت پر ہم نے تیار کیا ہے ان کے واسطے سخت عذاب ۴

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ

و دعا کند آدمی ببدی خوانیدن او بہ نیکوئی و ہست آدمی

اور انسان برائی کا دعا (ایسے) کرتا ہے (جیسے) اپنے لئے بھلائی کی دعا کرتا ہے اور انسان

۱ جاننا چاہیئے کہ جب بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی قوم کو مسلط کیا جس نے قتل کیا اور انھیں قیدی بنایا جب بنی اسرائیل نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انکی مشقت کو ختم کر کے انکی سلطنت کو واپس فرمایا پس یہاں سے ظاہر ہوا کہ جو شخص اطاعت کریگا وہ اپنے لئے بھلائی کریگا اور جو نافرمانی کریگا سو وہ اپنے لئے ہی نقصان کریگا اس لئے فطری طور پر انسانی عقول میں احسان و نیکی مطلوب ہوئی اور برائی اسے ناپسند ہوئی۔ اس معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ. واحدی کہتے ہیں کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ اگر تم طاعات کا عمل کرو گے تو تحقیق تم نے اپنے نفس کے ساتھ بھلائی کی اس حیثیت سے کہ ان طاعات کی برکت سے اللہ تعالیٰ ابواب خیر اور ابواب برکت تم پر کھول دیگا' اور اگر تم نے محرمات جیسے افعال کو اپنایا تو اپنے نفس کیلئے ہی برا کیا اس حیثیت سے کہ اس معاصی کے سبب عقوبت کے دروازے تم پر اللہ تعالیٰ کھول دیگا۔ اہل بشارت کہتے ہیں کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت غالب ہے اسکے غضب پر' اس دلیل سے کہ جب احسان کا ذکر ہوا تو اس لفظ کو دو مرتبہ بیان کیا اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ. اسکے برعکس جب اسائت کا ذکر ہوا تو فقط ایک مرتبہ ذکر فرمایا وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا. (تفسیر کبیر)

۲ قشیری کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کیلئے عقاب دو مرتبہ حلال ہوا ایک مرتبہ کفار کے ہاتھوں اور دوسری مرتبہ مسلمانوں کے ہاتھوں' جب وہ لوگ نافرمانی کی جانب لوٹے تو اللہ تعالیٰ ان پر عذاب کے ذریعے لوٹا۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل جب شرارت اور نافرمانی کی جانب لوٹے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا پس آپ نے ان پر جزیہ عائد کیا (القرطبی) ۳ جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیات میں رسول اللہ ﷺ کی معراج' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دیئے جانے' نافرمانوں کو سزا دینے اور آخرت میں عذاب دینے کا ذکر فرمایا تو پھر اس پر تنبیہ کی کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہر خیر اور بزرگی کا سبب ہے اور اسکی نافرمانی ہر مصیبت کا سبب ہے' اسکے بعد ضروری تھا کہ قرآن کی تعریف کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو تین صفات سے متصف فرمایا' پہلی صفت: يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ یہاں یہ بات واضح رہے کہ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ دین مستقیم ہے اور لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ دلالت کر رہی ہے کہ یہ دین سارے ادیان سے قوی تر ہے۔ دوسری صفت: يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ جب پہلی صفت کی یہ دلالت تھی کہ قرآن اعتقاد اصوب اور عمل صالح کیلئے ہادی ہے اس لئے یہ ضروری تھا کہ اس اصوب اور اصلح کا اثر بھی ظاہر ہو اور وہ اکثر اجر کبیر ہے جو آیت میں مذکور ہے جب طریق اقوام ہے تو ربح اکبر اور نفع اعظم کا فائدہ بھی ضروری تھا۔ (تفسیر کبیر) ۴ تیسری صفت: اس آیت میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی تیسری صفت بیان فرما رہا ہے اور وہ اسطرح کہ جب اس قرآن کی اطاعت سے مسلمانوں کو بڑا فائدہ حاصل ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ اسکی نافرمانی سے بڑا نقصان اٹھانا پڑیگا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو دو طرح کی بشارت دی ایک تو یہ کہ ان کیلئے بڑا اجر موجود ہے دوم یہ کہ ان کے دشمنوں کیلئے بڑا عقاب ہے۔ سوال: یہ آیت احوال یہود کی شرح میں وارد ہے اور وہ لوگ ایمان بالآخرت کے منکر نہ تھے پس انکے حق میں لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ جواب: اسکے دو جواب ہیں' ایک یہ کہ اکثر یہود جسمانی ثواب و عقاب کے منکر تھے اس لئے ان کے حق میں یہ جملہ درست ہے' دوم یہ کہ یہود کا کہنا تھا کہ ''ہمیں جہنم کی آگ چند دن چھوئے گی'' پس انکا یہ کہنا بمنزلہ آخرت کے انکار کے ہے اس لئے ان کے حق میں یہ جملہ درست ہوا۔ (تفسیر کبیر)

عَجُوْلًا ⑪ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ

شتاب کنندہ و گردانیدیم شب و روز را دو نشانہ پس محو کردیم

جلد بازی کرنے والا ہے ۱ اور ہم نے شب و روز کو دو نشانی بنائی پس ہم نے رات

اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا

نشانہ شب ما و گردانیدیم نشانہ روز را روشن تا بجوئید

کی نشانی مٹائی اور ہم نے دن کی نشانی کو روشن کیا تا کہ تم تلاش کرو

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ

بخشایشی از پروردگار شما و تا بدانید شمار سالہا و بدانید حساب

اپنے رب کا فضل تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جانو

وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ⑫ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ

و ہر چیز بیان کردیم بیان گردانی و ہر آدمیرا الزام کردیم

اور ہم نے ہر چیز بیان کر دی جدا جدا کر کے ۲ اور ہم نے ہر آدمی کیلئے

طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا

عمل او را در گردن او و بیروں آریم او را روز قیامت نوشتہ

اسکے عمل کو اسکی گردن کا ہار بنا دیا اور اس کیلئے قیامت کے روز ایک نوشتہ لائیں گے

يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ⑬ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ

ببیند آنرا باز کشادہ بخواں نامہ خود پس است نفس تو امروز بر تو

اسے کھلا ہوا پائیگا ۳ پڑھ اپنا نامہ اعمال کافی ہے تیرا نفس آج کے دن تجھ پر

حَسِيْبًا ؕ ⑭ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ

شمار کنندہ ہر کہ راہ یابد جز ایں نیست راہ یابد برائے خود

شمار کرنے والا ہے ۴ جو کوئی راہ پائے اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ راہ پاتا ہے اپنے لئے

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں کہ مصیبت کے وقت انسان کا اپنے لئے اور اپنی اولاد کیلئے نا پسندیدہ دعا کرنا' اسی طرح انسان کا اپنے رب سے عافیت کیلئے دعا کرنا اگر اللہ تعالیٰ اسکے حق میں شر کی دعا قبول کر لے تو وہ ہلاک ہو جائیگا۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی جب اس نے یہ دعا کی اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَاءِ اَوِائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ترجمہ ''اے اللہ اگر یہی حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کر یا دردناک عذاب کیساتھ آ'' یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو محظور [جن چیزوں سے انسان کو روکا گیا ہو] کا طالب ہو جیسے انسان مباح کی طلب میں کوشش کرتا ہے۔ وَکَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا یعنی انسان کی طبیعت میں عجلت داخل ہے اس لئے وہ شر کے سوال میں ایسے ہی عجلت کرتا ہے جیسے خیر کی طلب میں' کہا گیا ہے کہ اس سے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے کہ انکے جسم میں مکمل طور پر روح نہیں پہنچی تھی کہ وہ کھڑا ہونا چاہتے تھے۔ حضرت سلمان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے سر میں اولاً روح پھونکی اسی حالت میں عصر کے وقت تک رہے ابھی تک انکی ٹانگوں میں روح نہیں پھونکی گئی تھی تو اللہ تعالیٰ سے عرض کی اے میرے رب رات سے قبل جلد میری ٹانگوں میں روح پھونک دے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو جنت میں آپ نے ان تمام چیزوں کو چھوڑے رکھا جسے چھوڑنے کا حکم دیا گیا پس شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے گرد چکر لگا کر انکو دیکھا تو اسکی نظر آپکے پیٹ پر پڑی تو وہ سمجھ گیا کہ یہ ایک ایسی چیز پیدا کی گئی جسکے ہاتھوں انسان مجبور ہوگا اور اسے قابو میں رکھنے کی قدرت نہیں پائیگا۔ (القرطبی) ۲ یعنی ان دونوں کو اپنی وحدانیت' وجود' کمال علم اور کمال قدرت پر دلیل بنائی' ان میں سے ایک کا آنا اور دوسرے کا جانا اسی طرح کبھی رات کا بڑھنا اور دن کا کم ہونا اور دن کا بڑھنا اور رات کا کم ہونا یہ سب اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے پر کو چاند کے چہرے پر مارے چنانچہ آپ نے ایسا کیا تو چاند کی روشنی ماند پڑگئی ورنہ چاند بھی سورج ہی کی طرح روشنی میں تھا۔ چاند میں جو سیاہی ہمیں نظر آتی ہے یہ اسی پر کا نتیجہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو ستر اجزا میں پیدا فرمایا اور چاند کو بھی ستر اجزا میں پیدا فرمایا پھر چاند کے نور میں سے ۶۹' حصے کو محو کر دیا اور سورج کو عطا کر دیا جس سے سورج کا نور ۱۳۹' ہو گیا۔ (القرطبی) ۳ کلبی اور مقاتل کہتے ہیں کہ نیکی ہو یا بدی' اچھائی ہو یا برائی انسان کے ساتھ رہے گی یہاں تک کہ اس سے ہر خیر و شر کی حساب فہمی ہو جائے حضرت حسن کہتے ہیں کہ طائر سے مراد ہے برکت و نحوست۔ اہل حقیقت کہتے ہیں کہ طائر وہ امر تقدیری ہے جسکا فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ آدمی اسے ضرور کریگا اور اسکا نتیجہ وہ ضرور حاصل کریگا خواہ خوش نصیبی ہو یا بدبختی۔ جانور پرندہ ہو یا چرندہ عرب اسکے نکلنے سے اچھا برا شگون لیتے تھے اگر شکاری کی بائیں ہاتھ کی طرف سے شکار نکل کر دائیں ہاتھ کی طرف آئے تو اسکو اچھا سمجھتے تھے کیونکہ بغیر مڑنے اور گھومنے کے شکاری اسکو شکار کر سکتا تھا اور اگر دائیں ہاتھ کی طرف سے بائیں ہاتھ کی جانب شکار آجائے تو اسکو برا سمجھتے تھے کیونکہ اس صورت میں بغیر گھومے شکاری تیر نہیں مار سکتا تھا۔ (مظہری) ۴ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام اعمال نامے عرش کے نیچے ہیں جب موقف ہوگا یعنی قیامت کے دن تو لوگوں کو ایک میدان میں حساب کیلئے کھڑا کیا جائیگا تو اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیج دیگا اور ہوا اُڑ کر اعمال ناموں کو دائیں اور بائیں ہاتھوں میں پہنچا دیگی۔ (مظہری)

وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ

و ہر کہ گمراہ شود پس جز ایں نیست گمراہ شود براں و بر ندارد ہیچ بر دارندہ با

اور جو گمراہ ہوئے پس اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ گمراہ ہوتا ہے اپنے نفس پر اور نہ اٹھائیگا کوئی اٹھانے والا

أُخْرَىٰ ۗ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ﴿١٥﴾

دیگر یرا و نیستیم ما عذاب کنندہ آنکہ بر انگیزیم فرستادہ

دوسرے کا بوجھ اور نہیں ہیں ہم عذاب کرنے والے یہاں تک کہ ہم رسول بھیج دیں ۱

وَإِذَا أَرَدْنَا أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا

و چوں خواہیم آنکہ ہلاک گردانیم جباران دیہی را حکم کنیم منعمان آنرا

اور جب ہم بستی کے سرکشوں کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو ہم خوش حالوں پر (طاعت کا) حکم بھیجتے ہیں

فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ﴿١٦﴾

پس بیروں کردند دراں پس واجب شود بر ایشاں کلمۂ عذاب را پس بنیاد بر کنیم ایشانرا از بنیاد بر کندے

پس بستی والوں نے حکم عدولی کی تو ان پر عذاب کا کلمہ واجب ہوا پھر ہم نے انھیں جڑ سے اکھاڑ دیا ۲

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِن بَعْدِ نُوحٍ ۗ وَكَفَىٰ

و بسیار ہلاک کردیم ما از قرنہا از پس نوح و بس است

اور کتنے ہی ہلاک کئے ہم نے بستیوں کو نوح کے بعد' اور کافی ہے

بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿١٧﴾ مَّن

پروردگار تو بگناہ بندگان خود دانا بینا ہر کہ

تمہارا رب اپنے بندوں کے گناہ سے خبردار دیکھنے والا ۳ جو کوئی

كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَن

باشد میخواہد ایں جہاں بشتابانیم او را دراں آنچہ میخواہیم برائے ہر کہ میخواہیم ہر کہ

اس دنیا کو جلدی چاہتا ہو ہم نے اسے جلد ہی دیدیا اس میں ہم جو چاہتے ہیں (کرتے ہیں)

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ نے رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کی اولاد کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے آباء کے ساتھ ہونگے' کچھ عرصہ کے بعد انھوں نے پھر پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ بڑے ہوکر کیا کرتے۔ اس کے بعد جب اسلام محکم ہوگیا تو انھوں نے پوچھا اس پر آیت لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی نازل ہوئی اور آپ نے فرمایا جنت میں داخل ہونگے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت ابن عباس ﷛ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی اس نے اہل مکہ سے کہا کہ تم لوگ میری پیروی کرو اور محمد (ﷺ) کا انکار کردو اس پر جو گناہ ہوگا وہ ہمارے ذمہ ہے۔ اس آیت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ بن عمر ﷛ کی دلیل کا جواب دیا کہ جب انھوں نے کہا کہ اہل میت کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا. جمہور کا قول ہے کہ یہ حکم دنیا کیلئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی گروہ کو ہلاک نہیں فرماتا ہے جب تک ان میں اپنا رسول یا ڈرانے والا نہ بھیج دے۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ یہ حکم عام ہے یعنی دنیا اور آخرت دونوں میں اسکا اطلاق ہے۔ حضرت ابوہریرہ ﷛ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اہل فترت [دو رسول کے درمیان کے زمانے کو فترت کہتے ہیں اور اس زمانے کے لوگوں کو اہل فترت کہتے ہیں] گونگا' اندھا اور بہروں کی جانب ایک رسول مبعوث فرمائیگا پس ان میں سے وہی انکی اطاعت کرینگے جو دنیا میں انکی اطاعت کا ارادہ کرتے ہوں پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (القرطبی) امام شافعی کہتے ہیں کہ یہ آیت بتارہی ہے کہ جس شخص کو دعوتِ پیغمبر نہ پہنچی فقط عقل وہوش ملنے کی وجہ سے اس پر کوئی اعتقاد یا عمل واجب نہیں ہوتا پس پیغمبر کی دعوت نہ پہنچنے کی وجہ سے اگر کوئی شرک یا عملی معصیت کا مرتکب ہو تو اسکو عذاب نہ ہوگا۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حاکم اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن انسانی عقل بجائے خود اللہ تعالیٰ کو ایک سمجھنے اور تمام عیوب ونقائص سے پاک جاننے اور معجزات کی روشنی میں نبوت کا اقرار کرنے کی مکلف ہے اقرار توحید ورسالت کا مدار عقل پر ہے حکم خداوندی اور ہدایت رسول پر نہیں جس تک بعثت نبی کی اطلاع نہ پہنچی ہو یا انبیاء کو اللہ تعالیٰ مبعوث ہی نہ کرتا تب بھی توحید وتنزیہ کا اعتراف عقل کا فریضہ ہے تمام شرائع اور احکام کا مدار توحید ونبوت کے اقرار پر ہے۔ (مظہری) ۲ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیت میں خبر دی کہ وہ کسی بستی کو بغیر کوئی رسول بھیجے ہلاک نہیں کرتا یہ خبر اس لئے ہے کہ ایسا کرنا قبیح ہے بلکہ ایسا کرنا ایک وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ پس جب وعدۂ الٰہی متحقق ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرتا ہے۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا جو نبی ﷺ کی زوجہ ہیں فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ فزع کرتے ہوئے نکلے اس حال میں کہ انکا چہرہ سرخ تھا آپ فرماتے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' عرب کیلئے ویل ہے جو شر کے قریب ہوگئے آج کے روز یاجوج ماجوج کی مثل فتنے کے دروازے کھول دیئے گئے پھر آپ نے ابہام اور اسکی قریب والی انگلی کو ملا کر بتایا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! کیا ہمیں ہلاک کردیا جائیگا اس حال میں کہ ہم میں صالحین بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا: جی ہاں! جب خباثت کی کثرت ہوجائے [تو ایسا ہی ہوتا ہے] (القرطبی) ۳ قرن وہ لوگ جو ایک زمانہ میں ہوں یعنی انکی پیدائش ایک زمانہ میں ہو۔ قاموس میں ہے عرب بولتے ہیں هُوَ عَلٰی قَرْنِیْ یعنی وہ میری عمر کا ہے قرن کا ختم ہوجانے کا یہ معنی ہے کہ ایک زمانہ کا کوئی شخص بھی باقی نہ رہے جتنے ہم عمر لوگ ہیں مرجائیں تو کہا جائیگا یہ قرن ختم ہوگیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرن زمانہ کی ایک محدود مدت کو کہتے ہیں۔ (مظہری)

نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾

میخواہیم پس گردانیدیم برائے او دوزخ در آیند دراں نکوہیدہ راندہ شدہ

پھر ہم نے اس کیلئے دوزخ ٹھکانا کیا اس میں ملامت کیا ہوا دھتکارا ہوا داخل ہوگا [1]

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ

و ہر کہ خواہد آخرت را و بشتابد بداں حق سعی او باشد و او مؤمن باشد

اور جو آخرت چاہے اور اس کیلئے درست کوشش کرے اور وہ مؤمن ہو

فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ

پس آنگروہ ہست سعی ایشاں پسندیدہ ہر یکی ازیں دو گروہ مدد می دہیم

پس یہی گروہ ہے کہ جنکی کوشش پسندیدہ ہے [2] ان دو گروہ میں سے ہر ایک کو ہم مدد دیتے ہیں

وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ

و ایں گروہ از عطائے پروردگار رو و نیست عطائے پروردگار تو

اور اس گروہ (کو بھی) تمہارے رب کی عطا سے' اور نہیں ہے تمہارے رب کی عطا

مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَ

باز داشتہ بنگر چگونہ افزونی دادیم بعضے ایشانرا بر بعضے و

روکی ہوئی [3] دیکھو کیسے ہم نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور

لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾ لَا تَجْعَلْ

ہر آئنہ آخرت بزرگ تر است از روے مرتبہ و بزرگ تر است از روے فضل فرا مگیر

بیشک آخرت سب سے بڑی ہے از روئے مرتبہ اور سب سے بڑی ہے از روئے فضل [4] نہ ٹھہراؤ

مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ وَ

با خدای خدایان دیگر پس بنشینی نگوہیدہ فروگذاشتہ و

اللہ کے ساتھ دوسرے خداؤں کو پس تو بیٹھ جائیگا ملامت کیا ہوا رسوا کیا ہوا [5] اور

تفسیر اظہار العرفان

[1] کمال فی الدنیا کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک وہ انسان جو اپنے عمل کا بدلہ دنیا ہی میں چاہتا ہو پس یہ لوگ انبیائے کرام علیہم السلام کی اطاعت صرف اس لئے کرتے ہیں تا کہ انکی ریاست وحکومت بچ جائے پس یہ لوگ نحوست و برائی کو خود اپنی گردن میں ڈالتے ہیں [دوسرے وہ لوگ جو اپنے عمل سے آخرت کو چاہتے ہیں اسکا ذکر دوسری آیت میں] (تفسیر کبیر) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے بعض بندوں کو حصولِ مطلوب کے بغیر ہی طلب سے آزماتا ہے' بعض کو حصولِ مطلوب سے آزماتا ہے لیکن مشروط طور پر' پس یہاں ہمیں تین صورتیں حاصل ہونگیں اول: طلب ہو لیکن شے نہ ہو' دوم: طلب بھی ہو اور شے بھی ہو' سوم: شے ہو لیکن طلب نہ ہو۔ (روح البیان)

[2] جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا اور آخرت سے مرکب پیدا فرمایا ان میں سے ہر جز اپنی جانب غذا کیلئے مائل ہوتا ہے' دنیوی جزء نفس ہے جو انسان کو جہنم کی جانب لے جاتا ہے اور اخروی جزء روح ہے جو انسان کو جنت کے اعلیٰ درجہ کی جانب لے جاتی ہے' ان دونوں جزء یعنی روح اور نفس کے درمیان قلب پیدا فرمایا اور اس کیلئے لطف وقہر کے درمیان راستہ ہے پس جو کوئی اسکے قہر کو دعوت دیگا اسکا دل ٹیڑھا ہوگا اور وہ دنیا کی جانب مائل ہوگا اور جو کوئی اسکے لطف کو دعوت دیگا اسکا دل ثابت قدم رہے گا اور وہ عالم علوی کی جانب مائل ہوگا آخرت کو چاہے گا اور اس کیلئے کوشش کریگا۔ (روح البیان) اللہ تعالیٰ مومن کے اخلاص کے مطابق اسکے اجر میں اضافہ فرمائیگا یعنی ایک سے دس تک' ستر اور سات سو تک۔ حضرت ابوہریرہ ﷜ سے پوچھا گیا کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اسکے متعلق کچھ سنا ہے حضرت ابوہریرہ ﷜ نے فرمایا کہ میں نے سنا کے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ ایک نیکی پر ہزار نیکیاں عطا فرماتا ہے (القرطبی) آخرت کے عمل سے مراد یہ ہے کہ آخرت کے ثواب کی نیت اور اسکا ارادہ رکھے اگر یہ نیت نہ ہو تو اس عمل سے آخرت میں کوئی فائدہ نہ ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰى ترجمہ: ''اور انسان کیلئے نہیں ہے مگر جسکی اس نے کوشش کی'' نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ یعنی عمل کا دارومدار نیتوں پر ہے' اور یہ نیت اس لئے بھی مقصود ہے کہ اعمال کے ذریعے بندہ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی معرفت سے منور کرتا ہے اور یہ معرفت حاصل نہ ہوگی مگر اللہ تعالیٰ کی بندگی کی نیت سے۔ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وہ عمل جو بندہ کو ثواب آخرت کی کامیابی سے ہمکنار کرے اور اسے ثواب و آخرت تک پہنچائے قرب وطاعات ہیں اسکے برعکس بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کے قریب اعمالِ باطلہ سے ہونے کی کوشش کرتے ہیں کفار اللہ تعالیٰ کا قرب بتوں کی عبادت کے ذریعے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ اس آیت میں تیسری شرط ہے پہلی شرط تھی کہ اعمال سے ثواب آخرت کا ارادہ کرے' دوسری شرط یہ تھی اچھے اعمال کی کوشش کرے اور تیسری شرط یہ تھی کہ وہ مؤمن ہو۔ جاننا چاہیئے کہ شکر تین امور سے عبارت ہے (۱) اعتقاد جو ان تمام اعمال کیلئے محسن ہے (۲) زبان سے اسکی ثناء کرے (۳) ایسے افعال بجالانا جو شکر کے وقت دلالت کرے کہ وہ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے طاعت گذار بندہ کو ان تینوں امور کی توفیق عطا فرماتا ہے (تفسیر کبیر) [3] یعنی اللہ تعالیٰ ہر دو فریق یعنی دنیا چاہنے والا ہو یا آخرت کا طالب ہو' کو مال واولاد کی وسعت عطا فرماتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کسی پر تنگ نہیں ہے مؤمن ہو یا کافر ہو اس لئے کہ ہر ایک دار العمل میں پیدا کئے گئے ہیں (تفسیر کبیر) [4] یعنی ہماری ان مباح عطیات کی جانب دیکھو کہ ہم ان عطیات کو مؤمن تک پہنچاتے ہیں اور کافر پر تنگ کرتے ہیں اور کبھی کافر کو دیتے ہیں اور مؤمن پر تنگ کر دیتے ہیں لیکن اسکے باوجود آخرت دنیا سے اشرف اور اعظم ہے مؤمن آخرت میں جنت میں داخل ہوگا اور کافر جہنم میں داخل ہوگا۔ (تفسیر کبیر) [5] لھذا تم لوگ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ (تفسیر کبیر)

قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ

حکم کرد پروردگار تو آنکه نپرستید مگر او را و بپدر و مادر خود

تمہارے رب نے حکم دیا کہ اسکے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور اپنے ماں باپ کیساتھ

اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا

نیکوئی کنید اگر برسد نزدیک تو کرش یکے از ایشاں یا ہر دو ایشاں

بھلائی کرو اگران میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کو پہنچے یا ان میں سے ہر دو

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا

پس مگوئید ایشانرا اُف و جواب درشت باز ندہید و بگو مر ایشانرا سخن

پس نہ کہو انھیں اُف اور سخت جواب نہ لوٹاؤ اور ان کیلئے اچھی بات

كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ

نیکو و فراگیر برائے ایشاں بال تواضع از رحمت و

کہو ا اور ان کے لئے تواضع کا پر مہربانی سے بچھا اور کہہ اے میرے رب!

قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ ؕ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا

بگوا ے پروردگار من بہ بخشای ایشانرا ہمچنانکہ پروردند مرا در حالت خوردے پروردگار شما دانا تر است آنچہ

انھیں معاف فرما جیسا کہ پالا مجھے بچپن کی حالت میں ۲ تمہارا رب سب سے زیادہ جانتا ہے جو

فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ

در تنہاے شما ست اگر باشید شایستگان پس ہر آئنہ او ہست مر توبہ آرندگانرا

تمہارے دلوں میں ہے اگر تم لائق ہو جاؤ تو بیشک وہ توبہ کرنے والوں کو

غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ

آمرزندہ و بدہ خداوند خویشی را حق او و درویش را و

بخشنے والا ہے ۳ اور رشتے داروں کو ان کا حق دو اور مسکین کو اور

تفسیر اظہار العرفان

ا اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت اور توحید کا حکم دیا ہے اور والدین کے ساتھ نیکی کرنے کے حکم کو اس حکم کے ساتھ ملایا جیسے اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو ملایا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا عمل زیادہ پسندیدہ ہے آپ نے فرمایا: وقت پر نماز ادا کرنا' میں نے عرض کیا پھر کونسا عمل' آپ نے فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرنا' میں نے عرض کیا پھر کونسا عمل' آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ اس حدیث سے خبر دی گئی کہ نماز کے بعد افضل الاعمال والدین کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک کبائر گناہوں میں سے ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالیاں دیتا ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض گذار ہوا لوگوں میں میرے حسن صحبت کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے۔ آپ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے عرض کی پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے عرض کی پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے عرض کی پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تیرا باپ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خاک آلود ہو اسکی ناک' خاک آلود ہو اسکی ناک' خاک آلود ہو اسکی ناک۔ عرض کی گئی کس کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا: اس شخص کی جو والدین کو بڑھاپے میں پالے ان میں سے ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے میں اس حال میں دیکھے کہ انکے بستر پر بول و براز ہو جیسے تم بچپن میں بستر پر بول و براز کرتے تھے اسوقت گھن کی وجہ سے اُف تک نہ کہو۔ وَلَا تَنْهَرْهُمَا یعنی ان دونوں کو نہ زجر کرو اور نہ ان سے سخت کلام کرو بلکہ ان دونوں سے نرم کلام کرو۔ (القرطبی) ۲ یہ استعارہ ہے شفقت اور مہربانی سے یعنی ان دونوں کے سامنے عاجزی کرو۔ واضح رہے کہ اس میں خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے لیکن اس سے مراد امت ہے اس لئے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اسوقت آپکے والدین کریمین کا انتقال ہو چکا تھا۔ كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا. بچپن کی تربیت کو یہاں اس لئے ذکر فرمایا تا کہ بندہ اسے یاد کر کے والدین پر شفقت کرے۔ واضح رہے کہ والدین مؤمن ہوں یا غیر مؤمن ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائیگا لیکن والدین اگر مؤمن نہ ہوں تو ان کیلئے مغفرت کی دعا نہیں کی جائیگی اس لئے کہ قرآن نے مشرکین کے حق میں دعائے مغفرت کے حکم کو منسوخ کر دیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں مطلقاً دعا کا حکم ہے لیکن مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ سے مشرکین والدین کے حق میں دعائے مغفرت کا حکم منسوخ ہو گیا۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص شام کرے اس حال میں کہ اسکے والدین اس سے راضی ہوں اور صبح کرے اس حال میں کہ اسکے والدین اس سے راضی ہوں تو اس کیلئے جنت کے دو دروازے کھل جائیں گے پس وہ ایک کے بعد ایک میں داخل ہوگا اور جو صبح و شام اس حال میں کرے کہ اسکے والدین اس سے ناراض ہوں تو اس کیلئے جہنم کے دو دروازے کھول دیئے جائیں گے پس وہ ایک کے بعد ایک میں داخل ہوگا۔ (القرطبی) ۳ یعنی تمہارا رب اعتقادِ رحمت اور ان دونوں کے ساتھ مہربانی کے جذبہ کو خوب جانتا ہے۔ حضرت سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ اَوَّاب اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے گناہ سے توبہ کرے' پھر گناہ کرے پھر توبہ کرے' پھر گناہ کرے۔ (القرطبی)

السَّبِيۡلِ وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِيۡرًا ۝٢٦ اِنَّ الۡمُبَذِّرِيۡنَ كَانُوۡۤا

راہ گذر بآنانرا و پراگندہ مکن پرا گندہ کردنے ہر آئنہ اسراف کنندگان ہستند

مسافر کو اور فضول خرچ نہ کر ۱ بیشک اسراف کرنے والے

اِخۡوَانَ الشَّيٰطِيۡنِ‌ؕ وَكَانَ الشَّيۡطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوۡرًا ۝٢٧ وَ

برادران دیوان و ہست دیو پروردگار خود را ناسپاس و

شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکر گذار ہے ۲ اور

اِمَّا تُعۡرِضَنَّ عَنۡهُمُ ابۡتِغَآءَ رَحۡمَةٍ مِّنۡ رَّبِّكَ تَرۡجُوۡهَا

اگر اعراض کنی از ایشاں برائے انتظار رحمت از پروردگار تو امید میداری بآں

اگر تو اعراض کرے ان لوگوں سے اپنے رب کی رحمت کے انتظار میں جسکی تم امید رکھتے ہو

فَقُلۡ لَّهُمۡ قَوۡلًا مَّيۡسُوۡرًا ۝٢٨ وَلَا تَجۡعَلۡ يَدَكَ مَغۡلُوۡلَةً

پس بگو مر ایشانرا سخن نرم و مساز دست خود را بر بستہ

تو ان سے نرم بات کہو ۳ اور اپنے ہاتھ کو بندھا ہوا نہ کر

اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبۡسُطۡهَا كُلَّ الۡبَسۡطِ فَتَقۡعُدَ مَلُوۡمًا

بگردن خود و مکشا دست را ہمہ کشادن پس بنشینی ملامت کردہ شد

اپنی گردن سے اور نہ مکمل طور پر اپنے ہاتھ کو کھولو کہ پھر ملامت کئے ہوئے

مَّحۡسُوۡرًا ۝٢٩ اِنَّ رَبَّكَ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ‌ؕ

در ماندہ ہر آئنہ پروردگار تو کشادہ کند روزی مر ہر کرا خواہد و تنگ کند

تھکے ہوئے بیٹھ جاؤ ۴ بیشک تیرا رب روزی کشادہ فرماتا ہے جس کیلئے چاہے اور تنگ فرماتا ہے

اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيۡرًاۢ بَصِيۡرًا ۝٣٠ ع وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ

ہر آئنہ او ہست بہ بندگان خود دانا بینا و مکشید فرزندان خود را

بیشک وہ اپنے بندوں کو جاننے والا دیکھنے والا ہے ۵ اور قتل نہ کرو اپنی اولاد کو

تفسیر اظہار العرفان

۱ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مالدار پر لازم ہے کہ اس قرابت دار محرم کا خرچ جو نادار بچہ ہو' یا نادار بالغ عورت ہو' یا اپاہج' یا نابینا نادار مرد ہو اس سے حفظ جان وابستہ ہے اور حفظ حیات ہی اصل نیکی اور صلہ رحمی ہے۔ امام بغوی نے حضرت علی بن حسین [امام زین العابدین] کا قول نقل کیا ہے کہ قربیٰ سے مراد رسول اللہ ﷺ کی قرابت ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی قرابت داری کا حق ادا کرو۔ حضرت ابو سعید خدری ؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو طلب فرما کر فدک عطا فرما دیا۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جانب بھی اس بیان کی نسبت کی ہے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس روایت کو صحیح ماننا مشکل ہے کیونکہ اس روایت پر کہنا پڑیگا کہ یہ آیت مدنی ہے حالانکہ مشہور اسکے خلاف ہے [آیت کا مکی ہونا مشہور ہے] میں کہتا ہوں مشہور قابل اعتماد یہ روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے خود فدک طلب کیا تھا مگر آپ نے نہیں دیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کا قول بھی اس طرح روایت میں آیا ہے اگر رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک عطا فرما دیا ہوتا تو خلفائے راشدین خصوصاً حضرت علی ؓ اسکو ہرگز نہ روکتے اور اسکے خلاف نہ کرتے۔ واللہ اعلم۔ وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِيۡرًا یعنی اپنے مال کو گناہ کے راستے میں خرچ نہ کرو۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنا سارا مال حق کے راستے میں خرچ کر دے تو اسکو تبذیر نہیں کہا جائیگا اور اگر ایک سیر غلہ بھی گناہ کے راستہ میں خرچ کریگا تو اسکو تبذیر کہا جائیگا۔ حضرت ابن مسعود ؓ نے تبذیر کی یہ تشریح فرمائی کہ مال کو حق کے علاوہ میں خرچ کرنا۔ شعبہ کا بیان ہے کہ میں ابو اسحٰق کے ساتھ کوفہ کے راستہ میں جا رہا تھا سر راہ ایک دیوار چونے اور پختہ اینٹوں سے بنی ہوئی ملی' ابو اسحاق نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ کے قول پر یہ تبذیر ہے۔ (مظہری) ۲ یہاں بھائی سے مراد فعلِ قبیح میں تشبیہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں شیطان کا ساتھی ہوگا۔ (تفسیر کبیر) ۳ مروی ہے کہ بنی مزنیہ کے چند آدمی نبی ﷺ کے پاس سواری کا جانور مانگنے آئے تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس تمہیں دینے کیلئے سواری کا کوئی جانور نہیں ہے۔ انھوں نے آپکے اس جواب کو آپکی ناراضگی پر محمول کیا اور اسکے غم میں روتے ہوئے واپس چلے گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن جریر نے لکھا ہے کہ یہ آیت ان مساکین کے بارے میں نازل ہوئی جو نبی ﷺ سے سوال کرتے تھے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ۴ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس [عراق سے] کچھ کپڑا آیا جو آپ نے سب مسلمانوں میں فراخ دلی سے تقسیم کر دیا۔ اسکے بعد کچھ اور لوگ آگئے تو انھوں نے دیکھا کہ [آپ تمام کپڑے تقسیم کر کے] فارغ ہو چکے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ابن سعد سے مروی ہے کہ ایک لڑکے نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری ماں آپ سے فلاں فلاں چیز کا سوال کرتی ہے آپ نے فرمایا کہ آج میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے اس لڑکے نے کہا کہ وہ کہتی ہے اپنی قمیض ہی مجھے پہنا دیں اس پر آپ نے اپنی قمیض اتار کر اسکے حوالے کر دی اور خود برہنہ گھر میں بیٹھ گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت امامہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جو کچھ میرے پاس ہے سب کا سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دو۔ انھوں نے کہا کہ اس صورت میں تو ہمارے پاس کچھ بھی نہ باقی رہے گا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ۵ اس آیت کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے اور تم مربوب ہو اور رب وہ ہوتا ہے جو اپنے مربوب کی تربیت فرماتا ہے' اسکی حاجت روائی فرماتا ہے پس بعض کے رزق کو وسیع فرماتا ہے اور بعض کے رزق کو تنگ کرتا ہے' قدر لغت میں تنگی کو کہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ

از ترس درویشی ما روزی دہیم ایشانرا و شما را ہر آئنہ کشتن ایشاں

مفلسی کے خوف سے، ہم روزی دینگے انھیں اور تمھیں، بیشک ان کا قتل کرنا

كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ

ہست گناہ بزرگ و نزدیک مشوید بزنا ہر آئنہ او ہست فاحشہ

بڑا گناہ ہے ۱؎ اور قریب نہ ہونا زنا کے بیشک وہ بے حیائی

وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ

و بد راہی و مکشید آں تنی را کہ حرام کرد خدای مگر براستی

اور بری راہ ہے ۲؎ اور نہ قتل کرو اس جان کو جسکا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا مگر حق کیساتھ

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا

و ہر کہ کشتہ شود در حالت کہ ستم رسیدہ باشد پس ساختیم ولی او را

اور جو قتل کیا جائے اس حال میں کہ ستم کیا گیا ہو پس ہم نے اسکے ولی کو حق دیا

فَلَا يُسْرِفْ فِّى الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا

پس باید کہ اسراف نکند در کشتن ہر آئنہ او ہست یاری کردہ شدہ و نزدیک مشوید

پس چاہیئے کہ اسراف نہ کرے قتل میں، بیشک وہ مدد کیا ہوا ہے ۳؎ اور قریب نہ ہونا

مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪

مال یتیم را مگر با خصلتی کہ آں نیکو تر است تا برسد بقوت خود

یتیم کے مال کے مگر ایسی عادت کیساتھ جو سب سے اچھی ہو یہاں تک کہ وہ اپنی قوت کو پہنچے

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ

و وفا کنید بعہد ہر آئنہ عہد ہست پرسیدہ شدہ و وفا کنید کیل

اور عہد پورا کرو بیشک عہد کے بارے میں پوچھا جائیگا ۴؎ اور ناپ پورا کرو

۱؎ حضرت ابن مسعود ؓ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا سب سے بڑا گناہ کونسا ہے۔ فرمایا [سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ] اللہ کے مثل دوسروں کو قرار دو باوجود یہ کہ اللہ ہی نے تجھے پیدا کیا ہے، میں نے عرض کیا بیشک یہ بڑا گناہ ہے، فرمایا اپنی اولاد کو خود قتل کرنا اس اندیشے سے کہ وہ تمہارے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہو جائیگی۔ میں نے عرض کیا اسکے بعد کونسا گناہ ہے فرمایا، اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا (متفق علیہ)

۲؎ جب اللہ تعالیٰ نے سابقہ آیات میں یکے بعد دیگرے پانچ اشیاء کا حکم دیا تو اب اسکے بعد دو شے کی جانب رجوع فرمایا ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم بجالاؤ اور دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت کرو۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو زنا سے منع فرمایا ہے۔ قفال کہتے ہیں کہ انسان سے جب لَا تَقْرَبُوْا کہا جائے تو یہ جملہ لَا تَفْعَلْ سے زیادہ مؤکد ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس نہی کی علت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بیشک زنا بے حیائی ہے (تفسیر کبیر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زانی جب زنا کرتا ہے تو ایماندار ہونے کی حالت میں زنا نہیں کرتا اور چور جب چوری کرتا ہے تو ایماندار ہونے کی حالت میں چوری نہیں کرتا اور شراب پینے والا جب شراب پیتا ہے تو ایماندار ہونے کی حالت میں شراب نہیں پیتا (متفق علیہ) حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کے جب آدمی زنا کرتا ہے تو زنا کرتے وقت ایمان اسکے اندر سے نکل کر سائبان کی طرح اسکے اوپر معلق ہو جاتا ہے جب وہ باز آجاتا ہے تو ایمان اسکی طرف لوٹ آتا ہے (ترمذی) حضرت بریدہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں بوڑھے زانی پر لعنت کرتی ہیں اور [جہنم میں] زانیوں کی شرمگاہوں کی سڑی ہوئی بو سے دوزخیوں کو بھی اذیت پہنچائیں گی (مظہری) نفس سے مراد ہے مسلمان یا ذمی کافر۔ اِلَّا بِالْحَقِّ سے مراد ہے قصاص۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، اسکا خون جائز نہیں مگر تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے، یا تو وہ شادی شدہ زانی ہو، یا کسی کے قتل کے عوض اسے قتل کیا جائے، یا دین کو چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہو گیا ہو۔ حضرت ابن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے خونوں کے فیصلے کئے جائیں گے۔ حضرت براء بن عازب ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی نظر میں مؤمن کے ناحق قتل کے مقابلہ میں ساری دنیا کا فنا ہو جانا حقیر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی نے مؤمن کے قتل میں آدھی بات کہہ کر بھی اعانت کی تو اللہ کے سامنے جب وہ جائیگا تو اسکی دونوں انکھوں کے درمیان لکھا ہوگا اللہ کی رحمت سے ناامید۔ حضرت امیر معاویہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر گنا کی امید ہو سکتی ہے کہ اللہ معاف فرما دے سوائے اس شخص کے کہ کافر مرا ہو، یا کسی کو قصداً اس نے قتل کیا ہو حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صبح ہوتی ہے تو ابلیس اپنے لشکر پھیلا دیتا ہے اور کہتا ہے آج جو کسی مسلمان کو بے راہ کر دیگا میں اسکو تاج پہنا دونگا پھر ایک واپس آ کر کہتا ہے آج میں اس کے ساتھ لگا رہا یہاں تک کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ابلیس کہتا ہے ہو سکتا ہے وہ نکاح کر لے، دوسرا آ کر کہتا ہے میں نے اسکو ماں باپ کی نافرمانی کرائی، ابلیس کہتا ہے ہو سکتا ہے وہ فرمانبردار ہو جائے، تیسرا کہتا ہے میں نے اسکو مشرک بنا دیا تو ابلیس کہتا ہے تو تو ہی ہے چوتھا کہتا ہے میں نے اس سے ایک مؤمن کو قتل کروا دیا ابلیس کہتا ہے تو نے [ایسا کام کیا] پھر اسکو تاج پہنا دیتا ہے۔ (مظہری) زجاج کہتے ہیں کہ وہ چیز جسے اللہ نے کرنے کا حکم دیا اور ہر وہ چیز جس سے اللہ نے منع فرمایا عہد ہے۔ (القرطبی)

إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَ

چوں پیمائید و راست کنید به تراوزی راست ایں بهتر است و

جب تم ناپو اور برابر رکھو ترازو کو انصاف کیساتھ یہ بہتر ہے اور

أَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٣٥﴾ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ

نیکو تر از جهت عاقبت و از پے مرو آنچه نیست ترا باں دانش هر آئنه

سب سے اچھا ہے عاقبت کی جہت سے ۱ اور نہ پڑو اس کے پیچھے جسکا تجھے علم نہیں' بیشک

السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ

گوش و چشم و دل هر یک ازیها باشد از خود

کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے از خود

مَسْئُولًا ﴿٣٦﴾ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ

پرسیده شده و مرد در زمین رفتن خداوند تکبر هر آئنه تو نتوانی شگافت

سوال ہونا ہے ۲ اور نہ چل زمین میں صاحب تکبر کے چلنے (کی طرح) بیشک تو نہیں چیر سکے گا

الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ﴿٣٧﴾ كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ

زمین و نرسی بکوهها از روے درازی همه اینها هست

زمین کو اور نہ پہنچ سکے گا پہاڑوں پر از روئے بلندی کے ۳ یہ سب

سَيِّئُهُ عِندَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ﴿٣٨﴾ ذَٰلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ

بد نزدیک پروردگار تو ناپسندیده اینست از آنچه وحی کرد بسوے تو

اسکی برائی تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہے ۴ یہ اس میں سے ہے جو وحی کی تیری جانب

رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۗ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتُلْقَىٰ

پروردگار تو از حکمت و مگر دراں با خدای خدایان دیگر پس انداخته شوی

تیرے رب نے حکمت سے اور نہ ٹھہراؤ اللہ کے ساتھ دوسرے الٰہ کو پس تو ڈالا جائیگا

تفسیر اظہار العرفان

۱ ابن عزیز کہتے ہیں کہ لغتِ روم میں میزان کو قسطاس کہتے ہیں' زجاج کہتے ہیں کہ قسطاس میزان کو کہتے ہیں خواہ بڑی ہو یا چھوٹی' حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ عدل کو قسطاس کہتے ہیں اور یہ رومی زبان کا لفظ ہے۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ذکر کیا گیا کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی حرام کام کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ آخرت سے قبل دنیا میں اسے اس سے بہتر بدلہ عطا فرما دیتا ہے۔ (القرطبی)

۲ یعنی ان چیزوں میں مت پڑو جسکا تمہیں علم نہیں ہے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اسکا یہ مطلب ہے کہ جسے تم نے نہیں دیکھا اسکے بارے میں تمہیں علم نہیں یہ مت کہو کہ مجھے معلوم ہے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ کسی شخص کی برائی مت کرو جسکے بارے میں تمہیں علم نہیں۔ حضرت محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ اس سے جھوٹی گواہی مراد ہے۔ کہا گیا کہ اسکا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے جوارح سے سوال کریگا اسکی آنکھ' کان اور دل سے سوال کیا جائیگا اسکی نظیر رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں موجود ہے آپ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور اس سے اسکی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائیگا۔ پس انسان اپنے جوارح پر راعی ہے اس لئے اس سے پوچھا جائیگا (القرطبی) اس آیت میں مظالم کی جانب اشارہ ہے اور وہ اسطرح کہ کانوں کو قرآن کی تلاوت اور مواعظ حسنہ کے سننے میں استعمال کرنا چاہیئے۔ جبکہ آنکھوں کا ظلم یہ ہے کہ اس سے محرمات دیکھے جائیں جبکہ آنکھوں کا صحیح استعمال یہ ہے کہ اس سے قرآن' اسکے علوم' علماء اور صلحاء کے چہرے کی جانب اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار کی جانب دیکھا جائے۔ مروی ہے کہ حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ جب سے میری آنکھوں کا تعلق رسول اللہ ﷺ سے ہوا اسوقت سے کبھی بھی میں نے اپنی شرمگاہ کو نہیں دیکھا اس بناء پر کہ جو آنکھ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت کر لے اسکے لائق نہیں کہ وہ شرمگاہ کو دیکھے۔ حضرت عثمان ؓ فرماتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا کبھی بھی جھوٹ نہیں کہا [اس لئے کہ اسلام سچائی کا نام ہے جب سچائی قبول کر چکا تو اب جھوٹ کیوں کہوں] اور آپ فرماتے ہیں کہ جب سے بیعتِ رضوان کا واقعہ پیش آیا اسوقت سے میں کبھی بھی اپنے سیدھے ہاتھ کو اپنی شرمگاہ کی جانب نہیں لے گیا [رسول اللہ ﷺ نے اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا یہ عثمان کی طرف سے بیعت ہے] اور جب سے میں نے قرآن پڑھا اسکے بعد سے کبھی بھی بدبودار چیز نہیں کھائی [مثلاً پیاز' لہسن وغیرہ] (روح البیان) ۳ اس میں تکبر کی نہی ہے اور تواضع کا حکم ہے۔ فرح بمعنی سخت خوشی۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ تکبر سے چلنے کی ممانعت ہے (القرطبی) حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنی بڑائی کرے اور اکڑ کر چلے وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملیگا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت ناراض ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا گویا کہ آپ کے چہرہ انور میں سورج چمک رہا ہو اور میں نے آپ سے زیادہ تیز چلنے والا کسی کو نہیں پایا گویا زمین آپ کیلئے لپیٹ دی جاتی ہے اور ہم آپ کے پیچھے دوڑنے کی کیفیت میں چلتے تھے پھر بھی آپ کی رفتار کو نہ پاتے۔ (روح البیان) حضرت عیاض بن حماد ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے کہ باہم تواضع اختیار کرو کوئی کسی پر فخر نہ کرے نہ کسی پر زیادتی کرے (مسلم) حضرت سلمہ بن اکوع ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی برابر غرور کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسکو جبارین میں لکھ دیا جاتا ہے پھر اس پر وہی عذاب آجاتا ہے جو ان [قوم جبارین] پر آتا تھا۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ بندہ برا ہے جو اتراتا ہے اور تکبر کرتا ہے اور اللہ بزرگ و برتر کو بھول جاتا ہے۔ (ترمذی) ۴ اس آیت میں سابقہ اوامر ونواہی کی جانب اشارہ ہے۔ (القرطبی)

فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ

در دوزخ ملامت کرده باشی دور مانده آیا برگزید شما را پروردگار شما به پسران

جہنم میں ملامت کیا ہوا عاجز کیا ہوا ۱ کیا چن دیئے تمہارے لئے تمہارے رب نے بیٹے

وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا

و فراگرفت از فرشتگان دختران هر آئنه شما البته گوئید سخنے

اور (کیا اپنے واسطے) فرشتوں کو بیٹیاں بنایا بیشک تم ضرور کہتے ہو بڑی

عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا

بزرگ و ہرآئنہ بیان کردیم ما دریں قرآن تا پند گیرند

بات ۲ اور بیشک ہم نے بیان کیا اس قرآن میں تا کہ وہ سب نصیحت حاصل کریں

وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ

و نمی افزاید ایشانرا مگر رمیدن بگو اگر بودی با خدای

اور نہیں بڑھتی ہے انکے اندر مگر نفرت ۳ کہہ دو اگر اس کیساتھ اور خدا ہیں

كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾

چنانچه گویند آنگاه طلب کردندے بسوے خداوند عرش راهی

جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں جب تو صاحب عرش کی جانب کوئی راستہ تلاش کرتے ۴

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ

پاکست او و بر تر است از آنچه میگویند برتری بزرگ تنزیهه کند مرا او را

پاک ہے وہ اور برتر ہے اس سے جو وہ سب کہتے ہیں ۵ پاکی بیان کرتے ہیں اس کیلئے

السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ

ہفت آسمان و زمین و ہر کہ درانست و نیست ہیچ

ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ اس میں ہے اور نہیں ہے کوئی

تفسیر اظہار العرفان

۱ پیچھے جو احکام گذرے ہیں ان احکام کو اس آیت میں حکمت کہا گیا ہے' انھیں حکمت کہنے کی چند وجوہ ہیں (۱) ان احکام میں توحید' طرح طرح کی طاعات' طرح طرح کی بھلائیوں' دنیا سے منہ موڑنے اور آخرت کے جانب متوجہ ہونے کا حکم ہے عقل انکی صحت پر دلالت کرتی ہے پس اس قسم کی شریعت کی جانب بلانے والا دینِ شیطان کی جانب بلانے والا نہیں ہوگا بلکہ فطرتِ اصلیہ کی جانب بلانے والا ہوگا اور عقل گواہی دے گی کہ یہ دینِ رحمٰن کی جانب بلا رہا ہے۔ (۲) جو احکام ذکر کئے گئے ہیں انکی رعایت تمام ادیان اور ملل میں واجب ہے جس میں نسخ اور ابطال نہیں ہے پس یہ احکام محکم ہوئے اس اعتبار سے یہ حکمت ہے (۳) حکمت عبارت ہے معرفتِ حق لذاتہ سے اور اسکے مطابق کارِ خیر بجالانے سے' پس توحید کا حکم قسمِ اول [معرفتِ حق لذاتہ] سے ہے اور باقی احکام کارِ خیر بجالانے کی قبیل سے ہیں کہ جن پر انسان کو مواظبت کرنا چاہیئے اور ان سے انحراف نہیں کرنا چاہیئے۔ پس ثابت ہوا کہ وہ تمام احکام جو پیچھے مذکور ہوئے عینِ حکمت ہیں۔ حضرت ابن عباس ﷛ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں جو احکام ہیں وہ احکام حضرت موسیٰ ؈ کے الواح میں بھی تھے اسکا اول لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ. اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اور ہم نے الواح میں ان کے لئے نصیحت کی ہر چیز لکھ دی اور ہر چیز کی تفصیل۔ (تفسیر کبیر)

۲ مشرکین کے اعتقاد کے مطابق ولد کی دو قسمیں ہیں۔ اشرف قسم یعنی بیٹے اور اخس قسم یعنی بیٹیاں' پھر انھوں نے اپنے لئے بیٹے ثابت کئے اور اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں ثابت کیں حالانکہ انھیں معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ موصوف بالکمال ہے جسکی کوئی نہایت نہیں' لیکن اسکے باوجود مشرکین نے اللہ تعالیٰ کیلئے ولد ثابت کیا۔ (تفسیر کبیر) ۳ یعنی اس قرآن میں ہم نے متعدد مقامات پر جو عبرتیں' احکام' امثال' دلائل اور نصیحتیں بیان کی ہیں وہ اس لئے بیان کی ہیں کہ لوگ نصیحت پذیر اور سبق اندوز ہوں' یا یہ مطلب ہے کہ مذکورہ بالا مطلب کو ہم نے بار بار مختلف طریقوں سے اس قرآن میں نصیحت پذیری کیلئے ثابت کیا ہے' یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ هٰذَا الْقُرْاٰنَ سے مراد ہے ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں قرار دینے کا ابطال قول یعنی فرشتوں کے بنات اللہ نہ ہونے کا قول ہم نے بار بار بکثرت بیان کیا ہے وَمَا يَزِيْدُهُمْ یعنی ہمارا بار بار بیان کرنا اور نصیحت کرنا ان کیلئے سودمند نہیں ہوتا اس سے ان لوگوں کو حق سے مزید نفرت اور دوری پیدا ہوتی ہے۔ (مظہری) ۴ حضرت ابن عباس ﷛ فرماتے ہیں کہ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ منازعت اور قتال ایسے روا رکھا جیسے بادشاہان ایک دوسرے کے ساتھ روا رکھتے ہیں۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ کے سوا اور معبود بھی ہوتے تو وہ سب عرش کی جانب راہ تلاش کرتے اور وہاں اپنے آپکو پسند کرتے۔ (القرطبی) ۵ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ فی ذاتہ احد ہے اور فی ذاتہ واحد ہے اور شرک توہم سے آتا ہے جیسے مشرکین کے وہم کے مطابق کئی الٰہ ہیں پس اسطرح مؤمنین میں سے وہ لوگ جو عقیدے کے اعتبار سے کمزور اور علم کے اعتبار سے جاہل اور حواس کے اعتبار سے غافل ہوتے ہیں [توہم پرستی میں مبتلا ہوجاتے ہیں] اس لئے عاقل پر ضروری ہے توحید کو مکرر کرے اور اس عہد کی تجدید کرتا رہے جو اسکے اور صاحب عرش کے مابین قائم ہے یہ کام مغفرت کا سبب اور ابرار و مقربین کی درجات کی جانب ترقی کا بھی سبب ہے حضرت ابن عباس ﷛ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب عرش کو پیدا فرمایا اور یہ اعظم مخلوق تو اس نے چوبیس ہزار سال اضطراب کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر چوبیس حروف ظاہر فرمائے اور وہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے پس عرش چوبیس ہزار سالوں تک ساکن رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اول مخلوق کو پیدا فرمایا اور اسے توحید کا حکم دیا پس اس نے کہا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ تو عرش مضطرب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو ٹھہر جا' تو عرش نے جواب دیا میں کیسے ٹھہروں اور حال یہ ہے کہ تو اسکے پڑھنے والے کو معاف نہیں فرمائیگا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اسکے پڑھنے والے کو معاف کردونگا۔ (روح البیان)

شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ وَلٰكِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِیۡحَهُمۡ ؕ

چیزے مگر تسبیح میگوید بحمد او و لیکن نمی دانید تسبیح ایشاں

چیز مگر تسبیح کرتی ہے اسکی حمد کے ساتھ لیکن تم نہیں جانتے ہو اسکی تسبیح

اِنَّهٗ كَانَ حَلِیۡمًا غَفُوۡرًا ﴿۴۴﴾ وَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ جَعَلۡنَا

ہر آئنہ اوست بردبار آمرزندہ و چوں بخوانی قرآنرا گردانیدیم ما

بیشک وہ بردبار (اور) بخشنے والا ہے [1] اور جب تو قرآن پڑھے (تو) ہم نے

بَیۡنَكَ وَبَیۡنَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ حِجَابًا

میان تو و میان آنانکہ نمیگروند باآخرت پردہ

تیرے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت کا انکار کرتے ہیں گہرا پردہ

مَّسۡتُوۡرًا ۙ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ اَكِنَّةً اَنۡ یَّفۡقَهُوۡهُ

پوشیدہ و میکنیم بر دلہاے ایشاں پوششے آنکہ بفہمند او را

ڈال دیئے ہیں [2] اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف چڑھا دیئے ہیں کہ (نہ) سمجھیں اسے

وَفِیۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرۡتَ رَبَّكَ فِی الۡقُرۡاٰنِ وَحۡدَهٗ

و در گوشہاے ایشاں کرانیست و چوں یاد کنی پروردگار تو در قرآن

اور ان کے کانوں میں بہرہ پن ہے اور جب تو یکتا یاد کرے اپنے رب کو قرآن میں

وَلَّوۡا عَلٰۤی اَدۡبَارِهِمۡ نُفُوۡرًا ﴿۴۶﴾ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا

یگاہ بر کردند پشتہاے خود گیرندہ رمیدن ما می دانیم بآنچہ

تو اپنی پیٹھ دیکر نفرت کرتے ہوئے پھرتے ہیں [3] ہم خوب جانتے ہیں اسکو جس کیلئے

یَسۡتَمِعُوۡنَ بِهٖۤ اِذۡ یَسۡتَمِعُوۡنَ اِلَیۡكَ وَاِذۡ هُمۡ نَجۡوٰۤی

میشوند بآں چوں میشوند بتو و چوں ایشاں راز گویند

یہ لوگ تمہاری طرف غور سے سننے کیلئے کان لگاتے ہیں اور جب وہ سرگوشی کرتے ہیں

[1] یعنی ہر چیز لوازمِ اسکان ، خصوصیاتِ حدوث اور ان تمام امور سے اللہ تعالیٰ کے پاک ہونے کا اعتراف کرتی ہے جو شانِ الوہیت کے خلاف ہیں اور اللہ تعالیٰ کے جمالِ ذات کمالِ صفات اور انعامِ متواترہ کا اپنی اس نوعی زبان سے اقرار کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اسکو عطا فرمائی ہے اور اسکو سنتا اور سمجھتا بھی وہی ہے جسکے دل کو اللہ تعالیٰ نے اس زبان وقول کو سننے اور سمجھنے کی قابلیت دی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷜ نے فرمایا کہ ہم آیات [معجزات] کو برکت جانتے تھے اور تم لوگ انکو خوف انگیزی کا سبب خیال کرتے ہو، ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب ایک سفر میں تھے پانی کی کمی پڑ گئی نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کچھ بچا ہوا پانی ہو وہ میرے پاس لے آؤ۔ صحابہ کرام نے ایک برتن لا کر حاضر کر دیا جس میں قدرے پانی تھا آپ نے دست مبارک اس میں ڈال دیا اور فرمایا برکت والے پاک [پانی] کی طرف آؤ اور برکت اللہ کی طرف سے ہے میں نے خود دیکھا کہ آپکی انگلیوں کے بیچ میں سے پھوٹ کر پانی نکل رہا تھا اور کھانا جاتا تو کھانے کے اندر سے ہم سُبۡحَانَ اللّٰهِ کی آواز سنا کرتے تھے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ہر چیز خواہ جاندار ہو یا بے جان اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے یعنی سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمۡدِهٖ کہتی ہے۔ حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ ہر چیز خواہ جاندار ہو یا جماد حمد کے ساتھ اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے یہاں تک کہ دروازہ کی چرچراہٹ اور چھت سے ٹوٹ کر گرنے کی آواز بھی تسبیح وتحمید کا اظہار کرتی ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ شَیۡءٍ سے مراد ہے ہر زندہ چیز سُبۡحَانَ اللّٰهِ پڑھتی ہے، حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ تمام حیوانات اور نباتات تسبیح کا اقرار کرتے ہیں۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ درخت تسبیح پڑھتا ہے اور [اور اسی درخت کی لکڑی سے بنا ہوا] ستون تسبیح نہیں پڑھتا۔ میرے نزدیک یہ تخصیص غلط ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب خطبہ کے وقت ستون سے ٹیک لگانی چھوڑی اور منبر پر خطبہ دینے لگے تو آپکی جدائی کی وجہ سے اس ستون کا بچوں کی طرح رونا صحیح حدیث سے ثابت ہے، قرآن میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد ؑ کے ساتھ پہاڑوں اور پرندوں کو تسبیح پڑھنے کا حکم دیا۔ حضرت ابن مسعود ﷜ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے پکار کر دریافت کرتا ہے کیا تیرے اوپر سے کوئی آدمی اللہ کا ذکر کرتے گذرا ہے۔ جب وہ پہاڑ ہاں کہہ دیتا ہے تو پوچھنے والا پہاڑ خوش ہو جاتا ہے۔ (مظہری) حضرت عمر ﷜ فرماتے ہیں کہ جانوروں کے منہ پر نہ مارا کرو۔ ہر چیز اللہ کی تسبیح و تحمید کرتی ہے۔ میمون بن مہران کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ﷜ کی خدمت میں ایک کوا پیش کیا گیا جسکے بازو سمٹے ہوئے تھے آپ نے اسکے بازوؤں کو پھیلایا اور فرمایا کسی شکار کو بھی نہیں شکار کیا جاتا اور کسی درخت کو بھی نہیں کاٹا جاتا مگر اسی وقت جب وہ تسبیح خوانی کھو چکا ہو۔ (حاشیہ مظہری) [2] ابنِ شہاب سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مشرکینِ قریش کے سامنے قرآن پڑھتے اور انکو قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دیتے تو وہ استہزاءً کہتے کہ جسکی طرف آپ ہم کو بلاتے ہیں اسکے لئے ہمارے دلوں پر غلاف پڑے ہوئے ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہمارے اور آپکے درمیان پردے حائل ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ جب آیت تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی ایک پتھر لے کر آئی آپ اسوقت حضرت ابوبکر صدیق ﷜ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے لیکن عورت کو رسول اللہ ﷺ نظر نہیں آئے حضرت ابوبکر صدیق ﷜ نے فرمایا: خدا کی قسم وہ تو شعر نہیں پڑھتے نہ شعر کہتے ہیں پھر ہجو کس طرح کی۔ عورت کہتی ہوئی لوٹ گئی میں تو اس پتھر سے اسکا سر پھاڑنے آئی تھی اگر مل جاتا تو اسکا سر پھاڑ دیتی۔ حضرت ابوبکر صدیق ﷜ نے عورت کے جانے کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ آپکو نہیں دیکھ پائی فرمایا ایک فرشتہ میرے اور اسکے درمیان آڑ کئے رہا (مظہری) [3] یعنی اس سے شیطان بھاگتا ہے یا اس سے مشرکین بھاگتے ہیں۔ (القرطبی)

اِذۡ یَقُوۡلُ الظّٰلِمُوۡنَ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا ﴿۴۷﴾

چوں گویند ستمگاران متابعت نمی کنید مگر مردانی سحر کردہ شدہ

جب کہتے ہیں ظلم کرنے والے تم پیروی نہیں کرتے ہو مگر ایک ایسے شخص کی جس پر جادو کیا ہوا ہے ۱

اُنۡظُرۡ کَیۡفَ ضَرَبُوۡا لَکَ الۡاَمۡثَالَ فَضَلُّوۡا فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ

بنگر چگونہ بیان کردند برائے تو مثلہا پس گمراہ شدند پس نتوانند

دیکھ انھوں نے تیرے لئے کیسی مثالیں بیان کی پس گمراہ ہوئے اس لئے (سیدھی) راہ نہ

سَبِیۡلًا ﴿۴۸﴾ وَ قَالُوۡۤا ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ

راہی و گفتند آیا چوں بودیم استخوانہا وفاکہا آیا بر انگازیم

پاسکیں گے ۲ انھوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائینگے تو کیا ہم اٹھائے جائینگے

خَلۡقًا جَدِیۡدًا ﴿۴۹﴾ قُلۡ کُوۡنُوۡا حِجَارَۃً اَوۡ حَدِیۡدًا ﴿۵۰﴾ اَوۡ

آفریدہ نو مگر بگو گردید شما سنگ یا آہن یا

نئی پیدائش کے ساتھ ۳ آپ فرما دیجئے ہو جاؤ تم پتھر یا لوہا ۴ یا

خَلۡقًا مِّمَّا یَکۡبُرُ فِیۡ صُدُوۡرِکُمۡ ۚ فَسَیَقُوۡلُوۡنَ مَنۡ

آفریدہ از آنچہ بزرگست در سینہاے پس زود گویند کیست کہ

اور کوئی مخلوق اس میں سے جو تمہارے خیال میں بڑی ہو پس عنقریب کہیں گے کون ہے جو

یُّعِیۡدُنَا ؕ قُلِ الَّذِیۡ فَطَرَکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ۚ فَسَیُنۡغِضُوۡنَ

باز گرداند ما را بگو آنست کہ بیا فرید شما را اول بار پس زود باشد کہ حرکت دہند

ہمیں پھر لوٹائے گا، آپ فرما دیجئے وہی جس نے پیدا کیا تمہیں پہلی مرتبہ پس عنقریب حرکت دینگے

اِلَیۡکَ رُءُوۡسَہُمۡ وَ یَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی ہُوَ ؕ قُلۡ عَسٰۤی اَنۡ

بتو سالہاے خود را و می گویند کے باشد آں بگو شاید آنکہ

تمہاری جانب اپنی سروں کو اور کہیں گے یہ کب ہو گا آپ فرما دیجئے شاید یہ ۵

۱ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ نبی ﷺ سے قرآن سنتے تھے پھر فرار ہو جاتے اور کہتے کہ یہ سب جادو ہے۔ کہا گیا ہے کہ جب عتبہ نے اشراف قریش کو دعوت پر مدعو کیا تو وہاں نبی ﷺ تشریف لے آئے اور آپ نے ان پر قرآن کی تلاوت فرمائی تو وہ لوگ ایک دوسرے سے سرگوشی کرنے لگے کہ یہ ساحر اور مجنون ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اشرافِ قریش کیلئے دعوت کا انتظام کرو۔ پس جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حکم کی تکمیل کی اور اشرافِ قریش کو دعوت پر مدعو کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انکے سامنے قرآن کی تلاوت فرمائی اور توحید کی جانب بلایا اور فرمایا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہوتا کہ عرب تمہاری اطاعت کرے اور عجم تمہارے دین کو اختیار کرے۔ پس انھوں نے انکار کیا اور سنے ہوئے قرآن کے بارے میں سرگوشی کرنے لگے اور کہا کہ یہ جادو ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ظالموں سے مراد ولید بن مغیرہ اور اسکے ساتھی ہیں۔ مَسۡحُوۡرًا سحر زدہ کا جادو کی وجہ سے اسکی عقل ٹھکانے سے نہ رہی ہو، حضرت مجاہد نے اسکا ترجمہ "فریب خوردہ" کیا ہے، بعض علماء نے کہا کہ یہ لفظ مَاسَحَرَکَ سے ماخوذ ہے اسکا معنی ہے مجھے کس چیز نے پھیر دیا۔ ایسی صورت میں مسحور کا ترجمہ "حق سے برگشتہ" بھی ہوگا۔ حضرت ابو عبیدہ نے اسکا ترجمہ کیا ہے سحر والا اور سحر کا معنی ہے پھیپڑا۔ مراد یہ ہے کہ یہ شخص تو تم جیسا پھیپڑوں والا آدمی ہے کھاتا پیتا ہے اور سانس لیتا ہے۔ (القرطبی)

۲ یعنی ان لوگوں کو دیکھیئے کہ آپ کیلئے کیسے کیسے القاب تجویز کئے کسی نے شاعر کہا، کسی نے جادوگر، کسی نے سحر زدہ، کسی نے کاہن اور کسی نے جن رسیدہ دیوانہ کہا۔ یہ لوگ حق سے بھٹک گئے کیونکہ ان باتوں میں سے کسی میں سچائی تو ہے نہیں۔ فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَبِیۡلًا یعنی حق وہدایت کے راستے پر چل نہیں سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں، یا یہ مطلب ہے کہ حسب مراد کوئی مدلل، مناسب راستہ انکو نہیں ملتا کبھی کچھ کہتے ہیں، بے دلیل، اندھا دھند ہاتھ مارتے ہیں جیسے حیران پراگندہ بدحواس آدمی ہوتا ہے بدحواسی کی وجہ سے اسکو معلوم نہیں ہوتا کہ کیا کرے۔ (مظہری) ۳ جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے الٰہیات پر کلام فرمالیا پھر اسکے بعد نبوت کے شبہات اور اسکے جوابات کا ذکر فرمالیا تو اب اس آیت میں انکارِ معاذ بعث بعد الموت اور قیامت کے شبہات کو بیان فرما رہا ہے۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ مدارِ قرآن چار مسائل پر ہے الٰہیات، نبوات معاد اور قضاء وقدر۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رفات کے معنی ہے غبار۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اسکا معنی ہے تراب یعنی مٹی۔ (القرطبی) ۴ یعنی اے محمد ﷺ آپ ان منکرین سے علی جہت تعجیز فرما دیجئے کے شدت اور قوت میں پتھر یا لوہا ہو جاؤ اگر تمہارے پاس ایسا کرنے کی قدرت وطاقت ہے۔ طبری کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کی پیدائش ہڈی اور گوشت کے بارے میں تعجب ہے تو تم لوگ پتھر یا لوہا ہو جاؤ اگر اسکی تمہارے پاس قدرت ہے۔ حضرت عطا ابن عیسی کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر تم لوگ پتھر یا لوہا ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں موت نہیں دیگا ہاں یہ بات ہے کہ تمہیں امر کی جگہ سے نکال دیگا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ تمہارا جو جی چاہے ہو جاؤ اسکے باوجود تمہیں اللہ تعالیٰ لوٹائے گا۔ حضرت قتادہ کا کہنا ہے کہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تمہارا جو دل چاہے ہو جاؤ پھر بھی اللہ تعالیٰ تمہیں موت دیگا پھر تمہیں اٹھائیگا۔ (القرطبی) ۵ یعنی جس اللہ نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا وہ ہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا یہ سن کر وہ لوگ تعجب اور استہزاء کے طور پر سر مٹکا کر کہتے ہیں اچھا تو ایسا کب ہوگا یعنی اگر مان لیں کہ دوبارہ ایسا ہو جانا ناممکن نہیں ہے اور یہ بھی مان لیں کہ جس نے اول بار پیدا کیا وہی دوبارہ پیدا کریگا تو یہ بتاؤ کہ دوسری زندگی کب ہوگی [اس میں تاخیر کیوں ہے، کروڑوں مر گئے اور آج تک کوئی دوبارہ زندہ ہو کر نہیں آیا یہ تاخیر کیوں ہو رہی ہے] جواباً کہا گیا ابتدائے تخلیق عالم سے دوسری زندگی زیادہ دور نہیں ہے۔ (مظہری)

يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿٥١﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَ

باشد او نزدیک روزیکه بخواند شما را پس شما اجابت کنید بحمد او و

قریب ہی ہو۔ جس دن وہ تمہیں بلائیگا پس تم جواب دو گے اسکی حمد کے ساتھ اور

تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٥٢﴾ وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا

گمان برويد درنگ نکردند مگر اندکے و بگو مر بندگان مرا گويند

گمان کرو گے کہ نہ ٹھہرے تھے تم مگر تھوڑا [۱] اور آپ فرما دیجئے میرے بندوں سے کہ

الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

آں سخن نیکو تر است ہر آئنہ دیو دشمنی کند میان ایشاں ہر آئنہ دیو

وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو بیشک شیطان ان کے درمیان دشمنی ڈالتا ہے بیشک شیطان

كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿٥٣﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۭ اِنْ يَّشَاْ

ہست مر آدمیرا دشمن بیدا پروردگار شما دانا تر است بشما اگر خواہد

انسان کیلئے کھلا دشمن ہے [۲] تمہارا رب سب سے زیادہ جانتا ہے تمہیں اگر چاہے

يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ

بخشد بشما یا اگر خواہد عذاب کند شما را و نہ فرستادیم ترا بر ایشاں

تو بخش دے تمہیں یا اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے اور ہم نے نہ بھیجا آپکو ان پر

وَكِيْلًا ﴿٥٤﴾ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

نگاہبان و پروردگار تو دانا تر است بہر کہ در آسمانہا و زمین است

نگاہبان (بنا کر) [۳] اور تیرا رب سب سے زیادہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰي بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا

و ہر آئنہ فضیلت دادیم ما بعض پیغمبران بر بعضے و دادیم ما

اور بیشک ہم نے فضیلت دی بعض نبیوں کو بعض پر اور ہم نے [۴]

رکوع ۱۲ / ۵

تفسیر اظہار العرفان

[۱] یعنی اسرافیل کی زبانی جب اللہ تعالیٰ تم کو قبروں سے میدانِ قیامت کی طرف حساب وکتاب کیلئے طلب فرمائیگا تو تم دعوت کو قبول کرو گے' یا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو قبروں سے اٹھائیگا اور تم اٹھو گے یعنی فوراً حساب وکتاب کیلئے اٹھ کر میدانِ قیامت میں آجاؤ گے۔ بِحَمْدِهٖ کا یہ مطلب ہے کہ قبروں سے اٹھتے وقت تم اللہ تعالیٰ کی حمد کرو گے اسوقت اقرار کرو گے کہ اللہ ہی تمہارا خالق ہے اور دوبارہ زندہ کر کے اٹھانے والا ہے' اسکا مطلب یہ ہے کہ جسطرح حمد کرنے والے اطاعت کرتے ہیں تم بھی قبروں سے اٹھتے وقت ویسی ہی اطاعت کرو گے' بعض علماء نے لکھا ہے کہ آیت میں مومنوں کو خطاب ہے قبروں سے اٹھتے وقت مؤمن اللہ تعالیٰ کی ثناء بیان کرینگے کافر حمد نہیں کرینگے وہ تو قبروں سے اٹھتے وقت ہائے وائے کرینگے۔ حضرت ابن عباس ﷺ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جرائیل نے اطلاع دی کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مومنوں کیلئے مرنے کے وقت' قبروں میں اور قبروں سے نکلنے کے وقت باعثِ اطمینان ہوگا۔ اے محمد ﷺ ! اگر آپ دیکھیں گے تو تعجب ہو گا کہ یہ مؤمن تو قبروں سے سر جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہونگے جسکی وجہ سے انکے چہرے گورے ہونگے اور یہ کافر پکارینگے ہائے افسوس ہم نے اللہ کے حق میں کوتاہی کی اسوقت انکے چہرے سیاہ ہونگے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کرنے والوں کو نہ مرتے وقت وحشت ہوگی نہ قبروں سے نکلتے وقت' گویا میرے سامنے ہے وہ منظر کہ چیخ یعنی صور کی آواز ہوتے ہی مؤمن قبروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ کہہ رہے ہیں۔ (مظہری) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز تم اپنے اور اپنے آباء کے ناموں سے پکارے جاؤ گے اس لئے تم اچھے نام رکھا کرو۔ (القرطبی) [۲] مروی ہے کہ یہ آیت حضرت عمر ﷺ کے بارے میں نازل ہوئی عرب میں ایک شخص تھا جس نے حضرت عمر ﷺ کو گالی دی آپ نے بھی انھیں برا کہا اور اسے قتل کر دینے کا ارادہ کیا قریب تھا کہ فتنہ پھیل جاتا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ کلبی کا کہنا ہے کہ مشرکوں نے جب مسلمانوں کو زیادہ ستانا شروع کیا تو مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے قتال کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے قتال کے ساتھ دوری کا حکم نہیں دیا گیا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہا گیا ہے کہ اسکا معنی یہ ہے کہ اے محبوب! آپ ان لوگوں سے جنہوں نے اعتراف کیا کہ میں انکا خالق ہوں لیکن اسکے باوجود بتوں کی عبادت کرتے ہیں' کہہ دیجئے کہ اچھا کلمہ یعنی توحید اور نبوت کا اقرار۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ کفار جب سختی کریں تو مؤمنین انکے حق میں یوں کہیں هَدَاكَ اللّٰهُ! يَرْحَمُكَ اللّٰهُ! اللہ تمہیں ہدایت دے اللہ تم پر رحم کرے۔ یہ حکم جہاد کا حکم دینے سے پہلے تھا۔ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا. حدیث شریف میں ہے کہ کچھ لوگ بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر رہے تھے تو شیطان وہاں آیا تا کہ انکی مجلس کو ختم کر دے پس [ذکر کی برکت سے] فرشتے شیطان کو ایسا کرنے سے روک دیتے ہیں پس یہ شیطان قریب ہی میں بیٹھے ہوئے ایسے لوگوں کے پاس آتا ہے جو اللہ کا ذکر نہیں کر رہے پس شیطان نے ان لوگوں کو اکسایا اور آپس میں جھگڑا کر کے کھڑے ہوگئے کہ آؤ ہم اپنے ان بھائیوں کی اصلاح کریں جو ذکر میں مشغول ہیں پھر یہ لوگ ذکر کی محفل کو ختم کر دیتے ہیں جس پر شیطان بہت خوش ہوتا ہے۔ (القرطبی) [۳] یہ خطاب مشرکین سے ہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ اگر چاہتا تو تو تمہیں اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرما کر تم پر رحم فرماتا' یا تمہیں شرک میں مبتلا کر کے موت دیکر تمہیں عذاب کریگا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ خطاب مؤمنین سے ہے جسکا معنی یہ ہوگا کہ اگر تمہارا رب چاہتا تو کفار مکہ سے تمہیں محفوظ رکھ کر تم پر رحم فرماتا اور اگر چاہے تو انھیں مسلط کر کے تکلیف پہنچائے (القرطبی) [۴] یعنی نبیوں میں سے بعض کو خلت' بعض کو کلام' بعض کو ملک عظیم سے منتخب فرمایا اور حضرت محمد ﷺ کو اسراء اور معراج' اسی طرح اولین وآخرین کا سردار بنا کر فضیلت دی۔ (صفوة التفاسیر)

دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا

داؤد را کتاب زبور بگو بخوانید آنانرا کہ گمان برید بجز او پس

داؤد کو کتاب زبور دی آپ فرما دیجئے پکارو جسے تم نے اسکے سوا (معبود) گمان کیا پس

يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ

نمی توانند برداشتن سختی از شما و نہ تغیر دادن آنگروہ

نہیں طاقت رکھتے تم سے سختی اٹھانے کی اور نہ بدلنے کی ۱؎ وہ گروہ

الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ

آنانکہ میخوانند میجویند بسوے پروردگار خود وسیلہ کدام از ایشان

جسے بلاتے ہیں یہ لوگ (وہ آپ ہی) تلاش کرتے ہیں اپنے رب کی طرف وسیلہ کون ہے ان میں سے

اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ

نزدیک تر است او امید میدارند رحمت او و می ترسند از عذاب او ہر آئنہ عذاب

نزدیک تر اور امید رکھتے ہیں اسکی رحمت کی اور ڈرتے ہیں اسکے عذاب سے اور بیشک تیرے

رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا

پروردگار تو ہست سزاوار از و حذر کنید و نیست ہیچ مگر با ہلاک کردیم آنرا

رب کا عذاب (اس) لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے ۲؎ اور نہیں ہے کوئی بستی مگر ہم ہلاک کرینگے اسے

قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ

پیش از روز قیامت یا عذاب کند آنرا عذابے سخت

قیامت کے روز سے پہلے یا عذاب کریں گے اسے سخت عذاب

كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ

ہست در ایں کتاب نوشتہ شدہ و باز ما را آنکہ فرستیم

یہ اس کتاب میں لکھا ہوا ہے ۳؎ اور باز نہیں رکھ سکتا ہمیں (کوئی) کہ ہم بھیجیں

۱؎ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگ ملائکہ کی عبادت کرتے تھے' کہا گیا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ کچھ لوگ جنوں کی ایک جماعت کی عبادت کرتے تھے وہ جماعت مسلمان ہوئی اسکے باوجود یہ لوگ انکی عبادت پر دلیل قائم کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ جاننا چاہیئے کہ آیت کا مقصود مشرکین کا رد ہے انکا کہنا ہے کہ ہم اسکی اہلیت نہیں رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس لئے ہم بعض مقربین کی عبادت کرتے ہیں پھر انھوں نے ان بندوں کی صورت اور تمثال بنا کر اسکی عبادت شروع کردی۔ (القرطبی)

۲؎ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وسیلہ خاص ہے اور وصیلہ عام۔ وصیلہ کا معنی ہے کسی چیز سے اتصال اور وسیلہ کا معنی ہے رغبت کے ساتھ کسی چیز تک پہنچنا۔ وسیلہ الی اللہ سے مراد ہے علم اور عمل کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی راہ کی نگہداشت اور مکارمِ شریعت کے حصول کا ارادہ اور کوشش' گویا وسیلہ الی اللہ کا مرادی معنی ہوا قرب خداوندی۔ قاموس میں ہے وسیلہ اور واسلہ بادشاہ کے دربار میں خاص مرتبہ' درجہ' قربت' وَسَلَ اِلَى اللّٰهِ تَوَسُّلًا کا معنی ہے ایسا عمل کیا جس سے اللہ کے قرب میں پہنچ گیا۔ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ یعنی ان میں جو سب سے زیادہ قربت رکھنے والے ہیں وہ خود بھی وسیلہ کے طلبگار ہیں قربت نہ رکھنے والوں کا ذکر ہی کیا' بعض اہل تفسیر نے اسکا مطلب یہ بیان کیا کہ وہ ایسے شخص کو طلب کرتے ہیں جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا مقرب ہوتا ہے اسکا وسیلہ پکڑتے ہیں' یا یہ مطلب ہے کہ وہ اقرب الی اللہ ہونے کی بڑی شدت سے خواہش رکھتے ہیں یعنی کثرت طاعت کے سبب اللہ تعالیٰ کے مقرب ترین بندے ہونا چاہئے۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ ایک بار مشرک سخت کال میں مبتلا ہوئے نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مردار تک کھا گئے مجبور ہو کر رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حدیث شریف میں ہے کہ وسیلہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک ایسا درجہ ہے کہ جسکے اوپر کوئی درجہ نہیں ہے پس تم لوگ سوال کرو کہ مجھے وسیلہ عطا فرمائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مؤذن جب اذان دے تو تم بھی اسکی مثل کہو جو وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو پس جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھیگا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائیگا پھر اللہ سے میرے لئے وسیلہ کی دعا کرو اس لئے کہ جنت میں یہ وہ منزل ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کسی کیلئے مناسب نہیں ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میرے لئے ہے پس جو کوئی میرے وسیلہ کی دعا کریگا اس کیلئے میری شفاعت واجب ہے۔ سوال: پیش کردہ حدیث سے معلوم ہوا کہ وسیلہ جنت میں ایک ایسا درجہ ہے جو نبی ﷺ کیلئے مختص ہے پھر اللہ تعالیٰ نے وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ یعنی اسکی جانب وسیلہ تلاش کرو کیوں کہا ہے؟ جواب: مقامِ وسیلہ بالاصالت نبی کریم ﷺ کے سوا کسی کیلئے ممکن نہیں ہے لیکن بالتبع اسکا حصول ممکن ہے اسکا دوسرا جواب یہ بھی ممکن ہے کہ وسیلہ قرب الٰہی کا عام درجہ ہے لیکن جسے نبی ﷺ نے اپنے لئے طلب فرمایا ہے وہ ان درجوں میں اعلیٰ درجہ ہے [اسکی مزید بحث چھٹا سپارہ آیت وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ میں ملاحظہ فرمائیے] (مظہری)

۳؎ اس آیت میں بیان ہے کہ ہر بستی کیلئے دو حال ناگزیر تھے ایک یہ کہ ہم نے انکو ہلاک کیا دوم یہ کہ ہم نے انکو عذاب دیا۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ صالح کو موت کے ذریعے اور گناہگار کو عذاب کے ذریعے۔ بعض نے کہا کہ یہاں بستی سے مراد کفار کی بستی ہے۔ پھر اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ ہلاک یا عذاب کا حکم محکم تھا جسے ہر حال میں واقع ہونا تھا۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کسی بستی میں زنا یا سود عام ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ وہاں کے رہنے والوں کو ہلاک کر دیتا ہے۔ (القرطبی)

بِالْاٰيٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا

بمعجزات مگر آنکه تکذیب کردند بداں آیات پیشینان و دادیم ما

معجزات مگر یہ کہ ان آیات کو اگلوں نے جھٹلایا اور ہم نے

ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ

قوم ثمود را ناقه بیدا پس کافر شدند بآں و نمی فرستیم بمعجزات

قوم ثمود کو (ایسی) اونٹنی دی (جو ہماری قدرت کی جانب) رہنمائی کرتی ہے پس لوگوں نے اس کیساتھ ظلم کیا اور ہم

اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ

مگر برائے ترسیدن و چوں گفتیم ما ترا ہر آئنہ پروردگار تو احاطہ کند بمردمان

نہیں بھیجتے معجزات مگر ڈرانے کیلئے ۱ اور جب ہم نے کہا تم سے بیشک تمہارا رب احاطہ کرے گا لوگوں کو

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِىْۤ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ

و نہ گردانیدیم آں خوب را بتو نمودیم مگر فتنہ برائے آدمیان

اور نہیں کیا ہم نے اس خواب کو جسے ہم نے تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کے واسطے آزمائش

وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِى الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ

و درخت لعنت کردہ را در قرآن و می ترسانیم کافرانرا پس نمی افزاید ایشانرا

اور (ایسا) درخت جس پر قرآن میں لعنت کی گئی اور ہم ڈراتے ہیں کافروں کو پس نہیں بڑھاتی ان کیلئے

اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿۶۰﴾ؑ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

مگر سرکشی بزرگ را و چوں گفتیم مر فرشتگانرا کنید مر آدم را

مگر بہت زیادہ سرکشی ۲ اور جب ہم نے کہا: فرشتوں سے سجدہ کرو آدم کو

فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴿۶۱﴾ؔ

پس سجدہ کردند مگر ابلیس گفت آیا سجدہ کنم مر آنکسرا کہ آفریدے از گل

پس انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، اس نے کہا کیا میں سجدہ کروں اس شخص کو جسے تو نے پیدا کیا مٹی سے ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ مروی ہے کہ اہل مکہ نے نبی ﷺ سے درخواست کی کہ آپ کوہِ صفا کو سونا کر دیجئے اور ان پہاڑوں کو یہاں سے ہٹا دیجئے تا کہ [میدانی زمین نکل آئے اور] ہم اس میں کھیتی کریں، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے پاس وحی بھیجی کہ آپ چاہیں تو میں انکی درخواست پوری کرنے میں ڈھیل کر دوں [ٹال دوں] اور آپ چاہیں تو انکا سوال پورا کر دوں لیکن سوال پورا کرنے کے بعد اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو میں انکو اسی طرح تباہ کر دونگا جسطرح ان سے پہلے والوں کو تباہ کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں تو انکو ڈھیل دے یعنی درخواست پوری نہ کر اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ مکہ کے کافر بھی خود طبیعت اور خود خصلت میں گذشتہ کافروں کی طرح ہیں انھوں نے بھی اسی طرح کی نشانیاں طلب کیں تھیں اور جب ہم نے ان کیلئے مطلوبہ نشانیاں ظاہر کر دیں تو انھوں نے نہ مانا اور ہم نے انکو غارت کر دیا یہ کافر بھی انہی کی طرح ہیں اگر انکے لئے مطلوبہ معجزات ظاہر کر دیئے جائیں گے اور یہ نہ مانیں گے تو انکو تباہ کر دیا جائیگا اور ہم اس امت کو تباہ کرنا نہیں چاہتے بلکہ مہلت دینا چاہتے ہیں۔ (مظہری)

۲ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جس رات معراج ہوئی تو اسکی صبح کو قریش کے چند آدمیوں کے سامنے معراج کا واقعہ بیان فرمایا، قریش آپکی ہنسی اڑانے لگے اور نبی ﷺ سے سیر معراج کی کوئی نشانی دریافت کی آپ نے بیت المقدس کی حالت اور نقشہ بیان کر دیا اور قافلہ کی کیفیت بھی ظاہر کر دی اس پر ولید بن مغیرہ بولا یہ شخص جادوگر ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ واضح رہے کہ لوگوں کیلئے معراج کا واقعہ ایک جانچ کی حیثیت رکھتا تھا کافروں نے تو انکار کر ہی دیا، لیکن بعض کمزور ایمان والے بھی ایمان سے پھر گئے۔ اس آیت میں سیرِ معراج کو رؤیا سے تعبیر کیا گیا ہے اس آیت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ معراج روحانی تھی جسمانی نہ تھی۔ حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ رؤیا سے مراد ہے رؤیت یعنی آنکھوں سے دیکھنا اور اکثر علماء کا قول بھی یہی ہے عرب والے کہتے ہیں رَأَيْتُ بِعَيْنِىْ رُؤْيَةً وَرُؤْيَا میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا رؤیت ور رؤیا ہم معنی ہیں۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دو مرتبہ معراج ہوئی تھی ایک بار آنکھوں سے دیکھنے کی اور ایک بار دل سے دیکھنے کی۔ حضرت امام حسین ﷺ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ صبح کو کچھ غمگین تھے سبب دریافت کرنے پر فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ میرے اس منبر پر گویا بنی امیہ باری باری آ رہے تھے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ آپ فکر مند نہ ہوں یہ دنیا ہے جو انکو مل جائیگی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس روایت کے بموجب لفظ فتنہ سے مراد ہوگا۔ بنی امیہ کے دور اقتدار میں بدعات اور فسق و فجور کا پھیل جانا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ رؤیا سے مراد وہ خواب ہے جو حدیبیہ کے سال رسول اللہ ﷺ نے دیکھا آپ ﷺ اور آپکے ساتھی مکہ میں داخل ہو گئے ہیں آپ مقرر میعاد سے پہلے مکہ کی طرف چل کھڑے ہوئے جب مشرکوں نے حدیبیہ کے مقام پر آپ ﷺ کو روک دیا تو آپ لوٹ آئے پہلے تو آپ نے ان لوگوں سے بیان کیا تھا کہ ہم مکہ میں داخل ہو جائینگے اور پھر اسی سال حدیبیہ سے واپس لوٹنا پڑا اس سے لوگ فتنہ میں پڑ گئے اور بعض لوگوں میں شک پیدا ہو گیا پھر جب دوسرے سال مکہ میں داخل ہو گئے تو آیت لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ نازل ہوئی۔ میں کہتا ہوں یہ بھی ٹھیک نہیں علامہ بیضاوی نے فرمایا کہ شاید اس خواب کا تعلق واقعہ بدر سے ہے۔ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِى الْقُرْاٰنِ اس سے مراد زقوم یعنی تھوہر کا درخت ہے۔ (مظہری) ۳ حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا جسکی صورت یہ ہوئی کہ ایک مٹھی زمین کی خاک لی شیریں بھی نمکین بھی اس سے حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنایا پس جسکو میٹھی خاک سے بنایا تو وہ خوش نصیب ہو گیا خواہ اسکے ماں باپ کافر ہوں اور جسکی تخلیق نمکین خاک سے ہوئی وہ بدبخت ہوا خواہ وہ انبیاء زادہ ہو۔ (ترمذی)

قَالَ اَرَءَیۡتَكَ هٰذَا الَّذِیۡ كَرَّمۡتَ عَلَیَّ ۫ لَئِنۡ اَخَّرۡتَنِ

گفت خبر ده مرا ایں را کہ گرامی کردی بر من اگر واپس داری مرا

(پھر شوخی سے) کہا: بھلا بتاؤ تو سہی جسے تونے مجھ پر فضیلت دی اگر تو نے مجھے مہلت دی

اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ لَاَحۡتَنِكَنَّ ذُرِّیَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ

تا روز قیامت ہر آئنہ از بیخ بر کنم فرزندان او را مگر اندکے گفت خدای

قیامت کے روز تک تو بیشک میں جڑ سے اکھاڑ دونگا اسکی تمام اولاد کو مگر تھوڑا ۱؎ فرمایا اللہ نے

اذۡهَبۡ فَمَنۡ تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمۡ جَزَآءً

کہ برو پس ہر کہ پیروی کند ترا از ایشاں پس ہر آئنہ پاداش شما ست پاداش

کہ ہٹ جا پس جو کوئی ان میں سے تیری پیروی کرے پس بیشک دوزخ تمہارا پورا

مَّوۡفُوۡرًا ﴿۶۳﴾ وَاسۡتَفۡزِزۡ مَنِ اسۡتَطَعۡتَ مِنۡهُمۡ بِصَوۡتِكَ

تمام و از جای بجنبان ہر کرا توانی ایشاں بآواز خود

بدلہ ہو گا ۲؎ اور ان میں سے جس پر تو طاقت رکھے اسے اپنی آواز سے ہلا دے

وَاَجۡلِبۡ عَلَیۡهِمۡ بِخَیۡلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكۡهُمۡ فِی الۡاَمۡوَالِ

و بر انگیزد آں بر ایشاں خود و پیادگان خود و شرک اش بایشاں در مالہا

اور آمادہ کر اسے اپنے سواروں اور اپنے پیادوں سے اور شریک ہو ان کے ساتھ مالوں

وَالۡاَوۡلَادِ وَعِدۡهُمۡ ؕ وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیۡطٰنُ اِلَّا غُرُوۡرًا ﴿۶۴﴾

و اولاد و وعدہ دہ ایشانرا و وعدہ نمیدہد ایشانرا دیو مگر فریب

اور اولاد میں اور وعدہ دے انھیں اور وعدہ نہیں دیتا انھیں شیطان مگر فریب کا ۳؎

اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَكَ عَلَیۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ ؕ وَكَفٰی

ہر آئنہ بندگان من نیست ترا بر ایشاں حجتی و بس است

بیشک میرے بندے نہیں ہیں تیرے لئے ان پر کوئی غلبہ اور کافی ہے

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ یعنی شیطان نے کہا کہ آدم کو تو نے مجھ پر جس بناء پر فضیلت دی ہے وہ ہمیں بتا۔ [شیطان کا یہ کہنا حسد کی بناء پر تھا] پھر اس نے کہا کہ میں اسکی ذریت میں سے اکثر کو اغواء کرونگا اس کلام سے یہ ظاہر ہے کہ شیطان کا یہ قول حضرت آدم علیہ السلام کے گندم کھانے سے پہلے کا تھا۔ (غرائب القرآن)

۲؎ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے کہا کہ جاؤ بنی آدم میں سے جو بھی تمہاری پیروی کریگا اسکا اور تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے دشمن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آئیگا۔ (ابن جریر)

۳؎ اِسۡتِفۡزَازٌ بمعنی ابھار دینا' بیوقوف بنا دینا۔ قاموس میں ہے اِسۡتِفۡزَازٌ اسکو ابھار دیکر اکھاڑ دیا اور گھر سے نکال دیا۔ بِصَوۡتِکَ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس جگہ صوت سے مراد دعوتِ گناہ ہے جو بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی دعوت دے ابلیس کی جماعت میں شامل ہے' ازہری نے اِسۡتَفۡزِزۡ بِصَوۡتِکَ سے یہ مراد لی ہے کہ انکو اپنی طرف بلانا اور اکھاڑ کر اپنی جانب مائل کرنا۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے گانا بجانا مراد ہے۔ اَجۡلِبۡ عَلَیۡهِمۡ اسکا مطلب یہ ہے کہ گناہوں پر آمادہ کرنا بھڑکانا' یا یہ مطلب ہے کہ گناہوں کی طرف انکو چلانا۔ اہل تفسیر فرماتے ہیں گناہوں کے راستہ پر چلنے والا ابلیس کا لشکری ہے سوار ہو کر چلے یا پا پیادہ۔ حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ جنات اور انسانوں میں سے کچھ اشخاص ابلیس کے سوار بھی ہیں اور پیادے بھی' جو بھی معصیت کے راستہ میں لڑے وہ ابلیس کا لشکری ہے۔ علامہ بیضاوی نے آیت کا مطلب اسطرح لکھا ہے کہ اپنی طرف سے اغواء کر کے لوگوں کو بھڑکانا' سوار ہوں یا پیادے۔ وَشَارِکۡهُمۡ فِی الۡاَمۡوَالِ الخ حضرت مجاہد وغیرہ کے نزدیک شرکت فی الاموال سے مراد یہ ہے کہ حرام کی کمائی کرنے اور اسکو جمع کر کے رکھنے پر لوگوں کو آمادہ کرنا اور حرام مال خرچ کرنا۔ حضرت عطاء کہتے ہیں کہ اس سے مراد سود کا لین دین ہے اور بتوں اور دیوتاؤں کے ناموں پر چھوڑے ہوئے یا خود ساختہ قوانین مذہب کے زیر اثر آزاد کئے ہوئے جانور بھی مراد ہیں جن کو کھانا اور بعض اوقات ان سے سواری لینا بھی مشرک حرام قرار دیتے ہیں۔ حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ غیر اللہ کے نام پر جانوروں کی بھینٹ چڑھانا مراد ہے۔ شرکت فی الاموال سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک زندہ دفن کی ہوئی لڑکیاں مراد ہیں' حضرت مجاہد اور حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ اس سے اولادِ زنا مراد ہے' حضرت حسن اور حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اولاد کو یہودی' عیسائی اور مجوسی بنانا مراد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول دوسری روایت میں آیا ہے کہ اولاد کے ناجائز نام رکھنا مراد ہے جیسے عبد الحارث' عبد الشمس' عبد العزیٰ' عبد الدار وغیرہ۔ حضرت امام جعفر بن امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ جب انسان بیوی سے قربت کا ارادہ کرتا ہے تو شیطان اسکے ذکر پر بیٹھ جاتا ہے اب اگر وہ شخص بغیر بسم اللہ کہے کام شروع کر دیتا ہے تو اس کے ساتھ شیطان بھی جماع میں مشغول ہو جاتا ہے اور انسان کی طرح عورت کے اندام نہانی میں شیطان بھی انزال کرتا ہے [اسطرح اولاد کی پیدائش شریک میں شیطان ہو جاتا ہے] آثار و اقوال صحابہ میں آیا ہے کہ ابلیس کو جب نکال کر زمین پر بھیج دیا گیا تو ابلیس نے عرض کیا: اے میرے رب! آدم کی وجہ سے تو نے مجھے جنت سے نکالا اب مجھے اس پر اور اسکی اولاد پر قابو عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھے قابو دیدیا۔ ابلیس نے کہا مجھے تیرے بغیر تو اسکی طاقت نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاسۡتَفۡزِزۡ مَنِ اسۡتَطَعۡتَ مِنۡهُمۡ بِصَوۡتِکَ الخ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب تو نے ابلیس کو مجھ پر اور میری نسل پر مسلط کر دیا اور تیرے بغیر میں اس سے محفوظ رہنے کی طاقت نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیری جو بھی اولاد ہوگی میں اسکی حفاظت کیلئے محافظ مقرر کر دونگا حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا میں اس کلام کی مزید تفصیل چاہتا ہوں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر نیکی کا بدلہ دس گنا دیا جائیگا اور جب تک جسم میں روح باقی ہو توبہ قبول کی جائیگی۔ (مظہری)

بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿٦٥﴾ رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي

پروردگار تو نگہدار پروردگار شما آنست کہ میراند برائے شما کشتی در

تیرا رب حفاظت کرنے والا لے تمہارا رب وہ ہے جو چلاتا ہے تمہارے لئے کشتی کو

الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٦٦﴾ وَإِذَا مَسَّكُمُ

دریا تا بجوئید از فضل او ہر آئنہ اوہست مہربان و چوں برسد شما

دریا میں تا کہ تم تلاش کرو اسکا فضل بیشک وہ تم پر مہربان ہے ۲ اور جب تمہیں دریا میں سختی پہنچے تو

الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ ۖ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى

سختی در دریا گم شود ہر کرا میخوانید مگر او را پس آن وقت کہ برہانیم شما را بسوئے

گم ہو جاتی ہیں ہر وہ شے جسے تم پکارتے تھے (معبود سمجھ کر) مگر خاص اسی کو پس جسوقت کہ ہم نجات دیتے ہیں تمہیں

الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ﴿٦٧﴾ أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ

بیابان برگشتید از توحید و ہست آدمی نا سپاس آیا ایمن شدید آنکہ

خشکی کی جانب تو پھر جاتے ہو توحید سے' اور آدمی ناشکرا ہے ۳ کیا تم بے خوف ہو اس سے کہ

يَخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ

فرو برد بشما بکرانہ زمین یا فرو فرستد بر شما باد سنگریزہ پس

دھنسا دے تمہیں زمین کے کنارہ میں یا بھیجے تم پر پتھروں کی بارش پس

لَا تَجِدُوا لَكُمْ وَكِيلًا ﴿٦٨﴾ أَمْ أَمِنْتُمْ أَنْ يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً

نیابید برائے خود نگہدارندہ آیا ایمن شدید آنکہ باز گرداند شما را دراں بار

نہ پاؤ گے اپنے لئے حفاظت کرنے والا ۴ کیا تم امن میں ہو اس سے کہ لوٹائے تمہیں اس میں دوسری

أُخْرَىٰ فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِنَ الرِّيحِ فَيُغْرِقَكُمْ

دیگر پس بفرستید بر شما شکنندہ از باد پس غرق کند شما را

بار پھر بھیجے تم پر توڑنے والی ہوا پس غرق کرے تمہیں

لے امام قشیری فرماتے ہیں بندۂ حق وہ ہے جو غیر کا بندہ نہ ہو۔ اللہ نے فرمایا کہ جو میرے بندے ہیں ان پر تمہارا تسلط نہیں ہوگا جیسا کہ ارشاد ہے اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ. ترجمہ: ''بیشک نہیں ہے اس کیلئے کوئی قابو ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور ان لوگوں پر جو اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں''۔ مروی ہے کہ ایک یہودی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا اے محمد (ﷺ)! ہم حضور قلب کے ساتھ بلا وسوسہ شیطان عبادت کرتے ہیں جبکہ ہم نے آپکے اصحاب سے سنا ہے کہ وہ لوگ وسوسہ کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر تم اسکا جواب دو۔ پس حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا: اے یہودی! دو گھر ہیں ایک سونے' چاندی' موتیوں اور یاقوت سے بھرا ہوا ہو اور دوسرا گھر ویران ہو خالی ہو' یہ بتاؤ چور ان دونوں میں سے کس گھر میں نقب لگائیگا۔ یہودی نے جواب دیا کہ اس گھر میں جو سونے' چاندی' موتیوں اور یاقوت سے بھرا ہوا ہو۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا: ہمارے قلوب توحید' معرفت' ایمان' تقویٰ' احسان وغیرہ فضائل سے گھرے ہوئے ہیں اور تمہارے قلوب ان چیزوں سے خالی ہیں اس لئے شیطان تمہیں وسوسہ میں نہیں ڈالتا ہے یہ سنکر یہودی مسلمان ہوگیا۔ (روح البیان)

۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ مشرکین سے فرما رہا ہے کہ اے قوم! یہ بتاؤ کیا تمہارا رب وہ نہیں ہے جو دریا میں تمہاری کشتیوں کو چلاتا ہے تم اس پر بیٹھ کر میرا فضل تلاش کرتے ہو اور اس لئے کہ تم سواری کے ذریعے اپنی تجارت کی جگہوں پر پہنچو۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا یعنی جسوقت تمہارا رب کشتیوں کو آسانی سے دریا میں چلاتا ہے اسوقت وہ تم پر کتنا مہربان ہوتا ہے اگر وہ رب تم پر مہربانی نہ فرماتا تو کتنی مشقت اور صعوبت سے تم اس جگہ پہنچ پاتے۔ (ابن جریر) اَلْاِزْجَاءُ ' چلانے کو کہتے ہیں۔ اِزْجَاءُ الْفُلْكِ یعنی کشتی کو دریا میں نرم ہوا کے ذریعے چلانا۔ البحر کثیر پانی کو کہتے ہیں خواہ وہ پانی میٹھا ہو یا نمکین' لیکن یہ لفظ نمکین پانی کیلئے زیادہ تر استعمال ہوتا ہے۔ یہ آیت بندوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اسکے فضل پر موقوف ہے یعنی تمہارا رب وہ ہے جس نے تمہیں فلاں فلاں نعمت عطا کی اس لئے تم اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ (القرطبی) ۳ ضر کا لفظ خوف غرق اور کشتی کو چلنے سے روک دینا' ان دونوں معنی میں عام ہے۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کفار یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ بت جنکی ہم عبادت کرتے ہیں یہ ہماری شفاعت کرینگے اور ان بتوں کو بھی فضیلت حاصل ہے حالانکہ ان کفار میں سے ہر ایک فطری طور پر جانتا ہے کہ ان بتوں کو شدائد ہٹانے کی کوئی طاقت حاصل نہیں ہے پس اللہ تعالیٰ انھیں سمندری سفر کے دوران ہونے والے واقعات کے ذریعے ان بتوں کی قباحت بیان فرما رہا ہے۔ (القرطبی) وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا یعنی انسان اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کر دیتا ہے انسان کی عادت ہوگئی ہے کہ وہ شدت کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کو تھامنا چاہتا ہے اور جب آسانی میسر آجائے تو منہ پھیرتا ہے۔ (غرائب القرآن) ۴ یعنی خشکی کے جس حصہ پر تم موجود ہو اللہ تعالیٰ اسکو الٹ دے' یا تمہاری وجہ سے اسکو الٹ دے اور تمہیں اس طرح ہلاک کر دے۔ حاصب وہ آندھی اور طوفان جس میں سنگریزے بھی اڑ جاتے ہیں اور کہیں سے کہیں جا گرتے ہیں۔ وَكِيْلٌ سے اس جگہ مراد ہے بچانے والا' حفاظت کرنے والا' روک دینے والا۔ (مظہری) کاشفی کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ تم دریا سے صحرا کی جانب آجانے کی وجہ سے امن میں ہوگئے یعنی تمہیں ایسا نہیں ہونا چاہیے [بلکہ اپنے رب کا خوف تمہیں ہونا چاہیے تاکہ تم خشکی میں آکر بھی اسی رب کو پکارو جسے تم نے دریا میں پکارا تھا] ورنہ وہ رب اتنا قادر ہے کہ تم جس زمین پر ہو اسے الٹ دے کہ تم لوگ مٹی میں دب کر اسی طرح ہلاک ہو جاؤ گے جسطرح دریا میں ڈوب کر ہلاک ہو سکتے تھے۔ (روح البیان)

بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا ﴿٦٩﴾ وَلَقَدْ

ببسب آنکه نا سپاسی کردید پس نیابید برائے خود را بر ما بآں از پے در آینده و ہر آئنه

اس سبب کہ تم نے ناشکری کی پس نہ پاؤ گے اپنے لئے ہم پر اس سے پیچھا کرنے والا ۱؎ اور بیشک

كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ

گرامی کردیم بنی آدم را و برداشتیم ایشاں در بیابان و در دریا و روزی دادیم ایشانرا از

ہم نے بنی آدم کو معزز کیا اور انھیں خشکی اور دریا میں اٹھایا اور ہم نے انھیں پاکیزہ روزی دی

مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا

پاکیزہا و فضیلت دادیم ایشانرا بر بسیاری از آنچہ آفریدیم ما

اور ہم نے انھیں بہت سو پر فضیلت دی اس میں سے جسے ہم نے پیدا کیا ۲؎

تَفْضِيلًا ﴿٧٠﴾ يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ۖ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ

افزونی دادنے روزیکہ بخوانیدیم ہر گروہ را از مردمان پیشوایان خود پس ہر کرا دادہ شود نامہ او را

جس روز ہم بلائیں گے ہر گروہ کے لوگوں کو ان کے پیشوا کے ساتھ پس جسے دیا جائیگا اسکا نامہ

بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧١﴾

بدست راست خود پس آنگروہ میخوانند کتاب خود را و ستم دیدہ نشوند بمقدار فتیلہ

اسکے سیدھے ہاتھ میں تو یہی گروہ پڑھیں گے اپنی کتاب کو اور ظلم نہ کیا جائیگا رتی برابر ۳؎

وَمَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَ

و ہر کہ است دریں دنیا نابینا پس او در آخرت نابینا ست و

اور جو اس دنیا میں اندھا ہو تو آخرت میں اندھا ہوگا اور

أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٧٢﴾ وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي

گمراہ تر از نابینا و ہر آئنہ خواستید آنانکہ بگردانند ترا از آنچہ

اندھا سے بھی زیادہ گمراہ ہے ۴؎ اور بیشک وہ لوگ چاہیں گے کہ تجھے اس سے لغزش دیں جو

۱؎ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے قوم! کیا تم اپنے رب کی نافرمانی کر کے اسکے عذاب سے مطمئن ہو گئے۔ (ابن جریر)

۲؎ جاننا چاہیئے کہ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک دوسری نعمت کا بیان ہے اور یہ وہ اشیاء ہیں جن کے سبب اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوسری مخلوق پر فضیلت دی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار انواع بیان فرمائے ہیں، نوع اول: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ. حضرت ابن عباس ﷠ فرماتے ہیں کہ ہر شے اپنے منہ سے کھاتی ہے [کھانے کی چیزوں کو برتن یا زمین سے براہِ راست منہ سے کھاتی ہے] جبکہ بنی آدم اپنے ہاتھ سے اٹھا کر اپنے منہ میں ڈالتا ہے۔ [تکریم بنی آدم کی یہ پہلی وجہ ہے] حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ انسا کو نطق، تمیز اور تحقیق کلام سے مکرم کیا۔ نوع ثانی: وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ. حضرت ابن عباس ﷠ فرماتے ہیں کہ انسان کو خشکی میں گھوڑے، خچر اور گدھے اور اونٹ پر اٹھایا اور سمندر میں کشتی پر۔ [یہ انسانی تکریم کی دوسری وجہ ہے] اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو انسان کے لئے مسخر کیا۔ نوع ثالث: وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ. اور وہ اسطرح کہ انسانی غذا حیوانی ہوگی یا نباتی اور ہر دو قسموں کو انسان کیلئے غذا بنانا اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ نوع رابع: وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا. اس جگہ دو بحث ہیں ایک یہ کہ اس آیت کے شروع میں ارشاد ہوا کہ ہم نے انسان کو مکرم کیا اور اب آخر میں ارشاد ہو رہا ہے کہ ہم نے انسان کو فضیلت دی اس لئے اس جگہ تکریم اور تفضیل کا فرق جاننا ضروری ہے ورنہ تکرار لازم آئیگا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام حیوانات پر عقل، نطق، خط، صورتِ حسنہ اور قامتِ مدیدہ کے ذریعے فضیلت دی یہ سارے امور خلقیہ طبعیہ ذاتیہ ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو بواسطہ عقل و فہم عقائد حقہ اور اخلاق فاضلہ اکتساب کرنے کی توفیق بخشی پس اول صورت تکریم ہے اور ثانی صورت تفضیل ہے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْكُلِّ نہیں فرمایا بلکہ فَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا فرمایا۔ یہ جملہ دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کچھ شے ایسی ہیں جنہیں انسان پر فضیلت حاصل ہے۔ علمائے تفسیر کا اس میں اختلاف رہا ہے کہ عوامِ ملائکہ اور عوامِ مؤمنین میں سے کون افضل ہے ان میں سے جن لوگوں نے ملائکہ پر مؤمنین کو فضیلت دی وہ زید بن اسلم کے اس قول سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ ملائکہ نے کہا اے ہمارے رب! تو نے بنی آدم کو دنیا عطا کیا وہ لوگ اس میں کھاتے ہیں اور نعمت کا فائدہ اٹھاتے ہیں اور تو نے ہمیں فقط آخرت عطا کی پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری عزت وجلال کی قسم ہے جنکو میں نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا انکی ذریت کی طرح میں نے کسی کو نہیں بنایا۔ حضرت ابوہریرہ ﷠ فرماتے ہیں کہ مومن ان ملائکہ سے مکرم ہے جو اسکے پاس رہتے ہیں۔ اسکے برعکس جو لوگ ملائکہ کی فضیلت کے قائل ہیں انکی دلیل یہی آیت ہے۔ واللہ اعلم۔ (تفسیر کبیر) ۳؎ حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ یہاں امام سے مراد ہر امت کا نبی ہے، حضرت ابوصالح اور حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ کتاب الٰہی مراد ہے، حضرت علی ﷠ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر امت کو انکے امام اور انکے رب کی کتاب کیساتھ طلب کیا جائیگا، حضرت ابن عباس ﷠ فرماتے ہیں کہ ہر قوم کا وہ امامِ وقت ہے جو اپنی قوم کو گمراہ کرتا یا ہدایت کی طرف بلاتا تھا [ان کے ساتھ طلب فرمائیگا] حضرت حسن اور ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ وہ اعمال مراد ہیں جو زندگی میں پہلے ہی بھیج دیتا ہے، حضرت محمد بن کعب فرماتے ہیں کہ امام اُم کی جمع ہے جیسے خِفَاف خُفٌ کی جمع ہے، یعنی ماؤں کے ناموں کے ساتھ لوگوں کو پکارا جائیگا، اس میں حضرت عیسیٰ ﷵ کا اکرام واعزاز اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین ﷠ کی عظمت کا اظہار مقصود ہوگا اور یہ مصلحت بھی ہوگی کہ اولادِ زنا رسوانہ ہونے پائے۔ (مظہری) ۴؎ یعنی جو اس دنیا میں دلائل وبراہین سے اندھا ہو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ جو اس دنیا میں کافر اور گمراہ ہوگا وہ آخرت میں بھی کافر اندھا اور گمراہ ہوگا۔ (القرطبی)

اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ

وحی کردیم ما بسوے تو تا افترا کنی بر ما غیر آں و آنگاہ فرا گیرند ترا

وحی ہم نے تمہاری طرف کی تا کہ تو افترا کرے ہم پر اسکے علاوہ اور اسوقت تجھے دوست

خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ

دوست و اگر نہ آنست کہ ترا ثبات دادیم ہر آئنہ نزدیک بود کہ میل کنی بدیشاں

بنائیں گے ۱ اور اگر ہم تجھے ثابت قدم نہ رکھتے تو بیشک قریب تھا کہ تو مائل ہو جاتا انکی جانب

شَيْئًا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ

چیزے اندکے آنگاہ بچشانیم ترا عذاب نزدیک در دنیا و عذاب

تھوڑا سا ۲ اسوقت ہم تجھے دنیا میں زندگی کا عذاب چکھاتے اور

الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ وَاِنْ كَادُوْا

مرگ در آخرت پس نیابی تو براے خود بر ما یاری و ہر آئنہ خواستند

مرنے کے بعد آخرت میں دوہرا عذاب پھر نہ پائیگا ہم پر اپنی مدد کرنے والا ۳ بیشک وہ چاہیں گے

لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا

تا بلغزانند ترا از زمین تا بیروں کنند ترا ازاں و آنوقت

کہ سرزمین (مکہ) سے تجھے دل برداشتہ کر دیں تا کہ تم کو وہاں نکال باہر کریں اور اس وقت

يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا

کہ چنیں شود درنگ نکنند از پس تو مگر اندکے سنت نہاد براے آنہا کہ فرستادیم

یہ لوگ آپکے پیچھے چند روز کے سوا ٹھہرنے نہ پاتے ۴ دستور رہا ان سب کا جسے ہم نے بھیجا

قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَقِمِ

پیش از تو از فرستادگان ما و نیابی مر سنت ما را تغیرے بپا دار

تم سے پہلے ہمارے رسولوں سے اور تو نہ پائیگا ہمارے دستور کیلئے کوئی تغیر ۵ قائم رکھو

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ امیہ بن خلف' ابوجہل بن ہشام اور قریش کے چند دوسرے لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کے اے محمد (ﷺ) آیئے ہمارے معبودوں پر ہاتھ پھیر دیجئے پھر ہم آپکے ساتھ آپکے دین میں شامل ہو جائینگے کیونکہ اپنی قوم کو دین اسلام میں داخل کرنے کی آپکو انتہائی لگن تھی اس لئے آپکا دل کچھ نرم ہو گیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ میں کہتا ہوں کہ اس آیت کے نزول کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے ان میں سے یہ روایت صحیح تر ہے اسکی اسناد جید ہیں اور اسکی شاہد حدیث بھی ہے۔ حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجر اسود کو چھوتے تھے قریش نے کہا کہ جب تک آپ ہمارے معبودوں کو نہ چھوئیں گے ہم آپکو حجر اسود نہ چھونے دینگے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں ایسا کروں' حالانکہ اللہ جانتا ہے میں اسکے خلاف ہوں تو میرے لئے کیا ہوگا؟ [تمہاری طرف سے میرے حق میں اسکا ردعمل کیا ہوگا] اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت جبیر بن نفیر سے روایت ہے کہ قریش نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ اگر آپ ہم کو بلاتے ہیں جو ادنیٰ لوگ اور انکے موالی ایمان لائے ہیں انھیں دھتکار دیجئے پھر ہم آپکے مصاحب بن جائینگے اس پر کہ آپ انکی طرف مائل ہوتے یہ نازل ہو گئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

۲ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا کی اے اللہ! میری جان کی طرف ایک لحہ بھی بوجھ نہ ڈال۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں خطاب نبی ﷺ سے ہے لیکن اسکا باطن ثقیف کے اخبار سے مشتمل ہے۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل آپ پر نہ ہوتا تو آپ انکی مواقفت کی جانب مائل ہو جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنا فضل پورا کیا کہ آپ انکی جانب مائل نہ ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ معصوم ہیں لیکن یہ امت کیلئے تعلیم ہے تا کہ کوئی مسلمانوں میں سے مشرکین کی جانب اللہ تعالیٰ کے احکام کو چھوڑ کر مائل نہ ہو جائے۔ (القرطبی) ۳ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ غایتِ وعدہ ہے۔ (القرطبی) ۴ مروی ہے کہ یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا اگر آپ نبی ہیں تو شام کو جایئے وہ انبیاء کی سرزمین ہے اور محشر کا مقام ہے رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کے قول کی تصدیق کی اور غزوہ تبوک پر تشریف لے گئے تبوک جانے سے آپکا مقصد شام کو جانا تھا جب تبوک کو پہنچے تو یہ آیت نازل ہوئی' پھر اللہ تعالیٰ نے مدینہ جانے کا حکم دیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ آپ اپنے رب سے کچھ مانگیے جیسے ہر نبی سوال کرتے رہے۔ آپ نے پوچھا کیا سوال ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ کہیئے۔ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ یہ آیت مکی ہے اور ارض سے مراد مکہ ہے مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے نکال دینے کا ارادہ کر لیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے انکو روک دیا آخر کار خود ہی ہجرت کا حکم نازل فرما دیا ور آپ نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کر لی۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ یہ قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس سے پہلے مکہ والوں ہی کا حال بیان فرمایا ہے اور سورت بھی مکی ہے یہ قرینہ اس آیت کو مکی قرار دے رہا ہے۔ بعض نے کہا کہ نہ یہودیوں کے ساتھ اس آیت کی تخصیص ہے نہ مشرکوں کے ساتھ بلکہ سارے کافر مراد ہیں جو رسول اللہ ﷺ کو سرزمین عرب سے اکھاڑ کر باہر نکال پھینکنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انکو ناکام کر دیا اور اپنے رسول کو محفوظ رکھا۔ (مظہری) ۵ یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ جاری ہے کہ جس امت نے بھی اپنے پیغمبر کو اپنے اندر سے نکال باہر کر دیا اسکو تباہ و برباد کر دیا گیا اس لئے اگر آپکے ساتھ بھی یہ لوگ ویسا سلوک کرینگے تو انکو بھی تباہ و برباد کر دیا جائیگا۔ (مظہری)

الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ

نماز را بعد از زوال آفتاب تا تاریکی شب و نماز بامداد

نماز کو آفتاب کے زوال کے بعد رات کی تاریکی تک اور صبح کی نماز

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً

هر آئنه نماز بامداد هست دیده شده و از شب پس بیدار شو

بیشک صبح کی نماز دیکھی ہوئی ہے ۱ اور رات میں پس بیدار ہوئیے اس میں

لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾

بنماز زیادتی ترا شاید آنکه بدارد خدای ترا در مقامی

اضافی نماز آپ کیلئے ہے شاید کہ اللہ تمہیں پسندیدہ مقام میں کھڑا کرے ۲

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ

پسندیده و بگو ای پروردگار من در آرمرا در آوردن راست و بیرون بر مرا

اور آپ عرض کیجئے اے میرے رب! تو داخل فرما مجھے سچا داخل کرنے کی طرح اور باہر نکال

مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾

بیرون بردن راست و گردان مرا از نزدیک خود حجتی یاری دهنده

سچا باہر نکالنے کی طرح اور تو کر دے میرے لئے اپنی طرف سے غلبہ مدد دینے والا ۳

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ

و بگو آمد براستی و تاخیر شد باطل هر آئنه باطل هست

اور آپ فرما دیجئے حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو

زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ

نیست شده و فرو فرستیم از قرآن آنچیز که او شفاعت و رحمت

مٹنا ہی تھا ۴ اور ہم اتارتے ہیں قرآن میں وہ چیز جو شفا اور رحمت ہے

۱ دلوکِ شمس کے بارے میں دو قول ہیں (۱) حضرت عمرؓ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابن عباسؓ اور انکے علاوہ علمائے تابعین کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اس سے زوالِ شمس مراد ہے (۲) حضرت علیؓ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابی بن کعبؓ کا کہنا ہے کہ اس سے غروبِ شمس مراد ہے۔ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ. حضرت ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ اس سے رات کی تاریکی مراد ہے (القرطبی) وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ. حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے نماز فجر مراد ہے، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت مجاہد کا قول بھی یہی قول ہے۔ (ابن جریر) قرآن کی قرآت نماز کا جزء اہم ہے اس لئے صلوۃ فجر کی تعبیر قرآن فجر سے کر دی گئی جیسے رکوع یا سجود بول کر پوری نماز مراد ہو جاتی ہے کیونکہ یہ دونوں اجزائے صلوۃ بھی بہت اہم ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے خود سنا رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے جماعت کی نماز تنہا نماز سے پچیس گنا فضیلت رکھتی ہے اور نماز فجر میں رات کے ملائکہ اور دن کے ملائکہ جمع ہوتے ہیں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ اگر تم اسکا ثبوت قرآن سے چاہتے ہو تو پڑھو وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا. علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ صلوۃ الفجر کو مشھود کہنے کی یہ وجہ ہے کہ اسوقت قدرتی شواہد بہت نمایاں طور پر سامنے آجاتے ہیں تاریکی پھٹ کر روشنی نکل آتی ہے اور نیند جسے اخ الموت کہا گیا ہے بیداری سے بدل جاتی ہے۔ (مظہری)

۲ امام بغوی کہتے ہیں کہ تہجد جب بیدار ہو جانے کو کہتے ہیں تو یہ سونے کے بعد ہی ہوگا۔ میں کہتا ہوں جب تہجد سے مراد ہے نماز کیلئے نیند کو ترک کرنا تو اسکی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ پہلی صورت: بالکل رات کو نہ سونا اور نماز پڑھتے رہنا [جیسے شب معراج، شب قدر اور شب برأت میں ہمارے یہاں ہوتا ہے کہ ساری رات عبادت و ریاضت میں گذار دیتے ہیں] دوسری صورت: شروع رات میں بیدار رہ کر نماز پڑھنا۔ تیسری صورت: سو جانا اور پھر بیدار ہو کر نماز پڑھنا۔ آخری صورت کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ مسئلہ: ابتدائے اسلام میں رات کی نماز رسول اللہ ﷺ پر بھی فرض تھی اور امت پر بھی۔ پھر حکم میں تخفیف کر دی گئی اور پنج وقتی نماز کی وجہ سے رات کی نماز کی فرضیت امت کے سر سے ساقط کر دی گئی البتہ رات کی نماز مستحب رہ گئی۔ رسول اللہ ﷺ پر تہجد کی نماز فرض ہے یا آپ کیلئے بھی فرضیت منسوخ ہو گئی، اس مسئلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ تہجد کا وجوب آپ پر بدستور قائم رہا منسوخ نہیں ہوا انکی دلیل ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں مجھ پر فرض ہیں اور تمہارے لئے سنت، وتر، مسواک اور رات کی نماز یعنی تہجد۔ اس قول پر آیت میں تہجد کا معنی یہ ہوگا کہ تم پر یہ مزید فرض ہے۔ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ تہجد کی فرضیت رسول اللہ ﷺ سے بھی ساقط کر دی گئی تھی اور آپ کیلئے بھی تہجد کی نماز مستحب ہو گئی تھی آیت کا صراحتاً یہی مفہوم ہے کیونکہ اگر نَافِلَةً کا معنی مزید فرض ہوتا تو لَكَ کی جگہ عَلَيْكَ ہوتا کیونکہ وجوب کے بعد عَلٰی آتا ہے لام نہیں آتا۔ (مظہری) ۳ ترمذی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں تھے کہ آپکو ہجرت کا حکم ہوا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ۴ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے روز جب خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے پس رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی آپ اس چھڑی سے بت گراتے تو کبھی جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا اور کبھی یہ آیت وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ پڑھتے۔ قشیری کہتے ہیں کہ کوئی بت باقی نہیں تھا مگر چہرے کے بل گر پڑا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان بتوں کو توڑ دینے کا حکم دیا پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب مسلمانوں کو مشرکین پر غلبہ حاصل ہو تو چاہئے کہ انکے بت توڑ ڈالیں۔ (القرطبی)

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝۸۲ وَاِذَآ

مر مؤمنانرا و نیفزاید ستمگارانرا مگر زیاں و چوں

مؤمنین کیلئے اور نہیں زیادہ کرتا ہے ظالموں کیلئے مگر نقصان ۱ اور جب

اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ

انعام کنیم بر آدمی روگرداند و بنفس خود دور شود و چوں رسد او

ہم انعام کرتے ہیں انسان پر تو منہ پھیر لیتا ہے اور اپنے آپکو دور کر لیتا ہے اور جب اسے برائی پہنچے تو

الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ۝۸۳ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ

بدی باشد نا امید از رحمت بگو ہر کس عمل میکند بر طریقہ کہ مشاکل او پس پروردگار شما

ناامید ہوتا ہے رحمت سے ۲ آپ فرما دیجئے ہر شخص عمل کرتا ہے ایسے طریقے پر جو اسکے مزاج کیمطابق ہو پس تمہارا

اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ۝۸۴ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ

دانا تر است بہر کہ او راہ نماید راست و پرسند ترا از روح

رب سب سے زیادہ جانتا ہے کون سیدھا راستہ پانے والا ہے ۳ اور سوال کرتے ہیں آپ سے روح کے بارے

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا

بگو روح از فرمان پروردگار من و دادہ نشدید از دانش مگر

میں آپ فرما دیجئے روح میرے رب کے حکم سے ہے اور نہیں دیا گیا تمہیں علم مگر

قَلِيْلًا ۝۸۵ وَلَىِٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

اندکے و اگر خواہیم ہر آئنہ می رویم بآنچہ وحی کردیم بتو

تھوڑا ۴ اور اگر ہم چاہتے تو بیشک ہم لے جاتے جو وحی ہم نے تمہاری طرف کی

ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۝۸۶ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ

پس نیابی برے خود بآں بر ما وکیلے مگر رحمت از پروردگار تو ہر آئنہ

پس تو نہ پاتا اپنے لئے اس کا کوئی وکیل ہم پر ۵ مگر تیرے رب کی رحمت سے بیشک

۱ حدیث میں ہے کہ جو قرآن سے شفا طلب نہ کرے اللہ تعالیٰ اسے شفایاب نہ فرمائے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کی شفا تین چیزوں میں ہے کتاب اللہ کی آیت، شہد چاٹنے اور فصد لگانے میں۔ [شہد چاٹنے اور فصد لگانے کا تعلق جسمانی امراض کیلئے شفا ہے] رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تعویز پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جب تک کہ اس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں۔ حضرت ابو جعفر محمد بن علی فرماتے ہیں کہ بچوں کے گلے میں تعویز لٹکانا جائز ہے' حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں کہ قرآن کی آیت کا تعویز بنا کر اگر کوئی شخص گلے میں لٹکاتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (القرطبی) حضرت علی ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہترین دوا شفا ہے۔ (ابن ماجہ) استاذ ابو القاسم قشیری فرماتے ہیں کہ میرا لڑکا شدید بیمار ہو گیا یہاں تک کہ اسکے بچنے کی امید نہ رہی پس میں نے خواب میں حق سبحانہ تعالیٰ کو دیکھا اور میں نے حق تعالیٰ سے بیٹے کی بیماری کے بارے میں شکایت کی تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تو قرآن سے آیاتِ شفا کو جمع کر اور اسے اپنے بیٹے پر پڑھ اور اسے برتن پر لکھ کر دھو کر پلا چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا تو میرا بیٹا بالکل صحت یاب ہو گیا۔ آیاتِ شفا یہ ہیں۔ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ: شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ: فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ: وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ: وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ: قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ. (روح البیان)

۲ کہا گیا ہے کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (القرطبی) ۳ حضرت ابن عباس ﷺ نے شَاكِلَةٍ کا ترجمہ کیا ہے اپنی سمت اور اپنے رخ پر جسکی طرف اسکا جھکاؤ ہو خواہ ہدایت پر ہو یا گمراہی پر' حضرت قتادہ اور حضرت حسن نے اسکا ترجمہ کیا ہے اپنی نیت پر یعنی جو شخص دنیا کی طرف مائل ہوتا ہے وہ اپنے عمل سے دنیوی بہبود حاصل ہونے کا خواستگار ہوتا ہے اور جو آخرت کا طلبگار رہتا ہے وہ اپنے عمل میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت کی بہتری کی نیت رکھتا ہے' بعض علماء نے اسکا معنی یہ بیان کیا ہے کہ ہر شخص اسی راستہ پر چلتا ہے جو اس نے اپنے لئے اختیار کر لیا ہوتا ہے۔ علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ ہر شخص اس راستہ پر چلتا ہے جو اسکی حالت کے مناسب ہوتا ہے۔ (مظہری) ۴ بخاری نے حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت کی ہے کہ میں مدینے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جارہا تھا اسوقت آپ ایک چھڑی کے سہارے چل رہے تھے اس اثناء میں آپ چند یہودیوں کے قریب سے گذرے تو ان میں سے بعض نے کہا کہ آپ سے کوئی سوال پوچھنا چاہئے چنانچہ انھوں نے آپ سے روح کے بارے میں پوچھا۔ اس پر آپ تھوڑی دیر ٹھہر گئے اور اپنا سر بلند کیا۔ میں سمجھ گیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے جب وحی نازل ہو گئی تو آپ نے فرمایا کہ روح میرے رب کے امر میں سے ہے لیکن اسکے متعلق تم کو بہت کم علم دیا گیا ہے۔ ترمذی نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی ہے کہ قریش نے یہود سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسا سوال بتایئے جو ہم اس شخص سے پوچھیں انھوں نے کہا کہ ان سے روح کے بارے میں پوچھو۔ جب انھوں نے آپ سے روح کے بارے میں پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ ان دونوں حدیثوں کو اسطرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ یہ آیت متعدد بار نازل ہوئی۔ حافظ ابن حجر بھی یہی کہتے ہیں' ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ممکن ہے کہ مزید بیان کی توقع میں آپ نے یہود کے سوال پر سکوت اختیار فرمایا ہو۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ۵ یعنی یہ قرآن ہے جسکے نزول پر بھی ہم قدرت رکھتے ہیں اور اسکے لے جانے پر بھی قدرت رکھتے ہیں یہاں تک کہ ہم اس قرآن کو مخلوق کے قلوب و اذہان سے بھلا دیں۔ (القرطبی)

فَضۡلَهٗ كَانَ عَلَيۡكَ كَبِيۡرًا ﴿۸۷﴾ قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ

فضل او هست بر تو بزرگ بگو اگر شوند آدمیان

اسکا بڑا فضل ہے تم پر ١ آپ فرما دیجئے اگر جمع ہو جائیں انسان

وَالۡجِنُّ عَلٰٓى اَنۡ يَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا يَاۡتُوۡنَ

و جنیان بر آنکه بیارید بمانند این قرآن نیارند

اور جنات اس پر کہ لائیں اس قرآن کی طرح تو نہیں لا سکیں گے

بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِيۡرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا

بمانند ایں قرآن و اگر باشد بعضے ایشاں مر بعضے را ہم پشت و ہر آئنہ گردانیدیم

اس قرآن کی طرح اگرچہ انکا بعض بعض کیلئے مدد گار ہو ٢ اور بیشک ہم نے

لِلنَّاسِ فِىۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى

برائے مردمان دریں قرآن از ہر مثلے پس سر بار زدند

لوگوں کے واسطے اس قرآن میں ہر قسم کی مثل بیان کی پس اکثر لوگوں نے

اَكۡثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوۡرًا ﴿۸۹﴾ وَقَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَكَ حَتّٰى

اکثر مردمان مگر نا سپاس و گفتند تصدیق نکنیم ترا تا آنکہ

ناشکری ہی کی ٣ اور انھوں نے کہا ہم تصدیق نہیں کرینگے آپکی یہاں تک کہ

تَفۡجُرَ لَنَا مِنَ الۡاَرۡضِ يَنۡۢبُوۡعًا ﴿۹۰﴾ اَوۡ تَكُوۡنَ لَكَ جَنَّةٌ

رواں سازی برائے ما از زمین چشمہ پر آب یا باشد ترا بوستانی

جاری کر دیں ہمارے واسطے زمین سے پانی بھرا ہوا چشمہ ٤ یا ہو تمہارے واسطے باغات

مِّنۡ نَّخِيۡلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الۡاَنۡهٰرَ خِلٰلَهَا تَفۡجِيۡرًا ﴿۹۱﴾ اَوۡ

از خرمانیان و انگور پس رواں گردانے جوبہا درمیان آں راندنے یا

کھجوروں اور انگور کے پھر جاری کر نہریں اسکے درمیان بہتی ہوئی ٥ یا

١ اس آیت کا مطلب دو طرح سے ہو سکتا ہے (١) مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو تو وہی واپس دلوا سکتا ہے (٢) اللہ تعالیٰ کی رحمت نے اس قرآن کو باقی رکھا ہے تمہارے دلوں میں تحریروں میں قائم رکھا ہے اس مطلب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے احسان ہونے کی دوسری صراحت کی گئی ہے قرآن کا نازل کرنا اور پھر اسکو باقی رکھنا۔ حضرت ابن مسعود ﷜ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے قرآن اٹھا لیا جائیگا قبل اسکے کہ قرآن اٹھا لیا جائے تم اسکو پڑھا کرو ایک شخص کہنے لگا یہ تحریریں تو اٹھائی جا سکتی ہیں لیکن جو قرآن سینوں میں ہوگا وہ کیسے اٹھا لیا جائیگا۔ فرمایا: لوگ رات گذاریں گے سینوں میں قرآن ہوگا پھر اٹھا لیا جائیگا صبح کو اٹھیں گے تو کچھ بھی یاد نہ ہوگا اور نہ لکھے ہوئے کاغذوں میں کچھ ملیگا آخر شاعری میں لگ جائینگے یعنی قرآن کی جگہ شاعری لے لیگی۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص ﷜ فرماتے ہیں کہ قیامت بپا ہونے سے پہلے قرآن لوٹ کر وہیں چلا جائیگا جہاں سے اترا تھا شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح عرش کے گرداگرد اسکی گن گناہٹ ہوگی' اللہ تعالیٰ فرمائیگا کیوں کیا بات ہے؟ قرآن کہے گا اے میرے مالک! مجھے پڑھا تو جاتا ہے مگر مجھ پر عمل نہیں کیا جاتا ہے۔ یہاں بات واضح رہے کہ قبض علم کی صورت یہ ہوگی کہ علماء نہیں رہیں گے۔ یہ مطلب نہیں ہے کے سینوں کے اندر سے قرآن نکال لیا جائیگا' اول علم کے مطابق عمل کی توفیق جاتی رہیگی' پھر علماء کی قلت ہو جائیگی۔ (مظہری)

٢ حضرت ابن عباس ﷜ سے مروی ہے کہ سلام بن مشکم یہودی چند شیوخ کو لیکر نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے کہا کہ ہم آپکی پیروی کس طرح کر سکتے ہیں جبکہ آپ نے ہمارا قبلہ ترک کر دیا ہے۔ مزید اس پر آپ جو چیز لائے ہیں ہم اسے توراۃ کی طرح مترتب نہیں پاتے آپ ہم پر ایک ایسی کتاب اتار لائیں جسے ہم پہچانتے ہوں ورنہ ایسا کلام تو ہم بھی آپکو لا کر دکھا سکتے ہیں جیسا کہ آپ لائے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (لباب النقول فی اسباب النزول) ٣ یعنی اس قرآن میں ہر طرح کی مثال دی ہے جس پر غور و فکر کرنا چاہیئے اس قرآن میں ترغیب و ترہیب بھی ہے' اوامر و نواہی بھی' اگلوں کے قصص بھی' جنت و جہنم کا ذکر بھی اور قیامت کا بیان بھی۔ (القرطبی) ٤ حضرت ابن عباس ﷜ فرماتے ہیں کہ ربیعہ کے بیٹے اور دیگر مشرکین نے نبی ﷺ سے کہا کہ اے محمد (ﷺ) ہم ایسے کسی عرب کو نہیں جانتے ہیں جو اپنی قوم پر ایسی بات لیکر آیا ہو جیسی کہ آپ اپنی قوم پر لائے ہیں اگر یہ سب کچھ مال و دولت کے لالچ میں کر رہے ہیں تو ہم آپ کیلئے مال جمع کئے دیتے ہیں' اگر ہم میں شرف حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپکو اپنا سردار بنا لیتے ہیں اور اگر یہ [جبرائیل] جو آپکے پاس چیز لاتا ہے کوئی جن ہے جو آپ پر مسلط ہو گیا ہے تو ہم اپنے خرچ پر اسکی کوئی تدبیر کرتے ہیں تا کہ آپکو اس سے نجات ملے اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ان میں سے کوئی چیز لاحق نہیں ہے جو تم کہتے ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر تمہاری طرف بھیجا ہے اور مجھ پر کتاب نازل فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے لئے مبشر و نذیر بنوں۔ اس پر انھوں نے کہا کہ اگر تم وہ چیز قبول نہیں کرتے جو ہم نے پیش کی ہے تو اپنے رب سے جس نے آپکو رسول بنا کر بھیجا ہے دعا مانگیئے کہ وہ ہمارے لئے ان پہاڑوں کو ہٹا دے اور شام و عراق کی طرح یہاں نہریں بہا دے اور ہمارے گذرے ہوئے بزرگوں کو پھر سے زندہ کر کے اٹھا دے اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو اپنے رب سے کہیئے کہ وہ ایک فرشتہ بھیج دے جو آپکی باتوں کی تصدیق کرے اور اپنے رب سے کہیئے کہ ہمارے لئے باغات' خزانے اور سونے چاندی کے محل مہیا کر دے' اگر یہ بھی نہیں کرتے تو اپنے رب سے کہہ کر آسمان کو گرا دیجئے جب تک آپ ان میں سے کوئی کام نہیں کرینگے ہم آپکو نہیں مانیں گے اس پر رسول اللہ ﷺ کبیدہ خاطر واپس لوٹ آئے تو اللہ تعالیٰ نے وَقَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ سے بَشَرًا رَّسُوۡلًا تک آیات نازل فرمائی (لباب النقول فی اسباب النزول) ٥ یعنی ان باغات کے درمیان نہریں جاری ہوں گی۔ (روح البیان)

تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ

بیفگنی آسمان ہمچنانکہ گمان بردی بر ما پارہ یا بیاری خدایرا و فرشتگانرا

تو گرا دے ہم پر آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے جیسا تو نے گمان کیا ہے یا لاؤ اللہ کو اور فرشتوں کو

وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿٩٢﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى

در مقابلہ یا باشد ترا خانہ از زر یا بر وی در

آمنے سامنے ۱ یا تمہارے لئے سونے کا گھر ہو یا تم چلے جاؤ

فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا

آسمان و تصدیق نکنیم مر بر آمدن ترا تا آنکہ فرود آری بر ما

آسمان میں اور ہم تصدیق نہیں کرینگے تمہارے چڑھ جانے پر بھی جب تک کہ تم نہ لاؤ ہم پر

كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا

کتابی بخوانیم او را بگو پاکست پروردگار من آیا باشد مگر آدمی

ایک کتاب جسے ہم پڑھیں آپ فرما دیجئے پاک ہے میرا رب، میں کون ہوں مگر ایک آدمی

رَّسُوْلًا ﴿٩٣﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى

فرستادہ و منع نکرد مردمانرا بگروید چوں آمد بدیشاں ہدایت

بھیجا ہوا ۲ اور منع نہ کیا لوگوں کو ایمان لانے سے جب ان کے پاس ہدایت آئی

اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿٩٤﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ

مگر آنکہ گفتند آیا بر انگیخت خدای آدمی پیغمبر بگو اگر بودی

مگر یہ کہ انھوں نے کہا کیا اللہ نے ایک آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیجا ۳ آپ فرما دیجئے اگر

فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا

در زمین فرشتگان می رفتند آرام گرفتہ ہر آئنہ من فرستادیم

زمین میں فرشتے ہوتے (اور) آرام سے چلتے پھرتے تو بیشک ہم بھیجتے

۱ كَمَا زَعَمْتَ میں چند وجوہ ہیں (۱) حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ اے محمد (ﷺ) جیسا کہ آپ نے گمان کیا ہے بیشک آپ نبی ہیں تو آسمان سے ہم پر ایک ٹکڑا گرادیں (۲) جیسا کہ آپ نے گمان کیا ہے کہ آپکا رب چاہے تو ایسا کرسکتا ہے لہذا اپنے رب سے کہہ کر آسمان کا ایک ٹکڑا گرادیجئے (۳) ممکن ہے اس سے وہ مراد ہو جسے اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اس آیت سے پہلے بیان فرمایا ہے۔ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا. ترجمہ: کیا تم امن میں ہو اس سے کے دھنسا دے تمہیں زمین کے کنارہ میں یا بھیجے تم پر پتھروں کی بارش۔ اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا. قبیل کے لفظ میں چند احتمال ہیں (۱) القبیل بمعنی مقابل جیسے العشیر بمعنی معاشر۔ کفار کا یہ قول انکی جہالت پر دلالت کرتا ہے اس حیثیت سے کہ اللہ سے مقابلہ جائز نہیں ہے اسی سے ملتا جلتا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا. ترجمہ اور ہم نے جمع کیا ان پر ہر چیز گروہ گروہ۔ (۲) حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد فوج کے بعد فوج ہے۔ حضرت لیث کہتے ہیں کہ جن اور انسانوں میں سے ہر لشکر قبیل ہے۔ (۳) اس سے مراد ہے کہ اس جگہ ہمارے ضامن اور کفیل ہوں [اسوقت آیت کا مفہوم ہوگا کہ ملائکہ ہمارے ضامن اور کفیل بن کر آئیں] (۴) اس سے معائنہ مراد ہے جیسے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا. ترجمہ: کیونکہ نہیں ہم پر ملائکہ اتارے جاتے یا ہم اپنے رب کو دیکھیں۔ (تفسیر کبیر) ۲ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ زخرف کا کیا معنی ہے یہاں تک کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ کی قرآت دیکھی تو میں نے آیت اسطرح پائی اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ ذَهَبٍ [یا ہو تمہارے لئے سونے کا گھر] حضرت زجاج کہتے ہیں کہ زخرف بمعنی زینت ہے اسکی دلیل یہ آیت پیش کرتے ہیں حَتّٰى اِذَا اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ ترجمہ: یہاں تک کہ اپنے قبضہ میں زمین نے اپنی سجاوٹ کو لیا اور آراستہ ہوئی۔ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ یعنی یا تم آسمان کی سیڑھیوں سے چڑھ جاؤ۔ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا. جب اللہ تعالیٰ نے کفار کی جانب سے کئے گئے مطالبات کا ذکر فرمایا تو اب اپنے محبوب ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپ ان سے کہہ دیجئے میرا رب پاک ہے میں کون ہوں مگر ایک آدمی بھیجا ہوا۔ واضح رہے کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے آنا اور جانا [مجی اور ذھاب] محال ہے اس لئے کہ لفظِ سبحان تنزیہ کیلئے ہے کہ اس قسم کے مطالبات اسکی شان کے خلاف ہیں۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ان کفار کی جانب سے جو مطالبات ہوئے ان میں دو احتمالات ہیں ایک یہ کہ اے محمد (ﷺ) آپ ان چیزوں کو اپنی طرف سے کر دکھایئے دوم یہ کہ ہم آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ اپنے رب سے کہہ کر ایسا کروایئے تا کہ آپکی رسالت پر دلیل قائم ہو جائے۔ اول صورت کے بارے میں ارشاد ہوا کہ آپ فرمادیجئے کہ میں ایک بھیجا ہوا انسان ہوں [آپکو عجز و انکساری کا درس دیا گیا] دوم صورت کی جانب ارشاد ہوا کہ تمہارے مطالبہ کے مطابق شانِ باری تعالیٰ میں تنقیص لازم آئیگی کیونکہ اس میں آنے اور جانے کا ذکر بھی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کہہ دیجئے سُبْحَانَ رَبِّيْ یعنی میرا رب پاک ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳ اس آیت میں قوم کی جانب سے ایک اور شبہ کا ذکر ہے اور وہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے آپکی رسالت کے لئے انکار کیا کہ انکا کہنا تھا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی جانب بشر کو رسول بنا کر مبعوث نہیں فرماتا ہے بلکہ انکے عقیدے کے مطابق رسول کیلئے فرشتہ ہونا ضروری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کا جواب اس آیت میں دیا۔ اس آیت میں "ھدی" سے مراد وہ معجزہ ہے جو فرشتہ یا کسی بشر سے ظاہر ہو اسکے سبب اسکی رسالت کا اقرار ضروری ہے۔ (تفسیر کبیر)

عَلَیۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوۡلًا ﴿٩٥﴾ قُلۡ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًۢا

بر ایشاں بر آسمان فرشتگان پیغمبر بگو بس است بخدای گواہ

ان پر آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر[1] آپ فرما دیجئے کافی ہے اللہ کی گواہی

بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ‌ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيۡرًۢا بَصِيۡرًا ﴿٩٦﴾

میان من و میان شما ہر آئنہ او ہست بہ بندگان خود دانا بینا و ہر کرا

میرے اور تمہارے درمیان بیشک وہ اپنے بندوں کو جاننے والا دیکھنے والا ہے[2] اور جسے

وَمَنۡ يَّهۡدِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِ‌ۚ وَمَنۡ يُّضۡلِلۡ فَلَنۡ

راہ نماید خدای پس او را یافتہ است و ہر کرا گمراہ کند پس ہر گز

راہ دکھائے اللہ پس وہی راہ یافتہ ہے اور جسے گمراہ کرے پس ہرگز

تَجِدَ لَهُمۡ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِهٖ‌ؕ وَنَحۡشُرُهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عَلٰى

نیابی تو مر ایشانرا دوستان بجز خدای و حشر کنیم ایشانرا روز قیامت بر

تو نہ پائیگا ان کیلئے دوست اللہ کے سوا اور ہم اٹھائیں گے انھیں قیامت کے روز

وُجُوۡهِهِمۡ عُمۡيًا وَّبُكۡمًا وَّصُمًّا‌ؕ مَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ‌ؕ كُلَّمَا خَبَتۡ

رویہاے ایشاں نابینایان و گنگا و کران جاے ایشاں دوزخ است ہر گاہ ساکن شود

انکے چہرے کے بل اندھے اور گونگے اور بہرے انکا ٹھکانا دوزخ ہے جب کبھی بجھنے کو آئیگی

زِدۡنٰهُمۡ سَعِيۡرًا ﴿٩٧﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمۡ بِاَنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِنَا

بیفزائیم ایشانرا آتش سوزان ایں پاداش ایشاں است بسبب آنکہ ایشاں نگرویدند بایات ما

تو ہم اور زیادہ کرینگے ان کیلئے جلانے والی آگ[3] یہ انکا بدلہ ہے اس سبب کہ انھوں نے انکار کیا ہماری آیات کا

وَقَالُوۡۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا

و گفتند آیا چوں باشیم استخوان خاک ریزندہ آیا ما بر انگیختگانیم آفریدہ

اور انھوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائینگے تو کیا ہم (واقعی) اٹھائے جائیں گے نئی[4]

النصف

[1] اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ بتایا کہ فرشتہ کو تو صرف فرشتوں کی جانب رسول بنا کر بھیجا جاسکتا ہے اس لئے کہ اگر انسانوں کی جانب فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجا جاتا تو وہ انکو اپنی خلقی ہیئت دکھانے پر قدرت نہیں رکھے گا جبکہ انبیاء اس پر قدرت رکھتے ہیں۔(القرطبی)

[2] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی ہے اور کافرین کو تہدید ہے۔اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جہلاء انسان کامل کو رسول بنا کر بھیجے جانے کا انکار کرتے ہیں اور اس سبب وہ اپنے زمانہ کے نبی سے دور رہتے ہیں انکے گمان کے مطابق ملائکہ انسان سے زیادہ درجہ رکھتا ہے ساتھ اسکے کہ انکو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مسجودِ ملائکہ بنایا اور اسی کے سر پر تاجِ خلافت رکھا۔(روح البیان)

[3] وَنَحۡشُرُهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡ. اس میں دو احتمالات ہیں (۱) جہنم کی جانب انکو تیزی سے لے جانے سے عبارت ہے۔عرب کا کہنا ہے قَدِمَ الۡقَوۡمُ عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡ اِذَا اَسۡرَعُوۡا یعنی قوم اپنے چہرے کے بل آئی جب وہ سب تیزی سے آئے (۲) ان لوگوں کو جہنم کی طرف چہرے کے بل لے جایا جائیگا جیسے دنیا میں کسی کو تعذیبًا ایسا کیا جاتا ہے یہ قول صحیح ہے۔حضرت انس ﷺ کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! وہ لوگ جنہیں چہرے کے بل حشر کیا جائیگا کیا وہ لوگ چہرے کے بل چلیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ پیر سے چلانے پر قدرت رکھتا ہے کیا قیامت کے روز اسے چہرے کے بل نہیں چلا سکے گا۔حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ جب اس شخص تک یہ بات پہنچی تو اس نے کہا: کیوں نہیں میرے رب کی عزت کی قسم۔ عُمۡيًا وَّ بُكۡمًا وَّصُمًّا. حضرت ابن عباس ﷺ اور حضرت حسن فرماتے ہیں کہ وہ لوگ ان چیزوں سے اندھے ہونگے جو انھیں فرحت بخشے، تکلم بالحجت سے گونگے ہونگے اور جو چیز انھیں نفع دیگی اس سے وہ بہرے ہونگے۔اس قول کے پیش نظر انکے حواس اپنی حالت پر باقی رہیں گے۔کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اس صفت پر جمع فرمائیگا جس صفت سے انھیں موصوف کیا گیا ہے تاکہ انکے عذاب میں اضافہ ہوجائے۔پھر ان حواس کو اللہ تعالیٰ جہنم میں ان کیلئے دوبارہ پیدا فرمادیگا پس وہ لوگ آگ کو دیکھیں گے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَرَاَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ النَّارَ فَظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ مُّوَاقِعُوۡهَا. ترجمہ: ''اور دیکھا مجرم لوگ نے آگ تو سمجھ گئے کہ وہ بلاشبہ اس میں پڑنے والے ہیں'' اور کلام کرینگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے دَعَوۡا هُنَالِكَ ثُبُوۡرًا. ترجمہ: ''تو وہاں مانگنے لگے موت کو'' اور کلام سنیں گے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سَمِعُوۡا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيۡرًا. ترجمہ: ''تو ان سب نے سنا اسکا جوش اور شور''۔حضرت مقاتل بن سلیمان کہتے ہیں جب ان سے کہا جائیگا اخۡسَـُٔوۡا فِيۡهَا وَلَا تُكَلِّمُوۡنِ. ترجمہ: ''دھتکارے پڑے رہو جہنم میں اور مجھ سے بات نہ کرو''۔اسکے بعد وہ سب اندھے ہوجائینگے کہ کچھ نہیں دیکھ سکیں گے، بہرے ہوجائینگے کہ کچھ نہیں سن سکیں گے اور گونگے ہوجائینگے کہ کچھ کہہ نہ سکیں گے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب وہ لوگ جہنم میں داخل ہونگے تو اسکی سیاہی کے سبب اندھے اور جب ان سے کلام کیا جائے گا تو کلام ان سے منقطع ہوجائیگا۔ (القرطبی) حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز لوگوں کا حشر تین طریقے پر ہوگا' کچھ لوگ سوار ہونگے' کچھ پیدل اور کچھ منہ کے بل [گھسٹتے ہوئے] ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ منہ کے بل کیسے چلیں گے۔فرمایا جس نے ٹانگوں کے بل چلایا وہ منہ کے بل چلا سکتا ہے۔حضرت ابوذر غفاری ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین جماعتیں [بنا کر] اٹھائی جائیں گی' ایک جماعت کپڑے پہنے ہوئے' کھائے پیئے اور سواریوں پر ہونگی] ایک جماعت پیدل چلے گی اور دوڑے گی اور ایک جماعت کو ملائکہ منہ کے بل گھسیٹیں گے۔ كُلَّمَا خَبَتۡ زِدۡنٰهُمۡ سَعِيۡرًا. یعنی جب انکی کھالیں اور گوشت جل چکیں گی اور آگ کی بھڑک میں کچھ سکون پیدا ہوجائیگا تو دوبارہ انکو کھالیں اور گوشت پہنا دیا جائیگا اور اس ایندھن سے پھر آگ بھڑکائی جائیگی اور یونہی برابر ہوتا رہیگا۔(مظہری)

جَدِيْدًا ﴿٩٨﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

نو آیا نمی بینند هر آئنه خدای آنست که بیافرید آسمانها

پیدائش کے ساتھ۔ کیا وہ سب یہ نہیں دیکھتے کہ بیشک اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو

وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ

و زمین توانا ست بر آنکه آفریند مانند ایشاں و مقرر کرد ایشانرا

اور زمین کو قادر ہے اس پر (بھی) کہ پیدا کرے انکی مثل اور مقرر کی ان کیلئے

اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٩٩﴾ قُلْ لَّوْ

مدتی ہیچ شبہ نیست دراں پس ابا کردند ستمگاران مگر ناسپاس بگو اگر

ایک مدت جس میں کوئی شبہ نہیں ہے پس انکار کیا ظالموں نے مگر ناشکری کے ساتھ! آپ فرما دیجئے اگر

اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ

شما مالک شوید خزینہاے رحمت پروردگار من آنوقت باز ایستید از ترس

تم مالک ہوتے میرے رب کے رحمت کے خزانوں کے تو اسوقت روک رکھتے فقیری کے

الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿١٠٠﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى

درویشی و هست آدمی بخیل و هر آئنه دادیم ما موسیٰ را

ڈر سے (خزانوں کو) اور انسان بخیل ہے ۲ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو

تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ

نہ آیات روشن پس پرس از بنی اسرائیل چوں آمد بدیشاں

نو روشن نشانیاں دیں پس پوچھو بنی اسرائیل سے جب ان کے پاس آئے

فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿١٠١﴾

پس گفت او را فرعون هر آئنه گمان برم ترا اے موسیٰ جادو زدہ

تو کہا ان سے فرعون نے بیشک میں گمان کرتا ہوں تجھے اے موسیٰ جادو کیا ہوا ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یَخْلُقَ مِثْلَهُمْ. اسکے بارے میں دو اقوال ہیں (۱) اللہ تعالیٰ اب سب کو دوبارہ پیدا فرمائیگا اس اعتبار سے خلقِ ثانی کو مِثْلَهُمْ کہا گیا ہے۔ علمائے متکلمین کہتے ہیں کہ اعادہ ابتداء کی مثل ہوگا (۲) اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دوسرے بندوں کو پیدا کرنے پر قادر ہے جو اسکی وحدانیت بیان کرے' اسکی حکمت وقدرت کے کمال کا اقرار کریں اور شبہاتِ فاسدہ کو چھوڑ دے اس تفسیر کیلئے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ. ''اور وہ نئی مخلوق لائیگا'' دوسری جگہ ارشاد ہے وَیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ. ''اور تمہاری جگہ دوسری قوم کو بدل دیگا''۔ واحدی کہتے ہیں کہ اول قول ہی صحیح ہے اس لئے کہ اول قول ماقبل کے مضمون سے مشابہ ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ خزائن سے مراد رزق ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد نِعم یعنی نعمتیں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے کسی ایک کو اپنے خزانے کا مالک بنا دے تو وہ سب اپنی منفعت کے لئے روک لیگا' یا فقر کے خوف سے اسے خرچ نہیں کریگا۔ اس آیت کے نزول کے بارے میں دو اقوال ہیں ایک یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی اس اعتبار سے خاص ہے۔ دوم یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے اور یہی جمہور کا قول ہے۔ (القرطبی)

۳ تعیین معجزات میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس ﷠ اور حضرت ضحاک کے نزدیک نو معجزات یہ ہیں۔ عصا' ید بیضا' زبان کی گرہ کھل جانا' سمندر کا لاٹھی کی ضرب سے پھٹ جانا' طوفان' ٹڈیاں' جوئیں' مینڈک اور خون۔ حضرت عکرمہ' حضرت مجاہد اور حضرت عطاء کے نزدیک نو معجزات یہ ہیں۔ طوفان' ٹڈیاں' جوئیں' مینڈک' خون' عصا' ید بیضا' قحط' پھلوں کی کمی' قبطیوں میں سے ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ بستر پر سو رہا تھا [حضرت موسیٰ ؑ کی دعا سے] دونوں پتھر بن گئے اور ایک عورت کھڑی روٹی پکا رہی تھی [حضرت موسیٰ ؑ کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے] وہ بھی پتھر بن گئی۔ حضرت محمد بن کعب قرظی نے طمس [صورتوں کو بدل دینا یا بگاڑ دینا] سمندر کو پھاڑنے اور طور کے سروں پر معلق ہو جانے کو بھی تسع آیات میں شمار کیا ہے۔ حضرت صفوان بن عسال کا بیان ہے کہ ایک یہودی نے دوسرے یہودی سے کہا کہ آؤ اس نبی کے پاس چلیں۔ اس نے کہا ارے نبی نہ کہو اگر انھوں نے یہ لفظ سن لیا تو انکی چار آنکھیں ہو جائیں گی پس دونوں رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوئے اور نو واضح آیات دریافت کیں۔ آپ نے فرمایا [نو کھلی ہوئی آیات یعنی احکام یہ ہیں] (۱) کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا ساجھی قرار نہ دو۔ (۲) چوری نہ کرو۔ (۳) زنا نہ کرو۔ (۴) ناحق و ناجائز خون نہ کرو۔ (۵) کسی بے قصور کو [قتل یا بغاوت وغیرہ کی تہمت لگا کر] حاکم کے پاس قتل کرانے کیلئے نہ جاؤ۔ (۶) جادو نہ کرو۔ (۷) سود نہ کھاؤ۔ (۸) کسی پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت نہ لگاؤ۔ (۹) جہاد میں مقابلہ کے وقت بھاگنے کیلئے پشت نہ پھیرو' اور اے یہودیو! تمہارے لئے خاص طور پر یہ حکم تھا کہ سنیچر کے روز کی حرمت میں تجاوز نہ کرو۔ یہ سن کر یہودیوں نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پاؤں چوم لئے اور بول اٹھے ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا: میری پیروی کرنے سے کیا چیز مانع ہے۔ کہنے لگے حضرت داؤد ؑ نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ انہی کی نسل سے اللہ ہر پیغمبر کو مبعوث فرمائے اب اگر ہم آپکی پیروی کرینگے تو ہم کو ڈر ہے کہ یہود ہم کو قتل کر دینگے۔ واضح رہے کہ اس روایت کی روشنی میں آیات سے مراد احکام ہیں جو ہر قوم اور شریعت میں موجود ہیں اس روایت میں جو یہودیوں کیلئے حرمت شنبہ کی خصوصیت ظاہر کی گئی ہے اسکا شمار آیاتِ تسع میں نہیں ہے یہ حکم صرف یہودیوں کیلئے تھا اور اصل جواب سے یہ آخری جملہ زائد ہے۔ (مظہری)

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ

گفت ہر آئنہ دانستہ تو نفرستاد ایں آیات را مگر آفرید کار آسمانہا

کہا بیشک تجھے معلوم ہے نہیں اتارا ان آیات کو مگر آسمانوں اور

وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾

و زمین آیتہاے روشن و ہر آئنہ من گمان برم ترا اے فرعون ہلاک شدہ

زمین کے پیدا کرنے والے نے روشن نشانیاں اور بیشک میں گمان کرتا ہوں تجھے اے فرعون ہلاک کیا ہوا[۱]

فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ

پس خواست آنکہ بر انگیزد ایشانرا از زمین پس غرق کردیم او را و ہر کہ

پس اس نے چاہا کہ نکال دے انھیں زمین سے تو ہم نے غرق کیا اسے اور جو

مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿۱۰۳﴾ۙ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا

با او بود ہمہ و گفتیم ما از پس او مر فرزندان یعقوب را ساکن شوید

اس کیساتھ تھا سب کو[۲] اور ہم نے اسکے بعد فرزندانِ یعقوب سے فرمایا آباد ہو جاؤ

الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿۱۰۴﴾ؕ وَ

در زمین پس چوں بیاید وعدہ آخرت بیاریم شما را جماعتی آمیختہ و

زمین میں پھر جب آخرت کا وعدہ آئیگا تو ہم تم سب کو ایک جماعت بنا کر لائیں گے[۳] اور

بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا

براستی فرستادیم او را و براستی فرود آمد و نہ فرستادیم ترا مگر مژد دہندہ

حق کے ساتھ ہم نے بھیجا اسے اور حق کیساتھ اترا اور ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر خوشخبری دینے والا

وَّنَذِيْرًا ﴿۱۰۵﴾ۘ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰي

و بیم کنندہ و پراگندہ فرستادیم قرآنرا تا بخوانی بر مردمان بر طریق

اور ڈرانے والا[۴] اور ہم نے قرآن کو جدا جدا کر کے بھیجا تا کہ تو پڑھے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کے

وقف لازم

[۱] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو برحق جانتا تھا لیکن عناد کی وجہ سے انکار کرتا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ یعنی انھوں نے معجزات کا انکار کیا مگر دل سے یقین رکھتے تھے۔ بَصَآئِرُ بَصِيْرَةٌ کی جمع ہے یعنی یہ آیات و معجزات میری سچائی کو تیرے سامنے ظاہر کر رہے ہیں مگر تو عناد کر رہا ہے۔ مَثْبُوْرًا کا ترجمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ملعون کیا ہے' حضرت مجاہد نے اسکا ترجمہ ہلاک شدہ کیا ہے' حضرت قتادہ نے اسکا ترجمہ ہلاک کردہ کیا ہے' فراء نے کہا عرب کہتے ہیں مَا ثَبَرَكَ عَنْ هٰذَا یعنی اس سے تجھے کس چیز نے روکا؟ اس صورت میں مثبورا کا ترجمہ ہوگا' ایسا شخص جو سرشتی شریر ہو جو فطری طور پر خیر سے برگشتہ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ظن کا مقابلہ ظن سے کیا فرعون کا ظن غلط تھا ادلہ قطعیہ کے خلاف تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ظن ایسی علامت پر مبنی تھا جو مفید یقین تھا۔ (مظہری)

[۲] یعنی فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انکی قوم بنی اسرائیل کو نکال دینے کا ارادہ کرلیا۔ یہاں ارض سے مراد ارضِ مصر ہے زجاج کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ فرعون کا ارادہ قتل کا ہو۔ (تفسیر کبیر)

[۳] لَفِيْفًا سے مراد ہے کہ ہم انھیں جمع کر کے ہر قبیلہ سے ملا کر لائیں گے۔ قیامت کے روز کافر مؤمن کے ساتھ مل جائیگا تا کہ انکی رفاقت کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ ہم عذاب سے بچ جائیں پس اسوقت ان سے کہا جائیگا وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ یعنی اے مجرمو! آج کے دن تم ان سے جدا ہو جاؤ''۔ اسوقت انھیں مؤمنین کی رفاقت سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا بلکہ ان سے کہا جائیگا فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ہوگا۔ فقیر [علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہے کہ قیامت کے روز انھیں نفع اس لئے نہیں پہنچے گا کہ تلففِ صوری اور ارتباطِ ظاہری سے کفار اور منافقین کو نفع نہیں ہوگا جبکہ مؤمنین اور انکے درمیان اعتقاد خالص اور عمل صالح جمع نہیں تھے یہ تو ایسا ہی ہے کہ کچھ لوگ کشتی پر سوار ہوں اور کشتی کو توڑ دیا جائے پھر ان سواروں میں سے وہی لوگ بچیں گے جو تیرا کی جانتے ہوں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جسکے عمل نے اسے باطل کیا ہو اسکا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا ہے یعنی جس شخص نے آخرت کیلئے برا عمل بھیجا ہو یا اسکے عملِ صالح میں تفریط ہوا سے نسب کا شرف نفع نہیں دے سکتا ہے۔ کیا آپکو نہیں معلوم کہ درخت کی سوکھی شاخ کاٹ دی جاتی ہے اگرچہ یہ کٹی ہوئی شاخ اسی درخت کی شاخ کہلائیگی لیکن سوکھی شاخ۔ نسب وہ مفید ہے جو تقویٰ کی طرف منسوب ہو اسی بناء پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر تقی اور نقی میری آل ہے پس جو تقویٰ اور نقاوت [ایمان نسب سے فائدہ حاصل کرنے کیلئے شرط ہے] سے متصف نہ ہو وہ آپکی آل سے نہیں ہے جیسے ابولہب وغیرہ۔ (روح البیان) یعنی قبور میں سے جب تمہیں نکالا جائیگا اسوقت مؤمن اور کافر کا اختلاط ہوگا لیکن تم ایک دوسرے کے قبیلہ اور بستی کو پہچان نہ سکو گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ہم تم سب کو مختلف جگہوں سے نکال کر ایک جگہ جمع کر دینگے۔ (القرطبی) [۴] اول حق سے مراد ہے وہ حکمت اور مصلحت جو نزولِ قرآن کی مقتضی تھی اور دوسرے حق سے مراد ہے دانائی اور سچائی جو قرآن کے اندر ہے۔ بعض اہل تفسیر نے اس آیت کا مطلب اسطرح بیان کیا ہے کہ ہم نے قرآن کو ملائکہ کی نگرانی میں آسمان سے اتارا ہے اور ملائکہ کی حفاظت میں ہی وہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا ہے شیاطین کی دسترس سے قرآن محفوظ ہے۔ (مظہری) پہلی جگہ حق سے مراد یہ ہے کہ ہم نے حق کے ساتھ اسکا اتارنا واجب کیا ہے اور دوسری جگہ حق سے مراد یہ ہے کہ اور ہم نے اتارا جس میں حق ہے۔ کہا گیا ہے کہ اسکا یہ مفہوم ہے کہ ہم نے اسکا حق کیساتھ اترنا مقدر کیا اور یہ ایسے ہی اترا۔ (القرطبی)

مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿١٠٦﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا

درنگ و فرو فرستادیم قرآنرا فرستادنی بگو بگروید بآں نمیگروید

کے طریقے پر اور ہم نے اتارا قرآن کو تدریجاً ١ آپ فرما دیجئے تم لوگ ایمان لاؤ اس پر یا ایمان نہ لاؤ

اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ

ہر آئنہ آنانکہ دادہ دانش پیش از و چوں خواندہ شود بر ایشاں

بیشک وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا اس سے پہلے جب پڑھا جاتا ہے ان پر

يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿١٠٧﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ

بیفکند بر رویہائے خود سجدہ کنندہ و میگویند پاکست پروردگار ما ہر آئنہ

تو گرتے ہیں اپنے چہرے کے بل سجدہ کرتے ہوئے ٢ اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب بیشک

كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿١٠٨﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ

ہست وعدہ پروردگار ما کردہ شدہ و بیفکند بر رویہاے خود میگریند

ہمارے رب کا وعدہ (پورا) کیا ہوا ہے ٣ اور گرتے ہیں اپنے چہرے کے بل روتے ہوئے

وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿١٠٩﴾ السجدة قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا

و زیادہ کند ایشانرا فروتنی بگو بخوانید خدایرا یا بخوانید رحمٰن را ہر کدام

اور زیادہ کرتا ہے (یہ قرآن) انکے خشوع کو ٤ آپ فرما دیجئے پکارو اللہ کہہ کر یا پکارو رحمٰن کہہ کر جس

مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ

نام را بخوانید پس مرا او راست نامہاے نیکو و آشکار مکن قرأت نماز خود

نام سے پکارو پس اسی کیلئے ہیں اچھے نام اور نہ (حد سے زیادہ) جہر کرو اپنی نماز کی قرأت

وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿١١٠﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ

و او از فرود مدار و بطلب ایں راہی و بگو حمد

اور نہ (بہت) آہستہ کرو اور تلاش کرو ان دونوں کے درمیان ایک راستہ ٥ اور کہو حمد

١ قرآن کتنی مدت میں نازل ہوا اس میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ٢٥ سال میں نازل ہوا، حضرت ابن عباس ﷛ فرماتے ہیں کہ ٢٣ سال میں نازل ہوا، حضرت انس ﷛ فرماتے ہیں کہ ٢٠ سال میں نازل ہوا، یہ اختلاف رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے سالوں میں اختلاف کے سبب ہے، لیکن اس میں اختلاف نہیں ہے کہ پورا قرآن آسمانِ دنیا کی جانب یکدم نازل ہوا۔ عَلٰى مُكْثٍ یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے مدت میں طول دینا، حضرت ابن عباس ﷛، حضرت مجاہد اور حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے تلاوت کو ٹھہر ٹھہر کر کرنا یعنی ترتیل سے قرآن کو پڑھنا پس چاہیئے کہ قاری قرأت کے وقت اسکا حق ادا کرے اور اسے اچھی آواز سے مزین کرے لیکن یہ خیال ضرور رہے کہ غیر لحن سے ہونا چاہیئے۔ وَنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا یعنی ہم نے قرآن کو تدریجاً اتارا اگر تمام فرائض یکدم اتار دیئے جاتے تو تم ضرور راہِ فرار اختیار کرتے۔ (القرطبی)

٢ یعنی اس قرآن پر تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ یہ جملہ تہدید کے طور پر ہے۔ حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ یہ خطاب اہل کتاب سے ہے۔ کہا گیا ہے کہ جب قرآن پڑھتے تو انکا دل ڈر جاتا، سجدہ میں گر جاتے اور اللہ تعالٰی کی پاکی بیان کرتے اور کہتے کہ یہ وہی ہے جو توراۃ میں مذکور ہے، یہ اسکی صفت ہے، اللہ تعالٰی نے جو ان سے وعدہ کیا ہے وہ ہو کر رہیگا اور وہ سب اسلام کی طرف مائل ہوتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (القرطبی)

٣ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سجدہ اور رکوع میں کثرت سے پڑھتے تھے سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ (مسلم) ٤ قرآن سننے کے وقت رونا مستحب ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کے خوف سے رویا وہ دوزخ میں داخل نہ ہوگا یہاں تک کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے اور اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور جہنم کا دھواں مسلمان کے نتھنوں میں جمع نہیں ہوگا [جس مسلمان کے بدن پر راہ خدا میں غبار پڑا وہ جہنم کا دھواں بھی نہ سونگھے گا] حضرت حکیم بن حزام ﷛ کا بیان ہے کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا تین آنکھوں پر آگ حرام کر دی گئی ہے [ایک] وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی، [دوسری] وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں بیدار رہی [تیسری] وہ آنکھ جو ممنوعاتِ خداوندی سے بند رکھی گئی۔ (مظہری) جاننا چاہیئے کہ تواضع اور سجود ارواح کی شان میں سے ہے اور بکاء وخشوع اجساد کی شان میں سے ہے۔ کاشفی کہتے ہیں کہ یہ قرآن کا چوتھا سجدہ ہے اور حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اس سجدہ کو سجود علماء کہتے ہیں اور فرمایا کہ اس سجدہ کی حقیقت متجلی ہے اس لئے کہ خشوع وقوع تجلی سے ہے (روح البیان)

٥ حضرت ابن عباس ﷛ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مکے میں کھڑے تھے کہ آپ نے دعا مانگی اور دعا میں يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ فرمایا۔ اس پر مشرکین نے کہا کہ دیکھو اس صابی کو ہمیں دو خداؤں کو پکارنے سے منع کرتا ہے اور خود دو خداؤں کو پکار رہا ہے اس پر اللہ تعالٰی نے یہ آیت قُلِ ادْعُو اللّٰهَ سے فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى تک نازل فرمائی۔ امام بخاری وغیرہ نے اللہ تعالٰی کے قول وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا کے بارے میں حضرت ابن عباس ﷛ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی اس زمانے میں مکے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھوڑی سی جماعت تھی۔ جس وقت آپ اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھتے تو باآواز بلند قرأت فرماتے یہ آواز جب مشرکین کے کانوں میں پڑتی تو وہ قرآن پاک کو، اسکے نازل کرنے والے کو اور اسکے لانے والے کو گالیاں دیتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے پاس نماز ادا فرماتے تو بلند آواز کے ساتھ دعا مانگتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس ﷛ فرماتے ہیں کہ لوگ دعا میں باآواز بلند اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ یعنی "اے اللہ! مجھ پر رحم فرما" مانگتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ

مر خدایرا ست آنکہ فرا نگرفت فرزندے و نیست مر او را شریک در پادشاہی

اللہ کیلئے ہے جس نے (اپنے لئے) نہ کوئی فرزند بنایا اور نہ بادشاہت میں اسکا کوئی شریک ہے

وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ﴿۱۱۱﴾

و نیست مر او را دوستی از جہت مذلت و تعظیم کن او را تعظیم کردنی

اور نہیں ہے اس کیلئے کوئی دوست رسوائی کی جہت سے اور تعظیم کرو اسکی تعظیم کرنے کی طرح ۱

سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّیَّةٌ وَّهِیَ مِائَةٌ وَّعَشْرُ اٰیَاتٍ وَّاثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا

سورہ کہف مکی ہے اور اس میں ایک سو دس آیات اور بارہ رکوع ہیں ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

بنام خدای بخشندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ

ہمہ ثنا مر خدایرا ست آنکہ فرستاد بر بندہ خود کتاب و

تمام تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں

یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ﴿۱﴾ سکتة قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ

ننہاد مر او را کجی راست تا بیم کند عذابے سخت از نزدیک او

کجی نہ رکھی ۳ (بلکہ) بالکل ٹھیک کتاب تا کہ سخت عذاب سے ڈرائے جو اسکی طرف سے (نازل ہونے والا ہے)

وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ

و مژدہ دہد مومنانرا آنانکہ میکنند نیکیہا آنکہ

اور خوشخبری دے مومنوں کو جو لوگ اچھے کام کرتے ہیں کہ

۱ ابن جریر نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کی ہے کہ یہود ونصاری کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک بیٹا ہے۔عرب کہتے تھے کہ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ اِلَّا شَرِیْکًا تَمْلِکُهٗ وَمَا مَلَکَ یعنی اے اللہ! ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں ہے سوائے ایک شریک کہ جو اپنے املاک کا مالک ہے اور صابی اور مجوسی کہتے تھے کہ اگر اللہ کے مددگار نہ ہوتے تو اس سے لغزش سرزد ہوتی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(لباب النقول فی اسباب النزول)

۲ سورہ کہف مکی ہے سوائے آیت وَاصْبِرْ نَفْسَکَ الخ کے' اسکے کل حروف ۶۳۶۰ ہیں اور کل کلمات ۱۵۷۵ ہیں۔ (غرائب القرآن) حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ قریش نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو احبار یہود کے پاس مدینے بھیجا تا کہ ان سے محمد (ﷺ) کے کوائف بیان کر کے آپکے متعلق انکی رائے معلوم کریں کیونکہ انکے خیال میں اولین اہل کتاب ہونے کی وجہ سے وہ انبیاء علیہم السلام کے متعلق قریش کی نسبت زیادہ علم رکھتے ہیں چنانچہ وہ مدینے گئے اور احبارِ یہود کے سامنے آپکی صفات' آپکا مشن اور آپکے بعض اقوال بیان کر کے ان سے آپکے بارے میں پوچھا۔انھوں نے کہا کہ تم ان سے تین سوال پوچھو اگر وہ ان سوالوں کا صحیح جواب دے دیں تو سمجھو کہ وہ نبی مرسل ہیں ورنہ جھوٹ گھڑنے والے افتراء پرداز ہیں۔ اول: ان سے ماضی میں روپوش ہو جانے والے نوجوانوں کے بارے میں پوچھو کہ بلاشبہ انکی عجیب حکایت ہیں' دوم: اس طواف کرنے والے آدمی کے بارے میں پوچھو جو مشرق اور مغرب تک پہنچا' سوم: ان سے پوچھو کہ روح کیا چیز ہے؟ اس پر وہ دونوں واپس لوٹ آئے اور قوم سے کہا کہ اے گروہِ قریش! جو امر تمہارے اور محمد (ﷺ) کے درمیان ہے ہم اسکا فیصلہ لے آئے القصہ وہ سب مل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور آپ سے یہ تینوں سوال پوچھے۔آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں ان تینوں سوالوں کا جواب کل دونگا لیکن آپ نے انشاء اللہ نہ فرمایا۔اس پر لوگ چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ وحی کا انتظار فرمانے لگے لیکن پندرہ راتیں گذر جانے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے کوئی وحی نازل نہ فرمائی اور نہ جبرائیل علیہ السلام آئے حتی کہ اہل مکہ طرح طرح کی باتیں بنانے لگے اور وحی رُک جانے کی وجہ سے آپ بھی اداس ہو گئے اور مزید اس پر اہل مکہ کی چہ مگوئیاں آپ پر شاق گذرنے لگیں اسکے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے سورہ کہف لے کر آئے جس میں آپکی آزردگی کے سلسلے میں عتاب کے علاوہ مشرکین کے سوالوں کے جواب یعنی گذشتہ زمانے میں روپوش ہونے والے نوجوانوں کا حال' مشرق اور مغرب تک پہنچنے والے شخص یعنی ذوالقرنین کا حال اور اللہ تعالیٰ کے قول یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ کی خبریں نازل ہوئیں۔لباب النقول فی اسباب النزول) ۳ مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کے نہ الفاظ میں کوئی خرابی اور اختلاف ہے نہ معانی میں کوئی تعارض نہ اختلاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوت دینے میں کسی جگہ مقصد سے انحراف ہے نہ کسی آیت میں حکمت و مصلحت سے خروج۔حضرت ابن عباس ﷺ نے آیت قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ کی تفسیر میں غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ کا ترجمہ غیر مخلوق کیا ہے اس تفسیر کی روشنی میں بعض علماء نے لَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا کا ترجمہ اور مرادی معنی یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو مخلوق نہیں کہا یعنی قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے' قرآن اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے یہ بندوں کو تکمیلِ انسانیت کا راستہ بتاتا ہے' معاش ومعاد کو درست کرنے والی تعلیم دیتا ہے اس لئے اس نے انعامِ قرآن کا ذکر کر کے خود اپنی ثناء کی۔ (مظہری)

لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ﴿۲﴾ مّٰكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۙ﴿۳﴾ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ

ایشانرا ست مزد نیکو مانند دراں ہمیشہ و بیم کند آنانرا کہ

ان کیلئے اچھا اجر ہے ۱ رہیں گے اس میں ہمیشہ ۲ اور ڈرائے ان لوگوں کو جنہوں نے

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۗ﴿۴﴾ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ

گفتند فرا گرفت خدای فرزندے نیست ایشانرا بآں ہیچ دانش و نہ مر پدران ایشاں

کہا اللہ نے (اپنے لئے) فرزند بنایا ۳ نہیں ہے ان کیلئے اس میں کوئی علم اور نہ ان کے باپ دادا کیلئے

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا

بزرگ سخن بیروں آید از دہنہاے ایشاں نمیگویند مگر

بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے نہیں کہتے ہیں مگر

كَذِبًا ﴿۵﴾ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ

دروغ پس تو کشندہ تن خویش را بر پے ایشاں اگر نہ

جھوٹ ۴ پس تم ان کے پیچھے مارے افسوس کے اپنی جان دیدو گے اگر

يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴿۶﴾ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى

گرویدند بایں جہت اندوہ ہر آئنہ ما گردانیدیم کہ بر

وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں ۵ بیشک ہم نے زینت بنائی جو کچھ زمین پر ہے

الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾ وَاِنَّا

زمین است آرایش مر آنرا تا بیاز مائیم ایشانرا کدام از ایشاں نیکو تر از روئے کردار و ہر آئنہ ما

ان لوگوں کیلئے تا کہ ہم آزمائیں انھیں کہ کون ان میں سے نیکوتر ہے از روئے کردار کے ٦ اور بیشک ہم

لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ؕ﴿۸﴾ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ

گردانیدیم آنچہ براں زمین خشک بے گیاہ آیا پنداری تو آنکہ

نے کیا جو کچھ زمین پر ہے خشک بے گھاس ۷ کیا تمہیں معلوم ہوا کہ

۱ قَيِّمًا استقامت کے ساتھ متصف فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یعنی معتدل جسکے احکام میں نہ افراط [شدت] ہے نہ تفریط [زیادہ نرمی] فراء نے کہا کہ تمام آسمانی کتابوں کی صحت کا شاہد اور انکے بعض احکام کو منسوخ کرنے والا۔ بعض اہل تفسیر نے کہا کے تمام انسانوں کے مصالح کا درست کرنے والا۔ کجی نہ ہونا اور مستقیم چیزیں ایسی بھی ہوئی ہیں کہ ان میں کسی قدر کجی ہوتی ہے اس لئے کجی نہ ہونا اور مستقیم ہونے کی تاکیدی صراحت کردی۔ (مظہری)

۲ یعنی دار الخلد میں رہیں گے اس میں موت نہیں آئیگی یہ ان لوگوں کیلئے ہے جنہوں نے آپکی تصدیق کی اور جو کچھ آپ لیکر آئے اسکے مطابق عمل کیا۔ (القرطبی)

۳ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کیلئے ولد ثابت کیا انکے تین گروہ ہیں۔ (۱) کفار عرب: یہ لوگ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے (۲) نصاریٰ کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں (۳) یہود کہتے تھے کہ حضرت عزیر اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے ولد ثابت کرنا کفر عظیم ہے اور اس سے محالاتِ عظیمہ لازم آتے ہیں (تفسیر کبیر)

۴ یعنی اللہ تعالیٰ کو صاحب اولاد قرار دینا شدید ترین کفر ہے اسی شدتِ کفر کو ظاہر کرنے کیلئے خصوصیت کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرانے کا ذکر کیا جو کسی کو اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دیتے ہیں۔ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ یعنی اللہ تعالیٰ کی مفروضہ اولاد کا یا اولاد قرار دینے کا یا اس کفریہ بات کا انکو کوئی علم نہیں۔ مطلب یہ کہ جو بات زبان سے نکالتے اور جو عقیدہ رکھتے ہیں اسکی حقیقت کا انکو کوئی علم نہیں، محض جہالت تو ہم پرستی یا دوسروں کی تقلید میں ایسا کہتے ہیں خود انکو اپنے کلام کی مراد معلوم نہیں، باپ بیٹے کا اطلاق انکے نزدیک مؤثر اور اثر پر بھی ہوتا ہے اور نسبی باپ بیٹے پر بھی۔ اگر انکو اس لفظ کی مراد معلوم ہوتی اور نسبی باپ بیٹا مراد ہوتا تو ایسا لفظ کبھی نہیں بولتے، یہ بات جو انکی زبانوں سے نکل رہی ہے بڑی کفریہ ہے اس لئے مخلوق کا خالق جیسا ہونا، اللہ کے ساتھ مخلوق کو شریک کرنا، اللہ تعالیٰ کا محتاج ہونا اور اپنا جانشین بنانے کا ضرورت مند ہونا ثابت ہوتا ہے۔ سوال: نادانی میں کوئی جرم ہو جائے تو قابل مواخدہ نہ ہونا چاہیئے خطاء اجتہادی قابل عفو ہے پس بے علمی کی وجہ سے کچھ لوگ کفریہ الفاظ زبان سے نکالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو صاحبِ ولد سمجھتے ہیں تو کیوں انکو عذاب کی وعید دی گئی؟ جواب: کسی چیز کا علم نہ ہونے کی دو صورتیں ہوتی ہیں (۱) وہ چیز موجود ہو اور اسکے احوال کا علم نہ ہو (۲) وہ چیز معدوم ہو بلکہ اسکا وجود ہی ناممکن ہو اس لئے اسکی حالت کا علم نہ ہو، اول صورت میں ناواقفیت کبھی کبھی عذر بن سکتی ہے، لیکن دوسری قسم کی جہالت کا کوئی عذر قابل پذیرائی نہیں۔ اس جگہ ناواقفیت اور جہالت کی دوسری صورت مراد ہے جو بہر حال قابل مواخذہ ہے۔ (مظہری) ۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابو جہل بن ہشام، نضر بن حارث، امیہ بن خلف، عاص بن وائل، اسود بن مطلب اور ابوالبختری وغیرہ قریش کے ایک اجتماع میں اکٹھے ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ جو نصیحت لائے تھے اس سے آپکی قوم کا انکار اور آپ سے انکی مخالفت آپ پر گراں خاطر تھے اس لئے آپکو اس اجتماع کا بہت رنج ہوا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ٦ سوال: سانپ، بچھو، موذی جانور اور شیطان زمین کی زینت کس طرح ہو سکتے ہیں؟ جواب: سانپ، بچھو وغیرہ بھی اپنے بنانے والے کے کمالِ قدرت وصنعت اور وحدت ذات وصفات پر دلالت کر رہے ہیں اس لئے یہ بھی زمین کی زینت ہی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَا عَلَى الْاَرْضِ سے صرف انسان مراد ہیں۔ بعض اہل تفسیر کہتے ہیں کہ اس سے صلحاء مراد ہیں۔ (مظہری) ۷ کاشفی کہتے ہیں کہ صَعِيْدًا جُرُزًا سے مراد بے گیاہ یعنی بے گھاس یا بے سبزہ ہے (روح البیان)

أَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾ إِذْ

یاران غار و اصحاب رقیم بودند از آیات ما شگفت چوں

اصحاب غار اور اصحاب رقیم ہماری عجیب نشانیوں میں سے تھے ۱ جب

أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ

بیامدند جوانان بسوے غار پس گفتند اے پروردگار ما بدہ ما را از

جوان غار کی جانب آئے پس کہا اے ہمارے رب تو ہمیں عطا فرما

لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾ فَضَرَبْنَا

نزدیک خود بخششے و مہیا کن برائے کار ما براستی پس پردہ گذاشتیم

اپنی طرف سے رحمت اور مہیا فرما ہمارے لئے کام میں راستی ۲ پس ہم نے پردہ لگا دیئے

عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ

بر گوشہاے ایشاں در غار سالہا شمردہ پس بر انگیختیم ایشانرا

ان کے کانوں پر غار میں گنتی کے سالوں تک ۳ پھر ہم نے اٹھایا انھیں

لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا أَمَدًا ﴿۱۲﴾ نَحْنُ

تا بدانیم کدام از دو گروہ شمار مرا آنچہ درنگ کردند مدتے ما

تا کہ ہم ظاہر کر دیں کہ ان دو گروہوں میں سے کس کو انکے ٹھہرنے کی مدت درست پتا ہے ۴ ہم

نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ

میخوانیم بر تو خبر ایشاں براستی ایشاں جوانند گرویدند پروردگار خود

بیان کرتے ہیں تم پر انکی خبر حق کے ساتھ، وہ سب جوان تھے جو ایمان لائے اپنے رب پر

وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ إِذْ قَامُوْا

و زیاد کردیم ایشانرا راہ نمودن و بستیم بر دلہاے ایشاں چوں بایستادند

اور ہم نے زیادہ کی ان کیلئے ہدایت ۵ اور ہم نے (ڈھارس) باندھی ان کے دلوں پر جب کھڑے ہوئے

۱ کہف پہاڑی کشادہ غار۔ رقیم سے کیا مراد ہے سب سے اچھا قول اس سلسلہ میں حضرت سعید بن جبیر کا ہے کہ رانگ یا پتھر کی ایک تختی تھی جس میں اصحابِ کہف کے نام اور انکا قصہ لکھا ہوا تھا، حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ رقیم اس پہاڑی کا نام ہے جس میں اصحابِ کہف کا غار تھا، حضرت کعب احبار کہتے ہیں کہ رقیم اس بستی کا نام ہے جہاں سے اصحابِ کہف برآمد ہوئے تھے، بعض نے کہا کہ رقیم اس پہاڑ کا نام ہے جس میں اصحاب کہف کا غار تھا۔ ان تمام اقوال پر اصحابِ کہف اور اصحابِ رقیم دونوں ایک ہی تھے الگ الگ نہ تھے، لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اصحابِ کہف اور اصحابِ رقیم دونوں الگ الگ تھے۔ حضرت نعمان بن بشیر ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اصحابِ رقیم کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ تین شخص تھے جو ایک غار میں جا گھسے تھے۔ (مظہری)

۲ اصحابِ کہف غار کے اندر پناہ گیر ہونے پر کیوں مجبور ہوئے علماء نے اسکے مختلف اسباب بیان کئے ہیں۔ محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ عام عیسائیوں کی دینی حالت بہت بگڑ گئی تھی لیکن اسکے باوجود کچھ لوگ صحیح دینِ عیسوی پر قائم تھے بے دین بادشاہوں میں سے دقیانوس نام کا بھی ایک بادشاہ تھا اسکی حکومت بلادِ روم پر تھی یہ بت پرستی کرتا تھا اور جو لوگ توحید پر قائم رہتے اسے قتل کرا دیتا تھا اپنے ملک کی مختلف بستیوں میں جاتا اور وہاں کے باشندوں کی جانچ کرتا جو بت پرستی اختیار کر لیتا اسے چھوڑ دیتا اور جو انکار کرتا اسے قتل کرا دیتا تھا حسبِ عادت ایک بار یہ شہرِ افسوس میں جا کر اترا جو لوگ اہل ایمان تھے ڈر کے مارے وہ چھپ گئے جو اہل ایمان پکڑے جاتے انکو بت پرستی کی ترغیب دی جاتی اگر وہ بت پرستی کو اپنا لیتے تو چھوڑ دیتا ورنہ قتل کروا دیتا اور مقتولین کے ٹکڑے کر کے شہر پناہ کی دیواروں پر اور دروازوں پر لٹکا دیا جاتا چند مؤمن نوجوان جنکی تعداد آٹھ بتائی گئی ہے ایمان میں بڑے پختہ اور نماز روزے میں بڑے پابند تھے اور سب رومی اُمرا کے لڑکے تھے سخت گھبرا گئے اور مضطرب ہو کر زاری کے ساتھ انھوں نے دعا کی رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ یہ لوگ مسجد میں پڑے دعا کر ہی رہے تھے کہ سرکاری آفیسر آ پہنچا اور سب کو گرفتار کر کے دقیانوس کے پاس لے گیا اور کہا آپ دوسرے لوگوں کو تو اپنے معبودوں کی خوشنودی کیلئے قتل کراتے ہیں اور یہ لوگ جو آپ کے خاندان کے ہیں آپکے حکم کے خلاف کرتے اور آپکا مذاق اڑاتے ہیں۔ بادشاہ نے حکم دیا انکو پیش کیا جائے یہ نوجوان پیش کئے گئے سب کے چہرے غبار آلود تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے بادشاہ نے کہا کہ میں تم کو اختیار دیتا ہوں کہ یا تو ہمارے معبودوں پر بھینٹ چڑھاؤ اور انکی پوجا کرو ورنہ میں تم کو قتل کرا دونگا۔ مکسلمینا نے جو سب میں بڑا تھا کہا ہمارا معبود وہ ہے جسکی عظمت سے تمام آسمان بھرے ہوئے ہیں ہم اسکے سوا کسی کی عبادت نہیں کرینگے اسی کیلئے حمد اور بزرگی ہے، انکے دوسرے ساتھیوں نے بھی دقیانوس کو یہی جواب دیا، بادشاہ نے کہا کہ انکے جسم سے امیری لباس اتار لئے جائیں پھر کہا کہ میں ذرا فارغ ہولوں تو تم سب کو وہ عذاب دونگا جو میں نے تمہارے لئے تجویز کیا ہے یہ کہہ کر بادشاہ دوسرے شہر چلا گیا ادھر یہ نوجوان اپنے اپنے گھر سے کچھ روپے لیکر آئے اور شہر کے قریب ایک غار میں چلے گئے تا کہ وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جائیں۔ (مظہری) ۳ یہ عبارت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند ڈالی اور وہ سب سو گئے۔ (القرطبی) ۴ یعنی اصحاب غار کو سلانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں اٹھایا۔ (القرطبی) ۵ سدی کہتے ہیں کہ اصحاب کہف کے کتے کے عمل کے سبب اللہ تعالیٰ نے انکی ہدایت کو اور زیادہ فرمایا کیونکہ کتے نے اپنے دونوں ہاتھ کو آسمان کی جانب اس طرح کیا ہوا تھا جیسے وہ اللہ تعالیٰ سے بات کر رہا ہو۔ (القرطبی)

فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاْ

پس گفتند پروردگار ما خداوند آسمانہا و زمین نخواہیم پرست

اور کہا ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم نہیں عبادت کرینگے

مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰٓؤُلَآءِ

بجز او خدایان ہر آئنہ گشتیم ما آنگاہ سخن خطا ایں گروہ

اسکے سوا دیگر خداؤں کی جب تو ہم نے خطا کی بات کہی [1] یہ گروہ

قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ

کسان ما گرفتند بجز او خدای چرا نیارند بر ایشاں

جو ہماری قوم ہے اس نے اسکے سوا (اور) خدا بنا لیا ان پر روشن حجت

بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾

حجتی بیدا پس کیست ستمگار تر از آنکہ افترا کند بر خدای دروغرا

کیوں نہیں پیش کرتے پس کون ہے اس سے بڑا ظالم جو افترا کرے اللہ پر جھوٹ [2]

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى

و چوں یک شوید ازیں و آنچہ ہمہ پرستند بجز خدای پس بروید بسوے

اور جب الگ ہو جاؤ ان سے اور جو کچھ وہ سب اللہ کے سوا پوجتے ہیں پس جاؤ غار کی

الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ

غار تا پدید کند براے شما پروردگار شما از بخشایش خود و بسازد براے شما

جانب تا کہ ظاہر فرما دے تمہارے لئے تمہارا رب اپنی رحمت اور بنائے تمہارے لئے

مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ

از کار شما نیکوئی و بہ بنی آفتاب را چوں طلوع کند برود

تمہارے کام سے اچھائی [3] اور تم دیکھتے ہو سورج کو جب طلوع ہوتا ہے

تفسیر اظہار العرفان

[1] اِذْ قَامُوْا کے بارے میں چند اقوال ہیں۔ پہلا قول: حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یہ لوگ عظمائے شہر تھے پس یہ لوگ شہر کے پیچھے جمع ہوئے اور ان میں جو سب سے بڑا تھا اس نے کہا کہ میرے دل میں ایک بات آرہی ہے جو شاید ہی کسی کے دل میں آئے۔ انکے باقی ساتھیوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے دل میں ہے کہ بیشک میرا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ دوسرا قول: ان نوجوانوں نے دقیانوس بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوکر کہا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے" چونکہ یہ بادشاہ لوگوں کو بتوں کی عبادت کی جانب بلاتا تھا اس لئے ان نوجوانوں نے اسکے سامنے یہ کہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے انکو ثابت قدم رکھا اور بادشاہ کے ظلم سے بچایا۔ تیسرا قول: حضرت عطاء اور حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ ان نوجوانوں نے نیند سے اٹھنے کے وقت کہا تھا۔ شَطَطًا لغت میں حد سے تجاوز کو کہتے ہیں لیکن یہاں مراد ہے حق سے دوری۔ (تفسیر کبیر)

[2] یعنی انکے بعض نے بعض سے کہا کہ ہمارے شہر کے لوگ جو بغیر کسی حجت و دلیل کے فقط تقلید کے ذریعے بتوں کی عبادت کرتے ہیں یہ لوگ بتوں کی عبادت پر کوئی دلیل کیوں نہیں لاتے ہیں، دوسرا معنی یہ ہوگا کہ یہ لوگ جن بتوں کی عبادت کرتے ہین وہ بت ان پر کوئی حجت کیوں نہیں لاتے ہیں۔ (القرطبی)

[3] کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جو اللہ تعالیٰ نے نوجوانوں سے فرمایا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان نوجوانوں کے سردار مکسلمینا کا قول ہے کہ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا جب ان سے الگ ہوئے تھے۔ (القرطبی) یعنی جب تم ان بت پرستوں سے اور انکے معبودوں سے جنکو اللہ کے سوا وہ سب پوجتے ہیں الگ ہو گئے ہو تو چل کر غار میں اپنا ٹھکانا بنالو [تا کہ باہر والا تم کو دیکھ ہی نہ پائے] اصحابِ کہف کی قوم والے دوسرے مشرکوں کی طرح صنم پرستی کے ساتھ اللہ کی بھی پوجا کرتے تھے اس لئے اصحابِ کہف کو اپنے قول میں اِلَّا اللّٰہَ کہنے کی ضرورت پیش آئی [مطلب یہ کہ تم بت پرستوں اور بت پرستی سے تو الگ ہو گئے ہو مگر خدا پرستی سے الگ نہیں ہو خدا پرستی میں ان کے ساتھ ہو اور بت پرستی میں ان سے بیزار ہو] یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ اللہ تعالیٰ کا قول بطور جملہ معترضہ بیچ میں ذکر کر دیا گیا ہو اور يَعْبُدُوْنَ کی ضمیر اصحابِ کہف کی طرف راجع ہو یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اصحابِ کہف اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ یعنی غار کی طرف منتقل ہو جاؤ۔ اسی کو اپنا مسکن اور ٹھکانا بنالو تا کہ کافروں کے سامنے رہنے سے بچ جاؤ۔ تمہارا رب تم کو رزق کی فراخی عنایت کریگا اور دونوں جہاں میں اپنی رحمت سے تمہارے لئے کشائش فرمادیگا اور تمہارے تمام امور میں فائدہ کا سامان فراہم کردیگا۔ مِرْفَقٌ اسم آلہ یعنی وہ ذریعہ جس سے فائدہ حاصل ہو اصحابِ کہف کا ایمان پختہ اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ اٹل تھا اس لئے انھوں نے یہ بات کہی۔ (مظہری) حدیث شریف میں ہے کہ تم اللہ سے دعا قبولیت کے یقین کے ساتھ کرو۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ تائب صادق اور طالب حق جو اپنی قوم سے اس لئے جدا ہو جائے کہ انکے عقائد برے ہیں پھر پختہ عقیدے کے ساتھ ماسوا اللہ سے منقطع ہوکر اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع لائے، اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے، اسی پر بھروسہ کرے اور غیر اللہ سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائے تو اللہ تعالیٰ اسکی بہترین تربیت فرماتا ہے اسی کی جانب نبی کریم ﷺ کے اس فرمان میں اشارہ ہے اِنَّ اللّٰهَ اَدَّبَنِيْ فَاَحْسَنَ تَادِيْبِيْ "بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا پس میرا ادب سب سے اچھا ہوا" واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ اپنے بندوں کو انبیاء و رسل کے ذریعے ہدایت عطا فرماتا ہے پھر انکی نیابت علمائے راسخین اور مشائخ کرتے ہیں۔ (روح البیان)

عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ

از غار ایشاں بسوے راست و چوں فرو رود بگردد از ایشاں

انکے غار سے سیدھی جانب جھک کر نکلتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو انکی الٹی جانب سے کترا

ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ

بسوے چپ و ایشاں در فراخی اند ازاں ایں از آیتہاے

کر نکل جاتا ہے اور وہ سب غار میں ایک وسیع جگہ میں ہیں یہ اللہ کی

اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ

خدا ست ہر کرا راہ نماید خدای پس او راہ یافت و ہر کرا گمراہ کند پس

نشانیوں میں سے ہے، جسے اللہ راہ دیتا ہے پس وہی راہ یافتہ ہے اور جسے گمراہ کرے پس

تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ

نیابی او را دوستی راہ نمایندہ و پنداری ایشانرا بیدار و ایشاں خفتگانند

تو نہ پایگا اسکے لئے کوئی دوست راہ دکھانے والا اور تم گمان کرتے ہو انھیں بیدار اور وہ سب سوئے ہوئے ہیں

وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ

و میگردانیم ایشانرا جانب راست وجانب چپ و سگ ایشاں

اور ہم بدلتے ہیں ان کیلئے دائیں اور بائیں کروٹ، اور ان کا کتا

بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ

گسترده است دو دست خود بہ پیشگاہ غار اگر اطلاع یابی بر ایشاں

پھیلائے ہوا ہے اپنے دونوں ہاتھ کو غار کی چوکھٹ پر اگر تو انہیں جھانک کر دیکھے اطلاع پائے ان پر

لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾ وَكَذٰلِكَ

بر گردی از ایشاں گریزندہ و ہر آئنہ پر کردی از ایشاں خفتہ و ہمچنیں

تو الٹے پاؤں ضرور بھاگ کھڑا ہو اور ضرور تیرا دل دہشت سے بھر جائے ۲ اور اسی طرح

۱ یعنی وسطِ غار میں اصحابِ کہف پڑے ہیں نسیم وصبا کے جھونکے بھی انکو لگتے ہیں، دھوپ کی گرمی سے بھی محفوظ ہیں اور غار میں کوئی دکھ انکو نہیں پہنچتا۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ غار کا رخ بنات النعش کی طرف تھا غار کے محاذات میں قریب ترین مشرق ومغرب راس سرطان کا مشرق ومغرب تھا جسوقت سورج کا مدار اور سرطان کا مدار ایک ہوتا تو سورج کا طلوع اسکے مقابل عین کی جانب ہوتا اور غروب کے وقت غار کے مقابل سورج شمال کی جانب ہوتا اسطرح غار کے دونوں پہلوؤں پر سورج کی شعاعیں پڑتیں اور عفونت پیدا نہ ہونے پاتی تھی اور ہوا میں اعتدال قائم رہتا تھا اور آفتاب کی کرنیں اصحابِ کہف کے جسموں پر نہ پڑنے پاتی تھیں کہ بدن جھلس جائیں، دکھ پائیں اور کپڑے فرسودہ ہو جائیں۔ بعض علماء نے ابن قتیبہ کی اس جغرافیائی وضاحت پر تبصرہ کرتے ہوئے بیان کیا کہ بنات النعش کے سامنے غار کا ہونا خواہ اثر انداز ہو لیکن حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کارفرما تھی کہ اللہ تعالیٰ اصحابِ کہف کی طرف سورج کو پھیر دیتا تھا اسکی طرف اشارہ آئندہ آیت میں کیا گیا ہے۔ ذَالِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یعنی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ (مظہری)

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ لوگ سوتے میں اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر کو کروٹ بدلتے رہتے تھے تاکہ پڑے پڑے زمین انکے گوشت کو نہ کھائے، بعض علماء کا قول ہے کہ عاشورا کے روز وہ سب کروٹ لیتے تھے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ سال میں ایک مرتبہ انکی کروٹ ہوتی تھی۔ وَکَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ. حضرت مجاہد اور ضحاک نے وصید کا ترجمہ کیا ہے غار کا صحن، حضرت عطاء نے ترجمہ کیا ہے دہلیز، سدی کہتے ہیں کہ وصید دروازہ کو کہتے ہیں، عکرمہ کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ اکثر اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ اصحابِ کہف کا کتا واقعی کتا تھا، بعض علماء نے کہا کہ کتا نہ تھا بلکہ شیر تھا اس لئے کہ کلب درندہ کو کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے عتبہ بن ابی لہب کے خلاف جو دعا کی تھی اس میں آپ نے فرمایا کہ الٰہی اپنے کسی کلب کو اس پر مسلط کردے چنانچہ عتبہ کو شیر نے پھاڑ کھایا۔ اول قول معروف ہے اور دوسرا قول ابن جریج کا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ چت کبرا کتا تھا ایک اور روایت میں آیا ہے کہ قلطی سے بڑا اور کردی [کتے] سے چھوٹا۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اسکا رنگ زرد تھا، قرطبی نے کہا کہ گہرا زرد مائل بسرخی تھا، کلبی نے کہا کہ اسکا رنگ دھنی ہوئی اون یا روئی کی طرح تھا، بعض نے کہا کہ حجری رنگ تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول پر اسکا نام قطمیر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول پر اسکا نام ریان تھا، اوزاعی نے کہا کہ اسکا نام تقور تھا، سدی نے کہا کہ چور تھا اور کعب نے کہا کہ اسکا نام صہبا تھا۔ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَیْهِمْ الخ یعنی تمہارا دل خوف زدہ ہو جائیگا اور اس میں رعب بھر جائیگا۔ خوف کی وجہ اس مقام کی وحشت اور سنسان پن ہے۔ کلبی نے کہا کہ اصحابِ کہف کی آنکھیں بیدار آدمیوں کی طرح کھلی ہوئی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اب بولنے والے ہی ہیں، بعض کا قول ہے کہ انکے بال بڑھے ہوئے اور ناخن لمبے ہو گئے تھے بعض علماء کا خیال ہے کہ اسی ہولناکی اور رعب آگینی کی وجہ سے کوئی وہاں جا نہیں سکتا یہی قول صحیح ہے۔ حضرت سعید بن جبیر کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں روم کے جہاد کو گئے راستہ میں اصحابِ کہف کے غار کی طرف سے گذر ہوا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر کھول دیا جاتا تو ہم اصحابِ کہف کو دیکھ لیتے۔ میں نے کہا وہ ذات جو آپ سے بہتر تھی انکو بھی اس سے روک دیا گیا تھا، پھر آپ نے یہی آیت تلاوت کی، حضرت امیر معاویہ نے میری بات نہیں سنی اور کچھ لوگوں کو دیکھنے کیلئے بھیج دیا وہ لوگ جب غار میں داخل ہوئے تو کوئی ہوا ایسی پیدا کر دی گئی کہ سب جل گئے۔ (مظہری)

بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ

بر انگیختیم ایشانرا تا سوال کنند با ہمدیگر گفت گوینده از ایشاں چند درنگ کردید

ہم نے اٹھایا انھیں تا کہ سوال کریں ایک دوسرے سے، ان میں سے کہنے والے نے کہا کتنے عرصہ تم ٹھہرے رہے

قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا

گفتند درنگ کردیم روزے یا بعضے از روز گفتند پروردگار شما دانا تر است بآنچہ

انھوں نے کہا ہم ٹھہرے رہے ایک دن یا دن کا بعض حصہ، انھوں نے کہا تمہارا رب سب سے زیادہ جانتا ہے جتنا

لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ

درنگ کردید پس بفرستید یکے از شما بدرم خود ایں بسوے بشہر

تم ٹھہرے رہے پس بھیجو اپنے میں سے ایک کو اپنے اس درم کیساتھ شہر کی جانب

فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ

پس بنگرد کدام پاکیزہ تر خوردنی پس بیارد بشما روزی ازاں

پس دیکھے کون سا کھانا سب سے زیادہ پاکیزہ ہے پھر تمہارے لئے اس سے کھانے کا سامان لائے

وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝١٩ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا

و باید کہ نرمی کند و خبردار نکند بشما یکے را ہر آئنہ ایشاں گر مطلع شوند

اور چاہئے کہ نرمی کرے اور نہ بتائے تمہارے بارے میں کسی ایک کو! بیشک اگر وہ مطلع ہو جائیں

عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ

بر شما سنگسار کنند بشما یا باز گردانند شما را در زمین خود و ہر گز

تم پر تو سنگسار کر دیں گے تمہیں یا لوٹا دینگے تمہیں اپنے دین میں اور ہرگز

تُفْلِحُوْۤا اِذًا اَبَدًا ۝٢٠ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْۤا اَنَّ

رستگاری نیابید آنگاہ ہر گز و ہمچنیں خبردار کردیم ترا بر ایشاں تا بدانند آنکہ

تم فلاح نہ پاؤ گے اسوقت ۲ اور اسی طرح ہم نے خبر دی تمہیں ان پر تا کہ جان لیں وہ لوگ کہ

نصف القرآن باعتبار عدد الحروف بان التاء بعد الیاء و من التلطف الاول والآخر الثانیۃ من التلطف الاخیر

۱ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ لوگ صبح کے وقت غار میں داخل ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں دن کے آخر حصہ میں اٹھایا اس لئے انھوں نے کہا کہ ہم یہاں ایک روز ٹھہرے رہے پھر جب انھوں نے دیکھا کہ سورج ابھی غروب نہیں ہوا بلکہ باقی ہے تو انھوں نے کہا کہ "یا دن کا کچھ حصہ ہم یہاں ٹھہرے رہے"۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انکے رئیس یملیخا نے کہا کہ ہم کتنے عرصہ ٹھہرے رہے یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس لئے کہ جب انھوں نے اپنے بال، ناخن اور چہرے کی جلد کی جانب دیکھا تو ان میں شدید تغیر کے آثار پائے جس سے وہ سمجھ گئے کہ یہ تغیر ایک دن یا ایک دن کے کچھ حصہ کے سبب نہیں ہوسکتا ہے بلکہ ایامِ طویلہ کے سبب ہوسکتا ہے اس لئے انھوں نے کہا کہ اسکا علم ہم اللہ تعالیٰ کی جانب سپرد کرتے ہیں۔ فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ. مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ان نوجوانوں کے پاس کچھ سکے تھے جس میں اس بادشاہ کی صورت تھی جو انکے زمانے میں تھا یہاں مدینہ سے مراد وہ شہر ہے جسے آج کل طرسوس کہتے ہیں۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ سازو سامان کیلئے کوشش کرنا امر مشروع ہے اور یہ توکل کے خلاف نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ ان نوجوانوں نے یہ چاہا کہ جو حلال ذبیحہ ہے وہ بازار سے خرید کرلائے اس لئے کہ عام شہر والے مجوسی تھے اور ان ہی میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنا ایمان ان سے چھپا رکھا تھا، حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ انکا بادشاہ ظالم تھا اس لئے انھوں نے پاکیزہ کھانے سے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ کھانا لانا جو غصب سے دور ہو، کہا گیا ہے کہ اس سے انکی مراد یہ تھی کہ کھانا پاکیزہ بھی ہو اور لذیذ بھی، ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد انکی یہ تھی کہ سستا کھانا لانا۔ (تفسیر کبیر) یہ واقعہ عجب درعجب ہے کہ وہ لوگ ۳۰۹، برس تک عندیۃ الحق کے مقام میں رہے تو انھیں کھانے پینے کی حاجت نہیں ہوئی اور وہ سب غذائے جسمانی سے مستغنی رہے اس لئے کہ انھیں حق تعالیٰ کی جانب سے غذائے روحانی مل رہی تھی جیسے نبی ﷺ کا حال کہ جب آپ صوم وصال رکھتے تو فرماتے اَبِيْتُ عِنْدَ رَبِّيْ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِيْ. "میں اپنے رب کے حضور رات گذارتا ہوں تو میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے"۔ جب یہ نوجوان عندیۃ الحق سے عندیۃ نفوس کی طرف منتقل ہوئے تو انھیں کھانے پینے کی حاجت ہوئی تو انھوں نے ایک شخص کو شہر کی جانب بھیجا تا کہ ان کیلئے کھانا لائے۔ (روح البیان) ۲ یعنی وہ لوگ تم پر مطلع ہو جائیں گے تو تمہیں اپنی جانب مائل کرلینگے۔ یہاں اِنْ يَّظْهَرُوْا بمعنی اِنْ يَّغْلِبُوْا ہے جیسے عرب کا قول ہے ظَهَرْتُ عَلٰى فُلَانٍ اِذَا عَلَوْتُهٗ یعنی میں فلاں پر غالب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ یعنی پس انھوں نے صبح اس حال میں کی کہ وہ سب غالب ہونے والے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ یعنی تا کہ اللہ تعالیٰ اسے تمام ادیان پر غالب کرے۔ يَرْجُمُوْكُمْ بمعنی يَقْتُلُوْكُمْ یعنی وہ سب تمہیں قتل کرڈالیں گے۔ رجم بمعنی قتل قرآن کریم میں بہت جگہ آیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ یعنی اور اگر تم قبیلے کے نہ ہوتے تو ہم ضرور تمہیں قتل کردیتے۔ وَلَنْ تُفْلِحُوْۤا اِذًا اَبَدًا یعنی اگر تم اپنے دین سے پھر گئے تو نہ دنیا میں سعادت مند ہوگے اور نہ آخرت میں۔ قاضی کہتے ہیں کہ مؤمن کا اپنے دین سے پھر جانا ان دو امور سے بڑا ہے ایک یہ کہ نفس کا ہلاک کرنا اور یہ رجم ہے یہ قتل کے انواع سے بھی اخبث ہے دوسرے یہ کہ دین ہلاک کرکے کفر کی جانب لوٹ جانا۔ واضح رہے کہ یہاں مراد یہ ہے کہ اگر یہ مسلمان کفر کی جانب علیٰ سبیل الاکراہ لوٹ جائیں تو ہوسکتا ہے کہ کچھ مدت کے بعد انکے قلوب کفر کی جانب بلا اکراہ خود ہی مائل ہوجائیں اس لئے خوف کی وجہ سے انھوں نے ایسا کہا۔ (تفسیر کبیر)

وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ

وعدہ خدا راست است کہ و ہر آئنہ قیامت نیست شبہ دراں چوں نزاع میکردند

اللہ کا وعدہ حق ہے اور بیشک قیامت اس میں کوئی شک نہیں ہے جب وہ لوگ جھگڑ رہے تھے آپس میں

بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ

درمیان ایشانرا امر خود را پس گفتند بنا کنید بر ایشاں دیوار پروردگار ایشاں دانا تر بدیشاں

ان کے معاملہ کے متعلق پس انھوں نے کہا بناؤ ان پر ایک دیوار' انکا رب سب سے زیادہ جانتا ہے انھیں

بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ

گفت آنانکہ غالب شدند بر کار ایشاں البتہ فرا گیریم بر ایشاں

کہا ان لوگوں نے جو غالب ہوئے اپنے کام پر ضرور ہم بنائیں گے ان پر

مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ

مسجدے زود گویند سہ تن بودند چہارم ایشاں سگ ایشاں و میگویند

ایک مسجد ۱؎ عنقریب کہیں گے تین تن تھے انکا چوتھا انکا کتا ہے اور کہیں گے

خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا ۢ بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ

پنج تن اند ششم ایشاں سگ ایشاں است انداختن پنہاں و میگویند

پانچ تن تھے انکا چھٹا انکا کتا ہے اندھیرے میں تیر چلاتے ہوئے اور کہیں گے

سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ

ہفت تن اند ہشتم ایشاں سگ ایشاں ست بگو پروردگار من دانا تر است بشمار ایشاں

سات تن تھے اور انکا آٹھواں انکا کتا ہے' کہو میرا رب سب سے زیادہ جانتا ہے انکی گنتی کو

مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۬ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۪

نمیداند ایشانرا مگر اندکے پس جدال مکن در ایشاں مگر مجادلہ بیدا

نہیں جانتے انھیں مگر تھوڑے پس لڑائی مت کرو ان کے بارے میں مگر جتنی لڑائی ظاہر ہو چکی ۲؎

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ یعنی لوگوں کو ہم نے اصحابِ کہف پر مطلع اسوقت کیا جب وہ باہم اپنے دین کے بارے میں لڑ رہے تھے۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ دوبارہ آدمیوں کے حشر کے متعلق انکا آپس کا اختلاف تھا' غیر مسلم کہتے تھے حشر صرف ارواح کا ہوگا اجسام کا نہ ہوگا' مسلمانوں کا قول تھا ارواح کا مع اجسام ہوگا۔ اللہ تعالٰی نے اصحابِ کہف کو اٹھا کر دکھادیا کہ حشر ارواح اور اجسام دونوں کا ہوگا' یا یہ مراد ہے کہ اصحابِ کہف کے معاملہ میں لوگوں کا اختلاف ہوگیا جب اصحابِ کہف بیدار ہونے کے بعد دوبارہ لوٹ گئے اور غافل ہو گئے تو بعض لوگوں نے کہا کہ اس مرتبہ بھی وہ سو گئے ہیں مرے نہیں ہیں اور کچھ لوگوں نے کہا کہ اس مرتبہ تو وصال ہوگیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحابِ کہف کے بعد مسلمانوں نے کہا ہم یہاں مسجد بنائیں گے یہ لوگ ہمارے ہم مذہب تھے' غیر مسلموں نے کہا ہم یہاں عمارتیں بنائیں گے جس میں لوگ آباد ہونگے اور ایک بستی آباد کرینگے یا غار کے دروازے پر ایک ایسی عمارت بنائیں گے جس سے لوگوں کا اندر جانا بند ہو جائے غار والے ہمارے رشتہ دار اور بھائی تھے اس لئے تعمیر کا ہم کو حق ہے۔ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ اس جملہ کا مقصد دونوں فریقوں کے قول کی تردید ہے ہر فریق نے اصحابِ کہف کو اپنے ساتھ ملایا حالانکہ اصحابِ کہف مشرکوں سے اور شرک سے جسطرح علیحدہ تھے اسی طرح عام مسلمانوں کے گروہ میں بھی انکا شمار نہیں تھا انکا درجہ بہت اونچا تھا اسی لئے کہا جاتا ہے کہ صوفی سب کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور سب سے الگ بھی۔ مسئلہ: یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ اولیاء کے مزارات کے پاس نماز پڑھنے کیلئے مسجد بنانا جائز ہے تا کہ اولیاء کے مزارات کے قرب سے برکت حاصل ہو۔ (مظہری) یعنی غار کے دروازے پر ہم ایک مسجد بنائیں گے تا کہ لوگ اس میں نماز پڑھیں اور اس جگہ سے برکت حاصل کریں۔ (روح البیان) ۲؎ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تعداد میں اختلاف کرنے والے کہیں گے کہ وہ تین تھے چوتھا کتا تھا اور [کچھ لوگ کہیں گے] وہ پانچ تھے چھٹا کتا تھا انکا یہ قول اندھیرے میں تیر چلانے کے طور پر ہے کسی واقعی ثبوت پر مبنی نہیں ہے۔ مروی ہے کہ نجران کے عیسائی جن میں [یعقوبیہ فرقہ کا] سردار اور عاقب [نسطوری فرقہ کا] بھی سردار شامل تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں بیٹھے تھے کہ اصحابِ کہف کی تعداد کے متعلق انکا آپس میں اختلاف ہوگیا سردار نے کہا وہ تین تھے چوتھا کتا تھا۔ عاقب نے کہا پانچ تھے چھٹا کتا تھا' رجم تیر چلانا' پتھر مارنا یعنی ایسا واقعہ جو غیب ہے انکے علم میں نہیں یعنی انکا یہ قول اندھیرے میں تیر چلانے کی طرح ہے کسی کو صحیح طور پر معلوم نہیں کہ وہ کتنے تھے لیکن جبرائیل علیہ السلام کی اطلاع اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دینے کے بعد مسلمان کہیں وہ سات تھے اور آٹھواں کتا تھا۔ مَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ مطلب یہ ہے کہ عیسائیوں میں سے تھوڑے آدمی انکی صحیح تعداد سے واقف ہیں۔ یا مسلمان اصحابِ کہف کی صحیح تعداد کو جانتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان تھوڑے آدمیوں میں سے ہوں جو اصحابِ کہف کی صحیح تعداد سے واقف ہیں وہ سات تھے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ سات تھے آٹھواں انکا کتا تھا۔ علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اصحابِ کہف کی تعداد سے متعلق اللہ تعالٰی نے صرف تین اقوال بیان فرمائے کوئی چوتھا قول نقل نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ چوتھا قول ہی نہ تھا پہلے دونوں قول کی رَجْمًا بِالْغَيْبِ کا لفظ کہہ کر تردید کردی اور تیسرے قول کی تردید نہیں کی معلوم ہوا کی تیسرا قول ہی حق ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انکے نام یہ ہیں۔ مکسلمینا' تملیخا' مرطونس' سنونس' ساری نونسی' ذونواس اور کعسططیونس یہ آخری شخص چرواہا تھا۔ (مظہری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انکے نام طلب' ہرب اور آگ بجھانے کیلئے بہت مفید ہیں۔ (روح البیان)

وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿٢٢﴾ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ

و فتوی مجوئی در باب ایشاں از ایشاں کیے و مگوئی چیزیرا

اور فتویٰ مت چاہو ان کے بارے میں ان میں سے کسی ایک سے۔ اور نہ کہو کسی چیز کے بارے میں

اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ

که من کننده ام ایں فردا مگر آنکه خدای و یاد کن پروردگار خود

کہ میں کرنے والا ہوں آئندہ کل [1] مگر یہ کہ اللہ چاہے اور یاد کرو اپنے رب کو

اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ

چوں فراموش کنی و بگو شاید آنکه راه نماید مرا پروردگار من تا نزدیک شوم از

جب تو بھول جائے اور کہو شاید کہ راہ دکھائے مجھے میرا رب تا کہ میں قریب ہو جاؤں

هٰذَا رَشَدًا ﴿٢٤﴾ وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ

ایں راه راست و درنگ کرده بودند در غار ایشاں سی صد سال

اس سیدھے راستے سے [2] اور ٹھہرے تھے اپنے غار میں تین سو سال

وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ

و زیاد کردند نُه سال بگو خدای دانا تر است بآنچه درنگ کردند او راست پوشیده آسمانها

نو سال اور زیادہ [3] کہو اللہ سب سے زیادہ جانتا ہے جتنا وہ سب ٹھہرے، اسی کیلئے آسمانوں

وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ

و زمین چه بینا ست و چه شنو است نیست ایشانرا بجز او هیچ دوستی

اور زمین کا غیب ہے کیا ہی دیکھتا ہے اور کیا ہی سنتا ہے، نہیں ہے ان کیلئے اسکے سوا کوئی دوست

وَّلَا يُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴿٢٦﴾ وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَيْكَ

و انبار نمیگردد در فرمان کیے را و بخواں آنچه وحی شد بتو

اور اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا ہے [4] اور پڑھو جو وحی کی گئی آپکی جانب

[1] یعنی مطلقاً زمانہ مستقبل میں کوئی کام کرو (روح البیان)

[2] یہودیوں نے قریش سے کہا تھا کہ ان سے روح، اصحابِ کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرو۔ قریش نے نبی کریم ﷺ سے یہ سوالات کیئے تو آپ نے فرمایا: کل میرے پاس آنا میں بتادونگا لیکن انشاء اللہ نہیں فرمایا اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی روز تک وحی نہیں آئی آپکو اس سے بڑی بے چینی ہوگئی اُدھر قریش نے کہا کہ تم جھوٹے ہو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کام کا پختہ ارادہ ہو تو کبھی بھی مشیتِ الٰہی سے وابستگی کیئے بغیر اس کام کو کرنے کا وعدہ نہ کرنا چاہیئے۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ یعنی اگر انشاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو تسبیح و استغفار کرو۔ اس جملہ میں انشاء اللہ کہنے کی مزید اہمیت ظاہر کی گئی ہے، یا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی تعمیل اگر تم بھول جاؤ تو اللہ تعالیٰ کو اور اسکے عذاب کو یاد کرو تاکہ نسیان کی تلافی ہوجائے، یا یہ معنی ہے کہ اگر تم کسی بات کو بھول جاؤ تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تا کہ اللہ تعالیٰ تم کو وہ بات یاد دلادے۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ جسوقت تم کو غصہ آئے تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، حضرت وہب کہتے ہیں کہ انجیل میں آیا ہے کہ اے ابن آدم! تجھے غصہ آئے تو مجھے یاد کر [غصہ ٹھنڈا پڑ جائیگا] جب مجھے غصہ آئیگا تو میں بھی تجھے یاد کرونگا [اور تیری کمزوری پر رحم کرونگا] حضرت ضحاک اور سدی کہتے ہیں کہ اس آیت کے حکم کا تعلق نماز سے ہے۔ حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو جسوقت یاد آجائے پڑھ لے۔ حضرت ابو سعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص وتر کی طرف سے سوجائے یعنی سوجانے یا سوتا رہنے کی وجہ سے وتر نہ پڑھ سکے یا وتر پڑھنا بھول جائے تو جب یاد آئے پڑھ لے۔ حضرت ابن عباس ؓ، حضرت مجاہد اور حضرت حسن آیت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ انشاء اللہ کہنا اگر بھول جائے تو جسوقت بھی یاد آئے انشاء اللہ کہہ لو۔ صوفیائے کرام کے نزدیک آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو بھول جاؤ تو خالص دل سے اللہ کو یاد کرو۔ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ الخ بعض علماء نے لکھا ہے کہ لوگوں نے جب رسول اللہ ﷺ سے اصحابِ کہف کا واقعہ دریافت کیا اور اللہ تعالیٰ نے قصہ بیان کردیا تو آخر میں اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو یہ بتادیں کہ اصحابِ کہف کے واقعہ سے بڑھ کر روشن دلیل اور برہانِ نبوت اللہ تعالیٰ عطا فرمائیگا چنانچہ یہ وعدہ اللہ نے پورا کیا تمام انبیاء کے علوم بلکہ ماضی اور مستقبل کے سارے علمی خزانے اللہ نے آپکو عطا فرمائے، اصحابِ کہف کے واقعہ کے اظہار سے آپکی نبوت کی سچائی کا اتنا قوی ثبوت نہیں ملتا جتنا انبیاء ومرسلین کے علوم اور گذشتہ وآئندہ کے واقعات کے علم عطا فرمانے سے ملتا ہے۔ (مظہری) [3] مروی ہے کہ شروع میں وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ نازل ہوا تھا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ تین سو سال یا تین سو مہینے اس کے جواب میں لفظ "سنین" نازل ہوگیا۔ وَازْدَادُوْا تِسْعًا کی تشریح میں کلبی نے کہا کہ نجران کے عیسائیوں نے کہا تھا تین سو سال رہنے کا علم تو ہم کو بھی ہے مزید نو برس رہنے کا علم ہم کو نہیں یعنی ہماری کتاب میں نہیں ہے۔ (مظہری) [4] امام بغوی کہتے ہیں کہ حضرت علی ؓ نے فرمایا: اصحابِ کہف شمسی حساب سے تین سو برس سوتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے قمری حساب سے تین سو نو برس رہنے کی صراحت کی ہے ہر سو سال شمسی کے بحساب قمری ایک سو تین سال ہوتے ہیں یعنی تین سو سال کے تین سو نو برس ہوگئے۔ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ یعنی اسکی بینائی اور شنوائی دوسروں کے دیکھنے سننے سے الگ ہے اور عجیب ہے اور اسکو دیکھنے اور سننے سے کوئی چیز حاجب اور مانع نہیں انتہائی لطافت ہو یا کثافت باریک سے باریک چیز ہو یا بڑی سے بڑی، پوشیدہ ہو یا ظاہر اسکے نزدیک کوئی فرق نہیں اس کو ہر چیز کا علم سمعی اور بصری ہے۔ (مظہری)

مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ

از کتاب خداوند تو نیست بدل کننده مر سخنان او را و نیابی

آپکے رب کی کتاب سے، نہیں ہے کوئی بدلنے والا اسکے کلمات کو، اور تو نہ پائیگا

مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

بجز وی ہیچ پناہی و باز دار تن خود را با آنانکہ میخوانند

اسکے سوا کوئی پناہ [1] اور روک رکھو اپنے آپکو ان لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں

رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا

پروردگار خود را بامداد و شبانگاہ میخواہند روے او و

اپنے رب کو صبح اور شام چاہتے ہیں اسکی (خاص) توجہ اور

تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

مگرداں چشمہاے خود را از ایشاں میخواہی آرایش زندگانی دنیا

نہ پھیرو اپنی آنکھوں کو ان سے، تم چاہتے ہو دنیا کی زندگی کی آرائش

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ

و فرمان مبر آنرا کہ غافل کردیم دل او را از یاد کردن ما و پیروی کرد

اور حکم نہ مانو ان لوگوں کا جسکے دل کو ہم نے غافل کیا اپنی یاد سے اور پیروی کی

هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ

آرزوے خود را و ہست کار او تباہ و بگو راست است از پروردگار شما پس ہر کہ

اپنی آرزوؤں کی اور اسکا کام تباہ ہے [2] اور کہو حق ہے تمہارے رب کی جانب سے تو جو

شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ

خواہد پس باید کہ بگردد و ہر کہ خواہد کہ نگردد ہر آئنہ ما آمادہ کردیم براے ستمگاران

چاہے ایمان لائے اور جو چاہے ایمان نہ لائے بیشک ہم نے تیار کی ہے ظالموں کے واسطے

تفسیر اظہار العرفان

[1] یعنی اصحاب کہف کا واقعہ بیان کیجئے۔ مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اصحابِ کہف کو دکھایا جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس دنیا میں انھیں دیکھنا ممکن نہیں، ہاں آپ اپنے ساتھیوں میں سے چار ساتھیوں کو اصحابِ کہف کی جانب اپنی رسالت کا پیغام لیکر بھیجئے اور انھیں ایمان کی دعوت دیجئے پس نبی ﷺ نے فرمایا: جبرائیل میں اپنے ساتھیوں کو انکے پاس کس طرح بھیجوں۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی آپ اپنی چادر مبارک کو بچھایئے اور اسکے ایک کونے پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، دوسرے کونے پر عمر رضی اللہ عنہ، تیسرے کونے پر عثمان رضی اللہ عنہ اور چوتھے کونے پر علی رضی اللہ عنہ کو بٹھایئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح ہوا کو بلایئے پس اللہ تعالیٰ ان ہواؤں کو آپکا مطیع بنا دیگا چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا تو ہواؤں نے ان چاروں کو غار کے دروازے تک پہنچا دیا پھر دروازے سے پتھر خود بخود ہٹ گیا کتے نے جب ان چاروں اصحابِ رسول ﷺ کو دیکھا تو دم ہلانا شروع کیا اور سر کے اشارہ سے اندر جانے کو کہا پس ان چاروں نے اندر داخل ہوکر اصحابِ کہف سے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ. اللہ تعالیٰ نے ان نوجوانوں کی ارواح کو انکی جانب لوٹا دیا پس وہ سب ایک ساتھ کھڑے ہوئے اور جواباً کہا: وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ. نبی کریم ﷺ کے چاروں ساتھیوں نے ان نوجوانوں کو آپکا سلام پہنچایا۔ جواباً انھوں نے کہا: وَعَلٰى مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ السَّلَامُ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَعَلَيْكُمْ بِمَا اَبْلَغْتُمْ. پھر اصحابِ کہف دینِ محمد ﷺ کو قبول کر کے مسلمان ہوئے اور آپکی امت میں داخل ہوئے پھر کہا کہ ہماری طرف سے محمد ﷺ کو سلام کہنا اسکے بعد وہ سب اپنے اپنے ٹھکانے پر لیٹ گئے۔ جب امام مہدی کا ظہور ہوگا تو امام مہدی بھی اصحابِ کہف کے پاس جاکر انکو سلام پیش کرینگے اسوقت بھی اللہ تعالیٰ انکی روحوں کو لوٹائیگا اسکے بعد پھر قیامت میں اٹھیں گے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ منورہ میں ان سارے واقعات کو بتایا پھر ہوا نے ان چاروں کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچایا الخ۔ کہا گیا ہے کہ اصحابِ کہف قبل مسیح غار میں داخل ہوئے تھے، ایک قول یہ بھی ہے کہ بعدِ مسیح غار میں داخل ہوئے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قبلِ موسیٰ غار میں داخل ہوئے۔ (القرطبی) [2] امام بغوی کہتے ہیں کہ یہ آیت عیینہ بن حصین فزاری کے حق میں نازل ہوئی، مسلمان ہونے سے پہلے عیینہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اسوقت کچھ نادار مسلمان خدمت اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے جن میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی تھے حضرت سلمان فارسی ایک چھوٹی سے چادر اوڑھے ہوئے تھے اور آپکو پسینہ بھی آرہا تھا، عیینہ بولا: محمد ﷺ! کیا آپکو ان لوگوں کی بدبو سے دکھ نہیں ہوتا، ہم قبائل مضر کے سردار اور بڑے لوگ ہیں اگر ہم مسلمان ہوگئے تو سب لوگ مسلمان ہوجائیں گے لیکن ہمکو آپکی پیروی کرنے سے ایسے لوگوں کی موجودگی روکتی ہے آپ انکو ہٹادیں تو ہم آپکی پیروی کرنے لگیں گے یا ہمارے لئے ان سے الگ کوئی بیٹھنے کی جگہ مقرر کردیں اور انکی مجلس ہم سے الگ کردیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت قتادہ کا بیان ہے کہ اَلَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ الخ سے اصحابِ صفہ مراد ہیں جنکی تعداد سات سو تھی یہ سب نادار لوگ تھے اور رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں فرد کش تھے، نہ کسی کی کھیتی تھی، نہ دودھ کے جانور، نہ کوئی تجارت، نمازیں پڑھتے رہتے تھے ایک وقت کی نماز پڑھ کر دوسری نماز کے انتظار میں رہتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ستائش ہے اس اللہ کیلئے جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے جنکی معیت میں مجھے جمے رہنے کا حکم دیا۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ اَغْفَلْنَا میں اللہ کی طرف غافل کردینے کی نسبت اور اِتَّبَعَ هَوٰىهُ میں اتباع ہوا کی بندے کی طرف نسبت بتارہی ہے کہ بندہ مجبور ہے نہ مختار کامل بلکہ بین بین ہے۔ (مظہری)

نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا

آتشی بر گیرد ایشانرا سرا پردہاے او و اگر خواہی کنند فریاد رسیدہ شود

آگ، گھیر لی انھیں اسکی دیواریں اور اگر فریاد کریں گے تو فریاد رسی ہو گی

بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَ

بآبے مانند در وے زینت بریاں کند رویہا بد شرابے است و

ایسے پانی سے جو مثل پگھلے ہوئے تانبے کے ہوگا انکے چہروں کو جلا ڈالے گا کیا ہی برا پینا ہے اور

سَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

بد جای بودن ہر آئنہ آنانکہ گرویدند و کردند نیکیہا

کیا ہی رہنے کی بری جگہ ہے [1] بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے

اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ

ہر آئنہ ما ضائع نکردیم مزد ہر کہ نیکو کردہ است از روے کردار آنگروہ ایشانرا ست بوستانہا

بیشک ہم ضائع نہیں کرینگے (ایسے کے) اجر کو جس نے اچھا کام کیا ہواز روئے کردار [2] یہی وہ گروہ ہیں کہ جنکے لئے

عَدْنٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ

با اقامت میرود از زیر ایشاں جوبہا پرایہ بستہ شوند دراں از

(ایسے) باغات ہونگے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں جنکے نیچے نہریں جاری ہونگیں پہنائے جائیں گے اس میں

اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ

و سوانہا از زر و بپوشند جامہا سبز از

کڑے سونے کے اور پہنیں گے سبز کپڑے

سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ

دیبای نازل و دیبای لک تکیہ زدہ باشند دراں برکتہا

باریک نرم ریشمی کپڑا اور سرخ ریشمی کپڑا تکیہ لگائے ہونگے وہاں تختوں پر [3]

[1] مطلب یہ ہے کہ اے محمد ﷺ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے جنکے قلوب ہمارے ذکر سے غافل ہیں کہ اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے حق ہے پس اسکی طرف توفیق اور خذلان، اسی کے دستِ قدرت میں ہدایت اور گمراہی ہے جسے وہ ہدایت دیتا ہے وہ ایمان لاتا ہے اور جسے وہ گمراہ کرتا ہے وہ کفر کرتا ہے ان میں سے کوئی چیز آپکی طرف سے نہیں ہے پس اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے جسے چاہے اگرچہ وہ ضعیف ہو اور حق سے محروم فرماتا ہے جسے چاہے اگرچہ وہ قوی ہو اور غنی ہو اس میں ایمان اور کفر میں تخییر نہیں ہے بلکہ وعید اور تہدید ہے۔ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ سُرَادِقُهَا سے مرا آگ کی دیواریں ہیں۔ (القرطبی)

[2] حضرت ابو سعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سُرَادِقُ النَّارِ [دوزخ کی قناتیں] چار دیواریں ہونگی ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال کی راہ کے برابر ہوگی۔ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ. حضرت ابو سعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے متعلق فرمایا: تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا منھ کے قریب لایا جائیگا تو چہرے کی کھال اس میں گر پڑیگی۔ حضرت ابو امامہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت وَيُسْقٰى مِنْ مَّاءٍ صَدِيْدٍ کی تشریح میں فرمایا وہ سامنے لایا جائیگا تو دوزخی کو سخت ناگوار ہوگا پھر منھ کے قریب لایا جائیگا تو چہرے کی اور سر کی کھال جل بھن کر گر پڑیگی جب اسکو پیئے گا تو انتڑیاں نکل کر دبر سے نکل جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ. (ترمذی)

[2] حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرمائیگا کہ جنت میں میرے فضل سے داخل ہو جاؤ اور اپنے اعمال سے اسکے درجات کو حاصل کرو۔ حضرت براء ابن عازب ؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کی جانب ایک اعرابی حجۃ الوداع میں کھڑا ہوا اور نبی ﷺ عرفات میں اپنی اونٹنی عضباء پر تشریف فرما تھے پس اعرابی نے کہا میں ایک متعلم شخص ہوں پس آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ کے بارے میں بتایئے۔ آپ نے فرمایا اے اعرابی تو ان سے دور نہیں ہے اور نہ وہ تجھ سے دور ہیں یہ چار ہیں جو میرے ساتھ کھڑے ہیں ابوبکر، عمر، عثمان اور علی [رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین] پس تو اپنی قوم کو بتا کہ یہ آیت ان چاروں اشخاص کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (روح البیان) [3] عدن بمعنی قیام کرنا، ٹھہرنا۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ وہ باغ اور جنتیں جہاں مؤمن ہمیشہ قیام کریگا۔ سِوَار بمعنی کنگن اسکی جمع اَسْوَار، اَسْوِرَة ہے اور اسکی جمع اَسَاوِرُ ہے، اَسَاوِرَ اور ذَهَبٍ کو نکرہ لانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ وہ کنگن اور سونا نرالی شان کا ہوگا کہ اسکے حسن کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ادنیٰ سے ادنیٰ زیور کا تمام دنیا کے زیوروں سے موازنہ کیا جائے جو ادنیٰ زیور آخرت میں اللہ جنتی کو عطا فرمائیگا تو وہ دنیا کے تمام زیوروں سے بڑھ چڑھ کر ہوگا۔ کعب احبار کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ اپنی پیدائش کے آغاز سے جنت کے زیور ڈھال رہا ہے اور قیامت تک ڈھالتا رہیگا اگر اہل جنت کا ایک زیور بھی سامنے لے آیا جائے تو اسکے مقابلے میں سورج کی روشنی ماند پڑ جائیگی۔ سُنْدُس باریک ریشمی کپڑے اور اِسْتَبْرَق دبیز ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں، حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سب سے پسندیدہ رنگ سبز تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ارشاد فرمایئے اہل جنت کے کپڑے کس قسم کے ہونگے کیا پیدا شدہ ہونگے یا بُنے ہوئے ہونگے جنکو بُن کر تیار کیا گیا ہوگا یہ بات سن کر ایک شخص کو ہنسی آ گئی آپ نے فرمایا: ایک ناواقف جب کسی جاننے والے سے پوچھتا ہے تو تم لوگ ہنستے ہو پھر فرمایا: جنت کے پھلوں سے انکے پھٹنے پر [وہ لباس] برآمد ہونگے۔ (مظہری)

نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٣١﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا

نیک پاداش است و نیکو تکیہ گاہ و بیان کن برائے ایشاں مثل

نیک بدلہ اور بہتر تکیہ ہو گا اور بیان کر ان کیلیے

رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ

دو مرد دادیم بہر یکے را ازیں دو بہشت از انگور

دو مرد کی کہاوت کہ ہم نے ان میں سے ایک کو دو باغ انگور کے دیئے

وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ؕ ﴿٣٢﴾ كِلْتَا

و محوف گردانیدیم آنرا بخرمان و پیدا کردیم میان ایں کشت زرای از دو

اور ہم نے ڈھانپ دیا اسے کھجوروں سے اور ان کے درمیان کھیتی بنائی [1] دونوں

الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا

بہشت بیاوردی ہر میوہ و ستم نکردی از و چیزیرا و رواں کردیم

باغ نے ہر طرح کا میوہ لایا اور اس میں کوئی چیز کمی نہ کی اور ہم نے جاری

خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿٣٣﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ

میان آنہا جوی آب و بود مر کافرانرا ہمہ میوہ پس گفت مر یار خود را و او

کی انکے درمیان نہریں [2] اور کافر کیلیے ہر قسم کا میوہ تھا پس کہا اپنے ساتھی سے اور وہ

يُحَاوِرُهٗٓ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّأَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾ وَدَخَلَ

مجادلہ میکرد باو من بیشترم از تو از جہت مال و عزیز ترم از قبیلہ اولاد و در آمد

اس سے جھگڑا کرتا تھا کہ مال میں تجھ سے زیادہ ہوں اور قبیلہ کے اعتبار سے بھی طاقتور ہوں [3] اور

جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ أَظُنُّ أَنْ تَبِيْدَ

بباغ خود و او ستمگار بود گفت گمان نمی برم آنکہ فانی شود

اپنے باغ میں داخل ہوا اور وہ اپنے آپ پر ظلم کرنے والا تھا کہا میں نہیں سمجھتا ہوں کہ فنا ہوگا

[1] مروی ہے کہ ایک شخص کے دو بیٹے تھے دونوں کو باپ کی وراثت سے آٹھ ہزار دینار ملے دونوں نے تقسیم کر کے اپنا اپنا حصہ لے لیا' ایک بھائی نے ایک ہزار دینار کی زمین خریدی دوسرے نے ہزار دینار خیرات کر دیئے اور کہا: اے اللہ! میرے بھائی نے ہزار دینار کی زمین خریدی ہے میں تجھ سے جنت میں ایک ہزار کی زمین خریدتا ہوں' اول شخص نے ہزار دینار صرف کر کے مکان بنایا' دوسرے نے ہزار دینار غریبوں میں تقسیم کر کے دعا کی' اے اللہ! اس نے ہزار دینار خرچ کر کے مکان بنایا ہے میں تجھ سے جنت کے اندر ہزار دینار کا مکان خریدتا ہوں' پھر اول شخص نے ہزار دینا خرچ کر کے ایک عورت سے شادی کر لی' دوسرے نے ہزار دینار راہِ خدا میں دیکر کہا: اے اللہ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کے جنت کے اندر کسی عورت سے میرا نکاح کر دے' پھر اول شخص نے ہزار دینا خرچ کر کے باندی' غلام اور گھر کا سامان خریدا' اور دوسرے نے ہزار دینار خیرات کر کے اللہ سے جنت کے اندر خادم اور سامان ملنے کی درخواست کی۔ جب یہ دوسرا شخص سب مال خیرات کر چکا تو کچھ مدت کے بعد مال کی کوئی سخت ضرورت پیش آئی اور دل میں خیال آیا کہ مجھے بھائی کے پاس جانا چاہیئے شاید اسکی طرف سے مجھے کچھ مل جائے۔ یہ سوچ کر بھائی کے راستے پر ایک طرف کو جا بیٹھا اس طرف سے دولت مند بھائی اپنے خادموں کے جھرمٹ میں گذرا تو بھائی کو دیکھ کر پہچان لیا اور پوچھا کیا حال ہے؟ اس شخص نے کہا مجھے ایک حاجت درپیش ہے اور مفلس ہو گیا ہوں آپکے پاس کچھ بھلائی کی امید لیکر آیا ہوں دولت مند بھائی نے کہا تمہارا مال کیا ہوا؟ تقسیم کے وقت تو تم نے اپنا حصہ لے لیا تھا غریب بھائی نے اپنی سرگذشت بیان کر دی' دولت مند بھائی بولا' اچھا تم خیرات کرنے والوں میں شامل ہو گئے چلے جاؤ میں کچھ نہیں دونگا' غرض اس نے غریب کو دھتکار دیا آخر دونوں مر گئے اور ان ہی کے متعلق یہ آیت فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ نازل ہوئی۔ یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ مالدار بھائی غریب بھائی کو ہاتھ پکڑ کر اپنے مال کی سیر کرانے لے گیا اور گھما پھرا کر سب طرح کا مال دکھایا۔ بغوی نے لکھا ہے کہ قبیلہ بن مخزوم کے دو بھائی رہتے تھے ایک مؤمن تھا دوسرا کافر' مومن کا نام ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسود اور کافر کا نام اسود بن عبدالاسود تھا' انہی دونوں کے حق میں اس کا نزول ہوا۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ عیینہ بن حصین اور اسکے ساتھیوں کے احوال اور حضرت سلمان کے حال کو بھی بطور تمثیل بنی اسرائیل کے دو بھائیوں کے احوال سے تشبیہ دی ہے جن میں سے ایک کا نام برقول ابن عباس ﷺ یہودا اور برقول حضرت مجاہد تملیخا تھا اور دوسرے کا نام قطروس اور بقول وہب قطفر تھا' اول مسلمان تھا دوسرا کافر۔ (مظہری) [2] آیت میں لَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ بمعنی لَمْ تَنْقُصْ ہے۔ نَهَرًا یعنی نہر ہمیشہ جاری رہے گی تا کہ پینے والوں کو ہمیشہ پانی ملتا رہے۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ کھانے کا عطا کرنا پینے پر موقوف نہیں ہے۔ (روح البیان) [3] فَجَّرْنَا یعنی زمین سے چشمے نکال کر بہا دیئے تا کہ باغوں میں تروتازگی اور شادابی رہے' قاموس میں ہے ثَمَرَةٌ درخت کے پھل اور مختلف انواع کا مال۔ سونے' چاندی' مویشی اور اولاد کو بھی ثمر کہا جاتا ہے۔ اس آیت کا مطلب بعض اہل علم نے یہ بیان کیا ہے کہ دو باغوں کے مالک کے پاس باغوں کے علاوہ اور بھی طرح طرح کا مال بکثرت تھا۔ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ الخ یعنی باغوں والے نے نادار مومن سے گفتگو میں کہا: میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور میں نوکر چاکروں کے اعتبار سے بھی تجھ سے زیادہ باعزت ہوں۔ نَفَرٌ سے مراد نوکر چاکر خدمت گار' بعض نے کہا نرینہ اولاد مراد ہے کیونکہ مومن نے اسکے جواب میں کہا تھا اِنْ تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا اگرچہ تو مجھے اپنے مقابلے میں کم مالدار اور قلیل الاولاد دیکھ رہا ہے۔ بغوی کہتے ہیں کہ ثمر کو جن لوگوں نے میم کے فتح سے پڑھا انکے نزدیک اس سے مراد ہے درختوں کے پھل جو کھائے جاتے ہیں اور جن لوگوں نے میم کے ضمہ سے پڑھا انکے نزدیک اس سے مراد کثیر مال ہے۔ (مظہری)

هٰذِهٖۤ اَبَدًا ۙ﴿۳۵﴾ وَّمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ

ایں بوستان ہرگز و گمان نمی برم قیامت را آینده است و اگر باز گردانیده شوم

یہ باغ کبھی بھی ۱ اور میں نہیں سمجھتا ہوں کہ قیامت آئیگی اور اگر میں لوٹایا گیا

اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ قَالَ لَهٗ

بسوے پروردگار خود بخدا کہ بیابم بہتر ازیں جای باز گشتن گفت او را

اپنے رب کی جانب تو بخدا میں اس سے بہتر پاؤنگا لوٹنے کی جگہ ۲ کہا اس سے

صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ خَلَقَكَ

برادر او و او جدال میکرد باو آیا کافر شدی بآنکہ آفرید ترا

اسکے بھائی نے اور اس سے جھگڑ رہا تھا کیا تو منکر ہوا اس کا جس نے تجھے پیدا کیا

مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ؕ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠

از خاک باز از نطفہ پس راست کرد ترا درست اندام لیکن ما گوییم

مٹی سے پھر نطفہ سے پھر تجھے ٹھیک مرد بنایا ۳ لیکن ہم کہتے ہیں

هُوَ اللّٰهُ رَبِّىْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّىْۤ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَاۤ اِذْ دَخَلْتَ

او اللہ است پروردگار من و شریک نمی کنم بخداوند یکے را و چرا نہ چوں بر آمدے

وہ اللہ میرا رب ہے اور میں شریک نہیں کرتا اپنے رب کیساتھ کسی کو ۴ اور کیوں نہیں جب تو آئے

جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ

در بوستان خود گفتے آنچہ خواہد خدای نیست توانای مگر بخدا اگر می بینی مرا

اپنے باغ میں تو کہے ماشاء اللہ نہیں ہے قوت مگر اللہ کی طرف سے اگر تو دیکھتا ہے مجھے

اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ۚ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّىْۤ اَنْ

کمتر از تو جہت مال و اولاد پس شاید پروردگار من آنکہ

کمتر اپنے سے مال اور اولاد کی جہت سے ۵ پس شاید کہ میرا رب

۱ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل ملنے دماغ پر غفلت کے پردے پڑ جانے اور شوق وہوس کی ہمہ گیری کے سبب وہ خیال کرنے لگا کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ زندگی بھر میرے پاس رہیگا کبھی برباد نہ ہوگا' یہ مطلب نہیں کہ ان نعمتوں کے ساتھ میں ہمیشہ زندہ رہونگا کیونکہ کسی کافر کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہوسکتا کہ موت سے ہمیشہ محفوظ رہونگا کبھی نہیں مرونگا ہاں قول سے مراد اگر دلالت حال لی جائے تو مؤخر الذکر مطلب ہوسکتا ہے جو دنیا اور دنیا کی لذتوں میں غرق ہوتے ہیں انکے اعمال اور خیالات زبان حال سے پکار کر کہتے ہیں کہ ایسے اعمال وخیالات رکھنے والے اپنی زندگی کو دوامی سمجھے ہوئے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ کبھی موت نہیں آئیگی اور دنیا کی یہ لذتیں انکو ہمیشہ حاصل رہیں گی۔ (مظہری)

۲ یعنی مرنے کے بعد دوبارہ میں نہیں اٹھایا جاؤنگا' اگر اٹھایا بھی گیا تو جس طرح دنیا میں مجھے نعمت دی گئی ہے آخرت میں اس سے بہتر نعمت دی جائے گی۔ (القرطبی)

۳ مٹی ہر شخص کا مادہ ہے اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ ہر شخص خاک سے بنایا گیا ہے' یا یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا خاک سے بنایا گیا تھا نطفہ ہر انسان کا مادہ قریبہ ہے [مٹی سے غذا نباتی وحیوانی پیدا ہوتی ہے اس لئے مٹی بعید مادہ ہے پھر غذا سے خون بنتا ہے خون بھی مادہ بعیدہ ہے پھر خون سے نطفہ اور نطفہ سے انسان پس نطفہ مادہ قریبہ ہے] سَوّٰىکَ تجھے ٹھیک کرکے پورا انسان بنادیا۔ رَجُلًا یعنی پورا بالغ مرد۔ وجود قیامت میں شک ہونے کی بنیاد ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے انکار تو گویا انکار قیامتِ حقیقت میں انکار خدا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ہمہ گیری کو مانتا ہے وہ جانتا ہے کہ جس خدا نے آدمی کو اپنے علم اور ارادہ کے ساتھ خاک سے پیدا کیا وہ دوبارہ بھی اسے پیدا کردیگا۔ (مظہری) ۴ کسائی نے بیان کیا ہے کہ کلام میں کچھ تقدیم وتاخیر ہے اصل کلام تھا لٰکِنْ ھُوَ رَبِّیْ اس صورت میں لٰکِنَّا کا الف زائد ہوگا (مظہری) ۵ یعنی مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اپنے عجز کے اعتراف کیلئے کیوں نہیں کہتا ہے اور اس لئے بھی کہ اللہ نے اسکے بنانے اور اسکے چلانے کی تدبیر عطا کی۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص ایسی چیز دیکھے جو اسے تعجب میں ڈال دے تو چاہیئے کہ کہے مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ. ایسی صورت میں نظر اسے نقصان نہ دیگی۔ دوسری حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص کسی ایسے شخص کو دیکھے جسے اہل یا مال عطا کیا گیا ہو تو اسکے پاس مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہے تو اس میں کوئی مکروہ چیز نہیں پائیگا یعنی اس میں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کا معنی ارشاد کرتے ہوئے فرمایا: لَا حَوْلَ تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے نہیں بچ سکتا مگر اللہ کی عصمت سے وَلَا قُوَّةَ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طاقت نہیں مگر اللہ کی توفیق سے۔ مروی ہے کہ [لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ] ننانوے بیماریوں کیلئے دعا ہے ان میں سب سے آسان غم ہے۔ (روح البیان) امام بغوی نے ہشام بن عروہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضرت عروہ کو جب اپنا کوئی مال پسند آتا اور عجیب معلوم ہوتا تھا' یا اپنے کسی باغ میں داخل ہوتے تھے تو مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہتے۔ (مظہری) حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان کو چاہیئے کہ جب وہ اپنے گھر میں داخل ہو تو یہی کلمات کہے۔ حضرت ابن وہب کہتے ہیں کہ مجھے حفص بن میسرہ نے بتایا کہ وہب بن منبہ کے دروازے پر یہی کلمات لکھے ہوئے تھے۔ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا میں تجھے ایسا کلمہ نہ بتادوں جو جنت کی کنجیوں میں سے ہے یا جنت کی کنجیوں میں سے ایک کنجی ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا جب بندہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھتا ہے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرا بندہ محفوظ ہوا اور اس نے حفاظت طلب کی۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص گھر سے نکلتے وقت بِاسْمِ اللّٰهِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ میں کافی ہوں اور شیطان اس سے جدا ہوجاتا ہے۔ (القرطبی)

يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا

بدہد مرا بہتر از بوستان تو وہ فرو فرستد براں صاعقہا

عطا کرے مجھے بہتر تیرے باغ سے اور بھیجے اس پر کڑک

مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا

از آسمان پس گردد بوستان تو زمینی باموں بے گیاہ یا گردد آب آں

آسمان سے پس کر دے تیرے باغ کو صحرائی زمین بے گھاس ۱ یا کر دے اس کے پانی کو

غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ

فرو رفتہ پس نتوانی آنرا جستن و فرا گرفتہ شد بمیوہ آں پس بامداد کرد

نیچے گیا ہوا پس نہ کرسکو گے اسے تلاش ۲ اور اس باغ کا پھل گھیر دیئے گئے (آفت میں) پس صبح ہاتھ ملنے

يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ

میگرداند دو کف خود بر آنچہ خرچ کرد بود دراں و آں بنا افتادہ بود

لگا اس پر جو خرچ کیا تھا اس باغ میں اور وہ عمارت گری ہوئی تھی

عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۴۲﴾

بر سقف خود و می گفت اے کاشکے من انباز نمیگرفتیم پروردگار خود یکی را

اپنی چھت پر اور کہتا اے کاش! میں شریک نہ ٹھہراتا اپنے رب کے ساتھ کسی کو ۳

وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ

و نبود او را ہیچ گروہی یاری دہندش بجز خدای و نبود

اور نہ تھا اس کیلئے کوئی گروہ جو اسے مدد دیتا اللہ کے سوا اور نہ تھا

مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا

یاری دہندہ خود را آنجا ثابت شد کار سازی خدای را سزاوار آں بہتر است از روے ثواب

وہ اپنا بدلہ لینے والا ۴ اس جگہ ثابت ہوا کہ کار سازی اللہ کو سزاوار ہے' وہ بہتر ہے از روئے ثواب ۵

۱ یعنی آخرت میں' یہ بھی کہا ہے کہ دنیا میں۔ حُسْبَانًا: جوہری کہتے ہیں کہ جب اسے ضمہ کے ساتھ پڑھا جائیگا تو اس سے مراد عذاب ہے۔ ابو زیاد کلابی کہتے ہیں کہ اس سے ٹڈی مراد ہے' حسبان بمعنی حساب بھی آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ' زجاج کہتے ہیں کہ اس جگہ حساب کے معنی میں ہے یعنی اس پر حساب کا عذاب بھیجے اور وہ اس سے حساب لے جو اسکے ہاتھوں نے کمایا۔ (القرطبی) حضرت قتادہ نے حسبان کا ترجمہ عذاب کیا ہے' حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں اس سے آگ مراد ہے' قتیبی کہتے ہیں کہ اس سے پتھریلا طوفان مراد ہے' علامہ بیضاوی نے فرمایا کہ اس سے کڑک مراد ہے۔ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا یعنی کوئی درخت اور سبزہ اس میں باقی نہ رہے صاف میدان ہو جائے۔ حضرت مجاہد نے صَعِيْدًا زَلَقًا کا ترجمہ کیا ہے ہولناک ریگستان۔ (مظہری)

۲ یعنی پانی اتنا نیچے چلا گیا ہو کہ وہاں نہ تمہارا ہاتھ پہنچ سکے اور نہ ڈول۔ (روح البیان)

۳ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ. یہ مکمل ہلاکت سے عبارت ہے اور اسکی اصل ہے احاطۃ العدو یعنی دشمن جب چاروں طرف سے گھر جائے تو اس پر حاکم ہو جاتا ہے اور دشمن کو اپنے تابع کر لیتا ہے پھر یہ لفظ ہر طرح کی ہلاکت میں استعمال ہونے لگا۔ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ: یہ جملہ ندامت اور حسرت سے کنایہ ہے اس لئے کہ جسکی حسرت بڑھ جائیگی وہ اپنے ایک ہاتھ کی ہتھیلی کو دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر ماریگا اور ایک دوسرے پر مسح کریگا۔ وہ اس پر ندامت کریگا جو کچھ اس نے باغ پر خرچ کیا اور اپنے نیک بھائی کو بھی ایسا کرنے کی نصیحت کرتا رہا۔ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا یعنی وہ باغ اپنی چھت کے بل گرا' ممکن ہے کہ یہاں چھت سے مراد وہ چھت ہے جس پر انگور کے بیل چڑھائے جاتے ہیں یہ جملہ کنایہ ہے باغ کے برباد ہونے سے۔ سوال: کلام سے معلوم ہو رہا ہے کہ اسکے باغ کی ہلاکت اسکے شرک کی نحوست کی وجہ سے ہوئی جبکہ معاملہ ایسا نہیں ہے اس لئے کہ بلاء کے انواع اس سے اکثر مؤمنین پر واقع ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ. ترجمہ: ''اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک دین پر ہو جائیں تو ہم ضرور رحمٰن کے منکروں کیلئے چاندی کی چھتیں سیڑھیاں بناتے جن پر چڑھتے'' اور نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاء انبیاء سے خاص کی جاتی ہے' پھر اولیاء' پھر انکی مثل اور انکی مثل۔ جواب: جب اسکی حسرت بڑھ گئی کہ پوری زندگی اس نے دنیا کی تحصیل میں خرچ کی اور دین کی طلب سے پوری زندگی اعراض کرنے والا رہا پس جب اس نے دنیا کو بالکلیہ ضائع کیا تو دین و دنیا کو چھوڑ کر محرومی باقی رہ گئی اسی بناء پر حسرت بڑھ گئی۔ سوال: جب اس نے يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا کہا تو گویا کہ وہ شرک پر نادم ہوا اور توحید کی جانب راغب ہوا اس لئے ضروری تھا کہ مؤمن ہوتا پھر اسکے بعد یہ کیوں فرمایا گیا وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ الخ. جواب: شرک پر ندامت دراصل اپنے باغ کو تباہی سے بچانے کیلئے تھی اسی بناء پر وہ توحید کی جانب راغب ہوا اور شرک پر پچھتاوا ہوا اس لئے اسکی توحید مقبول نہیں ہوئی۔ (تفسیر کبیر) ۴ اور قیامت کے روز عذاب دفع کرنے پر قدرت رکھنے والی اس کیلئے اللہ کے سوا کوئی جماعت نہ ہوگی اور نہ وہ تنہا اپنی قوت پر اللہ تعالیٰ کے انتقام سے بچ سکے گا۔ (مظہری) ۵ جاننا چاہیئے کہ یہ واقعہ فوائد کثیرہ پر مشتمل ہے توحید اور ترک دنیا دارین میں نجات کیلئے سبب ہیں جبکہ شرک اور حب دنیا ہلاکت کیلئے سبب ہیں۔ مروی ہے کہ علمائے بنی اسرائیل میں سے ایک عالم نے بہت ساری کتابیں جمع کی تو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے نبی کو وحی بھیجی کہ اس عالم سے کہہ دیجئے کہ تمہیں ان علوم سے اسوقت تک نفع نہیں ہوگا جب تک تین عادتیں تمہارے ساتھ ہوں' حب دنیا' شیطان کی رفاقت اور مسلم کو ایذا دینا۔ (روح البیان)

وَّ خَيْرٌ عُقْبًا ﴿٤٤﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ

و بهتر است از روئے عاقبت و بیان کن برائے ایشاں مانند زندگانی دنیا ہمچنانکہ آبے

اور بہتر ہے از روئے عاقبت اور بیان کر ان کیلئے دنیا کی زندگی کی مثال جیسے ایک پانی

اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ

فرستادیم او را از آسمان پس بیامیخت بداں آب گیاہ زمین پس بامداد کرد

جسے ہم نے آسمان سے اتارا پس گھنا ہوا اس پانی کے سبب زمین کا سبزہ پھر (وہ سبزہ)

هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

خشک شدہ پراگندہ میگردانید ویرا باد و ہست خدای بر ہمہ چیز

خشک ہو کر ریزہ ریزہ ہو گیا جسے ہوا اڑا دیتی ہے اور اللہ ہر چیز پر

مُّقْتَدِرًا ﴿٤٥﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

توانا مال و پسران آرائش زندگانی دنیا

قادر ہے [1] مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی آرائش ہیں

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ

و باقی ماند نیکیہا بہتر است نزدیک پروردگار تو از روے ثواب و بہتر

اور باقی رہنے والی نیکیاں' بہتر ہے تمہارے رب کے نزدیک از روئے ثواب اور بہتر ہے

اَمَلًا ﴿٤٦﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ

جہت امید داشتن و روزیکہ برانیم کوہہا و بہ بینی زمین را ظاہر شدہ

امید رکھنے کی جہت سے [2] اور جس دن ہم چلائیں گے پہاڑوں کو اور تم دیکھو گے زمین کو کھلا میدان

وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿٤٧﴾ وَعُرِضُوْا عَلٰى

و حشر کنیم ایشانرا پس مگذاریم از ایشاں یکے را و عرض کردہ شوند پیش

اور ہم ان سب کو جمع کرینگے پھر ان میں سے کسی ایک کو نہیں چھوڑینگے [3] اور پیش کئے جائیں گے

تفسیر اظہار العرفان

[1] جاننا چاہیئے کہ اس آیت کے بیان کا مقصد بھی یہی ہے کہ یہ دنیا حقیر شے ہے اور اسکی بقا قلیل ہے۔ پیچھے چونکہ مشرکین کا قصہ بیان ہوا کہ وہ لوگ مؤمنین فقراء پر تکبر کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان لوگوں سے یہ بیان کر دیا جائے جو لوگ اپنے اموال اور مددگار پر اتراتے ہیں کہ دنیا کی زندگی بہت کم ہے۔ (تفسیر کبیر) حکماء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پانی سے تشبیہ اس لئے دی کہ جس طرح پانی کو کسی ایک جگہ قرار نہیں ہے اسی طرح دنیا کسی ایک کے پاس باقی نہیں رہتی' اور اس لئے بھی کہ پانی ایک حالت پر باقی نہیں رہتا اس طرح دنیا بھی ایک حالت پر باقی نہیں رہتی ہے' اور اس لئے بھی کہ پانی باقی نہیں رہتا اور چلا جاتا ہے اسی طرح دنیا بھی فنا ہو جائیگی' اور اس لئے بھی کہ پانی میں کوئی شخص دوامی دخول پر قدرت نہیں رکھتا اسی طرح دنیا ہے کہ جو اس میں داخل ہوگا وہ اسکے فتنہ سے نہیں بچ سکے گا' اور اس لئے بھی کہ پانی اگر مقدار کے مطابق ہو تو سبزہ کیلئے نافع ہے اور اگر مقدار سے بڑھ جائے تو سبزہ کو تباہ کر دیتا ہے اسی طرح دنیا بقدر کفایت نافع ہے اور اس سے زائد نقصان دہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں فائزین یعنی کامیاب ہونے والوں میں ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: دنیا چھوڑ دے اور دنیا سے رُکے ہوئے پانی کی طرح لے اس لئے کہ قلیل دنیا کفایت کرتی ہے اور کثیر دنیا سرکش بناتی ہے۔ صحیح مسلم میں حدیث شریف ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: کامیاب ہوا وہ شخص جو مسلمان ہوا اور بقدر کفایت اسے رزق دیا گیا اور اللہ نے اسے جو کچھ عطا کیا اس پر اس نے قناعت کی۔ (القرطبی)

[2] اس آیت میں مال اور اولاد کو دنیا کی زینت بتایا گیا ہے' اس لئے کہ مال میں جمال اور نفع ہے اور اولاد میں قوت و دفاع ہے اس لئے حیاتِ دنیا کیلئے زینت ہے۔ اس آیت کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ مال اور اولاد دنیا کی حقیر زندگی کیلئے زینت ہے اس لئے تم اسکے پیچھے اپنے آپکو نہ لگاؤ۔ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس سے پانچ وقت کی نماز مراد ہے۔ حضرت ابن زید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت کے مطابق اس سے ہر وہ عمل صالح مراد ہے جو قولی ہو یا فعلی آخرت کیلئے باقی رہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حرث یعنی کھیتی کی دو قسمیں ہیں۔ حرثِ دنیا: یہ مال اور بنون ہیں اور حرثِ آخرت: یہ باقیات صالحات ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو کچھ لوگوں میں جمع فرما دیا ہے' جمہور کہتے ہیں کہ اس سے کلماتِ ماثورہ مراد ہیں جن میں سے افضل یہ ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ. حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ باقیات صالحات کی کثرت کرو' عرض کی گئی وہ کیا ہے یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے ارشاد فرمایا: تکبیر' تہلیل' تسبیح اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ. حضرت قتادہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک درخت کی ٹہنی پکڑ کر ہلانا شروع کیا یہاں تک کہ اسکے پتے گرنے لگے پھر آپ نے فرمایا کہ مسلمان جب سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھتا ہے تو اسکے گناہ اسی طرح جھڑتے ہیں جیسے اسکے پتے جھڑ رہے ہیں اے ابودرداء! اسے لو قبل اسکے کہ تمہارے اور ان کلمات کے درمیان [موت] حائل ہو پس بیشک یہ جنت کے کنجیوں میں سے ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ باقیاتِ صالحات سے مراد نیات ہیں اس لئے کہ اسی کے سبب اعمال قبول ہو کر اٹھائے جاتے ہیں یہ قول حضرت حسن کا ہے۔ (القرطبی)

[3] یعنی اس دن کو یاد کرو جس دن ہم پہاڑوں کو انکی جگہوں سے چلائیں گے ان پہاڑوں کو ہم ایسے چلائیں گے جیسے ہم بادلوں کو چلاتے ہیں۔ (القرطبی)

رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۢ

پروردگار تو صف کشیدہ ہر آئنہ آمدید بما ہمچنانکہ آفریدہ بودیم شما را اول بار

تمہارے رب کے حضور صف باندھے ہوئے، بیشک تم آئے ہمارے پاس ویسے ہی جیسے ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا

بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ

بلکہ گمان بروید آنکہ نسازیم برائے شما وقتی برائے وعدہ و نہادہ شود کتاب

پہلی بار بلکہ تم نے گمان کیا تھا کہ ہم نہ بنائیں گے تمہارے لئے کوئی وقتِ وعدہ! اور رکھ دیا جائیگا نامہ اعمال

فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ

پس بہ بینی مجرمانرا ترسان از آنچہ دراں باشند و میگویند

پس تو دیکھے گا مجرموں کو ڈرنے والے اس سے جو اس میں (لکھے) ہونگے اور کہیں گے

يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا

اے وائے بر ما چیست ایں کتاب فرو نگذاشت گناہان خود را و نہ

اے خرابی ہم پر کیا ہوا اس نامۂ اعمال کو نہ چھوڑا چھوٹے گناہ کو اور نہ

كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا

بزرگ را مگر شمردہ است آنرا و بیابند آنچہ کردند در پیش آمدہ و

بڑے کو مگر شمار کیا ہے اسے اور جو انھوں نے کیا سامنے آیا ہوا پایا اور

يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

ستم نکند پروردگار تو یکے را و. چوں گفتیم مر فرشتگانرا سجدہ کنید مر آدم را

ستم نہیں کرتا ہے تمہارا رب کسی ایک پر۲ اور جب ہم نے فرمایا فرشتوں سے سجدہ کرو آدم کو

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ

پس سجدہ کردند مگر ابلیس بود از جن پس بیروں رفت از فرمان

پس سجدہ کیا مگر ابلیس (جو) جن میں سے تھا پس نکل گیا اپنے

ع ۶ ۱۸

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ ایک صف کے بعد دوسری پیش کی جائیگی جس طرح نماز میں صفیں ہوتی ہیں۔ ہر امت اور ہر گروہ صف میں ہونگے۔ کہا گیا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ از روئے قیام پیش ہونگے۔ حضرت معاذ بن جبل ﷛ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بلند آواز سے، بغیر آواز کی قباحت کے ندا فرمائیگا کے اے میرے بندے! میں اللہ ہوں، نہیں ہے کوئی معبود مگر میں ارحم الرحمین اور احکم الحاکمین اور اسرع الحاسبین، اے میرے بندے! تم پر آج کے روز کوئی خوف نہیں ہے اور نہ تم غمگین ہو گے، اپنی حجت حاضر کرو اور جواباً خوش ہو جاؤ پس بیشک تم سوال کئے ہوئے حساب کئے ہوئے ہو، اے میرے فرشتو! میرے بندوں کو کھڑے کر دو صفوں میں انگلیوں کے پوروں کے اطراف پر انکے اقدام حساب کیلئے ہونگے۔ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ. زجاج کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ جسطرح ہم نے تمہیں پیدا کیا اسی طرح ہم تمہیں لوٹائیں گے۔ بَلْ زَعَمْتُمْ. یہ بعث بعد الموت کے منکرین سے خطاب ہے یعنی دنیا میں تم نے گمان کیا تھا کہ ہرگز نہ اٹھائے جاؤ گے اور ہم تمہارے لئے وعدہ کی جگہ نہیں بنائیں گے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ قیامت کے روز سب لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن، غیر مختون اٹھائے جائینگے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! مرد اور عورتیں ایک دوسرے کی جانب دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! معاملہ بڑا سخت ہوگا اس سے کہ ایک دوسرے کی جانب دیکھیں [ہر آدمی پر نفسی نفسی کا عالم ہوگا سب اپنے معاملات میں کھڑے ہوئے گردن اوپر کی جانب اٹھائے اِدھر اُدھر ہو رہے ہونگے کسی کو اتنا موقع ہی نہ ملیگا کہ وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں] (القرطبی) حضرت ابن عباس ﷛ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور فرمایا: لوگو تم کو [قبروں سے] اٹھا کر اللہ کے سامنے ننگے بدن، ننگے پاؤں اور غیر مختون حالت میں لے جایا جائیگا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ. پھر سب مخلوق سے پہلے حضرت آدم ﷤ کو لباس پہنایا جائیگا۔ [دوسری روایت میں ہے کہ کفن کیساتھ اٹھایا جائیگا] حضرت ابو سعید خدری ﷛ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے نئے کپڑے طلب فرما کر پہنے اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا آپ فرمارہے تھے جن کپڑوں میں مردہ مرتا ہے انہی کپڑوں میں اسے اٹھایا جائیگا۔ حضرت معاذ بن جبل ﷛ نے اپنی والدہ کو نئے کپڑوں کا کفن دیکر دفن کیا اور فرمایا اپنے مردوں کو اچھے کفن دیا کرو کیونکہ اسی میں انکو اٹھایا جائیگا۔ امام بیہقی نے مختلف روایات کے اختلاف کو دور کرنے کیلئے کہا کہ بعض کو ننگے بدن اٹھایا جائیگا اور بعض کو کپڑے پہنے ہوئے۔ میں کہتا ہوں یہ تاویل اچھی ہے (مظہری) ۲ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً. حضرت ابن عباس ﷛ فرماتے ہیں کہ صغیرہ [بے جا] تبسم اور کبیرہ قہقہہ ہے، حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ صغیرہ [نامحرم کا] بوسہ لینا اور کبیرہ زنا ہے۔ اِلَّآ اَحْصٰىهَا یعنی کسی چھوٹے بڑے گناہ کو بغیر احاطہ کئے نہیں چھوڑا۔ حضرت سہل بن سعد ﷛ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان گناہوں سے بچو جنکو حقیر سمجھا جاتا ہے، حقیر گناہوں کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگ کسی وادی کے اندر اترے ہوں پھر کوئی ایک لکڑی لائے، کوئی دوسری لکڑی [اور ان حقیر لکڑیوں کو جمع کر کے] روٹی پکالیں۔ حقیر گناہ ہلاک کرنے والے کبائر ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جن گناہوں کو حقیر سمجھا جاتا ہے ان سے بھی بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکا مواخذہ کرنے والا بھی ہوگا۔ حضرت انس ﷛ نے فرمایا: تم لوگ کچھ ایسے اعمال کرتے ہو جو تمہاری نظروں میں باریک سے باریک اور حقیر ہوتے ہیں اور ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں انکو ہلاکت انگیز گناہوں میں شمار کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز لوگوں کی تین پیشیاں ہونگی دو پیشیاں تو جھگڑنے اور اپنے اپنے عذر پیش کرنے کی ہونگی اور تیسری پیشی وہ ہوگی کہ اعمال نامے اڑ کر لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ جائینگے کوئی دائیں ہاتھ سے اعمال نامہ لیگا کوئی بائیں ہاتھ سے۔ (مظہری)

رَبِّهٖؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ

پروردگار خود آیا میگیرید او را و فرزندان او دوستان بجز من و ایشاں

رب کے حکم سے، کیا تم میرے سوا بناتے ہو اسے اور اسکے فرزندوں کو دوست اور وہ سب

لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝۵۰ مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ

مر شما دشمنی و بداست مر ستمگارانرا بدلے حاضر نگردانیدیم ایشاں وقت آفرینش

تمہارے دشمن ہیں اور کیا ہی برا بدلہ ہے ظالموں کیلئے ا میں نے انھیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ

آسمانہا و زمین و نہ بوقت آفرینش نفسہاے ایشاں و نیستم من فراگیر

کے وقت نہیں بلایا تھا اور نہ ان کے نفسوں کے پیدائش کے وقت اور میں نہیں ہوں

الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝۵۱ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ

گمراہ کنندگان یاران و روزیکہ میگوید خدای بخوانید شریکان مرا

گمراہ کرنے والوں کو ساتھی بنانے والا ۲ اور جس دن فرمائیگا اللہ بلاؤ میرے شریکوں کو

الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا

آنانکہ گمان بروید پس بخوانند ایشانرا پس اجابت نکنند ایشانرا و گردانیدیم

جسے تم گمان کرتے ہو پس پکاریں گے انھیں تو جواب نہ دینگے انھیں اور ہم نے

بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ۝۵۲ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ

میان ایشاں جاے ہلاک و بہ بینند مشرکان آتش پس یقین دانند کہ ایشاں

انکے درمیان ہلاکت کی جگہ بنائی ۳ اور مشرکین آگ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ ان سب کو

مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝۵۳ۧ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا

در راہ فتادنی اند و نیابد ازاں آتش مکانی و ہر آئنہ مکرر گردانیدیم

اس میں گرنا ہے اور نہ پائیں گے وہ سب اس آگ سے پھرنے کی کوئی جگہ ۴ اور بیشک ہم نے مکرر کی

۱ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر مختلف مقاصد کی تمہید کے طور پر فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کیلئے سجدہ کرنے کا حکم، ملائکہ کا سجدہ کرنا اور ابلیس کا انکار کرنا، بیان کیا گیا ہے اس جگہ بھی خاص مقصد کیلئے اس واقعہ کا تذکرہ کیا [مالِ دنیا، شرافتِ نسب اور عزتِ قومی پر] فخر کرنے والوں کی جب آیاتِ سابقہ میں مذمت اور انکی حرکت کو ناپسندیدہ قرار دیا تو اسکو پختہ کرنے کیلئے ابلیس کے انکار اور فرشتوں کی تعمیل امر کا تذکرہ کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں غرور کرنا ابلیس کی حرکت ہے، یا یوں کہا جائے کہ پہلے ان لوگوں کا ذکر کیا جو دنیا کے شیفتہ اور فریفتہ ہیں اور اس فریب خوردگی کا سبب ہوائے نفس اور اغوائے ابلیسی ہے اس لئے سب سے پہلے دنیوی جمال ظاہری کی طرف سے انکو نفرت دلائی اور اسکی فنا پذیری و ناپائیداری کی طرف اشارہ کر کے اعمالِ صالحہ کی پائیداری و بقاء کو ظاہر فرمایا پھر قدیم دشمنی کا ذکر کر کے شیطان کے اغواء سے بچنے کی در پردہ ہدایت کی، قرآن مجید میں متعدد مقامات پر سجدۂ ملائکہ اور انکارِ ابلیس کا بار بار تذکرہ اسی حکمت کا حامل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابلیس ملائکہ کے ہی ایک گروہ میں تھا اس گروہ کو جن کہا جاتا تھا اور اسکی تخلیق لپٹنے والی آگ سے ہوئی تھی۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ ابلیس ملائکہ میں سے نہیں تھا جنات میں سے تھا اور جسطرح حضرت آدم علیہ السلام تمام انسانوں کی اصل ہیں اسی طرح ابلیس تمام جنات کی اصل تھا لیکن یہ قول بعید از عقل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ. میں نے جن و انس کو اپنی عبادت کیلئے ہی پیدا کیا ہے۔ اس آیت، سورہ رحمٰن اور سورہ جن کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کی طرح کچھ جن مؤمن صالح ہیں اور کچھ ظالم کافر جہنم کا ایندھن اور ابلیس اور اسکی نسل کے تمام افراد اعدائے خدا ہیں اور اعدائے اولیاء خدا ہیں پھر ابلیس تمام جنات کی اصل کیسے ہو سکتا ہے۔ شعبی کہتے ہیں کہ میں ایک روز بیٹھا ہوا تھا ایک قلی آیا اور اس نے مجھ سے دریافت کیا: کیا ابلیس کی بیوی ہے؟ میں نے جواب دیا مجھے نہیں معلوم، لیکن پھر مجھے یاد آیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗ اَوْلِيَاءَ. اور اولاد بغیر بیوی کے ہو نہیں سکتی یہ یاد آنے کے بعد میں نے کہہ دیا ہاں۔ (مظہری) ۲ مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ میں هُمْ ضمیر ابلیس اور اسکی ذریت کی جانب راجع ہے یعنی آسمانوں، زمین اور خود انکی پیدائش پر میں نے ان سے مشورہ نہیں کیا بلکہ میں نے جو چاہا اسکے مطابق تخلیق کیا۔ کہا گیا ہے کہ اسکا معنی یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی خلقت کے وقت میں نے ابلیس اور اسکی ذریت کو حاضر نہیں کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ هُم ضمیر مشرکین کی جانب راجع ہے پس اس صورت میں آیت اہل نجوم کے گروہ کے رد پر متضمن ہوگی۔ عرب والے جب کہیں جاتے تو وہاں ٹھہرنے سے پہلے کہتے اَعُوْذُ بِعَزِيْزِ هٰذَا الْوَادِيْ یعنی میں اس وادی کے سردار کی پناہ میں آتا ہوں۔ ان تمام عقائد کا اس میں رد کیا گیا ہے۔ (القرطبی) ۳ یعنی اللہ تعالیٰ مشرکین سے فرمائیگا کہ جسے تم میرے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے اب اسے بلاؤ تا کہ وہ تمہیں عذاب سے بچائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ موبق جہنم میں ایک وادی ہے جس میں پیپ اور خون ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم مؤمنین اور کافرین کے درمیان حجاب حائل کر دینگے۔ کہا گیا ہے کہ بت اور اسکے پجاریوں کے درمیان حجاب حائل کر دیگا۔ حضرت مجاہد کا بھی یہی قول ہے کہ وادی ہے جسکا نام موبق ہے۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ جہنم میں ہلاکت کی جگہ کو موبق کہتے ہیں۔ (القرطبی) ۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ منکرین کو یقین ہو جائیگا کہ انکے واقع ہونے کی جگہ جہنم ہے، کہا گیا ہے کہ وہ لوگ دور سے جہنم کو دیکھیں گے تو انھیں وہم ہوگا کہ یہ انکی جگہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ کافر چالیس سال کی مسافت سے جہنم کو دیکھ کر یقین کر لیگا کہ انکے واقع ہونے کی جگہ ہے۔ (القرطبی)

فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍؕ وَ كَانَ

دریں قرآنہا برائے مردمان از ہر داستانے و ہست

اس قرآن میں لوگوں کیلئے ہر ایک داستان اور

الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا

آدمی بیشتر از ہمہ چیز از روے خصومت و منع نکرد مردمان آنکہ

انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے ١ اور نہ روکا لوگوں کو کہ

اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَ یَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ

بگرویدند چوں آمد بدیشاں ہدایت و استغفار کنند پروردگار خود مگر آنکہ بیامد بدیشاں

وہ سب ایمان لاتے جب ان کے پاس ہدایت آئی اور استغفار کرتے اپنے رب سے مگر یہ کہ ان کے پاس

الْاَوَّلِیْنَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ

دستور اولاں یا بیامد عذاب پے در پے و نفرستادیم پیغمبرانرا

اگلوں کا دستور یا عذاب پے در پے آئے ٢ اور ہم نہیں بھیجتے ہیں پیغمبروں کو

اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَۚ وَ یُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ

مگر مژدہ دہندہ و بیم کنندہ و خصومت آنانکہ نگرویدند بباطل

مگر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے (بنا کر) اور جھگڑا کرتے ہیں باطل کے ساتھ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا

لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَ اتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَ مَاۤ اُنْذِرُوْا

تا ایل گردانند بآں حق و فرا گرفتند آیات من و بیم کردہ شدند

تا کہ مٹا دیں اس سے حق کو اور انھوں نے میری آیتوں کو اور جس سے انھیں ڈرایا گیا

هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا

بہزدیہ و کیست ستمگار تر از آنکہ یاد کردہ بآیات پروردگار خود پس روگرداں ازاں

ہنسی بنائی ٣ اور کون ہے اس سے بڑا ظالم جسے یاد دلائی جائے انکے رب کی آیات تو منہ پھیرے اس سے

تفسیر اظہار العرفان

١ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انسان سے مراد ہے نضر بن حارث؛ کلبی کہتے ہیں کہ ابی بن خلف مراد ہے؛ بعض کے نزدیک عام کافر مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے وَیُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ. بعض کے نزدیک عام انسان مراد ہیں [کافر ہوں یا مؤمن] حضرت علی ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ میرے اور اپنی صاحبزادی کے پاس آپہنچے اور فرمایا: دونوں رات کو نماز نہیں پڑھتے ہو [تہجد کی نماز یا نفل نماز] میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں وہ جب ہم کو اٹھانا چاہتا ہے اٹھا دیتا ہے میری اس گذارش کے بعد رسول اللہ ﷺ واپس چلے گئے مجھے کوئی جواب نہیں دیا پشت پھیری ہی تھی کہ میں نے سنا کہ ران پر ہاتھ مار کر فرما رہے تھے وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا. (مظہری) جاننا چاہیئے کہ جب کفار نے فقرائے مسلمین پر اپنے اموال اور پیروکار کی بناء پر فخر کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کفار کے فخر کا رد مختلف طریقے سے فرمایا اور انکے شبہات کو باطل کیا اسی بیان میں دو مثالیں بھی پیش کی گئیں اسکے بعد اب فرما رہا ہے وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ الخ اس میں ماسبق کی جانب اشارہ ہے اور تصرف تکرار کا تقاضا کر رہی ہے اور یہاں معاملہ ایسا ہی ہے [بایں سبب مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے اپنے ترجمہ میں صَرَّفْنَا کا ترجمہ تکرار ہی کیا ہے] (تفسیر کبیر) یہاں جَدَلًا سے مراد باطل معاملات میں شدتِ خصومت ہے ورنہ مطلقاً جدال باطل کو مستلزم نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اور ان سے مجادلہ کرو اس سے جو کلمہ جو سب سے اچھا ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ کوئی قوم ہدایت کے بعد گمراہ نہیں ہوگی مگر جھگڑا کرنے والا۔ واضح رہے کہ جدال انسانی فطرت میں شامل ہے اسی لئے کبھی نبوت و رسالت کا انکار کر کے انبیاء سے جدال کرتا ہے؛ کبھی کتب آسمانی کے بارے میں جدال کرتا ہے کبھی احکام کے بارے میں جدال کرتا ہے؛ کبھی متشابہات میں جدال کرتا ہے؛ کبھی ناسخ و منسوخ کے بارے میں جدال کرتا ہے؛ کبھی تفسیر و تاویل میں جدال کرتا ہے؛ کبھی شانِ نزول کے بارے میں جدال کرتا ہے؛ کبھی اسکی قرأت میں جدال کرتا ہے اور کبھی اسکے قدیم اور حادث کے بارے میں جدال کرتا ہے۔ یہ انسان مجادلہ سے فارغ ہی نہیں ہوتا ہے مجادلہ سے مخاصمت کی جانب اور مخاصمت معاملہ کی جانب؛ منازعت سے مطاوعت کی جانب اور مناظرہ سے مواصلت کی جانب جائے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا. اس لئے عاقل پر لازم ہے کہ جدال کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مشغول ہوجائے۔ (روح البیان) ٢ آیت میں ہدایت سے مراد قرآن؛ اسلام اور حضرت محمد ﷺ ہیں۔ وَیَسْتَغْفِرُوْا الخ یعنی انھیں ایمان لانے سے نہیں روکا مگر یہ کہ میرا حکم ان پر ہے اگر میرا حکم ان پر یہ ہوتا کہ وہ سب ایمان لائیں گے تو ضرور ایمان لاتے کہا گیا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو کس نے روکا کہ وہ ایمان لائیں مگر اگلوں کے طریقے نے یعنی جسطرح اگلے انبیاء کے پیغام کو ٹھکراتے تھے ویسے یہ لوگ بھی کرتے ہیں۔ (القرطبی) ٣ مثلاً کافر کہتے ہیں کہ "کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا" دوسری جگہ ارشاد ہے کہ انھوں نے رسولوں سے کہا "تم تو ہم جیسے انسان ہی ہو اسکے سوا کچھ نہیں" کبھی کافر کہتے ہیں "اگر اللہ چاہتا تو [ہدایت کیلئے] فرشتوں کو اتار دیتا" کبھی کہتے "یہ قرآن ان دونوں بستیوں [مکہ اور طائف] کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا" یہ بھی کافروں نے کہا تھا کہ تم جو ذبح کرتے ہو وہ ذبیحہ تو حلال ہو اور جس کو اللہ [تمہارے ذبح کئے بغیر] مار ڈالتا ہے وہ حرام ہو۔ وَاتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ الخ آیات سے مراد ہیں وہ آیات جو قرآن میں نازل کی گئی ہیں۔ هُزُوًا. دل لگی کی چیز مثلاً کہتے ہیں "اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا کہہ لیں" لِیُدْحِضُوْا: حِضٌ پھسل جانا؛ اِدْحَاض باب افعال سے پھسلا دینا یعنی باطل کے ذریعے سے جھگڑا کر کے حق کو اسکی جگہ سے مٹا دیں۔ (مظہری)

وَنَسِیَ مَاقَدَّمَتْ یَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ

و فراموش کرد آنچہ پیش فرستادہ است دو دست او ہر آئنہ ما گردانیدیم بر دلہاے ایشاں

اور بھول جائے اسے جو انکے دونوں ہاتھ نے آگے بھیجا بیشک ہم نے کئے ان کے دلوں پر

اَکِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ

پوششے آنکہ در یابند او را و در گوشہاے ایشاں کرانی و اگر بخوانی ایشانرا

پردے کہ اسے نہ سمجھ سکیں اور انکے کانوں میں گرانی اور اگر تو بلائے انھیں

اِلَی الْهُدٰی فَلَنْ یَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ

بہدایت پس راہ نیابند آنوقت ہرگز و پروردگار تو آمرزندہ

ہدایت کی جانب تو اسوقت ہرگز راہ نہ پائیں گے ۱ اور تمہارا رب بخشنے والا

ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ یُؤَاخِذُهُمْ بِمَا کَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ

خداوند رحمت اگر گیرد ایشانرا بآنچہ کردند البتہ بشتابند ایشانرا عذاب

صاحب رحمت ہے اگر انکا مواخذہ کرتا انکے کرتوت پر تو ضرور جلد ان کیلئے عذاب بھیجتا

بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ یَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ

بلکہ ایشانرا ست وعدہ ہرگز نیابند بجز او پناہی و ایں

بلکہ ان کیلئے وعدہ ہے ہرگز نہ پائیں گے ان کے سوا کوئی پناہ ۲ اور یہ

الْقُرٰۤی اَهْلَکْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِکِهِمْ

دیہا را ہلاک کردیم ایشانرا آنوقتیکہ ستم کردند و مقرر کردیم براے ہلاک ایشاں

بستیاں ہم نے ہلاک کیا انکے رہنے والوں کو جب انھوں نے ظلم کیا اور ہم نے ان کے ہلاک کیلئے

مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤی

وعدہ و چوں گفت موسیٰ شاگرد خود را ہمیشہ خواہم رفت تا

وعدہ مقرر کیا ۳ اور جب فرمایا موسیٰ نے اپنے شاگرد سے کہ میں مسلسل چلتا رہونگا یہاں تک کہ

ع ۸ / ۲۰

۱ اس آیت میں نسیان بمعنی ترک ہے مطلب یہ ہے کہ اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اپنے رب کی نشانیوں کو چھوڑ دے اور اس سے اعراض کرے۔ (القرطبی) منہ موڑنے اور بھولنے کی علت وسبب کا بیان ہے کہ انکے دلوں پر کفر کی تاریکیوں کے پردے ڈال دیئے گئے ہیں انکی تخلیق ہی کفر پر ہوئی ہے اَنْ یَّفْقَهُوْهُ آیاتِ رب کو سمجھنے سے کفر کے پردے ڈالنے کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ سمجھ نہیں پاتے، سمجھ نہیں سکتے۔ آیاتِ رب سے مراد قرآن ہے۔ وَقْرًا: بوجھ، گرانی۔ مراد یہ ہے کہ انکے کانوں میں پورے طور پر سننے کی صلاحیت ہی ہم نے عطا نہیں کی۔ اِذًا: اسوقت یعنی جب دلوں پر پردے ڈال دیئے اور کانوں میں گرانی پیدا کر دی تو ایسے وقت میں ہرگز ہدایت یاب نہیں ہو سکتے، ہدایت یابی کی استعداد وصلاحیت ہی معدوم ہے اس آیت میں وہ کافر مراد ہیں جنکا کبھی بھی ایمان نہ لانا اللہ کے علم میں تھا۔ (مظہری)

۲ یہ اہل ایمان کیساتھ مختص ہے کافروں کیلئے نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ. "بیشک اللہ شرک معاف نہیں فرماتا ہے" ذُو الرَّحْمَةِ کی چار تاویلات ہیں (۱) ذو العفو یعنی معاف فرمانے والا (۲) ذو الثواب یعنی نیکی کا بدلہ دینے والا ان دونوں معانی کے اعتبار سے یہ آیت اہل ایمان کے ساتھ خاص ہوگی (۳) ذو النعمۃ یعنی نعمت عطا کرنے والا (۴) ذو الھدیٰ یعنی ہدایت عطا کرنے والا ان دو صورتوں میں یہ آیت اہل ایمان اور اہل کفر کیلئے عام ہوگی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں کافر اور مؤمن دونوں کو نعمت عطا کرتا ہے جبکہ ہدایت کو بھی مؤمن اور کافر دونوں کیلئے واضح فرماتا ہے لیکن مؤمن ہدایت یافتہ ہوتا ہے جبکہ کافر انکار کر دیتا ہے۔ (القرطبی)

۳ قری سے مراد ہیں قوم نوح، عاد، ثمود اور دوسری گذشتہ کافر اقوام کی تباہ شدہ بستیاں۔ لَمَّا ظَلَمُوْا یعنی کفار قریش کی طرح انھوں نے کفر کیا۔ مَوْعِدًا: یعنی معیّن مقرر وقت جس سے کوئی بھی آگے بڑھ سکا نہ پیچھے ہٹ سکا یعنی جسطرح ہلاک ہونے والی قوموں کے ہلاک کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ایک وقت مقرر کر دیا تھا اسی طرح کفار قریش کیلئے ایک خاص وقت مقرر کر دیا ہے جو اٹل ہے اس سے آگے بڑھ نہیں سکتے نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔ (مظہری) واضح رہے کہ ان آیات میں چند اشارے ہیں (۱) اگر انسان ہدایت کے اسباب بالکلیہ جمع کرے تب بھی اس سے دوسرے انسان کو ہدایت نہیں دے سکتا ہے یا انسان ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی عنایات نہ ہوں جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت یافتہ نہ فرماتا تو نہ ہم تصدیق کرتے اور نہ نماز پڑھتے (۲) اہل باطل حق کو باطل اور باطل کو حق دیکھتے ہیں یہ انکے عقول اور نظروں کی خرابی ہے اس لئے وہ انبیاء اور اولیاء سے جدال کرتے ہیں اور ابطال حق کی کوشش کرتے ہیں اسکے برعکس اہل حق انبیاء اور اولیاء کی پیروی کرتے ہیں اور بغیر عناد کے ان سے امن وسلامتی کے خواہاں رہتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں اس لئے حق کو حق دیکھتے ہیں اور اسکی پیروی کرتے ہیں اور باطل کو باطل دیکھتے ہیں اور اس سے اجتناب کرتے ہیں (۳) اللہ تعالیٰ کی رحمت دنیا میں مؤمن اور کافر کیلئے عام ہے اس لئے کافر کو اسکے جرم کے سبب دنیا میں نہیں پکڑتا ہے اور نہ ہی اسکا رزق بند کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت قیامت کے روز مؤمنین کے ساتھ ہوگی اور عذاب کافر کیلئے خاص ہوگا۔ باقی رہی یہ آیت کہ وَتِلْکَ الْقُرٰۤی اَهْلَکْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا تو اس میں ہلاکت کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ کافرین نے ہماری رحمت کے ساتھ اپنے ظلم کو ملایا اور یہ میرا دستور ہے کہ میں مہلت نہیں دیتا ہوں۔ اسی بناء پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اَلْمُلْکُ یَبْقٰی مَعَ الْکُفْرِ لَا یَبْقٰی مَعَ الظُّلْمِ. "یعنی ملک کفر کے ساتھ باقی رہ سکتا ہے ظلم کیساتھ نہیں۔ اس لئے کہ آپ نے فرمایا کہ مظلوم کی بددعا سے بچو اس لئے کہ اسکے اور رب کے درمیان کوئی حجاب نہیں رہتا ہے۔ نکتہ: نبی ﷺ کی ولادت اسی بناء پر عادل بادشاہ نوشیروان کے عہد میں ہوئی۔ (روح البیان)

اَبۡلُغَ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَيۡنِ اَوۡ اَمۡضِیَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجۡمَعَ

برسم بعمل دہ دریا یا میروم زمانے دراز پس چوں رسیدند مجمع

میں پہنچوں دو دریا کے ملنے کی جگہ یا میں جاتا رہوں زمانہ دراز تک ا پس جب دونوں پہنچے ملنے کی جگہ

بَيۡنِهِمَا نَسِيَا حُوۡتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيۡلَهٗ فِی الۡبَحۡرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾

کہ میان دو دریا فراموش ماہی را پس فرا گرفت ماہی راہ خود را در دریا مثل سردابہ

جو دو دریا کے درمیان ہے دونوں بھول گئے مچھلی کو پس مچھلی نے اپنی راہ دریا میں بنائی سرنگ کی طرح ۲

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدۡ لَقِيۡنَا مِنۡ

پس آنوقت کہ در گذشتہ گفت مر جوانمرد خود را بیار ما را طعام چاشت ما ہر آئنہ دادیم از

پس جسوقت کہ دونوں گذرے کہا اپنے جوان شخص سے لاؤ ہمارے پاس ہمارا چاشت کا کھانا بیشک ہمیں

سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اَرَءَيۡتَ اِذۡ اَوَيۡنَاۤ اِلَى الصَّخۡرَةِ

سفر دین رنجی گفت آیا دیدے چوں گرفتیم باں صخرہ

اس سفر میں تکلیف ملی ۳ کہا کیا آپ نے دیکھا جب ہم نے اس چٹان کے پاس پناہ لی

فَاِنِّیۡ نَسِيۡتُ الۡحُوۡتَ وَمَاۤ اَنۡسٰنِيۡهُ اِلَّا الشَّيۡطٰنُ

پس من فراموش کردم ماہی را و فراموش نکرد آنرا مگر دیو

تو میں مچھلی کو بھول گیا اور نہیں بھلایا اسے مگر شیطان نے

اَنۡ اَذۡكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيۡلَهٗ فِی الۡبَحۡرِ ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ

آنکہ یاد دہم آنرا و فراموش راہ خود را در دریا براہی عجب گفت ایں

یہ کہ میں یاد دلاؤں اسے اور اس نے اپنی راہ بنائی دریا میں عجیب طور پر ۴ کہا یہی وہ تھا جسے ہم نے

مَا كُنَّا نَبۡغِ ۖ فَارۡتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبۡدًا

آنچہ بودیم کہ طلب کردیم پس باز گشتند بر نشانہاے خود از پی رفتنی پس یافتند بندہ خود

طلب کیا تھا پس واپس پلٹے اپنی (قدم کی) نشانوں پر گذرنے کے بعد ۵ پس دونوں نے پایا اپنے مطلوبہ بندہ کو

ا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دریافت کیا: تجھے اپنے بندوں میں کون بندہ سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو مجھے یاد رکھتا ہے اور بھولتا نہیں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ سب سے اچھا حاکم تیرے بندوں میں کون ہے؟ اللہ نے فرمایا جو نفسانی میلان پر نہیں چلتا' حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے' موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تیرے بندوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ فرمایا جو اپنے علم کے ساتھ دوسرے لوگوں کا علم بھی ملا لیتا ہے [اپنے علم میں دوسروں سے پوچھ کر یا دوسروں سے سیکھ کر اضافہ کر لیتا ہے] اس غرض سے کہ شاید اسکو کوئی ایسی بات معلوم ہو جو ہدایت کا راستہ بتا دے اور ہلاکت سے موڑ دے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اگر تیرے بندوں میں کوئی مجھ سے زیادہ جاننے والا ہو تو مجھے اسکا پتہ اور راستہ بتا دے۔ اللہ نے فرمایا: تجھ سے زیادہ عالم خضر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا خضر کو کہاں تلاش کروں؟ اللہ نے فرمایا: پتھر کے قریب سمندر کے کنارے پر۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا مجھے اسکا نشان کیسے معلوم ہوگا؟ اللہ نے فرمایا ایک مچھلی لیکر [بھون کر] ٹوکری میں رکھ لو جہاں وہ مچھلی کھو جائے اس جگہ خضر ملیگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے فرمایا جس جگہ مچھلی کھو جائے مجھے بتا دینا اسکے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپکے خادم چل دیئے۔ (مظہری) خادم حضرت یوشع بن نون تھے۔ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَيۡنِ. حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ وہ دو دریا بحر فارس اور بحر روم تھا' حضرت ام عطیہ کہتے ہیں کہ بحر معیط شمال اور جنوب آذربائیجان کے پیچھے تک کا حصہ مراد ہے۔ کہا گیا ہے کہ بحرِ اُردن اور بحرِ قلزم مراد ہے۔ (القرطبی) ۲ سفیان نے کہا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس پتھر کے پاس آبِ حیات کا چشمہ تھا جس چیز پر اسکا پانی لگ جاتا وہ زندہ ہو کر سمندر میں کود جاتی تھی' کلبی نے کہا یوشع بن نون نے آبِ حیات سے وضو کر کے ٹوکری میں رکھی ہوئی نمکین مچھلی پر چھینٹا دیا جس سے مچھلی زندہ ہو کر پانی میں جا کودی اور پانی کے اندر دم مارتی چلی گئی پانی کے جس حصہ پر وہ دم مارتی تھی پانی خشک ہو کر راستہ بن جاتا تھا۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ یوشع بن نون کے پاس مچھلی تھی وہ مچھلی کا تذکرہ کرنا بھول گئے تھے لیکن چونکہ دونوں نے زادِ راہ کیلئے اسکو رکھا تھا اس لئے بھولنے کی نسبت دونوں کی طرف کی گئی۔ (مظہری) ۳ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مقررہ پتھر سے آگے بڑھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر بھوک کا دورہ پڑا تا کہ کھانے کی خواہش ہو اور مچھلی یاد آ جائے اور اپنے مقصد کی طرف لوٹ آئیں۔ صحیحین کی حدیث میں آیا ہے کہ جب تک مقرر مقام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام آگے نہیں بڑھے تھے آپکو تھکان نہیں ہوئی تھی۔ (مظہری) ابوالفضل جوہری کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس روز تک چلتے رہے لیکن انکو بھوک نہیں لگی لیکن جب مقررہ مقام سے آگے بڑھے تو دن کے تھوڑے سے حصے میں آپکو بھوک لگ گئی۔ (القرطبی) ۴ امام بغوی کہتے ہیں کہ یوشع بن نون نے مچھلی کو کود کر سمندر میں گرتے دیکھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مطلع کرنے کا ارادہ کیا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیداری کے بعد ذکر کرنا بھول گئے اور دن بھر بھوکے رہے یہاں تک کہ دوسرے روز ظہر کی نماز پڑھ لی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھانا طلب کیا تو حضرت یوشع کو مچھلی یاد آئی اور آپ نے عذر پیش کیا کہ شیطان وسوسہ آفرین اور اغوائے قلبی نے مجھے مچھلی کا تذکرہ کرنا بھلا دیا۔ علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ حضرت یوشع آیتِ قدرت کے مشاہدے میں غرق ہو گئے مچھلی کا واقعہ دیکھکر یکسر بارگاہِ قدس کی طرف انکی ساری توجہ کھنچ گئی تھی اسی مقامِ فناء میں پہنچ جانے کی وجہ سے انکو مچھلی کا تذکرہ بھلا دیا گیا تھا لیکن فروتنی اور انکساری طبع کی وجہ سے انھوں نے بھولنے کی نسبت اپنی طرف اور فراموش کرنے کی نسبت شیطان کی طرف کی۔ بعض نے کہا کہ عَجَبًا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا یوشع نے جب آپ سے مچھلی کا تذکرہ کیا اور سمندر میں اپنی راہ لینے کا اظہار کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: عَجَبًا۔ (مظہری) ۵ یعنی دونوں نقشِ قدم پر لوٹ پڑے یہاں تک کہ مقرر پتھر تک آ گئے وہی مقام حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کیلئے تھا۔ (مظہری)

مِّنۡ عِبَادِنَاۤ اٰتَيۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا

از بندگان ما دادیم او را رحمت از نزدیک ما

ہمارے بندوں میں سے (جسے) ہم نے اپنی طرف سے رحمت دی

وَعَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا ۝٦٥ قَالَ

و بیاموخت او را از نزدیک ما دانش گفت

اور ہم نے انھیں اپنی طرف سے علم سکھایا ۱ کہا ان سے

لَهٗ مُوۡسٰى هَلۡ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى

او را موسیٰ آیا پیروی کنم ترا بر آنکہ

موسیٰ نے کیا میں رہ سکتا ہوں آپ کے ساتھ اس (شرط) پر کہ

اَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدًا ۝٦٦

بیاموزانی مرا از آنچہ بتو آموختہ اند علم رشد

آپ مجھے اس رہنمائی میں سے کچھ سکھا دیں (جو اللہ نے آپکو سکھایا) ۲

قَالَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا ۝٦٧

گفت ہر آئنہ تو نتوانی با من صبر کردن

کہا بیشک تم نہیں رہ سکو گے میرے ساتھ صبر کر کے ۳

وَكَيۡفَ تَصۡبِرُ عَلٰى مَا لَمۡ تُحِطۡ

و چگونہ صبر کنی بر آنچہ احاطہ نکردہ بآں

اور کیسے تم صبر کرو گے اس پر کہ محیط نہیں ہے

بِهٖ خُبۡرًا ۝٦٨ قَالَ سَتَجِدُنِىۡۤ

دانشی گفت زود باشد کہ بیابی مرا

اس پر تمہارا علم ۴ کہا عنقریب آپ مجھے

تفسیر اظہار العرفان

۱ جمہور کے نزدیک آیت میں عبد سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خضر نام اس لئے رکھا گیا کہ آپ اگر زمین کے بے سبزہ جگہ پر بیٹھتے تو اسکے نیچے سبزہ لہلہانے لگتا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ آپ جس جگہ نماز پڑھتے اسکے اردگرد سبزہ ہو جاتا تھا۔ جمہور کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اور آیت بھی آپکی نبوت کی گواہی دے رہی ہے اس لئے انکے افعال کے بواطن بتارہے ہیں کہ یہ وحی کے بغیر ممکن نہیں ہے اور اس لئے بھی کہ انسان نہیں دیکھتا ہے اور نہ ہی پیروی کرتا ہے مگر اپنے سے بڑے کی اور یہ جائز نہیں ہے کہ ایک غیر نبی' نبی سے بڑا ہو جائے۔ (القرطبی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وَكَانَ رَجُلًا يَعۡلَمُ عِلۡمَ الۡغَيۡبِ. یعنی حضرت خضر علیہ السلام وہ شخص ہیں جو علم غیب جانتے تھے (ابن جریر) مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تو کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيۡكَ. حضرت خضر علیہ السلام نے جواباً کہا: وَعَلَيۡكَ السَّلَامُ يَا نَبِىَّ بَنِىۡ اِسۡرَائِيۡلَ یعنی اے بنی اسرائیل کے نبی آپ پر بھی سلامتی ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کس نے آپکے سامنے تعارف پیش کیا' آپ نے فرمایا جس نے آپکو میری جانب بھیجا یعنی اللہ نے۔ (غرائب القرآن) بعض عارفین کہتے ہیں جو شخص حضرت خضر علیہ السلام کا نام' کنیت' لقب اور آپکے والد کا نام یاد رکھے گا اسکی موت اسلام پر ہوگی۔ آپکا نام بُلیان ہے جس کا معنی عربی میں احمد ہے' آپکی کنیت ابو العباس' لقب خضر اور آپکے والد کا نام ملکان ہے۔ (صاوی)

۲ امام بغوی کہتے ہیں کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے جب یہ بات کہی تو حضر علیہ السلام نے کہا: علم کیلئے توراۃ کافی ہے اور عمل کے لحاظ سے بنی اسرائیل کا مشغلہ کافی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اللہ نے مجھے اسکا حکم دیا ہے [کہ آپ کے ساتھ رہ کر علم میں اضافہ کروں] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اس کلام میں ادب وتہذیب کو ملحوظ رکھا اور بطور انکسار اپنے علم کو بے علم قرار دیا اور خضر علیہ السلام سے درخواست کی کہ مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دیجئے اور جو علم اللہ نے آپکو عطا کیا ہے اسکا کچھ حصہ مجھے بتائیے۔ (مظہری) ۳ یعنی اے موسیٰ! آپ میرے علم کو دیکھ کر صبر نہیں کر سکیں گے اس لئے کہ آپکو ظاہری علوم عطا کئے گئے (القرطبی) ۴ خُبۡرًا کا معنی ہے علم' امتیاز' حضرت خضر علیہ السلام کو معلوم تھا کہ ایسے واقعات سامنے آئیں گے جو [بظاہر] ممنوع اور برے ہونگے اور انبیاء امور ممنوعہ پر اسوقت تک خاموش نہیں رہتے جب تک انکے جواز کی کوئی وجہ ان پر ظاہر نہ ہو جائے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ انبیاء اور رسل جنکو اصلاح عامہ کیلئے بھیجا جاتا ہے انکی شریعتوں کے احکام ایسے اصول اور ضوابط پر مبنی ہوتے ہیں جنکی اصلاحات کا تعلق عوام سے ہوتا ہے اس لئے انکی حکمت اور مصلحت عوام کے ذہنوں پر منکشف ہو جاتی ہے اور ہونی بھی چاہیئے' لیکن جو انبیاء کسی امت کی اصلاح کیلئے مبعوث نہیں ہوتے انکے پاس وحی کے ذریعے سے آنے والے احکام کا مقصد صرف انبیاء کے نفوس کی اصلاح' یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ انبیاء کے معاملات کی براہِ راست درستی ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے انکار اور حضرت خضر علیہ السلام کے فعل پر اعتراض کی وجہ یہ تھی کہ خضر علیہ السلام کا عمل شریعتِ موسوی کے خلاف تھا دونوں کا مسلک جدا جدا تھا اتحاد مسلک اور ترکِ اعتراض استفادہ کیلئے ضروری ہے۔ اسی لئے خضر علیہ السلام بھی سمجھ گئے کہ ان سے برداشت نہ ہو سکے گا یہ خاموش نہیں رہیں گے۔ اسی لئے صوفیاء کا قول ہے کہ مرید کو یقین ہو کہ پیر عارف کامل ہے تو اسکے کسی فعل پر اعتراض نہ کرے خواہ اسکا فعل بظاہر شریعت کے خلاف ہو۔ (مظہری)

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا

اگر خواهد خدای صبر کننده

اگر اللہ نے چاہا صبر کرنے والا پائیں گے

وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿٦٩﴾ قَالَ فَاِنِ

و نافرمانی نکنم ترا کارے گفت پس اگر

اور نافرمانی نہیں کرونگا آپکی کسی کام میں ۱ کہا اگر

اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ

پیروی کنی مرا پس مپرس مرا از چیزے

تم میرے ساتھ رہو گے تو نہ پوچھنا مجھ سے کسی چیز کے بارے میں

حَتّٰۤى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٧٠﴾

تا بسازم برائے ازاں بیانی

یہاں تک کہ میں اسے خود بیان کروں تمہارے لئے ۲

فَانْطَلَقَا وقفہ حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِي

پس برفتند تا چوں نشستند در

پس دونوں چلے یہاں تک کہ جب دونوں بیٹھے

السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا

کشتی سوراخ کرد کشتی را گفت آیا سوراخ کردی

کشتی میں تو کشتی میں سوراخ کر دیا کہا کیا آپ نے سوراخ کیا

لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿٧١﴾

تا غرق کردانی اہل آں ہر آئنہ آوردی چیزے شگفت

تا کہ آپ غرق کریں اسکے سواروں کو بیشک آپ نے عجیب کام کیا ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے صبر کو مشیتِ ایزدی پر موقوف کیا اس لئے کہ آپ اپنے نفس کی طرف سے ثقہ پر نہ تھے اور یہ انبیاء اور اولیاء کی عادتوں میں سے ہے کہ وہ ایک لمحہ کیلئے بھی اپنے نفوس کی طرف مائل ہوکر یقین نہیں کرتے ہیں (جلالین) وَلَا اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا: یعنی میں اپنے آپکو آپکی اطاعت میں وقف کر دونگا اس لئے آپ میری طرف سے مطمئن رہیئے۔ آیت میں جو استثناء ہے اسکے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ وَلَا اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا کو شامل ہے یا نہیں؟ بعض نے کہا کہ شامل ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ وَالذّٰكِرٰتِ [اور اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں] بعض نے کہا کہ یہ استثناء صبر سے متعلق ہے اور آپ نے صبر کیا بھی۔ وَلَا اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا سے متعلق استثناء نہیں ہے اسی بناء پر آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کے کاموں پر اعتراض بھی کیا اور سوال بھی۔ ہمارے علماء کہتے ہیں کہ یہ استثناء لَا اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا سے متعلق ہی ہے اس لئے کہ صبر امر مستقبل ہے اور اسے نہیں معلوم کہ زمانۂ استقبال میں اسکا حال کیسا رہیگا۔ نافرمانی کی نفی اور عزم کا ارادہ زمانہ حال میں ہوتا ہے اس لئے یہاں استثناء عزم کے منافی ہے (القرطبی)

۲ حضرت خضر علیہ السلام نے تادیب وارشاد کے طور پر موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ دوامِ صحبت چاہتے ہیں تو جو عجیب معاملات آپ دیکھیں اس پر صبر کیجئے گا یہاں تک کہ میں خود اسکی وجہ آپکو بتادونگا۔ (القرطبی)

۳ دونوں سمندر کے کنارے چلے یہاں تک کہ ایک کشتی نظر آئی تو انھوں نے ملاح سے بات کی کہ ان دونوں کو بھی اٹھائے ملاح اور کشتی پر سوار لوگوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اس لئے ملاح نے کرایہ نہیں لیا کشتی سے یکے بعد دیگرے تمام لوگ اپنی اپنی جگہ پر اتر گئے اب کشتی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام رہ گئے حضرت خضر علیہ السلام منزل پر پہنچنے سے کچھ پہلے کشتی میں سے ایک تختہ نکال دیتے ہیں یہ دیکھکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ نے کیا کیا انھوں نے بغیر کرایہ ہمیں یہاں لایا آپ نے انکی کشتی میں سوراخ کر دیا تا کہ اس پر رہنے والے ہلاک ہوجائیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے پہلا نسیان تھا۔ ایک پرندہ آیا اس نے کشتی کے تختہ پر چونچ مار کر قطرہ قطرہ پانی باہر کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ میرا اور آپکا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے نہیں ہے مگر اس پرندہ کے چونچ میں سمندر سے آنے والے پانی کے ایک قطرہ سے بھی کم۔ کہا گیا ہے کہ اہل سفینہ ایک جزیرہ پر اتر گئے تھے اور کشتی میں حضرت خضر علیہ السلام باقی رہ گئے تھے پس آپ نے کشتی کے تختہ کو ہٹایا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے جب کشتی میں سوراخ کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کشتی سے نکل کر کنارے پر کھڑے ہوگئے اور دل میں کہا کہ کاش میں اس شخص کی مصاحبت اختیار نہ کرتا اور بنی اسرائیل میں رہ کر صبح وشام کتاب اللہ کی تلاوت کرتا تو وہ لوگ میری اطاعت کرتے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا اے موسیٰ! کیا تم چاہتے ہو کہ اس چیز کی خبر تمہیں دوں جو تمہارے نفس نے تمہارے اندر پیدا کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا جی ہاں! بتائیے۔ آپ نے پھر انھیں پوری بات بتادی۔ (القرطبی) امام بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک بڑا شیشے کا پیالہ لیکر کشتی کے سوراخ پر ڈھانپ دیا پیالہ سوراخ میں اڑ گیا [اور پانی اندر نہ آسکا] جلال الدین محلی نے لکھا ہے روایت میں آیا ہے کہ کشتی میں پانی نہیں آیا یعنی یہ خضر علیہ السلام کا معجزہ تھا (مظہری)

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ

گفت آیا نگفتم که تو

کہا کیا میں نے نہ کہا (تھا) کہ تم نہیں

لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝۷۲ قَالَ

نتوانی با من صبر کردن گفت

رہ سکو گے میرے ساتھ صبر کر کے ۱ کہا

لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ

مواخذه مکن مرا بآنچه فراموش کردم

مواخذہ نہ کرو میری اس میں جسے میں بھول گیا

وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ۝۷۳

و مرسان مرا از کارے من دشواری

اور نہ پہنچاؤ مجھے میرے کام میں کوئی دشواری ۲

فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا

پس راه رفتند تا چوں بدیدند پسرےرا

پس دونوں راستہ پر چلے یہاں تک کہ جب ان دونوں نے ایک لڑکا دیکھا

فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً

پس بکشت او را گفت آیا کشتی نفسی را پاکیزه

تو قتل کیا اسے کہا کیا آپ نے قتل کیا ایک ستھری جان کو

بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ۝۷۴

بغیر نفسی هر آئنه آوردی چیزی زشت

بغیر کسی جان کے بدلے بیشک آپ نے برا کام کیا ۳

۱ حضرت خضر علیہ السلام نے آپکو وہ یاد کرایا جسکا آپ نے ان سے وعدہ کیا تھا (روح البیان) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: طہارت ایمان کا حصہ ہے اور الحمد اللہ [کلمہ] میزان بھر دیتا ہے اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ [یہ دونوں کلمے] زمین اور آسمان کے درمیان [نیکیاں] بھر دیتے ہیں اور نماز نور ہے اور صدقہ برھان ہے اور صبر ضیاء ہے اور قرآن تیرے لئے یا تجھ پر حجت ہے۔ ہر انسان صبح اس حال میں کرتا ہے کہ وہ اپنے آپکو بیچنے والا ہوتا ہے پس وہ آزادی حاصل کرنے والا ہوتا ہے یا بھاگنے والا ہوتا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص صبر کرنا چاہتا ہوگا اللہ اسے صبر کی توفیق عطا فرمائیگا اور کسی ایک کو بہترین عطیہ نہیں دیا جاتا [مگر] اسکے صبر میں وسعت دی جاتی ہے۔ حضرت سخبرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جسے دیا گیا ہو وہ شکر ادا کرے اور جسے آزمایا گیا ہو وہ صبر کرے اور جس نے ظلم کیا ہو وہ مغفرت طلب کرے اور جس پر ظلم کیا گیا ہو وہ معاف کرے، پھر آپ خاموش ہو گئے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کون لوگ ہیں؟ اس پر آپ نے یہ آیت تلاوت کی اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ. یعنی یہی لوگ ہیں جن کیلئے امن ہے اور وہ سب ہدایت یافتہ ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صبر نصف ایمان ہے اور یقین کل ایمان ہے۔ (الترغیب والترھیب)

۲ بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ نسیان سے مراد ہے کہ میں نے آپکی پہلی نصیحت پر عمل نہیں کیا اسکا آپ مواخذہ نہ کریں، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام کی پہلی حرکت از روئے نسیان تھی، دوسری حرکت بطور شرط اور تیسری حرکت قصداً۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھولے نہ تھے، نسیان کا تذکرہ ضمنی طور پر آگیا ہے گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کچھ اور بھولے تھے [اپنے سابق معاہدہ کو نہیں بھولے تھے] وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا یعنی تنگی اور مواخذہ کر کے مجھ پر مشقت اور دشواری نہ ڈالیئے۔ مطلب یہ ہے کہ آپکے اس سلوک سے میرے لئے آپ کے ساتھ رہنا دشوار ہو جائیگا، بعض نے کہا کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ میرے ساتھ سختی کا برتاؤ نہ کیجئے۔ (مظہری) ۳ اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ لڑکوں کے ساتھ ایک لڑکا کھیل رہا تھا جو خوش گلا اور حسین تھا، سدی نے کہا کہ وہ سب سے زیادہ حسین تھا اسکا چہرہ چمکیلا تھا خضر علیہ السلام نے اسکو پکڑ کر مار ڈالا بعض علماء نے کہا کہ پچھاڑ کر چھری سے ذبح کیا۔ صحیح حدیث میں آیا ہے پکڑ کر اسکا سر گردن کی جڑ سے اکھاڑ دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور اکثر مفسرین کے نزدیک وہ لڑکا نابالغ تھا قرآن کریم کے لفظ غلام سے یہی مستفاد ہو رہا ہے۔ بالغ ہونے کے بعد غلام کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً آپ نے معصوم جان کو قتل کر دیا، اگر وہ نابالغ بچہ نہ ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نَفْسًا زَكِيَّةً نہ فرماتے۔ حسن کہتے ہیں کہ وہ پورا مرد تھا، کلبی نے کہا کہ وہ نوجوان تھا جو راستہ لوٹتا تھا اور پھر اپنے والدین کے پاس پناہ گزین ہو جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس لڑکے کو خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا وہ سرشتی کافر تھا اگر وہ زندہ رہتا تو والدین کو نافرمانی اور کفر میں مبتلا کر دیتا۔ (مظہری)

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿٧٥﴾

گفت آیا نگفتیم ترا ہر آئنہ تو نتوانی با من صبر کردن گفت اگر سوال کنم ترا

کہا کیا میں نے نہ کہا تھا آپ سے بیشک آپ نہ کرسکیں گے میرے ساتھ صبر؟ کہا اگر میں سوال کروں آپ سے

قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَىْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِىْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ

از چیزے بعد ازیں کرت پس مصاحبت مکن مرا ہر آئنہ رسیدے از نزدیک من بعذرے پس درگذشتند

اس دفعہ کے بعد کسی چیز کے بارے میں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیئے گا بیشک آپ نے (انتہاء کو) پہنچایا میری

مِنْ لَّدُنِّىْ عُذْرًا ﴿٧٦﴾ فَانْطَلَقَا ۠ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ۟ اسْتَطْعَمَاۤ

تا چوں آمدند با اہل دیہی طلب طعام کردند اہل آنرا پس باز زدند آنکہ

طرف سے عذر کو[١] پس دونوں چلے یہاں تک کہ دونوں پہنچے ایک گاؤں والے کے پاس تو کھانا طلب کیا وہاں کے

اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ

مہمانی کنند ایشانرا پس یافتند در آنجا دیواری میخواست آنکہ بیفتد

رہنے والوں سے پس انھوں نے انکار کیا یہ کہ انکی مہمان نوازی کریں پھر دونوں نے اس جگہ ایک دیوار پائی جو

يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿٧٧﴾ قَالَ

پس راست کرد آنرا گفت اگر میخواہی ہر آئنہ فرا میگرفتی برو مزد گفت

گرنا چاہتی تھی پس اسے سیدھا کیا کہا اگر چاہتے تو بیشک آپ اس پر اجرت لیتے[٣] کہا

هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِىْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ

ایں است جدائی میان من و میانی تو زود خبر دہم ترا بتعبیر آنچہ

یہ ہے جدائی میرے اور تمہارے درمیان' جلد میں آپکو اسکی تعبیر بتاؤنگا جس پر

تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٧٨﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ

نتوانی برو صبر کردن اما کشتی پس بودند

آپ صبر نہ کر سکے[٤] لیکن کشتی تو وہ مسکینوں کی تھی

[١] اس دفعہ حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے کلام میں "لَکَ" کا اضافہ فرمادیا تاکہ خطاب سے ترکِ معاہدہ پر عتاب کا اظہار پرزور طور پر ہوجائے۔ (مظہری)

[٢] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی رحمت ہم پر ہو اور موسیٰ علیہ السلام پر اگر وہ تعجب کی چیز دیکھ کر بطور حیاء اعتراض نہ کرتے تو اور بھی عجائبات ہمارے سامنے آتے۔ (القرطبی)

[٣] علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ وہ بستی کون سی تھی اس میں چند اقوال ہیں۔ (١) حضرت قتادہ اور محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ اس بستی کا نام اُبلہ تھا (٢) انطاکیہ نام تھا (٣) جزیرہ اندلس تھا (٤) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جزیرہ خضراء تھا (٥) اس بستی کا نام باجروان تھا اور یہ بستی آذربائیجان کے کنارے واقع تھی (٦) اس بستی کا نام برقہ تھا (٧) ثعلبی کہتے ہیں کہ اس بستی کا نام ناصرہ تھا یہ بستی روم کی بستیوں میں سے ایک بستی تھی اور اس بستی کی جانب نصاریٰ اپنے آپ کو منسوب کرتے تھے۔ واضح رہے کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ جو بھوکا ہو اور بھوک کا غلبہ ہو جائے تو ضروری ہے کہ بھوک ختم کرنے کیلئے کھانے کا سوال کرے لیکن یہ سوال جاہل متصوفہ کی طرح نہ ہو۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس بستی کے رہنے والے شرالقریٰ تھے جو مہمان کی مہمان نوازی اور مسافر کے حق کو بھی نہ پہچانتے تھے۔ (القرطبی) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دونوں بزرگوں نے بستی کے مردوں سے کھانا طلب کیا لیکن کسی نے نہ دیا آخر عورتوں سے مانگا تو ایک عورت نے دیدیا ان دونوں نے وہاں کے مردوں پر لعنت کی' یہ عورت بربروالوں میں سے تھی۔ فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا الخ یعنی دونوں کو وہاں ایک دیوار ملی جو گرا چاہتی تھی حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو سیدھا کردیا۔ دیوار کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا اس لئے مجازی معنی مراد ہے یعنی گرنے کے قریب تھی۔ عرب کہتے ہیں دَارِىْ تَنْظُرُ دَارَ فُلَانٍ اِذَا كَانَتْ تُقَابِلُهَا "میرا گھر اسکے گھر کو دیکھتا ہے یعنی دونوں آمنے سامنے ہیں" حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ہاتھ کے اشارے سے دیوار کو سیدھا کردیا۔ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ دیوار کو ہاتھ لگایا فوراً دیوار سیدھی ہوگئی' ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول آیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اس دیوار کو ڈھا کر دوبارہ بنادیا' سدی کہتے ہیں کہ گارا بنایا پھر دیوار کو بنایا۔ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو اجرت طلب کرنے کی ترغیب دی تاکہ مزدوری کی رقم سے دونوں کے کھانے کا کچھ سامان ہوجائے۔ اس کلام سے درپردہ یہ معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نظر میں حضرت خضر علیہ السلام نے بیکار کام کیا۔ آیت بتارہی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار کو بڑی محنت کر کے ٹھیک کیا تھا اگر محنت کا کام نہ کرتے تو اجرت کے مستحق قرار نہ پاتے اگر بطور معجزہ دیوار کو ٹھیک کردیتے تو اجرت کس طرح طلب کرسکتے تھے بلکہ لینے کا بھی استحقاق کیسے ہوتا۔ (مظہری) مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب کہا: لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا [تاکہ آپ کشتی پر سوار لوگوں کو غرق کردیں] جواب میں حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ آپ دریا میں بغیر کشتی کے ہلاک نہیں ہوئے، یہ آپ کو نہیں معلوم؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب کہا اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ [کیا آپ نے ایک پاکیزہ جان کو بغیر قصاص کے قتل کردیا] تو حضرت خضر علیہ السلام نے جواباً کہا کیا آپ نے ایک قبطی کو بغیر کسی گناہ کے قتل نہیں کیا تھا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب کہا لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا۔ جواب میں آپ نے فرمایا: اے موسیٰ کیا آپ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں کے جانوروں کو بغیر اجرت کے پانی نہیں پلایا تھا؟ (روح البیان)

[٤] امام بغوی کہتے ہیں کہ بعض تفاسیر میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کا دامن پکڑ لیا اور کہا ان واقعات کا جو علم اللہ نے آپ کو دیا ہے جدا ہونے سے پہلے مجھے بتایئے۔ (مظہری)

لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِى الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا

مر درویشاں میکردند در دریا پس خواستم آنکہ سوراخ کنم آنرا

جو دریا میں کام کر کے گذارا کرتے تھے پس میں نے چاہا کہ اس میں سوراخ کر دوں

وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾

و ہست پس ایشاں بادشاہی فرا گیرد بر کشتی بغصب

اور ان کے پیچھے ایک بادشاہ ہے جو ہر کشتی کو زبر دستی لے لیتا تھا ۱

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ

و اما پسر پس بود پدر و مادر او مسلمان پس ترسیدیم ما آنکہ

اور وہ لڑکا پس ان کے والدین مسلمان تھے پس ہمیں خوف ہوا کہ کہیں انھیں

يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا

در رسد بدیشاں بے باکی و کفران نعمت پس خواستیم ما آنکہ بدل کند آنرا پروردگار ایشاں

بے باکی اور کفرانِ نعمت میں نہ پہنچا دے ۲ پس ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب اسے بدل دے

خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ

بہتر از و از روئے پاکیزگی و نزدیک تر جہت بخشایش و اما آں دیوار پس ہست

اس سے بہتر ازروئے پاکیزگی اور بخشائش کے ۳ اور وہ دیوار پس

لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا

برائے دو کودک کہ یتیم اند در شہر و ہست زیر آں گنجی مر آنرا

دو (ایسے) بچوں کیلئے ہے جو یتیم ہے شہر میں اور اس کے نیچے خزانہ ہے ان کیلئے

وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا

و بود پدر و مادر ایشاں نیکو کار پس خواست پروردگار تو آنکہ برسند بقوت خویش

اور ان کے ماں باپ نیکو کار تھے پس چاہا آپ کے رب نے کہ دونوں اپنی قوت کو پہنچیں ۴

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت کعب وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ کشتی دس مسکین بھائیوں کی تھی جو والد کی طرف سے وراثت میں ملی تھی، پانچ بھائی ان میں سے اپاہج تھے اور پانچ بھائی دریا میں کام کرتے تھے۔ اس ظالم بادشاہ کے نام کے بارے میں اختلاف ہے جو کشتیوں کو چھین لیتا تھا (۱) ھُد بن بُدد (۲) الجلندی، یہ بادشاہ صحیح کشتی کو غصب کر لیتا تھا اس لئے حضرت خضر علیہ السلام نے اس میں عیب پیدا کر دیا تا کہ اس غریب کی کشتی غصب ہونے سے بچ جائے، اس سے معلوم ہوا کہ کل مال کی حفاظت کی خاطر بعض مال کا افساد جائز ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شدائد میں صبر کی ترغیب دینی چاہئے۔ (القرطبی)

۲ یعنی اپنی نافرمانی اور بدسلوکی کی وجہ سے ماں باپ پر چھا جائیگا اور بے چارے والدین دکھ اور مصیبت میں پڑ جائیں گے، حضرت سعید بن جبیر نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اولاد کی محبت والدین کو تبدیلی مذہب تک لے جائیگی، ہمیں اس کا اندیشہ تھا اس لئے ہم نے لڑکے کو قتل کر دیا۔ حضرت خضر علیہ السلام کا یہ اندیشہ محض عقلی نہ تھا کہ جسکے خلاف ہونا بھی ممکن تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپکے پاس وحی آ گئی کہ اگر یہ لڑکا زندہ رہا تو اسکے مومن ماں باپ گمراہ ہو جائیں گے اور یہ دونوں کو گمراہ ہونے پر مجبور کر دیگا۔ ابن شیبہ نے زید بن ھرمز کی روایت سے بیان کیا ہے کہ نجدہ خارجی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک تحریر بھیجی جس میں سوال تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے لڑکے کو کیسے قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے تو لڑکوں کو قتل کرنے سے ممانعت فرمائی ہے (کیا پہلے بچوں کا قتل جائز تھا؟) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب میں لکھا اگر تجھے لڑکوں کی آئندہ حالت کا ویسا ہی علم ہو جائے جو موسیٰ علیہ السلام کے علم والے ساتھی کا تھا تو تیرے لئے بھی بچوں کا قتل کرنا جائز ہو جائیگا آپکی مراد یہ تھی کہ عام مسلمانوں کے پاس تو وحی نہیں آتی، رسول اللہ ﷺ کے بعد سلسلہ وحی منقطع ہو چکا ہے اس لئے اب امت اسلامیہ کیلئے بچوں کو قتل کرنا جائز نہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس وحی آئی تھی اور ان کو حکم دیا گیا تھا پس رسول اللہ ﷺ کی ممانعت حضرت خضر علیہ السلام پر لاگو نہیں ہے۔ (مظہری) ۳ کلبی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے کے عوض اسکے والدین کو ایک لڑکی عطا فرمائی جس سے ایک پیغمبر نے نکاح کیا اور اسکے بطن سے ایک نبی پیدا ہوئے جنہوں نے ایک امت کو ہدایت یافتہ بنا دیا، حضرت جعفر بن محمد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسکے والدین کو ایک لڑکی دی جس کی نسل سے ستر پیغمبر پیدا ہوئے، ابن جریج کہتے ہیں کہ اسکے عوض میں اللہ تعالیٰ نے ایک فرمانبردار مسلم لڑکا عطا فرمایا، مطرف کہتے ہیں کہ جب وہ لڑکا پیدا ہوا تھا تو اسکے والدین خوش ہوئے تھے پھر جب وہ قتل ہو گیا تو والدین کو غم ہوا، اگر وہ زندہ رہتا تو والدین کی تباہی یقینی تھی۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی رہے اللہ تعالیٰ مومن کیلئے اگر ناگوار فیصلہ بھی کرتا ہے تب بھی مومن کیلئے اس بات سے بہتر ہوتا ہے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مومن پر لازم ہے کہ وہ اپنی پسند اور ناپسند دونوں میں اللہ تعالیٰ کی مخفی تدبیر سے ڈرتا رہے اسکی رحمت کا امیدوار رہے اور اسی سے پناہ کا طلبگار رہے اللہ تعالیٰ کے حکم پر اعتراض نہ کرے ہر حال میں اسکے فیصلے پر راضی رہے۔ (مظہری) ۴ ان دونوں بچوں میں سے ایک کا نام اصرم اور دوسرے کا نام صریم تھا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں نابالغ اور چھوٹے تھے اس لئے کہ بلوغت کے بعد یتیم نہیں کہا جاتا ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلوغت کے بعد یتیمی نہیں ہے۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں انکے والد کا نام کاشح تھا، حضرت نقاش کہتے ہیں کہ انکی والدہ کا نام دنیا تھا۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ صالح بندے کی سات پشت تک کی ذریت کی حفاظت فرماتا ہے۔ (القرطبی) آیت دلالت کر رہی ہے کہ صلحاء کی اولاد کی رعایت اور ان کے فائدے کیلئے امکانی کوشش مسلمانوں پر لازم ہے بشرطیکہ وہ کافر اور سرکش نہ ہوں۔ (مظہری)

وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ

و بیروں آرند گنج خود را رحمتی از پروردگار تو و نکردم او را از

اپنے خزانے کو نکالیں آپکے رب کی رحمت سے اور میں نے نہ کیا اسے

أَمْرِي ذٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٨٢﴾ وَيَسْـَٔلُونَكَ

امر من ایں است حقیقت آنچہ نتوانستی برو صبر کردن و پرسند ترا

اپنے حکم سے، یہ ہے حقیقت جس پر آپ صبر نہ کر سکے اور پوچھتے ہیں آپ سے

عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُوا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٣﴾

از ذو القرنین بگو زود بخوانم بر شما از و یاد کردنے

ذو القرنین کے بارے میں، آپ فرما دیجئے جلد میں پڑھونگا تم پر اسکے ذکر کو [۱]

إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿٨٤﴾

ہر آئنہ ما جای دادیم او را در زمین و داریم او را از ہر چیز سببی را

بیشک ہم نے جگہ دی اسے زمین میں اور اسے ہر چیز کا ایک سبب دیا [۲]

فَأَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا

پس از در پے رفت تا چوں برسید بجای بر رفتن آفتاب و یافت آنرا

پس وہ ایک سبب کے پیچھے گئے [۳] یہاں تک کہ پہنچا سورج ڈوبنے کی جگہ اور پایا اسے

تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۗ

فرو میرود در چشمہ گلِ و یافت نزد آں گروہی

ڈوبتے ہوئے کیچڑ کے چشمہ میں اور پایا ایک گروہ کو وہاں

قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ إِمَّا أَنْ تُعَذِّبَ وَإِمَّا أَنْ تَتَّخِذَ

گفتیم اے ذو القرنین بچنانست کہ عذابے کنی و یا اینکہ فرا گیری

ہم نے فرمایا: اے ذو القرنین! ایسا ہے کہ تو عذاب دے یا یہ کہ تو ان کیساتھ

[۱] بغوی نے کہا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک ذوالقرنین کا نام مرزبان بن مرذبہ تھا یہ یونانی تھا اور یافث بن نوح کی نسل سے تھا، بعض علماء نے کہا کہ وہ رومی تھا سکندر بن قبلیس بن فیلقوس نام تھا میرے نزدیک مؤخر الذکر قول زیادہ صحیح ہے، وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ ذوالقرنین رومی تھا ایک بڑھیا کا اکلوتا بیٹا تھا بڑھیا کی کوئی اور اولاد نہ تھی، ذوالقرنین کا نام سکندر تھا۔ بغوی نے لکھا کہ ذوالقرنین نبی تھا یا نہیں، یہ اختلافی مسئلہ ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نبی تھا۔ ابوالطفیل کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذوالقرنین سے متعلق دریافت کیا گیا کہ وہ نبی تھا یا بادشاہ تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ نبی تھا نہ بادشاہ تھا بلکہ وہ ایک ایسا بندہ تھا جو اللہ سے محبت کرتا تھا اور اللہ اس سے محبت کرتا تھا، اس نے اللہ کی فرمانبرداری خلوص سے کی اللہ نے اسے خیر عطا فرمائی۔ روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا، کیا ذوالقرنین نبی تھا؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ذوالقرنین اللہ کا مخلص فرمانبردار بندہ تھا اللہ نے بھی اسکے خلوص کی قدر دانی کی۔ بغوی نے لکھا ہے کہ روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ایک شخص دوسرے کو ذوالقرنین کہہ کر پکار رہا ہے فرمایا: پیغمبروں کے ناموں پر اپنے نام رکھنے پر تم نے قناعت نہیں کی کہ اب فرشتوں کے ناموں پر اپنے نام رکھنے لگے، اکثر علماء کا خیال ہے کہ ذوالقرنین ایک عادل نیک بادشاہ تھا۔ ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ کیا تھی اسکے بارے میں مختلف اقوال ہیں (۱) آفتاب کے دو کنارے ہیں مشرق اور مغرب ذوالقرنین دونوں کناروں تک جا پہنچا تھا [اس لئے اسے دوقرن والا کہا جاتا ہے] (۲) روم اور فارس دونوں کا بادشاہ تھا (۳) روشن دنیا میں بھی وہ رہا اور ظلمات میں بھی داخل ہوا [شاید یہ مراد ہے کہ افریقہ، سوڈان روم دونوں جگہ گیا نور سے مراد گوروں کا ملک اور ظلمات سے مراد کالوں کا ملک] (۴) اس نے خواب دیکھا تھا کہ آفتاب کے دونوں کنارے اس نے پکڑ لئے ہیں (۵) اسکے خوبصورت دو گیسو تھے (۶) اسکے دو سینگ یعنی سر میں دو ابھار تھے جنکو عمامہ سے چھپائے رکھتا تھا (۷) ابوالطفیل کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ یہ بیان فرمائی کہ اس نے اپنی قوم کو اللہ سے ڈرنے کی تو نصیحت کی قوم نے اسکے سر کے دائیں طرف ایسی چوٹ ماری کہ وہ مرگیا پھر اللہ تعالیٰ نے انکو زندہ کیا اور انھوں نے قوم کو اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کی، قوم نے پھر اسکے سر کے بائیں جانب ایسی ضرب لگائی کہ وہ مرگیا مگر اللہ نے پھر انکو زندہ کر دیا۔ (مظہری) ابن کثیر نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ ذوالقرنین نبی نہ تھے بلکہ ایک صالح عادل بادشاہ تھے، پانچ سو سال تک زندہ رہے، یاجوج ماجوج کو روکنے کیلئے جو دیوار تعمیر کرا رہے تھے اس سے فارغ ہونے کے بعد بیت المقدس کی جانب لوٹے اور وہاں ہی آپکا انتقال ہوا۔ امام سیوطی اوائل میں لکھتے ہیں کہ ذوالقرنین ہی نے سب سے پہلے اپنے سر پر عمامہ باندھا۔ (روح البیان) [۲] حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بادل کو ذوالقرنین کے حکم کے تابع بنا دیا گیا تھا بادل پر وہ سوار ہوتے تھے۔ انکے ذرائع دراز کر دیئے گئے ان کیلئے روشنی پھیلا دی گئی تھی رات دن ان کیلئے برابر تھے۔ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا یعنی جو چیز وہ چاہتے تھے اور جس طرف وہ رخ کرتے تھے اسکا علم اور ذرائع ان کیلئے منکشف ہوتے تھے یا یہ مطلب ہے کہ مخلوق کو جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے ذوالقرنین کو اسکے حصول کے ذرائع ہم نے دے دیئے تھے، یا یہ مطلب ہے کہ بادشاہوں کو دشمنوں سے لڑنے اور ملک فتح کرنے میں جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب ہم نے ذوالقرنین کو دیدی تھیں۔ حسن بصری نے سَبَبًا کا ترجمہ کیا ہے بَلَاغًا یعنی مقصد تک پہنچانے والے اسباب۔ (مظہری) [۳] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سَبَبًا کا ترجمہ کیا ہے فرودگاہ، منزل۔ (مظہری)

فِيهِمْ حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ أَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهُ ثُمَّ

در باب ایشاں نیکوی گفت اما کسیکہ ستم کند پس زود عذاب کنیم او را باز

نیکی کرے ١ عرض کی کہ جس نے ظلم کیا پس جلد ہم سزا دینگے اسے پھر

يُرَدُّ إِلَىٰ رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨٧﴾ وَأَمَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ

گفت شود بوی پروردگار خود پس عذاب کند او را عذاب زشت و اما کسیکہ بگردد و بکند

پھیرا جائیگا اسے اپنے رب کی طرف پس عذاب دیگا اسے برا عذاب ٢ اور جو ایمان لائے اور

صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءً الْحُسْنَىٰ ۖ وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ أَمْرِنَا

نیکی پس مر او را ست مزد او نیکو و زود باشد گوئیم از فرمان ما

نیکی کرے پس اس کیلئے اچھا ہے اجر اور قریب ہے کہ ہم کہیں اسے اپنے فرمان سے

يُسْرًا ﴿٨٨﴾ ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٩﴾ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ

آسان پس از پے در آید سببی تا چوں برسید بجای بر آمدن آفتاب

آسان (کام) ٣ پھر پیچھے آئے ایک سبب کے ٤ یہاں تک کہ جب پہنچا سورج کے طلوع ہونے کی جگہ

وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَىٰ قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَل لَّهُم مِّن دُونِهَا سِتْرًا ﴿٩٠﴾

و یافت آنرا بر می آید بر گروہی نگردانید ایشانرا بجز آنرا پردہ

اور پایا اسے طلوع ہوتا ہوا ایسے گروہ پر کہ ہم نے نہ کیا ان کیلئے اسکے سوا پردہ ٥

كَذَٰلِكَ ۖ وَقَدْ أَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿٩١﴾ ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾

اینچنیں ہر آئنہ احاطہ داشتیم بآنچہ نزدیک او بود از روے آگاہی پس پے دارند سببی را

اسی طرح ہم احاطہ رکھتے ہیں جو کچھ اسکے پاس تھا از روئے آگاہی کے ٦ پھر پیچھے آئے ایک سبب کے ٧

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِن دُونِهِمَا

تا چوں برسید میان دو گوہ و یافت بجز ایشاں

یہاں تک کہ پہنچا دو پہاڑوں کے درمیان اور ان دونوں کے درمیان ایک قوم

تفسیر اظہار العرفان

١ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سورج کے غروب ہونے کے وقت نبی ﷺ نے اسکی جانب دیکھا اور فرمایا: اللہ کی آگ شعلہ مارنے والی ہے اگر [یہ سورج] اللہ کے حکم سے غروب نہ ہوتا تو جو کچھ بھی زمین کے اوپر ہے سب کو جلا ڈالتا۔ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کعب احبار سے پوچھا کہ سورج کے غروب ہونے کے بارے میں تم نے توریت میں کیا پڑھا ہے؟ کعب احبار نے کہا کہ ہم نے توریت میں یہ پڑھا ہے کہ سورج پانی اور کیچڑ میں غروب ہوتا ہے۔ قفال کہتے ہیں کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ ذوالقرنین سمندر کے کنارے کسی ایسی جگہ پہنچے ہونگے جہاں سے انھیں یہ محسوس ہوتا ہوگا کہ سورج اور پانی کیچڑ میں ڈوب رہا ہے اس لئے کہ سورج آسمان کیساتھ زمین کے گرد چکر لگاتا ہے لیکن زمین سے چپٹا نہیں ہوتا ہے اور یہ سورج زمین سے بڑا ہے اس لئے کیچڑ میں کیسے غروب ہوسکتا ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ من جہت مغرب اور من جہت مشرق آخری آبادی تک ذوالقرنین پہنچے۔ وَجَدَ عِندَهَا قَوْمًا: اہل جابرس قوم تھی جسے سریانی زبان میں جرجیسا کہتے تھے یہ لوگ ثمود کی نسل سے تھے ان میں سے وہ لوگ باقی رہ گئے تھے جو حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ قُلْنَا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ: ابونصر کہتے ہیں کہ ذوالقرنین اگر نبی ہونگے تو یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور وحی ملا ہوگا ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا ہوگا۔ یہاں یہ بھی ممکن ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ خطاب اس زمانے کے نبی کی زبان سے کیا ہوا ہوگا۔ (القرطبی)

٢ یعنی جو کفر پر قائم رہ کر اپنے نفس پر ظلم کریگا ہم انھیں دنیا میں قتل کے ذریعے سزا دینگے پھر اسے اسکے رب کی جانب بدترین عذاب کیلئے لوٹایا جائیگا (تفسیر کبیر)

٣ نیک کام کرنے سے مراد ہے کہ تقاضائے ایمان کے موافق عمل کرنا۔ يُسْرًا: سہولت والا جو دشوار نہ ہو۔ حضرت مجاہد نے اسکا ترجمہ مَعْرُوفًا کیا ہے یعنی اچھا بھلا۔ (مظہری) ٤ یعنی راستہ چلے (القرطبی) ٥ جوہری کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ذوالقرنین ایسی قوم کے پاس پہنچے کہ انکے اور سورج کے طلوع ہونے کی جگہ کے درمیان کوئی اور قوم نہ تھی اور سورج اس آبادی کے کافی پیچھے سے طلوع ہوتا تھا۔ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَىٰ قَوْمٍ: یہ قوم کون تھی اور اس کا نام کیا تھا اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ یہ وہ قوم تھی جسے منسک کہا جاتا تھا' حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس قوم کو اور جس قوم کا تذکرہ پہلے ہوا' دونوں کو زنج کہتے تھے' کلبی کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک کو تارس کہتے تھے اور دوسری کو ھاویل کہتے تھے' کہا گیا ہے کہ یہ لوگ اہل جابلق تھے اور یہ لوگ عاد کی نسل سے تھے ان میں وہ لوگ تھے جو حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لائے تھے انھیں سریانی زبان میں مرقیسا کہا جاتا ہے اور جس سے قوم کو مغرب شمس کے پاس پایا تھا وہ اہل جابرس تھے ان میں سے ہر ایک شہر دس ہزار دروازوں پر مشتمل تھا اور ہر دو دروازے کے درمیان ایک فرسخ کا فاصلہ ہوتا تھا۔ لَمْ نَجْعَل لَّهُم مِّن دُونِهَا سِتْرًا: یعنی کوئی حجاب نہ تھا جس سورج کے طلوع ہونے کے وقت پردہ ہوتا۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اس قوم اور سورج کے طلوع ہونے کی جگہ کے درمیان کوئی عمارت نہ تھی' حضرت حسن کہتے ہیں کہ انکے درمیان کوئی پہاڑ تھا نہ کوئی درخت تھا۔ (القرطبی) ایک قول یہ ہے کہ اس قوم کے پاس کوئی کپڑا نہیں تھا جس سے وہ لوگ ستر پوشی کرتے بلکہ جانوروں کی طرح برہنہ تھے۔ (تفسیر کبیر) ٦ یعنی ذوالقرنین کی وسعتِ اقتدار اور اسکے مرتبہ کی رفعت اسی طرح تھی جس طرح ہم نے بیان کردی' یا یہ مطلب ہے کہ اس کا اہل مشرق کیساتھ سلوک ایسا ہی تھا جیسا مغرب والوں کیساتھ تھا' یا یہ مطلب ہے کہ جس طرح ذوالقرنین نے سورج کو دلدلی چشمہ میں ڈوبتا محسوس کیا تھا اسی طرح دلدل سے برآمد ہوتے ہوئے پایا۔ وَقَدْ أَحَطْنَا الخ یعنی ذوالقرنین کے پاس کتنی فوج تھی' کتنا مال واسباب تھا اور کتنے آلاتِ جنگ اور علمی ذرائع تھے غرض اسکی ساری بیرونی اور اندرونی طاقت اور سروسامانی سے ہم واقف ہیں (مظہری) ٧ یعنی جنوب سے شمال کی طرف چلے (مظہری)

قَوْمًا لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ

گروہی نزدیک نبود ندادر یابند سخنے را گفتند اے ذو القرنین

کو پایا جو بات سمجھنے کے قریب معلوم نہیں ہوتے ۱؎ انھوں نے کہا اے ذو القرنین!

اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ

ہر آئنہ یاجوج و ماجوج فساد کنند در زمین پس آیا

بیشک یاجوج اور ماجوج فساد کرتے ہیں زمین میں پس

نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ

گردانیدیم برائے تو مزدی بشرط آنکہ کنی میان ما ومیان ایشاں

اگر اجازت ہو تو ہم آپ کیلئے چندہ جمع کریں کہ آپ ہمارے اور انکے درمیان کوئی دیوار بنا دیں ۲؎

سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ

دیواری گفت آنچہ دسترس دادیم دراں پروردگار من بہتر است پس یاری دہند مرا بقوت

کہا مجھے جو طاقت اس معاملے میں میرے رب نے دی ہے وہ بہتر ہے پس تم مدد کرو میری قوت سے

اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰٓى

تا کنم میان شما و میان ایشاں پردہ سخت بیارید بمن بار ہاے آہن تا

تا کہ میں تمہارے اور اسکے درمیان سخت پردہ کر دوں ۳؎ لاؤ میرے پاس لوہے کے تختے یہاں تک کہ

اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا

چوں مساوی ساخت میان آں دو کوہ گفت بدمید تا آنکہ

جب برابر کردی ان دو پہاڑوں کے درمیان تو کہا پھونکو یہاں تک کہ جب

جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾ فَمَا اسْطَاعُوْٓا

گردانید آنرا آتش گفت بیارید بمن تا برزم برو روے کداختیم پس نتوانستند

اسے آگ کر دیا تو کہا لاؤ میرے پاس نرم تانبہ کہ اس پر انڈیل دوں ۴؎ پس نہ طاقت رکھی

۱؎ اظہر قول یہ ہے کہ شمال کی جانب سدین ایک جگہ ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دو پہاڑ ہیں جو ارمینیہ اور آذربائیجان کے درمیان واقع ہیں' یہ بھی کہا گیا ہے کہ ترک کی سرزمین کا یہ ایک ٹکڑا ہے۔ ذوالقرنین نے اس جگہ ایک ایسی قوم کو پایا جو اپنی زبان کے علاوہ کسی اور کی زبان کو نہیں سمجھ پاتی تھی۔ (تفسیر کبیر)

۲؎ یعنی قتل و غارت کرتے ہیں اور ہمارے کھیتوں کو اجاڑ دیتے ہیں' کلبی کہتے ہیں کہ موسم بہار میں یاجوج ماجوج گھس آتے تھے تمام سبز چیزوں کو کھا لیتے تھے اور خشک چیزوں کو اٹھا کر لے جاتے تھے ان لوگوں کو ان سے بڑا دکھ پہنچتا تھا' بعض نے کہا کہ وہ آدم خور تھے آدمیوں کو کھا جاتے تھے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ یاجوج ماجوج یافث بن نوح کی نسل سے ہیں' حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ وہ ترکوں کی ایک نسل ہے' سدی کہتے ہیں کہ ترک یاجوج کا ایک فوجی دستہ تھا جو پہاڑوں سے ورے نکل آیا تھا جب ذوالقرنین نے دیوار بنا دی تو وہ دستہ پہاڑوں سے ادھر ہی رہ گیا تمام ترک اسی کی نسل سے ہیں' حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ یاجوج کے ۲۲' قبائل تھے ذوالقرنین نے دیوار بنائی تو ایک قبیلہ ادھر ہی رہ گیا۔ ۲۱' قبائل ادھر چلے گئے اسی ایک قبیلہ کو ترک کہا جاتا ہے کیونکہ دیوار سے ورے اسکو ترک کر دیا گیا تھا۔ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے سام' حام اور یافث۔ سارے عرب' فارس اور اہل روم سام کی نسل سے ہیں' حبش' زنج اور نوبہ کے لوگ حام کی نسل سے ہیں اور ترک' خزر صعالیہ اور یاجوج ماجوج یافث کی نسل سے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سارے آدمی تو ایک حصہ ہیں اور یاجوج ماجوج دس حصے [یاجوج ماجوج کی تعداد باقی انسانوں سے دس گناہ زائد ہے] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاجوج ایک الگ قوم ہے اور ماجوج دوسری قوم ہے ہر ایک کی تعداد چار سو ہزار یعنی چار لاکھ ہے وہ سب آدم کی اولاد ہیں ان میں سے کوئی بھی اسوقت تک نہیں مرتا جب تک اپنی پشت سے پیدا شدہ ایک ہزار آدمی ایسے نہ دیکھ لے جو ہتھیار اٹھانے کے قابل یعنی جوان ہوں۔ یہ لوگ غیر آباد دنیا کی طرف پھیلتے چلے جائیں گے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ یاجوج ماجوج تین طرح ہیں (۱) درخت ارز کے برابر' ان میں سے ہر شخص کا قد ۱۲۰' ہاتھ لمبا ہے (۲) طول اور عرض برابر' ۱۳۰' ہاتھ لمبا اور اتنا ہی چوڑا' انکے سامنے کوئی پہاڑ بھی نہیں ٹھہر سکتا (۳) ایک کان بچھاتے اور ایک کان اوڑھتے ہیں۔ جب یہ نکلیں گے تو جو گھوڑا' خنزیر اور وحشی جانور انکے سامنے آئے گا اسکو بغیر کھائے نہیں چھوڑیں گے ان میں سے جو کوئی مر جاتا ہے اسکو کھا لیتے ہیں۔ ان کا اگلا دستہ شام میں اور پچھلا حصہ خراسان میں ہوگا مشرق کے تمام دریاؤں اور بحیرۂ طبریہ کا پانی پی جائیں گے۔ (مظہری) ۳؎ یعنی ذوالقرنین نے کہا کہ جس مال میں میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے وہ بہت کچھ ہے [اس لئے مال کی تو مجھے ضرورت نہیں] البتہ ہاتھ پاؤں سے تم لوگ میری مدد کرو' میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دونگا تم لوگ لوہے کی چادریں لا کر مجھے دو۔ قُوَّةٌ: مزدور' کارکن یا آلات مراد ہیں۔ رَدْمًا: بہت مضبوط دیوار۔ (مظہری) ۴؎ زُبَرَ الْحَدِيْدِ: لوہے کے بڑے بڑے تختے۔ مطلب یہ ہے کہ مالی مدد کی اور معاوضہ کی مجھے ضرورت نہیں' تم لوگ جسمانی اور آلاتی مدد کرو' لوگ لوہے کی چادریں یا ٹکڑے لے آئے' لکڑی اور کوئلے بھی ساتھ لائے۔ ذوالقرنین نے لوہے' لکڑی اور کوئلوں کو تہ بتہ چنا اوپر لوہا پھر لکڑی پھر کوئلے پھر لوہا پھر لکڑی۔ امام بغوی نے لکھا ہے کہ اس دیوار کی چوڑائی ۵۰' ہاتھ' اونچائی سو ہاتھ اور لمبائی ایک فرسخ تھی۔ یہ تمام کام کاریگروں اور معماروں کا تھا لیکن ذوالقرنین کی تدبیر اور حکم سے ہوا اس لئے آیت میں تیار کرنے کی نسبت اسکی طرف کی گئی۔ قِطْرًا: پگھلا ہوا تانبہ۔ (مظہری)

اَنۡ يَّظۡهَرُوۡهُ وَمَا اسۡتَطَاعُوۡا لَهٗ نَقۡبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا

آنکہ بالا روند و نتواستند آنرا سوراخ کردن گفت این است

کہ اسکے اوپر چڑھ جائیں اور نہ اس میں سوراخ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں ۱ کہا یہ ہے

رَحۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّىۡ‌ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ رَبِّىۡ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ‌ ۚ وَ

بخشایش از پروردگار من پس چوں آمد وعدۂ پروردگار من گردانید او را زمین ہموار و

میرے رب کی رحمت پس جب میرے رب کا وعدہ آیگا تو اسے ہموار زمین کر دیگا اور

كَانَ وَعۡدُ رَبِّىۡ حَقًّا ؕ ﴿۹۸﴾ وَتَرَكۡنَا بَعۡضَهُمۡ يَوۡمَئِذٍ

ہست وعدہ پروردگار من راست و مگذاریم بعضے از ایشاں آنروز

میرے رب کا وعدہ حق ہے ۲ اور ہم چھوڑینگے ان میں سے ایک دوسرے کو اس دن

يَّمُوۡجُ فِىۡ بَعۡضٍ‌ وَّنُفِخَ فِى الصُّوۡرِ فَجَمَعۡنٰهُمۡ جَمۡعًا ۙ ﴿۹۹﴾

اضطرار کند در بعضے و دمیدہ شود در صور پس گرد کردیم ایشانرا ہمہ

ہانکتا آیگا اور پھونکا جائیگا صور میں پس ہم ان سب کو جمع کرینگے ۳

وَّعَرَضۡنَا جَهَنَّمَ يَوۡمَئِذٍ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ عَرۡضَا ۙ ﴿۱۰۰﴾ الَّذِيۡنَ

و ظاہر کنیم دوزخ را آنروز برائے کافران ظاہر کردن آنانکہ

اور ہم ظاہر کرینگے دوزخ کو اس روز کافروں کے واسطے خوب ظاہر کرنا ۴ وہ لوگ کہ

كَانَتۡ اَعۡيُنُهُمۡ فِىۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِكۡرِىۡ وَكَانُوۡا لَا

ہستند چشمہائے ایشاں در پوشش از یاد کردن من و بودند

جنکی آنکھیں پردہ میں تھیں میری یاد کرنے سے اور نہ

يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ سَمۡعًا ﴿۱۰۱﴾ ع اَفَحَسِبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنۡ

نمی توانستند سخن شنودن آیا پندارند آنانکہ نگرویدند آنکہ

طاقت رکھتے تھے بات سننے کی ۵ کیا سمجھتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا یہ کہ

۱ اسکے بعد یاجوج ماجوج [دیوار اونچی اور چکنی ہونے کی وجہ سے] اس پر چڑھ نہ سکے اور نہ [سخت مضبوط آہنی ہونے کی وجہ سے] اس میں سوراخ کر سکے۔ (مظہری)

۲ بغوی نے حضرت ابو ہریرہ ﷛ کا مرفوع بیان نقل کیا ہے کہ یاجوج ماجوج روز دیوار کاٹتے ہیں اور اتنا سوراخ کر دیتے ہیں کہ سورج کی کرنیں [دوسری جانب سے] چمکنے کے قریب ہو جاتی ہیں تو ان کا سردار کہتا ہے کہ اب لوٹ چلو، باقی کام کل کر لینگے، لوگ چلے جاتے ہیں۔ رات میں اللہ تعالیٰ دیوار کو حسبِ سابق کر دیتا ہے، دوسرے روز آ کر پھر کھدائی شروع کرتے ہیں اور اتنا کھود لیتے ہیں کہ دوسری طرف کی روشنی نظر کے قریب ہو جاتی ہے تو سردار روک دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اب واپس چلو کل اسکی تکمیل کر لینگے سب واپس چلے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ رات میں پھر دیوار کو پہلے کی طرح کر دیتا ہے، روزانہ ایسا ہی کرتے ہیں جب مقررہ وقت آ جائیگا اور حسب معمول دیوار کھود کر اتنا کر دینگے کہ ایک ورق رہ جائیگا۔ قریب ہوگا کہ پار کی روشنی نظر آئے اور سردار کہے گا اب واپس چلو کل انشاء اللہ ہم اسکو کھودیں گے، انشاء اللہ کہنے کا یہ اثر ہوگا کہ واقعی دوسرے دن آ کر دیکھیں گے کہ دیوار کو جس طرح چھوڑ کر گئے تھے ویسی ہی ہے پس بقیہ دیوار کو بھی کھود دینگے اور پار نکل آئیں گے اور جہاں جہاں پانی ہوگا ان مقامات میں تلاش کر کے پہنچیں گے لوگ انکے خوف سے قلعہ بند کر کے بیٹھ رہیں گے وہ آسمان کی طرف تیر چلائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو ایسا سرخ کر کے لوٹا دیگا جیسے وہ خون آلود ہوں وہ خوش ہو کر کہیں گے کہ ہم زمین والوں پر غالب آ گئے اور آسمان والوں پر بھی، اسکے بعد اللہ تعالیٰ انکی گدیوں میں گلٹیاں بر آمد کر دیگا سب مر جائیں گے۔ (مظہری)

۳ یعنی قیامت کے روز ہم جن وانس کو چھوڑ دینگے پس ان میں سے بعض بعض کی جانب حیرت کرینگے، دوسرا قول یہ ہے کہ ذوالقرنین نے دیوار کے پیچھے یاجوج ماجوج کو حیرت اور تردد میں چھوڑ دیا، تیسرا قول یہ ہے کہ دیوار کھل جانے والے روز ہم نے یاجوج ماجوج کو چھوڑ دیا وہ لوگ دنیا میں اپنی کثرت کی بناء پر موج مار رہے ہونگے پس یہ تین اقوال ہوئے ان میں سے اوسط قول اظہر ہے، آخری قول ابعد ہے اور اول قول احسن ہے۔ (القرطبی) وَنُفِخَ فِى الصُّوۡرِ: اس سے مراد صور ثانی ہے جس سے حشر قائم ہوگا۔ اس میں اشارہ ہے کہ مخلوق سبب کی جانب محتاج ہوتی ہے اور مخلوق میں یہ طاقت بھی نہیں پائی جاتی ہے کہ وہ ایک ہی سبب کو شے کی ضد کیلئے بھی سبب بنا سکے لیکن اللہ تعالیٰ وہ مسبب اور قادر ہے جو شے واحد کو دو ضدوں کیلئے سبب بنا سکتا ہے جیسے نفخ صور کو ممات کا سبب بنایا تو ویسے ہی نفخ صور کو حیات کیلئے بھی سبب بنائیگا۔ (روح البیان) ۴ حدیث شریف میں ہے کہ اس روز جہنم کو لایا جائیگا اور اس میں ستر ہزار لگام ہونگے اور ہر لگام کیساتھ ستر ہزار فرشتے ہونگے اور اسے کھینچ رہے ہونگے یعنی اسے لیکر آ رہے ہونگے پھر اسے لا کر ایسی جگہ رکھ دینگے کہ جنت میں جانے کا سوائے پل صراط کے اور کوئی راستہ نہ ہوگا۔ (روح البیان) ۵ غِطَآءٌ: کسی چیز کو چھپانے والا پردہ۔ ذکر سے مراد ہے ان دلائل و براہین کو دیکھنا جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا ثبوت ہو رہا ہو [ان کی آنکھوں پر غفلت، ضد اور جہالت کے پردے پڑے ہوئے تھے ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی توحید و عظمت دکھائی نہیں دے رہی تھی] وَكَانُوۡا لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ سَمۡعًا: یعنی میری توحید، الوہیت، ربوبیت کو یاد دلانے والے دلائل، میرے کلام اور ہدایت آفرین بات کو سن بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے شقاوت لکھ دی تھی اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کی دشمنی اور عناد و ضد کو ان کے دلوں میں ڈال دیا تھا۔ کافروں کا مبدا التعین اللہ تعالیٰ کا اسم مُضل تھا۔ (مظہری)

يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِن دُونِي أَوْلِيَآءَ ۚ إِنَّآ أَعْتَدْنَا

فرا گیرند بندگان من بجز من دوستان ہر آئنہ ما آمادہ کردیم

میرے بندوں کو مجھے چھوڑ کر سر پرست بنائیں ہم نے تیار کیا ہے دوزخ کو کافروں کے واسطے

جَهَنَّمَ لِلْكَٰفِرِينَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ

دوزخ برائے کافران پیشکش بگو آیا خبر دہیم شما را بزیانکار ترین

مہمان نوازی کیلئے ۱ آپ فرما دیجئے کیا ہم خبر دیں تمہیں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والوں کے بارے میں

أَعْمَٰلًا ﴿١٠٣﴾ ٱلَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا

از روے کردار آنانکہ گمراہ شد سعی ایشاں در زندگانی دنیا

عمل کے اعتبار سے ۲ وہ لوگ کہ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں گم ہو گئی

وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ أُولَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ

و ایشاں می پندارند آنکہ ایشاں نیکوئی کنند کار را آنگروہ آنانند

اور وہ سب خیال کرتے ہیں کہ وہ اچھا کرتے ہیں ۳ یہ وہی گروہ ہے جنہوں نے

كَفَرُوا بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهِۦ فَحَبِطَتْ أَعْمَٰلُهُمْ فَلَا

نگرویدند بآیات پروردگار خود و بدیدار او پس تباہ شد کردارہاے ایشاں پس

انکار کیا اپنے رب کی آیتوں کا اور اسکی ملاقات کا پس برباد ہو گئے ان کے کردار پس

نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذَٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ

اقامت نخواہیم نمود براے ایشاں روز قیامت ہیچ تر از و ایں پاداش ایشاں سے دوزخ

ہم قائم نہ کرینگے ان کیلئے قیامت کے روز کوئی ترازو ۴ یہ انکا بدلہ ہے دوزخ

بِمَا كَفَرُوا وَٱتَّخَذُوٓا ءَايَٰتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴿١٠٦﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ

بسبب آنچہ نگرویدید و فرا گرفتند آیاتِ مرا و پیغمبران مرا بہزویہ ہر آئنہ آنانکہ

اس سبب جو انھوں نے کفر کیا اور میری آیات اور میرے رسولوں کا مذاق بنایا ۵ بیشک وہ لوگ جو

۱ اس آیتِ کریمہ میں اشارہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکی دوستی کا دعویدار ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا دوست نہیں بنائیگا اس لئے حق اور خلق کی وہایت جمع نہیں ہوسکتی۔ (روح البیان)

۲ ارشاد میں ہے کہ اس آیت میں کافروں کے احوال بیان کئے گئے ہیں کہ انکی طرف سے جتنے بھی اعمال حسنہ صادر ہوں مثلاً صلۂ رحمی، فقراء کو کھانا کھلانا، غلام آزاد کرنا وغیرہ، یہ سب رائیگاں جائیں گے۔ (روح البیان) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ فرماتے ہیں کہ آیت میں سب سے زیادہ خسارہ پانے والوں سے مراد عیسائی اور یہودی ہیں جو اپنے گروہ کو حق سمجھتے ہیں حالانکہ انکی شریعت منسوخ ہوچکی ہے، بعض کے نزدیک وہ راہب مراد ہے جو اپنے خیال میں آخرت کا طالب اور لذائذ دنیا سے روگرداں ہے حالانکہ وہ شریعت اسلامیہ کا منکر ہے انکی ساری کوششیں سراب اور ناکارہ ثابت ہونگی۔ حضرت علی ﷺ فرماتے ہیں کہ حروراء والے یعنی خارجی مراد ہیں خارجیوں کا فرقہ ہی سب سے پہلا گروہ تھا جس نے صحابہ کرام اور انکے رفقاء کے خلاف بغاوت کو حق سمجھا۔ حضرت علی ﷺ کے کلام کا مقصد یہ ہے کہ آیت میں بدعتی اور نفسانی میلان کے پرستار مراد ہیں۔ میں کہتا ہوں آیت کا کھلا ہوا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں وہ کفار مراد ہیں جو قیامت قائم ہونے اور دوسری جسمانی زندگی پانے کے منکر تھے اور دنیوی فائدہ ہی انکا مقصودِ زندگی تھا اس زندگی کے منافع جن طریقوں سے وابستہ ان کو نظر آتے تھے انہی راستوں پر چلتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ اس دنیا کے سوا کوئی اور زندگی نہیں اگر کوئی شخص آخرت کی تمنا میں ایسے کام کرتا ہے جن سے دنیوی منافع میں نقصان ہوتا ہے تو ایسا آدمی بیوقوف ہے۔ (مظہری) ۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آیت میں جن لوگوں کی سعی کو ناکارہ بتایا گیا ہے وہ کفار مکہ ہیں۔ (القرطبی) ۴ یعنی مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کے منکر ہوئے آیت میں در پردہ ان لوگوں پر بھی تشنیع ہے جو قیامت اور حشر ونشر کے تو قائل ہیں لیکن اعمالِ دنیوی کو اعمالِ اُخروی پر ترجیح دیتے ہیں، ساری زندگی دنیا کو سنبھالنے اور سنوارنے میں لگائے رکھتے ہیں آخرت کا ان کو تصور بھی نہیں ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہوشیار وہ آدمی ہے جس نے اپنے نفس کو اپنے حکم کے تابع رکھا اور مرنے کے بعد والی زندگی کیلئے کام کئے اور بے عقل آدمی وہ ہے جو نفس کا پیرو رہا اور اللہ پر اس نے [جھوٹی] آرزو بندی کی اللہ کی قہاریت اور عذاب دینے کی طرف سے غافل رہا اور جو دل چاہا وہ کیا اور یہ خیال کرلیا کہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے کریم ہے وہ یقیناً معاف فرمادیگا۔ اگر آیت میں یہود و نصاریٰ مراد ہوں تو آیاتِ رب اور ملاقاتِ رب کے انکار کا یہ مطلب ہوگا کہ قیامت کی جو واقعی تشریح ہے اس کے منکر ہیں۔ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ: یعنی وہ کام جو دنیا کمانے کیلئے انھوں نے کئے تھے، یا وہ اعمال جو اخروی ثواب کی خاطر انھوں نے کئے تھے لیکن ثواب سے محروم رہیں گے کیونکہ نیک اعمال قبول ہونے کی بنیادی شرط ایمان ہے اور وہ کافر تھے۔ وزن قائم نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی کوئی قدر نہ ہوگی اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا کوئی اعتبار نہ کریگا۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بعض بڑے موٹے ایسے آدمی آئیں گے کہ مچھر کے پر کے برابر بھی اللہ کے نزدیک ان کا وزن نہ ہوگا [اسکی تصدیق کیلئے] پڑھا فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔ حضرت ابو سعید خدری ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز اپنے اعمال لیکر آئیں گے جو ان کی نظر میں اتنے بڑے ہونگے جیسے تہامہ کے پہاڑ، لیکن تولنے کے بعد ان کا کوئی وزن نہ ہوگا۔ (مظہری) ۵ یعنی ان کے اعمال کو بے اعتبار قرار دینا یہ ان کے کفر اور استہزاء کے سبب ہے۔ (القرطبی)

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ

گرویدند و کروند نیکیہا ہست برائے ایشاں بہشت فردوس

ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کیلئے جنت الفردوس

نُزُلًا ﴿١٠٧﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿١٠٨﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ

پیشکش ہمیشہ باشند دراں نجویند ازاں بدلے بگو اگر باشد

مہمانی کو ہے[۱] ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ چاہیں گے اس سے (جگہ) بدلنا[۲] آپ فرما دیجئے اگر

الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ

دریا سیاہی را برائے سخنان پروردگار من ہر آئنہ فانی شود دریا پیش آنکہ

دریا سیاہی ہو میرے رب کی باتوں کیلئے تو ضرور ختم ہو جائے گا دریا قبل اس کے کہ ختم ہو میرے رب کے علوم اگرچہ

رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ

نماند علوم پروردگار من و اگرچہ بیاریم مانند آں مدداں بگو جز ایں نیست

ہم لائیں اس کی مثل مدد کیلئے[۳] آپ فرما دیجئے کہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ میں ایک آدمی ہوں تمہارے مثل وحی کی

مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ

من آدمیم مانند شما وحی کردہ شود بسوے من جز ایں نیست خداے شما خدای یگانہ است پس ہر کہ

جاتی ہے میری طرف اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ تمہارا خدا ایک ہے پس جو کوئی امید رکھتا ہوا اپنے رب سے ملاقات کی

رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿١١٠﴾ ع ۱۲ ۹ ۲

باشد امید میدارد بدیدن پروردگار خود پس بکند کار ہائے نیکو و انباز نیارد بندگان پروردگار خود یکی را

پس چاہئے کہ اچھے کام کرے اور شریک نہ ٹھہرائے بندوں میں سے کسی ایک کو اپنے رب کیساتھ[۴]

سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورہ مریم مکی ہے اور اس میں ۹۸ آیات اور چھ رکوع ہیں[۵]

تفسیر اظہار العرفان

[۱] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اللہ سے مانگا کرو تو فردوس ملنے کی دعا کیا کرو کیونکہ وہ جنت کے وسط میں ہے اور دوسری جنتوں سے اعلیٰ ہے اسکے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے سو درجات ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان' فردوس جنت کا سب سے اونچا درجہ ہے اسی سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں اس سے اوپر عرش ہے جب اللہ سے تم دعا کیا کرو تو فردوس کی دعا کیا کرو۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ جنتوں میں فردوس سے اونچی کوئی جنت نہیں ہے بھلائی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اسی میں داخل ہونگے۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ فردوس جنت کا [سب سے بلند] ٹیلہ سب سے اعلیٰ' سب سے افضل اور سب سے زیادہ پُر نعمت ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فردوس کی چار جنتیں ہیں دو سونے کی جن کی آرائش کی چیزیں اور مکان اور ہر چیز سونے کی ہے اور دو جنتیں چاندی کی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جنت کا نام فردوس ہے لیکن صحیح اول قول ہے [کہ فردوس ایک خاص جنت کا نام ہے] اور اس حدیث میں راوی سے کچھ سہو ہو گیا ہے [اس لئے نا قابل اعتبار ہے] یا فردوس سے اسکا لغوی معنی مراد ہے۔ حضرت کعب کہتے ہیں کہ فردوس لغت میں انگوروں کے باغ کو کہتے ہیں' حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حبشی زبان میں فردوس گھنے باغ کو کہتے ہیں' زجاج کہتے ہیں کہ یہ لفظ رومی ہے منقول ہو کر عربی میں استعمال کیا جانے لگا ہے' ضحاک کہتے ہیں کہ فردوس اس گھنے باغ کو کہتے ہیں جس کے درخت باہم گھتے ہوئے ہوں' بعض علماء نے کہا کہ ہر پسندیدہ خوبصورت باغ کو فردوس کہا جاتا ہے۔ (مظہری) یعنی وہ جنت ان سے لے کر دوسرے کو نہیں دی جائیگی بلکہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (القرطبی)

[۲] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قریش نے یہود سے کہا کہ ہمیں کوئی سوال بتاؤ جو ہم اس شخص سے پوچھیں۔ انھوں نے کہا کہ ان سے روح کے متعلق پوچھو۔ سوانھوں نے یہ سوال پوچھا تو آیت يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ الخ نازل ہوئی۔ اس پر یہود کہنے لگے کہ ہم کو تو علم کثیر دیا گیا ہے کیونکہ ہم کو توریت دی گئی ہے اور جسے توریت دی گئی اسے خیر کثیر عطا کی گئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) [۳] طاؤس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں اس امید پر رہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا جلوہ نصیب ہوگا لیکن مجھے کچھ بھی حاصل نہ ہوا حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت مجاہد کی روایت میں ہے کہ ایک مسلمان جہاد کرتا تھا اور امید رکھتا تھا کہ اسے [جنت میں] اسکا مکان نظر آئیگا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، جندب بن زبیر کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے یا روزہ رکھے یا صدقہ کرے اور اس نیکی پر اسکا ذکر خیر کیا جائے تو اسے تسکین ہوتی ہے اور لوگوں کے اس ذکر خیر کی وجہ سے وہ زیادہ نیکیاں کرتا ہے اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی (لباب النقول فی اسباب النزول) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جمعہ کے روز سورہ کہف کی تلاوت کی اس کیلئے اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک ایک نور چمکتا رہیگا۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا اس پر ایک نورانی بادل چھایا ہوا تھا جو چکر لگا رہا تھا اور اس شخص کے قریب آ رہا تھا ایک گھوڑا قریب ہی رسیوں سے بندھا ہوا تھا وہ یہ منظر دیکھ کر بدکنے لگا' جب وہ شخص پڑھنے سے رکتا تھا گھوڑا بھی بدکنا بند کر دیتا تھا پھر وہ پڑھتا تو گھوڑا بھی بدکتا۔ صبح کو خدمت گرامی میں حاضر ہو کر اس شخص نے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا وہ سکینہ تھا جو قرآن کی وجہ سے نازل ہوا تھا۔ (مظہری) [۵] اس میں ۳۸۰۰ حروف اور ۹۳۲ کلمات ہیں۔ (غرائب القرآن)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بنام خدای بخشندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

كٓهٰيٰعٓصٓ ۟ۚ ① ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۚۖ ② اِذْ نَادٰى

ایں سورت بیان کردہ رحمت پروردگار تو بندہ خود زکریا را چوں آواز داد

یہ سورت، تیرے رب کی رحمت کا بیان کرنا (ہے) جو اپنے بندے زکریا پر کی ا جب انھوں نے آواز دی

رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ③ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ

پروردگار خود را خواندنی پنہاں گفت اے پروردگار من ہر آئنہ من سُست شد استخوان

اپنے رب کو آہستہ پکار کے ساتھ ٢ عرض کی اے میرے رب! بیشک کمزور ہو گئی ہے

مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ

از من و سفید شد موے سر من سفید شدنی و نبود بخواندن تو

میری ہڈی اور میرے سر کے بال خوب سفید ہو گئے اور میں تجھے پکارنے سے

رَبِّ شَقِيًّا ④ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَ

اے پروردگار من بد بخت و ہر آئنہ من میترسم از بنی اعمام خود و

اے میرے رب بد قسمت نہ رہا ٣ اور بیشک میں ڈرتا ہوں اپنے چچا کی اولاد (جو میرے بعد ہوگی) سے اور

كَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ ⑤

ہست زن من نازا پس بخش مرا از نزدیک خود دوستی

میری عورت بانجھ ہے پس تو عطا فرما مجھے اپنی طرف سے ایک دوست ٤

يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖۗ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ⑥

میراث برد از من و میراث برد از آل یعقوب و گردان او را اے پروردگار من پسندیدہ

میراث لے جائے مجھ سے اور میراث لے جائے آل یعقوب سے اور اے میرے رب اسے پسندیدہ بنا ٥

١ اس سورت کی اغراض میں سے کچھ یہ ہیں۔توحید ثابت کرنا' اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف جو صفات ہوں ان سے اللہ تعالیٰ کو پاک ماننا' حیات بعد الموت اور جزا و سزا کو ثابت کرنا' ہدایت یافتہ لوگوں کی راہ کا بیان اور گمراہ لوگوں کی راہ کا بیان۔اسی طرح اس سورت میں بعض انبیاءِ کرام علیہم السلام کے قصص کا بیان ہے اللہ تعالیٰ نے ان قصوں کو حضرت زکریا علیہ السلام اور آپکے صاحبزادے حضرت یحیٰی علیہ السلام سے شروع فرمایا۔اس سورت میں حضرت مریم سلام اللہ علیہا کا ایک عجیب وغریب قصہ بیان فرمایا' اسکے علاوہ حضرت ابراہیم' حضرت اسحاق' حضرت یعقوب' حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت اسماعیل' حضرت ادریس اور حضرت نوح علیہم السلام کا ذکر خیر بھی ہے۔اسی طرح اس سورت میں قیامت کے بعض مشاہدے' قیامت کی ہولناکیاں اور کافرین کو جہنم میں ڈالے جانے سے متعلق بیان بھی ہے۔اس سورت کا اختتام اللہ تعالیٰ کے ولد' نظیر' شریک اور مثل سے پاکی کے بیان پر ہے۔(صفوۃ التفاسیر) اگر کھیعص سے مراد قرآن یا سورت ہوگی تو ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ خبر ہوگی اور کھیعص مبتدا [حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمہ نے کھیعص سے مراد سورت لی ہے اس لئے ترجمہ میں فرمایا: ایں سورت] (مظہری)

٢ اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ کی سنت کی رعایت فرمائی اس لئے کہ جہر اور اخفا دونوں اللہ تعالیٰ کے یہاں پہنچتے ہیں لیکن دعا میں اخفیٰ اولیٰ ہے اس لئے کہ یہ ریاء سے دور ہے اور اخلاص میں داخل ہے' اسکی دوسری وجہ یہ ہے کہ بڑھاپے کے زمانے میں آپ طلب ولد کی دعا کر رہے تھے کہیں اس دعا کو سن کر کوئی ملامت نہ کرنے لگ جائے اس لئے آپ نے دعا میں اخفا فرمایا' تیسری وجہ یہ ہے کہ بوقتِ دعا آپکے پیچھے جو موالی تھے آپ ان سے اپنی دعا کو چھپانا چاہتے تھے' اسکی چوتھی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ آپ بڑھاپے کی نقاہت کی وجہ سے آہستہ دعا فرما رہے تھے۔(تفسیر کبیر) ٣ وَهَنَ الْعَظْمُ: ہڈی کمزور ہوگئی یعنی میں ضعیف ہوگیا' ہڈیاں سارے بدن کے ستون ہیں ڈھانچہ ہیں۔ہڈیاں کمزور ہوگئیں تو سارے اعضاء کمزور ہوگئے ہڈیاں باقی اعضائے بدن سے سخت ہیں جب ہڈیاں کمزور ہوگئیں تو دوسرے اعضاء کا زیادہ کمزور ہو جانا ضروری ہے۔وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا: یعنی سارا سر سفید ہوگیا' سفیدی بالوں میں ایسی پھیل گئی کہ گویا آگ بھڑک اٹھی۔حضرت زکریا علیہ السلام کی اس وقت عمر کیا تھی اس سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ اسوقت ساٹھ سال عمر تھی' حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ ستر برس عمر تھی۔وَلَمْ اَكُنْ الخ: یعنی گذشتہ زندگی میں جب اور جو دعا میں نے تجھ سے کی تو نے قبول فرمائی میری دعا کو قبول کرنا تیرا معمول رہا ہے اس لئے اب بھی مجھے تجھ سے دعا قبول ہونے کی امید ہے کیونکہ قبولِ دعا کا تو نے مجھے عادی بنا دیا ہے اور کریم امیدوار کو نامراد نہیں چھوڑتا۔(مظہری) ٤ موالی مولیٰ کی جمع ہے یعنی چچا کے بیٹے' یا وہ لوگ جو میرے بعد میری امت کی درستگی کے متولی ہونگے اور میرے جانشین بنیں گے، مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میری جانشینی اچھی طرح نہ کرینگے اور امت کیلئے دین کو بگاڑ دینگے اور میری بیوی بانجھ ہے نا قابلِ تولید ہے اور ضرورت ہے صحیح جانشین کی جو میری امت کو درست رکھے تو محض اپنے فضل اور اپنی قدرت سے مجھے بیٹا عنایت فرما۔(مظہری) ٥ یعنی من حیث العلم' دین اور نبوت میں میرا وارث ہو اس لئے کہ انبیاء مال کا وارث کسی کو نہیں بناتے ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم گروہِ انبیاء وارث نہیں بناتے یعنی مال کا جو ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا: حدیث شریف میں ہے کہ جس کیلئے دعا کا دروازہ کھولا جاتا ہے پس تحقیق اس کیلئے رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔بعض عارفین کہتے ہیں کہ دعا بہترین اسلحہ' وفا بہترین سواری اور بکاء بہترین سفارشی ہے۔(روح البیان)

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ

اے زکریا ہر آئنہ ما بشارت دہیم ترا بہ پسرے نام او یحیٰی است نگردانیدیم او را از

اے زکریا! بیشک ہم بشارت دیتے ہیں تمہیں ایک لڑکے کی اسکا نام یحیٰی ہے نہیں کیا ہم نے اسے

قَبْلُ سَمِيًّا ۝٧ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ

پیش ازیں ہم نامی گفت اے پروردگار من چگونہ باشد مرا فرزندے و ہست

اس سے پہلے کوئی ہم نام ۱ عرض کی اے میرے رب! کیسے ہو گا میرے لئے لڑکا اور

امْرَاَتِىْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝٨ قَالَ

زن من نازائیدہ و ہر آئنہ من رسیدم از بزرگ سالی بہ تباہی گفت

میری عورت بانجھ ہے اور بیشک میں پہنچا ہوں بڑھاپے کی آخری حد کو ۲ فرمایا

كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ

اینچنیں گفت پروردگار تو آں بر من آسانست و ہر آئنہ بیافریدم ترا

ایسا ہی ہے، تیرے رب نے فرمایا وہ مجھ پر آسان ہے اور بیشک میں نے پیدا کیا تمہیں

مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ۝٩ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّىْٓ اٰيَةً ؕ

پیش ازیں و نبودی تو چیزی گفت اے پروردگار من گرود برائے من نشانہ

اس سے پہلے اور تم کچھ نہ تھے ۳ عرض کی اے میرے رب! کر دے میرے لئے کوئی نشانی

قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝١٠

گفت نشانہ تو آنست کہ سخن نتوانی کرد با مردمان سہ شبانہ روز پے در پے

فرمایا تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم بات نہ کر سکو گے لوگوں سے تین رات دن پے در پے ۴

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ

پس بیروں آمد بر قوم خود را محراب پس وحی کردید بدیشاں آنکہ

پس باہر آئے اپنی قوم پر محراب سے تو اشارہ کیا انکی طرف یہ کہ

۱ یہ بشارت تین چیزوں پر مشتمل ہے (۱) حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا قبول ہونا اور یہ آپکا معجزہ ہے (۲) انھیں لڑکا عطا فرمانا اور یہ قوت ہے (۳) اس لڑکے کیلئے ایک منفرد نام عطا کرنا۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ آپ کا نام یحیٰی اس لئے رکھا کہ آپ بوڑھے ماں باپ کے درمیان زندہ تھے۔ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ آپ پر احسان ہوا کہ یحیٰی نام کسی اور والدین کی طرف سپرد نہیں کیا۔ حضرت مجاہد وغیرہ فرماتے ہیں کہ سَمِيًّا بمعنی مِثْلًا وَ نَظِيْرًا ہے۔ واضح رہے کہ یہ آیت کریمہ دلالت کر رہی ہے کہ اولاد کیلئے اچھے نام رکھے جائیں تا کہ اسکے اچھے اثرات مرتب ہوں۔ (القرطبی)

۲ سوال: حضرت زکریا علیہ السلام نے ولد کی بشارت پر حیرت کا اظہار کیوں فرمایا حالانکہ انھوں نے خود ہی تو غلام کا سوال کیا تھا؟ جواب: بعض مفسرین کہتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے ولد کا سوال نہیں کیا تھا انکے مذہب کے مطابق سوال زائد ہو گیا کیونکہ جب ولد کا سوال نہیں تھا تو ولد عطا کئے جانے پر تعجب صحیح ہے۔ دوسرے لوگوں کے نزدیک یہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ولد کا سوال کیا تھا وہ اس سوال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ انھیں تعجب اس طرح ہوا کہ کیا اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جوان کر کے پھر ولد کا رزق دیگا یا اسی بڑھاپے کی حالت کو باقی رکھتے ہوئے ولد کا رزق عطا فرمائیگا اس جواب پر دلیل یہ ہے وَزَكَرِيَّا اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ، فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ۔ ترجمہ: "اور زکریا نے پکارا اپنے رب کو کہ اے میرے رب! مت چھوڑ مجھے لا وارث اور تو سب سے بہتر وارث ہے تو ہم نے اسے قبول فرما لیا اور بخش دیا انھیں یحیٰی اور ان کے لائق کر دیا ان کی بیوی کو"۔ (تفسیر کبیر) ۳ اس آیت کریمہ میں هَيِّنٌ کا لفظ اللہ تعالیٰ کے حق میں مجازی طور پر آیا ہے اس لئے کہ یہ لفظ حقیقتاً اسکے حق میں آتا ہے جس کیلئے صعوبت جائز ہو اور اللہ تعالیٰ کیلئے صعوبت جائز نہیں ہے اس لئے یہاں یہ معنی ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ کام اس کیلئے آسان ہوتا ہے۔ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا: ہم کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں عدم صرف اور نفی محض سے پیدا فرمایا تو ذوات، صفات اور آثار کی تخلیق پر بھی پوری طرح قادر ہے۔ یہاں تک ایک بوڑھا اور ایک بوڑھی سے ولادت کی بات ہے جو اللہ تعالیٰ کیلئے انتہائی آسان امر ہے اس لئے کہ اس تخلیق میں صرف تبدیلئ صفات [جوان کرنے] کی ضرورت پیش آئیگی اور اس قادر مطلق کیلئے تبدیلی صفات بھی کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ جمہور کا کہنا ہے کہ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ تقاضا کر رہا ہے کہ یہ فرشتہ کا قول ہے لیکن اس کیساتھ ہی یہ اعتراف بھی ہے کہ يَا زَكَرِيَّا اِنَّا نُبَشِّرُكَ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ (تفسیر کبیر) ۴ بعض مفسرین کرام کا کہنا ہے کہ یہ آیت تحقیق بشارت کیلئے ہے لیکن یہ بعید ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان سے بشارت متحقق ہو گئی اور یہ اظہار آیت سے بھی زیادہ قوی ہے، دوسرے مفسرین کرام کا کہنا ہے کہ بشارت چونکہ مطلق تھی اس کا وقت غیر معلوم تھا اس لئے آپ نے کوئی نشانی طلب کی تا کہ وقت معلوم ہو جائے یہ قول حق ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام تین روز تک خطاب کے طور پر کسی سے کلام نہیں فرمایا لیکن اسکے باوجود آپ اللہ کا ذکر و اذکار بجالاتے تھے اسی طرح توریت کی قرأت بھی فرماتے تھے یہ قول میرے لئے اصح ہے اس لئے مطلقاً زبان کا بند کر دینا کبھی مرض کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی آلات کی سلامتی کے باوجود محض اللہ تعالیٰ کے فعل سے زبان بندی ہوتی ہے اور اسے پہچاننے کیلئے مزید ایک دلیل کی ضرورت پیش آئیگی جس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دلیل مزید ایک دلیل کی جانب محتاج ہے اس لئے مطلقاً عقد لسان مراد نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر)

١ حضرت ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد صلاۃ الفجر اور صلاۃ العصر ہے یا اس سے یہ مراد ہے کہ دن کے دونوں کنارے اپنے آپکو خالی رکھو اور اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو۔ شاید کہ تسبیح کا حکم ان کو اور قوم کو دیا گیا تا کہ شکر بجا لائیں۔ (روح البیان)

٢ مروی ہے کہ تین روز تک آپ اسی حال میں رہے پھر مدت حمل گذرنے کے بعد حضرت یحیٰی علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے یحیٰی! توریت کو مضبوطی سے تھام لو۔ جلالین میں ہے کہ میں نے تمہیں توریت کے احکام عطا کئے اور اسکے حفظ اور اسکے احکام پر عمل کی توفیق عطا کی۔ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں حکم سے مراد نبوت ہے اس لئے کہ آپ تین یا سات سال کے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپکو نبوت سے سرفراز فرمایا۔ نبوت کو حکم اس لئے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں عقل کے مطابق حکم اور وحی بھیجتا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکم اور حکمت۔ فہم توریت اور تفقہ فی الدین یہ سب بمعنی منع کے ہیں، حاکم کو حاکم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ظالم کو ظلم سے روکتا ہے اسی طرح حکمت انسان کو بیوقوفی سے روکتی ہے۔ مروی ہے کہ بچے جب حضرت یحیٰی علیہ السلام کو کھیل کود کی جانب بلاتے تو آپ ان بچوں کو جواب دیتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کام کیلئے پیدا نہیں کیا ہے۔ کاشفی کہتے ہیں کہ اس گفتگو میں ایک عظیم نصیحت ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کو چاہئے کہ عمر عزیز کو غفلت اور بیکار کاموں میں صرف نہ کرے۔ (روح البیان)

٣ جمہور مفسرین کے نزدیک حَنَانًا بمعنی شفقت، رحمت اور محبت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی دو صورتیں بیان فرماتے ہیں (١) اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت سے مہربانی فرمائی (٢) لوگوں کیلئے رحمت عطا کی یہاں تک کہ ان کو شرک اور کفر سے نکالتے ہیں۔ علامہ زمخشری کہتے ہیں کہ والدین کیلئے رحمت ہیں اور ان کے علاوہ کیلئے شفقت و مہربانی ہیں۔ ابن عربی کہتے ہیں کہ حنان اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے، ابن عطیہ کہتے ہیں کہ حنان کلام عرب میں بھی مستعمل ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں امور کو عظیم بنائے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر رحمت تھی اور آپکی جانب سے مخلوق پر مہربانی تھی۔ وَزَكٰوةً: یعنی ہم نے حسن ثناء کے سبب انھیں پاک کیا۔ (القرطبی) ٤ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰی علیہ السلام کو نو صفات سے متصف فرمایا (١) آپ کو کلام سے مخاطب فرمایا (٢) آپ کو بچپن میں حکمت عطا کی (٣) اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے آپ کو رحمت عطا فرمائی (٤) ایک صدقہ جسے انھوں نے اپنے والدین پر تصدق کیا (٥) آپ اللہ سے ڈرنے والے تھے (٦) والدین کیساتھ نیکی کرنے والے تھے۔ (٧) آپ والدین پر سخت نہ تھے (٨) آپ نافرمان نہ تھے (٩) ولادت، وصال اور دوبارہ اٹھائے جانے کے روز آپ پر سلام ہے۔ (تفسیر کبیر) ٥ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ انسان کے یہی تین عجیب احوال ہوتے ہیں (١) ماں کے پیٹ کو چھوڑ کر باہر اس دنیا میں آتا ہے (٢) دنیا سے نکل کر دوسرے عالم میں پہنچتا ہے جہاں اسکو وہ اشخاص ملتے ہیں جو اس دنیا میں اس کو کبھی نظر نہیں آئے (٣) زندہ ہو کر میدان محشر میں پہنچے گا اور ایسا میدان اور اجتماع اس نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ ان تینوں حالات و مقامات میں محفوظ رہنے کی خصوصیت اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰی علیہ السلام کو عطا فرمائی۔ (مظہری) میرے نزدیک اظہر یہ ہے کہ سلام سے مراد وہ ہے جو ہمارے درمیان معروف ہے کیونکہ اس میں امان سے زیادہ شرف اور تنبیہ ہے۔ (القرطبی) ٦ یہاں سے ایک الگ قصہ بیان ہو رہا ہے اور اس میں خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا لوگوں سے کس حاجت کی بناء پر دور ہوئیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حیض سے طہارت کیلئے، دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے اور یہ احسن قول ہے (القرطبی) ٧ یعنی دیوار کی آڑ میں بیٹھ گئیں، یا پہاڑی کے پار چلی گئیں (مظہری)

اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا

هر آئنه من پناه گیرم بخدای از تو اگر هستی تو پرهیزگار گفت جز این نیست

میں پناہ لیتی ہوں خدا کی تجھ سے اگر تو پرہیزگار ہے ١ کہا (جبرائیل) اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ

رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى

من فرستاده ام از پروردگار تو تا بخشم ترا پسری پاکیزه گفت مریم چگونه باشد مرا

میں بھیجا ہوا ہوں تیرے رب کی طرف سے تا کہ میں عطا کروں تجھے ایک پاکیزہ لڑکا ٢ کہا (مریم نے) کیسے ہوگا

یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِیًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ

هنوز پسری و نسوده است مرا هیچ آدمی و هرگز نبودیم زنا کار

میرے لئے لڑکا (حالانکہ ابھی) نہ چھوا ہے مجھے کسی آدمی نے اور میں ہرگز زنا کار نہیں ہوں ٣

كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗۤ

گفت اینچنیں است گفت پروردگار تو بر من آسان است تا گردانیدیم او را

کہا اسی طرح ہے، تیرے رب نے فرمایا: مجھ پر آسان ہے اور تا کہ ہم کر دیں اسے

اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا ﴿۲۱﴾

نشانه برای مردمان و رحمت از ما و هست این کار محکوم

نشانی لوگوں کے واسطے اور ہماری طرف سے رحمت اور اس کام کا فیصلہ کیا ہوا ہے ٤

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِیًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا

پس بار گرفت مریم پس دور گشت بعینی بجای دور پس آورد آنرا

پس بوجھ محسوس کیا مریم نے تو خوب دور چلی گئیں ٥ پس انھیں

الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ

درد زادن بسوی تنه درخت خرما گفت مریم کاشکے مرا مردے پیش

جننے کا درد لے آیا کھجور کے درخت کی جڑ کی طرف، کہا (مریم نے) کاش کہ میں مر جاتی قبل

١ مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت مریم کے سامنے ایک مکمل بشر بن کر نمودار ہوئے۔ حضرت مریم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو ان کو مرد ہی خیال کیا اور دور سے ہی پکارا کہ میں تجھ سے اللہ کی پناہ میں آتی ہوں۔ (مظہری) صاحب کشاف کہتے ہیں کہ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا پاکدامن اور متقی خاتون تھیں کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو خوبصورت نوجوان کی شکل میں دیکھ کر بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کر رہی تھیں (روح البیان)

٢ آیتِ کریمہ میں کلمہ زَكِیًّا سے تین فوائد حاصل ہوئے (١) وہ بچہ گناہوں سے پاک ہوگا (٢) اسکی پرورش پاکیزگی میں ہوگی اس لئے کہ زکی اس شخص کو کہا جاتا ہے جسکے ذمہ کوئی گناہ نہ ہو (٣) نزاہت وطہارت جسکی بناء پر اسے نبی مبعوث کیا جانا درست ہو۔ مروی ہے کہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا نے جب اپنے قریب ایک خوبصورت نوجوان کو دیکھا تو ڈر گئیں پھر جب اس نوجوان نے بتایا کہ میں تمہارے رب کی طرف سے بھیجا گیا ہوں تو آپکا خوف زائل ہوا پھر جب یہ وضاحت ہوگئی کہ یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں تو مزید اطمینان حاصل ہوا (تفسیر کبیر)

٣ یعنی کسی بشر سے میرا نکاح نہیں ہوا اور نہ میں زانیہ ہوں تو مجھے کیسے لڑکا دیگا۔ مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جب یہ گفتگو سُنی تو اسکے بعد انکے گریبان میں پھونک ماری۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انکی قمیض کی دامن کو انگلی سے پکڑا اور اس میں پھونک ماری تو حضرت مریم سلام اللہ علیہا اسی وقت حاملہ ہوگئیں۔ نصاریٰ کا خیال ہے کہ حضرت مریم جب حاملہ ہوئیں تو اسوقت آپکی عمر مبارک ١٣ سال تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر جب اٹھائے گئے تو اسوقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ٣٢ سال اور چند مہینے تھی، انکے اٹھائے جانے کے بعد بھی حضرت مریم چھ سال تک بقید حیات رہیں اسطرح آپکی کل عمر مبارک پچاس سے اوپر بنتی ہیں [٥١ سال چند ایام] (القرطبی) ٤ یعنی لوگوں پر اس بچہ کو اپنی قدرت کی دلیل بنائیں گے اور ہماری طرف سے وہ بچہ رحمت ہے۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی رحمت بتایا اور ہمارے نبی ﷺ کو عالم کیلیے رحمت قرار دیا جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا میں آپکا دین کوئی منسوخ نہیں کرسکتا ہے اور آخرت میں پوری خلق آپکی شفاعت کی محتاج ہوگی (روح البیان) ٥ بعض نے کہا کہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا حاملہ ہوگئیں اور حمل کو لئے گھر والوں سے دور ایک جگہ پر گوشہ گیر ہوگئیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وادیٔ بیت المقدس کے آخری حصہ میں چلی گئیں تا کہ لوگ بدنام نہ کریں، تہمت سے بچنے کیلیے وہ سب سے الگ ہوگئیں۔ مدتِ حمل کتنی ہوئی بقول بغوی، علماء کے اقوال اس سلسلہ میں مختلف ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حمل اور ولادت سب کچھ ایک ہی ساعت میں ہوگیا، بعض نے کہا کہ دوسری عورتوں کی طرح نو مہینے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، کسی نے کہا کہ آٹھ ماہ مدت حمل ہے، کسی نے کہا کہ چھ ماہ مدتِ حمل ہے، حضرت مقاتل بن سلیمان کہتے ہیں کہ ایک ساعت میں وہ حاملہ ہوگئیں، دوسری ساعت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت بنی اور تیسری ساعت میں زوال کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے۔ (مظہری) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیثِ اسراء میں ارشاد فرمایا کہ جبرائیل نے مجھ سے کہا کہ آپ یہاں اتریئے اور دو رکعت نفل ادا کیجئے۔ پس میں نے نفل ادا کیئے تو جبرائیل نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپکو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز ادا کی ہے؟ آپ نے بیت لحم میں نماز ادا کی ہے جہاں عیسیٰ ابن مریم کی ولادت ہوئی تھی۔ مروی ہے کہ جب ولادت کا وقت قریب ہوا تو حضرت مریم سلام اللہ علیہا آدھی رات میں حضرت زکریا علیہ السلام کے گھر سے بیت المقدس کے خارجی جانب نکلیں۔ آپ یہ چاہتی تھیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام اور انکے علاوہ کسی اور کو بھی اسکا علم نہ ہو۔ (روح البیان)

هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا

ازیں و بود می چیزی باز گذاشتہ پس آواز داد از زیر آں

اسکے اور ہو جاتی بھولی بسری چیز ١ پس آواز دی اسے اسکے نیچے سے

تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّيْٓ

اندوہناک مباش ہر آئنہ ساختہ است پروردگار تو زیر قدم تو حوض آب و بجنبان

غمگین نہ ہو بیشک تمہارے رب نے تیرے قدم کے نیچے پانی کا حوض بنایا ہے ٢ اور ہلاؤ

اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾

بسوے خود درخت خرما فرو زیرد بر تو خرمائے تر

اپنی طرف کھجور کے درخت کو تجھ پر تر کھجوریں گرینگیں ٣

فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ

پس بخور و بیاشام و روشن ساز چشم پس اگر بہ بینی از آدمیان

پس کھاؤ اور پیؤ اور روشن بناؤ آنکھوں کو پس اگر تو دیکھے آدمیوں میں سے

اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ

ہیچ یکی را پس بگوئی ہر آئنہ من نذر کردہ ام برائے خدا روزہ را پس

کسی ایک کو تو کہہ دے بیشک میں نے اللہ کیلئے روزہ کی نذر مانی ہے پس

اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ

سخن نگویم امروز ہیچ را پس آورد مریم عیسی را بقوم خود برداشت او را گفتند اے مریم

میں بات نہ کرونگی آج کے دن کسی آدمی سے ٤ پس مریم عیسیٰ کو اپنی قوم کے پاس اٹھا کر لائیں کہا اے مریم

لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ

ہر آئنہ آوردی تو چیزے شگفت اے خواہر ہارون نبود

بیشک تو حیرت کی چیز لے کر آئی ٥ اے ہارون کی بہن

١ حضرت مریم ایسے درخت کے تنہ کے پاس پہنچی جسکے سر پر کوئی پتا نہ تھا۔ حضرت مریم نے اسکو ہلایا تو چوٹی پر شاخیں پتوں کیساتھ نکل آئیں اور کھجوریں بھی۔ علاّمہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہ بات مریم کے دل میں ڈال دی گئی تھی کہ وہ درخت کے پاس جائیں۔ اللہ تعالیٰ کو ایسی نشانیاں دکھانی تھیں جس سے حضرت مریم کا خوف جاتا رہے اور کھانے کو کھجوریں بھی مل جائیں۔ عورتوں کیلئے کھجور بڑی مرغوب غذا ہے۔ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ الخ: حضرت مریم کو لوگوں کی شرم تھی' قوم کے ملامت کرنے کا خوف تھا اس لئے انھوں نے موت کی تمنا کی۔ نسیان یعنی بھول جانا یاد نہ ہونا' خواہ ضعف قوت حافظہ کی وجہ سے ہو یا غفلت کی وجہ سے' یا قصدًا بالارادہ دل سے فراموش کر دیا گیا ہو۔ جس نسیان کی اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی اور قابل مواخذہ قرار دیا ہے۔ وہ وہی نسیان ہے جو قصدًا بالارادہ ہو خود اپنے اوپر فراموشی طاری کر لی گئی ہو' اور جس نسیان کو قابلِ عذر قرار دیا ہے وہ بے ارادہ نسیان ہے۔ سوال: حضرت مریم نے موت کی تمنا کی حالانکہ کسی دکھ یا مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا جائز نہیں ہے۔ جواب: بنی اسرائیل کی شریعت میں موت کی تمنا کی ممانعت بعد کو ہوئی اور یہ واقعہ پہلے کا تھا۔ (مظہری)

٢ حضرت مریم ایک ٹیلہ پر تھیں اور حضرت جبرائیل ٹیلے سے پیچھے نشیبی جانب تھے حضرت مریم کی بے صبری اور بیقراری سنکر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پکار کر کہا کہ غمگین نہ ہو' حضرت مجاہد اور حضرت حسن نے کہا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام شکمِ مادر سے باہر آ گئے تو انھوں نے پکار کر کہا کہ غمگین نہ ہو۔ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا: سری چھوٹی نہر کو کہتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سری کو برآمد کر دیا یعنی زمین سے نکال دیا تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ پانی پی سکیں۔ بعض علماء نے تَحْتَكِ کا ترجمہ کیا ہے تیرے حکم کے ماتحت یعنی اگر تو حکم دیگی تو چشمہ جاری ہو جائیگا اور رُکنے کا حکم دیگی تو رک جائیگا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے زمین پر اپنا پاؤں مارا جس سے شیریں پانی کا چشمہ برآمد ہو گیا اور بہنے لگا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہاں ایک خشک نہر تھی اللہ تعالیٰ نے اسکو جاری کر دیا اور خشک درخت تروتازہ ہو کر سرسبز ہو گیا اور ثمردار بن گیا۔ بعض علماء کے نزدیک سری کا ترجمہ سردار ہے۔ سرو سے مشتق ہے اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ خدا کی قسم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سری تھے یعنی عالی قدر سردار تھے (مظہری) ٣ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ وہ عجوہ کھجور تھی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ رزق کیلئے کوشش کرنا بندوں کے حق میں سنتِ الٰہی ہے' توکل کے نام پر کوشش ترک نہ کرے جیسے جاہل قسم کے صوفیوں کا طریقہ ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رزق اگرچہ لکھ دیا گیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکی سعی کی طرف ابن آدم کو موکل بنایا ہے۔ (القرطبی) ٤ یعنی کھجوریں کھاؤ اور نہر کا پانی اور کھجوروں کا عرق پی کر آنکھوں کو ٹھنڈی کر لو یعنی دل کو خوش کرو۔ صَوْمًا: یعنی خاموشی' مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ ہو یا کچھ اور کسی چیز کے متعلق میں کسی انسان سے کلام نہیں کرونگی' میں نے آج ہر معاملہ میں خاموش رہنے اور آدمیوں سے کلام نہ کرنے کی اللہ کے واسطے نذر مانی ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں جو لوگ زیادہ مجاہدہ کرتے تھے وہ جسطرح روزہ میں کھانا نہیں کھاتے تھے کلام بھی کسی سے نہیں کرتے تھے شام تک خاموش رہتے تھے (مظہری) ٥ مروی ہے کہ ولادت کے فوراً بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھائے قوم کے پاس حضرت مریم آئیں۔ کلبی کا بیان ہے کہ یوسف نجار نے حضرت مریم اور انکے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک غار میں لے جا کر رکھا تھا۔ آپ چالیس روز تک وہاں رہیں۔ جب ایام نفاس ختم ہو گئے تو عیسیٰ علیہ السلام کو لیکر نکلیں۔ راستہ میں عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: امی جان آپ کو بشارت ہو میں اللہ کا بندہ اور مسیح ہوں' قوم نیکوکار تھی مریم کے پاس بچہ دیکھ کر رنجیدہ ہوئی اور رو پڑی۔ (مظہری)

اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ فَاَشَارَتْ

پدر تو مردے بد نبود مادر تو فاجر پس اشارہ کرد

تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں فاجرہ تھی ۱ پس اشارہ کیا

اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾

بسوے او گفتند چگونہ سخن گوئیم ہر کہ باشد در گہوارہ کود کہ

انکی جانب' بولے کیسے ہم بات کریں اس سے جو بچہ جھولا میں ہو ۲

قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَّ

گفت ہر آئنہ من بندہ خدایم دادہ است مرا کتاب و گردانید مرا پیغمبر و

کہا (عیسیٰ نے) بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں' مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا ۳ اور

جَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ

گردانید مرا با برکت ہر کجا کہ باشم و امر کرد مرا بنماز

مجھے با برکت بنایا جہاں کہیں میں رہوں ۴ اور مجھے نماز کا حکم دیا اور

وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَّبَرًّا ۢ بِوَالِدَتِيْ ۫ وَلَمْ

و بدادن زکوۃ مادام کہ باشم زندہ و کرد مرا مہربان بمادر من و

اور زکوۃ دینے کا جب تک میں زندہ رہوں ۴ اور مجھے ماں کا فرمانبردار بنایا اور

يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ

نگردانید مرا سرکش بد بخت و سلام باد بر من روزیکہ بزادم

مجھے سرکش بد بخت نہ بنایا ۵ اور سلام ہو مجھ پر جس روز میں پیدا ہوا

وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ

و روزیکہ بمیرم و روزیکہ بر انگیختہ شوم زندہ ایں ست عیسیٰ پسر

اور جس روز میرا وصال ہوگا اور جس روز میں اٹھایا جاؤنگا زندہ ٦ یہ ہیں عیسیٰ ابن

۱ اس آیت کریمہ میں اخوۃ کے معنی میں اختلاف ہے اسی طرح یہاں کون ہارون مراد ہے اس میں بھی اختلاف ہے (۱) کہا گیا ہے کہ یہاں ہارون سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں مراد یہ ہے کہ وہ جسے ہم عبادت بجالانے میں ہارون کی مثل دیکھتے تھے وہ اس قسم کا کام بھی کر سکتی ہے [اس صورت میں یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ بمعنی یَا مِثْلَ هَارُوْنَ ہوگا] (۲) حضرت مریم چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے ہیں اس لئے اخوۃ کی نسبت آپکی طرف کردی گئی جیسے قبیلہ تمیمی کے کسی فرد کو یَا اَخَا تَمِیْمٍ' اسی طرح عرب کے کسی فرد کو یَا اَخَا الْعَرَبِ کہہ دیتے ہیں۔(۳) کہا گیا ہے کہ ان کا ایک باپ شریک بھائی تھا جسکا نام ہارون تھا اس لئے کہ بنی اسرائیل میں یہ نام حضرت ہارون علیہ السلام کی وجہ سے تبرکاً بہت مستعمل تھا (۴) کہا گیا ہے کہ ہارون اس زمانے کا وہ نیک شخص تھا جسکے جنازہ میں چالیس ہزار ایسے افراد شریک ہوئے جنکا نام ہارون تھا۔صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نجران کا وفد آیا تو اس نے کہا کہ تم اپنی کتاب میں یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ پڑھتے ہو حالانکہ موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام سے اتنے اتنے سال قبل تھے۔پس جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو میں نے اسکے بارے میں سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: بیشک وہ لوگ اپنے سے پہلے انبیاء اور صالحین کے ناموں پر اپنے نام رکھتے تھے۔علامہ زمخشری کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ' حضرت ہارون علیہما السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار یا اس سے زیادہ سالوں کا فاصلہ تھا۔(القرطبی)

۲ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت مریم کے پاس بن باپ کے بچہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں تھی اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا تا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا کلام انکی صداقت کی دلیل بن جائے۔مروی ہے کہ حضرت مریم نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا تو اس بات سے لوگوں کو غصہ آیا اور کہنے لگے ایک تو تو نے جرم کیا پھر ہم سے مذاق بھی کر رہی ہو۔ مَهْدٌ سے مراد ہے ماں کی گود یا گہوارہ۔مراد یہ تھی کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی عاقل کسی شیر خوار گہوارہ میں رہنے والے بچہ سے باتیں کرتا ہو۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب ان کا کلام سنا تو دودھ پینا چھوڑ دیا اور قوم کی طرف رخ کر کے بول اٹھے۔(مظہری) ۳ وہب نے کہا کہ جب حضرت مریم کی قوم سے گفتگو ہو رہی تھی تو حضرت زکریا علیہ السلام آگئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اگر تجھے حکم دیا گیا ہے تو خود اپنی دلیل بیان کر' اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول اٹھے۔اسوقت آپ چالیس روز کے تھے' حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ پیدا ہوتے ہی آپ نے اپنی عبدیت کا اظہار کیا تھا اور سب سے پہلے یہی کلام کیا تھا تا کہ لوگ آپ کو الٰہ نہ سمجھنے لگیں۔ اَلْکِتَابُ: حضرت حسن کے نزدیک توریت مراد ہے۔آپ ماں کے پیٹ ہی میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں توریت القا کردی تھی' اکثر علماء قائل ہیں کہ انجیل مراد ہے' بچپن ہی میں آپ کو انجیل عطا کردی گئی تھی' بعض علماء کے نزدیک ماضی بمعنی مستقبل ہے یعنی اللہ مجھے کتاب عطا فرمائیگا۔ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا: بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تحریر لوحِ محفوظ کی اطلاع دے دی تھی۔(مظہری) ۴ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ میں برکت' خیر اور نفع لوگوں کے واسطے رکھا ہے۔میں جہاں کہیں رہوں یا جہاں کہیں اتروں [اس سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام اور صلحائے عظام اگر قبروں میں بھی ہوں جب بھی ہمیں نفع پہنچاتے ہیں کیونکہ آیت میں اَیْنَ مَا کُنْتُ ہے یعنی میں جہاں بھی رہوں چاہے آسمان میں' چاہے زمین میں اور چاہے قبر میں] وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوةِ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔(صفوۃ التفاسیر) ۵ یعنی میں مخلوق کیساتھ تکبر نہ کروں اور نہ اسے کمتر جانوں (روح البیان) ٦ بغوی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس کلام کے بعد سب لوگ سمجھ گئے کہ حضرت مریم گناہ سے پاک ہیں اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاموش ہو گئے اور اس عمر تک کوئی بات نہیں کی جس عمر تک معمولاً بچے بولنا شروع کرتے ہیں۔(مظہری)

مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝٣٤ مَا كَانَ

مریم میگویم سخن راست آنچہ دراں شک دارند نشاید

مریمؑ میں کہتا ہوں حق بات جس میں شک کرتے ہیں ۱ شان کے لائق نہیں ہے

لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا

مر خدائے را آنکہ فرا گیرد ہیچ فرزندے پاکست او چوں حکم کردہ شد کار را

اللہ کیلئے کہ کسی کو (اپنا) فرزند بنائے پاک ہے وہ جب فیصلہ فرما دیتا ہے کسی کام کا

فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝٣٥ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ

پس جز ایں نیست میگوید او را باش پس میباشد و ہر آئنہ خدای پروردگار من و پروردگار شما

تو اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ فرماتا ہے اس سے ہو جا پس ہو جاتا ہے ۲ اور بیشک اللہ میرا رب اور تمہارا رب ہے

فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝٣٦ فَاخْتَلَفَ

پس پرستید او را ایں ست راہ راست پس اختلاف کردند

پس اسی کی عبادت کرو یہ ہے سیدھا راستہ ۳ پس اختلاف کیا

الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

جماعتہا از میان یکدیگر پس وائی مر آنانکہ کہ نگرویدند از

گروہوں نے ایک دوسرے کے درمیان تو خرابی ہے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے کفر کیا

مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝٣٧ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا

حاضر شدن روز بزرگ چہ شنوا اند کافران و چہ دیدا اند روزیکہ بیایند ما

بڑے دن کے حاضر ہونے سے ۴ کتنا سنیں گے کافرین اور کتنا دیکھیں گے جس روز آئیں گے ہمارے پاس

لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٣٨ وَاَنْذِرْهُمْ

لیکن ستمگاران امروز در گمراہی بیدا و بیم کن ایشانرا

لیکن ظلم کرنے والے آج کے روز کھلی گمراہی میں ہیں ۵ اور ڈراؤ انہیں

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی جو ان صفات سے موصوف ہے وہ عیسیٰ ابن مریم ہیں۔ مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب آسمان پر اٹھا لیا گیا تو ان کے علماء اور اکابرین میں سے چار اشخاص حاضر ہوئے۔ پس اول سے پوچھا گیا تم عیسیٰ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ وہ [معاذ اللہ] الٰہ ہیں' اللہ الٰہ ہے اور انکی والدہ مریم بھی الٰہ ہیں پھر لوگوں میں سے جن لوگوں نے اس پہلے گروہ کے عقیدے کی پیروی کی اسے اسرائیلیہ کا نام دیا گیا۔ پھر چوتھے سے پوچھا گیا کہ تم عیسیٰ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ وہ اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں پس جن لوگوں نے انکے عقیدے کی پیروی کی انھیں مؤمن اور مسلم کا نام دیا گیا۔ اس چوتھے نے کہا کہ اے لوگو! کیا تمہیں معلوم ہے عیسیٰ علیہ السلام کھاتے تھے اور سوتے بھی تھے اور جو الٰہ ہوتا ہے اس کیلئے یہ دونوں امور جائز نہیں ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۲ یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کُن کہتا ہے۔ تو چیز فوراً ہو جاتی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کرنا بھی اسی طرح ہوا پس جو خدا ایسا [قادر مطلق ہے] وہ یقیناً مشابہت خلق سے پاک ہے۔ اس کو حاجت نہیں کہ وہ عورتوں کو حاملہ کر کے اپنی اولاد پیدا کرے۔ (مظہری)

۳ اس میں دو احتمال ہیں (۱) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرما دیجئے کہ دلائل و براہین کے اظہار کے بعد ثابت ہو گیا کہ بیشک اللہ میرا اور تم سب کا رب ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے فرمایا کہ بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس نے مجھے کتاب دی ہے' گویا کہ آپ نے ان سے یہ کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور بیشک وہی میرا رب اور تم سب کا رب ہے اس لئے تم سب اسی کی عبادت کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ دلالت کر رہا ہے کہ لوگوں کے تمام امور کی تدبیر اور اصلاح فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے' جبکہ اہل نجوم کہتے ہیں کہ لوگوں کی سعادت و شقاوت میں تدبیر اور اصلاح کرنے والے کواکب یعنی ستارے ہیں۔ یہ آیت مزید دلالت کر رہی ہے کہ ہم سب کا الٰہ واحد ہے اس لئے لفظ اللہ علم ہے (تفسیر کبیر) ۴ آیت میں مذکور احزاب کے بارے میں چند اقوال ہیں (۱) فرقۂ نصاریٰ اور اسکی اقسام مراد ہیں [نصاریٰ کے تین بڑے فرقے ہو گئے ایک نسطوریہ جو یہ کہتا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام ابن اللہ تھے' دوم یعقوبیہ جو یہ کہتا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام بعینہ خدا تھے خدا زمین پر اتر آیا تھا پھر آسمان پر چڑھ گیا' سوم ملکائیہ جو یہ کہتا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول تھے] (۲) احزاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں ان میں سے ایک نے آپکو اللہ کا بیٹا بتایا اور دوسرے نے آپ کی تکذیب کی (۳) احزاب سے کفار مراد ہیں جس میں یہود و نصاریٰ بھی داخل ہیں اور وہ کفار بھی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے۔ (تفسیر کبیر) ۵ اَسْمِعْ بِهِمْ اور اَبْصِرْ دونوں فعل تعجب ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر تعجب کرنے سے پاک ہے [وہ کسی بات پر تعجب نہیں کرتا اسکے لئے کوئی بات عجیب نہیں] اس لئے جمہور اہل تفسیر کے نزدیک آیت میں جس تعجب کا اظہار کیا گیا ہے اسکا معنی ہے کہ انکی حالت روزِ قیامت قابل تعجب ہوگی' دنیا میں تو اندھے بہرے بنے رہے' نہ حق کی بات سنی' نہ صورت حق آنکھوں سے دیکھی۔ اگر یہاں کلمۂ حق گوش قبول سے سنتے اور تصویر حق نظر قبول سے دیکھتے تو انکو فائدہ ہوتا' لیکن قیامت کے روز جب حق کی صورت سامنے آئی اور آواز حق سنی تو ایسے وقت کہ کوئی فائدہ نہیں' یا فعلِ تعجب سے مراد اظہار تعجب نہیں بلکہ تہدید اور ڈرانا مقصود ہے کہ قیامت کے روز یقیناً وہ اس عذاب کو دیکھیں گے اور وہ مایوس انگیز جھڑکیاں سنیں گے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اَسْمِعْ اور اَبْصِرْ اس جگہ فعل تعجب نہیں ہے بلکہ امر کے صیغے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ مواعید قیامت ان کافروں کو سناؤ اور دکھاؤ۔ (مظہری)

يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ

از روز حسرت چوں ساختہ شود کار و ایشاں در غفلت اند

حسرت کے دن سے جب کام ہو چکے گا اور وہ سب غفلت میں ہیں

وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٩﴾ إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ

و ایشاں نمیگروند هر آئنه ما میراث بریم زمین را و هر کہ

اور وہ سب ایمان نہیں لاتے ہیں ۱ بیشک زمین ہماری میراث ہو گی اور جو کچھ

عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿٤٠﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ

بر آنست و بسوے ما ست باز گشت و یاد کن در قرآن قصہ

اس پر ہے اور ہماری طرف لوٹنا ہے ۲ اور یاد کرو قرآن میں قصۂ

إِبْرٰهِيْمَ إِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٤١﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيْهِ يٰٓأَبَتِ

ابراہیم هر آئنه او بود راستگو پیغمبرے چوں گفت مر پدر خود را اے پدر من

ابراہیم' بیشک وہ سچ کہنے والے پیغمبر تھے ۳ جب کہا اپنے باپ سے اے میرے پدر!

لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ

چرا پرستید آں چیزیکہ نشنود و نمی بیند و دفع نکند از تو

کیوں پوجتے ہو اس چیز کو جو نہ سن سکتی ہے اور نہ دیکھ سکتی ہے اور نہ دور کر سکتی ہے تجھ سے

شَيْئًا ﴿٤٢﴾ يٰٓأَبَتِ إِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ

چیزیرا اے پدر من هر آئنه بمن از دانش آنچہ نیامد بتو

کسی چیز کو ۴ اے میرے پدر! بیشک میرے پاس (وہ) علم آیا جو تیرے پاس نہیں آیا

فَاتَّبِعْنِيْٓ أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾ يٰٓأَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ

پس پیروی کن مرا راہ نمایم ترا براہ راست اے پدر من مپرستید دیو را

پس میری پیروی کرو میں دکھاؤں گا تجھے سیدھی راہ ۵ اے میرے پدر! نہ پوجو شیطان کو

۱ یہ حسرت اس وقت ہوگی جب حساب ہو چکے گا' اہل جنت جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں اور موت کو ذبح کر دیا جائیگا پھر جنت کے اندر اہل جنت اور دوزخ کے اندر دوزخی کبھی نہیں مرینگے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: موت کو چت کبرے مینڈے کی شکل میں قیامت کے روز سب کے سامنے لایا جائیگا۔ پھر ایک منادی پکارے گا اے اہل جنت! جنت والے سر اٹھا کر جھانک کر دیکھیں گے منادی کہے گا کہ اسکو پہچانتے ہو' اہل جنت کہیں گے ہاں یہ موت ہے۔ پھر سب کی نظروں کے سامنے اسکو ذبح کر دیا جائیگا اور منادی کہے گا اے جنت والو! یہاں تمہاری دوامی زندگی ہے موت نہیں۔ پھر وہی منادی دوزخیوں کو پکارے گا۔ دوزخ والو! تم کو یہاں ہمیشہ رہنا ہے موت نہیں آئیگی۔ اسکے بعد نبی کریم ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جنت کو صرف اس ساعت کا افسوس ہوگا جس میں انھوں نے دنیا میں اللہ کی یاد نہیں کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر مرنے والے کو پشیمانی ضرور ہوگی' صحابہ نے عرض کیا پشیمانی کیسی۔ فرمایا اگر نیکو کار ہوگا تو اسکو اس بات کی پشیمانی ہوگی کہ اس نے اس سے زیادہ نیکی کیوں نہیں کی' اور بدکار کو اس بات کی پشیمانی ہوگی کہ وہ بدکاری سے باز کیوں نہ رہا۔ (مظہری)

۲ جاننا چاہئے کہ رجوع کی دو قسمیں ہیں (۱) رجوع بالقہر: یہ عوام کا رجوع ہے (۲) رجوع باللطف: یہ خواص کا رجوع ہے (روح البیان) ۳ صدیق کس کو کہتے ہیں علماء نے مختلف معانی بیان کئے ہیں (۱) بہت سچ کہنے والا (۲) جس نے کبھی جھوٹ نہ بولا ہو (۳) سچ بولنے کا عادی ہو' صدق کی عادت کی وجہ سے اس سے کذب کا صدور نہ ہوا ہو (۴) جسکا اعتقاد بھی صحیح ہو اور قول بھی سچا ہو اور اس نے اپنے عمل سے اپنے قول کی تصدیق کی ہو اور قول کے مطابق عملی مظاہرہ کرتا ہو (۵) اللہ تعالیٰ کی تمام غیبی صفات' اللہ کے انبیاء' ملائکہ اور قیامت جنکا بیان اللہ نے کیا ہے سب کی تصدیق کرتا ہو' اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیا ہے ان امور کو اللہ کے حکم کے مطابق اچھا یا برا جانتا ہو اور احکام خداوندی پر عمل پابندی سے کرتا ہو اور اپنے عمل سے تصدیق قلبی و لسانی کو ثابت کرتا ہو' ایسا آدمی صدیق ہے۔ واضح رہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سب سے بڑے صدیق تھے اور صحابہ میں جلیل القدر صحابہ میں بھی حضرت ابو بکر صدیق سب سے بڑے صدیق تھے' رسول اللہ ﷺ نے آپکو صدیق فرمایا تھا اور اسی پر اہل سنت کا اجماع ہے (مظہری) ۴ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کو نہایت ادب' احترام اور شفقت و محبت کے لہجہ میں بے راہ روی اور گمراہی پر متنبہ کیا اور بے دھڑک یہ نہیں کہہ دیا تھا کہ تو گمراہی میں پڑا ہے بلکہ باپ کے معبودوں کی بے بسی' کمزوری اور بے حسی کو مدلل طور پر ظاہر کیا اور دریافت کیا کہ آخر انکی عبادت کرنے سے آپکی کیا غرض ہے' یہ تو بے حس اور بے طاقت ہیں اس لئے انکے سامنے جھکنا ہی تقاضائے دانش کے خلاف ہے (مظہری) ۵ یعنی اللہ کی ذات' صفات اور اسکے احکام کا جو علم مجھے ملا ہے وہ آپکو نہیں ملا لہذا دین و مذہب کے معاملے میں آپ میری بات مانیں اور اسکے موافق چلیں' میں آپکو مذہب کا سیدھا راستہ بتاؤنگا جو آپکو فلاح دارین تک لے جائیگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپکو ہر طرح سے اونچا عالم اور باپ کو صراحت کیساتھ جاہل نہیں فرمایا بلکہ ہمسفر رفیق کی طرح راستہ بتانے کا اظہار کیا اور اپنے کو زیادہ راہ شناس بتایا۔ اس سے آگے کی آیت میں آپ نے بیان کیا کہ جس راستہ پر آپ چل رہے ہیں نہ فقط یہ کہ وہ نفع رساں نہیں ہے بلکہ ضرر رساں بھی ہے' وہ شیطان کا راستہ ہے اور شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے اس لئے اسکی پوجا نہ کرو اور عقل سلیم بھی اسکی پوجا کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ (مظہری)

إِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿٤٤﴾ يٰٓأَبَتِ إِنِّيٓ أَخَافُ أَنْ

ہر آئنہ دیو ست مر خدایرا نافرمانبردار اے پدر من کہ من

بیشک شیطان اللہ کیلئے نافرمانبردار ہے ۱ اے میرے پدر! میں

يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطٰنِ

میترسم آنکہ برسد ترا عذابے از خدای پس ہستی

ڈرتا ہوں کہ تجھے کوئی عذاب اللہ کی طرف سے پہنچے پس تو ہو جائے

وَلِيًّا ﴿٤٥﴾ قَالَ أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِي يٰٓإِبْرٰهِيمُ

مر شیطانرا دوست گفت آیا روی گردانی تو از خدایان من

شیطان کیلئے دوست ۲ کہا: کیا تو منہ پھیرتا ہے میرے خداؤں سے

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ﴿٤٦﴾ قَالَ سَلٰمٌ

اے ابراہیم اگر باز نا ہستی البتہ سنگسار کنم ترا و دور باشی از من زمانی دور

اے ابراہیم' اگر تو باز نہ آیا تو ضرور میں سنگسار کرونگا تجھے دور ہو جا مجھ سے زمانہ دراز تک ۳

عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيٓ إِنَّهٗ كَانَ بِي حَفِيًّا ﴿٤٧﴾

گفت سلام علیک زود باشد کہ آمرزش خواہم برائے تو از پروردگار خود کہ او

کہا سلامٌ علیکَ' عنقریب میں مغفرت چاہوں گا تیرے لئے اپنے رب سے کہ وہی

وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ

ہست بمن مہربان و کنارہ گیرم از شما و آنچہ میخوانید بجز

میرے ساتھ مہربان ہے ۴ اور کنارہ پکڑونگا تم سے اور اس سے جسے تم پکارتے ہو

وَأَدْعُوا رَبِّي عَسٰىٓ أَلَّآ أَكُونَ بِدُعَآءِ رَبِّي

خدای و بخوانم پروردگار مرا شاید آنکہ نباشم برستیدن خدائے خود

اللہ کے سوا اور میں پکارونگا اپنے رب کو شاید کہ میں نہ ہوں گا اپنے خدا کی عبادت سے

۱ جاننا چاہئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کیساتھ چارطرح سے کلام کیا (۱) بتوں کے تین اوصاف بیان کئے جن سے بتوں کیلئے عدم عبادت ثابت ہوئی (۲) آپ نے باپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تعلیم دی اور گمراہ باپ دادا کی تقلید سے انھیں روکا (۳) آپ نے انھیں شیطان کی عبادت سے روکا اور بتایا کہ شیطان اپنے رب کا نافرمان ہے اور جو نافرمان ہو وہ اس لائق نہیں ہے کہ اسکی پیروی کی جائے (۴) آپ نے باپ کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے کلام میں چند امور کا اہتمام کیا (۱) اثباتِ صانع (۲) اثباتِ شیطان (۳) آپ نے یہ ثابت کیا کہ شیطان اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے (۴) آپ نے یہ ثابت کیا کہ جو نافرمان ہوتا ہے وہ اس لائق نہیں ہوتا کہ کسی معاملہ میں اسکی پیروی کی جائے (۵) آپ نے آذر کے سامنے یہ بات واضح کردی کہ اسوقت کا انسان جس مذہب کی جانب گامزن ہے وہ مذہب شیطان کی اطاعت پر مشتمل ہے۔ (تفسیر کبیر) یعنی شیطان کفر اور بت پرستی کو تمہاری نظر میں آراستہ اور دلکش بنا کر لاتا ہے اس لئے تم اسکا کہانہ مانو' اسکے بتائے ہوئے راستے پر نہ چلو کیونکہ شیطان اس خدا کا جو منعم' محسن ومہربان ہے سخت نافرمان ہے اور ظاہر ہے کہ رب کے نافرمان کا اتباع کرنے والا بھی رب کا نافرمان قرار پائیگا اور جو رب کا نافرمان ہوگا اس سے رب منعم اپنی نعمتیں چھین لیگا اور ایسے احسان فراموش سے انتقام لیگا۔ (مظہری)

۲ یعنی اگر آپ کفر اور شیطان کی اطاعت پر قائم رہیں گے تو رحمٰن کی طرف سے کوئی سخت عذاب آ جائیگا مجھے اسکا اندیشہ ہے۔ اسکی رحمت اگرچہ فرمانبرداروں پر بہت زیادہ ہے لیکن سرکش نافرمانوں پر اسکا عذاب بھی بہت سخت ہے۔ فَتَكُونَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا: پھر آپ شیطان کے ساتھی ہوجائیں گے۔ شیطان پر دنیا میں جو لعنت ہے وہ آپ پر بھی ہوجائے گی اور آخرت میں جو عذاب شیطان پر ہوگا وہ آپ پر بھی ہوگا' اس طرح آپ کیساتھ شیطان اور شیطان کیساتھ آپ کا جوڑ اور اتصال ہوجائیگا۔ علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ آیت میں شیطان کے صرف نافرمان ہونے کا ذکر کیا دوسرے جرائم کا ذکر نہیں کیا' شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہی تمام جرائم کی جڑ ہے' اسی سے سب جرائم پیدا ہوتے ہیں' یا یہ وجہ ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام اور انکی اولاد سے دشمنی کا نتیجہ بصورت معصیت نکلا۔ (مظہری) ۳ جاننا چاہئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے باپ کو توحید کی جانب بلایا اور بتوں کی عبادت کے فساد پر دلائل قائم کئے پھر ان دلائل کو وعظ ونصیحت میں نرمی اور مہربانی کیساتھ پیش کیا تو آذر نے ان تمام کا جواب مخالفت میں دیا اور باپ دادا کی تقلید اپنے لئے حجت قرار دی۔ اس جگہ رجم کے بارے میں دو اقوال ہیں (۱) رجم باللسان اور یہ گالی اور برائی بیان کرنا ہے۔ (۲) رجم بالید: پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اے ابراہیم! میں لوگوں کے سامنے تمہارے معاملات کو ظاہر کرونگا تاکہ وہ تمہیں برا کہیں اور تمہیں قتل کردیں۔ دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ میں تمہیں پتھروں سے سنگسار کرونگا تاکہ تم مجھ سے دور ہو جاؤ۔ (تفسیر کبیر) ۴ کافر کیلئے استغفار جائز نہیں ہے یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی چند توجیہ ہیں (۱) ہوسکتا ہے کہ جس وقت آپ نے یہ کہا ہو اس وقت آپ کی شریعت میں کافر کیلئے استغفار کی ممانعت نہ ہو (۲) آیت کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ میں اپنے رب سے عنقریب سوال کرونگا کہ جب تک میں زندہ رہوں اسوقت تک اس دنیا میں کفر کے عوض آپ کو عذاب نہ دے۔ (۳) آپ نے آذر کیلئے استغفار کی بات اس لئے کی کہ آپ کو اس کی جانب سے ایمان کی امید تھی اور ممانعت اسوقت ہے جب یہ معلوم ہوجائے کہ وہ جہنمی ہے۔ (تفسیر کبیر)

شَقِيًّا ﴿٤٨﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ

بے بہرہ پس آنوقت کہ دور شد و از آنچہ می پرستیدند بجز

بے بہرہ ۱ پس جسوقت کہ دور ہو گئے ان سے اور اس سے جسے وہ سب پوجتے تھے

اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿٤٩﴾

خدای و بخشیدیم او را اسحٰق و یعقوب و ہمہ را گردانیدیم پیغمبر

اللہ کے سوا' اور ہم نے عطا کیا انھیں اسحٰق اور یعقوب اور سب کو پیغمبر بنایا ۲

وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ

و بخشیدیم ایشانرا از رحمت ما و گردانیدیم برائے ایشاں زبان راست

اور ہم نے عطا کیا انھیں اپنی رحمت سے اور ہم نے کی ان کیلئے اعلیٰ درجے کا (ذکر خیر)

عَلِيًّا ﴿٥٠﴾ ع وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ۡ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا

بر تر و یاد کن در قرآن قصہ موسیٰ ہر آئنہ او بود پاک کردہ شدہ

کیا ۳ اور یاد کرو قرآن میں موسیٰ کے قصہ کو' بیشک وہ پاک کئے ہوئے تھے

وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥١﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ

و بود فرستادہ پیغمبر و ندا کردیم او را از طرف کوہ طور

اور بھیجے ہوئے نبی تھے ۴ اور ہم نے ندا کی انھیں کوہِ طور کی

الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿٥٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ

راست و نزدیک گردانیدیم او را برہانیدیم و بخشدیم او را از رحمت خود برادر او

داہنی طرف سے اور ہم نے قریب کیا انھیں راز داری کیلئے ۵ اور ہم نے انھیں اپنی رحمت سے انکے بھائی

هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿٥٣﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ

هارون را پیغمبر و یاد کن در قرآن قصہ اسماعیل ہر آئینہ او بود

ہارون کو نبی (بنا کر) عطا کیا ٦ اور یاد کرو قرآن میں اسماعیل کے قصہ کو' بیشک وہ

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ''کونی'' سے ہجرت کر کے ارضِ پاک کو چلے گئے' الگ ہونے کی آپ نے یہی شکل اختیار کی۔ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ الخ یعنی جسطرح تم لوگ بتوں کی پوجا کر کے اور انکو پکار کے ناکام رہتے ہو' اپنے رب کو پکار کر اور اسکی عبادت کر کے نامراد نہیں رہونگا۔ لفظ عَسٰی امید ہے قریب ہے کا استعمال محض تواضع وانکسار نفس اور اظہار عجز کے طور پر کیا ورنہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس سے دعا کرنے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام یقیناً ناکام نہ تھے نہ رہ سکتے تھے۔ اس لفظ سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ دعا کا قبول کرنا اور عبادت کا ثواب دینا محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی پر موقوف ہے' اس پر لازم نہیں ہے۔ اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ خاتمہ پر دارومدار ہے اور خاتمہ کا علم کسی کو نہیں۔ (مظہری)

۲ یعنی سب کو چھوڑ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام ملکِ شام کو چلے گئے تو بچھڑے ہوئے کافر قرابت داروں کے عوض ہم نے انکو اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے اور عزت مند اولاد دیکر انکی آنکھیں ٹھنڈی کیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو نبی بنایا۔ علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر شاید اس لئے خصوصیت کیساتھ کیا کہ یہ دونوں بزرگ آئندہ نبیوں کی اصل تھے' یا یہ وجہ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مستقل ذکر علیحدہ کرنا تھا۔ (مظہری)

۳ یعنی ہر دینی اور دنیوی بھلائی ہم نے عطا کی۔ جاننا چاہئے کہ ان آیات میں کچھ ارشادات ہیں (۱) ہادی الی الحق کیلئے ضروری ہے کہ تبلیغ میں نرم کلام اپنائے (۲) حق باتوں کی پیروی کرنی چاہئے (۳) جوشخص دنیا وآخرت میں سلامتی کا ظاہرًا وباطنًا ارادہ رکھتا ہوگا اسے چاہئے کہ برائی سے کنارہ کشی اختیار کرے (۴) جوشخص اپنے محبوب سے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے جدا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسکے عوض میں بھلائی عطا فرمائیگا اور اسے خوف وناامیدی سے امن میں رکھے گا۔ (روح البیان) ۴ یعنی اللہ تعالیٰ نے انکو چن لیا تھا اور اپنے لئے منتخب کر لیا تھا اور غیر کی طرف توجہ کرنے سے پاک کر دیا تھا۔ واضح رہے کہ رسالت کا مرتبہ نبوت سے اونچا اور افضل ہے اس لئے رَسُوْلًا کے بعد نَبِيًّا کہنے کی بظاہر ضرورت نہیں تھی [لیکن یہاں کہنے کی وجہ یہ ہے] کہ لفظِ نبی جسطرح نبأ سے مشتق ہے اسی طرح نبوت بمعنی رفعت وعلو سے بھی ماخوذ ہے پس نبی کا ترجمہ ہوا عالی قدر' اونچے مرتبہ والا' لیکن اللہ تعالیٰ جسکو رسول بناتا ہے اسکو اپنی پیغمبری کا رتبہ دیکر عالی قدر بھی بنا دیتا ہے اور اپنے احکام سے براہ راست باخبر بھی فرماتا ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے چن لیا تھا انکو عالی قدر رسول بنایا تھا۔ (مظہری) ۵ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چند صفات سے متصف فرمایا ہے (۱) اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا: اللہ تعالیٰ نے آپکو توحید اور عبادت میں اپنے لئے چن لیا تھا (۲) رَسُوْلًا نَّبِيًّا: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبوت ورسالت دو وصف ہیں لیکن معتزلہ کا کہنا ہے کہ یہ ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہیں یعنی ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول ہے [جبکہ اہل سنت کا کہنا ہے کہ رسول نبی ہوتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا ہے] (۳) ہم نے موسیٰ کو طور کی سیدھی جانب پکارا۔ (۴) قَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا: یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جب یہ ارشاد ہوا ہے کہ آپ رسول ہیں تو اب ارشاد ہو رہا ہے کہ ہم نے انھیں راز داری کیلئے قریب کیا۔ (تفسیر کبیر) ٦ (۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عمر میں بڑے تھے اس لئے آیت کا مطلب یہ ہے کہ انکے بھائی ہارون کو نبوت عطا کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کیلئے دعا کی تھی کہ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ: ''اے ہمارے رب تو میرے لئے میرے اہل میں سے ہارون کو معاون بنا'' اسکے جواب میں ارشاد ہوا قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى یعنی اے موسیٰ! تم نے جو سوال کیا تحقیق وہ تمہیں دیدیا گیا۔ (تفسیر کبیر)

صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥٤﴾ وَكَانَ يَأْمُرُ

راست وعده و بود فرستاده پیغمبر و بود می فرمود

وعدہ کے سچے تھے اور بھیجے ہوئے نبی تھے ١ اور حکم دیتے تھے

أَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۖ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ

اہل او بنماز و بزکوۃ و بود نزد پروردگار خود

اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا اور اپنے رب کے نزدیک

مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِدْرِيْسَ ۚ إِنَّهٗ كَانَ

پسندیده و یاد کن در قرآن قصه ادریس هر آئنه او بود

پسندیدہ تھے ٢ اور یاد کرو قرآن میں ادریس کے قصہ کو بیشک وہ

صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾ ۙ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

راستگو پیغمبری و برداشتیم او را بجای بلند آنگروه آنانند

سچ کہنے والے نبی تھے ٣ اور ہم نے اٹھایا انھیں بلند جگہ میں ٤ یہ وہ گروہ ہیں

أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۖ وَمِمَّنْ

که انعام کرد خدای بر ایشاں از پیغمبران از فرزندان آدم و از آنکه

کہ اللہ نے ان پر انعام کیا پیغمبروں میں سے ہیں آدم کی اولاد سے ہیں اور ان میں سے ہیں جسے

حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۫ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرٰهِيْمَ وَإِسْرَآءِيْلَ ۫

برداشتیم نوح و از ذریت ابراهیم و فرزندان یعقوب

ہم نے اٹھایا نوح کیساتھ اور ابراہیم کی ذریت سے ہیں اور فرزندانِ یعقوب سے ہیں

وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۚ إِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ

و ازانکه راه نمودیم ما و برگزیدیم چوں خوانده شود بر ایشاں آیات

اور ان سے جسے ہم نے راہ دکھائی اور ہم نے جسے برگزیدہ کیا جب پڑھی جاتی ہیں ان پر اللہ کی

١ جمہور کا کہنا ہے کہ یہاں اسماعیل سے مراد اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام ہیں۔ صَادِقَ الْوَعْدِ: حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ذبح پر صبر کا وعدہ کیا تھا آپ اس پر قائم تھے حتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپکو ذبح کیلئے لٹا کر چھری چلا دی' پھر بھی آپ نے وعدہ کے مطابق صبر کیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے ایک شخص سے وعدہ کیا تھا کہ فلاں جگہ پر میں ملونگا پھر آپ اس جگہ آ کر اس شخص کے انتظار میں ایک دن اور ایک رات ٹھہرے رہے پھر وہ شخص آیا تو آپ نے فرمایا: کہ حسبِ وعدہ میں نے اس جگہ تمہارا انتظار ایک دن اور ایک رات کیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے وہاں تین دن اور تین رات انتظار کیا تھا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعثت سے پہلے ایسا کیا۔ عبداللہ بن ابی الحمساء کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بیع کی اور یہ بیع بعثت سے پہلے تھی اس بیع کا کچھ حصہ باقی رہ گیا تو میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں ابھی اسی جگہ لے کر آتا ہوں پس میں گھر جا کر بھول گیا تین روز کے بعد جب مجھے یاد آیا تو میں اسی وعدہ کی جگہ پہنچا تو آپکو انتظار کرتا ہوا پایا۔ آپ نے مجھے دیکھکر فرمایا اے نوجوان! تحقیق تو نے مجھے مشقت میں ڈال دیا' میں یہاں پر تمہارا تین روز سے انتظار کرتا رہا ہوں (القرطبی)

٢ حضرت حسن کہتے ہیں کہ آپ اپنی امت کو نماز کا حکم دیتے تھے۔ (القرطبی)

٣ حضرت ادریس علیہ السلام نے سب سے پہلے قلم سے لکھا' آپ نے سب سے پہلے کپڑے کی سلائی کی اور سلا ہوا کپڑا پہنا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر ٣٠ صحائف اتارے۔ (القرطبی) ٤ کعب احبار وغیرہ کا بیان ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام ایک روز دن بھر پھرے اور دھوپ کی تیزی اور تپش سے آپ کو تکلیف ہوئی تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا: اے میرے رب! ایک روز دھوپ کی تپش میں چلنے سے مجھے اتنی تکلیف ہوئی۔ پانچ سو برس کی مسافت جو ایک دن میں چلنے پر مجبور ہو اسکی کیا حالت ہوگی؟ اے میرے رب! اس سورج کی گرمی ہلکی کر دے اور جو فرشتہ اس کو چلاتا ہے اس کا بار کم کر دے۔ دوسری صبح کو فرشتہ کو محسوس ہوا کہ سورج کی گرمی ہلکی ہوگئی ہے جو روز کے معمول کے خلاف تھی' عرض کیا اے میرے رب! تیرے اس حکمِ تخفیف کی کیا وجہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے ادریس نے درخواست کی تھی کہ میں سورج کی گرمی کم کر کے تیرے اوپر سے اس کا بار کم کردوں' میں نے ان کی دعا قبول کر لی' فرشتہ نے عرض کیا: اے میرے رب! میری ان سے دوستی کرا دے' اللہ تعالیٰ نے اجازت دیدی' آفتابی فرشتہ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس آیا۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے اس سے دریافت کیا اور کہا: مجھے معلوم ہوا کہ تو بڑا معزز فرشتہ ہے اور ملک الموت کے پاس تیری بڑی عزت ہے تو ملک الموت سے میری سفارش کر دے کہ وہ میری موت میں کچھ ڈھیل کر دے تا کہ اللہ تعالیٰ کے شکر و عبادت میں اور اضافہ کر سکوں' فرشتہ نے کہا کہ آئی ہوئی اجل کو تو اللہ تعالیٰ کسی کیلئے نہیں ٹالتا۔ بہرحال میں ملک الموت سے کہوں گا' اس کے بعد آفتابی فرشتہ حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر لے گیا اور طلوع آفتاب کے مقام کے قریب آپ کو ٹھہرا کر ملک الموت کے پاس گیا اور کہا بنی آدم میں سے میرا ایک دوست ہے جس نے مجھ سے سفارش کرائی ہے کہ آپ انکی موت کو کچھ پیچھے کر دیں' ملک الموت نے رجسٹر میں حضرت ادریس علیہ السلام کا نام دیکھا اور کہا: آپ نے مجھ سے ایسے شخص کے متعلق گفتگو کی ہے جو میرے خیال میں آئندہ کبھی نہیں مریگا کیونکہ اس کا نام زندوں کے اس رجسٹر میں نہیں ہے جو مرنے والے ہیں' آفتابی فرشتہ نے کہا یہ کیسے؟ ملک الموت نے کہا میں نے اپنے رجسٹر میں یہ بات پائی کہ وہ آدمی طلوع آفتاب کے مقام کے قریب مرے گا چنانچہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ آفتابی فرشتہ نے آ کر دیکھا تو واقعی آپکا انتقال ہو گیا تھا۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں یا نہیں۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ آپ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ بلکہ چار انبیاء زندہ ہیں خضر اور الیاس زمین پر ادریس اور عیسیٰ علیہم السلام آسمان پر۔ (مظہری)

الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۩ ﴿٥٨﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ

خدای ہر روے افگنند سجدہ کنان و گریاں پس در رسیدند از پس ایشاں

آیات تو چہرے کے بل گر پڑتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے ا پس ان کے بعد

خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ

فرزندان فرو گذاشتہ نماز را و پیروی نمودند آرزوہا پس زود باشد

ایسی اولاد آئی جنہوں نے نماز چھوڑ دی اور خواہشوں کی پیروی کی پس بہت جلد

يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿٥٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

کہ بہ بینند جزاے گمراہی مگر آنکہ باز گشتہ باشد و بگردد و بکند نیکی

وہ سب گمراہی کا بدلہ دیکھیں گے ۲ مگر وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لائے اور نیک عمل کیا

فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ﴿٦٠﴾ جَنّٰتِ

پس آنگروہ در آیند بہ بہشت و ستم نکنند چیزیرا بوستانہا

پس یہ وہ گروہ ہیں جو داخل ہونگے جنت میں اور (ان پر) ذرہ برابر بھی ظلم نہ کیا جائیگا ۳ سدا بہار

عَدْنِ ِۨالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ

با اقامت آنکہ وعدہ خدای بہ بندگان خود بغیب ہر آئنہ او ہست

باغات میں رہیں گے جسکا اللہ نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ کیا ہے بیشک وہی

وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿٦١﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ

وعدہ خود آیندہ نشنوند دراں بہشت سخنے بیہودہ مگر سلام و ایشانرا

اپنے وعدہ کو لانے والا ہے ۴ نہیں سنیں گے جنت میں کوئی بے ہودہ بات سوائے سلام کے اور ان کیلئے

رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿٦٢﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ

روزی ایشاں دراں بامداد و شبانگاہ آں بہشت است آنکہ میراث دہیم

ان کا رزق اس میں صبح اور شام ہے ۵ یہ وہ جنت ہے کہ ہم میراث میں دیں گے

ا اس آیت کریمہ میں دلالت ہے کہ رحمٰن کی آیات دلوں پر اثر کرتی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں آیاتِ رحمٰن سے مراد قرآن ہے یعنی وہ لوگ تلاوت قرآن کے وقت آنکھوں سے آنسو بہاتے تھے اور سجدہ بجالاتے تھے۔ (القرطبی)

۲ حضرت ابن مسعود ﷛ نے اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ کا ترجمہ کیا ہے کہ انھوں نے نماز وقت کو ٹال کر پڑھی۔ حضرت سعید بن مسیّب نے اسکی تشریح میں فرمایا جیسے ظہر کی نماز عصر کا وقت آنے سے پہلے نہ پڑھی جائے اور عصر کی نماز اسوقت پڑھی جائے جب سورج غروب ہونے لگے۔ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا: وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ "غی" جہنم کے اندر ایک بہت گہری وادی کا نام ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جہنم کے اندر ایک ایسی وادی بھی ہے کہ جہنم بھی اسکی گرمی سے پناہ مانگتی ہے۔ عادی زنا کاروں کیلئے، دوامی شراب خوروں کیلئے، سود خوروں کیلئے جو سود خوری سے باز نہیں آتے' ماں باپ کی نافرمانی کرنے والوں کیلئے اور جھوٹے گواہوں کیلئے اسکو تیار کیا گیا ہے۔ حضرت عطاء کہتے ہیں کہ "غی" جہنم کے اندر ایک وادی ہے جسکے اندر پیپ اور خون بہتا ہے' حضرت کعب کہتے ہیں کہ جہنم کے اندر ایک بہت ہی گہری اور گرم ترین وادی ہے جسکے اندر ایک کنواں ہے کنویں کو بہیم کہا جاتا ہے دوزخ کی آگ جب کبھی بجھنے لگے تو اس کنویں کا منہ کھول دیا جاتا ہے جسکی آگ سے دوزخ پھر بھڑکنے لگتی ہے۔ حضرت ابوامامہ باہلی کہتے ہیں کہ جہنم کے بالائی کنارہ سے گہرائی تک اتنی دوری ہے کہ کوئی دس ماہ عظیم الجثہ اونٹنیوں کے برابر اگر کوئی پتھر یا چٹان اوپر سے نیچے کو لڑھکائی جائے تو ستر برس کی مسافت طے کر کے نیچے پہنچے' یہ سنکر حضرت رحیم بن خالد بن ولد کے آزاد کردہ غلام نے دریافت کیا کہ حضرت کیا اسکے نیچے بھی کچھ ہے' حضرت ابوامامہ باہلی نے فرمایا: ہاں غی اور اثام ہیں۔ حضرت ابن مسعود ﷛ فرماتے ہیں کہ جہنم کے اندر ایک وادی ہے یا ایک نہر ہے، بہت گہری، بہت بدمزہ۔ دوسری روایت میں ہے کہ دوزخ کے اندر گرم پانی کی ایک نہر ہے جو لوگ خواہشات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں انکو اسکے اندر پھینکا جائیگا۔ حضرت براء بن عازب ﷛ فرماتے ہیں کہ غی جہنم کے اندر ایک بہت بڑی گہری بدبودار وادی ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ غی کا معنی اس جگہ وہی لغوی معنی یعنی گہرائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ راہِ جنت گم پائیں گے' جنت کے راستے سے بھٹک جائیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر بدی کو غی اور ہر اچھائی کو رشاد کہا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے آیت کی تشریح میں حضرت ضحاک نے فرمایا کہ وہ خسران پائیں گے۔ بعض علماء نے غــــی کا ترجمہ ہلاک کیا ہے اور بعض نے عذاب کیا ہے۔ بہر حال عذاب ہو یا ہلاکت' خسران ہو یا ناکامی سب ہی شر اور بدی کی اقسام ہیں۔ (مظہری) ۳ یعنی وہ لوگ جو نماز کے ضائع کرنے اور اتباعِ شہوات سے توبہ کرلے اور اپنے آپکو اطاعت کی جانب راغب کرے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ لَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا: یعنی انکے اعمالِ صالحہ میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں کی جائیگی بلکہ ان کیلئے ہر نیکی کا عوض دس سے سات سو گنا تک بڑھا کر لکھا جائیگا۔ (القرطبی) ۴ جب اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا کہ تائب جنت میں داخل ہوگا تو اب جنت کو چند امور سے متصف فرمایا جارہا ہے۔ (۱) وہ جنت ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے گی جس طرح دنیوی باغات میں تبدیلی آجاتی ہے اس طرح نہیں ہوگا (۲) یہ جنت رحمٰن کی طرف سے وعدہ ہے جو اسکے بندہ کیلئے لائی جائیگی (تفسیر کبیر) ۵ (۳) اس جنت میں وہ لغو کلام نہ کرینگے اور نہ سنیں گے بلکہ جنت میں ان کا کلام سَلٰمًا ہوگا۔ اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے کہ انسان کو چاہئے کہ لغو کلام سے اپنے آپ کو بچائے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اسے جنت میں بچائیگا اسی طرح چاہئے کہ وہ دنیا میں اپنے آپ کو لغویات سے پاک رکھے۔ (تفسیر کبیر)

مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا

از بندگان خود هر که باشد پرهیزگار فرو نمی گذاریم مگر

اپنے بندوں میں سے جو کوئی پرہیزگار ہو ۱ اور ہم (جبریل) نہیں اترتے مگر

بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا

بفرمان پروردگار تو مرا او را ست آنچه در پیش ما ست و آنچه پس گذاشتیم و آنچه

تیرے رب کے حکم سے، اسی کیلئے ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو کچھ

بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ ۚ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

میان این است و نیست پروردگار تو فراموش کار پروردگار آسمانہا

اسکے درمیان ہے اور نہیں ہے تمہارا رب بھولنے والا ۲ آسمانوں اور زمین کا رب

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ

و زمین و آنچه میان ایشاں است پس پرستید او را شکیب باش مر بندگان او

اور جو کچھ اسکے درمیان ہے پس اسی کی عبادت کرو اور صابر رہو اسی کی بندگی کیلئے

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ ۧ وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ

آیا دانی مر خدای را مانندی و میگوید آدمی آیا چوں بمیرم

کیا تم اللہ کیلئے (کوئی) مثل جانتے ہو ۳ اور کہتا ہے آدمی کیا جب میں مر جاؤں گا

لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ

ہر آئنہ زود بیروں آوردہ شود زندہ آیا نمی کنند آدمی آنرا کہ بیا فریدیم او را

تو ضرور عنقریب زندہ کر کے نکالا جاؤنگا ۴ کیا انسان کو یاد نہیں کہ ہم نے اسے پیدا کیا

مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَ

پیش ازیں و نبود ہیچ چیز پس قسم پروردگار تو البتہ حشر کنیم ایشانرا و

اس سے پہلے اور وہ کچھ نہ تھا ۵ پس تیرے رب کی قسم ہم ضرور جمع کرینگے ان کو اور

ع ٤ ١٥ ٧

۱ نُوْرِثُ میں چند احتمالات ہیں (۱) اس سے مراد یہ ہے کہ ہم اسے جنت میں باقی رکھیں گے جیسے ہم مورث کے مال کو وارث پر باقی رکھتے ہیں (۲) ہم اس جنت کو ان بندوں کیلئے نقل کرینگے جو میری اطاعت کریگا (۳) متقین قیامت کے روز اپنے رب سے ملاقات کرینگے انکے اعمال منقطع ہو جائیں گے اور انکے ثمرات باقی ہونگے اور وہ جنت ہے۔ پس جب وہ اس میں داخل ہوگا تو گویا کہ وہ اسکے وارث ہونگے (تفسیر کبیر) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کیلئے دو گھر ہونگے ایک جنت کے اندر، ایک دوزخ کے اندر، جب کوئی مرنے کے بعد دوزخ میں چلا جائیگا تو اسکے جنت والے گھر کے وارث اہل جنت ہو جائیں گے یہی اللہ کے قول اُولٰئِکَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ کا مفہوم ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے وارث کو میراث دینے سے بھاگے گا اللہ جنت کے اندر اسکی میراث کو کاٹ دیگا۔ (مظہری)

۲ بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ جتنی دفعہ آپ ہمارے پاس آتے ہیں اس سے زیادہ بار آنے میں کیا امر مانع ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا خطہ پسند ہے اور کونسا ناپسند ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ جب تک میں پوچھ نہ لوں کچھ نہیں بتا سکتا، اس سے ایک عرصہ بعد جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ آپ اسقدر تاخیر سے آئے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا گمان ہونے لگا تھا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ ہم اپنے رب کے حکم کے بغیر نازل نہیں ہوتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک اور روایت میں ہے جب قریش نے [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے] اصحاف کہف کے بارے میں پوچھا تو آپ نے پندرہ راتیں [وحی کا] انتظار فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں کوئی خبر نازل نہیں فرمائی [اسکے بعد] جب جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ آپ نے آنے میں دیر کر دی ہے، اس پر جبرائیل علیہ السلام نے یہ بات کہی (لباب النقول فی اسباب النزول) ۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا کا ترجمہ کرتے ہیں کیا تم اللہ کیلئے کسی ولد کو جانتے ہو یعنی نظیر، مثل یا شبیہ جو اس رحمٰن کی طرح عبادت کا مستحق ہو۔ حضرت عکرمہ انہی سے روایت کرتے ہیں کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ کیا تم کسی ایک کو جانتے ہو جسکا نام رحمٰن ہو۔ حضرت مجاہد سَمِيًّا کا ترجمہ مثلاً کرتے ہیں، حضرت ابن مسیب اسکا ترجمہ عدلاً کرتے ہیں۔ حضرت قتادہ اور کلبی اسکا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ کیا تم اللہ کے سوا کسی ایک کو بھی جانتے ہو جسکا نام اللہ ہو۔ (القرطبی) ۴ بغوی نے لکھا ہے کہ اَلْاِنْسَانُ سے مراد اُبی بن خلف جمحی ہے یہ قیامت جسمانی کا منکر تھا۔ روایت میں آیا ہے اس نے ایک بوسیدہ ہڈی لیکر اسکا چورا کر دیا اور کہنے لگا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خیال ہے کہ اسے دوبارہ زندہ کیا جائیگا اور ہم مرنے کے بعد پھر زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اسکے اس قول کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا۔ (مظہری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ اور اسکے ساتھی کے بارے میں نازل ہوئی۔ (القرطبی) ۵ بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو بعث بعد الموت کے ارادہ سے جمع فرمائیگا تو یہ جمع فرمانا اس کیلئے آسان ہے اس لئے کہ اعادہ ایجاد سے آسان ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ یعنی اور وہ اس پر سب سے زیادہ آسان ہے (تفسیر کبیر)

الشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ

دیو پس البتہ حاضر کنیم ایشانرا گردا گر دوزخ پس بزانو پس

شیطان کو پھر ضرور ہم حاضر کریں گے انھیں دوزخ کے گردا گرد گھٹنوں کے بل ۱ پھر

لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ

بیروں آریم از ہر گروہی کدام ایشاں سخت تر است بر خدای

باہر نکالیں گے ہر گروہ سے جو ان میں سے اللہ پر سب سے زیادہ سرکش ہوگا ۲

عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾

جہت سرکشی پس ما دانا تر ام بآنانکہ ایشاں سزاوار ترند باش جہت انداختن

پس ہم خوب جانتے ہیں اسے جو سب سے زیادہ لائق ہو (جہنم میں) ڈالنے کے ۳

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾

و نیست از شما مگر گذارندہ دوزخ ہست بر پروردگار تو کاری محکم کردہ شدہ

اور نہیں ہے تم میں سے کوئی مگر دوزخ پر گذرنے والا ہے تیرے رب پر کام فیصلہ کیا ہوا ہے ۴

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾

پس نجات دہیم آنانکہ پرہیز کردند و بگذاریم ستمگارانرا دراں بزانو در آمد

پس ہم نجات دینگے ان لوگوں کو جنہوں نے پرہیز گاری کی اور ہم چھوڑ دینگے ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گریں ۵

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

و چوں خواندہ شود بر ایشاں آیات ما روشن گویند آنانکہ نگرویدند

اور جب پڑھی جائے ان پر ہماری روشن آیات تو کہتے ہیں وہ لوگ جو ایمان نہیں لائے

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ

مر آنانرا کہ گرویدند کدام یک ازیں دو گروہ بہتر اند از روے مکان و نیکو تر

ان لوگوں سے جو ایمان لائے ان دو فریقوں میں سے مرتبہ میں کون زیادہ بہتر ہے اور ۶

۱ بغوی نے لکھا ہے کہ ہر کافر کو ایک شیطان کیساتھ ایک زنجیر میں باندھا جائیگا اور ساتھ ساتھ میدانِ حشر میں لایا جائیگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جِثِيًّا کا ترجمہ ہے جماعت۔ حضرت حسن اور ضحاک نے اسکا ترجمہ کیا ہے زانو کے بل بیٹھے ہوئے، سدی نے اسکا ترجمہ کیا ہے تنگی مقام کی وجہ سے زانو کے بل بیٹھے ہونگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ منظر گویا میرے سامنے ہے کہ الکرم میں جہنم سے ورے تم لوگ زانو کے بل بیٹھے ہوئے ہو۔ یہ بیان کرنے کے بعد راوی حدیث یعنی سفیان نے آیت وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً پڑھی۔ شیخ ابن حجر نے کہا کہ الکرم سے مراد اونچا مقام ہے جہاں امت محمد یہ ہوگی لفظ ثُمَّ دلالت کر رہا ہے کہ حشر میں ایک مدت کے بعد لوگ جہنم کے گرد اگرد جمع ہونگے کیونکہ فیصلے سے پہلے ایک طویل مدت تک انکو موقفِ حساب میں رکنا پڑیگا۔ (مظہری)

۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ بتا رہا ہے کہ ہر گروہ میں سے سخت قسم کے نافرمان اور سرکش کو نکالا جائیگا تا کہ انھیں عذاب بھی سخت دیا جائے۔ (تفسیر کبیر)

۳ یعنی ہم خوب جانتے ہیں کہ پہلے کون جہنم میں ڈالے جانے کا مستحق ہے۔ (روح البیان)

۴ اس میں اختلاف ہے کہ جہنم کے اوپر سے مؤمنین بھی گذریں گے یا نہیں۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ مؤمنین جہنم کے اوپر سے نہیں گذریں گے اس پر دلیل ملاحظہ ہو (۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ترجمہ: ''جن کی طرف سے بھلائی ہماری طرف سے مقدر ہو چکی ہے وہ اس دوزخ سے دور رکھیں جائیں گے'' ظاہر ہے جسے دور رکھا جائیگا اسے اسکے اوپر سے گذارا نہیں جائیگا (۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ترجمہ: ''وہ اس کی آہٹ بھی نہیں سنیں گے''، پس جو جہنم کے اوپر سے گذرے گا وہی اسکی آہٹ بھی سنے گا۔ اکثر مفسرین کرام کا کہنا ہے کہ یہ عام ہے یعنی یہ حکم مؤمن اور کافر کے لئے عام ہے اس لئے ہر ایک کو اسکے اوپر سے گذرنا ہے۔ اب ان کی دلیل ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ترجمہ: ''پھر ہم نجات دینگے ان لوگوں کو جنہوں نے پرہیز گاری کی'' ظاہر ہے کہ مؤمن اور کافر سب ہی گذریں گے ان میں سے متقین مؤمنین کو اللہ تعالیٰ بچالیگا یہ اسی صورت میں ممکن ہے، جب مؤمنین اور کفار دونوں کا گذر جہنم کے اوپر سے ہوگا'۔ پھر ورود کی تفسیر میں اختلاف ہے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ ورود بمعنی قریب ہے اس تفسیر پر آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ تمام جن وانس جہنم کے گرد اگرد حاضر ہونگے یہ تمہارے رب کا حتمی فیصلہ ہے پھر تمہارا رب متقی کو دوزخ سے دور رکھے گا۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ یہاں ورود بمعنی دخول ہے انکی دلیل یہ آیت ہے اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ۔ ترجمہ: ''بیشک تم اور جس چیز کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہے تم اس میں داخل ہونے والے ہو''۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ورود دخول ہے ہر نیک اور فاجر اس میں داخل ہوگا پس جہنم مؤمنین پر بَرْدًا سَلَامًا ہو جائیگی الخ (تفسیر کبیر) ۵ یعنی پھر ہم متقین کو نجات دینگے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دینگے (القرطبی) ۶ مطلب یہ ہے کہ کفار جب آیات واضحات کے مقابلہ سے عاجز ہو گئے اور کوئی جواب انکو بن نہ پڑا تو بطور فخر و غرور کہنے لگے دیکھو ہمارا حال کیسا ہے اور تم کس حماقت میں ہو، ہم دنیا میں خوش حال ہیں اور تم بد حال ہو (مظہری)

نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ

جہت مجلس و بسیار ہلاک کردیم ما پیش از ایشاں گروہی ایشاں نیکو تر اند

کس کی محفل سب سے اچھی ہے اور ہم نے ان سے پہلے کتنے گروہ ہلاک کیئے وہ سب بہتر تھے

اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿٧٤﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ

باعتبار رخت خانہ بگو ہر کہ باشد در گمراہی پس باید کہ مدد کند

باعتبار سامان کے ١ آپ فرما دیجئے جو کوئی گمراہی میں ہو پس اللہ اسے ڈھیل

لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا

او را خدای باز کشیدگی تا وقتیکہ ببینند آنچہ بیم کردہ شدند یا

دیتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ سب دیکھیں وہ جس سے ڈرایا گیا تھا یا

الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ

عذاب و یا قیامت پس زود بدانند آنرا کہ او بدتر است

عذاب یا قیامت پس عنقریب جان لینگے کہ کون بدتر مقام میں ہے

مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا

جہت مکان و ست تر جہت سپاہ و زیادہ کند خدای آنانکہ راہ یافتند

اور لشکر میں کمزور تر (کون ہے) ٢ اور زیادہ فرمائیگا اللہ ان لوگوں کیلئے جو راہ یافت ہوئے

هُدًى ؕ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا

راہ نمودنے و باقیات نیکیہا بہتر است نزد پروردگار تو جہت ثواب

ہدایت اور باقی رہنے والی نیکیاں بہترین ہیں تیرے رب کے نزدیک ثواب کی راہ سے

وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ

و بہتر جہت باز گشت آیا دیدے آنانکہ نگرویدند بآیات ما و گفت

اور بہتر ہے لوٹنے کی راہ سے ٣ کیا تو نے نہ دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے انکار کیا ہماری آیات کا اور کہا

١ کہا یہ جارہا ہے کہ جو لوگ دنیاوی نعمت تم سے زیادہ رکھتے ہیں انھیں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا اور انکی آبادیوں کو ویران کیا۔ پس اگر انسان کیلئے دنیاوی نعمت کا حصول اللہ تعالیٰ کے دوست ہونے کی دلیل ہوتی تو ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دنیا کے غم سے نجات دیتا' نہ کہ ہلاک کرتا۔ جب ماضی میں ان کیلئے ہلاکت ثابت ہے تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دوست نہیں ہیں۔ (تفسیر کبیر) ہر زمانے والوں کو قرن اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ سب زمانے میں باہم مقارن ہوتے ہیں۔ بغوی نے اَثَاثًا کا ترجمہ کیا سروسامان اور مال۔ حضرت مقاتل نے اسکا ترجمہ کیا کپڑے اور لباس' صاحب قاموس نے اسکا ترجمہ گھر کا سامان کیا ہے۔ رِءْيًا: رویت سے ماخوذ ہے' منظر دکھاوٹ بعض قراتوں میں رِيًّا آیا ہے یعنی نعمتوں سے سیرابی۔ (القرطبی)

٢ یعنی جو لوگ گمراہی میں ہیں انھیں رحمٰن اور ڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی لمبی زندگی سے دھوکے میں آجاتے ہیں اور یہ دھوکا انکے عذاب کو سخت سے سخت تر کردیتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ترجمہ: "ہم انھیں ڈھیل دیتے ہیں تاکہ وہ لوگ اپنے گناہوں کو اور بڑھائیں" دوسری جگہ ارشاد ہے وَنَذَرُهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ "اور ہم انھیں چھوڑتے ہیں کہ اپنے طغیانی میں سرگرداں پھرتے رہیں" (القرطبی) فَلْيَمْدُدْ: اگرچہ یہ امر کا صیغہ ہے لیکن خبر کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص گمراہی میں اندھا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو اور ڈھیل دیتا ہے۔ بجائے خبر کے لفظ امر ذکر کرنے سے اسطرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے مناسب بھی یہی ہے کہ اسکو ڈھیل دیتا ہے تاکہ کسی طور پر بھی اسکو معذرت کرنے کا موقع نہ رہے۔ (مظہری) ٣ خلاصۂ کلام یہ نکلا کہ کافروں کی دنیا میں مالداری اور راحت اندوزی اور مؤمنوں کی ناداری و بدحالی کی وجہ یہ نہیں ہے کہ کافر اللہ کے محبوب ہیں اور مؤمن مردود بلکہ مؤمنوں کیلئے دنیوی عیش و دولت کی کمی کو اللہ تعالیٰ انکی ہدایت اور مراتب قرب کی ترقی کا ذریعہ بنا دیتا ہے اور کافروں کی گمراہی کے باوجود خوشحالی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ڈھیل ہوتی ہے تاکہ انکی گمراہی میں مزید اضافہ ہو۔ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ: اس سے وہ نیک اعمال مراد ہیں جنکا ثمر انھیں ہمیشہ ہمیشہ ملتا رہیگا۔ مطلب یہ ہے کہ کافروں کو جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں وہ فانی ہیں۔ جن نعمتوں پر وہ پھولے ہوئے ہیں ان سے اہل ایمان کو نیک اعمال کا ملنے والا ثواب مآل اور انجام میں بہت بہتر ہے۔ خَيْرٌ: اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید کافروں کا انجام بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ اچھا ہوگا' مومنوں کے انجام کے برابر نہ سہی ان سے کم ہی سہی بہر حال کچھ تو اچھا ہوگا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ بیان تفضیل سے تفضیل اضافی مراد نہیں ہے بلکہ فی نفسہٖ بہتری کی فراوانی مراد ہے جیسے بولتے ہیں موسم گرما موسم سرما سے زیادہ گرم ہوتا ہے یعنی موسم سرما سردی میں جسطرح زیادہ ہوتا ہے اسی طرح گرمی کا موسم گرمی میں موسم سرما سے زیادہ ہوتا ہے (مظہری) جاننا چاہئے کہ باقیات صالحات اعمال آخرت ہیں ان ہی اعمالِ آخرت میں سے کلمات طیبہ ہیں۔ حضرت ابو درداء ﷜ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز تشریف فرما تھے کہ آپ نے درخت کی سوکھی شاخ کو پکڑ کر ہلانا شروع کیا پھر آپ نے ارشاد فرمایا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھنے سے خطائیں اسطرح جھڑتی ہیں جس طرح اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔ اے ابو درداء! تم اسے لے لو قبل اسکے کہ تمہارے اور ان کلمات کے درمیان حجاب حائل ہو جائے بس یہ باقیات صالحات میں سے ہیں اور یہ جنت کے خزانوں میں سے ہیں۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ ضرر قلیل جس کے بعد نہ ختم ہونے والے نفع کثیر بندہ کو حاصل ہو بہتر ہے دنیا کی ان نعمتوں سے جس کے سبب آخرت میں دائمی عذاب ہو۔ (روح البیان)

لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿٧٧﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ

ہر آئنہ دادہ شوم مال و فرزندان آنزا آیا مطلع شد بر غیب آیا فرا گرفتہ است

بیشک مجھے مال اور اولاد دی جائیگی ١ کیا غیب پر مطلع ہو گئے کیا اللہ کی طرف سے

عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ كَلَّا ۭ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَ

نزد خدای پیمانی نچنانست زود باشم کہ بنویسیم آنچہ میگوید و

کوئی وعدہ لیا ہے ٢ ایسا ہر گز نہیں ہے جلد ہی ہم لکھیں گے جو وہ کہتے ہیں اور

نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا

باز کشیم برائے او از عذاب باز کشیدنی و میراث گیریم آنچہ میگوید و بیاید بما

ان کیلئے عذاب کو خوب لمبا کرینگے ٣ اور وہ (مال واولاد کی) جو بات کہتے ہیں ہم ہی اسکے مالک ہونگے اور ہمارے

فَرْدًا ﴿٨٠﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾

بوقت مرگ تنہا و فرا گرفتند بجز خدای خدایان تا باشد ایشانرا سبب عزت

پاس موت کے وقت تنہا آیگا ٤ اور بنا لئے اللہ کے سوا بہت سے خدا تا کہ ان کیلئے سبب عزت ہو ٥

كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ ع

نچنانست زود کافر شدند پرستش ایشاں و باشند بر ایشاں دشمن

ایسا ہر گز نہیں ہے، بہت جلد منکر ہونگے انکی عبادت سے اور ان پر دشمن ہونگے ٦

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ

آیا ندیدے آنکہ فرستادیم دیوانرا بر کافران جنبانند ایشانرا

کیا تو نے نہ دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر بھیجا جو انھیں خوب اچھالتے ہیں ٧ پس تو جلدی نہ کر ان پر اسکے

اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ

جنبانیدنے پس شتاب مکن بر ایشاں جز ایں نیست کہ شمردیم ایشانرا شمردنے روزیکہ بر انگیزیم

سوا کچھ نہیں ہے کہ ہم ان کیلئے خوب شمار کرینگے ٨ جس روز ہم اٹھائینگے

١ شیخین وغیرہ نے حضرت خباب بن الارت ﷺ سے روایت کی ہے کہ میں عاص بن وائل کے پاس اپنے حق کا تقاضا کرنے گیا جو کہ میرا اسکے ذمے تھا۔ اس نے کہا: جب تک تم محمد (ﷺ) کا ساتھ نہ چھوڑ دو گے اسوقت تک میں تمہارا حق ادا نہ کرونگا۔ میں نے کہا یہ تو ہر گز نہیں ہوسکتا حتی کہ تم مر کر پھر اٹھا دیئے جاؤ۔ اس نے کہا: کیا میں مر کر دوبارہ اٹھایا جاؤنگا؟ میں نے کہا ضرور۔ اس نے کہا کہ میں وہاں بھی مالدر اور صاحب اولاد ہونگا اور تمہارا حق وہی ادا کر دونگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

٢ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسکا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ''کیا اس نے لوح محفوظ میں دیکھ لیا ہے؟'' حضرت مجاہد اسکا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ ''کیا اسکے پاس علمِ غیب ہے جس سے معلوم ہو جائے کہ جنت میں ہوگا یا نہیں؟'' حضرت قتادہ اور سفیان ثوری کہتے ہیں کہ ''کیا اسکے پاس عملِ صالح ہے'' بعض نے کہا کہ اس سے مراد توحید ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے وعدہ مراد ہے۔ کلبی نے اسکا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ''کیا اس نے اللہ سے معاہدہ کیا ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کریگا'' (القرطبی)

٣ یعنی ہر گز ایسا نہیں ہے نہ غیب پر مطلع ہے اور نہ اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد باندھا ہے۔ (القرطبی) سوال: ہر بات جو منہ سے نکلتی ہے فوراً لکھ لی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۔ لیکن اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عاص بن وائل نے جو بات حضرت خباب ﷺ سے کہی تھی اللہ تعالیٰ اسکو آئندہ لکھے گا کیونکہ سَنَكْتُبُ ہے۔ جواب: لکھنے سے مراد محفوظ رکھنا، نظر انداز نہ کر دینا، یا اس امر کو ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ہم نے اسکا قول لکھ لیا ہے، یا اسکی بات کا انتقام لینا مقصود ہے۔ بہر حال محفوظ رکھیں گے یا اسکی بات کو ظاہر کرینگے کہ ہم نے تیری کہی ہوئی بات لکھ لی تھی، یا انتقام لینگے یہ تمام امور آئندہ ہونگے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے اعمال لکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے لکھتے ہیں اس لئے فرشتوں کا لکھنا اللہ تعالیٰ کا لکھنا ہوا یہی وجہ ہے کہ آیت میں لکھنے کی نسبت اپنی طرف کی۔ (مظہری) ٤ یعنی موت کے بعد اسکے مال واولاد کے مالک ہم ہونگے وہ ہمارے پاس تنہا آئیگا مال اور اولاد کو ساتھ نہ لائیگا۔ (روح البیان) ٥ مطلب یہ ہے کہ کفار قریش بتوں کی پوجا اس لئے کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان بتوں کی سفارش یا وسیلہ سے انکو عزت حاصل ہو جائے اور بت انکی مدد کریں۔ (مظہری) ٦ ضد سے مراد ہے ذلت وحقارت۔ اول فقرہ میں بتوں کا باعث عزت ہونا مذکور ہے جسکی امید کافروں کو تھی اور عزت کی ضد ذلت ہوتی ہے، یا ضد سے مراد مخالف ہونا، دشمن ہونا یعنی کافروں کے باطل معبود قیامت کے دن انکے دشمن اور مخالف ہو جائینگے، انکی تکذیب اور ان پر لعنت کرینگے، یا یہ مطلب کہ کافروں کو عذاب دینے میں مددگار بن جائینگے۔ پتھروں کو آگ میں ڈالا جائیگا تو آگ کی تیزی بڑھ جائیگی۔ پتھر ایندھن بن جائینگے جسکی وجہ سے کافروں کی سوختگی میں اضافہ ہوگا، یا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ قیامت کے روز یہ کافر اپنے الہ کے مخالف ہو جائینگے۔ دنیا میں تو انکی پوجا کرتے تھے لیکن آخرت میں منکر ہو جائینگے۔ لفظ ضِدٌّ کی وحدت معنی کی وحدت کی طرف اشارہ کر رہی ہے یعنی سب کافر الہ کی ضد ہونے میں ایک شخص کی طرح ہونگے، سب ضدیت میں متفق ہونگے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ سب دوسروں کے خلاف ایک ہاتھ ہیں یعنی سب متفق الرائے اور متحد القوت ہونگے (مظہری) ٧ یعنی ہم نے کافروں پر شیاطین کو مسلط کیا اسطرح کہ شیاطین نے انھیں اغواء کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ لوگ اطاعت کو چھوڑ کر معصیت کی جانب جاتے ہیں (القرطبی) ٨ کلبی کہتے ہیں کہ اس شمار سے مراد انکی زندگی کے ایام، مہینے اور سال ہیں یہاں تک کہ عذاب کی مدت تک پہنچ جائیں۔ ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے انفاس کا شمار مراد ہے (القرطبی)

الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى

پرہیزگارانرا بسوے خدا بخشندہ و برانیم مجرمانرا بسوے

پرہیزگاروں کو اللہ کی طرف سے بخشا ہوا ١ اور ہم ہانکیں گے مجرموں کو

جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ

دوزخ بیادگان نتوانند درخواست ہیچ شفیعے مگر کسیکہ فرا گرفتہ است

دوزخ کی جاب پیاسا ٢ کسی سفارش (پر بھی) قدرت نہ رکھیں گے مگر وہ جس نے

عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾

نزد خدای پیمانی و گفتند فرا گرفتہ است خدای فرزندے

اللہ کے پاس کوئی وعدہ لیا ہو ٣ اور انھوں نے کہا اللہ نے فرزند بنایا ہے ٤

لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ

ہر آئنہ آوردید چیزے زشت نزدیک شد کہ آسمانہا شگافتہ شوند ازاں

بیشک تم بری چیز لائے ٥ قریب ہے کہ پھٹ جائیں اس سے آسمان

وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ اَنْ دَعَوْا

و شگافند زمین و بیفتد کوہہا دمشگرد آنکہ خواندند

اور زمین میں شگاف ہو جائے اور پہاڑ ڈھل کر گر پڑے ٦ یہ کہ انھوں نے

لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾

مر خداے را فرزندے و نسزد مر خداے را آنکہ فرا گیرد فرزندے

اللہ کیلئے فرزند ہونے کا دعویٰ کیا ٧ اور سزاوار نہیں ہے اللہ کیلئے یہ کہ (اپنے لئے) کوئی فرزند بنائے ٨

اِنْ كُلُّ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِى

نیست یکے در آسمانہا و زمین مگر آیندہ

نہیں ہے کوئی ایک آسمانوں اور زمین میں مگر اللہ کے حضور بندگی کی

١ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنو! اللہ تعالیٰ متقیوں کے وفد کو نہ پیدل اٹھائیگا نہ ہنکا کر لے جائیگا بلکہ جنت کی ان اونٹنیوں پر سوار کرا کے لائیگا جنکی نظیر کسی مخلوق نے نہیں دیکھی، اونٹنیوں پر سونے کے کجاوے اور زبرجد کی مہاریں ہونگی۔ متقی ان پر سوار ہو کر جائیں گے اور جا کر جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ ابن ابی حاتم نے عمر بن قیس ملائی کا بیان نقل کیا ہے کہ مومن جونہی قبروں سے برآمد ہوگا اسکا عمل حسین ترین شکل اور پاکیزہ ترین خوشبو کیساتھ اسکے سامنے آئیگا اور کہے گا۔ کیا تو مجھے پہچانتا ہے، مومن جواب دیگا نہیں مگر [اتنا جانتا ہوں کہ] اللہ نے تیری خوشبو کو پاکیزہ اور صورت کو حسین بنایا ہے، عمل کہے گا میں دنیا میں بھی ایسا ہی تھا میں تیرا نیک عمل ہوں۔ دنیا میں مدت دراز تک میں تجھ پر سوار رہا آج تو مجھ پر سوار ہو جا۔ اتنا بیان کرنے کے بعد راوی نے پڑھا يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا۔ پھر کہا: کافر کا عمل نہایت بدشکل اور انتہائی گندی بدبو کیساتھ اسکے سامنے آئیگا اور پھر پوچھے گا کیا تو نے مجھے پہچانا؟ کافر جواب دیگا نہیں مگر [اتنا جانتا ہوں کہ] اللہ نے تیری شکل بری اور بو نہایت گندی بنائی ہے۔ عمل کہے گا میں دنیا میں بھی ایسا ہی تھا میں تیرا برا عمل ہوں دنیا میں مدت دراز تک تو مجھ پر سوار رہا آج میں تجھ پر سوار ہونگا۔ اتنا بیان کرنے کے بعد راوی نے پڑھا وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ یعنی وہ اپنے بار اپنی پشت پر اٹھائیں گے۔ (مظہری)

٢ وِرْدًا کا ترجمہ بغوی نے ''پیدل'' کیا ہے، بعض نے اسکا ترجمہ ''پیاسا'' کیا ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ لوگوں کا حشر تین طرح سے ہوگا یعنی تین فریق ہونگے۔ سوار، پیدل اور منہ کے بل۔ شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ لوگوں کا حشر تین طریقوں پر ہوگا [کچھ لوگ] راغب ہونگے [کچھ لوگ] خوف زدہ ہونگے اور ایک ایک اونٹ پر دو دو یا تین تین یا دس دس سوار ہونگے، آگ بھی انکے ساتھ ہوگی جہاں وہ دوپہر کو ٹھہریں گے آگ بھی ان کیساتھ ٹھہرے گی جہاں وہ رات کو رہیں گے آگ بھی ان کیساتھ رات کو رہے گی۔ شیخ ابن حجر نے کہا رَاغِبِيْنَ رَاهِبِيْنَ وہ لوگ ہونگے جو پہلے طریقہ پر ہونگے یعنی عام مؤمن۔ حلیمی اور غزالی نے یقین کیساتھ کہا ہے کہ جو لوگ سوار کر کے لے جائے جائینگے وہ قبروں سے سوار ہونے کی حالت میں اٹھائے جائینگے، لیکن اسماعیلی کا قول ہے کہ موقف تک پیدل جائینگے پھر وہاں سے سوار ہو جائینگے۔ (مظہری) ٣ یعنی یہ کفار شفاعت نہیں کر سکیں گے اسکے برعکس مسلمان شفاعت کرینگے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں مسلسل شفاعت کرونگا یہاں تک میں عرض کرونگا اے میرے رب! میری شفاعت اسکے حق میں بھی قبول فرما جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا [لیکن کوئی نیک عمل انھوں نے نہ کیا] پس اللہ تعالیٰ فرمائیگا اے محمد! (ﷺ) یہ لوگ آپ کیلئے نہیں لیکن میرے لئے ہیں۔ اسطرح حدیث شریف میں ہے کہ اہل فضل، اہل علم اور اہل صلاح بھی شفاعت کرینگے جنکی شفاعت کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائیگا (القرطبی) ٤ یعنی یہود و نصاری نے اور ان لوگوں نے جنھوں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے بنات اللہ ہیں (القرطبی) ٥ یعنی تم لوگ انتہائی ناپسندیدہ قوم لائے۔ اِدًّا برے معاملات کو کہتے ہیں (القرطبی) ٦ یعنی اتنی پُرہیبت اور ہولناک بات ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا بے پایاں حلم نہ ہوتا تو سارا عالم تباہ ہو جاتا اور اس بات کو منہ سے نکالنے والا الٹ جاتا (مظہری) ٧ آسمان اور زمین کے نظام میں خلل آجائے اگر تم رحمٰن کیلئے ولد بناؤ۔ (روح البیان)

٨ اپنے لئے ولد بنانا اللہ کی شان نہیں ہے اس لئے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ (روح البیان)

الرَّحۡمٰنِ عَبۡدًا ۝٩٣ لَقَدۡ اَحۡصٰىهُمۡ وَعَدَّهُمۡ عَدًّا ۝٩٤ وَ

بخدای در حالت بندگی هر آئنه دانست ایشانرا و شمرده است شمردنی و

حالت میں آنے والا ہے ۱ بیشک معلوم ہے ان کا شمار اور اس نے گن لیا خوب گنتی کیساتھ ۲ اور

كُلُّهُمۡ اٰتِيۡهِ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فَرۡدًا ۝٩٥ اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا

هر یک از ایشاں آینده است روز قیامت تنها هر آئنه آنانکه گرویدند

ہر ایک ان میں سے آنے والا ہے قیامت کے روز تنہا ۳ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا ۝٩٦ فَاِنَّمَا يَسَّرۡنٰهُ

و کردند نیکیها زود باشد که پدید کند برای ایشاں خدای دوست پس جز این نیست که آسان گردانیدیم قرآن

بہت جلد اللہ ان کیلئے دوست ظاہر فرمائیگا ۴ پس اسکے سوا کچھ نہیں کہ ہم آسان کر دینگے قرآن کو

بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الۡمُتَّقِيۡنَ وَتُنۡذِرَ بِهٖ قَوۡمًا لُّدًّا ۝٩٧ وَكَمۡ اَهۡلَكۡنَا

بزبان تو تا مژده دهی باں پرہیزگارانرا و بیم کن باں گروه ستیزنده را چند ہلاک کردیم ما

تمہاری زبان میں تا کہ بشارت دو اس سے پرہیزگاروں کو اور ڈراؤ اس سے لڑنے والی قوم کو ۵ اور کتنی ہی ہلاک کئے

قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ ؕ هَلۡ تُحِسُّ مِنۡهُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَوۡ تَسۡمَعُ لَهُمۡ رِكۡزًا ۝٩٨

پیش از ایشاں از قرنها آیا هیچ می یابی از ایشاں یکے را یا شنوی ایشانرا آوازی

ہم نے ان سے پہلے بستیوں کو کیا تم پاتے ہو ان میں سے کسی ایک کو یا سنتے ہو انکی آواز ۶

سُوۡرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّخَمۡسٌ وَّثَلٰثُوۡنَ اٰيَةً وَّثَمَانُ رُكُوۡعَاتٍ

سورہ طٰہٰ مکی ہے اور اس میں ۱۳۵ آیات اور آٹھ رکوع ہیں ۷

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بنام خدای بخشنده مهربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

۱ یعنی آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو قیامت کے روز عبودیت کا اظہار کرتے ہوئے نہ آئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ یہ اس کیلئے مناسب نہ تھا اس نے مجھے برا کہا حالانکہ یہ اس کیلئے مناسب نہ تھا پس ابن آدم کا میری تکذیب کرنا ہے اسکا یہ کہنا کہ میں اسے دوبارہ نہیں اٹھاؤنگا جس طرح میں نے اسے پہلی مرتبہ پیدا کیا حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا پہلی مرتبہ تخلیق سے زیادہ مجھ پر دشوار نہیں ہے ابن آدم کا مجھے برا کہنا یہ ہے کہ اس نے اللہ کیلئے ولد مانا حالانکہ میں احد صمد لم یلد و لم یولد ہوں اور میرا کوئی ہمسر نہیں ہے (القرطبی)

۲ ان میں سے کسی ایک کی گنتی بھی مجھ پر مخفی نہیں ہے (القرطبی)

۳ یعنی ان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے پاس تنہا آئیگا نہ انکا کوئی مددگار ہوگا اور نہ جنکی وہ عبادت کرتے تھے وہ ساتھ ہونگے (روح البیان)

۴ ابن جریر نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب انھوں نے [عبد الرحمٰن بن عوف] مدینے کو ہجرت کی تو انکو مکے میں رہنے والے دوست احباب شیبہ بن ربیعہ عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف وغیرہ کی یاد ستانے لگی تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) طبرانی نے الاوسط میں کہا ہے کہ اس آیت کا نزول حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حق میں ہوا اور ارشاد ہوا کہ تمہاری محبت سوائے کافروں کے سارے مؤمنوں اور کل مخلوق کے دلوں میں ڈال دیگا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جسکا میں مولیٰ ہوں علی بھی اسکے مولیٰ ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ علی کا ذکر [یا علی کی محبت] عبادت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبریل سے فرماتا ہے میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ حسب حکم جبرائیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین پر اس شخص کو مقبولیت عطا کر دی جاتی ہے (مظہری) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے ارشاد فرمایا: کہ اے علی! اللہ سے یوں دعا کرو اے اللہ تو اپنی طرف سے میرے لئے ایک عہد کر دے اور مؤمن کے دلوں میں میرے لئے مؤدت ڈال دے۔ (القرطبی) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اپنے بھائی کی طرف نظر مؤدت سے دیکھے اور اسکے دل میں بغض و حسد نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسکے پچھلے گناہ معاف فرما دیگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں محبت کو ظاہر کرتی ہیں (۱) سلام کی ابتدا تم کرو (۲) مجلس میں اس کیلئے جگہ کشادہ کرو (۳) تم اسے اچھے نام سے پکارو۔ (روح البیان) ۵ لُدًّا: سخت جھگڑالو لوگ جو حق واضح ہونے کے بعد بھی اسکو قبول نہیں کرتے اور محض عناد قومی و ذاتی اور جذبۂ خصومت کی وجہ سے دوزخ کو پسند کرتے ہیں۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ الد اس ظالم کو کہتے ہیں جو کبھی راہ راست پر نہ آئے۔ حضرت ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ الد وہ شخص ہے جو باطل کا مدعی ہو اور حق کا منکر۔ (مظہری) ۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رِکۡزًا کا ترجمہ کیا ہے آواز حضرت ابن زید نے اسکا ترجمہ کیا ہے احساس یزیدی اور حضرت ابو عبیدہ نے اسکا ترجمہ کیا ہے ایسی آواز اور حرکت جو سمجھ میں نہ آئے۔ (القرطبی) ۷ اس میں ۵۲۴۲ حروف اور ۱۳۴۱ کلمات ہیں (غرائب القرآن) اس سورت کی غرض یہ ہے کہ اصول دین توحید نبوۃ اور بعث و نشور کو لوگوں کے دلوں میں مضبوط بنائے جائیں اس سورت میں انبیائے کرام علیہم السلام کے قصص رسول اللہ ﷺ کی تسلی کیلئے بیان کئے گئے ہیں اس سورت میں خصوصیت کیساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے قصہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

طٰهٰ ① مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ② اِلَّا تَذْكِرَةً

ما نفرستادیم بر تو قرآن در رنج آفتی مگر پندے

ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نہ اتارا کہ آپ کسی آفت کے رنج میں پڑیں ١ مگر ایک نصیحت

لِّمَنْ يَّخْشٰى ③ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ

آنکسیرا کہ بترسید فرستادہ ازانکہ بیافرید زمین و آسمانہا

اس کیلئے جو ڈرتا ہو ٢ بھیجا ہوا اسکی طرف سے جس نے زمین پیدا کی اور بلند آسمانوں

الْعُلٰى ④ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ⑤ لَهٗ مَا فِى

بلند را بسیار بخشایش است بر عرش مستوی شد او را ست آنچہ در

کو ٣ بہت رحم والا ہے عرش پر مستوی ہوا ٤ اسی کیلئے ہے جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ

آسمانہا و آنچہ در زمین است و آنچہ میان ایشاں است و آنچہ زیر

آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ اسکے درمیان میں ہے اور جو کچھ

الثَّرٰى ⑥ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ⑦

طبقہ تر است و اگر آشکار کنی سخن را پس ہر آئنہ او میداند پوشیدہ و پوشیدہ تر را

تر طبقہ کے نیچے ہے ٥ اور اگر تو ظاہر کرے بات کو تو بیشک وہ جانتا ہے پوشیدہ اور پوشیدہ تر کو (بھی) ٦

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ⑧ وَهَلْ

اللہ است نیست معبودی مگر او او را ست نامہائے نیکو و آیا

اللہ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ اسی کیلئے اچھے نام ہیں ٧ اور کیا

اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ⑨ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ

آمد بتو سخن موسی چوں دید آتشی پس گفت مر کسان خود

تمہارے پاس موسی کی بات (نہیں) آئی ٨ جب دیکھی ایک آگ تو کہا اپنی اہلیہ سے

١ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز کے دوران قدموں کے اگلے حصوں پر [زور دیکر] کھڑے ہوتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ [نماز میں] کبھی ایک پاؤں پر دباؤ ڈال کر اور کبھی دوسرے پر وزن ڈال کر کھڑے ہوتے تھے تا کہ علیحدہ علیحدہ ہر پاؤں پر کھڑے ہونے کی صورت بن جائے۔ حتی کی یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ہے کہ مشرکین کہتے تھے کہ یہ شخص اپنے رب کی خاطر مشقت میں پڑ گیا اس پر اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) جوہری نے لکھا ہے کہ شقاوت' سعادت کا عکس ہے اور جسطرح سعادت کی دو قسمیں ہیں دنیوی اور اخروی' اسی طرح شقاوت بھی دو طرح کی ہوتی ہیں دنیوی اور اخروی' پھر سعادت دنیوی تین طرح کی ہوتی ہیں نفسانی' جسمانی اور بیرونی' اسی طرح شقاوت دنیوی کی بھی تین قسمیں ہیں۔ دنیوی جسمانی شقاوت یعنی تھکان ہے اور آیت میں یہی مراد ہے (مظہری)

٢ آیت میں قرآن کو نصیحت ان لوگوں کے بارے میں بتایا گیا ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اس لئے کہ یہ لوگ قرآن کی نصیحت سے نفع حاصل کرتے ہیں ورنہ قرآن کا نصیحت ہونا عام ہے جیسے اللہ تعالٰی کا فرمان هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ. (تفسیر کبیر)

٣ اَنْزَلْنَا بصیغہ جمع متکلم فرمایا تھا اور اس جگہ اپنی ذات کو بصیغہ غائب ذکر کیا اس سے طرز کلام میں نیرنگی پیدا ہوگئی اور اتارنے کی عظمت کا اظہار دو طرح سے ہوگا' اول اتارنے کی نسبت اپنی عظیم الشان ذات کی جانب کی پھر ایسی ذات جامع الصفات کی طرف اسنادِ تنزیل کی جو عظیم الشان صفات وافعال کا سرچشمہ ہے اور اسی ترتیب سے افعال کا ذکر کیا جو ترتیب عند العقل مناسب تھی اول تخلیق زمین کا ذکر کیا کیونکہ زمین بالکل ہمارے سامنے اور بہت زیادہ قریب ہے پھر اونچے آسمانوں کا ذکر کیا اسکے بعد استواعلی العرش اور درمیانی کائنات کی ملکیت وتخلیق اور زیرِ ثری کی پیدائش کا تذکرہ کیا۔ (مظہری) ٤ شیخ ابوالحسن وغیرہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی عرش پر مستوی ہے بغیر حد اور بغیر کیف کے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی مَا كَانَ اور مَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ کا ارادہ فرماتا ہے (القرطبی) ٥ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ زمین ایک مچھلی پر ہے' مچھلی سمندر پر ہے' مچھلی کے سر کے دونوں اطراف اور اسکی دم عرش کے نیچے سے ملتی ہے' سمندر ایک سبز رنگ کے پتھر کے اوپر ہے' پتھر ایک بیل کے سینگ پر ہے' بیل ثری پر ہے اور تحت ثری کیا چیز ہے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔ حضرت وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ زمین پر سات سمندر ہیں' زمین سات ہیں ہر دو زمین کے درمیان ایک سمندر ہے پس سب سے نچلے سمندر جہنم کے کنارے واقع ہے اگر وہ سمندر اپنے پانی سے جہنم کی آگ کو ٹھنڈا نہ رکھتا تو جہنم ہر اس چیز کو جلا ڈالتی جو اسکے اوپر ہے' جہنم ہوا پر ہے اور ہوا ظلمت کے حجاب پر ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے اور یہ حجاب ثری پر ہے اور ثری پر خلائق کے علم کی انتہا ہے۔ حضرت محمد بن کعب کہتے ہیں کہ تحت الثّرٰی سے مراد ساتویں زمین ہے (القرطبی) ٦ حضرت حسن کہتے ہیں کہ سر وہ خفیہ بات جو آدمی چپکے سے دوسرے سے کہہ دیتا ہے اور اخفی وہ پوشیدہ بات جسکو اپنے دل ہی میں چھپائے رکھتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ سر وہ پوشیدہ بات جو آدمی اپنے دل میں رکھتا ہے اور اخفی وہ بات جو آئندہ اللہ دل میں پیدا کر دیتا ہے اور اسوقت کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ (مظہری) ٧ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کو ایک خدا کی طرف بلایا پھر آپ نے اس پر تکبیر کہی تو ابو جہل نے ولید بن مغیرہ سے کہا: محمد (ﷺ) ہمیں تو بہت سارے الٰہ کی عبادت سے روکتے ہیں اور خود دو الٰہ یعنی اللہ اور رحمٰن کو پکارتے ہیں۔ (القرطبی) ٨ یعنی کیا تمہارے پاس انکی خبر نہیں آئی۔ اہل معانی کہتے ہیں کہ یہاں هَلْ استفہام کیلئے ہے۔ (القرطبی)

امۡكُثُوۡۤا اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّیۡۤ اٰتِیۡكُمۡ مِّنۡهَا بِقَبَسٍ

درنگ کنید ہر آئنہ من دیدم آتشی شاید کہ بیارم بشما ازاں شعلہ

ٹھہرو بیشک میں نے دیکھی ہے ایک آگ کہ میں لاؤں تمہارے لئے اس سے شعلہ

اَوۡ اَجِدُ عَلَی النَّارِ هُدًی ﴿۱۰﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوۡدِیَ یٰمُوۡسٰی ﴿۱۱﴾

یا بیابم براں آتش راہنمائی پس آں وقت کی بآمد باں ندا کردہ شد اے موسیٰ

یا میں پاؤں اس آگ پر رہنمائی[1] پس جسوقت اس آگ کے پاس آئے تو ندا کی گئی اے موسیٰ[2]

اِنِّیۡۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخۡلَعۡ نَعۡلَیۡكَ ۚ اِنَّكَ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ

ہر آئنہ من پروردگار تو ام پس بیروں کن نعلین خود را ہر آئنہ تو بوادی پاکیزہ

بیشک میں تمہارا رب ہوں پس اتار لو اپنے نعلین کو بیشک تو پاک وادی

طُوًی ﴿۱۲﴾ وَ اَنَا اخۡتَرۡتُكَ فَاسۡتَمِعۡ لِمَا یُوۡحٰی ﴿۱۳﴾ اِنَّنِیۡۤ اَنَا

طوی و من برگزیدم ترا پس گوش فرا دار مرا آنچیزیرا کہ وحی کردہ شد البتہ منم

طوی میں ہے[3] اور میں نے برگزیدہ کیا تمہیں پس کان لگا کر سنو اس چیز کو جو وحی کی جاتی ہے[4] ضرور میں

اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكۡرِیۡ ﴿۱۴﴾

خدای نیست خدای مگر من پس پرستید مر و بپادار نماز را تا یاد کنی مرا

ہی اللہ ہوں نہیں ہے کوئی خدا میرے سوا پس مجھے ہی پوجو اور قائم رکھو نماز کو تا کہ تم مجھے یاد رکھو[5]

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَكَادُ اُخۡفِیۡهَا لِتُجۡزٰی كُلُّ نَفۡسٍۭ

ہر آئنہ قیامت آئندہ است میخواہم پنہاں دارم تا جزا دہد شد ہرتنی

بیشک قیامت آنے والی ہے میں اسے پنہاں رکھنا چاہتا ہوں تا کہ بدلہ دیا جائے ہر جان کو

بِمَا تَسۡعٰی ﴿۱۵﴾ فَلَا یَصُدَّنَّكَ عَنۡهَا مَنۡ لَّا یُؤۡمِنُ بِهَا

آنچہ می شتابد پس باید کہ باز ندارد ترا ازاں کسیکہ باں

جسکی وہ کوشش کرتی ہے[6] پس چاہئے کہ باز نہ رکھے تجھے اس سے وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے

[1] بغوی نے واقعہ کی تفصیل اسطرح لکھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام سے مصر لوٹ جانے کی اجازت طلب کی تا کہ اپنی والدہ اور اپنی بہن کی زیارت کر سکیں، حضرت شعیب علیہ السلام نے اجازت دیدی آپ اپنی بیوی کیساتھ چل پڑے۔ سردی کا موسم تھا بادشاہان شام کے خوف سے آپ عام راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے پر ہو لئے۔ بیوی دِنوں سے تھیں، صبح یا شام کا بھروسہ نہ تھا۔ راستوں سے واقف نہ تھے۔ صحرا میں بغیر جانے ایک راستہ پر چل پڑے وہ راستہ کوہِ طور کے دائیں مغربی جانب تھا رات تاریک اور فضا برفیلی تھی۔ راستہ میں بیوی کو دردِ زہ ہونے لگا۔ آپ نے چقماق کو رگڑا پر آگ نہیں نکلی۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام غیرت مند آدمی تھے چونکہ بیوی ساتھ تھی اس لئے رفقائے سفر کیساتھ رات کو چلتے تھے اور دن کو علیحدہ ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ راستہ بھٹک گئے تاریک رات تھی، چقماق کو رگڑا لیکن آگ نہیں نکلی۔ نظر اٹھائی تو دور آگ روشن دکھائی دی جو طور کی جانب سے راستہ کے بائیں جانب کو تھی۔ اٰنَسۡتُ: بلا شک وشبہ میں نے آگ دیکھی مجھے اسکے آگ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ بعض اہل لغت نے کہا کہ ایناس اس طور پر دیکھنے کو کہتے ہیں جس سے کچھ انس خاطر پیدا ہو۔ قَبَسٌ: آگ کا شعلہ، آگ کا وہ تھوڑا حصہ جو زیادہ آگ میں سے حاصل کر لیا جائے۔ (مظہری)

[2] بغوی نے لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے تو آپ نے ایک درخت کو دیکھا جو اوپر سے نیچے تک بالکل سبز تھا اور اسکے گردا گرد شفاف، سفید آگ اسکو گھیرے ہوئے تھی جو بہت زیادہ روشن تھا [دھویں کا نام ونشان بھی نہ تھا] درخت کی سبزی اور آگ کی سفیدی دونوں اپنی اپنی جگہ نمایاں تھیں، نہ درخت کی سبزی آگ کی روشنی اور سفید میں مخل تھی نہ آگ کی نورانیت درخت کی سبزی نمایاں ہونے سے مانع تھی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ درخت کا رنگ گندمی سبز تھا۔ حضرت قتادہ وغیرہ نے کہا کہ عوسج کا درخت تھا، بعض نے کہا کہ عناب کا درخت تھا۔ اہل تفسیر کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جسکو آگ سمجھا تھا وہ آگ نہ تھی نور تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اسکو آگ ہی خیال کیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسکو نار ہی فرمایا۔ (مظہری) [3] حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ندا آئی تو آپ نے کہا کہ یہ کلام کرنے والا کون ہے؟ آواز آئی میں ہی اللہ ہوں۔ اسوقت شیطان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خیال پیدا کیا کہ شاید میں شیطان کا کلام سن رہا ہوں لیکن فوراً یہ کہہ اٹھے کہ یقیناً یہ اللہ کا کلام ہے کیونکہ ہر طرف سے اور عضو سے میں اسکو سن رہا ہوں (بیضاوی) فَاخۡلَعۡ نَعۡلَیۡكَ: بعض علماء کا کہنا ہے کہ برہنہ پا ہو جانا تعظیم کی علامت ہے اس لئے جوتے اتارنے کا حکم دیا گیا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ جوتے مردہ گدھے کی کھال کے بنے ہوئے تھے، یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ وہ چمڑا جسکے جوتے بنے ہوئے تھے دباغت شدہ نہ تھا، حضرت عکرمہ اور حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ننگے پاؤں جانے کا حکم اس لئے دیا گیا تھا کہ اس پاک زمین کی خاک سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدم محروم نہ رہیں۔ (مظہری) [4] حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے کلام کو سننے کیلئے ایک پتھر پر کھڑے ہو گئے اور دوسرے پتھر کی جانب ٹیک لگالی (القرطبی) [5] اس جملے کے اندر وحی کے دو حصے بیان فرمائے، توحید جو علم کا کمال ہے اور عبادت خالص جو عمل کا کمال ہے، عمومی عبادت کا ذکر پہلے کیا پھر نماز کا خصوصیت کیساتھ حکم دیا کیونکہ تمام عبادتوں میں نماز کی اہمیت اور عظمت ظاہر ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز دین کا ستون ہے (مظہری) [6] یہ جملہ حکم عبادت کی علت ہے جس کو خوف دلانے کیلئے ذکر کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صہیب بہت اچھا بندہ ہے اگر اس کو اللہ کا خوف نہ بھی ہوتا تب بھی وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرتا۔ رابعہ بصریہ نے کہا تھا میں چاہتی ہوں کہ جنت کو جلا دوں اور دوزخ کو بجھا دوں تا کہ بغیر خوف وطمع بندہ اللہ کی عبادت کرے (مظہری)

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿١٦﴾ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿١٧﴾

و پیروی کردہ است آرزوے خود را پس ہلاک شوی و چہ چیز است بدست راست تست اے موسیٰ

اور اپنے آرزو کی پیروی کی پھر تو تو ہلاک ہو جائیگا ١ اور کیا چیز ہے تمہارے داہنے ہاتھ میں اے موسیٰ ٢

قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا

گفت ایں عصاے من ست تکیہ میکنم براں و فرو ریزم بداں

عرض کی یہ میرا عصا ہے، میں ٹیک لگاتا ہوں اس پر اور جھاڑتا ہوں اس سے (پتے)

عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿١٨﴾ قَالَ اَلْقِهَا

بر گو سفندان خود و مرا دراں عصا کارہاے دیگر است گفت بیفکن آنرا

اپنی بکریوں کیلئے اور میرے لئے اس عصا میں دوسرے کام ہیں ٣ فرمایا ڈال دو اسے

يٰمُوْسٰى ﴿١٩﴾ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿٢٠﴾ قَالَ خُذْهَا

اے موسیٰ پس بیفکند او را پس آنجا عصا ماری می شتافت گفت بگیر او را

اے موسیٰ ٤ پس ڈال دیا اسے تو اسی جگہ عصا دوڑتا ہوا سانپ بن گیا ٥ فرمایا پکڑ لو اسے

وَلَا تَخَفْ وقفة سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿٢١﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ

و مترس زود باز گردانیم آنرا بہیات اول و بہم آرد ست خود را

اور نہ ڈرو بہت جلد ہم پھیر دینگے اسے پہلی حالت پر ٦ اور ملاؤ اپنے ہاتھ کو

اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ﴿٢٢﴾

بسوے پہلوے خود تا بیروں آید سفیدی بے عیب آیتی دیگر

اپنے پہلو کی طرف تا کہ نکلے سفیدی بے عیب ایک دوسری نشانی ٧

لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿٢٣﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ

تا بنمایم ترا از آیات ما بزرگ تر برو بسوے فرعون کہ او

تا کہ ہم دکھائیں تمہیں اپنی بڑی نشانیوں میں سے ٨ جاؤ فرعون کی جانب کہ وہ

١ ابو مسلم کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اے موسیٰ! جو لوگ ایمان نہیں لائے وہ کہیں تمہیں نماز سے روک نہ دیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اے موسیٰ! جو لوگ ایمان نہیں لائے وہ کہیں تمہیں قیامت پر ایمان لانے سے روک نہ دیں۔ (تفسیر کبیر)

٢ وَمَا تِلْكَ: عصا کی جانب اشارہ ہے۔ بِيَمِيْنِكَ: ہاتھ کی جانب اشارہ ہے، ان دونوں چیزوں کی جانب سے ایک نکتہ نکلتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میں سے ہر ایک کو معجزہ بنا دیا [کیونکہ عصا سانپ بن جاتا تھا] اور جسمِ کثیف [ہاتھ] کو نور لطیف بنا دیا [آپ ذرا سوچیں] کہ جس اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کو نظر واحد سے نورِ لطیف بنا دیا وہ اللہ اپنے بندوں کے دل کی جانب روزانہ تین سو ساٹھ مرتبہ نظر فرماتا ہے۔ پس اس میں کیا عجب ہے کہ بندہ کا دل عصیان کی موت سے سعادتِ طاعت اور نور معرفت کی جانب پلٹ جائے۔ (تفسیر کبیر)

٣ میمون بن مہران کہتے ہیں کہ عصا رکھنا انبیاء کی سنت ہے اور مومن کی علامت ہے۔ حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ عصا میں چھ خصلتیں ہیں (١) انبیاء کی سنت (٢) صلحاء کی زینت (٣) دشمنوں پر اسلحہ (٤) کمزوروں کیلئے معاون (٥) منافقین کیلئے باعث غم (٦) طاعات میں زیادت۔ کہا جاتا ہے کہ مومن کیساتھ جب عصا ہوتا ہے تو اس مومن سے شیطان بھاگتا ہے، منافق اور فاجر اس سے ڈرتے ہیں، نماز کے وقت سترہ کا کام دیتا ہے اور چلنے کے وقت اسے تقویت پہنچاتا ہے۔ (القرطبی) بعض اہل محبت نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب کو قدرِ کفایت سے زیادہ طول دیا اور سوال سے زائد جواب میں تفصیل بیان کی۔ اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ محبوب کیساتھ ہمکلام ہونے میں لذت پا رہے تھے اس لئے زیادہ ہمکلام رہنا چاہتے تھے لیکن پھر اپنی طوالت کلام سے ڈر گئے اور خیال کیا کہ یہ گستاخی اور بے ادبی ہے۔ اس لئے کلام کو آخر میں مجمل کر دیا اور وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى پر کلام ختم کر دیا (مظہری) ٤ یعنی لاٹھی پر تکیہ نہ کرو اسکا سہارا چھوڑ دو ہمارا سہارا پکڑ لو، پھینکنے کے بعد اس لاٹھی کا حقیقی فائدہ نظر آ جائیگا (مظہری) ٥ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب عصا کو زمین پر پھینکا تو اسکے اوصاف میں تبدیلی آ گئی اور اچانک وہ عصا دو منہ والا سانپ بن گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اسکے بعد وہ عصا چلتا پھرتا تھا، کلام کرتا، اپنے اوپر بوجھ اٹھاتا، اسکے دونوں سروں سے رات کے وقت چراغ کی طرح روشنی نکلتی تھی، جب آپ پانی کا ارادہ فرماتے تو عصا ڈول کی شکل میں ہو جاتا اور جب آپ کسی پھل کا ارادہ فرماتے تو زمین میں نصب ہو جاتا پھر آپ وہ پھل توڑ لیتے تھے۔ مروی ہے کہ یہ عصا جنت کی لکڑی کا تھا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے حضرت جبرائیل علیہ السلام لیکر آئے تھے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے حضرت شعیب علیہ السلام نے آپکو دیا تھا اور یہ وہ عصا تھا جسے حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لیکر آئے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عصا جب اژدھا بنا تو پتھر اور درخت کو نگلنے لگا جب آپ نے دیکھا کہ یہ ہر شے کو نگل رہا ہے تو آپ ڈر گئے۔ (القرطبی) ٦ بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسوقت اونی چوغہ پہنے ہوئے تھے جب حکم ہوا کہ اسکو پکڑ لو تو آپ نے چوغہ کا دامن ہاتھ میں لپیٹ کر پکڑنا چاہا تو اللہ نے حکم دیا کہ ہاتھ کھول دو چنانچہ آپ نے ہاتھ کھول دیا (مظہری) ٧ یعنی ہاتھ کو بغل کے نیچے لے جاؤ پھر نکالو تو وہ سفید، چمکدار روشن بغیر کسی بیماری کے برآمد ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے روشن چمکدار نور برآمد ہوتا تھا جو دن میں یا رات میں ہر وقت چاند سورج کی طرح چمکتا تھا۔ اٰيَةً اُخْرٰى سے مراد یہ ہے کہ یہ دوسرا معجزہ ہوگا جو تمہاری نبوت کی تصدیق کرے گا۔ (مظہری) ٨ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یدِ بیضاء حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سب سے بڑا معجزہ تھا۔ (مظہری)

طٰغٰى ۞ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ﴿٢٦﴾
از حد گذشته است گفت اے پروردگار من کشاده کن برای من سینه من و آسان کن مرا کار مرا
حد سے گذرا ہوا ہے ۱ عرض کی اے میرے رب! کشادہ فرما میرے لئے میرے سینے کو ۲ اور آسان فرما میرے لئے

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿٢٨﴾ وَاجْعَلْ
و بکشای گره را از زبان من تا فهم کنند قول مرا و گرداں
میرے کام کو ۳ اور میری زبان سے گرہ کھول دے ۴ تا کہ میری بات سمجھیں ۵ اور کر دے

لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿٢٩﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ
برای من باراز کسان من هارون برادر من محکم کن بوی
میرے لئے وزیر میرے گھر سے ۶ ہارون میرے بھائی کو ۷ مضبوط فرما ان سے

اَزْرِيْ ﴿٣١﴾ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿٣٢﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿٣٣﴾ وَّ
پشت من و انبار کن او را درکار من تا ترا بپاکی یاد کنیم ترا بسیار و
میری پیٹھ ۸ اور شریک فرما انھیں میرے کام میں ۹ تا کہ ہم تیری خوب پاکی بیان کریں ۱۰ اور

نَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿٣٤﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿٣٥﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ
یاد کنیم ترا بسیار هر آئنه تو بودی بما بینا گفت هر آئنه داده شدی
یاد کریں تجھے خوب ۱۱ بیشک تو ہمیں دیکھنے والا ہے ۱۲ فرمایا بیشک دیدیا گیا تجھے

سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ﴿٣٧﴾
مسئول خود را اے موسی و هر آئنه منت نهادیم بر تو در وقت دیگر
تیرے سوال کو اے موسیٰ ۱۳ اور بیشک ہم نے احسان کیا تم پر دوسرے وقت میں (بھی) ۱۴

اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿٣٨﴾ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي
چوں وحی کردیم ما بسوے مادر تو آنچه تواں دانستن آنکه بیفگن دراں در
جب ہم نے الہام کیا تمہاری ماں کی جانب جو بتانا تھا ۱۵ یہ کہ ڈال اس کو

منزل ۴

۱ جب آپ عصا اور ہاتھ سے مانوس ہوگئے تو یہ حکم ملا۔ (القرطبی)

۲ جاننا چاہئے کہ شرح صدر انبیاء علیہم السلام پر اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اور اولیاء کی تکمیل اسکے ذریعے سے ہوتی ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کو اسکا وافر حصہ عطا ہوا کیونکہ آپکا شقِ صدر کئی مرتبہ ہوا۔ (روح البیان) یعنی میرے دل کو ایمان اور نبوت کے نور سے منور فرمادے (القرطبی)

۳ تو نے فرعون تک جو پیغام پہنچانے کا حکم مجھے دیا ہے اس کام کو میرے لئے آسان فرمادے۔ (القرطبی)

۴ بغوی نے لکھا ہے کہ بچپن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک روز فرعون کی گود میں تھے کہ آپ نے اسکے منہ پر ایک طمانچہ مارا اور داڑھی نوچ لی۔ فرعون نے اپنی بیوی آسیہ سے کہا: یہ میرا دشمن ہے میں اسکو قتل کرادیتا ہوں' آسیہ نے کہا یہ بچہ ہے بے سمجھ اسکو کچھ تمیز نہیں' بھلے برے کو پہچانتا نہیں۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے آپکا دودھ چھڑایا تو واپس لاکر آسیہ کو دیدیا چنانچہ آپ نے فرعون اور اسکی بیوی کی گود میں پرورش پائی دونوں نے آپکو بیٹا بنالیا۔ ایک روز فرعون کے سامنے کھیل رہے تھے اور ہاتھ میں ایک چھڑی تھی یکدم چھڑی فرعون کے سر پر ماردی' فرعون نے غضبناک ہوکر قتل کرا دینے کا ارادہ کرلیا۔ آسیہ نے کہا: بادشاہ سلامت یہ بے سمجھ بچہ ہے اگر آپ چاہیں تو تجربہ کرلیں چنانچہ آسیہ نے دو طشت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے رکھ دیئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ بڑھا کر جواہرات کے طشت میں ڈالنا چاہا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپکا ہاتھ پکڑ کر انگاروں والے طشت میں ڈال دیا آپ نے انگارا اٹھا کر منہ میں رکھ لیا جس سے آپکی زبان جل گئی اور زبان میں گرہ پیدا ہوگئی۔ (مظہری) ۵ یعنی فرعون اور اسکی قوم تیرے پیغام پہنچانے کے وقت میری بات کو سمجھ سکیں۔ (روح البیان) ۶ وزیر' وزر سے مشتق ہے وزر کا معنی ہے بوجھ' بادشاہ کی طرف سے وزیر بھی بارِ حکومت اٹھاتا ہے' یا وَزَرِ جَبَل سے لفظ وزیر مشتق ہے' وَزَرِ جَبَل پہاڑی پناہ گاہ کو کہتے ہیں۔ بادشاہ بھی وزیر کی رائے سے مدد لیتا ہے اور اپنی حکومت کے معاملات میں اسکی طرف رجوع کرتا ہے (مظہری) ۷ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک سال بڑے تھے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین سال بڑے تھے (القرطبی) ۸ ان سے میری کمر کو مضبوط کردے۔ (مظہری) ۹ یعنی میرے ساتھ نبوت اور پیغامِ رسالت پہنچانے میں میرے بھائی کو بھی شریک فرما (صفوۃ التفاسیر) ۱۰ کلبی کہتے ہیں کہ تسبیح سے مراد نماز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو مددگار بنادینے کی درخواست اس لئے کی کہ باہم تعاون سے امورِ خیر کی تکمیل میں سہولت پیدا ہوجائے (مظہری) ۱۱ یعنی ہر حال میں تیرے وہ اوصاف بیان کریں جو تیری صفاتِ کاملہ کے لائق ہوں اور تیرا جمال وجلال بیان کریں (روح البیان) ۱۲ یعنی تو ہمارے احوال کو جاننے والا ہے' تعاون کو ہمارے لائق بنانے والا ہے اور ہارون میرے لئے بہترین وزیر اور معین ہے۔ (روح البیان) ۱۳ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان کی گرہ بالکل کھل گئی تھی؟ اسکے جواب میں مثبت اور منفی دونوں قول ہیں جو لوگ بالکل گرہ کھل جانے کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زبان کی گرہ کھول دی گئی تھی' جو لوگ نفی کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق فرمایا تھا هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا یعنی وہ مجھ سے زیادہ فصیح اللسان ہیں (مظہری) ۱۴ یعنی اس سے پہلے بھی ہم نے تم پر احسان کیا کہ تمہیں دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا جسوقت کہ تم نے ایک قبطی کو مارا تھا (القرطبی) ۱۵ یعنی ہم نے تمہاری جانب الہام کیا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ خواب میں اللہ تعالیٰ نے وحی کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپکی جانب اسی طرح وحی فرمائی جسطرح سارے نبیوں کی جانب فرمائی (القرطبی)

التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ

صندوق پس بیفکن تابوت را در دریا پس باید کہ بیفکند دریا

صندوق میں پھر ڈال صندوق کو دریا میں پس چاہئے کہ ڈال دے اسے دریا

بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَيْتُ

بکنارہ فرا گیرد او را دشمنی کہ مرا ست و دشمنی کہ او را ست و افگندم

کنارے پر اٹھا لے ان کو (ایسا) وہ شخص جو میرا ہے اور وہ دشمن جو انکا ہے اور میں نے ڈال دی

عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿٣٩﴾ اِذْ تَمْشِيْٓ

بر تو دوستی از من و تا پروردہ بسوے بر دیدن من چوں برود

تجھ پر اپنی طرف سے محبت اور تا کہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ [1] جب چلی

اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ

خواہر تو پس گفت آیا دلالت کنم شما را کسیکہ مکفل او کند

تمہاری بہن تو کہا کیا میں بتا دوں تمہیں جو کفالت کرے انکی

فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ؕ

پس باز گردانیم ترا بسوے مادر تو شاید کہ روشن شود چشم او واندوہ نخور

پس ہم نے لوٹایا تمہیں تمہاری ماں کی جانب تا کہ روشن ہوں انکی آنکھیں اور غم نہ کرے

وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۬ۚ

و بکشتی نفسے را پس برہانیدیم ترا از غم و بیازمودیم ترا آزمودنے

اور تم نے قتل کیا ایک جان کو پس ہم نے رہائی دی تمہیں غم سے اور ہم نے آزمایا تمہیں خوب آزمانا

فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۬ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ

پس درنگ کردی سالہا در اہل مدین پس آمدی بر اندازہ

پس تم ٹھہرے رہے کئی سال اہل مدین میں پھر تم آئے اندازے پر [2]

[1] علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ دریا کا صندوق کو کنارے تک لے جانا لازمی امر تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت یونہی تھی تو گویا دریا کو ایسا قرار دیا کہ وہ امتیاز وفہم رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگاہ ہے۔ محقق اہل تصوف کہتے ہیں کہ جمادات ہمارے لحاظ سے حرور عقل وخرد سے محروم اور بے سمجھ ہیں ہم انکو خطاب نہیں کر سکتے نہ وہ ہماری بات سمجھ سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فرمان کو تو خوب سمجھتے اور اطاعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انکو حکم دیتا ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات صراحتًا اس پر دلالت کر رہی ہیں۔ ایک جگہ فرمایا: وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ''اور زمین نے اپنے رب کے حکم کو سنا اور ایسا اس کیلئے لازم تھا'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو پکارتا ہے [اور پوچھتا ہے] کیا تیرے اوپر کوئی ایسا آدمی گذرا جو اللہ کا ذکر کر رہا ہو۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اپنا دشمن بھی قرار دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی۔ فرعون چونکہ مشرک تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کا دشمن تو درحقیقت تھا ہی لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گود لینے اور اپنے پاس رکھنے کے وقت آپکا دشمن نہ تھا آئندہ زمانے میں دشمن ہونے والا تھا اس لئے موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو دشمن کہنا مجازاً تھا۔ بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ایک صندوق لیکر اسکے اندر دھنی ہوئی روئی بچھائی اور موسیٰ علیہ السلام کو اسمیں رکھکر سرپوش ڈھانک کر تمام درازیں اور شگاف روغن قیر سے بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ نیل سے ایک نہر نکل کر فرعون کے مکان کے اندر جاتی تھی۔ صندوق بہتا بہتا اس شاخ میں چلا گیا۔ فرعون اپنی بیوی آسیہ کیساتھ اسوقت نہر کے کنارے پر بیٹھا تفریح کر رہا تھا کہ بہتا ہوا صندوق اندر آ گیا۔ فرعون نے باندیوں اور غلاموں کو حکم دیا کہ اسکو نکال لائیں، خادم صندوق کو پکڑ کر لائے، سرپوش کھول کر دیکھا تو اندر سے ایک نہایت شگفتہ رنگ کا خوبصورت بچہ برآمد ہوا فرعون دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گیا اور ایسا بے قابو ہوا کہ ضبط نہ کر سکا۔ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ سے اسی جانب اشارہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے تجھ پر اپنی محبت ڈال دی اور ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے محبت کی تو لوگوں کے دلوں میں بھی آپکی محبت پیدا ہو ہی گئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ میں نے ان سے محبت کی پس مخلوق کی نظر میں بھی انکو محبوب بنا دیا۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ جو بھی اس بچہ کو دیکھتا تھا پیار کرنے لگتا تھا' حضرت قتادہ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں میں عجیب ملاحت تھی کہ جو بھی آپکو دیکھتا عاشق اور فریفتہ ہو جاتا' آیت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں نے اپنی طرف سے اپنی محبت تیرے دل میں ڈال دی کہ میری محبت تجھ پر غالب آ گئی اور تو مجھ سے خالص دل سے محبت کرنے لگا (مظہری) [2] یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن مریم موسیٰ علیہ السلام کی خبر لینے یونہی چلتی چلتی ادھر آ پہنچی جہاں موسیٰ علیہ السلام کو نوکروں چاکروں نے صندوق سے باہر نکالا اور دودھ پلانے والی عورتوں کو بلوالیا تھا مگر بچہ کسی کا دودھ نہیں پی رہا تھا تو اس نے کہا کہ میں تم کو ایسی عورت کا پتہ بتاتی ہوں جو ذمہ داری کیساتھ اسکی نگہداشت کرے گی۔ منظوری کے بعد وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو بلا لائی ماں نے دودھ پلایا تو آپ نے پی لیا اور اسطرح اللہ کا وعدہ پورا ہوا کہ ہم انکو لوٹا کر تیرے پاس لیکر آئیں گے۔ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسکا ترجمہ کیا ''ہم نے تمہاری خوب آزمائش کی'' حضرت ضحاک نے ترجمہ کیا ''ہم نے تمہاری خوب جانچ کر لی''۔ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى: یعنی جو وقت میں نے تمہارے آنے کا مقرر کیا تھا اسکے موافق تم یہاں آئے۔ محمد بن کعب کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کے پاس وحی بھیجنے کا اندازۂ عمر جو مقرر کر دیا گیا ہے تم اسکو پہنچ گئے۔ انبیاء کے پاس وحی چالیس سال کی عمر میں آتی تھی اس سے کم عمر میں سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور کسی کے پاس نہیں آئی۔ (مظہری)

يٰمُوْسٰى ﴿٤٠﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِىْ ﴿٤١﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَ

اے موسی و برگزیدم ترا برائے محبت من برو تو و

اے موسیٰ۔ اور میں نے تمہیں اپنی محبت کیلئے چن لیا ١ جاؤ تم اور

اَخُوْكَ بِاٰيٰتِىْ وَلَا تَنِيَا فِىْ ذِكْرِىْ ﴿٤٢﴾ اِذْهَبَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ

برادر تو بآیات من وستی مکنید در ذکر من بروید بسوے فرعون

تمہارا بھائی میری نشانیوں کیساتھ اور سستی نہ کرنا میری یاد میں ٢ تم دونوں جاؤ فرعون کی طرف

اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٤٣﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿٤٤﴾

ہر آئنہ او از حد گذشتہ است پس بگوئید باو سخن نرم شاید کہ او پند گیرد یا بترسید

بیشک وہ حد سے گذرا ہوا ہے ٣ پس کہو اس سے نرم بات شاید کہ وہ نصیحت پکڑے یا ڈرے ٤

قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَاۤ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿٤٥﴾

گفتند اے پروردگار ما ہر آئنہ ما میترسم ازانکہ پیشی گیر بر ما یا آنکہ زیادتی کند

دونوں نے عرض کیا اے ہمارے رب! بیشک ہم ڈرتے ہیں اس سے کہ سختی کرے ہم پر یا اس سے کہ زیادتی کرے

قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِىْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿٤٦﴾ فَاْتِيٰهُ

گفت نترسید ہر آئنہ من با شما ام می شنوم و می بینم پس بروید باو

ہم پر ٥ فرمایا: نہ ڈرو بیشک میں تم دونوں کیساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں ٦ پس جاؤ اسکے پاس

فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ

پس بگوئید ہر آئنہ ما فرستادۂ پروردگار توئیم پس بفرست با ما بنی اسرائیل

اور تم دونوں کہو کہ بیشک ہم دونوں تیرے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں اور ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج

وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَ

و عذاب مکن ایشانرا ہر آئنہ آوردیم ترا نشانہ از پروردگار تو و

اور انھیں عذاب نہ کر بیشک ہم تمہارے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی لیکر آئے ہیں اور ٧

١ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اسکا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی وحی اور رسالت کیلئے تمہیں چن لیا۔ کہا گیا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ میں نے تمہیں قوت دی اور علم سکھایا تا کہ میرے بندے تک میرے امر اور نہی کو پہنچاؤ۔ (القرطبی)

٢ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آیات سے مراد ہیں وہ معجزات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے۔ وَلَا تَنِيَا فِىْ ذِكْرِىْ: سدی کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ تم دونوں میرے ذکر میں سستی نہ کرو۔ محمد بن کعب کہتے ہیں کہ میرے ذکر میں کمی نہ کرو۔ یہ وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہوئی تھی' حضرت ہارون علیہ السلام اس زمانے میں مصر میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ ہارون کے پاس جاؤ' ادھر ہارون کی طرف وحی بھیجی کہ تم موسیٰ سے ملو۔ حسب حکم حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملنے کیلئے مصر سے نکل کر ایک منزل آئے تھے کہ ملاقات ہوگئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے کی اطلاع مل گئی تھی اور آپ استقبال کیلئے مصر سے نکلے تھے جب دونوں جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے زائد حکم دیا (مظہری)

٣ کہا گیا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرعون کو میری وحدانیت کی دعوت دو' اس سے پہلی والی آیت میں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تشریفاً خطاب تھا' پھر یہاں تاکید کیلئے خطاب کو مکرر کیا۔ (القرطبی)

٤ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قَوْلًا لَّيِّنًا سے مراد ہے کہ بات کرنے میں درشتی نہ کرنا۔ حضرت عکرمہ اور سدی کہتے ہیں کہ [نام نہ لینا بلکہ] کنیت کہہ کر کلام کرنا' فرعون کی کنیت ابوالعباس یا ابوالولید تھی' ایسا کلام دعوت ایمان ہے مگر بطور مشورہ نرم کلامی کے حکم کی وجہ یہ تھی کہ اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں فرعون پر حمیت اور جاہلیت سوار نہ ہو جائے اور وہ دونوں پر حملہ نہ کر بیٹھے۔ [اور بات بھی نہ سنے] بعض نے کلام میں نرمی اختیار کرنے کے حکم کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ فرعون کے زیر پرورش حضرت موسیٰ علیہ السلام رہ چکے تھے۔ اسکو حق تربیت حاصل تھا۔ سدی نے کہا نرم کلام یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے وعدہ لیا تھا کہ اگر تو ایمان لے آئے تو تمہیں ایسی جوانی مل جائیگی جو کبھی پیری نہ تبدیل ہوگی اور مرتے دم تک تمہاری حکومت قائم رہے گی اور کھانے پینے کی لذت اور مقاربت کی کیفیت وقت موت تک حاصل ہوتی رہے گی اور مرنے کے بعد جنت ملے گی۔ فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ بات پسند آگئی لیکن ہامان کے مشورے کے بغیر وہ کوئی بات طے نہیں کرتا تھا۔ ہامان اسوقت موجود نہ تھا جب آیا اور فرعون نے اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتیں نقل کیں اور مشورہ لیا اور قبول کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو ہامان نے کہا میں آپ کو دانش مند اور صاحب رائے سمجھتا تھا آپ رب ہو کر مربوب بننا چاہتے ہیں۔ اب تک آپکی پوجا ہوتی تھی تو اب آپ دوسرے کی عبادت کرنے کے خواستگار ہیں۔ غرض ہامان نے فرعون کی رائے پلٹ دی۔ (مظہری) ٥ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا کا یہ مطلب ہے کہ تکمیل دعوت اور اظہار معجزات سے پہلے ہی کہیں وہ ہم کو قتل کرنے اور عذاب دینے کا حکم نہ دے بیٹھے۔ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى: اسکا یہ مطلب ہے کہ کہیں وہ اور زیادہ سرکش نہ ہو جائے تیری شان میں مزید گستاخی کرنے لگے اور تیرے بندوں کو زیادہ دکھ پہنچانا شروع کردے (مظہری) ٦ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ اپنی شان کے مطابق رہتا ہے۔ اسکی مغفرت بندوں میں اسی کو مل سکتی ہے جسکی آنکھوں میں بصیرت کا سرمہ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کمال عبودیت کا سوال کیا تھا جسکا تدارک اللہ تعالیٰ نے حفظ اور عون سے فرمایا (روح البیان) ٧ کہا گیا ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ جو دعوت دے رہے ہیں اس پر کیا دلیل ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کو گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ ہاتھ سورج کی شعاع کی طرح چمکنے لگا (القرطبی)

السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿٤٧﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ

سلام بر آنکہ پیروی ایمان کند ہر آئنہ وحی فرستادند بسوے ما

سلام ہو اس پر جو ایمان کی پیروی کرے۔ بیشک ہماری جانب وحی بھیجی گئی کہ

اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٤٨﴾ قَالَ فَمَنْ

ہر آئنہ عذاب بر ہر کہ تکذیب کند و روے گرداند گفت پس کہ است

عذاب اس پر ہے جو جھٹلائے اور منہ پھیرے ۱ کہا پس کون ہے

رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿٤٩﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ

پروردگار شما اے موسیٰ گفت پروردگار ما آنست کہ عطا کرد ہر چیزے

تم دونوں کا رب اے موسیٰ ۲ کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے عطا کی ہر چیز کو (ایک صورت)

خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿٥٠﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿٥١﴾

بیافرید او را پس راہ نمود گفت پس چیست حال قرنہاے نخستین

اسے پیدا کر کے پھر راہ دکھائی ۳ کہا پس کیا حال ہے اول بستیوں کا ۴

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا

گفت دانش آں نزد پروردگار من است در کتاب گمراہ نکند پروردگار من و

کہا ان کا علم میرے رب کے پاس ہے کتاب میں' نہ بھٹکتا ہے میرا رب اور

يَنْسَى ﴿٥٢﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ

فراموش نکند آنست کہ گردانید براے شما زمین گسترده و روشن کرد

نہ بھولتا ہے ۵ (ہمارا رب) وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا اور روشن کیا

لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا

براے شما دراں راہ ہا و فرستاد از آسمان آبے پس بیروں آوردیم ما

تمہارے لئے اس میں راہوں کو اور آسمان سے پانی اتارا پس ہم نے نکالا

۱ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو چھ باتیں کہنے کا حکم دیا۔(۱) اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّکَ یعنی بیشک ہم دونوں تمہارے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں (۲) فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ یعنی پس تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے (۳) وَلَا تُعَذِّبْهُمْ یعنی تو انھیں سزا نہ دے (۴) قَدْ جِئْنٰکَ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّکَ یعنی تحقیق ہم تمہارے رب کی طرف سے نشانی لیکر آئے ہیں (۵) وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی یعنی اور ان کیلئے سلامتی ہو جو ایمان کی پیروی کرے (۶) اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَا الخ یعنی بیشک ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ عذاب اس کیلئے ہے جو جھٹلائے اور منہ پھیرے۔ (صاوی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت مؤحدین کیلئے امید افزا ہے اس لئے کہ مؤمنین نہ انبیاء کی تکذیب کرتے ہیں اور نہ منہ پھیرتے ہے۔ (القرطبی)

۲ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا لیکن حضرت ہارون علیہ السلام کا نہیں' ایسا آیت کے آخر کی مناسبت کی وجہ سے ہے' کہا گیا ہے کہ ذکر میں صرف آپکو ہی خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ صاحبِ رسالت' صاحب کلام اور صاحبِ معجزہ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فرعون کے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام دونوں ہی نے مل کر پہنچایا تھا لیکن کلام کے وقت قاعدے کے مطابق ایک ہی نے کلام کیا۔ اس لئے فرعون نے ایک ہی کو مخاطب کیا۔ (القرطبی)

۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر فرماتے ہیں کہ ثُمَّ هَدٰی کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے ہر شے کو اسکی جنس سے جوڑ عطا کیا پھر اسے نکاح' طعام' شراب اور رہنے کا طریقہ سکھایا۔ آپ ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پھر الفت' اجتماع اور مناکح کی ہدایت عطا فرمائی، حضرت حسن اور حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اسکی صلاح عطا فرمائی، حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ایک صورت عطا کی' انسان کی صورت کو بہائم کی صورت میں پیدا نہیں فرمایا اور نہ بہائم کو انسان کی صورت میں پیدا فرمایا بلکہ ہر شے کو اسکی اپنی صورت میں پیدا فرمایا۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو نفع حاصل کرنے کا آلہ عطا فرمایا مثلاً: انسان کو پکڑنے کیلئے ہاتھ' چلنے کیلئے پیر' بولنے کیلئے زبان' دیکھنے کیلئے آنکھ اور سننے کیلئے کان۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کی جانب علم اور صنعت کے بارے میں الہام فرمایا۔ فراء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت کیلئے پیدا فرمایا اور ہر مرد کو اسکے موافق عورت عطا کی پھر مرد کو عورت کیلئے ہدایت دی۔ میں کہتا ہوں کہ آیت اپنے عموم پر ہے اس لئے ان جمیع اقوال پر مشتمل ہوگی کسی ایک معنی یا مفہوم کیساتھ خاص نہیں کیا جائیگا (القرطبی) ۴ واضح رہے کہ قرون کے احوال اللہ تعالیٰ کے پاس لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں (القرطبی) ۵ یہ آیت اور اسکی مثل جو آیات گذر چکی ہیں یہ سب علم کی تدوین اور اسکی کتابت پر دلالت کرتی ہیں تا کہ اسے بھلا نہ دیا جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو [پیدا کرنے کا] فیصلہ فرمالیا تو اسے اپنے پاس کتاب میں لکھ لیا پس اسکے پاس لکھا ہوا ہے کہ بیشک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھتا اور آپکی باتوں کو سنکر تعجب کرتا لیکن پھر اسے بھول جاتا پس اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپکی بات سنتا ہوں جو مجھے بہت پسند ہے لیکن میں اسے یاد نہیں رکھ پاتا ہوں' یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے سیدھے ہاتھ سے مدد طلب کرو یعنی اسے لکھ لیا کرو۔ ان دونوں حدیث سے معلوم ہوا کہ علم کو لکھنا اور اسے تدوین کرنا جائز ہے' یہی جمہور صحابہ اور تابعین کا مذہب ہے۔ ایک گروہ اس جانب بھی گیا ہے کہ علم کا لکھنا منع ہے ابونصر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپکی بات کو لکھ لیا کریں آپ نے فرمایا کہ میری باتوں کو قرآن نہ بناؤ بلکہ اسے یاد کرلیا کرو۔ (القرطبی)

بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ۝٥٣ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ

بآں صفها از رستنی پراگنده بخورید و بچرانید چهار پایان خود را

اس سے جوڑے مختلف سبزوں کے ۱ کھاؤ اور چراؤ اپنے مویشیوں کو

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى ۝٥٤ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا

ہر آئنہ دریں نشانہا ست مر خداوندان خرد را ازاں بیا فریدیم شما را و دراں

بیشک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کیلئے ۲ اس سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں

نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝٥٥ وَلَقَدْ اَرَیْنٰهُ

باز بریم شما را و ازاں بیروں آریم شما را بار دیگر و ہر آئنہ نمودیم ما او را

تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں دوسری بار نکالیں گے ۳ اور بیشک ہم نے دکھائی اسے

اٰیٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ۝٥٦ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا

آیات ما ہمہ پس تکذیب کرد و ابا کرد گفت آیا آمدہ بما تا بیروں کنی ما را

اپنی تمام نشانیاں پس اس نے جھٹلایا اور انکار کیا ۴ کہا کیا تم ہمارے پاس آئے تا کہ تم نکالو ہمیں

مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ یٰمُوْسٰى ۝٥٧ فَلَنَاْتِیَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ

از زمین ما بجادوے تو اے موسی پس ہر آئنہ بیاریم بتو جادوے مانند او

ہماری زمین سے جادو کے ذریعے اے موسیٰ ۵ پس ضرور ہم لائیں گے تمہارے پاس اس جادو کی مثل

فَاجْعَلْ بَیْنَنَا وَبَیْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ

پس مقرر کن میان ما و میان خود وعدہ خلاف نکنیم ترا ما

پس مقرر کرو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ نہ ہم خلاف کرینگے

وَلَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ۝٥٨ قَالَ مَوْعِدُكُمْ یَوْمُ الزِّیْنَةِ وَ

و نہ تو بامکان مستوی گفت وعدہ شما روز آرائش است و

اور نہ تم (اور مقابلہ) ہموار جگہ میں (ہو) ۶ کہا (موسیٰ نے) تمہارا وعدہ آرائش کا دن ہے اور

تفسیر اظہار العرفان

۱ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بہت سے راستے بنائے، پہاڑوں اور وادیوں کے درمیان بھی تمہارے لئے راستے بنائے۔(روح البیان)

۲ یعنی ہم نے بہت سارے نبات تمہارے لئے پیدا کئے ان میں سے کچھ تم کھاتے ہو اور کچھ کو اپنے جانوروں کیلئے چارہ بناتے ہو۔ واضح رہے کہ یہاں امر اباحت کیلئے ہے۔(تفسیر کبیر)

۳ یعنی تمہارے باپ آدم کو اور تمہارے جسمانی مادہ کو ہم نے زمین کی مٹی سے بنایا' نطفہ غذا سے پیدا ہوتا ہے۔ پس ہر آدمی کے مادہ تخلیق کی پیدائش زمین سے ہوتی ہے۔ بغوی نے عطاء خراسانی کا قول نقل کیا ہے کہ جس جگہ آدمی دفن ہونے والا تھا اس جگہ کی مٹی فرشتہ لیکر نطفہ پر چھڑکتا ہے پھر اس نطفہ اور مٹی سے آدمی کا جسم بنتا ہے۔ عطاء کے قول کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عبد اللہ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بچہ پیدا ہوتا ہے اسکی ناف میں وہ مٹی ضرور ہوتی ہے جس سے اسکی پیدائش ہوتی ہے پھر جب وہ اپنی بدترین عمر [بڑھاپے] کو پہنچ جاتا ہے تو جس مٹی سے اسکی تخلیق ہوتی ہے اسکی جانب لوٹا دیا جاتا ہے اور اس میں دفن کیا جاتا ہے' میں' ابوبکر اور عمر ایک ہی مٹی سے بنائے گئے ہیں اور اسی میں دفن کئے جائینگے۔ علامہ عینی نے بخاری کی شرح میں کتاب الجنائز میں لکھا ہے کہ محمد بن سیرین نے فرمایا: اگر میں قسم کھا کر کہوں تو میری قسم جھوٹی نہ ہوگی نہ مجھے اس میں کوئی شک ہے نہ استثناء کرتا ہوں کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو' ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو ایک ہی مٹی سے بنایا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھے مبارک اور خوشگوار ہو کہ تو میرے خمیر سے پیدا کیا گیا اور تیرا باپ ملائکہ کیساتھ آسمان پر اڑتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ [باندی اور غلام کو] آزاد کرنے والے کا خمیر میری مٹی کا ہے۔ شاید آپ نے یہ ارشاد کسی آزاد کرنے والے سے فرمایا تھا۔ ان احادیث اور عطاء خراسانی کی تفسیر سے یہ بات خوب واضح ہو جاتی ہے کہ بعض آدمیوں کی تخلیق انبیاء کے خمیر سے ہوتی ہے۔ صوفیوں کی اصطلاح میں اسکو "اِصَالَةُ الطِّیْنَةِ" کہتے ہیں بلکہ بعض کی تخلیق رسول اللہ ﷺ کی مٹی سے بھی خصوصیت کیساتھ ہوئی ہے۔ صوفیوں کی اصطلاح میں اسے اصالے کبری کہتے ہیں۔ قیامت کے روز دوبارہ زمین سے برآمد کرنے کا معنی یہ ہے کہ جسم کے پراگندہ اجزاء جو مٹی میں مخلوط ہو چکے ہوں گے پھر از سرِ نو انکو جوڑا جائیگا اور سابق صورت پہنائی جائیگی اور پھر انکے اندر ارواح کو واپس لایا جائیگا۔(مظہری) ۴ یعنی ہم نے ان دلائل کے صحت کی پہچان کرائی۔ اگر تعریفِ معرفت کے حصول کو مستلزم ہو تو ایسی صورت میں فرعون کا کفر کفرِ جحود عناد ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ۔ ترجمہ: "اور انکے منکر ہوئے اور انکے دلوں میں انکا یقین تھا" ورنہ فرعون کا کفر جہالت وضلالت ہوگا۔ یہاں آیات سے مراد وہ دلائل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلالت کرتے ہوں۔(غرائب القرآن) ۵ فرعون نے جب ان نشانیوں کو دیکھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے دیکھائیں تو دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ تو جادو ہے۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰ! تم آئے ہو تا کہ لوگوں کو وہم میں ڈالو اور تم نشانی لیکر اس لئے آئے تا کہ یہ نشانی تمہاری پیروی اور تم پر ایمان لانے کا سبب بنے یہاں تک کہ تم ہماری زمین میں ہم پر ہی غالب آ جاؤ۔(القرطبی) ۶ سُوًى کے معنی میں اختلاف ہے' کلبی کہتے ہیں کہ جگہ کو سوی کہتے ہیں' ابن زید کہتے ہیں کہ ایسی برابر زمین کو سوی کہتے ہیں کہ اس پر جو چیز بھی ہو وہ خوب نظر آتی ہو' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہموار زمین کو سوی کہتے ہیں' حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ جو زمین کسی چیز سے ہموار کر دی گئی ہو' حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ وہ زمین مراد ہے جہاں ہمارے اور تمہارے درمیان عدل ہو' حضرت حسن کہتے ہیں کہ اسکا معنی وسط ہے کیونکہ ہر چیز کے وسط کو عدل کہہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں بھی مروی ہے(القرطبی)

اَنۡ یُّحۡشَرَ النَّاسُ ضُحًی ﴿۵۹﴾ فَتَوَلّٰی فِرۡعَوۡنُ فَجَمَعَ کَیۡدَہٗ

آنکہ جمع کردہ شوی مردمانرا وقت چاشت پس روگردانید فرعون پس جمع کرد مکر خود

یہ کہ لوگ چاشت کے وقت جمع کئے جائیں ۱ پس پھرا فرعون اور جمع کیا اپنے مکر کو

ثُمَّ اَتٰی ﴿۶۰﴾ قَالَ لَہُمۡ مُّوۡسٰی وَیۡلَکُمۡ لَا تَفۡتَرُوۡا عَلَی اللّٰہِ

باز آید گفت ایشانرا موسی افسوس است شما را افترا مکنید بر خدای

پھر آیا ۲ کہا ان سے موسیٰ نے افسوس ہے تم پر افترا مت کرو اللہ پر

کَذِبًا فَیُسۡحِتَکُمۡ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدۡ خَابَ مَنِ افۡتَرٰی ﴿۶۱﴾

دروغ را پس ویران کند شما را بعذاب و ہر آئنہ بے بہرہ است ہر کہ افترا کند

جھوٹ پس وہ ویران کر دیگا تمہیں عذاب دیکر اور بیشک نامراد ہے وہ جس نے افترا کیا ۳

فَتَنَازَعُوۡۤا اَمۡرَہُمۡ بَیۡنَہُمۡ وَاَسَرُّوا النَّجۡوٰی ﴿۶۲﴾ قَالُوۡۤا اِنۡ

پس نزاع کردند در کار خود میان ایشاں و پنہاں داشتند راز گفتن گفتند ہر آئنہ

پس انھوں نے اختلاف کیا اپنے کام میں اپنے درمیان اور انھوں نے چھپا رکھا ہے اپنے راز کو ۴ کہا بیشک

ہٰذٰىنِ لَسٰحِرٰنِ یُرِیۡدٰنِ اَنۡ یُّخۡرِجٰکُمۡ مِّنۡ اَرۡضِکُمۡ

ایں ہر دو جادو اند میخواہند آنکہ بیروں کند شما را از زمین شما

یہ دونوں جادو جاننے والے ہیں چاہتے ہیں کہ نکالیں تمہیں تمہاری زمین سے

بِسِحۡرِہِمَا وَیَذۡہَبَا بِطَرِیۡقَتِکُمُ الۡمُثۡلٰی ﴿۶۳﴾ فَاَجۡمِعُوۡا کَیۡدَکُمۡ

بجادوے خود و ببرند مذہب شما کہ افضل مذہب است پس جمع کنید مکر خود

اپنے جادو کے ذریعے اور لے جائیں تمہارے مذہب کو جو افضل مذہب ہے ۵ پس تم جمع کرلو اپنے داؤ کو

ثُمَّ ائۡتُوۡا صَفًّا ۚ وَقَدۡ اَفۡلَحَ الۡیَوۡمَ مَنِ اسۡتَعۡلٰی ﴿۶۴﴾ قَالُوۡا

پس بیائید صف کشیدہ و ہر آئنہ رستگاری یافت امروز ہر کہ بر آید در صحرا گفتند

پھر آؤ صف بنا کر بیشک کامیابی پائی آج کے روز جو باہر نکلا میدان میں ٦ انھوں نے کہا

تفسیر اظہار العرفان

۱ قَالَ مَوۡعِدُکُمۡ: ہوسکتا ہے کہ یہ فرعون کا قول ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول ہو۔ قاضی نے کہا کہ اول اظہر ہے اس لئے کہ لوگوں کو جمع کرنا فرعون کے مطالب میں سے تھا۔ میرے [علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ] نزدیک اظہر یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے۔ اسکی چند وجوہ ہیں (۱) جب فرعون نے کہا کہ ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ کی جگہ مقرر کرلو تو اسکے جواب میں یہ قول آیا ہے (۲) یوم زینت کا تعین کرنا تقاضا کر رہا ہے کہ اس دن کا انتخاب اس لئے کیا گیا تا کہ تمام لوگ اس پر مطلع ہو جائیں اور یہ اسکے لائق ہوسکتا ہے جو حق ظاہر کرنا چاہتا ہو (۳) اس قول میں مَوۡعِدُکُمۡ کا خطاب جمع ہے اگر ہم اسے فرعون کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کیلئے ہو تو لازم آئیگا کہ فرعون نے ان دونوں کی تعظیم کیلئے جمع کا صیغہ استعمال کیا اور فرعون ایسا نہیں کرسکتا تھا۔ واضح رہے کہ یَوۡمُ الزِّیۡنَۃِ کے بارے میں مفسرین کرام کے مختلف اقوال ہیں (۱) اس سے عید کا دن مراد ہے جس روز وہ لوگ زینت کرتے تھے (۲) حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ یوم النیرُوز مراد ہے (۳) حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ یوم سوق یعنی بازار لگنے والا دن مراد ہے (۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عاشورا کا دن مراد ہے۔ پھر وقت کا تعین کرتے ہوئے کہا کہ چاشت کے وقت لوگوں کو جمع کیا جائے (تفسیر کبیر)

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جادوگر ۷۲ تھے اور ہر ایک جادوگر کیساتھ رسی اور لاٹھی تھی' کہا گیا ہے کہ وہ سب چار سو تھے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ سب بارہ ہزار تھے' ایک قول یہ بھی ہے کہ چار ہزار تھے' ابن منکدر کہتے ہیں کہ آٹھ ہزار تھے۔ کہا گیا ہے کہ وہ سب اپنے سردار کیساتھ جمع ہوئے تھے انکے سردار کا نام شمعون تھا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسکا نام یوحنا تھا اور اسکے ساتھ بارہ نقیب تھے' ہر نقیب کیساتھ ۲۰ عریف تھے [عریف نقیب سے چھوٹا ہوتا ہے] اور ہر عریف کیساتھ ایک ہزار جادوگر تھے (القرطبی) ۳ وَیۡلَکُمۡ: ہلاکت یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر ہلاکت لازم کردی ہے۔ فَیُسۡحِتَکُمۡ: حضرت مقاتل اور کلبی نے اسکا ترجمہ کیا ہے وہ تم کو ہلاک کردے' حضرت قتادہ نے اسکا ترجمہ کیا ہے وہ بیخ و بن سے تم کو اکھاڑ پھینکے۔ بِعَذَابٍ: یعنی کسی بڑے عذاب کیساتھ۔ خَابَ: ناکام ہوا' نامراد ہوا' مقصد کو نہ پاسکا۔ واقعہ بھی ایسا ہی ہوا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا' فرعون نے اللہ تعالیٰ پر دروغ تراشی کی اور اپنی حکومت و خدائی کو محفوظ رکھنے کی ہر تدبیر کرگذرا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا ہر تدبیر میں نامراد ہوا۔ (مظہری) ۴ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ جادوگروں نے آپس میں سرگوشیاں کیں کہ اگر یہ جادوگر ہے تب تو ہم ان پر غالب آجائیں گے اور اگر کوئی آسمانی معاملہ ہوا تو ان پر غالب آنا مشکل ہے۔ حضرت وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ ہر جادوگر اپنے ساتھ رسی اور عصا لیکر آیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی کیساتھ عصا سے ٹیک لگائے مجمع میں آپہنچے فرعون اسوقت اہل مملکت کے اشراف کیساتھ بیٹھا تھا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آتے ہی جادوگروں سے کہا: وَیۡلَکُمۡ لَا تَفۡتَرُوۡا عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا الخ پس تمام جادوگر یہ کلام سن کر آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے یہ کسی جادوگر کا کلام نہیں ہوسکتا ہے۔ (ابن جریر) ۵ یعنی اختلافِ رائے کے بعد آخر متفق ہو کر کہنے لگے قَالُوۡۤا اِنۡ ہٰذٰىنِ الخ یہ قول فرعون کا تھا۔ غرض چاروناچار طَوۡعًا وَ کَرۡہًا سب کا اس قول پر اتفاق ہوگیا۔ فرعون اور اسکی قوم کا باہمی اختلاف رائے اللہ تعالیٰ نے سورہ مؤمن میں ذکر کیا ہے وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤۡمِنٌ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ الخ شعبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نے اس آیت کی تشریح میں فرمایا کہ لوگوں کا رخ اپنی جانب پھیر دیں۔ (مظہری) ٦ حضرت مقاتل اور کلبی نے صَفًّا کا ترجمہ کیا ہے جَمِیۡعًا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم لوگ صف بنا کر لاؤ کیونکہ اسطرح ہیبت زیادہ ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ تم لوگ عید کے روز اس جگہ جمع ہو جاؤ جہاں جمع ہونے کی بات طے ہوگئی ہے (القرطبی)

يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ

اے موسی یا آنکہ تو افگنی و یا آنکہ ما باشم اول کسیکہ

اے موسی یا یہ کہ آپ ڈالیں یا یہ کہ ہم ہو جائیں اول شخص جو جادو

اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ

افگند گفت بلکہ شما افگند پس بخارسنہاے ایشاں و عصا ہاے ایشاں نمودہ شد بسوے موی

ڈالے ۱ کہا بلکہ تم ڈالو پس انکی رسیاں اور انکے عصا ظاہر ہوئے موسیٰ کی جانب

مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً

از جادوے خود ہر آئنہ او بشابد پس یافت در دل خود خوف

ان کے جادو سے کہ وہ دوڑ رہے ہیں ۲ پس پایا اپنے دل میں خوف

مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَاَلْقِ

موسی گفتیم ما مترس ہر آئنہ توئی برتر و بیفکن

موسی نے ۳ ہم نے فرمایا نہ ڈرو تم ہی برتر ہو گے ۴ اور ڈالو

مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ

آنچہ در دست تست تافرو برد آنچہ کردند جز ایں نیست کہ کردند مکر

جو تمہارے ہاتھ میں ہے تا کہ لے جائے جو انھوں نے کیا اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ جادوگروں نے

سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ

جادو داں و نرہانند جادوان ہر جا کہ باشد پس افگند جادوان

مکر کیا اور رہا نہ پائیگا جادوگر جہاں کہیں ہو ۵ پس گرے جادوگر

سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿۷۰﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ

سجدہ کناں گفتند گرویدیم ما پروردگار ہارون و موسی گفت گرویدید

سجدہ کرتے ہوئے کہا ہم ایمان لائے ہارون و موسی کے رب پر ۶ کہا (فرعون نے) تم ایمان لائے

۱ یعنی جب جادوگر مقررہ مقام پر جمع ہو گئے تو چونکہ انکو اپنی تدبیر کی عظمت پر اعتماد تھا اور غالب آنے کا یقین تھا پھر تہذیب کا تقاضا بھی یہی تھا اس لئے کہا کہ اگر آپ پہلے اپنا داؤ پھینکنا چاہیں تو پھینکئے اور اگر آپ کہیں تو داؤ پھینکنے کی ابتدا کرنے والے ہم ہو جائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انکی جادو کی پرواہ نہ تھی اور کچھ ان کا میلان بھی اللہ تعالیٰ کی طرف محسوس ہو رہا تھا۔ انھوں نے اول کا لفظ صراحتًا اپنے لئے بولا تھا اس لئے انکی حوصلہ افزائی بھی کرنی چاہئے تھی پھر یہ مقصد بھی تھا کہ جو جال یہ لوگ بنا کر لائے ہیں اسکو پہلے سامنے لانا اور انکی انتہائی طاقت کو میدان میں لانے کی مہلت دینا چاہئے تا کہ جب میں لاٹھی پھینکوں گا تو حق ظاہر ہو جائیگا اور باطل کو شکست ہو جائیگی۔ مزید یہ کہ جادوگروں نے ادب کو پیشِ نظر رکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو اختیار دیا تھا اسکا بھی تقاضا تھا کہ موسیٰ تہذیب کا مظاہرہ کریں اور ان سے کہہ دیں کہ آپ لوگ ہی شروع کریں۔ اور اس لئے فرمایا میں آغاز نہیں کرتا آپ لوگ ہی پھینکیں۔ (مظہری)

۲ یہاں عبارت میں کچھ محذوفات ہیں [جن کو سمجھنے کیلئے رفتارِ کلام کافی ہے ذکر کرنے میں کوئی فائدہ نہ تھا اس لئے انکو حذف کر دیا گیا] اصل کلام اسطرح سے تھا پس انھوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر پھینکیں تو اچانک موسیٰ علیہ السلام کو ایسا خیال ہونے لگا کہ وہ رسیاں اور لاٹھیاں [سانپوں کی طرح] دوڑ رہی ہیں۔ قصہ کی تفصیل میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب جادوگروں نے رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر پھینکیں تو لوگوں کی نظر بندی کر دی [یا خیال بندی] کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے حاضرین کو ایسا محسوس ہونے لگا کہ جیسے ایک میل تک زمین سانپوں سے بھر گئی ہے اور سانپ دوڑ رہے ہیں (مظہری) ۳ کہا گیا ہے کہ آپ نے اپنے دل میں خوف پایا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے خوف محسوس کیا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ خوف محسوس کیا تھا کہ میرے عصا ڈالنے سے پہلے کہیں لوگ انکے فتنے میں نہ پڑ جائیں۔ بعض اہل حقائق کہتے ہیں کہ یہ خوف اس سبب سے تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جادوگروں سے ملے تو ان سے کہا: وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۔ پھر جب آپ نے اپنی سیدھی جانب دیکھا تو جبرائیل علیہ السلام کھڑے تھے پس حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اولیاء اللہ کو رفیق بنائیے یہ سنکر آپ نے کہا اے جبرائیل یہ سب تو جادوگر ہیں جو بڑے بڑے جادو کیساتھ آئے ہیں تا کہ معجزہ کو باطل کر دیں' دینِ فرعون کی مدد کریں اور اللہ کے دین کو لوٹا دیں اور تم کہہ رہے ہو کہ اولیاء اللہ کو رفیق بناؤ۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ لوگ نمازِ عصر تک آپ کے ساتھ ہونگے اور عصر کی نماز کے بعد جنت میں ہونگے۔ جب آپ نے جبرائیل علیہ السلام کی یہ بات سنی تو دل میں خوف محسوس ہوا۔ (القرطبی) ۴ یعنی آپ ان سب پر غالب اور قاہر ہونگے اور ہم تمہارے جمیع احوال میں تمہارے ساتھ ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ خوف انسانی فطرت میں ہے۔ واضح رہے کہ یہاں مراد یہ ہے کہ آپکو اعلیٰ درجہ عطا کیا جائیگا کہ آپ مخلوقات میں سے کسی سے بھی نہیں ڈریں گے آپکے دل میں صرف خالق کا خوف ہوگا (روح البیان) ۵ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ مبہم طور پر فرمایا۔ مراد لاٹھی ہے صراحتًا لاٹھی کا ذکر نہیں کیا اس سے جادوگروں کی لاٹھیوں اور رسیوں کی حقارت دکھانا مقصود ہے کہ یہ لاٹھیاں اور رسیاں تو اتنی حقیر ہیں کہ تمہارے ہاتھ میں جو ایک لکڑی کا ٹکڑا ہے اسکو اگر زمین پر پھینک دو گے تو یہ ان سب کو نگل لے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جادوگر زمین کے جس حصہ میں ہو اور جہاں جائے کامیاب نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جادوگر کو پاؤ تو اسکو قتل کر دو پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی (مظہری) ۶ جب آپ نے عصا زمین پر رکھا تو اس نے سب رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل لیا جبکہ جادوگران رسیوں اور لاٹھیوں کو تین سو اونٹوں پر لاد کر لائے تھے۔ نگلنے کے بعد عصا پھر اپنی اصلی حالت میں آ گیا یہاں تک کہ کسی کو معلوم بھی نہ ہوا کہ یہ سب کہاں گئیں (القرطبی)

لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ

او را پیش ازانکہ آواز دہم شما را ہر آئنہ او بزرگ ترین شما ست آنانکہ بیاموزانید شما

اس پر قبل اس سے کہ میں اجازت دیتا تمہیں' بیشک وہ تمہارا سب سے بڑا ہے جس نے تمہیں

السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ

جادو پس البتہ ببرم دستہاے شما و پایہاے شما از خلاف یکدیگر

جادو سکھایا پس ضرور میں کاٹونگا تمہارے ہاتھوں اور تمہارے پاؤں کو ایک دوسرے کے خلاف سے

وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ

و بیامیزم شما را در آیتہاے درخت خرما و تا بدانید کدام از ما سخت تر است

اور میں لٹکاؤنگا تمہیں کھجور کے درخت کے شاخوں میں اور تا کہ تم جان لوکون ہم میں سخت تر ہے

عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿٧١﴾ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا

از روے عذاب و پاینده تر است گفتند اختیار نکنیم ترا بر آنچہ آمد بما از

عذاب کے اعتبار سے اور زیادہ ٹھہرنے والا ہے انھوں نے کہا ہم تجھے اس پر ترجیح نہیں دینگے جو ہمارے پاس

مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ

معجزہا و آنکہ بیافرید ما را پس بکن ہر چہ آستی تو کننده

معجزات آئے اور (اُسکے متعلق) جس نے ہمیں پیدا کیا پس تو کر جو تو کرنا چاہتا ہے اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ تو جو حکم

اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٧٢﴾ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ

جز ایں نیست کہ تو حکم کنی بایں زندگانی دنیا ہر آئنہ ما گرویدیم پروردگار خود تا بیامرزد

کریگا (وہ صرف) اس دنیا کی زندگی میں ۲ بیشک ہم ایمان لائے اپنے رب پر تا کہ وہ معاف فرمائے ہمارے لئے

لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ

ما را گناہان ما و آنچہ اکراه کردی ما را برو از جادو و خدا بہتر است

ہمارے گناہوں کو اور اسے جس جادو پر تو نے ہمیں مجبور کیا اور اللہ بہتر ہے ۳

۱ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں آنے والے جادوگروں کا تعلق علم سحر میں طبقہ علیات سے تھا جب ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کو دیکھا تو کہنے لگے ہم لوگ اسوقت جادو میں سب سے بڑے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام ہم پر بھی غالب آگئے ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ عمل جادو نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے آپ رسول ہیں۔ اس لئے تمام جادوگر آپ پر ایمان لے آئے۔ فرعون نے جب دیکھا کہ سب جادوگروں نے سجدہ کیا اور ایمان کا اقرار کیا تو اسے خوف ہوا کہ کہیں لوگ ان جادوگروں کو ایمان لاتے دیکھ کر وہ بھی ایمان نہ لے آئیں' یہ سوچ کر اس نے دو شبہ ڈالا (۱) اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ: فرعون کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ جب تم لوگ ایک چیز میں کامیاب نہ ہو سکے تو چاہئے تھا کہ بحث اور مناظرہ اپناتے تم نے تو ایسا کیا نہیں اور فوراً ان پر ایمان لے آئے (۲) اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ: یعنی موسیٰ جادو میں تمہارا استاد ہے اور تم لوگ انکے شاگرد ہو' پھر فرعون نے تہدید اور تنفیر کا اظہار کیا تا کہ کوئی بھی ایمان لانے میں انکی اقتدا نہ کرے۔ (تفسیر کبیر) مِنْ خِلَافٍ: یعنی سیدھا ہاتھ اور بایاں پاؤں۔ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ درخت کھجور کے تنوں میں۔ درخت کھجور لمبا ہوتا ہے دور سے نظر آتا ہے [دوسروں کو دکھا کر عبرت دلانی مقصود تھی] اس لئے درخت کھجور کا ذکر خصوصیت کیساتھ کیا۔ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ الخ: یعنی میں تم کو ربِّ موسیٰ پر ایمان لانے کی زیادہ سخت سزا دے سکتا ہوں' یا موسیٰ کا رب تم کو زیادہ سخت عذاب دے سکتا تھا اگر تم اس پر ایمان نہ لاتے۔ (مظہری)

۲ جاننا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کی تہدید کا ذکر فرمایا تو اب فرعون کی تہدید پر ایمان لانے والوں کا ردعمل بیان ہو رہا ہے۔ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ ان لوگوں کو یقین تام اور بصیرت کاملہ حاصل ہوگئی تھی۔ اس لئے انھوں نے فرعون کو صاف جواب دیدیا کہ ہمارے پاس جو بینات آچکے ہیں اب اسکے آنے کے بعد ہم پر تمہارا اثر ختم ہوگیا ہے (تفسیر کبیر) اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا: یعنی اس دنیوی زندگی میں جو چاہے کرلے یا جو حکم دینا چاہے دے لے۔ مطلب یہ ہے کہ بس اسی دنیوی زندگی میں تو جو کچھ کرنا چاہے کرلے یا جو کچھ حکم دینا چاہے دے لے تیری حکومت اور سلطنت عنقریب ختم ہو جائیگی۔ بعض روایات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول آیا ہے کہ فرعون نے جو دھمکی جادوگروں کو دی تھی اسکے مطابق اس نے جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر صلیب پر لٹکا دیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ وہ ایسا نہ کر سکا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا یعنی تم دونوں اور جو تمہارے متبع ہیں سب غالب ہونگے۔ (مظہری) ۳ ایک شبہ: جادوگر اپنے اختیار سے آئے تھے فرعون نے انکو مجبور کب کیا تھا' خود ہی انھوں نے عزت فرعون کی قسم کھا کر کہا تھا کہ ہم غالب رہیں گے پھر اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ ازالہ: بغوی نے امام حسن کا قول نقل کیا ہے کہ کچھ لوگوں کو فرعون جادو سیکھنے پر مجبور کرتا تھا تا کہ جادو کی جڑ قائم رہے مَآ اَكْرَهْتَنَا سے یہی مراد ہے۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ جادوگر ۷۲ تھے ان میں سے دو قبطی اور ۷۰ اسرائیلی، فرعون نے اسرائیلیوں کو جادو کرنے پر مجبور کیا تھا' عبد العزیز بن ابان کہتے ہیں کہ جادوگروں نے فرعون سے درخواست کی کہ پہلے آپ ہم کو موسیٰ کو سوتے میں دکھا دیجئے [اسکے بعد ہم رائے قائم کریں گے] چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سو رہے تھے اور لاٹھی آپ کا پہرہ دے رہی تھی اس وقت فرعون نے جادوگروں کو بلوایا کہ آکر موسیٰ کا معائنہ کرلو۔ جادوگر دیکھ کر کہنے لگے یہ جادوگر تو نہیں ہے اس لئے کہ جادوگر جب سوتا ہے تو اس کا جادو ختم ہو جاتا ہے [لیکن لاٹھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سوتے میں نگرانی کر رہی ہے یہ جادوگر نہیں ہو سکتا ہے] فرعون نے جادوگروں کی بات نہیں مانی اور مقابلہ کرنے پر مجبور کیا۔ مَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ کا یہی مطلب ہے (مظہری)

تفسیر اظہار العرفان

وَّ اَبۡقٰى ﴿۷۳﴾ اِنَّهٗ مَنۡ يَّاۡتِ رَبَّهٗ مُجۡرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا

و پاینده تر است ہر آئنہ او ہر کہ بیاید پروردگار خود گنہگار پس ہر آئنہ او را دوزخ

اور خوب باقی رہنے والا ہے۔ بیشک وہ جو اپنے رب کے پاس گنہگار آئے تو ضرور اس کیلئے جہنم ہے

يَمُوۡتُ فِيۡهَا وَلَا يَحۡيٰى ﴿۷۴﴾ وَمَنۡ يَّاۡتِهٖ مُؤۡمِنًا قَدۡ عَمِلَ

نمیرد دراں و نہ زندہ کند و ہر کہ بیاید او را مومن پس ہر آئنہ بکند

نہ مریگا اس میں نہ جئے گا ١ اور جو اس کے پاس مؤمن ہو کر آئے اور

الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الۡعُلٰى ۙ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ

نیکیہا پس آنگروہ ایشانرا ست مرتبہا بلند بوستانہا

اس نے نیکیاں کی ہو تو یہی وہ گروہ ہے کہ ان کیلئے بلند مرتبے ہیں ٢ باغات

عَدۡنٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ وَ

با باقامت میرود از زیر آں جوبہا ہمیشہ باشند دراں و

ہمیشہ رہنے والے جنکے نیچے نہریں جاری ہونگیں ہمیشہ رہیں گے اس میں اور

ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنۡ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾ وَلَقَدۡ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى مُوۡسٰٓى ۙ

اینست پاداش کسیکہ پاک شود و ہر آئنہ وحی کردیم ما بسوے موسی

یہ ہے بدلہ اسکا جو پاک ہوا ٣ اور بیشک ہم نے وحی کی موسیٰ کی طرف

اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِىۡ فَاضۡرِبۡ لَهُمۡ طَرِيۡقًا فِى الۡبَحۡرِ يَبَسًا ۙ لَّا

آنکہ ببر بندگان مرا پس بزن براے ایشاں طریقہ در دریا

یہ کہ لے جاؤ میرے بندوں کو اور انکے لئے خشک راستے دریا میں نکالے

تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخۡشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتۡبَعَهُمۡ فِرۡعَوۡنُ بِجُنُوۡدِهٖ

خشک نترسی از دریا یافتن دشمن و نترسی پس غرقہ شدن پس پے ایشاں اند فرعون

نہ ڈر ہو گا تمہیں دشمن کے پانے کا اور نہ ڈوبنے کا خوف ٤ پس ان کا پیچھا کیا فرعون نے

١ کہا گیا ہے کہ جب جادوگر ایمان لائے تو اسوقت انھوں نے یہ کہا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتدائے کلام ہے۔ کافرین جہنم میں اسطرح ہونگے کہ اپنی حیات سے نفع پائیں گے نہ موت سے آرام پائیں گے۔ (القرطبی)

٢ اس آیت کریمہ میں اسکا فرق بتایا گیا کہ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صرف ایمان لے کر آئے اور وہ لوگ جو اپنے ایمان کیساتھ نیک اعمال بھی لائیں۔ ثانی قسم کے لوگوں کیلئے درجات علیا ہیں (روح البیان)

٣ اجر اور جزا میں فرق یہ ہے کہ اجر کا اطلاق عقد میں اور جو عقد کے قائم مقام ہو اس میں جاری ہوتا ہے اور اجر نہیں کہا جاتا ہے مگر نفع میں جبکہ جزا کا اطلاق عقد اور غیر عقد دونوں میں ہوتا ہے اسی طرح نفع اور ضرر دونوں کیلئے کہا جاتا ہے۔ (روح البیان) کلبی نے کہا ہے کہ تَزَكّٰى کا یہ معنی ہے کہ جس نے اپنے نفس کی زکوۃ دیدی اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا قائل ہو گیا۔ حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: اونچے درجات والوں کو نیچے والے اسطرح دیکھیں گے جسطرح تم چمکتے ستاروں کو آسمان کے کنارے پر دیکھتے ہو اور ابو بکر انہی میں سے ہونگے اور عمر [بھی]۔ ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ ﷺ کی روایت سے حدیث مذکور مرفوعاً اسطرح نقل کی ہے کہ اہل جنت اوپر والوں کو اسطرح دیکھیں گے جسطرح [آسمان کے] مشرقی یا مغربی افق پر ڈبڈباتے ستارے کو تم دیکھتے ہو اسکی وجہ انکے باہم درجات کا تفاوت ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! پھر انبیاء کے مراتب کو انکے علاوہ کوئی اور پہنچے گا یا نہیں؟ فرمایا کیوں نہیں! قسم ہے اسکی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انبیاء کی تصدیق کی [وہ بھی انبیاء کیساتھ ہونگے] مؤخر الذکر تینوں آیات ساحروں کے کلام کا تتمہ اور اَللّٰهُ خَيۡرٌ وَّ اَبۡقٰى کی علت بھی ہوسکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ساحروں کے کلام کی تصدیق بھی انکو قرار دیا جاسکتا ہے (مظہری)

٤ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اسکی قوم کو تباہ و برباد کر دینا چاہا اور بنی اسرائیل کو انکے ظلم سے نجات دے دینے کا ارادہ کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ ان لوگوں کو لیکر راتوں رات مصر سے نکل جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی؛ بنی اسرائیل کو لیکر چل دیئے دریا پر پہنچے تو دریا میں لاٹھی ماری پانی پھٹ گیا اور دونوں طرف پہاڑ کی طرح رک گیا خشک زمین نکل آئی بنی اسرائیل خشک زمین پر چل کر پار نکل گئے (مظہری) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے فرعون اور اسکی قوم کے حق میں دعا کی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی لیکن اسکا اثر چالیس سال کے بعد ہوا (روح البیان) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو لیکر آپ راتوں رات نکل جائیں اس میں چند حکمتیں ہے (۱) سب لوگ رات میں جمع ہونگے دشمن اسوقت سو رہے ہونگے اسطرح اپنی مراد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی (۲) فرعون اور اسکے حواریوں کی طلب سے یہ لوگ بچے رہیں گے۔ (۳) رات کے وقت جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لشکر جمع ہوگا تو اسوقت فرعون کا لشکر سو رہا ہوگا اسطرح دو لشکروں کا باہم تصادم نہ ہوگا۔ فَاضۡرِبۡ لَهُمۡ طَرِيۡقًا فِى الۡبَحۡرِ يَبَسًا: اس میں دو وجوہ جائز ہیں (۱) یعنی ان کیلئے سمندر میں راستہ بنادو (۲) ان کیلئے راستہ واضح کرو اپنے عصا کو مار کر چنانچہ آپ نے دریا میں عصا مارا تو اس سے راستے نکل آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ امن و سکون کے تمام اسباب اس راستے میں حاصل ہونگے۔ (تفسیر کبیر) ابن جریر کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے جب فرعون کو آتے ہوئے دیکھا تو پکار اٹھے کہ اے موسیٰ! یہ فرعون ہمارے پیچھے آپہنچا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخۡشٰى یعنی تم فرعون کے پکڑنے کا خوف نہ کرو اور نہ ہی سمندر میں ڈوبنے کا خوف کرو۔ واضح رہے کہ یہاں لَا تَخٰفُ جوابِ امر پر واقع ہے جسکا مفہوم یہ ہوگا کہ اگر تم ان کیلئے سمندر میں عصا مار کر راستہ بنالو گے تو ان راستوں پر انھیں کوئی خوف نہ ہوگا یعنی فرعون اور اسکے لشکر کے خوف سے پوری قوم امن میں ہوگی (القرطبی)

فَغَشِيَهُم مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾ وَأَضَلَّ

به لشکر هاے خود پس دریافت ایشانرا از دریا آنچه دریافت ایشانرا و گم شد

اپنے لشکروں کیساتھ پھر دریا (کے پانی کا ریلا) اسے آ پکڑا جو کچھ آ پکڑا ١ اور گمراہ کیا

فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ وَمَا هَدَىٰ ﴿٧٩﴾ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ قَدْ

فرعون با قوم خود را و راه نه نمود ایشانرا اے بنی اسرائیل هر آئنه

فرعون نے اپنی قوم کو اور انھیں راہ نہ دکھائی ٢ اے بنی اسرائیل! بیشک

أَنجَيْنَاكُم مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوَاعَدْنَاكُمْ جَانِبَ الطُّورِ

رہانیدیم شما را از دشمن شما و وعده دادیم شما را طرف کوه طور

ہم نے تمہیں دشمن سے نجات دی اور ہم نے تمہیں کوہ طور کی

الْأَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ ﴿٨٠﴾ كُلُوا مِن

از راست و فرستادیم بر شما ترنجبین و مرغ بریاں بخورید از

سیدھی جانب سے وعدہ دیا اور ہم نے تم پر ترنجبین اور بھنا ہوا مرغ اتارا ٣ کھاؤ

طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ

پاکیزها آنچه روزی دادیم شما را و از حد مگذرید دراں پس فرود آمد بر شما

پاکیزہ (چیزوں) سے جو روزی ہم نے تمہیں دی اور اس میں حد سے نہ گذرو ورنہ تم پر

غَضَبِي ۖ وَمَن يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَىٰ ﴿٨١﴾

خشم من و هر که فرود آید برو خشم من پس افتاد در هاویه

میرا غضب اتریگا اور جس پر میرا غضب اترے پس وہ ہاویہ میں گرا (ہلاک ہوا) ٤

وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ

و هر آئنه من نیک آمر زنده ام آنکسیرا که توبه کند و بگرود و بکند نیکی باز

اور بیشک میں اسے خوب بخشنے والا ہوں جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیکی کرے پھر

١ یعنی فرعون کو جب اطلاع ملی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لیکر رات کو ہی مصر سے نکل گئے ہیں تو اس نے خود اپنے لشکر کیساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیچھا کیا۔ (مظہری)
٢ یعنی فرعون نے کبھی بھی اپنی قوم کو ایسا راستہ نہیں بتایا جس پر چل کر وہ سب منزل مقصود تک پہنچ سکتے۔ اس آیت میں ایک طرح سے تہدید ہے اور اہل ایمان کیلئے بشارت ہے کہ جب وہ توحید و ایمان پر ثابت قدم رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی حفاظت فرماتا ہے۔ عبداللہ بن ثقفی بیان کرتا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو جب حجاج بن یوسف کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے کہا اے انس! میں تم کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور وہ بھی دردناک طریقے سے۔ آپ نے فرمایا: اگر میں جان لیتا کہ موت وحیات تیرے ہاتھ میں ہے تو میں اللہ کو چھوڑ کر ضرور تیری عبادت کرتا۔ حجاج نے کہا: اے انس آپ نے ایسا کیوں کہا؟ آپ نے جواب دیا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک دعا سکھائی اور فرمایا کہ جو شخص روزانہ صبح کے وقت اس دعا کو پڑھے گا کوئی بھی اسکے راستے میں حائل نہ ہو سکے گا۔ میں نے اپنی صبح میں اس دعا کو پڑھ لی ہے۔ حجاج نے کہا اے انس! اس دعا کو مجھے بھی سکھا دو۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کی پناہ! میں ایسے شخص کو دعا سکھاؤں تو ظلم کرتا رہے [مطلب یہ تھا کہ میں اس دعا کو تمہیں نہیں سکھا سکتا ہوں] حجاج نے کہا کہ انس بن مالک کو چھوڑ دیا جائے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو آپ نے اپنے خادم کو یہ دعا سکھائی اور وہ دعا یہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْأَسْمَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ (روح البیان) ٣ یہ خطاب ان بنی اسرائیل کو ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے اور جو احسانات انکے آباء واجداد پر کئے گئے تھے وہ موجودہ بنی اسرائیل کو یاد دلائے گئے ہیں لیکن اس مطلب پر اشکال یہ وارد کیا جا سکتا ہے کہ یہ سورہ مکی ہے اور مکہ کی زندگی میں خطاب بنی اسرائیل کو نہیں ہو سکتا ہے۔ پوری مکی زندگی میں مخاطب قریش یا کفار مکہ ہو سکتے ہیں اس لئے کہنا پڑتا ہے کہ یہ گذشتہ واقعہ کا بیان ہے۔ جن بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے پنجے سے رہا کرایا اور فرعون کو مع لشکر کے غرق کیا تھا انہی کو اللہ تعالیٰ نے اسوقت یہ خطاب کیا تھا اور اس خطاب کو نقل اس جگہ کیا۔ اس لفظ پر قُلْنَا محذوف ماننا پڑیگا مطلب اسطرح ہوگا کہ فرعون کو غرق کرنے اور دوسرے واقعات ہو چکنے کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا۔ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ: اَلْاَيْمَنَ، جانب کی صفت ہے لیکن پہاڑ کا حقیقت میں کوئی دایاں بایاں رخ نہیں ہوتا ہے اس لئے کہا جائیگا کہ دایاں جانب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھا موسیٰ علیہ السلام پہاڑ کے دائیں جانب تھے اس لئے پہاڑ کا دایاں جانب کہہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مناجات اور توریت دینے کا وعدہ کیا اور یہ بھی حکم دیا تھا کہ بنی اسرائیل میں سے ستر آدمیوں کو منتخب کر کے اپنے ساتھ لے آئیں۔ یہ وعدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھا لیکن اس وعدہ کا تعلق چونکہ بنی اسرائیل سے تھا اس لئے [مجازاً] فرمایا دیا کہ ہم نے تم کو وعدہ دیا تھا۔ (مظہری) ٤ یعنی لذیذ رزق میں سے کھاؤ، کہا گیا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء میں سے کھاؤ جسے انسان نہیں بنا سکتا ہے۔ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ: یعنی وسعت اور عافیت تمہیں ہرگز نافرمانی پر نہ ابھارے۔ کہا گیا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار نہ کرو اور جو نعمت تم پر اس نعمت کے عطا کرنے والے کا شکر مت بھولو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے دوسری شے سے نہ بدلو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ۔ ترجمہ: "کیا تم بدلتے ہو اسے جو ادنی ہے اس سے جو بہتر ہے"۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک دن اور ایک رات سے زیادہ ذخیرہ نہ کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو ذخیرہ کر کے رکھتے تھے اسے سڑا دیا جاتا تھا اگر یہ لوگ حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے کھانے کا ذخیرہ نہ کرتے تو کھانے کی اشیاء کبھی بھی نہ سڑتیں [گویا کہ کھانے کا خراب ہونا بنی اسرائیل کی حکم عدولی کی نحوست کا سبب ہے جسکا سامنا آج ہمیں بھی کرنا پڑ رہا ہے] (القرطبی)

اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾ وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ

راه یافت و چه چیز شتاب ساخت ترا از گروه خود اے موسی گفت ایشاں

راہ پایا ہوا رہے[١] اور کس چیز نے تجھے جلدی پر ابھارا اپنے گروہ سے اے موسیٰ[٢] عرض کی وہ

اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿٨٤﴾

گروه مردمان بر پے من و بشتافتم بسوے تو اے پروردگار من تا خوشنودی کردی مرا

لوگوں کے گروہ میرے پیچھے ہیں اور میں نے جلدی کی تیری جانب اے رب تا کہ تو مجھ سے راضی ہوجا[٣]

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ

گفت هر آئنه ما در فتنه انداختیم گروه خود را از پس تو و گمراه کرد ایشانرا

فرمایا بیشک ہم نے فتنہ میں ڈالا تمہارے گروہ کو تمہارے پیچھے اور گمراہ کیا انھیں

السَّامِرِىُّ ﴿٨٥﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ

سامری پس باز گشت موسی بسوے قوم خود خشمناک

سامری نے[٤] پس لوٹے موسیٰ اپنی قوم کی جانب غصہ میں بھرے ہوئے

اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬

اندوہگین گفت اے قوم من آیا وعده نداده بود شما را آفرید کار شما وعده نیکو

افسوس کرتے ہوئے، کہا اے میری قوم! کیا تمہیں تمہارے پیدا کرنے والے نے اچھا وعدہ نہ دیا تھا

اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ

آیا دراز شد بر شما عهد یا خواسته اید آنکه فرود آید بر شما

کیا تم پر عہد لمبا ہوا یا تم نے چاہا کہ تم پر تمہارے رب کی جانب سے

غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِىْ ﴿٨٦﴾ قَالُوْا مَآ

خشمے از پروردگار شما پس خلاف کردید وعده مرا گفتند

غضب نازل ہو پس تم نے خلاف کیا میرے وعدہ کے[٥] انھوں نے کہا

١ یعنی جو شرک سے توبہ کرے اور اپنے ایمان پر قائم رہے یہاں تک کہ موت آن پہنچے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ لوگ اپنے ایمان میں شک نہ کریں۔ حضرت سہیل بن عبداللہ التستری اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان دونوں کا قول ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ اہل سنت و جماعت پر قائم رہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ مضبوطی سے سنت کو پکڑے ہو۔ حضرت ابن زید کہتے ہیں کہ اس نے علم سیکھا ہو تا کہ اسے رہنمائی ملے کہ کیسے عمل کریگا (القرطبی) ثُمَّ اهْتَدٰى: اس سے کیا مراد ہے اس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں (١) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ پھر اس نے ہدایت پائی یعنی جان لیا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مجھے ملا ہے۔ حضرت قتادہ اور حضرت سفیان ثوری نے ترجمہ کیا کہ اسلام پر مرتے دم تک قائم رہا۔ شعبی، مقاتل اور کلبی نے کہا یعنی یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکا ثواب مجھے ملیگا۔ زید بن اسلم نے کہا یعنی اس نے علم حاصل کیا تا کہ اسکے مطابق عمل کرے۔ حضرت ضحاک نے کہا یعنی ہدایتِ مذکورہ پر قائم رہا۔ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت پر قائم رہا۔ میرے نزدیک اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور مقام قرب تک چڑھنے کی اسکو راہ مل گئی اور یہ رسائی و عروج ہر کیفیت سے بالاتر ہے اور اسکی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی ہے (مظہری)

٢ مروی ہے کہ فرعون کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہمارے لئے شریعت و احکام کے قواعد بیان فرمائیے۔ اس سلسلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے اشراف میں سے چند لوگوں کو لیکر آپ کوہ طور پر آئیں تا کہ جامع احکامِ شرع آپکو دیئے جائیں۔ آپ نے حضرت ہارون علیہ السلام کو قوم میں چھوڑ کر قوم میں سے ستر آدمیوں کو لیکر کوہ طور پر پہنچ گئے۔ آپ قوم سے کہہ گئے تھے کہ میں چالیس روز میں کتاب لیکر آؤنگا۔ جب آپ طور پر پہنچے تو قوم کو چھوڑ کر کلام اور پیامِ الٰہی کی غایتِ اشتیاق میں تنہا طور پر چڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى. (روح البیان) ٣ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ وہ لوگ میرے پیچھے آرہے ہیں، میں تیری جانب جلد اس لئے آیا تا کہ تو راضی ہوجائے۔ واضح رہے کہ ان دونوں آیات میں چند اشارات ہیں (١) اللہ تعالیٰ کی جانب بڑھنے والوں کو چاہئے کہ وہ سستی نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اسکی طرف بڑھنے میں جلدی کرے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے انسان کی تعریف کی ہے ارشاد ہوتا ہے وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ "اور جلدی کرو اپنے رب کی مغفرت کی جانب" (٢) سائرالی اللہ کو چاہئے کہ وہ اپنی نیت میں اخلاص پیدا کرے (٣) سائرالی اللہ کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلبگار رہو۔ (روح البیان) ٤ یعنی ہم نے انکا امتحان لیا کہ سامری نے تمہاری قوم کو گمراہ کیا' یا سامری تمہاری قوم کی گمراہی کا سبب بنا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فَتَنَّا هُمْ کا معنی یہ ہے کہ ہم نے انھیں فتنہ میں ڈالا۔ اسطرح کہ بچھڑے کی عبادت ان کیلئے مزین کردی گئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سامری جس قوم سے تعلق رکھتا تھا وہ قوم گائے کی عبادت کرتی تھی' جب یہ مصر آیا تو بنی اسرائیل کے دین کو اختیار کیا لیکن یہ اختیار کرنا بھی ظاہر' اتھا اسکے دل میں گائے کی عبادت کی محبت باقی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سامری قبطیوں میں سے تھا اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پڑوسی تھا' آپ پر وہ ایمان لایا اور آپ کیساتھ ہجرت بھی کی۔ کہا گیا ہے کہ یہ بنی اسرائیل کے عظماء میں سے ایک تھا اسکا تعلق قبیلہ سامرہ سے تھا جو ملک شام میں واقع تھا۔ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ یہ اہل کرمان میں سے تھا۔ (القرطبی) ٥ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے واپس آکر جب قوم کو بچھڑے کی پوجا میں مبتلا پایا تو کہا: وَعْدًا حَسَنًا: یعنی توریت دینے کا وعدہ جو سراسر ہدایت اور نور ہے تم میرے ساتھ تھے تم لوگ اللہ پر ایمان رکھتے تھے اسکو واحد مانتے تھے اسی کی تنہا عبادت کرتے تھے اور مجھ سے تم نے وعدہ کیا تھا کہ میرے بعد اسی پر قائم رہوگے پھر تم نے سارے وعدے بھلا کر بچھڑے کی عبادت شروع کردی۔ (مظہری)

تفسیر اظہار العرفان

اَخۡلَفۡنَا مَوۡعِدَكَ بِمَلۡكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلۡنَاۤ اَوۡزَارًا مِّنۡ

خلاف نکردیم وعده تو باختیار خود لیکن کرده شدیم بار با از

ہم نے تیرے وعدہ کے خلاف اپنے اختیار سے نہیں کیا بلکہ قوم کے زیور کے بوجھ

زِيۡنَةِ الۡقَوۡمِ فَقَذَفۡنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلۡقَى السَّامِرِىُّ ﴿۸۷﴾

آرائش قوم پس بیفگندیم آنرا پس مانند ایں افگند سامری

جو ہم پر لادے گئے تھے پس ہم نے اسے ہی ڈال دیا تھا اور اسی کی مثل سامری نے ڈالا ۱

فَاَخۡرَجَ لَهُمۡ عِجۡلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوۡا هٰذَاۤ

پس بیروں آورد برائے ایشاں گو سالہ کالبد مر او را بانگ پس گفتند ایں

پس ان کیلئے ایک بچھڑا بے جان دھڑ کا بنایا اس کیلئے آواز ہے پس انھوں نے کہا یہ

اِلٰهُكُمۡ وَاِلٰهُ مُوۡسٰى ۙ فَنَسِىَ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا يَرَوۡنَ اَلَّا يَرۡجِعُ

خدائے شما و خدائے موسی پس فراموش کرد آیا نمی بینند آنکہ باز نگرداند

تمہارا خدا اور موسیٰ کا خدا ہے اور وہ بھول گئے ۲ کیا وہ سب نہیں دیکھتے کہ یہ نہیں لوٹاتا ہے

اِلَيۡهِمۡ قَوۡلًا ۙ وَّلَا يَمۡلِكُ لَهُمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا ﴿۸۹﴾ وَلَقَدۡ قَالَ

بسوئے ایشاں سخنی و نمی تواند ایشانرا ضررے و نہ سودی و ہر آئنہ گفت

انکی جانب کسی بات (کا جواب) اور اختیار نہیں رکھتے ہیں ان کیلئے کسی نقصان اور فائدہ کا ۳ اور بیشک کہا

لَهُمۡ هٰرُوۡنُ مِنۡ قَبۡلُ يٰقَوۡمِ اِنَّمَا فُتِنۡتُمۡ بِهٖ ۚ وَاِنَّ

ایشانرا ہارون پیش ازیں قوم من جز ایں نیست کہ مبتلا شدند بآں و ہر آئنہ

ان سے ہارون نے اس سے پہلے اے میری قوم! اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ مبتلا کئے گئے ہو اسکے سبب اور بیشک

رَبَّكُمُ الرَّحۡمٰنُ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ وَاَطِيۡعُوۡۤا اَمۡرِىۡ ﴿۹۰﴾ قَالُوۡا

پروردگار شما خدا ست پس پیروی کنید مرا و فرمانبردارید کار مرا گفتند

تمہارا رب اللہ ہے پس تم سب پیروی کرو میری اور اطاعت کرو میرے کام کی ۴ انھوں نے کہا

۱ جب بنی اسرائیل مصر سے نکل کر جانے لگے تو قومِ فرعون سے کچھ زیور بطور عاریت شادی میں شرکت کے نام سے لے لیا تھا زِیۡنَةُ الۡقَوۡمِ سے یہی زیور مراد ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل نے قومِ فرعون کے زیور اپنے اوپر بار اس لئے کہا کہ عاریتاً لیا تھا اور پھر واپس نہ کیا تھا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ فرعون اور اسکے ساتھی جب دریا میں ڈوب گئے تو دریا نے انکے زیور باہر پھینک دیئے بنی اسرائیل نے بطورِ مالِ غنیمت اسکو لے لیا لیکن مالِ غنیمت ان کیلئے جائز نہ تھا اس لئے انھوں نے اسکو بوجھ ہی کہا۔ فَقَذَفۡنٰهَا: ہم نے اسکو پھینک دیا یعنی ایک گڑھے میں۔ بغوی نے لکھا بعض اہل روایت کا بیان ہے کہ سامری کے کہنے سے انھوں نے گڑھا کھود کر سارا زیور اس میں ڈال دیا تا کہ موسیٰ علیہ السلام جب واپس آئیں تو زیور سے متعلق شرعی حکم بتائیں۔ فَكَذٰلِكَ اَلۡقَى السَّامِرِىُّ: یعنی سامری کے پاس جو زیور تھا اسکو بھی سامری نے اسی طرح گڑھے میں ڈال دیا تھا۔ مروی ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے آگ جلوا کر بنی اسرائیل حکم دیا تھا کہ تم لوگوں کے پاس جو زیور ہے وہ اس میں ڈال دو حکم کی تعمیل میں بنی اسرائیل نے سارا زیور آگ میں ڈال دیا پھر سامری نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم کے نیچے کی خاک [جو اسکے پاس تھی] آگ میں ڈال دی۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ وہ خاک سامری نے اپنے عمامے کے گوشہ میں رکھ لی تھی۔ (مظہری)

۲ سامری اور اسکے پیروکاروں نے کہا: یہ تمہارا اور موسیٰ کا الٰہ ہے۔ چونکہ یہ لوگ شبیہ کی جانب مائل تھے جیسا کہ انھوں نے ایک موقع پر کہا تھا اِجۡعَلۡ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمۡ اٰلِهَةٌ یعنی ہمارے لئے بھی ایک ایسا ہی معبود بنا دو جیسے ان کیلئے الٰہ ہیں۔ فَنَسِىَ: یعنی موسیٰ علیہ السلام الٰہ کی تلاش میں گئے ہیں لیکن انکو نہیں معلوم کہ الٰہ کہاں ہے اور وہ اپنے رب کا راستہ بھول گئے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام معبود کو یہاں چھوڑ کر گئے اور وہ اسے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ (القرطبی) ۳ استفہام انکاری اور دیکھنے سے مراد ہے جاننا' یا یہ مطلب ہے کہ انھوں نے [بے سمجھے] اسکو معبود بنا لیا اتنا بھی نہ جانا کہ وہ کچھ بھی قدرت نہیں رکھتا۔ قَوۡلًا: یعنی وہ کوئی بات بھی نہیں کر سکتا تھا نہ کوئی جواب دے سکتا تھا اسکی کمزوری اور عاجزی تو پوجا کرنے والوں سے بھی زائد تھی پھر انھوں نے اسکو کس طرح معبود بنا لیا۔ لَا يَمۡلِكُ لَهُمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا: یعنی فائدہ پہنچانا اسکی قدرت میں نہ تھا' نہ نقصان پہنچانا' نہ نفع و نقصان کو روکنا۔ بغوی نے لکھا ہے کہ سامری بچھڑا بنا رہا تھا کہ حضرت ہارون علیہ السلام ادھر سے گذرے اور دریافت فرمایا: کیا کر رہا ہے؟ سامری نے کہا: میں ایسی چیز بنا رہا ہوں جو مفید ہوگی ضرر رساں نہ ہوگی آپ میرے لئے کامیابی کی دعا کر دیجئے حضرت ہارون علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ! یہ جو کچھ تجھ سے مانگ رہا ہے اسکو اسکی دلی مراد کے مطابق عطا فرما دے آپکی دعا قبول ہوئی اور سامری نے جب بچھڑے کے منہ میں خاک ڈال دی تو بولا کہ چیختا ہوا بچھڑا بن جا' چنانچہ ایسا ہی ہو گیا۔ حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مبتلا کر دیا تھا۔ (مظہری) ان آیات میں چند اشارات ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کی خاطر غضب ناک ہونا انسان کامل کے لوازمات میں سے ہے۔ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ اپنے نفس کیلئے غضب ناک نہ ہوتے تھے اور آپ اللہ کیلئے غضب ناک ہوتے تھے [اس لئے انسان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرے اور کسی سے ناراضگی مول لے تو اللہ تعالیٰ کی خاطر] (۲) دنیا کے مال و متاع غرور' فساد اور ہلاکت کے اسباب ہیں کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ فرعون اپنے مال و متاع کی وجہ سے غرور و تکبر کا پتلا بنا۔ (روح البیان) ۴ یعنی بچھڑے کے سبب تمہاری جانچ کی گئی ہے کہ تم توحید و ایمان پر قائم رہتے ہو یا بہک جاتے ہو۔ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحۡمٰنُ یعنی تمہارا رب وہ ہے کہ تمہارا وجود اور لوازمِ وجود اسکی رحمت کا نتیجہ ہے۔ یہ بچھڑا تم کو کیا دے سکتا ہے لہٰذا تم لوگ میری راہ پر چلو' رحمٰن وحدہ لاشریک کی عبادت پر قائم رہو اور میرا ہی حکم مانو۔ (مظہری)

لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿٩١﴾

پیوستہ باشیم برو مجاوریان تا باز گردد بسوے ما موسی

ہم ان سے مجاور ہو کر پیوست رہیں گے جب تک کہ ہمارے پاس موسیٰ لوٹ نہ آئیں [۱]

قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿٩٢﴾ اَلَّا

گفت اے ہارون چہ چیز باز داشت ترا چوں بینی ایشانرا گمراہ شدند بدانید آیا

کہا (موسیٰ نے) اے ہارون! کس چیز نے تمہیں روکا جب تم نے دیکھا کہ یہ لوگ گمراہ ہو گئے [۲] کیا

تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿٩٣﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ

متابعت نکنی آیا سر کشیدی امر من اے پسر مادر من فرا مگیر

تم میری پیروی نہیں کرو گے کیا تم سر کھینچو گے میرے حکم سے [۳] کہا: اے میرے ماں کے بیٹے! نہ پکڑو

بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ

محاسن مرا ونہ موے سریرا ہر آئنہ من ترسیدم آنکہ گوئی جدای انداختی

میرے محاسن کو اور نہ میرے سر کے بال کو[۴] بیشک میں ڈرا کہ کہیں یہ نہ کہو کہ تم نے تفرقہ ڈالا

بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿٩٤﴾ قَالَ فَمَا

میان بنی اسرائیل و نگاہ نداشتی سخن مرا گفت پس چیست

بنی اسرائیل کے درمیان اور میرے بات کی حفاظت نہ کی [۴] پس کہا کیا ہے

خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ

امر تو اے سامری گفت بینا شدم بآنچہ بینا نبودند بآں

تیرا کام اے سامری [۵] کہا میں نے (وہ) دیکھا جسے لوگوں نے نہیں دیکھا

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ

پس فرا گرفتم مشتی خاک از سم اسپ جبرائیل پس انداختیم آنرا و ہمچنیں

پس میں نے ایک مشت مٹی جبرائیل کے گھوڑے کے سم کے (نیچے) سے لی پس میں نے اسے ڈال دیا اور اسی طرح

[۱] انھوں نے جواب دیا کہ جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے پاس آئیں ہم تو اسکی پوجا کرنے میں برابر جمے رہیں گے۔ اس جواب کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام اپنے ساتھ بارہ ہزار اشخاص کو لیکر باقی جماعت سے الگ ہو گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو آپ نے دور سے کچھ شور و غل کی آواز سنی کیونکہ لوگ بچھڑے کے گرد ناچ کود رہے تھے اور شور برپا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیساتھ جو ستر آدمی گئے تھے انھوں نے عرض کیا یہ آواز تو کسی فتنہ کی محسوس ہو رہی ہے کوئی فتنہ برپا ہو گیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آکر لوگوں کو بچھڑے کے آس پاس ناچتے دیکھا تو غضب ناک ہو کر دائیں ہاتھ سے حضرت ہارون علیہ السلام کے سر کے بال اور بائیں ہاتھ سے داڑھی پکڑ لی۔ (مظہری)

[۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے ہارون! جب تم نے انکو دیکھا تھا کہ یہ لوگ بالکل گمراہ ہو گئے ہیں تو اسوقت تم کو میرے پاس چلے آنے سے کون سا امر مانع تھا چونکہ مانع اور داعی میں گہرا تعلق ہے جو کسی چیز سے مانع ہوتا ہے وہ اس چیز کو ترک کرنے کا داعی ہوتا ہے۔ اس لئے بعض لوگوں کے نزدیک مَنَعَ کا [مجازاً] معنی ہے دَعٰی یعنی کس چیز نے تم کو میری اتباع نہ کرنے پر آمادہ کیا۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے تم کو وصیت کی تھی کہ ان لوگوں کو برابر توحید پر قائم رکھنے کی کوشش کرتے رہنا اور شرک سے روکنا خواہ زبان سے ہو یا اسلحہ کی قوت سے تم نے میرے حکم کی پابندی کیوں نہیں کی میرے حکم کی تعمیل کرنے سے تم کو کس چیز نے روکا۔ (مظہری)

[۳] اَنْ لَّا تَتَّبِعَنْ: اس میں لام زائد ہے معنی یہ ہوگا کہ تم نے مجھے کیوں نہیں بلایا' جب ان لوگوں نے میری پیروی چھوڑ دی تھی (روح البیان) [۴] بجائے بھائی کہنے کے ماں جائے کا لفظ رقت آفرین اور مہربانی طلب ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں اپنے لئے رقت پیدا کرنی مقصود تھی اس لئے اخی نہیں کہا بلکہ اور یہ لفظ اختیار کیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام اخیافی بھائی تھے یعنی دونوں کی ماں ایک تھی' لیکن صحیح بات یہ ہے کہ دونوں حقیقی بھائی تھے۔ بِـرَاْسِـیْ: یعنی میرے سر کے بال پکڑ کر نہ کھینچئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شدتِ غضب میں حضرت ہارون علیہ السلام کے سر کے بال پکڑ کر کھینچے تھے۔ اِنِّـیْ خَشِیْـتُ: یعنی مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں ان گوسالہ پرستوں سے سختی کرونگا اور قتل و قتال سے کام لونگا تو لامحالہ انکے دو فرقے ہو جائیں گے' ایک میرا حامی اور دوسرا وہ جس سے میں قتال کرتا اور پھر آپ کہتے کہ بنی اسرائیل کے تو نے دو ٹکڑے کر دیئے۔ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ: اور میری بات کا لحاظ نہیں رکھا۔ آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ میری جگہ انکی درستی اور اصلاح کرتے رہنا اور ظاہر ہے کہ اصلاح نرمی سے سمجھانے سے ہی ممکن ہو سکتی تھی اس لئے میں نے نرمی سے انکو سمجھایا خون ریزی نہیں کی۔ (مظہری) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کے سر کے بال اور داڑھی کو نہ تو استخفاف کے طور پر پکڑا تھا اور نہ ہی عقوبت کے طور پر بلکہ آپکا یہ پکڑنا ایسا ہی تھا جیسے انسان خود اپنی داڑھی کو پکڑتا ہے۔ (القرطبی) حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو اسطرح قسم کھاتے ہیں کہ "اسکی قسم جس نے فرزندِ آدم کو داڑھی سے زینت بخشی" [حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمہ نے لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ کا ترجمہ فرمایا "فرا مگیر محاسن مرا یعنی نہ پکڑو میرے محاسن کو"] (احیاء العلوم) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: داڑھی کثیر و وافر رکھ کر مشرکین کے خلاف کرو اور مونچھیں خوب پست رکھو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ مونچھیں خوب پست کرو اور داڑھیاں چھوڑ دو۔ (بخاری) داڑھی ایک مشت رکھنا سنتِ مؤکدہ قریب واجب ہے اس سے کم رکھنا باعثِ فسق ہے (شامی) [۵] جاننا چاہئے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام سے خطاب سے فارغ ہوئے تو اس کے بعد سامری کی جانب متوجہ ہوئے۔ اس میں یہ احتمال ہے کہ سامری کہیں دور کھڑا تھا جہاں جا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے یہ خطاب کیا (تفسیر کبیر)

سَوَّلَتۡ لِیۡ نَفۡسِیۡ ﴿۹۶﴾ قَالَ فَاذۡهَبۡ فَاِنَّ لَكَ فِی

بیار است برائے من نفس مرا گفت پس برو پس ہر آئنہ مر ترا در

میرے لئے میرے نفس نے سنوارا ۱؎ کہا پس تو جا اور بیشک تیرے لئے

الۡحَیٰوةِ اَنۡ تَقُوۡلَ لَا مِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوۡعِدًا لَّنۡ

زندگانی تو آنکہ گوئی مس مکن مرا و ہر آئنہ مر ترا وعدہ است ہرگز

تیری زندگی میں ہے کہ تو کہے گا ''نہ چھو مجھے'' اور بیشک تیرے لئے وعدہ ہے ہرگز

تُخۡلَفَهٗ وَانۡظُرۡ اِلٰۤی اِلٰهِكَ الَّذِیۡ ظَلۡتَ عَلَیۡهِ

خلاف نکند دراں و بنگر بسوے خداے خود آنکہ پیوستہ براں

خلاف نہ ہوگا اس میں اور تو دیکھ اپنے خدا کی جانب کہ اس سے مسلسل پیوستہ رہا

عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنۡسِفَنَّهٗ فِی الۡیَمِّ نَسۡفًا ﴿۹۷﴾ اِنَّمَاۤ

مقیم ہر آئنہ بسوزانیم او را پس پراگندہ سازیم در دریا پراگندہ کردنے جز ایں نیست

بیشک ہم اسے جلائیں گے پھر دریا میں خوب ٹکڑے کریں گے ۲؎ اسکے سوا کچھ نہیں ہے

اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَیۡءٍ عِلۡمًا ﴿۹۸﴾

خداے شما آنست نیست معبودے مگر او فرا رسیدہ است ہمہ چیز دانش

تمہارا خدا وہ ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ' ہر چیز کو علم سے گھیرے ہوئے ہے ۳؎

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَیۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ مَا قَدۡ سَبَقَ ۚ وَ

اینچنیں قصہ کنیم بر تو از خبر آنچہ گرفتہ است و

اسی طرح ہم قصہ بیان کرتے ہیں آپ پر ان خبروں سے جو پہلے گذر چکی ہیں اور

قَدۡ اٰتَیۡنٰكَ مِنۡ لَّدُنَّا ذِكۡرًا ﴿ۚۖ۹۹﴾ مَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡهُ فَاِنَّهٗ

ہر آئنہ دادیم ترا از نزدیک خود پند ہر کہ روگرداند از و پس ہر آئنہ او

بیشک ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک نصیحت دی ۴؎ جو کوئی منہ پھیرے اس سے تو بیشک وہ

۱؎ یعنی میں نے وہ چیز دیکھی جسے بنی اسرائیل نہ دیکھ سکے۔ میں جبرائیل نے علیہ السلام کو فرسِ حیات پر سوار دیکھا تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں انکے قدم کے نیچے سے ایک مٹھی خاک اٹھالوں پس میں نے اٹھالی پھر اس مٹی کو جس چیز پر بھی ڈالتا اس میں روح' گوشت اور خون آ جاتے جب بنی اسرائیل نے آپ سے ایک الٰہ بنانے کے بارے میں کہا تو اسی وقت میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ جب بھی مجھے موقع ملیگا میں ان کیلئے ایک الٰہ بنا دونگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جب نیچے اترے تا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کولیکر آسمان کی جانب جائیں۔ سامری نے انھیں لوگوں کے درمیان دیکھ لیا پس گھوڑے کے پاؤں کے نشان سے اس نے ایک مٹھی خاک اٹھالی۔ کہا گیا ہے کہ سامری کی پیدائش ایک غار میں ہوئی کیونکہ اسکی والدہ کو خطرہ تھا کہ فرعون کہیں اسے قتل نہ کرا دے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس غار میں پہنچے اور سامری کی انگلیوں کو اسکے منہ میں ڈالا تو ان انگلیوں کے ذریعے شہد اور دودھ سامری کے منہ میں جانے لگے' حضرت جبرائیل علیہ السلام کو سامری اسی وقت سے پہچانتا تھا۔ (القرطبی)

۲؎ مِسَـــاس مصدر ہے [نفی بمعنی نہی ہے] یعنی مجھے چھونا نہیں میرے قریب نہ آنا۔ میں کہتا ہوں کہ شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسکے دل میں انسانوں سے وحشت پیدا کردی ہو اسی لئے وہ جنگلوں اور ویرانوں میں مارا مارا پھرتا تھا اسی حالت میں مرگیا۔ بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ اس سے میل جُول نہ رکھنا اسکے پاس بھی نہ جانا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''لَا مِسَـــاسَ'' کی تفسیر میں فرمایا: نہ تجھے چھونا ہے نہ تیری اولاد کو [نہ تجھے کوئی چھوئے گا نہ تیری اولاد کو] (مظہری) حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ''لَا مِسَـــاسَ'' کو بطور عقوبت سامری پر مسلط فرمایا۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ جو بھی سامری کو چھوتا تو وہ چیخ کر کہتا مجھے نہ چھوؤ، اگر کوئی شخص اسے چھولیتا تو اسی وقت اس شخص کو اور سامری کو سخت بخار آجاتا۔ مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو قتل کردینے کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! اسے قتل مت کرو۔ (القرطبی) بعض تفاسیر میں آیا ہے کہ سامری کی اولاد میں سے بعض اولاد اس زمانے میں بھی گائے کی پرستش کرتی ہے۔ انکا حال بھی سامری کی طرح ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ تناسل مخالطتِ ازواج پر موقوف ہے جب سامری کو کوئی چھو نہیں سکتا تھا اور نہ سامری کسی کو چھو سکتا تھا تو اولاد کیسے ممکن ہوسکتی ہیں [ہوسکتا ہے کہ اس واقعہ سے پہلے سامری کی اولاد ہو چکی ہو اور اسی اولاد سے پھر تناسل کا سلسلہ جاری ہوگیا ہوگا] (روح البیان) لَنُحَرِّقَنَّهٗ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بچھڑے میں گوشت اور خون آچکے تھے اس لئے کہ سونے کو جلانا ممکن نہ تھا۔ سدی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بچھڑے کو ذبح کر کے اسکے جسم سے خون بہادو' پھر اسے جلا کر اسکی راکھ کو ہوا میں اڑادیا جائے۔ (تفسیر کبیر) ۳؎ یعنی تمہارا معبود جو مستحق عبادت ہے وہ صرف اللہ ہے جسکے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ تمہارا معبود علم ما کان وما یکون رکھتا ہے (روح البیان) ۴؎ یعنی جسطرح ہم نے تم کو موسیٰ کا قصہ سنایا اسی طرح ہم گذشتہ اقوام کے احوال و واقعات بیان کرتے ہیں تا کہ تم کو بصیرت حاصل ہو تمہارے علم میں اضافہ ہو معجزات میں اضافہ ہو۔ وَ قَدۡ اٰتَیۡنٰكَ مِنۡ لَّدُنَّا ذِكۡرًا: یہاں ذکر سے مراد قرآن مجید ہے یعنی ہم نے تم کو ایسا قرآن عطا کیا ہے جس میں اقوام ماضیہ کے واقعات درج ہیں یہ قابل غور و فکر یادداشت اور نصیحت نامہ ہے۔ بعض علماء کے نزدیک ذکر سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہترین ذکر اور آپکی عظیم الشان شہرت اور قیامت تک قائم رہنے والا تذکرہ ہے۔ یعنی ہم نے اپنی جانب سے تم کو شہرت اور اعلیٰ نام وری عطا کی۔ بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ میں نے تمہارے ذکر کو اپنے ذکر کیساتھ اذان میں' تشہد میں اور دوسری چیزوں میں ملا دیا (مظہری)

يَحۡمِلُ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وِزۡرًا ﴿١٠٠﴾ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمۡ

بردار روز قیامت بارے ہمیشہ باشند دراں و بد است ایشانرا

قیامت کے روز ایک بوجھ اٹھائیگا ۱ ہمیشہ رہیں گے اس میں اور برا ہے ان کیلئے

يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ حِمۡلًا ﴿١٠١﴾ يَّوۡمَ يُنۡفَخُ فِى الصُّوۡرِ وَنَحۡشُرُ

روز قیامت بارے روزیکہ دمیدہ شود در صور و حشر کنیم

قیامت کے روز (جو) بوجھ (اٹھائیں گے) ۲ جس روز پھونکا جائیگا صور میں اور ہم حشر کرینگے

الۡمُجۡرِمِيۡنَ يَوۡمَئِذٍ زُرۡقًا ﴿١٠٢﴾ يَّتَخَافَتُوۡنَ بَيۡنَهُمۡ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ

گنہگارانرا آنروز کبود چشمان میان ایشاں گویند درنگ نکردید

گنہگاروں کا اس روز نیلی آنکھیں (اندھی) کر کے ۳ آپس میں (چپکے چپکے) کہیں گے تم نہ ٹھہرے

اِلَّا عَشۡرًا ﴿١٠٣﴾ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا يَقُوۡلُوۡنَ اِذۡ يَقُوۡلُ اَمۡثَلُهُمۡ

مگر دہ روز ما دانا تریم بآنچہ میگویند چوں گویند تمامترین ایشاں

مگر دس روز ۴ ہم زیادہ جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں جب ان میں سے جو زیادہ ہوشیار ہوگا

طَرِيۡقَةً اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا يَوۡمًا ﴿١٠٤﴾ وَيَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡجِبَالِ

از روے عقل درنگ نکردید مگر روزے و می پرسند ترا از کوہ ہا

وہ کہے گا کہ تم نہ ٹھہرے مگر ایک روز ۵ اور پوچھتے ہیں آپ سے پہاڑوں کے بارے میں

فَقُلۡ يَنۡسِفُهَا رَبِّىۡ نَسۡفًا ﴿١٠٥﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفۡصَفًا ﴿١٠٦﴾

پس بگو پراگندہ کند آنرا پروردگار من پراگندنی پس بگذارد آنرا زمین خالی ہموار

پس آپ فرما دیجئے اسے میرا رب خوب ریزہ ریزہ کر دیگا ۶ پس چھوڑے گا اسکو خالی ہموار زمین ۷

لَّا تَرٰى فِيۡهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمۡتًا ﴿١٠٧﴾ يَوۡمَئِذٍ يَّتَّبِعُوۡنَ

نہ بینی دراں کجی و نہ بلندی آنروز پیروی کنند

نہ دیکھو گے تم اس میں کجی اور نہ بلندی ۸ اس روز پیروی کرینگے

۱ یعنی جو شخص قرآن سے منہ موڑیگا اسکو نہیں مانے گا اور اس پر عمل نہیں کریگا' یا عَنۡهُ کی ضمیر ذکر کی طرف ہے۔ یا اسم جلالت کی طرف راجع ہے یعنی جو تمہارے ذکر سے یا اللہ کے ذکر سے منہ موڑیگا۔ آیت کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو قرآن سے روگردانی کریگا وہ قیامت کے روز اپنے کاندھے پر اس مال کا بار اٹھائیگا جو دنیا میں اس نے ناجائز طور پر بغیر استحقاق کے لیا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص دنیا کا کوئی مال اپنے حق کے بغیر نہ لے ورنہ جب وہ اللہ کے سامنے جائیگا تو وہ چیز قیامت کے دن اسکے اوپر سوار ہوگی۔ میں تم میں سے کسی شخص کو اللہ کے سامنے اپنے اوپر بلبلاتے اونٹ' ڈونکتی گائے اور منمناتی بکری کو لادے ہوئے نہ پاؤں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے بالشت بھر زمین ناحق لی قیامت کے دن اسکو سات زمینوں کا طوق پہنایا جائیگا۔ حضرت حکم بن حارث سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے مسلمانوں کے راستے کی بالشت بھر زمین لی وہ سات زمینوں سے اسکو اپنے اوپر لادے ہوئے آئیگا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنی ضرورت سے زیادہ کوئی مکان بنایا اسکو مجبور کیا جائیگا کہ اسکو کاندھے پر اٹھائے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کنویں کی طرف سے جس سے پانی سینچا جا رہا تھا گذرتے فرمایا: اس کنویں کا مالک اگر اسکا حق ادا نہیں کریگا تو قیامت کے دن اسکو یہ کنواں اپنے اوپر لادنا ہوگا۔ (مظہری) ۲ یعنی اس بوجھ کو اٹھانے کے عذاب میں ہمیشہ مبتلا ہونگے اور یہ بوجھ اٹھانے کا عذاب کس قدر برا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۳ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں آیا ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے صور کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ایک سینگ ہوگا جسکے اندر پھونکا جائیگا۔ زُرۡقًا سے مراد ہے نیلی آنکھوں والے' آنکھوں کی سیاہی میں سبزی کی آمیزش کو زرقت کہتے ہیں۔ عرب کے نزدیک ایسے رنگ کی آنکھ بہت بدنما اور بری مانی جاتی ہے رومیوں کی آنکھیں اسی رنگ کی ہوتی تھیں اور رومی عربوں کے دشمن تھے۔ قیامت کے روز کافروں کے چہرے کالے اور آنکھیں نیلی ہونگیں۔ بعض اہل تفسیر کے نزدیک زُرۡقًا سے مراد ہے نابینا آنکھوں والے۔ نابینا کی آنکھ ازرق ہوجاتی ہے (مظہری) ۴ چونکہ انکے دل مرعوب اور ہول زدہ ہونگے اس لئے چپکے چپکے باہم کہیں گے کہ تم لوگ دنیا میں صرف دس رات رہے یعنی بہت جلد دنیوی زندگی ختم ہوگئی۔ دس رات سے قلیل مدت مراد ہے جو مدت گذر گئی وہ انکو قلیل ہی معلوم ہوگی اور آخرت کے مقابلہ میں تو انکو دنیا کا قیام خصوصیت کیساتھ قلیل محسوس ہوگا۔ بعض اہل تفسیر نے کہا کہ قبروں کے اندر ٹھہرنے کو وہ دس روز قیام سے تعبیر کرینگے' بعض نے کہا کہ صور فنا اور صور بعث کے درمیان مدت چالیس سال کی ہوگی اور ان دونوں صوروں کے درمیان ان پر کوئی عذاب نہ ہوگا۔ (مظہری) ۵ یعنی ہم انکے مناجات کو خوب جانتے ہیں جب ان میں سے سب سے زیادہ عقل والا کہتا ہے کہ ہم سب ایک روز ٹھہرے تھے (صفوۃ التفاسیر) ۶ ابن جریج سے روایت ہے کہ قریش نے کہا کہ اے محمد (ﷺ) قیامت کے روز آپکا رب پہاڑوں کے ساتھ کیا معاملہ کریگا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (لباب النقول فی اسباب النزول) ۷ قَاعًا: اس زمین کو کہتے ہیں جس پر نہ کوئی سبزہ ہو اور نہ کوئی عمارت۔ جوہری کہتے ہیں قاع برابر اور ہموار زمین کو کہتے ہیں' کلبی کہتے ہیں کہ اس زمین کو کہتے ہیں جس پر کوئی سبزہ نہ ہو (القرطبی) ۸ یعنی پہاڑوں کے تین احوال ہونگے دیکھنے میں وہ ہموار چٹیل میدان محسوس ہونگے اور نشیب فراز جانچنے کے آلہ سے دیکھو تو نہ ان میں کوئی کجی نظر آئیگی نہ ابھار (مظہری) یعنی اس روز اس زمین میں نہ کوئی گڑھا ہوگا اور نہ کوئی بلندی بلکہ یہ زمین ہموار اور برابر ہوگی (صفوۃ التفاسیر)

الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ

خوانندہ را نیست کجی او را پشما شود آواز ہا برای خدا

پکارنے والے کی کہ اس میں کچھ بھی کجی نہیں ہے اور اللہ کیلئے تمام آوازیں پست ہونگیں

فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾ یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا

پس نشنوی مگر آوازے آنروز سود نکند شفاعت مگر

پس تو نہیں سنے گا مگر ایک (گھن گھناہٹ سی) آواز ١ اس روز فائدہ نہ دیگی شفاعت مگر

مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ یَعْلَمُ مَا

کیست کہ اذن دہد او را خدای و پسندد او را گفتنی میداند آنچہ

اسکی جسے اللہ نے اجازت دی ہو اور جسکی بات سے راضی ہوا ہو ٢ وہ جانتا ہے جو

بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿١١٠﴾

پیش ایشانست و آنچہ پس ایشانست و احاطہ نتوانند کرد باں دانش

انکے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور اپنے علم سے (لوگ) اسکا احاطہ نہیں کر سکتے ہیں ٣

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ ؕ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ

و خوار تر شوند خداوند رویہا زندہ و پایندہ و ہر آئنہ بے بہرہ مانند ہر کہ کرد

اور زندہ رہنے والے اور قائم رہنے والے کے حضور سارے چہرے جھک جائیں گے اور بیشک نامراد رہا جس نے

ظُلْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا

ستم و ہر کہ بکند از نیکیہا و او مؤمن باشد پس نیست

ظلم کیا ٤ اور جو کوئی نیکیاں کرے اور وہ مؤمن ہو تو نہیں ہو گا

یَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا

ترسد بستم و نہ از شکست و اچنیں فرستادیم او را قرآن

ظلم کا اور نہ شکست کا ڈر ٥ اور اسی طرح ہم نے اسکو اتارا عربی (زبان میں)

١ دَاعِیَ: یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام سب کو میدانِ محشر کی طرف بلائیں گے اور صخرۂ بیت المقدس پر کھڑے پکار کر کہہ رہے ہونگے اے بوسیدہ ہڈیو! اے پارہ پارہ کھالو! اے ٹوٹے ہوئے بالو! تم کو اللہ تعالیٰ فیصلے کیلئے جمع ہونے کا حکم دیتا ہے۔ عِوَجَ لَهٗ: یعنی پکارے جانے پر بلانے والے سے دائیں بائیں طرف کو نہ مڑیں گے بلکہ سیدھے تیزی کیساتھ داعی کی دعوت پر آئیں گے۔ هَمْسًا: خفیف آواز جیسے چلنے میں اونٹوں کے پاؤں کی۔ بغوی نے حضرت مجاہد کا قول نقل کیا ہے کہ ہمس کا معنی ہے چپکے چپکے بات کرنا اور پست آواز۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا معنی ہے بغیر بات کئے لب ہلانا۔ (مظہری)

٢ یعنی کسی کو کسی کی شفاعت فائدہ نہ دیگی ہاں اس شخص کی شفاعت فائدہ دیگی جسکو شفاعت کرنے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دیدی ہوگی۔ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا: یعنی اس شفیع کی شفاعت کو اللہ تعالیٰ نے پسند کیا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ شفیع عند اللہ معزز ہوگا اسکو شفاعت کرنے کی اجازت دیگا اور اسکی سفارشی گذارش کو پسند کریگا' یا یہ مطلب ہے کہ اس گنہگار کے حق میں اللہ تعالیٰ سفارشی کے قول کو پسند کیا ہو۔ (مظہری) یہ آیت کریمہ فساق کے حق میں ثبوت شفاعت پر اقوی دلائل میں سے ہے (تفسیر کبیر)

٣ یعنی دنیا کے تمام علوم مل کر بھی اللہ تعالیٰ کا احاطہ علم کی جہت سے نہیں کر سکتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے اور مخلوق کا علم حادث' لہٰذا حادث قدیم کا احاطہ نہیں کر سکتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں انسان کے عجز کو بیان کیا گیا ہے۔ (روح البیان) کلبی کہتے ہیں کہ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ کا مطلب یہ ہے کہ جو ملائکہ کے پاس ہے اسے بھی جانتا ہے جیسا کہ آیت الکرسی میں ارشاد ہے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ سے مراد ہے کہ دنیوی معاملات اور انکے اعمال کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وَمَا خَلْفَهُمْ سے مراد ہے کہ آخرت کے امور' ثواب اور عقاب کو جانتا ہے۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ جو گذر چکا' جو باقی ہے اور جو قیامت تک گذرے گا سب کو جانتا ہے (تفسیر کبیر) ٤ یہاں وجوہ سے مراد مکلفین ہیں کیونکہ عنت مکلفین کے صفات میں سے ہے نہ فقط وجوہ کی صفات میں سے ہے۔ یہاں خاص طور پر چہرے کا ذکر اس لئے آیا ہے کہ خضوع اسی سے ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ کے اسم اعظم کو ان تینوں صورتوں میں تلاش کرو' بقرہ' آل عمران اور طٰہٰ۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے تینوں سورتوں میں ایک جملہ مشترک پایا اور وہ یہ ہے اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ. (تفسیر کبیر) عَنَتِ الْوُجُوْهُ: اسکے بارے میں دو اقوال ہیں (١) یہ آخرت میں ہوگا (٢) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے رکوع اور سجود مراد ہے۔ اَلْقَیُّوْمُ میں تین تاویلات ہیں (١) اللہ تعالیٰ مخلوق کی تدبیر کیساتھ قائم ہے (٢) ہر نفس جو کماتا ہے اس کیساتھ قائم ہے (٣) ہمیشہ رہنے والا جو کبھی زائل نہ ہو (القرطبی) آیت میں ظلم سے مراد ہے شرک۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت کی تشریح میں فرمایا: گھاٹے میں رہے گا جس نے اللہ کا کسی کو شریک قرار دیا۔ طلق بن حبیب کے نزدیک عناء سے مراد ہے سجدہ کرنا۔ اس تفسیر میں آیت کا مطلب اس طرح ہوگا تمام چہرے حی و قیوم کو سجدہ کرتے ہیں اور جو شخص شرک کرے اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہ کرے وہ ناکام رہیگا۔ (مظہری) ٥ مطلب یہ ہے کہ جو مؤمن نیک کام کریگا وہ کامیاب ہوگا کیونکہ وہ حق تلفی سے بے خوف ہوگا۔ حضرت حسن نے تفسیری مطلب یہ بیان کیا ہے کہ نہ اسکو نیکیوں کے ثواب میں کمی ہونے کا اندیشہ ہوگا اور نہ اس امر کا خوف ہوگا کہ دوسرے لوگوں کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اسکو نا کردہ گناہ میں پکڑنے جانے کا اندیشہ نہ ہوگا اور نہ کسی عمل کی اچھائی تلف ہونے کا خطرہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ گناہوں میں اضافہ کر دیئے جانے کا اندیشہ نہ ہوگا اور نہ نیکیوں کے ثواب میں کمی ہونے کا اسکو خوف ہوگا۔ (مظہری)

عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ

عربی و بیان کردیم ما دراں از وعدہ شاید کہ ایشاں پرہیزند یا

قرآن (بنا کر) اور ہم نے بیان کیا اس میں وعدہ کو شاید کہ وہ سب ڈریں یا

يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ وَلَا تَعْجَلْ

جدید کند ایشانرا پندے پس بر تر است خدای پادشاہ راست و شتاب مکن

ان کیلئے کوئی نصیحت پیدا کرے [۱] پس اللہ بر تر ہے (جو) سچا بادشاہ ہے اور جلدی نہ کرو

بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَقُلْ

بقرآن پیش ازانکہ ادا کردہ شود بسوے تو وحی آں و بگو

قرآن (کے پڑھنے) میں اس سے پہلے کہ آپکی جانب اسکی وحی کر دی جائے اور کہیئے

رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ

اے پروردگار من بیفزای مرا دانش و ہر آئنہ عہد کردیم ما بسوے آدم پیش ازیں

اے میرے رب تو زیادہ فرما میرے لئے علم [۲] اور بیشک ہم نے آدم سے عہد لیا اس سے پہلے

فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا

پس فراموش کرد و نیافتیم مر او را عزیمتی و چوں گفتیم مر فرشتگانرا سجدہ کنید

پس انھوں نے بھلا دیا اور ہم نے ان کیلئے کوئی عزیمت نہ پائی [۳] اور جب ہم نے کہا فرشتوں سے سجدہ کرو

لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا

مر آدم را پس سجدہ کردند مگر ابلیس ابا کرد پس گفتیم ما اے آدم ہر آئنہ ایں

آدم کو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا [۴] پس ہم نے کہا اے آدم! بیشک یہ

عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ

دشمن است ترا و مر زن ترا پس باید کہ بیروں نکند شما را از بہشت

دشمن ہے تمہارا اور تمہاری عورت کا تو کہیں باہر نہ نکال دے تمہیں بہشت سے

[۱] یعنی جسطرح ہم نے گذشتہ اقوال اور سابق امتوں کے واقعات آپ پر نازل کئے اسی طرح یہ قرآن بھی عربی میں نازل کیا جو ہماری طرف سے نازل کردہ ہے اور اس میں نیک ایمان داروں کیلئے اچھے ثواب کا وعدہ اور کافروں بدکاروں کیلئے برے عذاب کی وعید ہے۔ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا: یعنی ہم نے جو قرآن نازل کیا وہ عربی زبان میں پڑھا جاتا ہے سب کا اسلوب اور طرز ایک ہے سارا قرآن معجزہ ہے۔ وَصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ: اور طرح طرح سے بار بار وعید کی آیات بیان کیں تا کہ لوگ شرک اور معاصی سے پرہیز کریں اور تقوی کی پائیدار قوت انکے اندر پیدا ہو جائے۔(مظہری)

[۲] جب بندوں کو یہ بتا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کتنی طرح کی نعمتیں اتاریں ہیں۔ انکی ہدایت کیلئے قرآن اتارا اور پھر یہ بھی کہہ دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اولاد اور شریک سے پاک ہے تو اب اس خدا وحدہ لاشریک کی تعریف وتوصیف بیان ہو رہی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جب وحی لیکر آتے تھے تو رسول اللہ ﷺ اس وحی کو یاد رکھنے کی غرض سے پڑھنے میں جلدی کرتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے آپکو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ آپ مکمل بیان سے پہلے پڑھنے میں جلدی نہ کریں۔ کہا گیا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ان آیات کے بیانِ تاویل آنے سے پہلے آپ اسے لوگوں کو نہ بتائیں۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے اپنی عورت کے منہ پر طمانچہ مارا تھا اسکی بیوی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آکر اس طمانچہ کے قصاص کا مطالبہ کیا تو آپ نے اسے قصاص دلوایا اس پر آیت اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ نازل ہوئی۔ اسی بناء پر آیت کے اختتام پر ہے قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔ نبی کریم ﷺ نے قصاص کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا۔(القرطبی) [۳] مطلب یہ ہے کہ بار بار نصیحت وعید کے بعد بھی جو لوگ عہد شکنی کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ آدم کی تخلیق کی بنیاد ہی عصیان پر ہے اور نسیان آدم کی سرشت میں ہے ہم نے اس سے بہت پہلے آدم کو بھی ایک حکم دیا تھا لیکن وہ بھول گیا اور اس سے چوک ہوگئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کر دیا تو انکی پشت پر ہاتھ پھیرا جسکی وجہ سے ہر ذی نفس جسکو آدم علیہ السلام کی نسل سے قیامت تک اللہ پیدا کرنے والا تھا آدم کی پشت سے نکل پڑا اور ہر شخص کی دونوں آنکھوں کے درمیان اللہ نے نور کی ایک چمک پیدا کر دی پھر سب کو آدم کے سامنے لایا۔ آدم نے پوچھا اے میرے رب! یہ کون ہیں؟ اللہ نے فرمایا یہ تیری نسل سے ہیں۔ آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا جسکے دونوں آنکھوں کے درمیان کی چمک آپکو بہت اچھی لگی۔ پوچھا اے میرے رب! یہ کون ہے؟ اللہ نے فرمایا: داؤد۔ آدم نے عرض کیا اے میرے رب تو نے اسکی عمر کتنی مقرر کی ہے؟ اللہ نے فرمایا: ساٹھ برس، آدم نے عرض کیا اے میرے رب! میری عمر میں سے چالیس برس لیکر اسکی عمر بڑھا دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدم کی عمر ختم ہوگئی اور [وہی] چالیس برس رہ گئے [جو آپ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو دے دیئے تھے] تو موت کا فرشتہ آگیا آدم نے کہا کیا ابھی میری عمر کے چالیس برس باقی نہیں ہیں۔ فرشتہ نے کہا کیا آپ نے چالیس برس اپنے بیٹے داؤد کو نہیں دیئے تھے آدم علیہ السلام نے انکار کر دیا یہی وجہ ہے کہ انکی اولاد بھی انکار کرتی ہے اور آدم بھی بھول گئے اور انھوں نے درخت میں سے کھا لیا یہی وجہ ہے کہ انکی اولاد بھی بھولتی ہے اور آدم نے خطا کی یہی وجہ ہے کہ انکی اولاد سے بھی خطا ہو جاتی ہے۔(مظہری) [۴] یعنی اے محمد (ﷺ) ہمارے اسوقت کو آپ یاد کیجئے جب ہم نے ان تمام فرشتوں سے کہا جو زمین اور آسمان میں رہتے ہیں کہ آدم کو سجدہ کرو پس سب نے اپنے رب کے حکم کی تعظیم اور حکم کو بجالانے کیلئے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا بلکہ وہ تکبر کیساتھ ایک طرف جا کھڑا ہو گیا(روح البیان)

فَتَشْقٰى ﴿١١٧﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿١١٨﴾ وَاَنَّكَ

پس تو در رنج آفتی ہر آئنہ ترا ست آنکہ نہ گرسنہ است دراں و نہ برہنہ و ہر آئنہ تو

اور تم غم کی آفت میں آ جاؤ ١ بیشک تمہارے لئے اس میں نہ بھوک ہے اور نہ ننگا پن ٢ اور بیشک

لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿١١٩﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ

تشنہ نمی شوی دراں و نہ در آفتاب باشی پس وسوسہ کرد بسوے او دیو

تو نہ پیاسا ہوگا اور نہ دھوپ میں ٣ پس وسوسہ ڈالا انکی جانب شیطان نے

قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ

گفت اے آدم آیا دلالت کنم ترا بر درخت جاوید و ملک

کہا اے آدم! کیا میں آپ کو ہمیشہ رہنے والا درخت نہ بتا دوں اور (ایسی) بادشاہت جو

لَّا يَبْلٰى ﴿١٢٠﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا

کہنہ نشود پس خوردند ازاں پس آشکار شد ایشانرا عورات ایشاں و رانس

پرانی نہ ہو ٤ پس ان دونوں نے اس درخت سے کھایا تو ان کیلئے انکی شرمگاہیں ظاہر ہوئیں اور

يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۚ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ

می چیف نید بر ایشاں از برگ بہشت و عاصی شد آدم پروردگار خود

دونوں چپکانے لگے اپنے اوپر جنت کے پتے اور آدم سے اپنے رب کی لغزش ہوئی تو بے منافع رہ گئے ٥

فَغَوٰى ﴿١٢١﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿١٢٢﴾ قَالَ

پس بے بہرہ ماندند پس برگزید او را پروردگار او پس باز گشت برو و راہ نمود گفت فرو روید

پھر برگزیدہ کیا انھیں ان کے رب نے تو رجوع فرمائی ان پر (رحمت سے) اور راہ دکھائی ٦ فرمایا نیچے اترو

اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًاۢ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ

بعض شما مر بعضی را دشمناند پس اما اگر بیاید بشما

تمہارے بعض، بعض کے دشمن ہونگے، پس اگر آئے تمہارے پاس

١ حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان کے درمیان عداوت کی چند وجوہ ہیں (١) ابلیس حسد کرتا تھا پس جب اس نے حضرت آدم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھا تو حسد کر بیٹھا اسطرح آپکا دشمن ہوگیا۔ اس میں یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ حاسد دشمن ہوتا ہے اور وہ محسود کو ہلاک کرنے اور اسکی اچھی حالت کو برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے (٢) حضرت آدم علیہ السلام نوجوان اور عالم تھے اور ابلیس بوڑھا اور جاہل تھا اور ہمیشہ شیخ جاہل جواں عالم کا دشمن ہوتا ہے [اس لئے شیطان بھی حضرت آدم علیہ السلام کا دشمن ہوا] (٣) شیطان کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے پیدا فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام کو پانی اور مٹی سے۔ دونوں یعنی آگ اور پانی کی اصلیت میں دشمنی ہوتی ہے لہذا وہ دشمنی حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے درمیان باقی رہی۔ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ: یہاں فعل کی نسبت سبب کی جانب ہے ورنہ حقیقت میں مخرج اللہ تعالیٰ ہے (روح البیان) فَتَشْقٰى: حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کیلئے ایک سرخ بیل بھی پیدا کیا گیا جسکے ذریعے سے وہ زمین کھودتے تھے اور اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے جاتے تھے یہی تشقی کا مفہوم ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب آپ جنت سے تشریف لائے تو خود اپنے ہاتھ سے کما کر روٹی پکاتے اور پھر اسے بیٹھ کر کھاتے تھے (القرطبی)

٢ یعنی ہم نے کہا: جب تک تم جنت میں تھے تمہارا حال عدم بھوک تھا ہر طرح کی نعمت تمہارے سامنے ہوتی تھی اسی طرح جنت میں تمہارے لئے ہر طرح کا کپڑا موجود ہوتا تھا (روح البیان)

٣ یعنی جنت میں تمہیں پیاس بھی نہ لگتی تھی اس لئے کہ چشمے اور نہریں ہمیشہ جاری رہتی تھیں، اسی طرح جنت میں تمہیں سورج کی گرمی بھی نہ پہنچتی تھی اس لئے کہ جنت میں سورج نہیں ہے وہاں کے رہنے والے ہمیشہ پھیلے ہوئے سائے میں رہیں گے (روح البیان) ٤ یعنی آپ اس درخت سے کھالینگے تو کبھی موت نہیں آئیگی، یا اسکا یہ مطلب ہے کہ کبھی آپ بوڑھے نہیں ہونگے (روح البیان) ٥ ابن عربی نے "غَوٰى" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ انکی آرام کی زندگی بگڑ گئی [حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمہ نے بھی "غَوٰى" کا یہی ترجمہ کیا ہے یعنی بے منافع رہ گئے گویا جن چیزوں کے استعمال سے آرام کی زندگی گذر رہی تھی وہ ختم ہوکر رہ گئی] ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ اگرچہ عَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ کہنا درست ہے لیکن حضرت آدم علیہ السلام کو عاصی کہنا غلط ہے کیونکہ عاصی اس شخص کو کہتے ہیں جو عصیان کا عادی اور خوگر ہو۔ اگر کسی نے ایک بار کپڑا سی لیا ہو تو یہ کہنا صحیح ہے کہ اس نے کپڑا سی لیا ہے لیکن جب تک سینے کا اعادہ نہ کرے اور سینے کا عادی نہ ہو جائے اسکو خیاط یعنی درزی نہیں کہا جائیگا۔ مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رب کے سامنے آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کا باہم کچھ مباحثہ ہوا اور آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے موسیٰ نے آدم سے کہا: آپ آدم ہیں آپکو اللہ تعالیٰ نے اپنے [خاص] دست قدرت سے بنایا، آپکے اندر اپنی روح پھونکی، فرشتوں سے آپکو سجدہ کرایا اور آپکو اپنی جنت میں رکھا، پھر آپ نے اپنے قصور کی وجہ سے لوگوں کو جنت سے زمین پر اتروادیا۔ آدم علیہ السلام نے کہا: آپ موسیٰ ہیں آپکو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام کیلئے منتخب فرمایا اور آپکو [توریت کی] تختیاں عطا فرمائیں جنکے اندر ہر چیز کا واضح بیان تھا اور آپکو ہم کلام بنانے کیلئے اپنا قرب عنایت کیا۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ میری پیدائش سے کتنی مدت پہلے اللہ نے توریت لکھ دی تھی؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: چالیس برس پہلے، آدم علیہ السلام نے کہا: کیا اس میں یہ بھی تھا کہ آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور بھٹک گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں۔ آدم علیہ السلام نے کہا: پھر آپ مجھے ایسا کام کرنے پر ملامت کر رہے ہیں جسکا مجھ سے صادر ہونا اللہ نے میری پیدائش سے چالیس برس پہلے لکھ دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔ (مظہری) ٦ یعنی رسالت کیلئے انھیں چن لیا (غرائب القرآن)

مِنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا

از من راه نمایند پس هر که پیروی کند راه مرا پس گمراه نکند و نه

میری طرف سے راہ دکھانے والا تو جو کوئی پیروی کریگا میری راہ کی تو گمراہ نہ ہوگا اور نہ

يَشْقٰى ﴿١٢٣﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً

هلاک شود و هر که روگرداند از یاد کردنے من پس هر آئنه من پس هر آئنه او را معیشت

ہلاک ہوگا [۱] اور جو کوئی روگردانی کرے میری یاد کرنے سے تو بیشک اس کیلئے معیشت

ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ

تنگ و حشر کنیم او را روز قیامت نابینا گوید اے پروردگار من چرا حشر کردی مرا

تنگ ہے اور ہم اٹھائیں گے اسے قیامت کے روز اندھا [۲] کہے گا اے میرے رب کیوں تو نے اٹھایا مجھے

اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا

نابینا و هر آئنه بودم بینا گوید اینچنیں است آمد بتو آیات ما

اندھا اور میں تو آنکھ والا تھا [۳] فرمائیگا (اللہ) جس طرح تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں

فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿١٢٦﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ

پس فراموش کردی آنرا و اینچنیں امروز فراموش کند و اینچنیں جزا دہیم

تو تو نے اسے بھلا دیا اسی طرح آج کے روز (تو) بھلا دیا جائیگا [۴] اور اسی طرح ہم بدلہ دینگے

مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ

از حد در گذشتہ و نگرود بآیات پروردگار خود و هر آئنه عذاب آخرت

جو حد سے گذرا ہو اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لایا ہو اور بیشک آخرت کا عذاب سخت تر ہے اور

اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿١٢٧﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ

سخت تر است و پاینده تر آیا راه نمود ایشانرا چند هلاک کردیم ما پیش از ایشاں از

زیادہ باقی رہنے والا ہے [۵] کیا ان کیلئے راہ ظاہر نہ ہوئی کہ کتنے ہی ہم نے ہلاک کئے ان سے پہلے

تفسیر اظہار العرفان

[۱] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی ضمانت لی ہے جو قرآن کو پڑھے اور اسکے احکام پر عمل کرے کہ وہ دنیا میں گمراہ نہیں ہوگا اور آخرت میں محروم نہ ہوگا آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی، دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اس میں گمراہی سے بچانے کیلئے جو ہدایت دی گئی ہے اسکے مطابق عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز برے حساب سے بچائیگا پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی (القرطبی) اس آیت کریمہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ابلیس اور شیاطین لوگوں کے دشمن ہیں اور لوگ انکے دشمن ہیں۔ جب یہ بات ثابت ہوئی تو کلام میں ان دونوں کو کیسے جمع کیا جا سکتا ہے [اس لئے اِهْبِطَا میں خطاب حضرت آدم علیہ السلام اور حواء سے ہے نہ کہ ابلیس اور آدم علیہ السلام سے] (غرائب القرآن)

[۲] حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَعِيْشَةً ضَنْكًا سے مراد ہے عذاب قبر۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمین اسکو دبائیگی کہ اسکی پسلیاں اِدھر اُدھر نکل جائینگی۔ بعض روایت میں ہے کہ اس پر قبر اسطرح سمٹے گی کہ اسکی پسلیاں اِدھر اُدھر نکل جائینگی اور قبر سے اٹھائے جانے کے وقت تک یہ عذاب اس پر ہوتا رہیگا۔ میں کہتا ہوں کہ حرام رزق، ناپاک کمائی اور بدبختی قبر کی تنگی یا دوزخ کی طرف لے جانے والی چیزیں ہیں۔ ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول آیا ہے کہ بندہ کو جو مال بھی دیا جائے تھوڑا ہو یا بہت وہ اس میں تقوی نہ اختیار کرے تو ایسے مال میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی یہ مَعِيْشَةً ضَنْكًا حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اسکا معنی یہ ہے کہ ہم اس سے قناعت چھین لیتے ہیں کہ کسی طرح وہ مال سے سیر ہی نہیں ہوتا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض کرتا ہے اسکا اصلی مقصد، منتہائے خواہش اور مطمع نظر صرف دنیا کا مال و متاع ہوتا ہے ہر وقت مال کی ترقی کی فکر میں ڈوبا رہتا ہے اور گھاٹے کی جگہ سے ڈرتا رہتا ہے۔ اسکے برخلاف مؤمن کی حالت ہوتی ہے جو آخرت کا طلبگار رہتا ہے اللہ تعالیٰ جو کچھ عطا فرما دیتا ہے وہ اس پر قانع اور شکر گذار ہوتا ہے اسکا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے اسی لئے اسکی زندگی خوشگوار اور پاکیزہ ہوتی ہے۔ (مظہری) وَنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى: حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ وہ خیر کی جہات سے اندھا ہوگا کہ کسی شے سے ہدایت نہ پائیگا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اپنے آپ سے عذاب ہٹانے کے حیلہ سے اندھا ہوگا۔ (القرطبی) [۳] یعنی اے میرے رب! کس جرم کی پاداش میں مجھے اندھا کیا گیا ہے حالانکہ میں دنیا میں آنکھ والا تھا گویا کہ یہ لوگ خیال کرینگے کہ انکے ذمے کوئی گناہ ہی نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ میری حجت سے تو نے مجھے کیوں اندھا کر دیا حالانکہ دنیا میں اپنی حجت کو پہچانتا تھا۔ قشیری کہتے ہیں کہ یہ معنی بعید ہے اس لئے کہ کافر کے کفر کیلئے دنیا میں کوئی حجت نہ تھی (القرطبی) [۴] تُنْسٰى کا عذاب انھیں اس لئے دیا جائیگا کہ ان لوگوں نے ہدایت کی پیروی چھوڑ دی اور اس سے منہ پھیرا (تفسیر کبیر) یعنی تو نے ایسا ہی کیا تھا کہ ہماری کائناتی نشانیاں تیرے سامنے آتی تھیں یا ہماری وہ آیات جو انبیاء پر اتاری گئیں تھیں تیرے پاس پہنچتی تھیں پس تو نے اسکو بھولا بسرا کر دیا یعنی انکو چھوڑ دیا انکی طرف سے منہ پھیر لیا نظر اٹھا کر انکی طرف نہیں دیکھا جیسے اندھا چھوڑ دیتا ہے پس آج تجھے بھی اسی طرح بھلا دیا جائیگا۔ (مظہری) [۵] بعض نے کہا کہ اَسْرَفَ کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے شرک کیا اور کفر کیا، بعض نے کہا کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں انھوں نے اسراف کیا۔ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ یہ جملہ گویا کہ اَسْرَفَ کی تفسیر ہے کہ ان لوگوں نے یہ اسراف کیا کہ اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان نہیں لائے اس لئے انھیں باقی رہنے والا عذاب دیا جائیگا (تفسیر کبیر)

الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسٰكِنِهِمْ ۗ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي

قرنہا میروند در مسکنہاء ایشاں ہر آئنہ دریں نشانہا ست

بستیوں کو جن کے رہنے کی جگہ میں (یہ لوگ) چلتے پھرتے ہیں بیشک اس میں نشانیاں ہیں

النُّهٰى ۝١٢٨ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ

مر خداوند عقول و اگر نہ کلمہ ست پیشی گرفتہ است از پروردگار تو البتہ

عقل والوں کیلئے ۱ اور اگر اس سے پہلے تمہارے رب کی طرف سے ایک کلمہ نہ ہوتا تو ضرور

لِزَامًا وَّأَجَلٌ مُّسَمًّى ۝١٢٩ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ

لازم و وقتی شمردہ پس صبر کن بر آنچہ میگویند و سرہہ کن

(عذاب) لازم ہوتا اور (اگر نہ ہوتا) ایک وقتِ مقررہ ۲ پس صبر کرو اس پر جو وہ سب کہتے ہیں اور سراہتے رہو

بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ۚ وَمِنْ

بحمد پروردگار خود پیش از بر آمدن آفتاب و پیش از غروب آں و از

حمد کے ساتھ اپنے رب کو سورج کے نکلنے سے پہلے اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے اور

اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۝١٣٠

ساعتہائے شب پس سرہہ کن و بطرف روز شاید کہ ترا خوشنود کردی

رات کی ساعتوں میں پس سراہتے رہو اور دن کے کنارے میں شاید کہ تجھے خوشنودی حاصل ہو ۳

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ

و باز مکن چشمہائے خود بسوے آنچہ بر خور داری دادیم ما باں صفہا از ایشاں

اور نہ پھیلا اپنی آنکھوں کو ان چیزوں کی جانب جسے ہم نے برتنے دی ان کے جوڑوں کو

زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۗ وَرِزْقُ رَبِّكَ

زینت زندگانی دنیا تا بیاز مائیم ایشانرا دراں و روزی پروردگار تو

دنیا کی زندگی کی زینت ہے، تا کہ ہم آزمائیں انھیں اس میں اور تیرے رب کا رزق

منزل ٤

۱ جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے احوال بیان فرما دیئے جو لوگ ذکر سے اعراض کرتے ہیں کہ انکا حشر قیامت کے روز کیسا ہوگا تو اب ان لوگوں کے احوال بیان ہو رہے ہیں جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ (تفسیر کبیر)

۲ اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ بیان فرما رہا ہے کہ یہ محمد ﷺ کی تکذیب کر رہے ہیں اسکے باوجود ان پر سابقہ امتوں کی طرح عذاب کیوں نہیں اتر رہا ہے۔ واضح رہے کہ یہاں آیت میں کلمہ سے مراد وہ خبر ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب لوگ محمد ﷺ کی تکذیب کرینگے انکے عذاب کو مؤخر کیا جائیگا۔ اس عذاب کے مؤخر کرنے کی کیا وجہ ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں تمام لوگ ہیں وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور جسے چاہتا ہے بغیر علت کے عذاب دیکر ہلاک کر دیتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۳ فَاصْبِرْ سے خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے یعنی کفار کے عذاب کی ایک میعاد مقرر ہے جب وہ دن آئیگا تو وہ عذاب میں مبتلا ہونگے اب جو آپکے متعلق [دکھ پہنچانے والی] باتیں کرتے ہیں ان پر صبر کیجئے۔ وَسَبِّحْ: اور پاکی بیان کیجئے یعنی نماز پڑھیئے۔ بِحَمْدِ رَبِّكَ: اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہ اس نے آپ کو نماز اور تسبیح کی توفیق دی۔ اس جملے میں گویا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کوئی اللہ کی عبادت کرتا ہے تو مغرور نہ ہو جائے بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے عبادت کی توفیق دی اور مدد کی۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے بعد وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ سے بھی اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ سَبِّحْ کیساتھ جو آیت میں بِحَمْدِ رَبِّكَ آیا ہے اس سے استنباط کیا جاسکتا ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز نہیں مگر سورہ فاتحہ کیساتھ۔ آیت میں قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ سے مراد ہے فجر کی نماز۔ قَبْلَ غُرُوْبِهَا سے مراد ہے عصر کی نماز۔ بعض نے کہا کہ قَبْلَ الْغُرُوْبِ سے پچھلا دن مراد ہے جسکے اندر ظہر اور عصر دونوں نمازیں آگئیں۔ وَمِنْ اٰنَاءِ الَّيْلِ سے مراد ہے مغرب اور عشاء کی نمازیں۔ لَعَلَّكَ تَرْضٰى: یعنی اوقات مذکورہ میں نماز پڑھو تا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ ثواب مل جائے جس سے تم خوش ہو جاؤ۔ بعض نے اسکا مطلب یہ بیان کیا ہے تا کہ تم کو اللہ پسند کرے۔ جس طرح دوسری آیت میں آیا ہے كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا۔ بعض نے خوش ہونے سے مراد لیا ہے شفاعت کرنے سے خوش ہونا۔ تم شفاعت سے خوش ہو جاؤ۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھ کر فرمایا: یقیناً تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ جس کو دیکھنے میں تمہیں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی جہاں تک تم سے ہو سکے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کی نمازیں تمہاری ضائع نہ ہوں پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (مظہری) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں پانچوں نمازیں داخل ہیں پس قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ سے فجر کی نماز مراد ہے، قَبْلَ غُرُوْبِهَا میں ظہر اور عصر کی نمازیں داخل ہیں اس لئے کہ یہ دونوں سورج غروب ہونے سے پہلے ادا کی جاتی ہیں۔ وَمِنْ اٰنَاءِ الَّيْلِ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں داخل ہیں۔ اَطْرَافَ النَّهَارِ سے دونوں نمازوں کی تاکید کی گئی ہے۔ واضح رہے کہ آیت میں تسبیح سے کیا مراد ہے اس کے تعین میں اختلاف ہے (۱) اس سے نماز مراد ہے (۲) ابومسلم کہتے ہیں کہ یہاں تسبیح سے مراد تنزیہ ہے مطلب یہ ہے کہ ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہ میں مشغول ہو جاؤ۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ افضل ذکر وہ ہے جو رات میں ہو کیونکہ اس وقت انسان جمعیت کے ساتھ ذکر کرتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ

بهتر است و پاینده تر و امر کن کسان خود را بنماز و صبر کن براں

بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۱ اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور اس پر صبر کرو

لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾ وَ

نخواہیم از تو روزی ما روزی دہیم ترا و سر انجام مر پرہیزگارنرا

ہم تجھ سے کوئی روزی نہیں چاہتے ہیں ہم تجھے روزی دیتے ہیں اور (بہتر) انجام ہے پرہیزگاروں کیلئے۲

قَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِى

و گفتند چرا نمی آری بما آیتی از پروردگار خود آیا نیامد بدیشاں معجزہ

اور انھوں نے کہا: کیوں نہیں لائے ہمارے پاس کوئی نشانی اپنے رب کی طرف سے' کیا انکے پاس وہ معجزہ

الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ

آنچہ در کتابہائے پیشینانست و اگر ہلاک کردیم ایشانرا بعذاب

نہیں آیا جو اگلوں کی کتابوں میں ہے۳ اور اگر ہم انھیں اس سے پہلے ہی عذاب سے ہلاک کر دیتے

لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ

پیش از و البتہ گویند اے پروردگار ما چرا نہ فرستادہ شد بسوے ما فرستادہ

تو ضرور کہتے اے ہمارے رب! تو نے ہماری جانب رسول کیوں نہیں بھیجا پس ہم

قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ

پس پیروی کردیم آیات تو پیش ازانکہ رسوا گردیم و خوار کردیم بگو ہر یک مترقب است

پیروی کرتے تیری آیات کی قبل اس سے کہ رسوا ہوتے اور خوار ہوتے۴ آپ فرمادیجئے ہرایک انتظار کرنے والا ہے

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾

پس انتظار برید پس زود بدانید کدام یاران راہ راست و کیست راہ یافتہ بحق

پس تم انتظار کرو' بہت جلد تم سب جان لو گے کون سیدھی راہ والے ہیں اور کون حق کیساتھ راہ یافتہ ہیں۵

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت ابورافع ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کی ضیافت کی اور رجب کے چاند تک کیلئے عاریتاً آٹا لینے کیلئے مجھے ایک یہودی کے پاس بھیجا۔ اس نے کہا کہ رہن کے بغیر آٹا نہیں دونگا۔ میں نے واپس آکر رسول اللہ ﷺ کو اسکی یہ شرط سنائی تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں آسمانوں میں بھی امین ہوں اور زمین پر بھی۔ حضرت ابورافع ﷛ کہتے ہیں کہ میں ابھی رسول اللہ ﷺ سے رخصت بھی نہ ہوا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کی طرف نہیں دیکھتا ہے مگر ہاں تمہارے قلوب اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔ حضرت ابودرداء ﷛ فرماتے ہیں کہ دنیا اس کیلئے گھر ہے جسکے لئے آخرت میں گھر نہیں ہے' دنیا اس کیلئے مال ہے جس کیلئے آخرت میں مال نہیں ہے' اسے وہ جمع کرتا ہے جس کے پاس عقل نہیں۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ لوگوں میں احمقانہ پن نہ ہوتا تو دنیا ویران ہوتی۔ حضرت عیسیٰ ﷵ فرماتے ہیں کہ دنیا کو رب نہ بناؤ ورنہ دنیا تمہیں غلام بنالیگی۔ حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ جب میں سلاطین کے پاس مال وزر دیکھتا ہوں تو یہی آیت پڑھ لیتا ہوں اور اسکے بعد اَلصَّلٰوۃُ یَرْحَمُکُمُ اللہُ کہتا ہوں۔ (تفسیر کبیر)

۲ اِصْطِبَار مقامِ مجاہدہ ہے اور صبر مقام مشاہدہ ہے حضرت ابن عطاء کہتے ہیں کہ صبر کی اقسام میں سے سخت قسم اصطبار ہے اور یہ بلاء وارد ہونے کے وقت سر اور قلب سے سکوت ہے جبکہ صبر فقط نفس کے سکوت کو کہتے ہیں۔ مروی ہے کہ جب اہل وعیال کو کوئی مصیبت پہنچتی تو رسول اللہ ﷺ انھیں نماز پڑھنے کا حکم دیتے اور پھر اسی آیت کی تلاوت فرماتے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے اس آیت سے اخذ کیا ہے کہ وباء میں تسبیح سے زیادہ نفع بخش کوئی اور چیز نہیں ہے۔ (روح البیان) ۳ یعنی محمد (ﷺ) کوئی ایسی کھلی نشانی کیوں نہیں پیش کرتے جو ان کے دعوئ نبوت کی سچائی کو ثابت کرسکے۔ نشانیاں تو بکثرت موجود تھیں اور آچکی تھیں انھوں نے محض عناد کی وجہ سے موجود آیات کا انکار کیا اور مَن پسند نشانیوں کے طلب گار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کرنے کو سب سے بڑا اور ابدی معجزہ قرار دے کر ان کو الزامی جواب دیدیا۔ آیت کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ گذشتہ آسمانی کتابوں میں جو مختلف اقوام وامم کے حالات بیان کئے گئے ہیں کہ انھوں نے اپنے اپنے پیغمبروں سے اپنے فرمائشی معجزات طلب کئے اور جب وہ مطلوبہ معجزات ظاہر ہوگئے تو وہ ایمان نہ لائے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں ان کو عذاب میں مبتلا کردیا اور ان کو تاخت وتاراج کردیا پس اگر ان مشرکوں کے مطلوبہ معجزات بھی ظاہر کردیئے گئے اور یہ ایمان نہ لائے تو پھر انکو تباہی سے کون بچائیگا کیا؟ انکا حال بھی پچھلی امتوں کی طرح نہیں ہوجائیگا کیا؟ ان لوگوں نے کتب سابقہ کے بیانات نہیں پڑھے ہیں؟ (مظہری)

۴ حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز تین قسم کے لوگ اللہ پر حجت قائم کرینگے۔ زمانہ فترت میں ہلاک ہونے والے' اپنی عقل پر مغلوب اور بچہ' پس جو اپنی عقل پر مغلوب ہوگا وہ کہے گا تو نے مجھے عقل کیوں نہیں عطا کی تاکہ میں اس سے نفع حاصل کرتا' زمانہ فترت میں ہلاک ہونے والے کہیں گے تو نے ہمارے پاس رسول یا نبی کو کیوں نہیں بھیجا اگر تیرا رسول یا نبی تشریف لاتا تو ہم ضرور اسکی کی اطاعت کرتے۔ پھر پڑھیں گے لَوْ لَا اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا۔ بچہ کہے گا میں عقل والا نہیں تھا پھر ان کے سامنے آگ لائی جائیگی اور ان سے کہا جائیگا اس میں کود جاؤ پس جو علمِ الٰہی میں سعید ہوگا وہ آگ میں کود جائیگا اور جو علم الٰہی میں شقی ہوگا وہ نافرمانی کریگا۔ (ابن جریر) ۵ یعنی ہم میں سے ہرایک اور تم میں سے ہرایک اپنی عاقبت کا انتظار کرے اور یہ انتظار موت سے قبل ہوگا جہاد کے حکم کے سبب اور موت کیساتھ بھی کہ ہرایک دوسرے کی موت کا انتظار کرے (غرائب القرآن)

سُورَةُ الْأَنْبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَاثْنَتَا عَشْرَةَ آيَةً وَسَبْعُ رُكُوعَاتٍ

سورہ انبیاء مکی ہے اور اس میں ایک سو بارہ آیت اور سات رکوع ہیں ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بنام خدای بخشاینده مهربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والامہربان (ہے)

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ

نزدیک ترین مردمانرا مر حساب ایشانرا و ایشاں در غفلت اند روگردانان

لوگوں کیلئے انکا حساب قریب ترین ہے اور وہ سب منہ پھیرتے ہوئے غفلت میں پڑے ہیں ٢

مُّعْرِضُونَ ① مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ

نیامد بدیشاں از یاد کردنی از پروردگار ایشاں شنونده مگر بشنوند آنرا

ان کے پاس کوئی نیا ذکر ان کے رب کی طرف سے نہیں آتا ہے مگر اسے سنتے ہیں

وَهُمْ يَلْعَبُونَ ② لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ وَأَسَرُّوا النَّجْوَى

و ایشاں بازی میکنند غافل است دلہائے ایشاں و پنہاں میگویند راز

اور وہ سب کھیل کرتے ہیں ٣ ان کے دل غافل ہیں اور راز خفیہ کہتے ہیں

الَّذِينَ ظَلَمُوا هَلْ هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ

آنانکہ ستم میکردند نیست ایں مگر آدمی مانند شما آیا می آئید

وہ لوگ جو ظلم کرتے ہیں (انکا کہنا ہے) نہیں ہے یہ مگر آدمی تمہاری طرح، کیا تم

السِّحْرَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ ③ قَالَ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي

سحر و شما می بینید گفت پروردگار من میداند گفتار در

جادو کے پاس آتے ہو اور تم دیکھتے ہو ؟ (نبی نے) فرمایا میرا رب بات کو جانتا ہے

منزل ٤

تفسیر اظہار العرفان

١ اس سورت میں ۴۸۹۰ حروف اور ۱۱۷۸ کلمات ہیں۔ (غرائب القرآن) اس سورت میں عقائدِ اسلامیہ کے موضوع کا علاج، رسالت، وحدانیت، بعث بعد الموت، جزاو سزا، قیامت کے شدائد اور انبیاء ومرسلین کے قصص بیان کئے گئے ہیں۔ سورت کی ابتدا میں لوگوں کی غفلت کا بیان ہے کہ انسان آخرت اور جزاوسزا سے غافل ہے اور اس غفلت پر اسے ڈرایا گیا ہے اسکے بعد مکذبین کا ذکر ہے (صفوۃ التفاسیر)

٢ مروی ہے کہ اصحابِ رسول ﷺ میں سے ایک صحابی مکان کی دیوار بنا رہے تھے کہ وہاں سے دوسرے صحابی کا گذر ہوا تو انھوں نے پوچھا کہ قرآن میں سے آج کیا نازل ہوا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ آج یہ آیت نازل ہوئی ہے اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ الخ یہ سنکر دیوار بنانے والے صحابی نے اپنے ہاتھوں سے بنی ہوئی دیوار گرانا شروع کر دی اور کہا کہ اللہ کی قسم میں اب کبھی بھی دیوار نہیں بناؤنگا کیونکہ میں اس دیوار کو بنا رہا تھا اور میرا حساب قریب سے قریب ہوتا جا رہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں ناس سے مراد مشرکین ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں ناس عام ہے اگرچہ مشار الیہ اسوقت کے کفار قریش تھے اس پر مابعد آیت دلالت کر رہی ہیں۔ واضح رہے کہ ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے اور موت تو ضروری طور پر آنے والی ہے اور ہر انسان کی موت اسکے حق میں قیامت کا قیام ہے۔ اسی طرح قیامت بھی اس نسبت سے قریب ہے کہ دنیا کی مدت قلیل ہے۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ حِسَابُهُمْ سے مراد ہے اہل مکہ کا عذاب ان کیلئے قریب ہے چنانچہ بدر کے روز انکی ذلت ورسوائی اور مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونا ان کیلئے ایک طرح کا عذاب ہی تو تھا۔ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ! اس میں دو وجوہ ہیں (١) وہ لوگ دنیا میں آخرت سے غافل ہیں اور آخرت سے منہ پھیرتے ہیں (٢) نبی کریم ﷺ جو کچھ لیکر آئے اس سے غافل ہیں اور منہ پھیرتے ہیں اور حساب سے ڈرتے نہیں ہیں۔ (القرطبی) ٣ ذکر یعنی ایسی نصیحت جو خوابِ غفلت سے بیداری پیدا کردے۔ مُحْدَثٍ: تازہ جدید ہو تو کانوں میں بار بار آئے تا کہ نصیحت پذیری پر تنبیہ ہو۔ مُحْدَثٍ سے یہ لازم نہیں آتا کہ ذکر قدیم نہ ہو [اس لئے کہ حدوث سے مراد نزول کا حدوث ہے اس سے معتزلہ کے اعتراض کی بیخ کنی ہوگئی جو کلام اللہ کو حادث کہتے ہیں اور محدث کے لفظ کو حدوث پر استدلال کرتے ہیں] وَهُمْ يَلْعَبُونَ: یعنی قرآن سے استہزاء کرتے ہیں، انتہائی غافل ہیں انجام کی طرف سے بالکل لاپرواہ ہیں اس لئے قرآن کا مذاق اڑاتے ہیں۔ (مظہری) یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں ذکر سے مراد وہ ذکر ہے جو نبی کریم ﷺ نصیحت کے طور پر انھیں کرتے تھے اور چونکہ وحی الٰہی کے بغیر آپ کلام نہ فرماتے تھے اس لئے مِنْ رَّبِّهِمْ فرمایا گیا۔ اس اعتبار سے نبی کریم ﷺ کی نصیحت اور تحذیر ذکر ہے اور یہ محدث ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہاں ذکر سے مراد خود نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات ہیں اس پر دلیل آنے والی آیت ہے جس میں ارشاد ہے هَلْ هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ (القرطبی) ۴ یعنی انکے دل بے فکر ہیں۔ ابوبکر وراق نے لَاهِيَةً کا مطلب بیان کیا ہے کہ انکے دل دنیوی سجاوٹ وبناوٹ میں مشغول ہیں آخرت اور اسکی ہولناکیوں سے غافل ہیں۔ واضح رہے کہ کافروں کا خیال تھا کہ رسول کیلئے فرشتہ ہونا ضروری ہے اور یہ ہم جیسا انسان ہے اس لئے رسول نہیں ہوسکتا۔ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ: یعنی یہ شخص رسول نہیں ہے بلکہ آدمی ہے اور یہ جو کچھ غیر معمولی عاجز کن چیزیں (جیسے قرآن) پیش کر رہا ہے تو یہ جادو ہے پس آنکھوں سے جادو دیکھتے ہوئے کیا تم جادو کی پیروی کرنے لگو گے، رسول اللہ ﷺ کے معجزات کو جادو قرار دینے کی انکے پاس کوئی دلیل نہ تھی نہ کوئی ثبوت پیش کر سکتے تھے اس لئے مجبوراً وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ کہا یعنی ہدایت کا دعوی کیا اور ایسا جادو قرار دیا جسکو ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ لوگ ایسے قول پر اتفاق کرنا چاہتے تھے جس سے نبوت کا مقابلہ کر سکیں [معاذ اللہ] (مظہری)

السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٤﴾ بَلْ قَالُوْٓا

آسمان و زمین و اوست شنوای دانا بلکہ گفتند

آسمان میں اور زمین میں اور وہی سننے والا جاننے والا ہے ۱؎ بلکہ انھوں نے کہا

اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَاْتِنَا

ازاں خوابہائے پریشاں بلکہ گفتند از خود آنرا بلکہ او شاعر است پس بیارند بما

پریشان خواب ہیں بلکہ اسے اپنی طرف سے (گھڑ لیا ہے) بلکہ وہ شاعر ہیں پس ہمارے پاس

بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿٥﴾ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ

بہ نشانہ چنانکہ بفرستادند پیشینان نگرویدند پیش از ایشاں از

کوئی نشانی لائیں جیسے اگلے بھیجے ہوئے (لیکر آئے) ۲؎ نہ ایمان لائی ان سے پہلے

قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٦﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا

قریہا ہلاک کردیم آنرا آیا ایشاں میگرویدند و نہ فرستادیم ما پیش از تو مگر

بستیوں میں سے کوئی بستی جسے ہم نے ہلاک کیا' کیا وہ سب ایمان لائینگے ۳؎ اور نہ بھیجا ہم نے آپ سے پہلے مگر

رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا

مردمانیرا کہ وحی فرستادیم بسوے ایشاں پس پرستید اے اہل گمان باہل علم اگر ہستید شما

مردوں کو کہ ہم نے وحی کی انکی جانب پس سوال کرو اے گمان کرنے والو اہل علم سے اگر تم سب

تَعْلَمُوْنَ ﴿٧﴾ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ

نمیدانید و نساختیم ایشانرا خداوند تنہا نخورند طعام

نہیں جانتے ہو ۴؎ اور انھیں (فقط) جسم والا نہ بنایا کہ نہ کھانا کھائیں

وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ﴿٨﴾ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ

و نبودند جاودان پس راست کردیم ایشانرا وعدہ پس برہانیدیم ایشانرا

اور نہ (اس دنیا میں) ہمیشہ رہیں گے ۵؎ پھر ہم نے ان کیلئے وعدہ سچ کر دکھایا تو ہم نے نجات دی انھیں

۱؎ یہ رسول اللہ ﷺ کی حکایت ہے گویا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں سے کہا کہ جو طعن تم چھپاتے ہو ان سب کو میرا رب جانتا ہے۔ واضح رہے کہ سمیع کو علیم پر مقدم رکھا اسکی وجہ یہ ہے کہ کلام کو سننا پہلے ہوتا ہے اسکے بعد علم کا حصول ہوتا ہے لیکن یہ قاعدہ غائب کیلئے ہے حاضر پر۔ (غرائب القرآن)

۲؎ کافروں نے رسول اللہ ﷺ کی رسالت سے اس لئے انکار کیا تھا کہ یہ ایک بشر ہیں اور بشر رسول نہیں ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالی نے انکے اس قول کو گذشتہ آیت میں نقل فرما دیا پھر کافروں نے قرآن کے بارے میں کہا کہ یہ بے ہودہ گڑ بڑ خوابوں کا مجموعہ ہے اللہ تعالی نے پہلے قول کو نقل کرنے کے بعد کلام کا رخ موڑا اور کافروں کے دوسرے قول کو نقل فرمایا۔ مخلوط اور گڑ بڑ خوابوں کا مجموعہ قرار دینے کا مطلب یہ تھا کہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے وحی نہیں ہے بلکہ کچھ بے ہودہ خواب ہیں جو انکو سوتے میں نظر آتے ہیں پھر اس سے بھی اعراض کیا اور کہنے لگے کہ یہ اضغاث احلام نہیں ہے بلکہ اس شخص نے خود اپنی طرف سے یہ کلام بنالیا ہے اور اللہ تعالی کی جانب اسکی نسبت کر دی ہے۔ پہلے قرآن کو دروغ بندی قرار دیا تھا پھر اس سے گریز کیا اور اللہ تعالی کے کلام کو شعر کہنے لگے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ مراد یہ ہے کہ کچھ مشرکوں نے کتاب اللہ کو پراگندہ خواب کہا' کچھ لوگوں نے من گھڑت دروغ بندی قرار دیا اور بعض نے قرآن کو شعر کہا اور رسول اللہ ﷺ کو شاعر۔ واضح رہے کہ مفتری اور شاعر میں فرق یہ ہے کہ افترا کرنے والے کا مقصد صرف یہ ہوتا کہ جھوٹی بات کہہ کر سننے والے کو اسکے سچے ہونے کا یقین دلا دے اور شعر ان مقدمات کے مجموعہ کا نام ہے جن سے سننے والے اور پڑھنے والے کے دل میں خوف' یا رغبت' یا شوق' یا خوشی' یا غم' یا تعظیم' یا تحقیر' یا کوئی جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ شعر کی غرض صرف جذبات کو برانگیختہ کرنا ہوتا ہے تصدیق کرانی مقصود نہیں ہوتی۔ (مظہری) ۳؎ ابن جریر نے حضرت قتادہ سے روایت کی ہے کہ اہل مکہ نے نبی سے کہا کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں اگر وہ سچ ہے اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم [آپ پر] ایمان لے آئیں تو ہمارے لئے کوہِ صفا کو سونا بنا دیجئے اس پر جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو آپکی قوم کا مطالبہ پورا ہوسکتا ہے لیکن اگر اسکے بعد بھی وہ ایمان نہ لائیں تو پھر انھیں مہلت نہ دی جائیگی اور اگر آپ چاہیں تو اپنی قوم کو مہلت دے دیں۔ اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریہ سے مراد قوم صالح اور قوم فرعون ہیں۔ (القرطبی) ۴؎ اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہے جنہوں نے یہ کہا کہ انسان رسول نہیں ہوسکتا ہے اللہ نے فرمایا ان سے پہلے جتنے بھی رسول ہم نے بھیجے وہ سب رجال یعنی جنس انسان کے گروہ میں سے مرد تھے تم یہ بات اہل توریت' اہل انجیل اور ان لوگوں سے پوچھ سکتے ہو جو نبی ﷺ پر ایمان لائے ہیں انکا نام اہل ذکر اس لئے رکھا کہ یہ لوگ انبیاء کے خبروں کا ذکر کرتے ہیں جسے اہل عرب نہیں جانتے تھے۔ کفار قریش حضرت محمد ﷺ کے بارے میں اہل کتاب سے رجوع کرتے تھے۔ حضرت ابن زید کہتے ہیں کہ ذکر سے مراد قرآن ہے پس حکم ہو رہا ہے کہ مؤمنین میں سے جو اہل قرآن ہیں ان سے پوچھو۔ حضرت جعفر جعفی کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اہل ذکر ہیں۔ (القرطبی) ۵؎ یعنی ہم نے آپ سے پہلے انبیاء کو طباع بشری سے خارج نہیں بنایا کہ انھیں کھانے اور پینے کی حاجت نہ ہو اور نہ وہ سب اس دنیا میں دائمی طور پر رہنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ کلبی کہتے ہیں کہ جسد اس مجسم کو کہتے ہیں جس میں روح ہو اور وہ کھانے پینے کی حاجت محسوس کرتا ہو' حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ جسد اسے کہتے ہیں جو نہ کھاتا ہو اور نہ پیتا ہو۔ (القرطبی)

وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ⑨ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ

و آنرا کہ خواستیم و ہلاک کردیم مسرفانرا ہر آئنہ فرو فرستادیم بسوے شما

اور جسے ہم نے چاہی اور ہم نے حد سے بڑھنے والوں کو ہلاک کیا۱ بیشک ہم نے تمہاری جانب

كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ⑩ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ

قرآن دراں پندیست مر شما را آیا نمیدانید و چند ہلاک کردیم ما از

قرآن بھیجا جس میں نصیحت ہے تمہارے لئے' کیا تم نہیں جانتے ہو۲ اور کتنے ہی ہلاک کئے ہم نے

قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ⑪

اہل شہرہا بودند مشرک و بیافریدیم پس ایشاں گروہی دیگر

اہل شہر کو جو مشرک تھے اور ہم نے پیدا کیا ان کے بعد دوسرے گروہ کو ۳

فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ⑫ ۭ لَا تَرْكُضُوْا

پس چوں بدیدند عذاب ما ایشاں ازاں میگریختند مگریزید

پس جب انھوں نے دیکھ لیا ہمارے عذاب کو تو وہ سب اس سے بھاگنے لگے۴ نہ بھاگو

وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ

و باز گردید بسوے آنچہ در نعمت اندازہ شوید و منازل خویش شاید کہ شما

اور لوٹ جاؤ اسکی جانب جو نعمت تمہیں دی گئی اور اپنے گھروں کی طرف شاید کہ تم

تُسْـَٔـلُوْنَ ⑬ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ⑭ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ

می پرسید گفتند اے کاش ما را ہر آئنہ ما بودیم ستمگاران پس ہمیشہ آن

سے پوچھا جائے ۵ انھوں نے کہا: اے ہماری بربادی بیشک ہم ظلم کرنے والے تھے ۶ پس ہمیشہ وہ

دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ⑮ وَمَا خَلَقْنَا

گویند دعائے ایشاں تا گردانیدیم ایشانرا آتش مردہ و نیافریدیم ما

اپنی پکار کہیں گے یہاں تک کہ ہم نے انھیں کاٹے ہوئے بجھے ہوئے کر دیا ۷ اور ہم نے پیدا نہ کیا

تفسیر اظہار العرفان

۱ صاحب کشاف کہتے ہیں کہ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مثل ہے وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا ''اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر آدمیوں کا انتخاب کیا'' اور وَمَنْ نَّشَاءُ سے مراد مؤمنین ہیں۔ مفسرین کرام کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ گذر چکا تھا کہ جو رسولوں کی تکذیب کر کے عذاب کو دعوت دیگا میں اسے ہلاک کردونگا (تفسیر کبیر)

۲ یہاں ذِكْرُكُمْ میں تین احتمالات ہیں (۱) یعنی تمہارا شرف اور تمہاری وصیت جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ۔ ترجمہ: اور بیشک یہ تمہارے لئے اور تمہاری قوم کیلئے ذکر ہے (۲) اس سے مراد نصیحت ہے جس سے تم لوگوں کو ان چیزوں سے ڈراؤ جو ان کیلئے حلال نہیں ہیں اور ان چیزوں کی ترغیب دو جو ان کیلئے حلال ہیں۔ ایسی صورت میں ذکر سے مراد وعدہ اور وعید ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ ترجمہ: اور نصیحت کیجئے پس بیشک نصیحت مؤمنین کو نفع دیگی (۳) اپنے دین کے ان امور کا ذکر کرو جو لازم اور غیر لازم ہیں تا کہ تم جنت کے حصول میں کامیاب ہوجاؤ۔ (تفسیر کبیر)

۳ اہل تفسیر واخبار کہتے ہیں کہ یہاں اہل حضور مراد ہیں جنکی جانب اللہ کے نبی حضرت شعیب بن ذی مہدم بھیجے گئے۔ انکی قبر یمن کے ایک پہاڑ ضنن میں ہے جہاں کثرت سے برفباری ہوتی ہے۔ شعیب سے مراد وہ نہیں ہیں جو صاحب مدین ہیں اس لئے کہ اہل حضور کا قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد ہے۔ اہل حضور حجاز کی سرزمین میں شام کے کنارے آباد تھے (القرطبی) ۴ یعنی جب انھوں نے آنکھوں کی قوت سے ہمارے عذاب کو دیکھ لیا اور انھیں اسکے نزول کا یقین ہوگیا تو وہ لوگ وہاں سے بھاگنے کی کوشش کرنے لگے۔ ابوحیان کہتے ہیں کہ جب ان لوگوں نے عذاب کے مقدمہ کو دیکھ لیا تو سواری پر سوار ہوکر بھاگنے لگے (صفوۃ التفاسیر) ۵ یعنی ان سے بزبان حال' یا کسی فرشتے' یا کسی مؤمن کی زبان کے ذریعے کہا گیا کہ [اب کیوں بھاگتے ہو] مت بھاگو۔ اُتْرِفْتُمْ: جس عیش میں پڑے تھے اسکی طرف پلٹو۔ اِتْرَاف: نعمت پر اترا جانا۔ خلیل کہتے ہیں کہ مترف اس شخص کو کہتے ہیں جو خوش حال فارغ البال ہو کوئی پریشانی اور فکر اسکو نہ ہو۔ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ: تا کہ کل کو تم سے پوچھا جائے کہ تم پر اور تمہارے مال ومتاع پر کیا گذری اور تم اسکا جواب معائنہ کے بعد دے سکو' یا یہ مطلب ہے کہ تم لوٹ کر جاؤ اپنے جلسوں میں بیٹھو پھر تمہارے نوکر چاکر اور کارندے تم سے دریافت کریں کہ اب ہم کو کیا حکم دیتے ہو' یا یہ مراد ہے کہ شاید لوگ تمہارے جلسوں میں آکر تم سے اپنی اپنی مصیبتوں اور تکلیفوں کے متعلق دریافت کریں۔ مروی ہے کہ اہل حضور نے توحید کے پیغام کو ٹھکرا دیا اور اپنے نبی کی تکذیب کی اور انکو قتل کرڈالا تو اللہ تعالیٰ نے بطور سزا بخت نصر کو ان پر مسلط کر دیا بخت نصر نے انکو قتل اور قید کیا۔ جب عام طور پر لوگ قتل ہونے لگے تو پشیمان ہوئے اور بستی چھوڑ کر بھاگنے لگے فرشتوں نے انکو آواز دی بھاگو مت' اپنے گھروں اور مالوں کی طرف لوٹو شاید تم سے کچھ مانگا جائے اور پھر جسکو چاہو تم دو اور جسکو چاہو نہ دو' تم بڑے مالدار اور اہل ثروت ہو' غرض بخت نصر نے انکا تعاقب کیا اور بے دریغ قتل کیا اور کسی ہاتف نے اوپر سے آواز دی انبیاء کا انتقام۔ یہ حالت دیکھکر انکو اپنے کئے پر پشیمانی ہوئی لیکن اقرارِ قصور نے انکو کوئی فائدہ نہ دیا۔ (مظہری) ۶ یعنی ہائے ہماری ہلاکت اور ہماری بربادی۔ ہم نے اللہ کیساتھ شریک ٹھہرا کر ظلم کیا اور رسولوں کی تکذیب کی۔ ان لوگوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا اور پھر اس پر ندامت کا اظہار کیا لیکن اسوقت انکی ندامت نے انکو فائدہ نہ دیا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۷ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ ظلم سے آبادی ویران ہوجایا کرتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ظلم قیامت کے روز ظلمات کا سبب بنے گا۔ انسان کا دل جب ظلم سے تاریک ہوجاتا ہے تو معرفت واخلاص دل سے نکل جاتے ہیں اور دل ویران ہوجاتا ہے۔ (روح البیان)

خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿١٣١﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ

بہتر است و پاینده تر و امر کن کسان خود را بنماز و صبر کن براں

بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۱ اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور اس پر صبر کرو

لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿١٣٢﴾ وَ

نخواہیم از تو روزی ما روزی دہیم ترا و سر انجام مر پرہیزگارنرا

ہم تجھ سے کوئی روزی نہیں چاہتے ہیں ہم تجھے روزی دیتے ہیں اور (بہتر) انجام ہے پرہیزگاروں کیلئے۲

قَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِى

و گفتند چرا نمی آری بما آیتی از پروردگار خود آیا نیامد بدیشاں معجزه

اور انھوں نے کہا: کیوں نہیں لائے ہمارے پاس کوئی نشانی اپنے رب کی طرف سے؟ کیا انکے پاس وہ معجزہ

الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٣٣﴾ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ

آنچہ در کتابہائے پیشینانست و اگر ہلاک کردیم ایشانرا بعذاب

نہیں آیا جو اگلوں کی کتابوں میں ہے۳ اور اگر ہم انھیں اس سے پہلے ہی عذاب سے ہلاک کر دیتے

لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ

پیش از و البتہ گویند اے پروردگار ما چرا نہ فرستادہ شد بسوے ما فرستادہ

تو ضرور کہتے اے ہمارے رب! تو نے ہماری جانب رسول کیوں نہ بھیجا پس ہم

قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿١٣٤﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ

پس پیروی کردیم آیات تو پیش ازانکہ رسوا گردیم و خوار کردیم بگو ہر یک مترقب است

پیروی کرتے تیری آیات کی قبل اس سے کہ رسوا ہوتے اور خوار ہوتے۴ آپ فرمادیجئے ہرایک انتظار کرنے والا ہے

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿١٣٥﴾ ع

پس انتظار برید پس زود بدانید کدام یاران راہ راست و کیست راہ یافتہ بحق

پس تم انتظار کرو، بہت جلد تم سب جان لو گے کون سیدھی راہ والے ہیں اور کون حق کیساتھ راہ یافتہ ہیں ۵

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کی ضیافت کی اور رجب کے چاند تک کیلئے عاریتاً آٹا لینے کیلئے مجھے ایک یہودی کے پاس بھیجا۔ اس نے کہا کہ رہن کے بغیر آٹا نہیں دونگا۔ میں نے واپس آکر رسول اللہ ﷺ کو اسکی یہ شرط سنائی تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں آسمانوں میں بھی امین ہوں اور زمین پر بھی۔ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ابھی رسول اللہ ﷺ سے رخصت بھی نہ ہوا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کی طرف نہیں دیکھتا ہے مگر ہاں تمہارے قلوب اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیا اس کیلئے گھر ہے جسکے لئے آخرت میں گھر نہیں ہے، دنیا اس کیلئے مال ہے جس کیلئے آخرت میں مال نہیں ہے، اسے وہ جمع کرتا ہے جس کے پاس عقل نہیں۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ لوگوں میں احمقانہ پن نہ ہوتا تو دنیا ویران ہوتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دنیا کو رب نہ بناؤ ورنہ دنیا تمہیں غلام بنا لیگی۔ حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ جب میں سلاطین کے پاس مال وزر دیکھتا ہوں تو یہی آیت پڑھ لیتا ہوں اور اسکے بعد اَلصَّلٰوةُ يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ کہتا ہوں۔ (تفسیر کبیر)

۲ اِصْطِبَار مقامِ مجاہدہ ہے اور صبر مقامِ مشاہدہ ہے حضرت ابن عطاء کہتے ہیں کہ صبر کی اقسام میں سے سخت قسم اصطبار ہے اور یہ بلاء وارد ہونے کے وقت سر اور قلب سے سکوت ہے جبکہ صبر فقط نفس کے سکوت کو کہتے ہیں۔ مروی ہے کہ جب اہل وعیال کو کوئی مصیبت پہنچتی تو رسول اللہ ﷺ انھیں نماز پڑھنے کا حکم دیتے اور پھر اسی آیت کی تلاوت فرماتے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے اس آیت سے اخذ کیا ہے کہ وباء میں تسبیح سے زیادہ نفع بخش کوئی اور چیز نہیں ہے۔ (روح البیان) ۳ یعنی محمد (ﷺ) کوئی ایسی کھلی نشانی کیوں نہیں پیش کرتے جو ان کے دعویٰ نبوت کی سچائی کو ثابت کر سکے۔ نشانیاں تو بکثرت موجود تھیں اور آچکی تھیں انھوں نے محض عناد کی وجہ سے موجود آیات کا انکار کیا اور مَن پسند نشانیوں کے طلب گار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کرنے کو سب سے بڑا اور ابدی معجزہ قرار دے کر ان کو الزامی جواب دیدیا۔ آیت کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ گذشتہ آسمانی کتابوں میں جو مختلف اقوام وامم کے حالات بیان کئے گئے ہیں کہ انھوں نے اپنے اپنے پیغمبروں سے اپنے فرمائشی معجزات طلب کئے اور جب وہ مطلوبہ معجزات ظاہر ہوگئے تو وہ ایمان نہ لائے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں ان کو عذاب میں مبتلا کر دیا اور ان کو تاخت وتاراج کر دیا پس اگر ان مشرکوں کے مطلوبہ معجزات بھی ظاہر کر دیئے گئے اور یہ ایمان نہ لائے تو پھر انکو تباہی سے کون بچائیگا کیا؟ انکا حال بھی پچھلی امتوں کی طرح نہیں ہو جائیگا کیا؟ ان لوگوں نے کتب سابقہ کے بیانات نہیں پڑھے ہیں؟ (مظہری)

۴ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز تین قسم کے لوگ اللہ پر حجت قائم کرینگے۔ زمانۂ فترت میں ہلاک ہونے والے، اپنی عقل پر مغلوب اور بچہ، پس جو اپنی عقل پر مغلوب ہوگا وہ کہے گا تو نے مجھے عقل کیوں نہیں عطا کی تاکہ میں اس سے نفع حاصل کرتا، زمانۂ فترت میں ہلاک ہونے والے کہیں گے تو نے ہمارے پاس رسول یا نبی کو کیوں نہیں بھیجا اگر تیرا رسول یا نبی تشریف لاتا تو ہم ضرور اسکی کی اطاعت کرتے۔ پھر پڑھیں گے لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا۔ بچہ کہے گا میں عقل والا نہیں تھا پھر ان کے سامنے آگ لائی جائیگی اور ان سے کہا جائیگا اس میں کود جاؤ پس جو علمِ الٰہی میں سعید ہوگا وہ آگ میں کود جائیگا اور جو علم الٰہی میں شقی ہوگا وہ نافرمانی کریگا۔ (ابن جریر) ۵ یعنی ہم میں سے ہرایک اور تم میں سے ہرایک اپنی عاقبت کا انتظار کرے اور یہ انتظار موت سے قبل ہوگا جہاد کے حکم کے سبب اور موت کیساتھ بھی کہ ہرایک دوسرے کی موت کا انتظار کرے (غرائب القرآن)

فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ

دراں خدایان مگر خدای البتہ ویران شدند پس پاکست خدای پروردگار عرش

اس میں اللہ کے سوا بہت سارے خدا ہوتے تو ضرور ویران ہو جاتے' پس پاک ہے اللہ (جو) عرش کا رب ہے

عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٢٢﴾ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿٢٣﴾ اَمِ

از آنچہ صفت می کنند نپرسند از آنچہ میکنند و ایشاں پرسند آیا

اس سے جو صفت وہ بیان کرتے ہیں ۱ نہ پوچھا جائیگا جو وہ کرتے ہیں اور ان سب سے سوال کیا جائیگا ۲ کیا

اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ

فرا گرفتند بجز خدای خدایان بگو بیارید حجت خود را ایں قرآن یاد کردنے

انھوں نے اللہ کے سوا اور خدا بنا لئے ہیں آپ فرما دیجئے لاؤ اپنی دلیل' یہ قرآن ذکر ہے

مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ

ہر کہ با من است و یاد کردن پیش از من بلکہ اکثر ایشاں نمیدانند راست است

اسکا جو میرے ساتھ ہیں اور ذکر ہے مجھ سے پہلوں کا بلکہ انکے اکثر نہیں جانتے ہیں حق کو

فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ

پس ایشاں روگردانند و نہ فرستادیم ما پیش از تو ہیچ

پس وہ سب رو گردانی کرتے ہیں ۳ اور نہ بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی

رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿٢٥﴾

فرستادہ مگر وحی کردیم بسوے او کہ او نیست معبودی مگر من پس پرستید مرا

رسول مگر ہم وحی کرتے ہیں اسکی جانب کہ وہ نہیں ہے کوئی معبود مگر میں پس میری عبادت کرو ۴

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ ۙ

و گفتند گرفتہ است خدای فرزندے پاکست او بلکہ بندگان گرامی کردہ شد

اور انھوں نے کہا: اللہ نے فرزند بنایا ہے پاک ہے وہ' بلکہ بندے ہیں عزت دیئے ہوئے ۵

تفسیر اظہار العرفان

۱ اگر دو خدا فرض کر لئے جائیں ان میں سے ایک کسی شے کو بنانا چاہتا ہوگا اور دوسرا اسے معدوم کرنا چاہتا ہوگا' اور یہ دونوں ایک ساتھ اپنی مراد پوری کریں تو یہ باطل ہے اس لئے کہ اجتماع ضدین لازم آ رہا ہے' اگر دونوں اپنی مراد کو پوری نہ کر سکیں تو ہر ایک کا عجز لازم آئیگا لہذا تعدد باطل ہوا اور ایک خدا ثابت ہوا۔ (صاوی)

۲ ابن جریج کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے قضائی الخلق کے بارے میں سوال نہیں کریگا بلکہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے انکے اعمال کے بارے میں سوال کریگا اس لئے کہ ساری مخلوق اسکا بندہ ہے۔ اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس سے اسکے اعمال کے بارے میں پوچھا جائیگا جیسے مسیح اور ملائکہ وہ الوہیت کے لائق نہیں ہے۔ کہا گیا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے اسکے افعال کے بارے میں مواخذہ نہیں کریگا ہاں البتہ اللہ تعالیٰ بندوں کا مواخذہ فرمائیگا۔ مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے امیر المومنین! کیا ہمارا رب یہ پسند فرمائیگا کہ نافرمانی کی جائے؟ آپ نے فرمایا: کیا ہمارا رب نافرمانی کریگا قہر کر کے؟ آپ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اگر وہ مجھ سے ہدایت کو روک لے اور بری چیز کو محو کر دے تو یہ میرے حق میں اچھا ہوگا یا برا؟ کیا اگر وہ تم سے تمہارے حق کو روک دے تو یہ برا ہے اور اگر اپنے فضل کو روک دے تو یہ اسکا فضل ہے اور وہ جسے چاہتا ہے اپنا فضل عطا فرماتا ہے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ان سے کلام کیا اور ان پر توریت اتاری' تو آپ نے عرض کی ''اے اللہ بیشک تو رب عظیم ہے اگر تو چاہے کہ تیری اطاعت کی جائے تو ضرور تیری اطاعت کی جائیگی اور اگر تو چاہے کہ تیری نافرمانی کی جائے تو ہرگز تیری نافرمانی نہ کی جائیگی اور تو پسند کرتا ہے کہ تیری اطاعت کی جائے پس پھر کیسے تیری نافرمانی کی جاتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی کہ میں جو کام کرتا ہوں وہ مجھ سے کوئی پوچھ نہیں سکتا ہے مخلوق جو کام کرے اس سے پوچھا جائیگا۔ (القرطبی) ۳ اس جملہ کو دوسری مرتبہ ذکر کرنے سے مقصود کفر کی برائی اور کافروں کی جہالت کا مزید اظہار ہے۔ تکرار کی یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ پہلی مرتبہ ذکر کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ کافروں کے پاس باطل معبودوں کو الٰہ قرار دینے کی کوئی عقلی دلیل نہیں۔ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَ ذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ: یعنی یہ قرآن اور توریت جو تمہارے سامنے موجود ہے یہ قیامت تک میری امت کیلئے بھی نصیحت نامہ ہے اور گذشتہ امتوں کیلئے بھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ سے مراد قرآن ہے اور ذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ سے توریت اور انجیل مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن ہو یا توریت و انجیل یا اور کوئی آسمانی صحیفہ ہو پڑھو اور بتاؤ کہ کسی کتاب میں بھی کسی جگہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنا شریک یا بیٹا بنایا ہے یا اپنے سوا کسی اور کی عبادت کا حکم دیا ہے۔ سوال: مشرکین مکہ قرآن' توریت اور انجیل کو نہیں مانتے تھے پھر انھیں ابطال شرک کیلئے ان کتابوں کو دیکھنے کا حکم کیسے دیا گیا؟ جواب: مشرکین مکہ عناداً ان کتابوں کو نہیں مانتے تھے ورنہ انکی صداقت وحقانیت تو واضح تھی خصوصاً قرآن کا اعجاز اور بلاغت اعلیٰ تو اسکی صداقت اور منزل من اللہ ہونے کی کھلی دلیل تھی ایسی حالت میں کافروں کا انکار قابل التفات ہی نہیں تھا گویا اہل انصاف کی نظر میں ان کتابوں کی سچائی مسلمہ تھی۔ (مظہری) ۴ یعنی ہم نے ہر نبی سے یہی کہا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے پس عقلی دلائل شاہد ہیں کہ اسکا کوئی شریک نہیں ہے اور جمیع انبیاء سے نقل موجود ہے کہ ہر ایک کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا حکم دیا گیا تھا۔ (القرطبی) ۵ یہ آیت خزاعہ کے بارے میں نازل ہوئی اس حیثیت سے کہ انھوں نے کہا کہ ملائکہ بنات اللہ ہیں اس لئے ہم انکی عبادت کرتے ہیں اور یہ اللہ کے حضور ہماری شفاعت کرینگے۔ (القرطبی)

لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ يَعْلَمُ مَا

پیشی نکنند بگفتار و ایشاں بامر خود میکروند میداند آنچه

بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے ہیں اور وہ سب اسکے حکم سے عمل کرتے ہیں ١ جانتا ہے جو کچھ

بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ

پیش ایشاں ست و آنچہ پس ایشاں ست و نہ شفاعت کنند مگر آنکسیکه

انکے سامنے ہے اور جو کچھ انکے پیچھے ہے اور شفاعت نہ کریں گے مگر اس کیلئے جسے

ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَمَنْ يَّقُلْ

پسندیده است و ایشاں از ترس خدای ترسانند و هر که بگوید

پسند کیا ہو اور وہ سب اللہ کے خوف سے ڈر رہے ہیں ٢ اور جو کوئی کہے

مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ

از ایشاں هر آئنه من خدای بجز او پس آنچنیں جزا دہیم او را دوزخ ہمچنیں

ان میں سے بیشک میں اسکے سوا خدا ہوں پس اس طرح ہم بدلہ دینگے اسے جھنم کا اسی طرح

نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾ اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ

جزا دہیم ستمگارانرا آیا نمی بینند آنانکه نگرویدند هر آئنه

ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو ٣ کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا بیشک

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا

آسمانہا و زمین بودند بستہ پس روایانیدیم ایشانرا و گردانیدیم

آسمان اور زمین بند تھے پس ہم نے کھولا ان دونوں کو ٤ اور ہم نے بنائی

مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَجَعَلْنَا

از آبے هر چیزے جاندار آیا نمیگروند و گردانیدیم

پانی سے ہر جاندار چیز کیا وہ سب ایمان نہیں لاتے ہیں ٥ اور ہم نے بنائے

تفسیر اظہار العرفان

١ کاشفی کہتے ہیں کہ بغیر اسکی اجازت کے یہ سب بات نہیں کرتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ جب ملائکہ بغیر اذن الٰہی کے کلام نہیں کرتے ہیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بغیر اذن الٰہی کے وہ ان مشرکین کی شفاعت کریں لہذا انکی یہ طمع عبث ہے کہ ہم ملائکہ کی عبادت اس لئے کرتے ہیں تا کہ یہ اللہ کے حضور ہماری شفاعت کردیں۔ واضح رہے کہ اس آیت میں اشارہ ہے کہ مقربین بندے اپنے نفس کی خواہش سے کچھ نہیں کہتے ہیں بلکہ جب یہ کلام کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام ان پر القا ہوتا ہے۔ (روح البیان)

٢ یعنی جو اقوال و افعال یہ لوگ چھپاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو جانتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اس کیلئے شفاعت ثابت ہے۔ لہذا اس آیت میں نفی شفاعت پر معتزلہ کیلئے کوئی دلیل نہیں ہے۔ سوال: اہل کبائر کیلئے شفاعت اس لئے ثابت نہیں ہے کہ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى کے مطابق اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہیں ہے۔ جواب: اہل کبائر کے گناہ یقیناً اللہ کو ناپسند ہیں لیکن کلمۂ توحید کی معرفت اور ایک خدا وحدہٗ لاشریک کی گواہی اسے پسند ہے لہذا اہل کبائر کے حق میں اس اعتبار سے شفاعت ثابت ہوگی۔ وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ: ابن شیخ کہتے ہیں کہ خشیت اور اشفاق معنی میں متقارب ہیں لیکن ان دونوں میں ذرا سا فرق یہ ہے کہ خشیت میں مخشی منہ کی رعایت ہوتی ہے اور یہ اسکی عظمت و ہیبت ہے جبکہ اشفاق میں مخشی علیہ کی رعایت ہوتی ہے۔ (روح البیان)

٣ حضرت قتادہ اور ضحاک وغیرہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ابلیس نے شرک کا دعویٰ کیا اور اپنی عبادت کی جانب لوگوں کو بلایا جبکہ ملائکہ میں سے کسی نے بھی ایسا نہیں کیا اور نہ ہی کسی کو اپنی عبادت کی جانب بلایا۔ (القرطبی) ٤ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں کہ آسمان اور زمین سب باہم چسپاں اور ایک ہی تھے پھر ان میں ہوا داخل کر کے دونوں کو الگ الگ کیا۔ حضرت کعب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو اوپر نیچے بنایا تھا پھر ہوا پیدا کر کے اسکو دونوں کے بیچ میں داخل کر دیا دونوں کو کھول دیا یعنی الگ الگ کر دیا۔ اور حضرت مجاہد اور سدی کہتے ہیں کہ آسمان اور زمین چسپاں ایک ہی طبقہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ایک آسمان کے سات کر دیئے اور اسی طرح ایک زمین تھی اسکے سات طبقے بنا دیئے۔ حضرت عکرمہ اور عطیہ کہتے ہیں کہ آسمان بند تھا اس سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین بھی بند تھی اس سے کوئی سبزہ نہیں اگتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے بارش کے ذریعے سے آسمان میں شگاف اور سبزہ اُگا کر زمین میں سوراخ بنا دیئے۔ اس مطلب پر السموت [بصیغہ جمع] سے مراد ہوگا آسمان دنیا اور چونکہ اسکے اجزا بہت ہیں اس لئے سموات کے لفظ کا اطلاق کیا' یا سموات سے متعدد آسمان ہی مراد ہیں اور سب آسمانوں کو بارش برسانے میں داخل کیا [صاحب مظہری کے نزدیک یہی قول ظاہر ہے] کیونکہ تمام اہل عقل مؤمن ہوں یا کافر جانتے ہیں کہ پہلے بارش نہیں تھی پھر ہوگئی اور پہلے سبزہ نہ تھا پھر سبزہ اُگنے لگا بارش ہونا اور سبزہ پیدا ہونا ایک امر حادث ہے اور ہر حادث کیلئے پیدا کرنے والے کی ضرورت ہوتی ہے کوئی حادث بغیر واجب الوجود محدث کے نہیں ہوسکتا ہے۔ رہا پہلا مطلب کہ آسمان و زمین باہم چسپاں تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا کے ذریعے سے الگ الگ کر دیا تو عام کافروں کیلئے یہ علمی مسئلہ ظاہر نہیں لیکن وہ علماء سے دریافت کر سکتے ہیں آسمانی کتابوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں اسطرح انکو بھی علم ہوسکتا ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ: یعنی ہم نے آسمان میں سوراخ کر دیئے اور اس سے بارش نازل کی اور زمین میں سوراخ کر دیئے اور اس سے سبزہ اُگا دیا اور ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر چیز کو پانی سے پیدا فرمایا۔ [صاحب مظہری کے نزدیک] پانی سے مراد نطفہ ہے۔ (مظہری)

فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا

در زمین کوه ہا تا نہ جنباند ایشانرا و گردانیدیم ما درا

زمین میں پہاڑ تا کہ اسے نہ ہلنے دے اور ہم نے بنائے

فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۳۱ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ

وادیہا راہ ہا شاید کہ ایشاں راہ یابند و گردانیدیم آسمانہا

اس میں کشادہ راستے شاید کہ وہ سب راہ پائیں ۱ اور ہم نے بنایا آسمانوں کو

سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ۝۳۲ وَهُوَ

سقفے نگہداشتہ و ایشاں از آیاتہاے او روگردانند و او

محفوظ چھت اور وہ سب اسکی نشانیوں سے روگردانی کرتے ہیں ۲ اور وہی ہے

الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ

آنکہ بیافرید شب و روز را و آفتاب و ماه را ہمہ

جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا ہر ایک

فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝۳۳ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ

در چرخ نجوم است و نساختیم ما ہیچ آدمی پیش از تو

آسمان میں تیر رہا ہے ۳ اور ہم نے نہ کیا کسی آدمی کیلئے آپ سے پہلے

الْخُلْدَ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝۳۴ كُلُّ نَفْسٍ ذَاۗىِٕقَةُ

جاودانہ مانند پس بمیری ۔ تو پس ایشاں ہمیشہ باشند ہرتنے چشیدنے

ہمیشہ رہنا پس کیا اگر تم انتقال فرماؤ تو وہ سب ہمیشہ رہیں گے ۴ ہر تن کو مزہ چکھنا ہے

الْمَوْتِ ۭ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۭ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝۳۵

مرگ را و بیاز مائیم شما را ببدی و بتونگری آزمایش و بسوے ما ست باز گشتید

موت کا اور ہم تمہیں برائی اور تونگری سے آزماتے ہیں اور ہماری ہی جانب تم سب لوٹو گے ۵

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ زمین پانی پر بچھادی گئی پھر یہ زمین اپنے اوپر والوں کیلئے ایسے ہی کفایت کرنے لگی جسطرح کشتی اپنے اوپر والوں کیلئے کفایت کرتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے زمین پر پہاڑوں کے لنگر ڈالے تا کہ زمین کو قرار ملے۔ حضرت مقاتل اور ضحاک وغیرہ کہتے ہیں کہ سُبُلًا فِجَاجًا سے مرا ہے طُرُقًا وَاسِعَةً یعنی کشادہ راستہ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس وقت زمین پر پہاڑوں کو رکھا گیا تو سب ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو غرق کیا تو ان پہاڑوں کے درمیان راستے بنادیئے گئے۔ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ: اس میں دو احتمالات ہیں (۱) زمین میں پہاڑوں کے درمیان راستے اس لئے بنائے تا کہ ایک شہر سے دوسرے شہر تک پہنچنے کیلئے ہدایت ملے (۲) تا کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر استدلال قائم کرسکیں۔ (تفسیر کبیر)

۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آسمان کو چھت قرار دیا ہے اس لئے کہ آسمان زمین کیلئے بمنزلہ چھت کے ہے۔ محفوظ کے بارے میں دو اقوال ہیں (۱) یہ گرنے سے محفوظ ہے جسطرح باقی چھتوں کا معاملہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ. یعنی اور وہ روکتا ہے آسمانوں کو کہ وہ زمین پر نہ گرے مگر اسکے حکم سے۔ (۲) شیاطین سے محفوظ رکھا جیسا کہ ارشاد ہے وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ یعنی اور ہم نے اسکی حفاظت کی ہر شیطان مردود سے۔ واضح رہے کہ پھر یہاں دو اقوال ہیں کہ ملائکہ کو شیاطین سے محفوظ فرمایا اور دوسرا قول ہے کہ نجوم کو شیاطین سے محفوظ فرمایا۔ اول قول اقوی ہے۔ وَهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ: مطلب یہ ہے کہ آسمان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کی جو دلیل رکھی ہے یہ لوگ اس سے روگردانی کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) ۳ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ فلک سے مراد آسمان ہے جسکے اندر ستارے موجود ہیں اور ہر ستارہ اسی آسمان میں چلتا ہے جو اس کیلئے مقرر کردیا گیا ہے۔ کلبی کہتے ہیں کہ فلک آسمان کی گولائی کو کہتے ہیں کچھ لوگوں نے کہا کہ آسمان کے نیچے موج بستہ کا نام فلک ہے جس میں چاند، سورج اور ستارے چلتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ فلک آسمان ہی ہے آسمانِ دنیا ہی پر سب ستارے چلتے ہیں اور فلک کی تنوین بتارہی ہے کہ ہر ستارہ ایک دائرہ میں چل رہا ہے تمام ستاروں کے مدار مختلف متعدد گھیروں پر ہیں۔ (مظہری) ۴ ابن منذر نے ابن جریج سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو موت کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: اے میرے رب! میری امت کا نگہبان کون ہوگا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ۵ یعنی ہم تمہارے ساتھ ویسا عمل کرینگے جیسا امتحان لینے والا کرتا ہے [اللہ رب العزت کو سب کچھ معلوم ہے اس لئے اصل کیفیت دریافت کرنے اور واقف ہونے کیلئے وہ ہماری جانچ نہیں کرتا] بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ: یعنی برائی، بھلائی، سختی، نرمی، صحت، بیماری، افلاس اور ناگوار و گوار چیز سے ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں تا کہ یہ بات ظاہر ہوجائے کہ تم مرغوب و محبوب مقصد کو حاصل کر کے شکر کرتے ہو یا ناشکری اور دکھ پر صبر کرتے ہو یا شکوہ و شکایت اور بے صبری۔ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ: اور ہماری ہی طرف تم کو لوٹا کر لایا جائیگا پس ہم ہی تم کو صبر و بے صبری اور شکر و ناشکری کی جزا و سزا دینگے۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ تخلیق کی اصل غرض آزمائش ہے اور عذاب و ثواب دینا ہے۔ (مظہری) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں مصیبت میں ڈال کر اسطرح صاف فرماتا ہے جیسے تم میں سے کوئی ایک اپنے سونے کو آگ میں ڈال کر صاف کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں تنگی سے آزمایا گیا تو ہم نے صبر کیا اور ہمیں خوشحالی سے آزمایا گیا تو ہم نے شکر کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس نے دنیا کو اپنے اوپر پھیلا دیا گویا کہ وہ اسکے مکر میں پھنس گیا، اسکی عقل اس سے دھوکا کھا جائیگی۔ (روح البیان)

وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا

و چوں بیینند ترا آنانکہ نگرویدند آنکہ نگیرند ترا مگر بہزویہ

اور جب تمہیں دیکھتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تو نہیں بناتے تمہیں مگر تمسخر (کا نشانہ)

اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ

آیا ایں ست آنکہ عیب میکند بتان شما را و ایشاں بیاد خدای ایشان

کیا یہ ہیں وہ جو عیب لگاتے ہیں تمہارے بتوں پر اور وہ سب اللہ کی یاد سے

كٰفِرُوْنَ ۝۳۶ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۭ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ

کافرانند بیافرید آدمی از عجلت زود بنمایم شما را آیاتِ من

منکر ہیں ۱ انسان کو جلد باز پیدا کیا گیا عنقریب میں دکھاؤنگا تمہیں اپنی نشانیاں

فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ۝۳۷ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ

پس شتاب نکنید و میگویند کی باشد ایں وعدہ

پس جلدی نہ کرو ۲ اور کہتے ہیں کب ہوگا (پورا) یہ وعدہ

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۳۸ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ

اگر ہستید شما را راستگویان اگر بدانند کافران آنگاہ

اگر تم سچ کہنے والے ہو ۳ اگر جانتے منکرین جب

لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ

باز ندارند از رویہاے ایشاں آتش و نہ از پشتہائے ایشاں و نہ

نہ بچا سکیں گے اپنے چہرے کو آگ سے اور نہ اپنی پیٹھ کو اور نہ

يُنْصَرُوْنَ ۝۳۹ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

ایشاں یاری نکنند بلکہ بیاید بدیشاں نا گہان حیران ایشاں پس نتوانند

وہ سب مدد کیئے جائیں گے ۴ بلکہ انکے پاس اچانک آئیگا تو وہ سب حیران ہو جائینگے پس نہ طاقت رکھیں گے

تفسیر اظہار العرفان

۱ ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ ابوجہل اور ابوسفیان کے قریب سے گذرے جبکہ وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے جب ابوجہل نے آپکو دیکھا تو ہنس پڑا اور ابوسفیان سے کہا: دیکھو! یہ بنی عبد مناف کا نبی ہے۔ ابوسفیان غصے میں آ گئے اور کہا کہ کیا تمہیں نبوت کے بنی عبد مناف میں ہونے پر اعتراض ہے [ابوسفیان بنی عبد مناف میں سے تھے اس لئے انکا غصے میں آنا ایک فطری امر تھا ابوجہل اسلام دشمنی میں اسقدر اندھا ہو گیا تھا کہ اسے یہ خیال بھی نہ رہا کہ جس شخص کے سامنے بنی عبد مناف کے نبی پر طنز کر رہا ہے وہ خود بنی عبد مناف کا ایک فرد ہے] نبی ﷺ نے یہ مقالہ سنا تو ابوجہل کے پاس جا کر اسے عذاب الٰہی سے ڈرایا اور پھر فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تم اسوقت تک باز نہ آؤ گے جب تک کہ تم پر پہلی امتوں کی طرح عذاب نازل نہ ہوگا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

۲ حضرت سعید بن جبیر اور سدی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے سر اور آنکھوں میں روح داخل ہو گئی تو جنت کے پھلوں پر فوراً نظر پڑی اسکے بعد روح پیٹ کے اندر پہنچی تو آپکو کھانے کی اشتہا پیدا ہو گئی اور ٹانگوں تک روح پہنچنے سے پہلے ہی جنت کے پھل لینے کیلئے اٹھنے لگے لیکن اٹھ نہ سکے اور گر پڑے اسی لئے کہا گیا ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ۔ اس آیت میں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں آپ ہی کی عجلت پسندی آپکی اولاد میں منتقل ہو کر آئی ہے۔ آدمی کی یہ عجلت پسندی ہی ہے کہ کفر کی طرف پیش قدمی کرتا ہے اور عذاب کی اسکو وعید سنائی جاتی ہے تو فوراً عذاب کا طلبگار ہو جاتا ہے۔ سوال: اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہے کہ وہ سریع الحساب ہے اگر عجلت پسندی مذموم صفت ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی صفت کیوں قرار دی گئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ عجلت جب انسان کی فطرت میں داخل ہے تو اسکی ممانعت کیوں کی گئی؟ جواب: نفسِ استعجال بری چیز نہیں ہے ہاں اس میں حد سے تجاوز کرنا' یا بے موقع اسکا استعمال برا ہے۔ کیا آپکو نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی تعریف میں فرمایا کہ وہ نیکیوں کی طرف تیزی سے بڑھتے ہیں پس استعجال کا افراط' یا بے محل استعمال مذموم ہے اور اسکو ترک کرنا ناممکن نہیں ہے۔ بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تھوڑے وقت میں پیدا کیا تھا آدم کی تخلیق میں عجلت سے کام لیا تھا' آپکو جمعہ کے روز دن کے آخری حصے میں پیدا کیا گیا اور غروب آفتاب سے پہلے پہلے آپکی تخلیق مکمل ہو گئی۔ دوسری مخلوق آپ سے پہلے دن کے آخری حصے تک پیدا کی جا چکی تھی حضرت آدم علیہ السلام کے سر میں جب روح داخل ہو گئی تو آپ نے عرض کی الٰہی غروبِ آفتاب سے پہلے میری تخلیق پوری کر دے۔ یہ قول حضرت مجاہد کا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جلد یعنی یکدم پیدا کر دیا' دوسرے آدمیوں کی تخلیق تربیتی ہے پہلے نطفہ ہوتا ہے پھر بستہ خون' پھر بوٹی وغیرہ' حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اسطرح نہیں کی گئی۔ بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ عجل کا معنی ہے گیلی مٹی' کیچڑ۔ (مظہری) ۳ کہا گیا ہے کہ یہاں وعدہ بمعنی وعید ہے یعنی جس عذاب کی وعید تم نے ہمیں دی ہے وہ عذاب کہاں ہے؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں وعدہ سے مراد قیامت ہے۔ (القرطبی) ۴ اب اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کے قلب مبارک سے حزن کو رفع فرما رہا ہے۔ اے محبوب! یہ لوگ جو استہزاء کر رہے ہیں ان کیلئے انتہائی سخت عذاب ہے جب عذاب کا وہ وقت آ جائیگا اور انکے چہرے آگ میں جلیں گے تو اسوقت ان سے عذاب ہٹانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ آج یہ لوگ اپنی جہالت و نادانی کی بنا پر عذاب میں عجلت کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ آیت میں عذاب کیلئے چہرے اور پیٹھ کو خاص کیا اس لئے کہ ان دونوں کیلئے عذاب اعظم مواقع میں سے ہے اور نفس سے تکلیف ہٹانے کے باب میں ان دونوں کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے اس لئے تکلیف کے ثبوت کے باب میں ان دونوں کا ذکر خاص طور سے کیا گیا ہے (تفسیر کبیر)

رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٤٠﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ

باز گردانیدند و نہ ایشاں می نگردند و ہر آئنہ استہزاء کردند بہ پیغمبران

ہٹانے کی اور نہ انھیں مہلت دی جائیگی ۱ اور بیشک انھوں نے استہزاء کیا رسولوں کا

مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ

پیش از تو پس در رسید بد آنکسانکہ افسوس کردند از ایشاں آنچہ بودند بداں

آپ سے پہلے پس برائی نے گھیرا ان لوگوں کو جنھوں نے ان سے استہزاء کیا (اس سبب) جو

يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٤١﴾ قُلْ مَن يَكْلَؤُكُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمَٰنِ

استہزاء کردند بگو کیست نگاہ میدارد شما را بشب و روز از خدای

استہزاء وہ سب کرتے تھے ۲ آپ فرما دیجئے رات اور دن میں اللہ کے سوا کون تمہاری نگہبانی کرتا ہے

بَلْ هُمْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِم مُّعْرِضُونَ ﴿٤٢﴾ أَمْ لَهُمْ آلِهَةٌ تَمْنَعُهُم

بلکہ از ایشاں یاد کردن پروردگار خود روگردانند آیا ایشانرا خدایان باز دارید ایشانرا

بلکہ وہ سب اپنے رب کو یاد کرنے سے روگردانی کرتے ہیں ۳ کیا ان کیلئے کچھ خدا ہیں جو بچائے انھیں

مِّن دُونِنَا ۚ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنفُسِهِمْ وَلَا هُم مِّنَّا

بجز ما نتوانند گردانیدن از عذاب نفسائے خود و نہ ایشاں از ما

ہمارے سوا' نہیں طاقت رکھتے ہیں پھیرنے کی اپنے آپ سے عذاب کو اور نہ ان سب کو ہماری طرف سے

يُصْحَبُونَ ﴿٤٣﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هَٰؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ طَالَ عَلَيْهِمُ

زنہار دادہ شوند بلکہ برخورداری دادیم ما ایں گروہ را و پدران ایشاں تا دارد شد بر ایشاں

پناہ دی جائیگی ۴ بلکہ ہم نے برتنے دیا اس گروہ کو اور ان کے باپ دادا کو یہاں تک کہ دراز ہوا ان پر

الْعُمُرُ ۗ أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنقُصُهَا مِنْ

روزگار آیا نمی بینند ما بکشائیم زمین را کوتاہ میکنیم از

زمانہ' کیا وہ سب نہیں دیکھتے کہ ہم کشادہ زمین کو تنگ کر رہے ہیں

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی جسطرح دنیا میں مہلت دی گئی ہے اسوقت مہلت نہیں دی جائیگی۔ واضح رہے کہ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ اور وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ میں هُمْ کو فعل سے پہلے ذکر کرنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ صرف کافروں کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور صرف انھیں کو مہلت نہیں دی جائیگی۔ گناہگار مومنوں کی یہ حالت نہیں ہوگی۔ انبیاءٗ اولیاء اور صلحاء اور ملائکہ کی سفارشی مدد ان کو حاصل ہو سکے گی اور ان کو مہلت بھی دی جائیگی اور مغفرت کردی جائیگی۔ (مظہری)

۲ اس آیت کریمہ میں نبی ﷺ کیلئے تسلی ہے گویا کہ آپکو صبر کی تلقین کی گئی ہے یعنی اے محمد (ﷺ) اگر یہ لوگ آپ کیساتھ استہزا کر رہے ہیں تو آپ سے پہلے جتنے رسول گذر چکے ہیں ان سے بھی لوگوں نے استہزاء کیا ان رسولوں نے انکے استہزاء پر صبر کیا اس لئے آپ بھی ان کے استہزاء پر صبر کیجئے۔ (القرطبی)

۳ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ بیان فرمالیا کہ آخرت میں ان کفار سے عذاب ہٹانے والا کوئی نہیں ہوگا تو اب یہ بیان فرمارہا ہے کہ اگر اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ انکی حفاظت نہ فرماتا تو کون تھا جو سلامتی کو باقی رکھتا۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر رحمٰن تم کو عذاب دینا چاہے گا تو تمہارا بچاؤ کون کریگا' یا یہ مطلب ہے کہ اگر رحمٰن کا عذاب تم پر نازل ہوگا تو کون تم کو بچائیگا۔ مقصد یہ ہے کہ عذاب سے دنیا میں بچانے والا سوائے اللہ کی رحمت عامہ کے اور کوئی نہیں اور عذاب کا دفاع اسی وقت ہوگا جب اللہ ہی مہلت دیگا۔ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ: یہ حکم سوال سے اعراض ہے مطلب یہ ہے کہ رحمٰن سے ان کو خوف دلاؤ اور اسکے عذاب سے ڈراؤ۔ اسکے بعد فرمایا بلکہ یہ ڈرانا بیکار ہے قرآن اور اللہ کے مواعظ سے تو یہ روگرداں ہیں' یا یہ مطلب ہے کہ ان کے دل میں تو رحمٰن کا خیال ہی نہیں آتا اسکے بعد عذاب سے کیسے ڈریں گے۔ (مظہری) رب کے ذکر سے مراد قرآن ہے' کہا گیا ہے کہ اس سے مراد انکے رب کی نصیحتیں ہیں' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اللہ کی معرفت ہے۔ (القرطبی) ۴ تَمْنَعُهُمْ: یعنی ایسے معبود جو ہمارے عذاب سے انکو بچاسکیں۔ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ: یعنی انکے معبود تو اپنی مدد بھی خود نہیں کر سکتے اگر ان پر مکھی بیٹھ جائے تو اڑا نہیں سکتے۔ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ: اور نہ ان کے ساتھ ہماری مدد ہو سکتی ہے جس طرح ان لوگوں کیساتھ ہوگی جو گناہگار اہل ایمان کی شفاعت کرینگے یعنی انبیاءٗ اولیاءٗ ملائکہ جو گناہگار مومنوں کی شفاعت کرینگے ان کیساتھ تو ہماری مدد ہوگی اور ان بتوں کیساتھ نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس جملے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ وہ بت بھی عذاب سے محفوظ نہ ہونگے یعنی ان معبودوں پر بھی عذاب ہوگا اس طرح کہ مضمون آیت اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ میں ادا کیا گیا ہے یعنی تم اور جن بتوں کی تم اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہونگے۔ حضرت مجاہد نے يُصْحَبُوْنَ کا ترجمہ يُنْصَرُوْنَ کیا ہے یعنی انکی مدد نہ کی جائیگی [حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے بھی يُصْحَبُوْنَ کا ترجمہ يُنْصَرُوْنَ کیا ہے] حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ اللہ کی طرف سے اذن' شفاعت اور مدد نہ ہوگی۔ (مظہری) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر فرمارہا ہے جو لوگ عذاب میں عجلت طلب کر رہے تھے کہ اگر ہم عذاب ان پر اتار دیں تو انکے معبودوں کے پاس اتنی طاقت بھی نہیں ہے کہ وہ ان سے عذاب کو ہٹا سکیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے معبودوں کے ضعف کو بیان فرمایا اور ان کی بے اختیاری کو بھی۔ (ابن جریر) ان کے معبودوں کی پہلی کمزوری بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ یعنی یہ معبودانِ باطلہ کہ جب ان پر کوئی مصیبت آن پہنچے تو یہ اس مصیبت کو اپنے آپ سے بھی ہٹانے کی طاقت نہیں رکھتے' یہ بات بھی ان مشرکین کو خوب معلوم ہے کہ حمایتِ نفس حمایتِ غیر سے اولیٰ ہوتی ہے جب یہ اپنے نفس کی حمایت پر قادر نہیں ہیں تو اپنے غیر کی حمایت پر قادر کیسے ہونگے لہٰذا انکا ضعف بالکل واضح ہے۔ (تفسیر کبیر)

أَطْرَافِهَا ۭ أَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝٤٤ قُلْ إِنَّمَآ أُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ

کنارہاے آں آیا ایشاں غلبہ کنندگانند بگو جز ایں نیست من بیم کنم شما را بوحی

اسکے کناروں سے، کیا وہ سب غلبہ والے ہونگے؟ آپ فرمادیجئے اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ میں تمہیں ڈراتا ہوں وحی

وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ إِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ۝٤٥ وَلَئِنْ

و نشنوند کران دعا را چوں بترسانند ایشانرا و اگر

سے اور بہرے پکار کو نہیں سنتے ہیں جب وہ ڈرائے جائیں ٢ اور اگر

مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ

بترسد ایشانرا اند کے است از عذاب پروردگار تو تا گویند اے کاش ما را

انھیں تمہارے رب کے عذاب سے کچھ پہنچے تو کہتے ہیں اے ہماری خرابی

إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝٤٦ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ

ہر آئنہ ما بودیم ستمگاران و بنہیم ترازوہا براستی مر روز قیامت

بیشک ہم ظلم کرنے والے تھے ٣ اور ہم ترازوؤں کو انصاف کیساتھ قیامت کے دن کیلئے رکھیں گے

فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۭ وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ

پس ستم نکند نفسے چیزیرا و اگر باشد برابر دانہ

پس نہ ظلم کیا جائیگا کسی نفس پر ذرہ برابر، اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا

مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝٤٧ وَلَقَدْ

از سپندان دادیم ما بآں و بس است ما را شار گیر و ہر آئنہ

ہم اسے (بھی) لائینگے اور کافی ہیں ہم حساب کو ٤ اور بیشک

اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا

دادیم ما موسیٰ و ہارون را فرق کنندہ و توریت و پند

ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرق کرنے والا اور توریت اور نصیحت دی ٥

تفسیر اظہار العرفان

١ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے اہل مکہ مراد ہیں یعنی ہم نے انھیں اور انکے آباء واجداد کو اپنی نصیحتیں دیں۔ (القرطبی) نقصان کی چند طریقے سے تفسیر کی گئی ہے (١) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت مقاتل اور حضرت کلبی کہتے ہیں کہ ہم اسے کم کرتے ہیں شہروں کی فتح کے سبب (٢) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت میں ہے کہ اسکے رہنے والے اور اسکی برکت کو ہم کم کر رہے ہیں (٣) حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ شہر کی بربادی وہاں کے رہنے والوں کی موت سے ہوتی ہے (٤) علماء کے انتقال سے بربادی ہوتی ہے۔ (تفسیر کبیر)

٢ یعنی یہ قرآن جو تمہارے رب کا کلام ہے اس سے میں تمہیں ڈراتا ہوں پس اس قرآن کے بارے میں گمان نہ کرنا کہ میں نے بنالیا ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

٣ نَفْحَةٌ: قلیل اور ادنیٰ شے کو کہتے ہیں مطلب یہ ہوگا کہ اگر انھیں میرے عذاب سے کچھ پہنچے تو اسوقت انکا اعتراف کرنا انھیں کوئی فائدہ نہ دیگا۔ (القرطبی)

٤ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ میں نے خود سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرمارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی مثل میزان کے دو پلڑے پیدا کئے ہیں۔ بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان حدیث جبرئیل کے ذیل میں نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیل نے کہا: اے محمد ﷺ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اللہ کو، اسکے ملائکہ کو، اسکے پیغمبروں کو، جنت اور دوزخ کو اور میزان کو مانو اور مرنے کے بعد اٹھنے پر یقین رکھو اور اچھی بری تقدیر کو بھی عقیدے کیساتھ تسلیم کرو۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اگر میں ایسا کرلونگا تو کیا میں مؤمن ہوجاؤنگا۔ فرمایا: ہاں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ نے سچ کہا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میزان قائم کی جائیگی اگر اس میں آسمان اور زمین کو تولا جائے تو بھی اسکے اندر سما جائینگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ حضور قیامت کے دن میرے لئے شفاعت فرمائیں، ارشاد فرمایا میں ایسا کرونگا، میں نے عرض کیا میں آپکو کہاں تلاش کروں؟ فرمایا تو میزان کے پاس مجھے تلاش کرنا میں نے عرض کیا اگر میزان کے پاس بھی آپکو نہ پاؤں، فرمایا حوض کوثر کے پاس تلاش کرنا ورنہ پل صراط پر ایسا نہ ہوگا کہ ان تینوں مقامات میں سے کسی ایک جگہ نہ ملوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا آپ لوگ یعنی مرد اپنی بیویوں کو قیامت کے دن یاد کرینگے؟ فرمایا تین مقامات ہیں کہ کوئی کسی کو یاد نہ کریگا (١) اس جگہ جہاں میزان قائم کی جائیگی تاوقتیکہ اسکو اپنی میزان بھاری یا ہلکا ہونا معلوم نہ ہوجائے (٢) اس جگہ جہاں صراط قائم کی جائیگی تاوقتیکہ اسکو معلوم نہ ہوجائے کہ وہ صراط سے نجات پاتا ہے یا نہیں (٣) اس جگہ جہاں اعمال نامے اڑتے ہونگے تاوقتیکہ اسکو معلوم نہ ہوجائے کہ اسکا اعمال نامہ کہاں آکر پڑتا ہے دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں یا پشت کے پیچھے۔ مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے درخواست کی کہ مجھے میزان دکھادی جائے اللہ تعالیٰ نے انکو میزان اس حالت میں دکھادی کہ اسکا ہر پلڑا اتنا تھا کہ مشرق سے مغرب تک اسکی وسعت تھی حضرت داؤد علیہ السلام بیہوش ہوگئے جب ہوش آیا تو عرض کیا الٰہی ایسا کون ہے جو اپنے نیکیوں کے پلڑے کو بھر سکے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: داؤد جب میں اپنے بندے سے راضی ہونگا تو ایک چھوارے کو خیرات کرنے سے اسکی نیکیوں کے پلڑے کو بھر دونگا۔ اَلْمَوَازِيْنَ: جمع کا صیغہ چند وجوہ سے ہے (١) ہر شخص کی میزان الگ الگ ہوگی (٢) یا یوں کہا جائے کہ جمع کا صیغہ بول کر واحد مراد لے لیا جاتا ہے (٣) میزان کے ہر جز کو میزان مان کر اسکی جمع موازین ذکر کی۔ (مظہری) ٥ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو توریت عطا فرمائی جس میں حلال اور حرام کا واضح بیان موجود تھا اسی طرح حق اور باطل کے درمیان فرق موجود تھا۔ (ابن جریر)

لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ

مر پرہیزگاران را آنانکہ ترسند از پروردگار خود پوشیدہ و ایشاں

پرہیزگاروں کیلئے۔ وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بے دیکھے اور وہ سب

السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ

از قیامت ترسانند و ایں پندیست با برکت فرستادیم او را

قیامت سے ڈرنے والے ہیں ١ اور یہ با برکت نصیحت ہے جسے ہم نے اتاری

اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ

آیا شما او را منکرانید و ہر آئنہ دادیم ما ابراہیم را فہم و علم

کیا تم اس کے منکر ہو ٢ اور بیشک ہم نے ابراہیم کو فہم و علم عطا کیا

مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ

پیش ازیں و بودیم ما بداں دانایان چوں گفت پدر خود را و قوم او را

اس سے پہلے اور ہم اسے جاننے والے تھے ٣ جب کہا اپنے باپ اور اپنی قوم سے

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿٥٢﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ

چیست ایں صورتہا آنچہ شما آنرا مقیم شدہ. اید گفتند یافتیم ما

کیا یہ صورتیں ہیں جس کے پاس تم اعتکاف کرتے ہو ٤ انھوں نے کہا: ہم نے پایا

اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿٥٣﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ

پدران خود آنرا پرستدگانند گفت ہر آئنہ بودید شما و پدران شما در

اپنے باپ دادا کو انکی پوجا کرتے ہوئے ٥ کہا بیشک تم سب اور تمہارے باپ دادا

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٤﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ

گمراہی بیدا گفتند آیا آوردے بما براستی یا تو از

کھلی گمراہی میں تھے ٦ انھوں نے کہا: کیا تم ہمارے پاس حق لائے ہو یا تم ٧

١ یہ لوگ اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے اوامر پر عمل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اسکے نواہی سے روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر ان کا ایمان غیبی استدلالی ہے پس بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بغیر دیکھے کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غیب نہیں ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اس حال میں کہ آخرت اور اسکے احکام ان سے غائب ہیں، تیسرا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے رب سے مغفرت میں ڈرتے ہیں اور یہ معنی اقرب ہے۔ (تفسیر کبیر)

٢ یعنی اے گروہ عرب اس قرآن کو برکت والا بنا کر اتارا ہے۔ (القرطبی)

٣ یہاں سے دوسرا قصہ بیان ہو رہا ہے [اس سورت میں پہلا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بیان ہوا] رُشْدَ کے بارے میں دو اقوال ہیں (١) اصلاح دین و دنیا کی رہنمائی۔ (٢) نبوت۔ مِنْ قَبْلُ میں چند احتمالات ہیں (١) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے ابراہیم کو موسیٰ سے پہلے نبوت اور اہتدا عطا کئے (٢) حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انکی بلوغت سے پہلے (٣) حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے صلب آدم مراد ہے۔ (تفسیر کبیر)

٤ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہانت آمیز لہجے میں دریافت کیا اور قوم والے جو مورتیوں کی تعظیم کرتے تھے اس پر انکو تنبیہ کی کہ یہ مورتیاں ہیں، بے جان ہیں نہ فائدہ پہنچا سکتی ہیں نہ نقصان۔ (مظہری) کاشفی کہتے ہیں کہ ٧٢ مورتیاں تھیں جنکی وہ لوگ عبادت کرتے تھے، تیسیر میں ہے کہ ٩٠ بت تھے ان میں جو سب سے بڑا تھا وہ سونے کا بنا ہوا تھا اسکی دونوں آنکھوں میں دو قیمتی موتی تھے ایک دوسری روایت میں ہے کہ ان بتوں کی صورت بہائم، پرندے، درندے اور انسان جیسی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ تماثیل کواکب کی طرح صورت کو کہتے ہیں۔ مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک قوم کے پاس سے گذرے جو شطرنج کھیل رہے تھے آپ نے دیکھ کر فرمایا: یہ کیا تماثیل ہیں۔ اس آیت کریمہ میں اہل دین کی طرف اشارہ ہے کہ وہ لوگ رشد کے نور سے اہل دنیا کو ایسا ہی دیکھتے ہیں جیسے کہ وہ لوگ تماثیل کے آگے آس لگائے بیٹھے ہیں (روح البیان) ٥ یعنی ہم ان بتوں کی عبادت اپنے باپ دادا کی تقلید میں کرتے ہیں۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ سوائے باپ دادا کی تقلید کے ان بتوں کی عبادت کیلئے انکے پاس کوئی دلیل نہ تھی۔ (صفوۃ التفاسیر) ٦ یعنی اللہ کی قسم تم اور تمہارے باپ دادا جنہوں نے تمہارے لئے بتوں کی عبادت کا راستہ نکالا دونوں گمراہ ہیں۔ جاننا چاہئے کہ تقلید غیر کے قول کو بلا دلیل قبول کرنے کا نام ہے اور یہ فروع و عملیات میں جائز ہے لیکن اصول دین و اعتقادات میں جائز نہیں ہے بلکہ اس کیلئے غور و فکر اور استدلال ضروری ہے (روح البیان) یعنی تم سب کھلی ہوئی غلطی پر ہو، پتھروں کی پوجا کرتے ہو جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر۔ تمہارے باپ دادا بھی کھلی ہوئی غلط راہ پر تھے اور تم انکے پیروکار ہو تو تم بھی غلط راستے پر ہو۔ (مظہری) اس آیت سے ظاہر ہوا کہ کثرت متمسکین کے سبب باطل حق نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ان پر ثابت کر دیا کہ تمہارا یہ عمل باطل ہے اور انھوں نے اسکے ابطال کو سمجھ بھی لیا تو چاہئے تھا کہ وہ سب اسکو مان کر اس پر ایمان لاتے لیکن انھوں نے اسکے برعکس جواب دیا (تفسیر کبیر) ٧ یعنی آپ جو کہہ رہے ہیں اس معاملے میں آپ جدت کر رہے ہیں یا آپ ہم سے کھیل رہے ہیں؟ آپ کا قول حق ہے یا مزاح ہے؟ مشرکین یہ کہہ کر آپکے فرمان سے دور ہوئے اور آپکی باتوں کا جب انکے پاس کوئی جواب نہ بن پڑا تو انھوں نے یہ جملہ کہہ دیا (صفوۃ التفاسیر) یعنی کیا کوئی ایسی حق بات کہہ رہے ہو جسکی کوئی عقلی سند اور واقعی ثبوت ہے، یا یہ محض تفریح طبع کے طور پر کہہ رہے ہو؟ یہاں استفہام انکاری ہے مطلب یہ ہے کہ تمہاری بات مبنی برحق تو نہیں ہے [اسلاف کو گمراہ بتانا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے] معلوم ہوتا ہے کہ تم دل لگی کر رہے ہو (مظہری) اس میں اشارہ ہے کہ اہل حق و اہل طلب، اہل دنیا کو لاعبین دیکھتے ہیں اور دنیا کو لہو و لعب شمار کرتے ہیں (روح البیان)

اللّٰعِبِیْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

افسوس کننده است گفت بلکه پروردگار شما خداوند آسمانہا و زمین

کھیل کرتے ہو کہا بلکہ تمہارا رب اور آسمانوں اور زمین کا رب

الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَ

آنکہ بیافرید آنرا و من بر آنچہ گفتیم از گواہی دہندگانیم و

وہ ہے جس نے اسے پیدا کیا اور میں اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں ۱ے اور

تَاللّٰهِ لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾

بخدای کے بشکنم بتان شما را پس از آنکہ بروید روندگان

اللہ کی قسم میں تمہارے بتوں کو توڑ دونگا بعد اسکے کہ تم سب پیٹھ دے کر جاؤ ۲ے

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِیْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾

پس بکرد ایشانرا پارہ پارہ مگر بزرگ ترین ایشانرا شاید کہ ایشاں بسوے او باز گردند

پس اسے ٹکڑا ٹکڑا کیا سوائے ان میں سے بڑے کے شاید کہ وہ سب اسکی جانب لوٹیں ۳ے

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا

گفتند کہ کرد ایں بر بتان ما ہر آئنہ او از ستمگارانست گفتند

انھوں نے کہا: کس نے کیا یہ کام ہمارے بتوں کیساتھ بیشک وہ ظلم کرنے والوں میں سے ہے ۴ے انھوں نے کہا

سَمِعْنَا فَتًی یَّذْكُرُهُمْ یُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِیْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا

شنیدیم ما جوانے ست عیب کند ایشانرا گویند مرا او را ابراہیم گفتند پس بیارید

ہم نے سنا ہے ایک جوان ہے جو اسے برا کہتا ہے جسے ابراہیم کہا جاتا ہے ۵ے انھوں نے کہا پس لاؤ

بِهٖ عَلٰۤی اَعْیُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْۤا ءَاَنْتَ

او را بر چشمہ دارید مردمان شاید کہ ایشاں گواہی دہند گفتند آیا تو

اسے لوگوں کے آنکھوں کے سامنے شاید کہ وہ سب گواہی دیں ۶ے انھوں نے کہا کیا تو نے

۱ے رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے بعد فَطَرَهُنَّ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جاہل لوگ رب کا اطلاق بادشاہ اور سرپرست پر کرتے تھے اور نمرود نے تو کہا تھا اَنَا اُحْیِ وَاُمِیْتُ اس خیال کو دفع کرنے کیلئے فرمایا کہ اللہ تمام آسمانوں اور زمین کا ایسا رب ہے کہ اسی نے انکو پیدا کیا اور وہی ہے جو عدم محض سے وجود میں لایا ہے۔ بَلْ کے لفظ سے گریز ہے یعنی میں تفریح کیلئے ایسی بات نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ آسمان و زمین گواہی دے رہے ہیں کہ اللہ ہی انکا خالق ہے اور یہ سب ممکن اور محل حوادث ہیں یہ اپنی ہستی میں ایسے واجب الوجود کے محتاج ہیں جو وحدہٗ لاشریک اور تمام صفات کمالیہ سے متصف ہے پس وہی معبود ہونے کا مستحق ہے۔ میں بھی ان خاموش گواہی دینے والوں میں سے ہوں۔ (مظہری)

۲ے كَیْدٌ کا معنی ہے مکر، تدبیر، لیکن یہاں مراد یہ ہے کہ کسی تدبیر سے میں انکو توڑنے کی کوشش کرونگا۔ علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ تاقسمیہ واؤ قسمیہ سے بدل کر آئی ہے اس میں تعجب کا معنی ہے چونکہ بتوں کو توڑنا، یا نقصان پہنچانا ایک مشکل کام تھا۔ بت پرستوں کو نمرود کی اور ساری قوم کی حمایت حاصل تھی۔ نمرود کی حکومت تھی ان سب کے مقابلے میں بت شکنی عجیب بات تھی اس لئے بجائے واؤ کے تاقسمیہ اور لفظ كَیْدٌ کا استعمال کیا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات چپکے سے کہی تھی سوائے ایک شخص کے کوئی اور نہیں سن سکا تھا اسی نے یہ بات پھیلا دی اور اسی نے کہا تھا کہ ایک نوجوان جسکا نام ابراہیم ہے بتوں کا ذکر کر رہا تھا میں نے خود سنا تھا۔ حضرت سدی کہتے ہیں کہ قوم نمرود کا سالانہ تہوار پر ایک میلہ ہوتا تھا جب وہ میلہ سے واپس آتے تھے تو سیدھے بتوں کے پاس آتے تھے، انکو سجدہ کرتے تھے پھر گھروں کو جاتے تھے۔ حسب معمول جب میلہ کا وقت آیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے انکے باپ نے کہا اگر تم بھی ہمارے ساتھ میلے کو چلو تو بہتر ہے ہمارا دین تم کو پسند آئیگا۔ باپ کے کہنے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کیساتھ ہو لئے کچھ ہی راستہ طے کیا تھا کہ آپ نے خود کو زمین پر گرا لیا اور کہنے لگے میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ کا مطلب یہ تھا کہ میرے پاؤں میں چوٹ آگئی ہے۔ جب سب لوگ چلے گئے اور صرف کمزور لوگ پیچھے رہ گئے تو آپ نے پکار کر وہ الفاظ کہے جنکا ذکر آیت میں کیا گیا ہے۔ لوگوں نے آپکے الفاظ سن لئے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام بت خانے کی طرف پہنچے، تمام بت ایک بڑے کمرے میں قطار بندر کھے ہوئے تھے بت خانے کے دروازے کے سامنے سب سے بڑا بت تھا اسکے برابر اس سے چھوٹا، پھر اسکے برابر میں اس سے چھوٹا اسی طرح سب کی قطار تھی اور سب کے سامنے تیار کھانا بھی رکھا ہوا تھا کھانا اس لئے سب کے سامنے چنا گیا تھا کہ ان بتوں کی وجہ سے کھانے میں برکت آجائے اور میلہ سے واپس آکر سب لوگ اسکو کھائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور استہزاء بتوں سے فرمایا: تم کھاتے کیوں نہیں؟ جب کوئی جواب نہ ملا تو فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا تم بولتے کیوں نہیں؟ اسکے بعد بتوں کی طرف مڑے اور دائیں ہاتھ سے اس قسم کی وجہ سے جو بتوں کو توڑنے کے سلسلے میں آپ نے کھائی تھی اور فرمایا تھا لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بتوں پر ضرب لگائی۔ (مظہری) ۳ے حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارے بتوں کو توڑنے کے بعد بڑے بت کو چھوڑ دیا اور جس ہتھوڑے سے آپ نے توڑا تھا اسے بڑے بت کی گردن پر رکھ دیا تا کہ ان سے حجت کر سکیں۔ (صفوۃ التفاسیر) ۴ے جب قوم میلہ سے واپس ہوئی اور انھوں نے اپنے معبودوں کا یہ حال دیکھا تو بحث اور انکار کی جہت سے کہنے لگے کہ یہ کام ہمارے معبودوں کیساتھ کس نے کیا ہے؟ (القرطبی) ۵ے یعنی قوم کے جو کمزور لوگ تھے [اور وہ میلہ میں نہ جا سکے تھے] انھوں نے کہا، یا اس ایک شخص نے کہا جسکا تذکرہ ابھی ہو چکا ہے۔ انھوں نے تصدیق کی کہ ابراہیم ہمارے معبودوں کو برا کہتے تھے اس لئے یہ کام انھیں کا ہو سکتا ہے۔ (القرطبی) ۶ے محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ جنھوں نے ہمارے معبودوں کیساتھ یہ کام کیا ہے اسے لوگوں کے سامنے حاضر کیا جائے تا کہ لوگ انھیں زجر کریں اور ان کیساتھ ہم بھی ویسا عمل کریں (تفسیر کبیر)

فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖۗ كَبِيْرُهُمْ

کردی این بخدایان ما اے ابراہیم گفت بلکہ کردان بر بزرگ ترین ایشاں

ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا اے ابراہیم ! کہا بلکہ انکے اس بڑے بت نے کیا ہوگا

هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾ فَرَجَعُوْۤا

این بت پس پرسید از ایشاں اگر بودید کہ سخن گویند پس باز گشتند

پس پوچھ لو ان سے اگر کلام کرتے ہوں ٢ پس پلٹے

اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا

با نفسہاے خود گفتند ہر آئنہ شما ستمگارایید پس سرہا افگنند

اپنے نفس کی طرف اور کہا بیشک تم ظلم کرنے والے ہو ٣ پس سروں کے بل گرے

عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ

از خجالت ہر آئنہ میدانند کہ این سخن نگویند گفت

شرمندگی سے، بیشک تمہیں معلوم ہے کہ یہ کلام نہیں کرتے ہیں ٤ فرمایا

اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾

آیا پرستید بجز خدای آنچہ سود نکند شما را و نہ سود رساند شما را

کیا تم پوجتے ہو اللہ کے سوا جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ تمہیں نقصان پہنچائے ٥

اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ اَفَلَا

اف مر شما را و مر آنچیزیرا کہ پرستید بجز خدای آیا

افسوس ہے تم پر اور ان چیزوں پر جسے اللہ کے سوا پوجتے ہو کیا

تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

نمیدانید گفتند بسوزید او را نصرت دہید خدایان خود را اگر ہستید شما

تم سمجھتے نہیں ہو ٦ انھوں نے کہا: جلاؤ انھیں اور مدد دو اپنے خداؤں کو اگر تم سب ٧

تفسیر اظہار العرفان

١ جب تحقیق سے یہ ثابت نہ کر سکے تو حضرت ابرہیم علیہ السلام سے خود پوچھنے لگے کہ اے ابراہیم! کیا یہ کام ہمارے بتوں کیساتھ آپ نے کیا ہے؟ (القرطبی)

٢ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑے بت پر بڑا غصہ تھا اور اس سے آپکو نفرت زیادہ تھی کیونکہ وہ لوگ اسی کی تعظیم زیادہ کرتے تھے اسی لئے بت شکنی کی نسبت آپ نے بڑے بت کی طرف مجازاً کر دی' یا یوں کہا جائے کہ آپ نے بت شکنی پر تعریض اقرار نما کی استہزا کے طرز میں خود بت توڑنے کا اقرار کر لیا جیسے اگر آپ کسی ایسے آدمی کی جو خوشخط نہ ہو کوئی خوشخطی کی تحریر دیکھ کر کہیں گے کہ کیا یہ تم نے لکھا ہے؟ اور وہ جواب دے میں نے نہیں بلکہ آپ نے لکھا ہے یہ تعریضی اقرار ہے۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یوں جواب دیا کہ میں نے نہیں بلکہ اس بڑے بت نے کی ہے یا یوں کہا جائے کہ بت پرستوں کا یہ اعتقاد تھا کہ بڑے بت کی موجودگی میں چھوٹے بت کی پوجا کرنے سے بڑا بت ناراض ہوتا ہے آپ نے ان کے عقیدہ کو بیان کر دیا۔ قتیبی کہتے ہیں کہ معنوی حیثیت سے كَبِيْرُهُمْ هٰذَا کا تعلق فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ سے ہے مطلب یہ ہے کہ اگر یہ بول سکتے ہیں تو ایسا کر بھی سکتے ہیں اور اگر بول نہیں سکتے تو ایسا کر بھی نہیں سکتے ہیں گویا اس ضمن میں آپ نے بت شکنی کا اقرار کر لیا اور بتوں کا عجز ظاہر کر دیا۔ قتیبی کی یہ توجیہ غلط ہے کیونکہ کسائی نے کہا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعراض کیا تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ میں نے ایسا نہیں کیا اسکے بعد اگر ضمنی اقرار مانا جائیگا تو ایسا ہوگا جیسے کوئی کہے میں نے یہ کام نہیں کیا بلکہ میں نے کیا اور ظاہر ہے کہ یہ منفی اور مثبت کا اجتماع غلط ہے پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ فَعَلَهٗ پر وقف نہیں ہے۔ (مظہری)

٣ یعنی وہ سب اپنے عقول کی جانب پلٹے اور اپنے قلوب سے غور و فکر کیا اور کہا تم لوگ ظالم ہو (صفوۃ التفاسیر) ٤ یعنی وہ لوگ اپنی جہالت اور بتوں کی عبادت کی جانب پھر پلٹ گئے (القرطبی) ٥ یعنی تم لوگ جمادات کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے سکیں اور نہ نقصان۔ (صفوۃ التفاسیر) ٦ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کو شقاوت نے پکڑا اس لئے وہ لوگ دوبارہ بتوں کی عبادت کی جانب لوٹ پڑے (القرطبی) ٧ یہ بات ایک شخص نے کہی جسکا نام ہنون بتایا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے اسکو زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک دھنستا چلا جائیگا' بعض نے کہا کہ یہ بات نمرود نے کہی تھی جب نمرود اور اسکی قوم کا باتفاق آراء فیصلہ ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جھونک دیا جائے تو آپکو گرفتار کر کے ایک کوٹھری میں بند کر دیا گیا اور باڑہ کی طرح اسکا احاطہ بنایا' یا قریۂ کوثی میں ایک بہت بڑا گڑھا کھودا گیا اور ٹھوس قسم کی لکڑیاں آگ کے جلانے کیلئے وہاں اکٹھی کیں اور عام جوش اس حد تک پہنچ گیا کہ بیمار منت مانتا تھا کہ اگر میں اچھا ہو گیا تو ابراہیم کو جلانے کیلئے لکڑیاں دونگا۔ عورتیں مراد مانگتی تھیں اگر ہماری مراد پوری ہوگئی تو ہم ابراہیم کو جلانے والی آگ میں لکڑیاں ڈالیں گیں' لوگ وصیت کرتے تھے کہ ہمارے بعد لکڑیاں خرید کر ڈھیر میں شامل کر دینا عورتیں چرخہ کات کر اسکی مزدوری سے لکڑیاں خرید کر بنیتِ ثواب ڈھیر میں شامل کرتی تھیں۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اسطرح ایک ماہ تک لوگ لکڑیاں جمع کرتے رہے جب حسب منشا لکڑیاں جمع کر چکے تو ڈھیر میں ہر طرف سے آگ لگا دی گئی' آگ بھڑک اٹھی جب خوب تیز ہوئی اور اس حد تک پہنچ گئی کہ پرندہ بھی جلنے کے ڈر سے اوپر سے نہ اُڑ سکتا تھا تو انھوں نے مزید سات روز تک بھڑکنے دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈالنا چاہا لیکن سمجھ میں نہ آتا تھا آگ میں کیسے پھینکیں۔ ابلیس نے آکر منجنیق کے ذریعے پھینکنے کا طریقہ بتایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باندھ کر اس میں بیٹھایا یہ دیکھ کر آسمان و زمین کی ساری مخلوق چیخ پڑی اور عرض کیا اے ہمارے رب! ابراہیم تیرا خلیل ہے اور انکو آگ میں ڈالا جا رہا ہے۔ (مظہری)

فَعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾

کار کنندگان گفتیم ما اے آتش باش سرد شود و سلامت باش بر ابراہیم

کام کرنے والے ہو ہم نے کہا اے آگ تو سرد ہو جا اور سلامتی والی ہو جا ابراہیم پر ۱

وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾ وَنَجَّيْنٰهُ

و خواستند باابراہیم مکرے پس ساختیم ایشانرا زیانکاران و برہانیدیم او را

اور انھوں نے ابراہیم کیساتھ مکر چاہا پس ہم نے انھیں سب سے زیادہ نقصان والے کردیئے ۲ اور ہم نے انھیں

وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَ

و لوط بسوے زمین آنکہ برکت کردیم ما دراں مر عالمیانرا و

اور لوط کو اس زمین کی جانب نجات دی جس میں ہم نے عالمین کیلئے برکت رکھی ۳ اور

وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾

بخشیدیم او را اسحٰق و یعقوب نبیرہ و ہمہ را گردانیدیم نیکوکاران

ہم نے ابراہیم کو اسحاق (جیسا بیٹا) اور یعقوب (جیسا) پوتا عطا کیا اور سب کو ہم نے نیکوکار بنایا ۴

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ

و گردانیدیم ایشانرا پیشروان راہ یابند بفرمان ما و وحی کردیم ما بسوے ایشاں

اور ہم نے ان سب کو (لوگوں کا) پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے انکی رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے انکی جانب وحی بھیجی

فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا

کردن طاعتہا و برپاداشتن نماز و بدادن زکوۃ و بودند

اطاعت کرنے اور نماز قائم رکھنے اور زکوۃ دینے کی اور وہ سب

عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ ۙ وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ

ما را پرستندگان و لوط را دادیم او را حکمت و دانش و برہانیدیم او را

ہماری عبادت کرنے والے تھے ۵ اور لوط کو ہم نے حکمت اور علم عطا کئے اور ہم نے انھیں

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ سَلٰمًا نہ فرماتا تو آگ کی انتہائی سردی کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نقصان پہنچتا۔ بغوی نے لکھا ہے کہ بعض آثار میں آیا ہے کہ اس روز تمام روئے زمین کی آگ بجھ گئی تھی دنیا بھر میں کوئی اس روز آگ سے فائدہ نہ اٹھا سکا اگر اللہ تعالیٰ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ نہ فرماتا تو ہمیشہ کیلئے آگ ٹھنڈی ہو جاتی۔ میں کہتا ہوں بظاہر آگ کی خاصیت سلب نہیں ہوئی تھی جلانے کی خاصیت حسبِ معمول موجود تھی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے وہ ضرر رساں نہیں رہی تھی۔ سدی کہتے ہیں کہ ملائکہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بازو پکڑ کر زمین پر بٹھا دیا آپ نے وہاں اچانک شیریں پانی کا چشمہ اور خوبصورت سرخ گلاب کے پھول [اپنی نظر کے سامنے] دیکھے۔ کعب کہتے ہیں کہ آگ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جسم کا کوئی حصہ متاثر نہیں ہوا صرف بندھن کی رسی جل گئی۔ اہل روایت کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سات روز تک رہے۔ منہال بن عمرو کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جس آرام اور راحت کیساتھ میں چند روز آگ میں رہا اتنے آرام سے کبھی نہیں رہا۔ ابن یسار کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سایہ کے مؤکل کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صورت بنا کر بھیجا جو آکر آپکے پہلو میں آپکی وحشت دور کرنے کیلئے بیٹھ گئے اور بحکمِ خدا حضرت جبرائیل علیہ السلام جنت سے ایک کرتہ اور مسند لیکر آئے، کرتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنایا اور کہا آپکا رب فرماتا ہے کیا تم کو معلوم نہیں کہ میرے دوستوں کو آگ ضرر نہیں پہنچایا کرتی ہے۔ کچھ مدت کے بعد نمرود نے ایک اونچی عمارت کے اوپر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جھانک کر دیکھا اور آپکو باغ میں بیٹھا پایا اور ایک فرشتہ کو [خوبصورت انسان کی شکل میں] آپکے پہلو میں بیٹھا ہوا دیکھا اور آپکے چاروں طرف آگ ہی آگ تھی جو لکڑیوں کو جلا رہی تھی یہ منظر کو دیکھکر پکار اٹھا: اے ابراہیم! تمہارا رب بہت بڑا ہے جسکی قدرت اس حد تک ہے کہ وہ تیرے اور اس آگ کے درمیان حائل ہوا جو میں دیکھ رہا ہوں۔ ابراہیم کیا تم اس سے نکل بھی سکتے ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ نمرود نے کہا: کیا تجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اگر وہاں رہے گا تو آگ تجھے دکھ پہنچائیگی؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ نمرود نے کہا پھر اٹھ کر وہاں سے نکل آؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اُٹھ کھڑے ہوئے اور آگ میں قدموں سے چل کر باہر آ گئے۔ (مظہری) ۲ بعض لوگوں نے کہا کہ قوم نمرود کی مراد حاصل نہیں ہوئی، چیزوں کے نرخ گراں ہو گئے اور مہنگائی بڑھ گئی، بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مچھروں کی فوج بھیج دی جس نے نمرود کا گوشت کھا لیا اور ایک مچھر اسکے دماغ میں گھس گیا جسکی وجہ سے نمرود ہلاک ہو گیا۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے آگ کو ٹھنڈا کیا اور سلامتی بخش کر دیا تو یہ منظر دیکھکر آپکی قوم کے کچھ لوگ ایمان لے آئے لیکن نمرود اور اسکے احکام کا خوف تھا [اس لئے انھوں نے ایمان کا اعلان نہیں کیا] (مظہری) ۳ اس سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام ہیں یہ لوگ شام کی جانب ہجرت کر گئے۔ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین پر بڑی برکت رکھی تھی اور وہاں کثرت سے پھل پائے جاتے تھے اور اس لئے کہ وہ علاقہ معادن انبیاء تھا اور وہاں برکت کا ہونا ثبوتِ خیر کی دلیل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ارضِ مبارکہ سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے بیت المقدس مراد ہے۔ (القرطبی) ۴ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاق علیہ السلام کیلئے دعا کی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام بھی بغیر دعا کے عطا فرمائے اس لئے فرمایا: وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۔ (القرطبی) ۵ چونکہ بدنی عبادت میں نماز افضل العبادات ہے اور مالی عبادت زکوۃ میں افضل العبادات ہے اس لئے آیت میں ان دونوں کا خصوصیت کیساتھ ذکر فرمایا۔ آپکو جو اولاد عطا کی گئی وہ سب کے سب مؤحد اور خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے تھے۔ (صفوۃ التفاسیر)

مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا

از دیہی آنکہ بودند میکردند بدیہا ایشاں بودند

اس بستی سے نجات دی جو برے کام کرتی تھی' وہ سب

قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۝٧٤ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ

گروہی بد بتاہکاران و در آوردیم او را در رحمت ما ہر آئنہ او از

برے گروہ تباہی کرنے والے تھے ١ اور ہم نے انھیں اپنی رحمت میں داخل کیا بیشک وہ

الصّٰلِحِيْنَ ۝٧٥ ع وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا

نیکوکاران ست و نوح را چوں آواز داد پیش ازیں پس قبول کردیم ما

نیکوکار سے ہیں ٢ اور نوح کو جب اس نے اس سے پہلے پکارا پس ہم نے اسے قبول کیا

لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝٧٦ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ

او را پس برہانیدیم او را و واہل اور از اندوہ بزرگ و نصرت دادیم او را از

اور ہم نے انھیں اور ان کے اہل کو بڑے غم سے نجات دی ٣ اور ہم نے انھیں مدد دی

الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ

گروہ آنانکہ تکذیب کردند بآیات ما ایشاں بودند گروہی بد

اس گروہ سے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ سب برے گروہ تھے

فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝٧٧ وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي

پس غرق کردیم ایشانرا ہمہ و داؤد و سلیمٰن چوں حکم کردند در

تو ہم نے ان سب کو غرق کیا ۴ اور داؤد اور سلیمٰن (کا قصہ یاد دلاؤ) جب یہ دونوں ایک کھیتی کے بارے

الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ

کشت چوں بخریدند بی شبان دراں گوسپندان خود و بودیم ما مر حکم ایشاں

میں جس میں رات کے وقت لوگوں کی بکریاں چر گئیں تھیں فیصلہ کرنے بیٹھے اور ہم انکے فیصلے کے وقت ۵

تفسیر اظہار العرفان

١ جاننا چاہئے کہ یہاں سے اس سورت میں تیسرا واقعہ بیان ہورہا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کو چار طرح کی نعمتیں عطا کی گئیں (١) حُکْمًا: یعنی حکمت جو خصومت کے درمیان فیصلہ کرے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے نبوت مراد ہے (٢) عِلْمًا: واضح رہے کہ علم اور حکمت پر تنوین داخل کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو بڑی شان والی حکمت اور علم عطا کئے گئے (٣) وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبَائِثَ: اس سے مراد اہل قریہ ہیں کیونکہ وہ لوگ خبیث عمل کرتے تھے (۴) چوتھی نعمت کا ذکر اگلی آیت میں ہے (تفسیر کبیر) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہارون کے بیٹے کا نام لوط تھا جو پیغمبر تھے آپکو بحر مراد کے ساحلی بستیوں کی ہدایت کیلئے بھیجا گیا تھا جن میں سب سے بڑی بستی سدوم تھی' عموما لوگ لواطت' رہزنی اور ناپ تول کی کمی میں مبتلا تھے لوگوں نے تصدیق نہ کی' ایمان نہ لائے سرکشی کی حجت تمام ہو گئی تو عذاب الٰہی نازل ہوا، آبادیوں کو الٹ دیا گیا اوپر سے نوکیلے پتھروں کی بارش ہوئی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی بدکیش تھی وہ بھی ماری گئی، اہل حق بچالئے گئے (خازن)

٢ آیت میں رحمت سے مراد نبوت ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے اسلام مراد ہے' کہا گیا ہے کہ جنت مراد ہے' یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت ظاہر کر کے انھیں اور انکی قوم کو نجات دی (القرطبی)

٣ یہاں سے چوتھا قصہ بیان ہورہا ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہاں دعا سے مراد یہ ہے کہ آپ نے اپنی قوم کی ہلاکت کیلئے دعا کی۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد ہے فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ "پس نوح نے دعا کی اپنے رب سے بیشک میں مغلوب ہوں پس تو مدد فرما" ایک اور جگہ انکی دعا یوں موجود ہے وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا "اور نوح نے دعا کی اے میرے رب! تو زمین پر کافروں کے کسی شہر کو نہ چھوڑ" (تفسیر کبیر) حضرت نوح علیہ السلام نینوی کے رہنے والے ایک قدیم ترین نبی کا نام ہے جنکی عمر ٩٥٠ برس سے زائد ہوئی اور انکی بددعاء سے عراق میں ایسا طوفان آیا کہ انکے ساتھیوں کے علاوہ ہر جاندار غرق ہوگیا اور پھر آپ ہی کی نسل سے دنیا آباد ہوئی اسی لئے آپکو آدم ثانی کہا جاتا ہے توریت کی صراحت کے بموجب حضرت نوح علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی دسویں نسل میں تھے یعنی آدم' شیش' انوش' قینان' مہلائل' یارد' ادریس' متوشالح' لامک اور نوح۔ (روح البیان) فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ڈوبنے سے اور قوم کی جانب سے تکذیب سے نجات دی' حضرت نوح علیہ السلام کی عمر تمام انبیاء سے زیادہ ہوئی اور سختیاں بھی آپ نے سب سے زیادہ برداشت کیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے کہ قوم والے حضرت نوح علیہ السلام کو اتنا مارتے تھے کہ اپنے خیال میں مردہ کردیتے تھے پھر ایک نمدہ میں لپیٹ کر گھر میں ڈال دیتے تھے لیکن دوسرے روز پھر گھر سے برآمد ہو کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے تھے' ایک روایت میں ہے کہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کو پکڑ کر آپکا گلا گھونٹتے کہ آپ بیہوش ہوجاتے پھر ہوش آتا تو کہتے اے میرے رب! میری قوم کو بخش دے وہ ناواقف ہیں۔ (مظہری) یعنی ہم نے ان لوگوں کو روک دیا اس سے انھیں اور اسکی قوم کو ہم نے نجات دی۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ یہاں سے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ بیان ہورہا ہے جو اس سورت میں پانچواں قصہ ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: داؤد علیہ السلام پر قرأت [اس سے مراد زبور کی تلاوت ہے] اسقدر آسان کردی گئی تھی کہ آپ اپنی سواریوں کی زین کسنے کا حکم دیتے اور سواریوں کے کسے جانے سے پہلے پڑھ کر فارغ ہوچکے ہوتے اور اپنے ہاتھ کے کسب سے کھاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہایت پیارہ روزہ اللہ کے نزدیک داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہ رکھتے تھے اور نہایت پیاری نماز اللہ کے نزدیک داؤد علیہ السلام کی نماز ہے آدھی رات تک تو وہ سوتے تھے اور تہائی رات تہجد کی نماز پڑھتے تھے اور جب چھٹا حصہ رات کا باقی رہتا تھا تو پھر سو رہتے تھے۔ (بخاری)

شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا

گواہان پس دریابانیدیم ازاں سلیمان و ہمہ را دادیم ما حکم و دانش

وہاں موجود تھے پس ہم نے سلیمان کو فیصلہ سمجھا دیا اور ہر ایک کو ہم نے فہم اور علم عطا کئے

وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا

و مسخر کردیم ما با داؤد کوہ ہا تنزیہ کنند و مرغان و بودیم ما

اور ہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑوں کو اور پرندوں کو مسخر کیا کہ پاکی بیان کرتے ہیں اور ہم

فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ

کنندگان و بیاموختیم او را صنعت زرہ کرد مر شما را نگاہ دارد شما را از

کرنے والے تھے [1] اور ہم نے انھیں تمہارے لئے زرہ کی صنعت سکھائی تا کہ بچائے تمہیں

بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً

جنگ شما پس آیا شما شکر کنندگانید و مر سلیمانرا باد جہندہ

تمہاری جنگ سے پس کیا تم شکر بجا لاتے ہو [2] اور سلیمان کیلئے تیز ہوا

تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ

میرود بامر او بسوے زمین آنکہ برکت دادیم ما دراں و بودیم ما بہمہ

ان کے حکم سے اس زمین کی طرف جاری ہوتی ہے کہ جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہم ہر چیز کے جاننے والے

شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ

چیز دانایان و از دیوان آنکہ غواصی کرد

ہیں [3] اور شیطانوں میں سے وہ جو ان کیلئے (سمندر میں) غوطہ لگاتے (جواہرات نکالنے کیلئے)

لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾

او را و میکنند کار بجز ایں و بودیم ایشانرا نگہبان

اور اسکے علاوہ اور کام بھی کرتے تھے اور ہم انکی حفاظت کرنے والے تھے [4]

[1] یعنی ہمارے سمجھانے کیمطابق سلیمان نے فیصلہ کردیا اور داؤد نے اپنا فیصلہ منسوخ کر کے حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ جاری کردیا۔ مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہورہا ہے کہ فیصلہ کرنے کے بعد اگر حاکم کی رائے بدل جائے تو حکم جاری کرنے سے پہلے وہ سابقہ فیصلہ منسوخ کرسکتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کا بیان ہے کہ دو آدمی حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے' ایک کھیت کا مالک تھا اور دوسرا بکریوں کا۔ کھیت والے نے کہا کہ اسکی بکریاں رات کو چھوٹ کر میرے کھیت میں پڑگئیں اور سارا کھیت چر گئیں اور کچھ باقی نہ رہا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فیصلہ کیا کہ کھیت کے عوض وہ بکریاں کھیت والے کو دے دی جائیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس سے دونوں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ تم دونوں کے مقدمہ کا کیا فیصلہ ہوا' جو فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کیا تھا دونوں نے بیان کردیا' حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: اگر تمہارا مقدمہ میرے سپرد کردیا جاتا تو میرا فیصلہ کچھ اور ہی ہوتا' ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ بھی کہا تھا کہ میرا فیصلہ دونوں کیلئے فائدے بخش ہوتا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس قول کی اطلاع حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی ہوگئی آپ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلا کر فرمایا: تم فیصلہ کرو۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی نبوت اور حق پدری کا واسطہ دیکر فرمایا: مجھے بتاؤ وہ کیا فیصلہ ہے جو فریقین کیلئے سودمند ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: بکریاں کھیت والے کو دے دیجئے اور کھیت بکریوں کے مالک کے سپرد کردیجئے کھیت والا بکریوں کے دودھ' اون اور نسل سے اتنی مدت تک فائدہ اندوز ہوتا رہے جتنی مدت تک کھیت بکریوں والے کی سپردگی میں رہے۔ بکریوں کا مالک کھیت کو درست کر کے اس میں بیج بکھیر دے اور جب کھیتی تیار ہو کر اصلی حالت میں آجائے تو تیار کھیت' کھیت والے کو دیدے اور اپنی بکریاں واپس لے لے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ صحیح فیصلہ یہی ہے جو تم نے کیا پھر آپ نے یہ فیصلہ جاری کردیا۔ روایت میں آیا ہے کہ فیصلہ کرنے کے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر گیارہ سال کی تھی۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان کا فیصلہ ناسخ تھا جس سے حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ منسوخ ہوگیا۔ وَ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرِ : مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام ذکر کرتے کرتے سست پڑجاتے اور بدن میں کچھ کسل آجاتا تھا تو آپ کیساتھ پہاڑ تسبیح کرنے لگتے تھے تاکہ پہاڑوں کی تسبیح سن کر حضرت داؤد علیہ السلام میں ذکر الٰہی کرنے کی تازہ چستی پیدا ہوجائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام درختوں اور پتھروں کی تسبیح کو سمجھتے تھے۔ (مظہری) [2] یعنی لوہے کو نرم کر کے زرہ بناتے تھے' لَبُوْسٍ: اہل عرب اس لفظ کو ہر قسم کے اسلحہ کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ جس نے سب سے پہلے زرہ بنائی وہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ مِنْ بَاْسِكُمْ: یعنی اپنی جنگ میں' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم زرہ کے ذریعے تلوار' نیزے اور بھالے سے بچ سکو۔ یہ آیت کریمہ دلالت کررہی ہے کہ ذرائع اور اسباب لینا جائز ہے۔ واضح رہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بنا کر اپنے اخراجات پورے کرتے تھے' حضرت آدم علیہ السلام کھیتی کرتے تھے' حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے' حضرت لقمان درزی کا کام اور حضرت طالوت چمڑا رنگنے کا کام کرتے تھے۔ (القرطبی) [3] یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے تیز ہوا کو مسخر فرمایا آپ اس پر بآسانی تصرف فرماتے تھے۔ برکت والی زمین سے مراد ارض شام ہے جہاں کثرت سے درخت' پھل اور نہریں موجود تھیں۔ (صفوۃ التفاسیر) [4] اَلْغَوْصُ: پانی کے نیچے اترنے کو کہتے ہیں' مطلب یہ ہے کہ وہ سب پانی میں غوطہ لگا کر سمندر سے جواہرات نکالتے ہیں۔ فراء کہتے ہیں کہ اعمال کے فساد سے انکو محفوظ فرمایا۔ (القرطبی)

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ

و ایوب چوں آواز داد پروردگار او هر آئنه برسید مرا سختی و تو

اور ایوب جب انھوں نے پکارا اپنے رب کو کہ بیشک مجھے سختی پہنچی اورتو مہربانی کرنے والوں میں سب سے بڑا

اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ

بخشاینده ترین بخشایندگانی پس اجابت کردیم او را پس زائل کردیم آنچه رسیده بود باں از

مہربان ہے ۱ پس ہم نے قبول کی انکی دعا اور ہم نے دور کر دی جو سختی انھیں پہنچی تھی

ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا

سختی و دادیم او را اہل او و مانند ایشاں با ایشاں رحمت از نزد ما

اور ہم نے انھیں اور انکے اہل کو انکی مثل عطا کی (بلکہ) ان کیساتھ اپنی طرف سے مزید رحمت (عطا کی)

وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا

و پند مر پرستندگانرا و اسماعیل و ادریس

اور نصیحت عبادت کرنے والوں کیلئے ۲ اور اسماعیل اور ادریس اور

الْكِفْلِ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِىْ رَحْمَتِنَا

ذاالکفل ہمه از صابرانست و در آوردیم ایشانرا در رحمت ما

ذاالکفل، سب صبر کرنے والوں میں سے ہیں ۳ اور ہم نے انھیں اپنی رحمت میں داخل کیا

اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا

ایشاں از نیکوکارانرا بودند و خداوند ماہی چوں برفت بے خبر

وہ سب نیکوکار تھے ۴ اور ذوالنون جب چل پڑے بے خبر

فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ

پس گمان برد تا حکم نکردیم برو پس آواز داد در تاریکیہا

اور گمان کیا کہ ہم ان پر فیصلہ نہیں کرینگے پس آواز دی تاریکیوں میں

۱ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام رومی تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور نبی تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے دنیا وسیع کر دی تھی [آپکے دکھ کا واقعہ کافی طویل ہے یہاں اس طوالت کی گنجائش نہیں ہے اس لئے اس واقعہ کو حذف کر کے یہاں یہ بیان کر رہا ہوں کہ آپ کتنے عرصے تک دکھ میں مبتلا رہے] اس سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں (۱) زہری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ برس دکھ میں مبتلا رہے (۲) وہب بن منبہ کہتے ہیں پورے تین سال مبتلا رہے ایک دن بھی زائد نہ ہوا (۳) کعب احبار کہتے ہیں کہ سات سال مبتلا رہے (۴) بعض اقوال میں آیا ہے کہ سات سال سات ماہ اور سات دن مبتلا رہے (۵) حضرت حسن کہتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام سات سال اور چند ماہ بنی اسرائیل کے گھیرے میں پڑے رہے آپکے بدن میں کیڑے سے رینگتے تھے سوائے بی بی رحمت کے کوئی بھی پاس نہ جاتا تھا صرف رحمت آپ کیساتھ جمی رہیں آپ کیلئے کھانا لاتی تھیں اور جب حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے تھے تو بی بی بھی حمد میں شریک ہوتی تھیں۔ اس حالت میں بھی حضرت ایوب علیہ السلام ذکر میں مشغول رہتے تھے۔ (القرطبی)

۲ حضرت ایوب علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ زمین پر ایڑی ماریئے آپ نے حکم کی تعمیل کی تو فوراً پانی کا ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔ حسب حکم آپ نے اس میں غسل کیا، غسل کرتے ہی ہر ظاہری بیماری جاتی رہی اور حسن وشباب لوٹ آیا، چالیس قدم چلے پھر دوبارہ ایڑی مارنے کا حکم ہوا، آپ نے حکم کی تعمیل کی تو ایک چشمہ پھوٹ پڑا جسکا پانی ٹھنڈا تھا، حکم ہوا اس میں سے پانی لیکر پیو۔ جونہی آپ نے وہ پانی پیا تمام اندرونی بیماریاں بھی دفع ہو گئیں اور مکمل ترین تندرست، حسین، جوان مردوں کی طرح ہو گئے اسکے بعد آپ نے لباس پہنا اور دائیں بائیں گردن موڑ کر دیکھا تو وہ تمام مال واولاد جو پہلے تھے سب موجود پایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو دو گنا کر دیا۔ دولت کی کثرت اتنی ہو گئی کہ جس پانی سے غسل کر رہے تھے اسکی چھینٹیں جب سینہ پر پڑیں تو وہ سونے کی ٹڈیاں بن گئیں اور حضرت ایوب علیہ السلام انکو پکڑنے کیلئے ہاتھ مارنے لگے اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی، ایوب کیا میں نے تمہیں غنی نہیں بنا دیا ہے؟ آپ نے عرض کیا: بیشک تو نے مجھے غنی بنا دیا لیکن یہ تو تیری مزید عنایت ہے اور مزید رحمت سے کون سیر ہو سکتا ہے۔ حضرت حسن کا بیان ہے کہ تندرست ہونے کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام ایک اونچی جگہ پر جا بیٹھے۔ (مظہری) ۳ ذوالکفل کون تھے پیغمبر تھے یا نہیں۔ اسکے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت عطاء کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر کے پاس وحی آئی کہ آپکے انتقال کا وقت قریب آ گیا ہے بنی اسرائیل کے سامنے حکومت رکھیئے اور جو شخص اس بات کی ذمہ داری لے کہ وہ رات میں نماز پڑھے گا سستی نہیں کریگا اور دن میں ہمیشہ روزہ رکھے گا۔ کسل نہیں کریگا اور لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کریگا اور اسکو غصہ نہیں آئیگا اسکو حکومت سپرد کر دیجئے۔ پیغمبر نے بنی اسرائیل کے سامنے معاملہ رکھا تو مجلس میں ایک نوجوان تھا اس نے عرض کیا میں یہ ذمہ داری قبول کرتا ہوں، اس نوجوان نے ذمہ داری قبول بھی کی اور اسکو پورا بھی کیا اللہ تعالیٰ نے بھی اسکی قدر افزائی کی اور اسکو نبوت سے سرفراز فرمایا اور اس نوجوان کا نام ذوالکفل ہوا۔ بعض اہل روایت نے کہا ہے کہ یہ وہ شخص تھا جس نے مرتے دم تک ہر رات سو رکعت پڑھنے کا عہد کیا تھا اور اس عہد کو پورا کیا۔ بعض علماء نے کہا ذوالکفل ہی نبی تھے عبارت قرآنی کی رفتار سے بھی یہی معلوم ہو رہا ہے لیکن کون سے نبی تھے اسکی تعیین نہیں کی جا سکتی۔ بعض نے ذوالکفل حضرت زکریا علیہ السلام کو ہی قرار دیا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ ذوالکفل نبی نہیں تھے بلکہ ایک نیک آدمی تھے۔ (مظہری) یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کو ذوالکفل کہتے ہیں، ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام کو کہتے ہیں۔ انبیاء میں سے پانچ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے دو ناموں سے یاد کیا۔ اسرائیل ویعقوب، الیاس وذوالکفل، عیسیٰ ومسیح، یونس وذوالنون اور محمد واحمد علیہم السلام۔ (تفسیر کبیر) ۴ یعنی ان سب کو ہم نے جنت میں داخل کیا۔ (القرطبی)

اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ۖۗ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ

آنکہ نیست معبودی مگر تو پاکی تو ہر آئنہ بودم از

یہ کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر تو پاکی ہے تجھے بیشک میں

الظّٰلِمِيۡنَ ۚ ۝٨٧ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ

ستمگاران پس اجابت کردیم او را و برہانیدیم او را از غم و اینچنیں

ستم گاروں میں سے ہوا۱ پس ہم نے انکی پکار قبول کی اور ہم نے انھیں غم سے نجات دی اور اسی طرح

نُـنۡجِى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝٨٨ وَزَكَرِيَّاۤ اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا

برہانیم مومنانرا و زکریا چوں آواز داد پروردگار او اے پروردگار

ہم نجات دیتے ہیں مومنوں کو۲ اور زکریا نے جب اپنے رب کو پکارا اے (میرے) رب

تَذَرۡنِىۡ فَرۡدًا وَّاَنۡتَ خَيۡرُ الۡوٰرِثِيۡنَ ۚ ۝٨٩ فَاسۡتَجَبۡنَا

مگذار مرا تنہا و تو بہترین وارثانی پس اجابت کردیم او را

نہ چھوڑ مجھے تنہا اور تو بہترین وارث ہے ۳ پس ہم نے انکی دعا قبول کی

لَهٗ ۡ وَوَهَبۡنَا لَهٗ يَحۡيٰى وَاَصۡلَحۡنَا لَهٗ زَوۡجَهٗ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا

و بخشیدیم او را یحیٰی و صلح کردیم ما او را زن او ایشاں بودند

اور ہم نے انھیں یحیٰی عطا کئے اور ہم نے ان کیلئے انکی بیوی کو جننے کے قابل بنایا وہ سب

يُسٰرِعُوۡنَ فِى الۡخَيۡرٰتِ وَيَدۡعُوۡنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ

می شتابند در نیکیہا و بخوانند ما را رغباً و رہباً

نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں امید اور خوف کیساتھ پکارتے تھے

وَكَانُوۡا لَنَا خٰشِعِيۡنَ ۝٩٠ وَالَّتِىۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا

و بودند ما را متواضعان و آن زنیکہ نگاہداشت فرج خود را

اور ہمارے حضور تواضع کرنے والے تھے ۴ اور وہ عورت جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کیساتھ فلسطین میں رہتے تھے [یہی واقعہ تفسیر قرطبی میں بھی ہے لیکن اس میں فلسطین کی بجائے نینوی شہر کا ذکر ہے جو عراق میں واقع ہے] کسی بادشاہ نے ان پر حملہ کیا اور ساڑھے نو قبیلوں کو قید کر کے لے گیا صرف ڈھائی قبیلے باقی رہ گئے اللہ تعالیٰ نے شعیا نبی کے پاس وحی بھیجی کہ تم حرقیا بادشاہ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ کسی طاقتور نبی کو دشمنوں کے پاس بھیج کر بنی اسرائیل کو قید سے رہا کرائے۔ میں دشمنوں کے دلوں میں بنی اسرائیل کے رہا کرنے کا خیال پیدا کر دونگا۔ شعیا نبی شاہ حرقیا کے پاس گئے اور پیام پہنچایا۔ حرقیا کی سلطنت میں پانچ نبی تھے۔ حضرت شعیا سے انھوں نے پوچھا آپکی کیا رائے کس کو بھیجوں۔ حضرت شعیا علیہ السلام نے کہا: یونس کو وہ طاقتور بھی ہیں اور امانتدار بھی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے کہا: کیا مجھے اللہ تعالیٰ نے نامزد کیا ہے۔ بادشاہ نے کہا نہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام نے کہا میرے سوا یہاں طاقتور نبی ہیں کسی اور کو بھیج دو' لوگوں نے آپکی بات نہیں مانی اور جانے پر اصرار کیا' حضرت یونس علیہ السلام بادشاہ اور قوم سے ناراض ہو کر غصہ کی حالت میں کسی طرف کو چل دیئے اور بحر روم پہنچ کر کشتی میں سوار ہو گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قدر کا معنی ہے فیصلہ الٰہی یعنی یونس کا خیال ہوا کہ ہم انکے متعلق فیصلہ نہیں کرینگے [حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمہ نے بھی آیت میں قدر بمعنی فیصلہ ترجمہ کیا ہے] (مظہری) حضرت یونس علیہ السلام کو نینوی میں ہدایت کیلئے بھیجا گیا امت دعوت ایک لاکھ یا اس سے زائد تھی لوگوں نے نہ مانا آپ نے عذاب کی دھمکی دیدی پھر بھی نہ مانے تو فرمایا: تین روز میں تم پر عذاب آ جائیگا تیسرے روز فجر کے وقت عذاب نازل ہوا' سیاہ ابر شعلہ بار اٹھا اور بستی پر چھا گیا لوگوں کو یقین ہو گیا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے صحیح کہا تھا آپ آدھی رات سے ہی بستی سے باہر چلے گئے لوگوں نے ہر چند ڈھونڈھا نہ ملے تو ساری بستی والے خاک اڑاتے نالہ وفریاد اور آہ وزاری کرتے شہر سے باہر میدان میں نکل آئے سچے دل سے توبہ کی رحم کے ملتجی ہوئے اللہ تعالیٰ نے عذاب دفع کر دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو نزول عذاب کا یقین تھا جب علامات سے آپ نے پہچان لیا کہ عذاب دفع ہو گیا تو خیال کیا کہ لوگ مجھے جھوٹا قرار دیکر قتل کر ڈالیں گے بغیر انتظار وحی کے غضب ناک ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ (روح البیان) مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کی جانب وحی فرمائی کہ یونس کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جب سمندر میں مچھلیوں کی تسبیح کی آواز سنی تو مچھلی کے پیٹ میں فوراً سجدے میں گر گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ۔ بطور دعا پڑھی جو مسلمان بھی ان کلمات کے ذریعے دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ اسکی دعا کو قبول فرمائیگا۔ (القرطبی) ۲ یعنی ہم نے انکی گریہ وزاری اور دعا قبول کی اور انھیں کرب سے نجات بخشی پس جو مؤمنین یونس کی طرح مجھ سے دعا کرینگے ہم انھیں بھی نجات بخشیں گے (صفوۃ التفاسیر) ۳ جاننا چاہئے کہ یہاں سے نواں قصہ بیان ہو رہا ہے جو حضرت زکریا علیہ السلام کا ہے (تفسیر کبیر) حضرت زکریا علیہ السلام انبیائے بنی اسرائیل میں سے مشہور عظیم المرتبت نبی گذرے ہیں۔ حضرت یحیٰی علیہ السلام کے والد ماجد ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم کی کفالت آپ ہی نے فرمائی تھی (روح البیان) ۴ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز کے اندر میری آنکھ کی ٹھنڈک بنادی گئی ہے۔ خوف سے مراد ہے اللہ تعالیٰ سے جدا ہونے کا خوف۔ وَكَانُوۡا لَنَا خٰشِعِيۡنَ: حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ دل میں بیٹھے ہوئے خوف کو خشوع کہا جاتا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو وہ پورے طور پر جانتے تھے اس لئے عظمتِ الٰہی کا خوف دلوں میں بیٹھ گیا۔ حضرت قتادہ نے اسکا ترجمہ کیا "وہ ہمارے حکم کے انتہائی تابعدار تھے" (مظہری)

فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَ جَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً

پس دمیدیم ما دراں از روح خود و گردانیدیم آنرا و پسر آنرا نشانہ

پس ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی اور ہم نے انھیں اور انکے بیٹا کو نشانی بنائی

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّ اَنَا

مر عالمیانرا ہر آئنہ ایں گروہ شما یک گروہ ست و من

عالمین کیلئے ۱ بیشک یہ تمہارا گروہ ایک ہی گروہ ہے اور میں

رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۭ كُلٌّ

پروردگار شما ام پس پرستید مرا و ببرند کار ایشاں میان ایشاں ہمہ

تمہارا رب ہوں پس میری ہی عبادت کرو ۲ اور ٹکڑے ٹکڑے کئے اپنے کام کو اپنے درمیان' ہر ایک کو

اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ

بسوے ما ست باز گشت پس ہر کہ بکند از نیکہا و آں

ہماری جانب لوٹ کر آنا ہے ۳ پس جو کوئی نیکیاں کرے اور وہ

مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾ وَ

مومن باشد پس نیست کفر مر سعی خود را و ہر آئنہ ما او را نویسندگانیم و

مؤمن ہو تو نہیں ہے بے قدری اسکی سعی کیلئے اور بیشک ہم اسے لکھنے والے ہیں ۴ اور حرام ہے اس بستی پر

حَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰٓى

حرام است بر دیہہ ہلاک کردیم آنرا ایشاں باز نمیگروند تا

جسے ہم نے ہلاک کیا کہ وہ سب (ہماری جانب قیامت میں) لوٹ کر نہیں آئیں گے ۵ یہاں تک کہ

اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ

چوں کشادہ شوند یاجوج و ماجوج و ایشاں از ہر

جب یاجوج اور ماجوج کھولے جائیں گے اور وہ سب ہر

تفسیر اظہار العرفان

۱ یہاں سے دسواں قصہ بیان ہو رہا ہے جو حضرت مریم سلام اللہ علیہا کا ہے' [پہلا قصہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے' دوسرا قصہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے' تیسرا قصہ: حضرت لوط علیہ السلام کا ہے' چوتھا قصہ: حضرت نوح علیہ السلام کا ہے' پانچواں قصہ: حضرت داوٗد علیہ السلام کا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہے' چھٹا قصہ: حضرت ایوب علیہ السلام کا ہے' ساتواں قصہ: حضرت اسماعیل' حضرت ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام کا ہے' آٹھواں قصہ: حضرت یونس علیہ السلام کا ہے' نواں قصہ: حضرت زکریا علیہ السلام کا ہے اور دسواں قصہ: حضرت مریم سلام اللہ علیہا کا ہے] جاننا چاہئے کہ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا کے بارے میں دو اقوال ہیں (۱) انھوں نے حلال اور حرام ہر طرح سے اپنے آپکو بچا کر رکھا جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا یعنی کسی بشر نے ہمیں نہ چھوا اور نہ میں زانیہ ہوں۔ (۲) انھوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو گریبان سے پھونکنے سے روک دیا تھا۔ ان دونوں میں سے اول قول اولیٰ ہے۔ وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ: حضرت مریم کی جانب سے کئی نشانیاں ظاہر ہوئیں (۱) بغیر کسی مدد کے آپکا حاملہ ہونا (۲) ملائکہ آپ کیلئے جنت سے رزق لاتے تھے (۳) حضرت حسن کہتے ہیں کہ حضرت مریم نے پیدائش کے بعد ایک مرتبہ بھی اپنی والدہ کی چھاتی سے دودھ نہیں پیا (۴) آپ ہی کا قول ہے کہ حضرت مریم نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بچپن میں کلام کیا۔ باقی رہیں عیسیٰ علیہ السلام کی نشانیاں تو ان نشانیوں کا بیان پہلے ہو چکا ہے [مثلاً مردے زندہ کرنا' برص والے کو صحیح کرنا وغیرہ] (تفسیر کبیر)

۲ جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمالیا تو اب ارشاد ہو رہا ہے کہ یہ سب کے سب توحید پر مجتمع تھے پس یہاں اُمَّةً بمعنی دین ہے یعنی اسلام۔ (القرطبی) ۳ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے دین کے معاملات کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل کے لوگ ۷۱ فرقوں میں بٹ گئے تھے ان میں سے ستر فرقے ہلاک ہو گئے اور ایک فرقہ خالص ہوا' اور میری امت ۷۲' فرقوں میں بٹ جائیگی ان میں سے ۷۱ فرقوں کو ہلاک کیا جائیگا اور ایک فرقہ کو نجات دی جائیگی' صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ وہ ناجی فرقہ کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: الجماعۃ الجماعۃ یعنی جماعت جماعت جماعت۔ واضح رہے کہ اس حدیث شریف میں جن بہتر [۷۲] فرقوں کی خبر دی گئی ہے یہ وہ فرقے ہیں جو اصول دین میں اختلاف کر کے فرقہ بنے ہوں ابھی اسکی تعداد بہتر تک نہیں پہنچی ہے' اگر ان بہتر فرقوں کو فروع دین کے اختلاف پر محمول کرینگے تو اب تک یہ تعداد ۷۲ سے بھی آگے بڑھ چکی ہے۔ (تفسیر کبیر) ۴ یعنی جو کوئی فرائض ادا کرے یا نوافل بشرطیکہ وہ مسلمان ہو [تو اللہ تعالیٰ اسے اجر عطا فرمائیگا] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے والا ہو تو اللہ تعالیٰ اسکے عمل کو ضائع نہیں فرمائیگا۔ (القرطبی) ۵ حرام ہے یعنی ناممکن ہے تصور میں بھی نہیں لایا جا سکتا ہے۔ اَهْلَكْنٰهَا: یعنی جسکو ہلاک کرنے کا ہم نے حکم دیدیا' جسکو تباہ کر دیا' یا حرام کا یہ مطلب ہے کہ اس بستی کا توبہ کرنا ناممکن ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسکا تشریحی مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ جس بستی کو ہم نے تباہ کر دیا اسکا دنیا میں واپس لوٹنا ممکن نہیں ہے۔ بہر صورت مطلب کچھ بھی ہو آیت کریمہ میں کافروں کیلئے وعید عذاب ہے جیسے اس سے پہلی آیت میں اہل ایمان کیلئے وعدہ ثواب ہے۔ (مظہری) حضرت قتادہ اور حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ وہ سب دنیا میں نہیں لوٹیں گے، حضرت مجاہد اور حضرت حسن کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ سب شرک سے ایمان کی طرف نہیں لوٹیں گے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ لوگ کفر اور ناشکری سے عمل صالح اور سعی مشکور کی جانب نہیں پلٹیں گے۔ (تفسیر کبیر)

حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا

بستہ آیند بشتاب و نزدیک شدہ وعدہ راست پس چوں

ٹیلے سے دوڑتے ہوئے آئیں گے ۱ اور سچا وعدہ قریب ہوا پس جب

هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا

آں بیروں آیندہ است دیدہا آنانکہ نگرویدند اے کاشکے ما را

باہر آنے والی ہوں انکی آنکھیں جنہوں نے کفر کیا' (تو اسوقت کہیں گے) اے ہماری خرابی

قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٩٧﴾

ہر آئنہ بودیم ما در غفلت از ایں بلکہ بودیم ما ستمگاران

بیشک ہم اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ظلم کرنے والے تھے ۲

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ

ہر آئنہ شما و آنچہ پرستید بجز خدای انداختہ شوید در دوزخ شما

بیشک تم اور جسکی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا دوزخ میں ڈالے جاؤ گے تم

لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿٩٨﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ وَ

دراں در روندگان اگر ایں بتاں بودند خدایان در نروندے و

اس میں جانے والے ہو ۳ اگر یہ بت خدا ہوتے تو اس میں نہ جاتے اور

كُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٩٩﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾

ہمہ دراں ہمیشہ باشند ایشانرا دراں نالہ و ایشاں دراں نشنوند

ہر ایک اس میں ہمیشہ رہیں گے ۴ ان کیلئے اس میں گریہ و زاری ہے اور وہ سب اس میں نہ سنیں گے ۵

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰۗىِٕكَ عَنْهَا

ہر آئنہ آنانکہ پیش رفتہ است ایشانرا از ما نیکوئی آنگروہ ازاں

بیشک وہ لوگ جو پہلے گذر چکے ہیں ان کیلئے ہماری طرف سے بھلائی کا وعدہ ہے یہی گروہ ہے جس کو اس سے

تفسیر اظہار العرفان

۱ ہر ٹیلہ کی آڑ سے پھیل پڑنے کا ذکر خصوصیت کیساتھ اس لئے کیا کہ یاجوج ماجوج کے مسکن پہاڑوں سے پرے ہونگے اور وہ پہاڑوں سے نیچے اتریں گے۔ حضرت حذیفہ بن اسد غفاری کا بیان ہے کہ ہم لوگ کچھ باہم بات چیت کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا: کس چیز کا تذکرہ کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا: ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جب تک قیامت سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھو گے قیامت بپا نہ ہوگی۔ پھر آپ نے دخان یعنی دھوئیں کا خروج' دجال' دابۃ الارض کا' مغرب کی طرف سے طلوع آفتاب کا' نزولِ عیسیٰ بن مریم کا' خروج یاجوج ماجوج کا تین مقامات پر زمین کے دھنسنے کا' ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں' تیسرا جزیرہ العرب میں اور آخر میں یمن سے ایک آگ کے برآمد ہونے کا جو لوگوں کو ہنکا کر میدانِ حشر کی طرف لے جائیگی' ذکر فرمایا۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک آگ قعر عدن سے نکل کو لوگوں کو ہنکا کر میدانِ حشر کی طرف لے جائیگی۔ ایک اور روایت کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ نے دسویں چیز اس ہوا کو قرار دیا جو لوگوں کو سمندر میں پھینک دیگی (مظہری)

۲ یعنی یاجوج ماجوج جب کھول دیئے جائیں گے تو قیامت کا وعدہ قریب ہوگا۔ (القرطبی)

۳ جو چیزیں جاندار اور ذی عقل ہیں اگر لوگوں نے انکو معبود بنا لیا ہو اور وہ اپنی پوجا کرانے پر راضی ہوں جیسے شیاطین اور انسانوں میں سے فرعون' نمرود وغیرہ تو وہ بھی مَا تَعْبُدُوْنَ کے حکم میں داخل ہیں انکو بھی جہنم کا ایندھن بنایا جائیگا۔ باقی وہ مقدس عقلمند ہستیاں جو کسی سے اپنی عبادت کرانی نہیں چاہتے اور نہ وہ اپنے کو معبود کہنے پر راضی تھے نہ اس حرکت کو پسند کرتے تھے وہ مَاتَعْبُدُوْنَ کے حکم سے خارج ہیں [مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت عزیر یا ملائکہ وغیرہ] کوئی کسی دوسرے کا گناہ اپنے اوپر نہیں اٹھا سکتا۔ اس تفصیل و توضیح کی ضرورت اس لئے پڑی کہ اکثر محققین لغت کے نزدیک ''مَا'' کا لفظ عام ہے ذی عقل اور غیر ذی عقل دونوں کو شامل ہے اس لئے مراد کی تعیین ضروری ہے۔ علامہ بیضاوی نے اس جگہ ایک حدیث نقل کی ہے کہ ابن زبعری نے یہ آیت سن کر دریافت کیا کہ کیا یہ حکم ہمارے ہی معبودوں کیلئے مخصوص ہے یا لِکُلِّ مَنْ عُبِدَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ یعنی ان تمام لوگوں کا بھی یہی حکم ہے جنکی پوجا اللہ کے سوا کی گئی ہو۔ آپ نے فرمایا: بَلْ لِكُلِّ مَنْ عُبِدَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کیساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر اس شخص کا وہی حکم ہے جسکی عبادت اللہ کے سوا کی گئی ہو۔ حَصَبُ جَهَنَّمَ: وہ چیز جو جہنم میں پھینکی جائے اور اس سے جہنم کی آگ کو بھڑکایا جائے۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ پتھر یا سنگ ریزے پھینکنے کو کہا جاتا ہے۔ حضرت مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں کہ یمنی زبان میں حَصَبٌ جلائی جانے والی لکڑیوں کو کہا جاتا ہے' حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے جسکا معنی ہے جلائی جانے والی لکڑیاں یعنی ایندھن۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قرأت میں حَصَبُ کی جگہ حَطَبُ یعنی ایندھن آیا ہے۔ (مظہری) اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ: یہ خطاب مشرکین سے انکے بتوں سمیت ہے' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ خطاب بتوں کو مع انکے پجاری ہو۔ (القرطبی) ۴ جسکا عذاب سے مواخذہ ہو وہ الٰہ نہیں ہوسکتا ہے [اور یہاں حال یہ ہے کہ مشرکین اللہ کے سوا جن جن کو الٰہ بنا بیٹھیں ہیں ان سب کا مواخذہ ہوگا] اس لئے ان میں سے کوئی بھی الٰہ نہیں ہے (بیضاوی) ۵ حضرت حسن کہتے ہیں کہ زَفِیْرٌ آگ کے شعلوں کو کہتے ہیں یعنی جب آگ کے شعلے بلند ہونگے اور یہ لوگ جہنم سے نکلنے کی کوشش کرینگے تو انھیں لوہے کی گرز سے مارا جائیگا پس اس مار کی وجہ سے یہ لوگ ستر خریف نیچے چلے جائیں گے۔ امام خلیل کہتے ہیں کہ انسان جب اپنے سینے میں غم بھر لے پھر جب سانس لے تو اسے زفیر کہتے ہیں۔ ابو مسلم کہتے ہیں کہ عام عذاب والے کی آواز کو زفیر کہتے ہیں۔ وَهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ: یعنی جہنم میں مشرکین کے معبود انکی چیخ و پکار نہ سنیں گے مطلب یہ ہے انکی پکار پر انکی دادرسی نہ کریں گے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کفار کیلئے آگ کے بنے ہوئے مکانات ہونگے اور ایک مکان کے بعد دوسرا مکان ہوگا اس لئے وہ کچھ نہ سن سکیں گے۔ (تفسیر کبیر)

مُبۡعَدُوۡنَ ﴿١٠١﴾ لَا يَسۡمَعُوۡنَ حَسِيۡسَهَا ۚ وَهُمۡ فِىۡ مَا

دور گردانند نشوند آواز دوزخ و ایشاں اندر آنچہ

دور رکھا جائیگا ۱؎ دوزخ کی آواز تک نہ سنیں گے اور اس میں جسے انکے تن نے

اشۡتَهَتۡ اَنۡفُسُهُمۡ خٰلِدُوۡنَ ﴿١٠٢﴾ لَا يَحۡزُنُهُمُ الۡفَزَعُ

آرزو کنند تنہائے ایشاں ہمیشہ باشند اندوہگین نکند ایشانرا ترس

چاہا ہمیشہ رہیں گے ۲؎ غمگین نہ کریگا انھیں سب سے

الۡاَكۡبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوۡمُكُمُ الَّذِىۡ

بزرگ تر و پیش آیند نیک بختان فرشتگان ایں است روز شما آنکہ

بڑا خوف اور فرشتے انکی پیشوائی کیلئے آئینگے یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا

كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿١٠٣﴾ يَوۡمَ نَطۡوِى السَّمَآءَ كَطَىِّ السِّجِلِّ

بودند وعدہ دادہ شوید روزیکہ تا ماندیم آسمان مانند نوشتن نامہ

تمہیں وعدہ دیا گیا تھا ۳؎ جس روز ہم آسمان کو صحیفہ لپیٹنے کی طرح لپیٹ دیں

لِلۡكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاۡنَاۤ اَوَّلَ خَلۡقٍ نُّعِيۡدُهٗ ؕ وَعۡدًا عَلَيۡنَا ؕ اِنَّا

مر کتابہا چنانکہ بیا فریدیم ما اول بار نیا فریدیم اور واجب ست وعدہ بر ما ہر آئنہ ما

کتابوں کیلئے، جیسا کہ ہم نے پیدا کیا پہلی بار پھر لوٹائیں گے اسے ہمارے (کرم کے ذمے) وعدہ واجب ہے

كُنَّا فٰعِلِيۡنَ ﴿١٠٤﴾ وَلَقَدۡ كَتَبۡنَا فِى الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ بَعۡدِ

بودیم کنندگان و ہر آئنہ بنوشتیم ما در زبور از پس

بیشک ہم کرنے والے ہیں ۴؎ اور بیشک ہم نے لکھ دیا زبور میں توریت کے بعد

الذِّكۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ يَرِثُهَا عِبَادِىَ الصّٰلِحُوۡنَ ﴿١٠٥﴾

توریت ہر آئنہ زمین میراث برند بندگان من نیکوکاران

کہ بیشک زمین میرے نیکوکار بندوں کیلئے میراث بنے گی ۵؎

۱؎ حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جسوقت آیت اِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنۡتُمۡ لَهَا وَارِدُوۡنَ نازل ہوئی تو ابن زبعری نے کہا کہ سورج، چاند، ملائکہ اور عزیر کی بھی پرستش کی جاتی ہے پھر تو یہ سب بھی ہمارے معبودوں کیساتھ آگ میں جھونکے جائیں گے اس پر یہ آیت اور [سورہ زخرف کی آیت] وَلَمَّا ضُرِبَ ابۡنُ مَرۡيَمَ مَثَلًا تا خَصِمُوۡنَ نازل ہوئیں (لباب النقول فی اسباب النزول) محمد بن حاطب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں سنا آپ منبر پر تھے اور یہی آیت تلاوت فرما رہے تھے پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: عثمان ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں جہنم سے دور رکھا جائیگا (القرطبی) بعض اہل کبار کہتے ہیں کہ ظاہری حسنِ عنایت اہل اصطفا میں چار ہیں (۱) کونین سے الگ تھلگ (۲) دارین میں اللہ تعالیٰ کی لقاء سے راضی ہونا (۳) اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کیساتھ گذارے یعنی اسکے احکام کی پابندی کرے (۴) اللہ تعالیٰ کی قدرت کے انوار کا اس سے ظہور ہو یعنی فراساتِ صادقہ اور کراماتِ ظاہرہ سے۔ اسی طرح باطنی حسنِ عنایت بھی چار ہیں (۱) اپنے اندر نورِ ایمان کی روشنی پاتا ہو (۲) علومِ غیبیہ کا انفتاح (۳) مکاشفاتِ قائمہ (۴) معارفِ کاملہ (روح البیان)

۲؎ یعنی ایسے لوگ غیاتِ تنعیم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (بیضاوی)

۳؎ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں فزع اکبر سے مراد صور کا آخری نفخہ یعنی دوبارہ صور پھونکنا ہے۔ [میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نفخہ آخیرہ سے مراد وہ نفخہ ہے جو دنیا کے اختتام پر ہوگا یعنی نفخۂ اولیٰ جس سے دنیا کا خاتمہ ہو جائیگا] بعض نے کہا کہ نفخہ سے بیہوشی مراد ہے۔ ابن عربی نے کہا کہ نفخات تین ہونگے۔ نفخہ فزع، نفخہ صعق اور نفخہ بعث۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ فزع اکبر اسوقت ہوگا جب لوگوں کو دوزخ کی جانب لے جانے کا حکم دیا جائیگا۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ فزع اکبر اسوقت ہوگا جب موت کو ذبح کر دیا جائیگا اور ندا آئیگی اے دوزخ والو! دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے اور موت بھی نہیں آئیگی۔ حضرت سعید بن جبیر اور حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ یہ وہ وقت ہوگا جب دوزخ کو اوپر سے سربند کر دیا جائیگا اور دوزخ کا سرپوش اسوقت بند کر دیا جائیگا جب اسکے اندر سے ان لوگوں کو نکالا جاچکا ہوگا جن کو اللہ تعالیٰ نکالنا چاہے گا۔ (مظہری) ۴؎ یعنی ہم آسمانوں کو اسطرح لپیٹ دینگے جس طرح کاغذ کو لکھنے کیلئے تہ کیا جاتا ہے، یا یہ مطلب ہے کہ جس طرح لکھے جانے والے مضمون کیلئے کاغذ کو تہ کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر اہل علم نے یہ مطلب بیان کیا۔ جس طرح لکھے ہوئے کثیر مضامین کی وجہ سے کاغذ کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ سجل اس فرشتہ کا نام ہے جو بندوں کے اعمال لکھا کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح سجل فرشتہ اعمال ناموں کو لپیٹ دیتا ہے اسی طرح ہم آسمانوں کو لپیٹ دینگے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ سجل رسول اللہ ﷺ کا ایک کاتب تھا۔ كَمَا بَدَاۡنَاۤ اَوَّلَ خَلۡقٍ نُّعِيۡدُهٗ مطلب یہ ہے کہ جس طرح انسان کی ابتدائی تخلیق ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے کی ہے اسی طرح دوبارہ اس کو لوٹا کر لے آئیں گے، قدرت قدیمہ کے اندر انسان کی دونوں تخلیقیں داخل ہیں اور دونوں ممکن ہیں اور ہر طرح احاطۂ قدرت میں داخل ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور فرمایا: لوگو! تم لوگ برہنہ بدن، غیر مختون اور برہنہ پاؤں قبروں سے اٹھ کر اللہ کی طرف پیدل لے جائے جاؤ گے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا: سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائیگا (مظہری) ۵؎ حضرت سعید بن جبیر اور مجاہد وغیرہ کہتے ہیں کہ زبور تو وہ کتاب ہے جو نازل کی گئی اور ذکر وہ کتاب ہے جو آسمان میں ام الکتاب ہے۔ حضرت قتادہ اور حضرت شعبی کہتے ہیں کہ یہاں زبور سے مراد قرآن اور ذکر سے مراد توریت ہے (تفسیر کبیر)

إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَٰغًا لِّقَوْمٍ عَٰبِدِينَ ﴿١٠٦﴾ وَمَا أَرْسَلْنَٰكَ

ہر آئنہ دریں رسانیدن ست مر قومیرا کہ پرستدگانند و نہ فرستادیم ترا

بیشک اس میں (احکام خدا کی) تبلیغ ہے ایسی قوم کیلئے جو عبادت گذار ہوا اور نہیں بھیجا تمہیں مگر عالمین

إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَٰلَمِينَ ﴿١٠٧﴾ قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ

مگر رحمت مر عالمیانرا بگو جز ایں نیست وحی کردہ شد بسوے من جز ایں نیست خداے شما

کیلئے رحمت (بنا کر) ۲ آپ فرما دیجئے اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ وحی کی گئی ہے میری جانب کہ تمہارا خدا

إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٠٨﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ

خدای یگانہ است پس آیا شما مسلمانید پس اگر روے بگردانید پس بگو

ایک خدا ہے تو کیا تم سب مسلمان ہوتے ہو ۳ پس اگر منہ پھیریں تو آپ فرما دیجئے

ءَاذَنتُكُمْ عَلَىٰ سَوَآءٍ ۖ وَإِنْ أَدْرِيٓ أَقَرِيبٌ أَم بَعِيدٌ مَّا

خبردار ساختیم شما را بر بیان آشکارا و من ندانم بی او بزدیک ست یا دور است آنچہ

میں نے تمہیں واضح بیان پر خبر دار کیا اور میں نہیں جانتا اسکے (بتائے) بغیر کہ نزدیک ہے

تُوعَدُونَ ﴿١٠٩﴾ إِنَّهُۥ يَعْلَمُ ٱلْجَهْرَ مِنَ ٱلْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا

وعدہ کروند شما را ہر آئنہ او میداند آشکارا از گفتار و میداند آنچہ

یا دور ہے وہ وعدہ جو تم سے کیا گیا ہے ۴ وہ جانتا ہے ظاہر بات کو اور جانتا ہے جو تم چھپا رکھتے ہو ۵ اور میں نہیں جانتا

تَكْتُمُونَ ﴿١١٠﴾ وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُۥ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَٰعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿١١١﴾

پنہاں دارید و نمیدانم من بجز او آزمایش شما را و بر خورداری

اسکے سوا کہ تمہارے لئے آزمائش ہے اور برتنا ہے موت کے وقت تک ۶ آپ فرما دیجئے اے میرے رب

قَٰلَ رَبِّ ٱحْكُم بِٱلْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا ٱلرَّحْمَٰنُ ٱلْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١١٢﴾

تا وقت اجل بگواے پروردگار من حکم کن براستی و پروردگار ما خدا سے یاری از و خواہم بر آنچہ صفت میکنید

فیصلہ فرما حق کیساتھ اور ہمارا رب اللہ ہے اسی سے میں مدد چاہتا ہوں اس پر جو تم بیان کرتے ہو ۷

۱ یعنی اس سورت میں جو وعظ اور تنبیہ گذری ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے یعنی یہ قرآن نصیحت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ عَابِدِيْنَ سے مراد پانچ وقت کی نماز ادا کرنے والے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اطاعت گذار ہیں آپ ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ امت محمدیہ ﷺ ہے جو پانچ وقت کی نماز ادا کرتے ہیں اور ماہِ رمضان کے روزے رکھتے ہیں (القرطبی)

۲ نبی کریم ﷺ دین اور دنیا دونوں کیلئے رحمت ہیں۔ دین میں اس اعتبار سے کہ آپکو مبعوث فرمایا درآنحالیکہ لوگ جہالت اور گمراہی میں پڑے ہوئے تھے اور اہل کتاب کافی عرصہ سے نبی نہ آنے کی وجہ سے اپنے معاملات میں حیرانگی کا شکار تھے۔ دوسری وجہ: آپ سے پہلے جتنے نبی تشریف لائے اگر انکی قوم نے انکی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان جھٹلانے والوں پر اپنا عذاب نازل فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپکی قوم سے عذاب کو موت تک یا قیامت تک کیلئے مؤخر فرما دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ یعنی اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ ان پر عذاب کرے درآنحالیکہ آپ ان میں موجود ہوں۔ تیسری وجہ: نبی کریم ﷺ حسنِ خلق کی انتہا پر فائز تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ''اور بیشک آپ خلق عظیم پر فائز ہیں'' حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ ان مشرکین کے خلاف دعا فرمائیں، یہ سنکر آپ نے فرمایا مجھے اللہ نے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور میں عذاب بن کر نہیں آیا ہوں۔ چوتھی وجہ: حضرت عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں کہ آپ مؤمنین کیلئے خاص رحمت بن کر تشریف لائے۔ واضح رہے کہ اس آیت سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ملائکہ سے بھی افضل ہیں اس لئے کہ عالمین میں ملائکہ بھی شامل ہیں اور آپ ملائکہ کیلئے بھی رحمت ہیں تو ضروری ہوا کہ آپ ان سے افضل ہوں۔ (تفسیر کبیر) جاننا چاہئے کہ نبی کریم ﷺ کی حیات [ظاہری] اور آپکا وصال (حیات باطنی) دونوں رحمت ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: میری حیات تمہارے لئے خیر ہے اور میری ممات تمہارے لئے خیر ہے، عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپکی حیات ہمارے لئے خیر ہے لیکن آپکی ممات ہمارے لئے کس طرح خیر ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھ پر تمہارے اعمال ہر پیر اور جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں پس جسکا عمل بہتر ہوتا ہے میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جسکا عمل شر ہوتا ہے میں اس کیلئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ (روح البیان) حدیث میں ہے کہ میں رحمت اور ہدایت دینے والا ہوں پس جو اس رحمت کو قبول کرے اور اس نعمت پر شکر بجالائے وہ دین و دنیا میں سعادت مند ہوگا (صفوۃ التفاسیر) ۳ پس اللہ تعالیٰ کو کسی کیساتھ شریک ٹھہرانا جائز نہیں ہے اسکی توحید کا اقرار کر کے اسی کی بارگاہ میں تم سب گردن جھکاؤ۔ (القرطبی) ۴ یعنی تمہیں معلوم ہوگیا کہ توحید کے باب میں تم پر کیا لازم ہے۔ اس آیت کی غرض یہ ہے کہ کفار کی جانب سے ہر عذر کو ختم کر دیا جائے تا کہ وہ یہ نہ کہیں کہ ''اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کسی رسول کو کیوں مبعوث نہ فرمایا''۔ (تفسیر کبیر) ۵ یعنی اعلانیہ جو اسلام پر طعن کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے واقف ہے اور مسلمانوں سے دشمنی اور کینہ جو چھپائے ہوئے ہو اسکو بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے وہ یقیناً تم کو اسکی سزا دیگا۔ اس آیت سے نفاق پر زجر اور اخلاص کی ترغیب دینی مقصود ہے (مظہری) ۶ یعنی باوجودیکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن سے واقف ہے پھر بھی تم کو عذاب میں مبتلا نہیں کرتا اس تاخیر کی وجہ مجھے معلوم نہیں۔ شاید یہ تاخیر تمہارے لئے ڈھیل ہو جو تمہارے لئے مزید فتنہ میں پھنس جانے کا سبب ہو۔ (مظہری) ۷ یعنی ہمارے اور اہل مکہ کے درمیان عدل سے فیصلہ فرما دے، عذاب کی عجلت کے بارے میں اور ان پر سختی کے بارے میں۔ (بیضاوی) اس سورت کا اختتام اس مسئلہ پر ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ اپنے سارے معاملات کو اللہ کی جانب سپرد کر دیں اور آپکو جو غم پہنچا ہے اس غم کو ہٹانے کی امید اللہ ہی سے رکھیئے۔ (القرطبی)

سُورَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَسَبْعُونَ اٰيَةً وَعَشْرُ رُكُوعَاتٍ

سورہ حج مدنی ہے اور اس میں ٧٨ آیات اور دس رکوع ہیں ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بنام خدا بخشایندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ

اے مردمان بترسید پروردگار شما ہر آئنہ زلزلہ قیامت چیزے

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بیشک قیامت کا زلزلہ بڑی

عَظِيْمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ

بزرگ است آنروز کہ بیند قیامت مشغول شود ہر شیر دہندہ از آنچہ

چیز ہے ٢ جس روز قیامت کو دیکھو گے مشغول ہو گی ہر دودھ پلانے والی اس سے کہ

اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ

شیر دہد از فرزندان و بنہند ہر خداوند باری بار شکم خویش و بہ بینی مردمانرا

دودھ پلائے فرزندوں کو اور رکھ دیگی ہر بوجھ والی اپنے شکم کے بوجھ کو اور تو دیکھے گا لوگوں کو

سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ②

مستان خمر و نیستند ایشاں مستان خمر و لیکن عذاب خدای سخت است

شراب کے نشہ میں اور وہ سب شراب کے نشہ میں نہ ہونگے لیکن اللہ کا عذاب سخت ہے ٣

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ

و از مردمان کیست کہ خصومت کند در دین خدای بنا دانش و پیروی کند

اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ کے دین میں بغیر علم کے اور پیروی کرتے ہیں

١ ٥١٧٥ حروف اور ١٢٩١ کلمات ہیں (غرائب القرآن)
اس سورت کا موضوع ایمان وتوحید انذار وتخویف بعثت و جزا مشاہدہ قیامت اور اس کی ہولناکیاں اذن بالقتال احکام حج وحدی اور جہاد فی سبیل اللہ کا حکم وغیرہ۔ اس سورت کا نام حج اس لئے ہے کہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ واقعہ ہے جس میں آپ نے لوگوں کو حج کیلئے بلایا۔ (صفوۃ التفاسیر)

٢ یہ خطاب تمام بنی نوع انسان کو ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور اسکے حکم کی اطاعت کرو اور اسکے نواہی سے اپنے آپکو بچاؤ۔ اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور اسکے محارم سے بچنے کا نام تقویٰ ہے اس لئے بعض علماء کہتے ہیں کہ تقویٰ یہ ہے کہ جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے وہ اپنے آپکو وہاں نہ پائے اور جن چیزوں کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہاں سے اپنے آپکو غیب نہ پائے پھر تقویٰ اپنانے کی علت بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوا کہ بیشک زلزلہ بڑی چیز ہے (صفوۃ التفاسیر)

٣ حضرت حسن نے آیت کا مطلب اسطرح بیان کیا کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے شیر خوار بچے کو دودھ پلانے سے غافل ہو جائیگی اور حاملہ کو ناقص اسقاط ہو جائیگا۔ وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى: اس آیت کی تفسیر میں حضرت حسن نے کہا کہ خوف کی وجہ سے تم لوگوں کو سکر کی حالت میں نظر آئیں گے وہ شراب کا نشہ نہ ہوگا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہوگا جسکی وجہ سے لوگوں کی یہ حالت ہو گی۔ علامہ بیضاوی کہتے ہیں کہ تَرَوْنَ بصیغۂ جمع اور تَرَى بصیغۂ واحد اس لئے ذکر کیا کہ ساعت یعنی قیامت کے دیکھنے والے تو سب ہی ہونگے سب ہی قیامت کو دیکھیں گے اور نشہ کی حالت میں ہر شخص دوسرے کو دیکھے گا۔ عذاب کا ہول ہوش پراگندہ کر دیگا اوسان خطا ہو جائینگے۔ جو لوگ زلزلۂ قیامت کو علامات قیامت میں سے کہتے ہیں اور قیامت سے پہلے انکا وقوع مانتے ہیں وہ اپنے قول کے ثبوت کیلئے ان آیات کو پیش کرتے ہیں ان آیات میں ہر دودھ پلانے والی کا اپنے شیر خوار بچے سے غافل ہو جانا اور حاملہ کا حمل ساقط ہو جانا اور ہر شخص کا نشہ کی حالت میں دکھائی دینا بیان کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ زلزلہ کا واقعہ قیامت کے وقوع سے پہلے ہوگا۔ مُردوں کے جی اٹھنے کے بعد تو نہ کوئی دودھ پلانے والی ہوگی نہ دودھ پینے والا بچہ نہ کوئی حاملہ نہ کوئی حمل۔ بعض لوگ زلزلۂ ساعت کو نفخۂ اول سے پہلے مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس روز حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ اپنی اولاد میں سے دوزخ کا حصہ نکالو اسی روز زلزلہ بھی آئیگا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرمائیگا: آدم! حضرت آدم علیہ السلام جواب دینگے حاضر حاضر اور ساری بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا دوزخ میں جانے والا حصہ نکالو۔ آدم علیہ السلام عرض کرینگے دوزخ کا کتنا حصہ ہے۔ ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے اسوقت بچے بوڑھے ہو جائینگے اور ہر حاملہ عورت اسقاط حمل کر یگی تم لوگوں کو متوالا دیکھو گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہونگے بلکہ اللہ کا عذاب سخت ہوگا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ ہزار میں سے ایک ہم سے کون ہوگا؟ فرمایا: تم میں سے [ایک دوزخی] ہوگا اور یاجوج ماجوج میں سے ہزار پھر فرمایا: قسم ہے اسکی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے میں امید رکھتا ہوں کہ تم جنت والوں کا چہارم حصہ ہوگے ہم نے یہ سن کر تکبیر کہی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کا ایک تہائی حصہ ہوگے ہم نے یہ سنکر تکبیر کہی آپ نے فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ اہل جنت کے آدھے ہوگے ہم نے اللہ اکبر کہا۔ فرمایا تم لوگ دوسرے لوگوں کی بہ نسبت [دوزخ میں] اتنے ہوگے جیسے ایک کالا بال سفید کی کھال پر یا جیسے ایک سفید بال کالے بیل کی کھال پر۔ یہ حدیث دلالت کر رہی ہے کہ بچہ کا بوڑھا ہو جانا حاملہ کا حمل گر جانا اور دوزخ کا حصہ نکالنے کا حکم ایک ہی وقت میں ہوگا بلکہ مُردوں کا قبروں سے اٹھایا جانا زلزلہ سے پہلے ہوگا۔ (مظہری)

كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ﴿٣﴾ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ

ہر دیو رانده شده نوشته شد برو ہر آئنه او ہر که متابعت کند دیو را پس او

ہر شیطان راندے ہوئے کی۔ ۱ ان پر لکھ دیا گیا کہ ان میں سے جو کوئی شیطان سے دوستی کریگا

يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿٤﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ

گمراه کند او را و راه نماید او را بسوے عذاب دوزخ اے مردمان

تو بیشک وہ اسے گمراہ کر دیگا اور اسکی رہنمائی کریگا دوزخ کے عذاب کی جانب ۲ اے لوگو!

اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ

اگر ہستید شما در شبہ از برانگیختن پس ہر آئنه ما بیافریدیم شما را از

اگر تم دوبارہ اٹھائے جانے کے بارے میں شک میں ہو تو بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا

تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ

خاک باز نطفه باز از علقه پس از گوشت پاره

مٹی سے پھر نطفہ سے پھر علقہ سے اسکے بعد گوشت کے ٹکڑے سے

مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۭ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ

صورت تمام و صورت نا تمام تا بیان کنیم برائے شما و بگذاریم در رحمہا

مکمل صورت اور نا تمام صورت تا کہ ہم بیان کریں تمہارے لئے، اور ہم چھوڑے رکھتے ہیں رحموں میں

مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ

ہر کرا خواہیم تا وقتی شمرده باز بیروں آریم شما را کودکان پس

جسے ہم چاہیں ایک وقت مقررہ تک پھر ہم تمہیں بچہ (بنا کر) باہر لاتے ہیں پھر

لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ

تا برسید بنہایت قوت خویش و از شما کسیکه میکرداند او را و از شما کیست

اس لئے کہ تم پہنچ جاؤ اپنی جوانی کو اور تم میں سے کچھ وہ ہیں جسے وفات دی جاتی ہے اور تم میں سے کچھ وہ ہیں ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ ابن ابی حاتم نے ابو مالک سے اس آیت کے بارے میں روایت کی ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی (لباب النقول فی اسباب النزول) جب اللہ تعالیٰ نے قیامت کی ہولنا کیاں بیان کرلیں اور لوگوں کو تقوی کی دعوت دیدی تو اب اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر فرما رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں لڑائی کرتے ہیں۔ یہاں یہ بیان بھی مقصود ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زلزلہ اور قیامت کی ہولنا کیوں سے ڈرایا تو چاہیئے تھا کہ وہ سب تقوی اپناتے لیکن اسکے بجائے وہ لوگ دینِ الٰہی میں جھگڑنے لگے۔ وَمِنَ النَّاسِ: اس میں دو احتمالات ہیں (۱) ناس سے وہ لوگ مراد ہیں جو مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے سے انکار کرتے ہیں۔ اس پر یہ آیت دلالت کرتی ہے اَوَ لَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ یعنی کیا انسان کو معلوم نہیں کہ ہم نے اسے ایک بوند سے پیدا کیا۔ ناس سے مراد عام منکرین بعث ہونے پر ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ اس آیت سے پہلے دوبارہ جی اٹھنے کی صفت بیان کی گئی ہے۔ (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ناس سے مراد نضر بن حارث ہے جو قرآن کی تکذیب کرتا تھا اور اسے اگلوں کی کہانی کہتا تھا اور لوگوں سے یہ کہتا کہ تمہارے پاس محمد (ﷺ) جو کچھ لیکر آئے ہیں وہ ایسا ہی ہے جیسے میں تمہیں گذرے ہوئے لوگوں کی کہانی سناتا ہوں۔ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ: اسکے بارے میں دو اقوال ہیں (۱) یہاں شیطان سے شیاطین انس مراد ہیں اور یہ کفار کے وہ سرداران ہیں جو لوگوں کو کفر کی جانب بلاتے ہیں (۲) اس سے مراد ابلیس اور اسکا لشکر ہے (تفسیر کبیر)

۲ یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ حکم اور فیصلہ کر دیا ہے کہ جو کوئی شیطان کو متولی اور اپنا دوست بنائیگا وہ اسے گمراہ کر کے جہنم کی طرف لے جائیگا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۳ خَلَقْنٰكُمْ: ہم نے تمہاری جنس کو یعنی آدمی کو پیدا کیا۔ لفظ كُمْ اس بچے کو بھی شامل ہے جو گر جاتا ہے، ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ آدمی بننے کی اس میں بھی صلاحیت ہوتی ہے۔ مِنْ تُرَابٍ: یعنی تمہارے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ مُخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہے مکمل بناوٹ والا اور نا تمام ساخت والا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے جسکی صورت بنا دی گئی ہو۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ مُخَلَّقَةٍ سے وہ بچہ مراد ہے جو اپنی پوری مدت حمل گذار کر اپنے وقت پر پیدا ہوتا ہے اور غَيْرَ مُخَلَّقَةٍ سے مراد ہے وہ بچہ جو وقت سے پہلے ساقط ہو جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ مُخَلَّقَةٍ وہ بچہ جو ٹھیک درست حالت میں پیدا ہو نہ اسکے اعضاء میں کوئی کمی ہو نہ عیب ہو اور غَيْرَ مُخَلَّقَةٍ وہ بچہ جو ناقص الخلقت ہو یا عیب دار ہو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحم کے اندر جب نطفہ کا ٹھہراؤ ہو جاتا ہے تو ایک فرشتہ اسکو اپنے ہاتھ میں لیکر عرض کرتا ہے اے میرے رب! یہ مخلقہ ہے یا غیر مخلقہ ہے اگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے غیر مخلقہ تو رحم اسکو خون کی شکل میں باہر پھینک دیتا ہے اور وہ جاندار نہیں بن سکتا اور اگر اللہ مخلقہ فرماتا ہے تو فرشتہ عرض کرتا ہے نر یا مادہ، بد بخت یا نیک بخت، اسکی مدتِ زندگی کتنی ہے اور اسکا عمل کیسا ہے اسکا رزق کیا ہے حکم ہوتا ہے جا لوح محفوظ کو جا کر دیکھ تجھے سب کچھ اس میں مل جائیگا، فرشتہ جاتا ہے اور اس میں سب کچھ لکھا پاتا ہے اور اسکی نقل کر دیتا ہے اور وہ نقل اسکے پاس رہتی ہے۔ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا: یعنی جسطرح ابتدائے طفولیت میں فہم کی کمی اور دانش کی کمزوری کی وجہ سے کچھ نہیں جانتا تھا انتہائی بوڑھا ہونے کے بعد بچپن کی ہیئت پر ہو جائے اور زندگی میں جو کچھ جانتا تھا اسکو بھول جائے۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے اسکی یہ حالت نہیں ہوتی۔ امکانِ حشر کی یہ دوسری دلیل ہے۔ مختلف حدودِ عمر میں انسان کے احوال بدلتے رہتے ہیں اور متضاد امور اس پر وارد ہوتے رہتے ہیں اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے تو جو ذات ان تبدیلات و تغیرات پر قادر ہے وہ ان جیسی تبدیلات دوبارہ بھی کر سکتی ہے اس لئے بعث بعد الموت ثابت ہے اور اسکی دلیل خود انسان کے اندر موجود ہے۔ (مظہری)

يُرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ
که باز گرداند بسوے خوار ترین زندگانی تا نداند از پس دانش چیزے
کہ جسے لوٹا دیا جاتا ہے خوار ترین عمر کی جانب تا کہ نہ جانے کچھ جاننے کے بعد

وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ
و می بینی زمین را خشک شده پس چوں فرستادیم ما براں آب زمین را
اور تو زمین کو خشک شدہ دیکھتا ہے پس جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو زمین لہلہانے

وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ۝۵ ذٰلِكَ بِاَنَّ
افزون شود و رویاند از ہر نبات زیبا ایں سبب آنست
اور ابھرنے لگتی ہے اور ہر طرح کے خوشنما نباتات اگانے لگتی ہے یہ سب اس سبب سے ہے کہ

اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ
خدا او راست و آنکہ او زندہ کند مردگانرا و آنکہ او بر ہمہ
اللہ ہی حق ہے اور یہ کہ وہ زندہ کرتا ہے مردوں کو اور یہ کہ وہ ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۶ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ
چیز توانا ست و ہر آئنہ قیامت آیندہ است نیست شبہ دراں
قادر ہے ۱ اور بیشک قیامت آنے والی ہے نہیں ہے شبہ اس میں

وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝۷ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ
و ہر آئنہ خدای بر انگیزد ہر کہ در قبرہا ست و از مردمان کیست کہ
اور بیشک اللہ جو قبروں میں ہیں سب کو اٹھائیگا ۲ اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو

يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝۸ ثَانِيَ
خصومت کند در دین خدای بنا دانش و بے راہ نمودنی و نہ کتاب روشن
جھگڑتے ہیں اللہ کے دین میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ جب اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا مسئلہ بیان فرمادیا تو اب چند امور بیان فرمارہا ہے۔(۱) بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ: حق وہ ہے جو موجود اور ثابت ہو گویا کہ اللہ تعالیٰ یہ بیان فرمارہا ہے کہ یہ سارے وجود جو بیان کئے گئے ہیں اپنے صانع کے وجود پر دلالت کرتے ہیں (۲) وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى: اس سے تنبیہ مقصود ہے کہ جب اللہ کیلئے ان اشیاء کا ایجاد محال نہیں ہے تو ان اشیاء کا دوبارہ پیدا کرنا کیونکر محال ہوسکتا ہے (۳) وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ: یعنی وہ ذات جو ان اشیاء کو ایجاد کرسکتی ہے وہ واجب الانصاف بالقدرت بھی ہے اور جو اس شان والا قادر مطلق ہو اس کیلئے اشیاء کو دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔(تفسیر کبیر) ذَالِکَ ہے مذکورہ بالا تفصیل کی طرف سے اشارہ ہے یعنی انسان کی نیرنگیاں، تضاد احوال، مردہ ہونے کے بعد زمین کا زندہ ہو جانا اور سبزہ ہو کر لہلہا جانا اس سبب سے ہے کہ اللہ ہی حق ہے بذاتِ خود متحقق ہے واجب الوجود ہے اسکی وجہ سے دوسری تمام چیزوں کا وجود ہے اگر وہ نہ ہوتا تو کسی ممکن کا پردہ عدم سے نکل کر سطح وجود پر آنا ممکن نہ ہوتا اور وہی بے جان نطفہ اور مردہ زمین کو زندگی عطا فرماتا ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر قابو رکھتا ہے کیونکہ اسکی قدرت بذاتِ خود ہے اور اسکی قدرت کی ہر چیز سے نسبت برابر ہے اس لئے کوئی چیز بھی اسکی قدرت سے باہر نہیں اور مشاہدہ دلالت کررہا ہے کہ وہ بعض مردوں کو زندہ کرتا ہے اور یہ اسکی قدرت سے خالی نہیں ہوسکتا، اور ہر مردہ کو زندہ کرسکتا ہے خواہ وہ بوسیدہ ریزہ ریزہ ہڈی ہوجائے۔(مظہری)

۲ اول الذکر تینوں جملے علتِ فاعلہ کو ظاہر کررہے ہیں یعنی انسان کی تخلیق، نیرنگیاں اور متضاد احوال اور مردہ زمین کو زندہ کرنا علتِ فاعلہ کی حیثیت میں ہے اور آخر کے دونوں جملے نتیجۂ دلیل یا علتِ غائیہ کی طرح ہیں انسان وغیرہ کی تخلیق بیکار نہیں ہے آدمی کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت وعبادت ہے۔ معرفت پر عبادت مرتب ہوتی ہے اور عبادت پر جزا وسزا کی بنا ہے۔ اگر قانون جزا وسزا نہ ہوتو مؤمن اور منکر فرمانبردار و مجرم مساوی ہوجائینگے اور عدل کا تصور ختم ہوجائیگا۔ اللہ نے فرمایا: کیا ہم اہل طاعت کو مجرم کی طرح کردینگے تمہارا یہ فیصلہ کیسا ہے۔(مظہری) ۳ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی، کہا گیا ہے کہ ابوجہل بن ہشام کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ آیت اور اس سے پہلی والی آیت دونوں ایک فریق کے بارے میں نازل ہوئی۔ مکرر نازل کرنے کا مقصد ذم میں مبالغہ ہے، گویا کہ یوں کہا گیا کہ نضر بن حارث وہ ہے جو اللہ کے دین میں جھگڑا کرتا ہے اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتا ہے اور نضر بن حارث وہ ہے جو اللہ کے دین میں جھگڑتا ہے بغیر علم، بغیر ہدایت اور بغیر کتاب منیر کے، تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے گمراہ کرے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دس کے لگ بھگ آیات نضر بن حارث کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں۔ پس پہلی آیت میں یہ بیان کیا گیا کہ وہ دوبارہ جی اٹھنے کا انکار کرتا تھا اور اب اس آیت میں یہ بیان ہورہا ہے کہ وہ نبوت کا انکار کرتا تھا اور اس بات کا انکار کرتا تھا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نضر بن حارث کہتا تھا کہ ملائکہ بنات اللہ ہیں۔ یہ اللہ کے بارے میں جدال ہے۔(القرطبی) علم سے مراد علم بدیہی اور ھدی سے مراد علم استدلالی ونظری جو معرفت الٰہیہ تک پہنچانے والا ہو اور کتاب روشن سے مراد کسی آدمی پر اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب جو حق کی مظہر ہو انسانی علم کے یہی تین ذرائع ہیں [علم ضروری یعنی علم بدیہی جو نظر وفکر اور سوچ وبچار کا محتاج نہیں ہے محض حسی ہے، دوسرا علم نظری واستدلالی جو غور وفکر اور ترتیب معلومات کے بعد حاصل ہوتا ہے، تیسرا نقلی علم جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب سے حاصل کیا گیا ہو](مظہری)

عِطۡفِهٖ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ ؕ لَهٗ فِى الدُّنۡيَا

کردارند کتف خویش تا گمراه کند از راه خدای او را ست در دنیا

اپنے شانے کو موڑے ہوئے ہیں تا کہ اللہ کے راستے سے گمراہ کرے اس کیلئے دنیا میں

خِزۡىٌ‌ وَّنُذِيۡقُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عَذَابَ الۡحَرِيۡقِ ۹

رسوای و بچشانیم او را روز قیامت عذاب سوزان

رسوائی ہے اور ہم چکھائیں گے اسے قیامت کے روز جلانے والا عذاب ا

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتۡ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيۡسَ بِظَلَّامٍ

این سبب آنست پیش فرستاده است دو دست تو و ہر آئنہ خدای نیست ستم نکندہ

یہ اس سبب سے ہے جو تیرے دو ہاتھوں نے آگے بھیجا اور بیشک اللہ ظلم کرنے والا نہیں ہے

لِّلۡعَبِيۡدِ ۱۰ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّعۡبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرۡفٍ‌ ۚ

مر بندگان خود را و از مردمان کیست کہ می پرستد خدایرا بر کنارہ

اپنے بندوں پر ۲ اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو ایک کنارے پر اللہ کی عبادت کرتے ہیں

فَاِنۡ اَصَابَهٗ خَيۡرُ اۨطۡمَاَنَّ بِهٖ‌ ۚ وَاِنۡ اَصَابَتۡهُ فِتۡنَةُ اۨنقَلَبَ

پس اگر برسد باو نعمتی و فراخی و اگر برسد او را آزمائش در کرد

پس اگر اسے کوئی نعمت و فراخی ملے تو اس پر مطمئن ہیں اور اگر اسے آزمائش پہنچے تو پلٹ جاتے ہیں

عَلٰى وَجۡهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةَ‌ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡخُسۡرَانُ

بر بروے خود زیاں کردن در دنیا و آخرت این آنست زیان

اپنے چہرے کے بل؛ دنیا و آخرت میں نقصان اٹھایا یہ ہے کھلا

الۡمُبِيۡنُ ۱۱ يَدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنۡفَعُهٗ‌ ؕ

بیدا بخوانند بجز خدای آنچہ زیان نکند او را و نہ سود کند او را

نقصان ۳ پکارتے ہیں اللہ کے سوا جو نہ اسے نقصان پہنچا سکے اور نہ اسے فائدہ دے سکے

تفسیر اظہار العرفان

ا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ نضر بن حارث ہے جو اپنی گردن کو موڑ لیتا ہے' فراء کہتے ہیں کہ جو لوگ بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہیں وہ ذکر سے منہ موڑتے ہیں' حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگ اسلام سے کفر کی جانب اپنی گردن پھیرتے ہیں۔ (القرطبی)

۲ اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندوں کے افعال پر اگر اللہ تعالیٰ عذاب دیگا تو ایسی صورت میں وہ ظالم نہ ہوگا اس لئے کہ اگر انسان اچھا عمل کریگا تو جزا کا مستحق ہوگا اور اگر برا عمل کریگا تو سزا کا مستحق ہوگا (تفسیر کبیر)

۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بعض لوگ مدینہ میں آ کر مسلمان ہو جاتے تھے۔ اسلام کے بعد اگر اسکی بیوی کو لڑکا ہوتا اور گھوڑیوں کے بچے ہوتے تو کہتا یہ مذہب اچھا ہے اور عورت کو لڑکا نہ ہونا اور گھوڑیوں کے بچے نہ پیدا ہوتے تو کہتا یہ دین برا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اہل تفسیر نے لکھا ہے حرف کا معنی ہے کنارہ۔ مراد ہے شک۔ شک کرنے والا منافق دونوں گروہوں کے کنارے پر ہوتا ہے مومنوں کے گروہ کے کنارے پر اور کافروں کے گروہ کے کنارے پر' کبھی اِدھر مُڑ جاتا ہے اور کبھی اُدھر گویا منافق فوج کے آخری کنارے پر ہوتا ہے اگر فتح محسوس کرتا ہے تو ٹھہرا رہتا ہے اگر شکست محسوس کرتا ہے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ بغوی نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کا نزول ان بدوی دیہاتیوں کے متعلق ہوا جو صحرا کو چھوڑ کر مدینے میں آ کر مسلمان ہو جاتے اور وہی رہ جاتے تھے' اگر قیامِ مدینہ کے زمانے میں انکی صحت درست رہتی' بیبیوں کے لڑکے پیدا ہوتے اور گھوڑیوں کے خوبصورت بچے پیدا ہوتے تو کہتے یہ مذہب اچھا ہے اور اس سے مجھے بڑا فائدہ ہوا اور اگر اسکے خلاف ہوتا یعنی انکی صحت بگڑ جاتی' عورتوں کے لڑکیاں پیدا ہوتیں اور گھوڑیاں حاملہ نہ ہوتیں اور مال کم ہو جاتا تو کہتے جب سے ہم اس مذہب میں داخل ہوئے ہیں ہم کو کوئی بھلائی حاصل نہیں ہوئی۔ یہ کہہ کر اسلام سے مرتد ہو جاتے اور ایمان سے منہ موڑ لیتے۔ آیت مذکورہ میں عَلٰى حَرۡفٍ کا یہی مطلب ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی مسلمان ہو گیا اسلام لانے کے بعد اسکی آنکھیں جاتی رہیں اور مال و اولاد کا بھی نقصان ہو گیا اس نے اسلام سے برا شگون لیا اور خیال کیا کہ یہ ساری مصیبت مجھ پر مسلمان ہونے کی وجہ سے آئی ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا [میری بیعت] مجھے واپس کر دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام واپس نہیں کیا جاتا۔ کہنے لگا میں تو اپنے اس مذہب پر کوئی بھلائی نہیں پاتا میری نظر جاتی رہی اور میرا مال بھی جاتا رہا اور بچہ بھی مر گیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے یہودی! اسلام لوگوں کا میل صاف کرتا ہے جیسے آگ سے لوہے' سونے اور چاندی کا میل صاف ہوتا ہے۔ خَسِرَ الدُّنۡيَا الخ یعنی دنیاوی مصائب کی وجہ سے دین سے مرتد ہونے والے کی دنیا بھی بڑھ کر تباہ ہو گئی مال اور اولاد کا بھی نقصان ہو گیا اور جو امیدیں اس نے باندھی تھیں وہ پوری نہ ہوئیں اور آخرت میں خسران نصیب ہوا کہ سارے اعمال برباد ہو گئے اور ہمیشہ دوزخ میں جلنا پڑیگا یہ ایسا کھلا خسران ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی گھاٹا نہیں۔ (مظہری) سوال: وَاِنۡ اَصَابَتۡهُ فِتۡنَةُ ۨانۡقَلَبَ عَلٰى وَجۡهِهٖ کیسے کہا گیا حالانکہ خیر بھی فتنہ ہے اس لئے کہ یہ آزمائش ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَنَبۡلُوۡكُمۡ بِالشَّرِّ وَالۡخَيۡرِ فِتۡنَةً اور ہم تمہیں شر اور خیر کے فتنہ سے آزمائیں گے۔ جواب: اس طرح کی مثالیں لغت میں بہت ہیں کہ خیر کیلئے بھی بطور آزمائش فتنہ کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن عام طور پر فتنہ کا اطلاق ایسی چیز پر ہوتا ہے جو انسانی طبیعت پر گراں گذرے اور منافق کے پاس خیر نہیں ہے مگر دنیوی خیر اور اسکے پاس شر نہیں ہے مگر دنیوی شر اس لئے کہ اسکا کوئی دین نہیں ہوتا ہے اس لئے آیت اسکے اعتقاد کے مطابق وارد ہوئی ہے۔ (تفسیر کبیر)

ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿١٢﴾ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ

ایں است آں گمراہی دور میخواند کسیرا کہ زیان او نزدیک تر است

یہی دور کی گمراہی ہے ۱؎ پکارتے ہیں ایسے کو جسکا نقصان نزدیک تر ہے

مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿١٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ

از سود او ہر آئنہ بد یاری است و ہر آئنہ بد عشیرتی ہر آئنہ خدای

اسکے فائدہ سے، بیشک کیا ہی برا مددگار ہے اور بیشک کیا ہی برا ساتھی ہے ۲؎ بیشک اللہ

يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

در آرد آنانکہ گرویدند و کردند نیکیہا بوستانہا میرود

داخل فرمائیگا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں (ایسے) باغوں میں جنکے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿١٤﴾ مَنْ

از زیر آں جوبہا ہر آئنہ خدای میکند آنچہ میخواہد ہر کہ

نہریں جاری ہونگیں بیشک اللہ جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے ۳؎ جو کوئی

كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

باشد گمان برد کہ نصرف نکند او را خدای در دنیا و آخرت

یہ گمان کرتا ہو کہ اللہ دنیا اور آخرت میں انکی مدد نہ فرمائیگا

فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَاۗءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ

پس طلب کند پیش. دستی بسوے آسمان پس ببرد پس بنگرد ہیچ

پس چاہئے کہ آسمان کی جانب ایک دستہ تلاش کرے پھر کاٹ دے اور دیکھے کہ جو

يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿١٥﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۢ

ببرد مکر او آنچہ در خشم آرد و ہمچنیں فرستادیم او را نشانہا

چیز اسے غصہ میں لا رہی تھی اسے اسکا مکر لے گیا (یا نہیں) ۴؎ اور اسی طرح ہم نے اسے روشن

۱؎ یعنی وہ لوگ جو اپنے منہ کے بل اس جانب پھرے جسکا نقصان اسکے نفع سے زیادہ ہے۔ آخرت میں وہ انکی عبادت کی وجہ سے جہنم میں جائیگا اس لئے اس میں اصلاً کوئی نفع نہیں دیکھتا ہے۔ واضح رہے کہ ان بتوں کی عبادت میں ذرہ برابر بھی نفع نہیں ہے لیکن رفعِ کلام کی وجہ سے کہا گیا کہ انکا ضمیر ضرر نفع سے زیادہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ مشرکین بتوں کی عبادت کرتے تھے تاکہ کل کو یہ بت انکی شفاعت کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ۔ ترجمہ: ''اور وہ لوگ اللہ کے سوا ایسے کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انھیں ضرر دے سکے اور نہ نفع اور وہ سب کہتے ہیں یہ بت ہماری شفاعت کرینگے اللہ کے پاس'' دوسری جگہ ارشاد ہے مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔ ترجمہ: ہم ان بتوں کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں'' (القرطبی)

۲؎ لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ: اسکی تفسیر میں دو اقوال ہیں (۱) اس سے مراد انکے سردار ہیں جسکی جانب قوم مصیبت کے وقت مائل ہوتی ہے انکا کہنا ہے کہ اس سے پہلی آیت میں بتوں کے بارے میں ارشاد تھا کہ یہ سب بے سود اور بے ضرر ہیں اور اب اس آیت میں ان مشرکین کے سرداروں کا ذکر ہو رہا ہے۔ اگر اس آیت میں بھی اس سے بت مراد لینگے تو تکرار لازم آئیگا۔ (۲) اس گروہ کا کہنا ہے کہ اس سے بت مراد ہیں اور یہ لوگ پہلے گروہ کے تناقض کا جواب چند طریقے سے دیتے ہیں پہلا طریقہ: یہ بت فی نفسہ نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان لیکن ان بتوں کی عبادت سببِ نقصان ہے۔ ضرر کی نسبت انکی جانب اتنا کر دینا ہی کافی ہے جیسا کہ ارشاد ہے رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ''اے میرے رب ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے'' پس بتوں کی جانب گمراہی کی نسبت اس حیثیت سے ہے کہ یہ سب گمراہی کے سبب ہیں۔ پس اسی طرح اس جگہ پہلی آیت میں ان سے ضرر کی نفی انکے فاعل ہونے کے اعتبار سے ہے اور دوسری آیت میں ان بتوں کی عبادت کو سبب ضرر قرار دیا گیا ہے۔ دوسرا طریقہ: گویا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں یہ بیان فرمایا کہ یہ بت فی الحقیقت نہ ضرر پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع۔ اب اس آیت میں یہ بیان ہو رہا ہے کہ اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ یہ ضرر اور نفع پہنچا سکتے ہیں لیکن انکا ضرر انکے نفع سے زیادہ ہے۔ تیسرا طریقہ: کفار اگر انصاف کی نظر سے دیکھیں تو انھیں معلوم ہوگا کہ ان بتوں سے دنیا میں نہ نفع حاصل ہوگا اور نہ نقصان، پھر آخرت میں یہ لوگ انکی عبادت کے سبب عذاب عظیم کا مشاہدہ کرینگے۔ گویا کہ اس آیت میں ان سے آخرت کے بارے میں کہا گیا کہ ان بتوں کا ضرر انکے نفع سے زیادہ ہوگا (تفسیر کبیر) ۳؎ جب اللہ تعالیٰ نے منافقین اور انکے احوال کو بیان فرما دیا تو اب مؤمنین اور انکے معبود کے اوصاف بیان کئے جا رہے ہیں (تفسیر کبیر) ۴؎ بغوی نے لکھا ہے کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ اس آیت کا نزول بنی اسد اور بنی غطفان کے حق میں ہوا، ان دونوں قبیلوں کا یہودیوں سے باہم امداد کا معاہدہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب انکو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے کہا کہ ہمارے لئے مسلمان ہونا ممکن نہیں کیونکہ ہم کو اندیشہ ہے کہ اللہ، محمد کی مدد نہیں کریگا اور مسلمان ہونے کے بعد ہمارا یہودیوں سے معاہدہ ٹوٹ جائیگا وہ ہم کو غلہ نہیں دینگے نہ ٹھہرنے کو جگہ، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یہاں نصر کا معنی ہے رزق۔ مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر بدگمانی رکھتا ہو اور خیال کرتا ہو کہ مسلمان ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ اسکو رزق نہیں دیگا وہ اپنے گھر کی چھت میں رسی باندھ کر اپنے گلے میں پھندا ڈال کر مر جائے، یا یہ مطلب ہوگا کہ ایک رسی تان کے اسکے ذریعے سے مسافت کر کے آسمان دنیا تک پہنچ جائے اور وہاں سے اپنا رزق لے آئے۔ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ: یعنی اسکی تدبیر اور اس عمل نے اسکے غصے کی آگ کو فرو کر دیا ہے، یا اللہ تعالیٰ کی اس مدد کو روک سکتا جو اللہ کے رسول ﷺ کو حاصل ہے (مظہری)

بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يُّرِيۡدُ ﴿۱۶﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا

روشن و هر آئنه خدای راه نماید هر که میخواهد هر آئنه آنانکه گرویدند

نشانیاں (بنا کر) اتارا اور بیشک اللہ راستہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے [۱] بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے

وَالَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالصّٰبِـِٕـيۡنَ وَالنَّصٰرٰى وَالۡمَجُوۡسَ

و آنانکه یهود شدند و ستاره پریشان و ترسایان و مجوسان

اور وہ جو یہودی ہوئے اور ستارہ پرست اور آتش پرست اور مجوسی

وَالَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفۡصِلُ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ

و آنانکه شرک آوردند هر آئنه خدای فیصل کند میان ایشاں روز قیامت

اور وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا' بیشک اللہ فیصلہ فرمائیگا انکے درمیان قیامت کے روز

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ﴿۱۷﴾ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ

هر آئنه خدای بر همه چیز گواهست آیا نمی بینی هر آئنه خدای

بیشک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے [۲] کیا تم نے نہ دیکھا بیشک اللہ

يَسۡجُدُ لَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ وَ

سجده کند مر او را هر که در آسمانها و هر که در زمین است و

کہ اسے سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور

الشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ وَالنُّجُوۡمُ وَالۡجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ

آفتاب و ماه و ستارگان و کوه ها و درختان و جنبدگان

سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور ہلنے والے

وَكَثِيۡرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيۡرٌ حَقَّ عَلَيۡهِ الۡعَذَابُ ؕ

و بسیاری از مردمان و بسیاری واجب است برو عذاب

اور بہت سے لوگ' اور بہت سے وہ ہیں کہ ان پر عذاب واجب ہے [۳]

تفسیر اظہار العرفان

[۱] یعنی ہم نے قرآن اتارا جس میں تمام آیات واضح دلائل ہیں (صفوۃ التفاسیر)

[۲] اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لائے۔ وَالَّذِيۡنَ هَادُوۡا: یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملت کی جانب منسوب تھے۔ وَالصّٰبِـِٕـيۡنَ: یہ لوگ ستاروں کی پرستش کرتے تھے۔ وَالنَّصٰرٰى: یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں۔ وَالۡمَجُوۡسَ: یہ لوگ آگ کی عبادت کرتے اور انکا کہنا تھا کہ عالم کیلئے دو اصل ہیں نور اور ظلمات۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ کل پانچ ادیان ہوئے ان میں سے چار شیاطین کیلئے اور ایک رحمٰن کا دین ہے۔ وَالَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡا: اہل عرب جو بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَفۡصِلُ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ: اللہ تعالیٰ قیامت کے روز کافروں کیلئے جہنم کا فیصلہ فرمائیگا اور مؤمنین کیلئے جنت کا فیصلہ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ فصل اسطرح ہوگا کہ حق کو پہچان کروائیگا اور باطل کو باطل کے اعتبار سے۔ (القرطبی)

[۳] مَنۡ کا استعمال اہل عقل کیلئے ہوتا ہے اس لئے مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ سے مراد ہیں صرف ملائکہ اور مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ سے مراد ہیں جن وانس اور جن وانس میں سے بھی صرف اہل ایمان مراد ہیں۔ لفظ مَنۡ اگرچہ عام ہے کافر و مؤمن دونوں کو شامل ہے لیکن آئندہ آیت وَكَثِيۡرٌ حَقَّ عَلَيۡهِ الۡعَذَابُ سے کافروں کو سجدہ کرنے والے جن وانس سے الگ کرلیا گیا اس لئے اس جگہ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ سے صرف مؤمن جن وانس مراد ہیں۔ علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ مَنۡ کا لفظ اہل عقل اور بے عقل دونوں کو شامل ہے' یا بے عقل پر اہل عقل کو غالب قرار دیکر لفظ مَنۡ لایا گیا۔ اکثر اہل تحقیق کا قول ہے کہ غیر ناطق کیلئے مَنۡ کا استعمال نہیں کیا جاتا۔ ہاں اگر ناطق اور غیر ناطق دونوں مراد ہوں تو مَنۡ کا استعمال ہوجاتا ہے۔ اب اگر مَنۡ کے اندر اہل عقل اور بے عقل دونوں کو داخل قرار دیا جائے تو الشمس وغیرہ پر عطف ایسا ہی ہے جیسے اہمیت کے پیش نظر خاص کا عطف عام پر ہوتا ہے۔ خصوصیت کیساتھ چاند سورج وغیرہ کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ انکو شہرت حاصل تھی اور سجدہ کرنا انکی شان سے بعید تھا۔ آیت میں محدثین اور علماء سلف کے نزدیک سجدہ سے مراد طاعت اختیاری ہے۔ کیونکہ جمادات اگرچہ بے جان ہیں لیکن کسی قدر حیات [شعوری] کا حصہ انکو بھی حاصل ہے اور وہ بھی اپنے اختیار وارادہ سے اللہ تعالیٰ کی طاعت میں سرگرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین سے متعلق فرمایا: قَالَتَاۤ اَتَيۡنَا طَآئِعِيۡنَ ۔ پتھروں کے متعلق فرمایا: وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ۔ ایک اور آیت میں ارشاد ہے وَاِنۡ مِّنۡ شَىۡءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ وَلٰـكِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِيۡحَهُمۡ۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو پکارتا ہے اے فلاں! تیرے اوپر کوئی ایسا شخص گذرا جو اللہ کا ذکر کررہا ہو۔ (مظہری) سوال: جب وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ کے عموم میں تمام انسان داخل ہیں تو پھر وَكَثِيۡرٌ مِّنَ النَّاسِ دوسری مرتبہ کیوں کہا؟ جواب: اگر مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ کے بیان پر اکتفا کرتے تو لوگوں کو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ لوگوں میں سے ہر انسان سجدہ کرتا ہے جیسے ملائکہ میں سے ہر فرشتہ سجدہ کرتا ہے پس اگلے حصہ سے یہ ثابت ہورہا ہے کہ لوگوں میں سے کثیر لوگ طَوۡعًا سجدہ کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ اس جگہ سجدہ کے معنی میں اختلاف ہے (۱) زجاج کہتے ہیں یہاں سجدہ سے مراد یہ ہے کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیلئے سجدہ کرتے ہیں (۲) سجدہ کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک ممکن لذاتہ ہے اور جو ممکن لذاتہ ہو اسکا وجود عدم پر ترجیح نہیں پاتا مگر واجب تعالیٰ کی جانب انتہاء کے وقت۔ (۳) ان اشیاء کا سجدہ اس جگہ یہ ہے کہ انکا سایہ سجدہ کیلئے جھکتا ہے۔ وَكَثِيۡرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيۡرٌ حَقَّ عَلَيۡهِ الۡعَذَابُ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگ جنت میں ہونگے' حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرینگے اور بہت سے لوگ اسکی توحید بیان نہیں کرینگے (تفسیر کبیر)

وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ

و هر کرا خواہد خدای پس نیست او را ہیچ گرامی کننده ہر آئنہ خدای میکند

اور اللہ جسے ذلیل کرے پس نہیں ہے کوئی اسے عزت دینے والا[١] بیشک اللہ کرتا ہے

مَا يَشَآءُ ۩ ﴿١٨﴾ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ؗ فَالَّذِيْنَ

آنچہ میخواہد ایں دو خصم کافران خصومت کردند در دین خدای پس آنانکہ

جو چاہتا ہے۔ یہ دونوں فریق (مؤمن اور کافر) جھگڑتے ہیں اللہ کے دین میں پس وہ لوگ جنہوں نے

كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ

نگرویدند بریده اند برائے ایشاں جامہا از آتش فرو ریزند از بالائے

کفر کیا ان کیلئے آگ کے کپڑے قطع کئے گئے ہیں انکے سروں کے اوپر سے گرم پانی

رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿١٩﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿٢٠﴾

سرہائے ایشاں آب گرم بگذارند بر آنچہ در شکمہائے ایشاں است و پوستہا

گرایا جائیگا[١] اس سے پگھل جائینگے جو کچھ انکے پیٹ میں ہے اور کھالیں (گل جائیں گی)[٢]

وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿٢١﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا

و مر ایشانرا گرزہا از آہن آنوقتیکہ خواہند آنکہ بیروں آیند ازاں

اور ان کیلئے (مارنے کے واسطے) لوہے کے گرز ہونگے[٣] جسوقت باہر نکلنا چاھیں گے اس

مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿٢٢﴾ اِنَّ

از عذاب باز گردانند آنرا اندر آں و بچشید عذاب سوزان ہر آئنہ

عذاب سے تو اسے اس میں دوبارہ لوٹا دیا جائیگا اور (کہا جائیگا) چکھو جلانے والا عذاب[٤] بیشک

اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ

خدای در آرد آنانکہ گرویدند و کردند نیکیہا بوستانہا

اللہ داخل فرمائیگا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں (ایسے) باغوں میں

[١] شیخین وغیرہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت حمزہ، حضرت عبیدہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، عتبہ وشیبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر میں ہماری مبارزات کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی انھوں نے مسلمانوں سے کہا کہ ہم تمہاری نسبت اللہ سے زیادہ قریب ہیں۔ ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے نازل ہوئی اور ہمارا نبی تمہارے نبی سے پہلے آیا۔ مسلمانوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اقرب کے زیادہ حقدار ہیں ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں اور تمہارے نبی پر بھی اور اللہ تعالیٰ نے جو کتابیں نازل فرمائیں ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ باہم جھگڑا کرنے والی دو چیزیں جنت اور دوزخ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت اور دوزخ کا باہم جھگڑا ہوا، دوزخ نے کہا [میں اعلیٰ ہوں] مجھے تکبر کرنے والوں اور مغروروں کیلئے پسند کیا گیا ہے۔ جنت نے کہا میری کیا حالت ہے میرے اندر تو سوائے کمزوروں، گرے پڑے لوگوں اور مسکینوں کے اور کوئی داخل نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: تو میری رحمت ہے میں اپنے جس بندے کو چاہوں گا تیرے ذریعے سے رحم کرونگا، اور دوزخ سے فرمایا: تو میرا عذاب ہے تیرے ذریعے میں جسکو چاہونگا عذاب دونگا تو دونوں میں سے ہر ایک کو ضرور بھرا جائیگا دوزخ تو اسوقت تک نہ بھریگی جب تک اللہ اس میں اپنا قدم نہ رکھ دیگا جب اللہ اسکے اندر اپنا قدم رکھ دیگا تو دوزخ بھر جائیگی اور کہے گی بس بس اور اسکے بعض حصے باہم سمٹ جائینگے۔ اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کریگا اور جنت کو بھرنے کیلئے اللہ دوسری مخلوق پیدا کردیگا۔ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ: حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں پگھلائے ہوئے تانبے کے کپڑے ہونگے کوئی دھات بھی ایسی نہیں کہ تپانے کے بعد اس لباس سے زیادہ گرم ہو، چونکہ لباس کی طرح پگھلا ہوا تانبہ کافروں کے جسم کو محیط ہوگا اس لئے اسکو لباس قرار دیا۔ بعض نے کہا کہ دوزخیوں کو آتش پارے پہنائے جائینگے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے دنیا میں ریشم پہنا قیامت کے روز اسکو آگ کا لباس پہنایا جائیگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے آگ کا جوڑا ابلیس کو پہنایا جائیگا وہ اسکو اپنے دونوں بھوؤں پر رکھے گا پھر اسکو گھسیٹتا جائیگا اور ابلیس کی ذریت بھی آگ کا لباس کھینچتی چلی جائیگی۔ ابلیس بھی ہلاکت کو پکارے گا اور اسکی ذریات بھی، آخر دوزخ پر جاکر یہ سب کھڑے ہونگے اسوقت ان سے کہا جائیگا ایک ہلاکت نہ پکارو بلکہ کثیر ہلاکتوں کو پکارو۔ (مظہری) [٢] یعنی انکے پیٹ میں جو کچھ ہے ان سب کو وہ آگ پگھلا دیگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر اس آگ میں سے ایک قطرہ دنیا کے پہاڑوں پر گر جائے تو ان پہاڑوں کو پگھلا دیگا۔ (صفوۃ التفاسیر) [٣] ان گرزوں سے جہنمیوں کو مارا جائیگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جہنم کے ہر فرشتہ کے پاس ایک گرز ہوگا جسکے دونوں جانب اژدھا کی طرح منہ ہوگا جب اس گرز سے ایک دفعہ ماریں گے تو ستّر ہزار سال تک اس مار کی وجہ سے وہ گرتا رہیگا۔ کہا گیا ہے کہ مقامع آگ کے کوڑے کو کہتے ہیں۔ (القرطبی) [٤] مطلب یہ ہے کہ جب بھی وہ نکلنا چاہیں گے فوراً اندر ہی لوٹا دیئے جائینگے۔ اس تاویل کی ضرورت اس لئے پڑی کہ دوبارہ لوٹایا جانا اسی وقت ہوتا ہے جب باہر نکل آئیں۔ حضرت فضیل بن عیاض کہتے ہیں کہ واللہ ان کو دوزخ سے نکلنے کی امید بھی نہیں ہوگی کیونکہ ان کے پاؤں مضبوطی کیساتھ جکڑے ہوئے ہونگے بلکہ آگ کی لپیٹ انکو اٹھا کر اوپر لے جائیگی اور گرز پھر ان کو لوٹا دینگے۔ (مظہری)

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ

میرود از زیر آں جوبہا پیرایہ بستہ دراں از دست درنجہا

جنکے نیچے نہریں جاری ہونگیں اس میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے

مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ﴿۲۳﴾ وَ

از زر و مروارید و لباس ایشاں دراں حریر باشد و

اور مروارید کے اور انکا لباس اس میں ریشم ہو گا ۱ اور

هُدُوْٓا اِلَى الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚۖ وَهُدُوْٓا اِلٰی صِرَاطِ

راہ نمودند بسوے پاکیزہ از گفتار و راہ نمودند بسوے راہ

پاکیزہ باتوں کی جانب ہدایت دی گئی اور ہدایت دی گئی سراہے ہوئے

الْحَمِیْدِ ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَیَصُدُّوْنَ عَنْ

ستودہ ہر آئنہ آنانکہ نگرویدند و باز گردانیدند از

راستے کی طرف ۲ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور روکتے ہیں

سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ

راہ خدای و مسجد حرام آنکہ گردانیدیم او را برائے مردمان

اللہ کے راستے سے اور مسجد حرام سے جسے ہم نے کیا لوگوں کے واسطے

سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِیْهِ وَالْبَادِ ؕ وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍۭ

یکسانست مقیم آرند و مسافر و ہر کہ خواہد در مسجد حرام

یکساں وہاں کے رہنے والے اور مسافر (کے حق میں) اور جو چاہے مسجد حرام میں

بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۵﴾ وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ

بستم بچشانیم او را از عذاب سخت و چوں پدید کردیم ما ابراہیم را

ظلم کرنا تو ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے ۳ اور جب ہم نے ظاہر کر دی ابراہیم کیلئے

ع ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ یہاں سے اللہ تعالیٰ مؤمنین کیلئے چار طریقے سے حکم بیان فرما رہا ہے (۱) مسکن: اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے اِنَّ اللّٰـهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۔ ''بیشک اللہ داخل فرمائیگا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ایسے باغات میں جنکے نیچے نہریں جاری ہونگیں'' (۲) حلیہ: اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۔اللہ تعالیٰ نے انھیں بتایا کہ دنیا کی زندگی میں چند چیزوں کو ان کیلئے حرام قرار دیا تھا اب آخرت میں انھیں وہ چیز دی جائیگی۔ (۳) ملبوس: وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ یعنی اور جنت میں انکا لباس ریشم ہوگا۔ [چوتھی چیز اگلی آیت میں بیان کی گئی ہے] (تفسیر کبیر)

۲ (۴) وَهُدُوْا اِلَى الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ: اس میں چند وجوہ ہیں پہلی وجہ: لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کی گواہی طیب من القول ہے۔ دوسری وجہ: سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن ہے۔ تیسری وجہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کلمات ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ۔ چوتھی وجہ: جب وہ لوگ آخرت کے گھر کی جانب جائیں گے تو ملائکہ انھیں ہر دروازے سے سلام کہیں گے (تفسیر کبیر)

۳ امام شافعی کے نزدیک مسجد حرام سے صرف مسجد [کعبہ] مراد ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک سارا حرم جیسے دوسری آیت میں ہے سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الخ۔ بعض قوی روایات میں آیا ہے کہ معراج کا واقعہ حضرت ام ہانی کے مکان سے ہوا [جو حرم کے اندر تھا کعبہ کے اندر نہیں تھا] پس جسطرح آیت سُبْحَانَ الَّذِیْ میں مسجد حرام سے مراد حرم ہے اسی طرح وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ میں بھی حرم ہی مراد ہے اگلی آیت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسجد حرام سے مراد حرم ہے کیونکہ اس آیت میں مقیم اور مسافر کا حق برابر دیا گیا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ حرم کے اندر ٹھہرنے اور اترنے میں کسی کو کسی پر ترجیح نہیں۔ جو شخص بھی حرم کے اندر کسی جگہ پہلے ٹھہر جائے اسکو پیچھے آنے والا نکال نہیں سکتا۔ عبد الرحمٰن بن سابط کا بیان ہے کہ حاجی جب مکہ میں آتے تھے تو مکہ کے باشندوں کو بھی اپنے مکانوں پر ترجیحی حقوق باقی نہیں رہتے تھے۔ حضرت عمر ﷛ موسمِ حج میں لوگوں کو اپنے گھروں کے دروازے بند رکھنے سے منع فرماتے تھے۔ ازالۃ الخفا کی ایک روایت ہے کہ مروہ کے قریب ایک شخص نے حضرت عمر ﷛ سے عرض کیا اے امیر المؤمنین میری لئے کچھ جگہ کاٹ دیجئے یعنی کوئی خاص جگہ مقرر فرما دیجئے۔ حضرت عمر ﷛ نے اسکی طرف سے منہ پھیر لیا اور اسکو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ گئے اور فرمایا: یہ تو اللہ کا حرم ہے اس میں مقیم اور مسافر سب کا حق برابر ہے۔ عبد الرزاق نے ابن جریج کی روایت سے بیان کیا کہ حضرت عطا حرم کے اندر گھوڑے کے داخلے سے منع فرماتے تھے اور مجھے یہ روایت بھی پہنچی ہے کہ حضرت عمر ﷛ نے مکہ کے لوگوں کے گھروں کے در بند کرنے کی ممانعت فرما دی تھی تا کہ حاجی گھروں کے صحنوں میں اتر سکیں۔ سب سے پہلے سہیل بن عمرو نے اپنے گھر کا دروازہ بند کیا اور حضرت عمر ﷛ سے اس فعل کی معذرت کی۔ لیکن بیہقی کی یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت عمر ﷛ نے مکہ میں چار ہزار درہم سے ایک مکان جیل خانے بنانے کیلئے خریدا تھا۔ اسی طرح ابن زبیر کی یہ روایت بھی صحیح ہے کہ آپ نے حضرت سودہ کا حجرہ خریدا تھا۔ اسی طرح یہ روایت بھی صحیح ہے کہ حضرت حکیم بن حزام نے دار الندوہ فروخت کر دیا تھا اور یہ روایت بھی صحیح ہے کہ توسیع مسجد کیلئے حضرت عمر ﷛ نے کچھ مکان انکے مالکوں سے خریدے تھے اور حضرت عثمان ﷛ کے بارے میں بھی ایسی روایت ہے اسوقت رباط میں بکثرت صحابی موجود تھے اور کسی نے بھی اس سے انکار نہیں کیا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سب خرید و فروخت عمارت کی تھی عمارتیں مختلف مالکوں کی تھیں یہ زمین کی خرید و فروخت نہ تھی اور ممانعت زمین کی خرید و فروخت کی تھی۔ (مظہری)

مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْـًٔا وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ

جای خانه که انبار میار بمن و پاک کن خانه من

گھر کی جگہ (اور حکم دیا) کہ شریک نہ لاؤ میرے ساتھ کسی چیز کو اور پاک رکھو میرے گھر کو طواف کرنے والوں کیلئے

لِلطَّآىِٕفِیْنَ وَ الْقَآىِٕمِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَ اَذِّنْ

مر طواف کنندگانرا و مر مقیمانرا و رکوع کنندگانرا سجده کنندگانرا وآواز ده

اور اعتکاف کرنے والوں کیلئے اور رکوع کرنے والوں کیلئے اور سجدہ کرنے والوں کیلئے ۱ اور لوگوں میں

فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ

در مردمان بحج بیایند نزدیک تو پیادگان و بر هر اشتر میان بار

حج کی آواز دو آئیں گے تمہارے پاس پا پیادہ اور ہر لاغر اونٹنی پر

یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ﴿۲۷﴾ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ

و بیایند از هر راه دور تا حاضر آیند منفعتها ست ایشانرا

ہر دور کی راہ سے ۲ تا کہ ان کیلئے (جہاں) منافع ہیں (وہاں) حاضر ہوں

وَ یَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا

و یاد کنید نام خدایرا در روزهاء تشریق بر آنچه

اور یاد کریں اللہ کے نام کو تشریق کے دنوں میں اس پر جو

رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا

روزی داد ایشانرا از ستوران. چهار پایان پس بخورید ازاں و بدهید

روزی انھیں چوپائے کے ستوران (گھوڑا، گدھا اور خچر وغیرہ) سے دی پس کھاؤ اس میں سے اور

الْبَآىِٕسَ الْفَقِیْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَ لْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ

نابینا و درویش را پس تمام کنند مناسک حج را و تمام کنند نذرهاے خویش

ناتواں اور فقیر کو دو ۳ پھر چاہئے کہ حج کے مناسک پورا کریں اور اپنی نذریں پوری کریں

تفسیر اظہار العرفان

۱ واقعہ یہ ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے زمانے میں کعبہ کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تعمیرِ کعبہ کا حکم دیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام حیران ہوئے اور آپکو پتہ بھی نہ چلا کہ کعبہ کا مقام کہاں ہے اور کہاں بناؤں بحکمِ خدا ایک تیز آندھی آئی جسکی وجہ سے کعبہ کے خطوط اساسی پر پڑی ہوئی ریت اور مٹی ہٹ گئی اور آپکو کعبہ کی بنیادیں معلوم ہوگئیں۔ سدی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی تھی جس کو ریحِ خجوج کہتے ہیں، اس ریحِ خجوج کے دو بازو [اڑنے والے] اور ایک سر تھا اور سانپ جیسی شکل تھی اس ہوا نے کعبہ کے گرداگرد زمین کو اُلٹ دیا اور کعبہ کی اساس اول برآمد ہو گئی۔ کلبی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسافتِ کعبہ کے بقدر ایک ہوا بھیجی، جو کعبہ کے مقام پر آکر کھڑی ہوگئی اسکے اندر ایک سر تھا جو کہہ رہا تھا ابراہیم میری مقدار کے اندر عمارت بناؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی مقدار کے بموجب تعمیر کی۔ (مظہری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اعلانِ حج کا حکم دیا گیا تو آپ نے عرض کیا میری آواز کیسے پہنچے گی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہارا کام اعلان کرنا اور پکارنا ہے اور پہنچانا میرے ذمہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام مقامِ ابراہیم پر کھڑے ہوئے تو فوراً وہ مقام اٹھ کر بلند ترین پہاڑ کے برابر ہوگیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دونوں انگلیاں دونوں کانوں میں رکھ کر چہرے کو دائیں بائیں اور مشرق کی طرف گھماتے ہوئے کہا: لوگو! تمہارے رب نے ایک مکان بنایا ہے اور تم پر اسکا حج کرنا فرض کردیا ہے اپنے رب کی دعوت کو قبول کرو۔ سب نے اپنے اپنے باپ کی پشت اور ماں کے پیٹ کے اندر سے لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ کہا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے لَبَّیْکَ کہنے والے اہل یمن تھے اسی لئے یمنی لوگ سب سے زیادہ حج کرتے ہیں۔ یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوہِ ابوقبیس پر چڑھ کر ندا دی تھی۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ علیحدہ کلام ہے [حضرت ابراہیم علیہ السلام اس میں مخاطب نہیں ہیں بلکہ] اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے کہ حجۃ الوداع میں لوگوں کو حج کیلئے بلائیے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ دیا اور فرمایا: لوگو! تم پر حج فرض کردیا گیا ہے حج کرو۔ یَاْتُوْكَ رِجَالًا یعنی لوگ پیدل چل کر حج کو آئیں۔ مسئلہ: جو شخص پیدل چل سکتا ہو اس کیلئے امام ابوحنیفہ کے نزدیک پیدل چل کر حج کرنا افضل ہے کیونکہ پیدل چل کر آنے کا ذکر سوار ہوکر آنے سے پہلے کیا پھر پیدل چل کر آنے میں جسمانی دکھ بھی زیادہ اٹھانا پڑتا ہے اور خضوع عجز کا مظاہرہ بھی ہوتا ہے اگر کسی نے پیدل چل کر حج کرنے کی منت مانی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدل حج کرنا اس پر واجب قرار دیا ہے اور اگر پیدل حج نہ کرسکے تو قربانی کو واجب قرار دیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پیدل حج [اصل] طاعت ہے اور طاعت کا ادنیٰ درجہ استحباب وفضیلت ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ حج کیلئے سوار ہوکر آنا افضل ہے کیونکہ پیدل آنے سے بہت سی عبادتوں میں خلل پیدا ہوجائیگا۔ وَعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ: حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حاجی سوار نہیں ہوتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور زادِ راہ ساتھ لینے کا حکم دیدیا اور سوار ہوکر آنے اور سفرِ حج میں تجارت کرنے کی اجازت دیدی۔ (مظہری) ۳ اکثر علماء اس جانب گئے ہیں کہ ایام معلومات سے مراد دس ذوالحجہ اور ایام تشریق ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یوم نحر اور اسکے بعد کے تین دن مراد ہیں۔ فَكُلُوْا مِنْهَا: بعض علماء نے کہا کہ یہ امر وجوب کیلئے ہے اس لئے کہ اہل جاہلیت اس میں سے کچھ نہیں کھاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ صرف فقراء کا حق ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ قربانی کے گوشت میں کھا کر کفار کی مخالفت کریں اور فقراء سے مساوات۔ اکثر علماء کا کہنا ہے کہ یہ امر وجوب کیلئے نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر)

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ

و طواف کنند بخانہ کعبہ ایں است و ہر کہ بزرگ دارد فرایض

اور خانہ کعبہ کا طواف کریں ۱؎ یہ ہے اور جو کوئی احترام بجا لائے اللہ کے

اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا

خدای پس آں بہتر است او را نزد پروردگار او و حلال کردند مر شما را چہار پان مگر

فرائض کا تو وہ بہتر ہے اس کیلئے اسکے رب کے نزدیک' اور حلال کئے گئے تمہارے لئے چوپائے سوائے

مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ

آنچہ بر خوانند بر شما پس پرہیزید از پلیدی از عبادت بتان و

ان جانوروں کے جسے تمہارے لئے بیان کئے جائیں گے پس بتوں کی عبادت کی پلیدی سے بچو اور

اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ

پرہیزید از گفتار دروغ حنفہ است مر خدایرا نہ مشرکان باں

جھوٹی بات سے بچو ۲؎ اللہ کیلئے ہر باطل مذہب سے پھرنا ہے اس کیساتھ بغیر شرک کئے

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ

و ہر کہ شرک آرد بخدا پس فرود افتد از آسمان پس برباید او را

اور جو کوئی شریک لائے اللہ کیساتھ تو گویا کہ وہ گرا آسمان سے اور اسے

الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِكَ ۗ

مرغ یا بیند آرد اورا باد در جایگانہ دور ایں است

پرندہ اچک لے جائے یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں لے جا کر گرائے ۳؎ یہ ہے

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾

و ہر کہ بزرگ دارد مناسک حج قربانیہا پس آں از صقاوت دلہا ست

اور جو کوئی احترام بجا لائے مناسکِ حج قربانیوں کا تو یہ دلوں کی صفائی سے ہے ۴؎

۱؎ یعنی سر منڈوائیں' لبیں کتریں' ناخن کاٹیں' زیر ناف اور بغلوں کی صفائی کریں' مطلب یہ کہ طوافِ زیارت سے پہلے احرام کھول کر یہ سب کام کر سکتے ہیں اور سر منڈوانے کے بعد سوائے عورتوں کی قربت کے متذکرہ ممنوعات حلال ہو جاتے ہیں۔ عورتوں سے قربت کی حلت طواف کے بعد ہوتی ہے۔ امام ابوحنیفہ ایک چوتھائی سر کے بال کا کتروانا یا پورے سر کا منڈوانا کافی سمجھتے ہیں۔ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ: بعض اہل تفسیر کہتے ہیں کہ نذر پوری کرنے سے مراد یہ ہے تمام واجبات کو ادا کرنا خواہ نذر مانی ہو یا نہ مانی ہو۔ جمہور کے نزدیک ایفائے نذر سے ان امور کی ادائیگی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب نہیں ہوئی ہو بلکہ بندہ نے خود اپنے اوپر لازم کر لی ہو۔ نذر دو طرح کی ہوتی ہے (۱) منجز یعنی غیر مشروط مثلاً کوئی یہ عہد باندھ لے کہ میں اللہ تعالیٰ کیلئے دو رکعت نماز پڑھونگا (۲) مشروط یا معلق مثلاً اگر میرا یہ کام ہو جائیگا تو میں ایک روزہ رکھونگا۔ واضح رہے کہ شرط دو طرح کی ہوتی ہیں اول: پسندیدہ۔ دوم ناپسندیدہ۔ اول کی مثال کوئی شخص کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے بیمار کو شفا دیدی تو میں چار روزے رکھونگا اسے نذر تردد کہتے ہیں دوم کی مثال کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میں نے زید سے بات کی تو ایک ماہ کے روزے مجھ پر لازم ہیں اسے نذر لجاج کہتے ہیں۔ جو امر شرعاً پہلے سے واجب ہو تو اسکی نذر نہ ہوگی بلکہ محض خبری جملہ ہوگا جیسے کسی نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ میرے بیمار کو شفا دیگا تو میں رمضان بھر کے روزے رکھونگا' یا ظہر کی نماز پڑھونگا۔ اور جو امر شرعاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب نہیں ہے [اور نذر کی وجہ سے اپنے اوپر واجب کیا گیا ہو] اسکی تین قسمیں ہیں (۱) وہ امر طاعت ہو (۲) وہ امر گناہ ہو (۳) وہ امر مباح ہو۔ نہ اس میں طاعت کا معنی ہو نہ معصیت کا۔ اول الذکر کا ایفاء باتفاق علماء واجب ہے اور اس آیت کو دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ: بیت اللہ کا طواف عبادت مقصودہ ہے اور خلافِ عقل نہیں ہے اسکی حالت نماز کی طرح ہے۔ طواف تین طرح کا ہوتا ہے (۱) طواف فرض: یہ حج اور عمرہ کا رکن اور جزء ضروری ہے (۲) طواف واجب: [یہ طواف صدر ہے] (۳) ان دونوں طوافوں کے علاوہ ہر طواف نفل ہے [اسی میں طواف قدوم بھی شامل ہے] بغوی نے حضرت قتادہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ بیت اللہ کو عتیق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ہر ظالم اور جابر بادشاہ کے قبضے سے اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو ہمیشہ آزاد رکھا کوئی جبار حاکم کبھی اس پر قبضہ نہ کر سکے گا۔ لیکن اس توجیہ کی تردید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے جو صحیحین میں مذکور ہے کہ ایک چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو برباد کر دیگا۔ بعض نے عتیق کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو ڈوبنے سے آزاد رکھا طوفانِ نوح کے زمانے میں اسکو اٹھا لیا گیا تھا' حضرت حسن کہتے ہیں کہ عتیق کا معنی پرانا قدیم ہے یہ گھر سب سے اول تعمیر انسانی ہے اس لئے اسے عتیق کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ عتیق کا معنی ہے معزز عمدہ اور اعلیٰ۔ حضرت سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ کوئی انسان کبھی اسکا مالک نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے بلکہ اسکے گرداگرد سارا حرم بھی انسانی ملکیت سے آزاد ہے۔ (مظہری) ۲؎ یعنی تم لوگ ان بتوں سے ایسے ہی بچو جیسے پلیدی سے بچتے ہو۔ یہ انداز نہی کے باب میں انتہائی مبالغہ آرائی کا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہادتِ زُور یعنی جھوٹی گواہی کو شرک کے برابر قرار دیا آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (بیضاوی) ۳؎ یعنی وہ لوگ جو حق کی جانب مسلمان ہو کر مائل ہیں اللہ کیساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے بلکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر) ۴؎ تعظیم شعائر اللہ سے مراد قربانی کے جانور اور ادائے مناسک حج ہیں [حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمہ نے شعائر اللہ کا یہی ترجمہ کیا ہے] (ابن جریر) بعض کے نزدیک شعائر اللہ سے مراد ہیں خصوصی دینی نشانات۔ (مظہری)

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى

مر شما را دراں سودہا ست تا مدتی شمردہ پس جای قربانیہا تا

تمہارے لئے اس میں منافع ہیں وقت مقررہ تک پھر اسکی قربانی کی جگہ

الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝٣٣ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا

خانہ کعبہ است و مر ہر امتی معین کردیم جای قربانی تا یاد کنند

خانہ کعبہ تک ہے ۱ اور ہم نے ہر امت کیلئے قربانی کی جگہ معین کی تا کہ یاد کریں

اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ

نام خدایرا بر آنچہ روزی داد ایشانرا از چہار پایان پس خدای شما

اللہ کا نام اس پر جو روزی انھیں چوپائے سے دی پس تمہارا خدا

إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ۝٣٤ الَّذِينَ إِذَا

خدای یگانہ است پس او را ست خالص و مژدہ دہ مخبتانرا آنانکہ چوں

ایک خدا ہے پس اسی کیلئے خالص ہو جاؤ اور بشارت دو عاجزی کرنے والوں کو ۲ وہ لوگ جب

ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ

یاد کردہ شود خدای بلرزد دلہاے ایشاں و صابرانرا بر آنچہ رسد بدیشاں

اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے قلوب کانپتے ہیں اور اس پر صبر کرنے والے جو انھیں پہنچے

وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝٣٥ وَ

و برپادارندگان نماز را و از آنچہ روزی دادیم ایشانرا نفقہ کنند و

اور نماز قائم رکھنے والے اور اس میں سے جو روزی ہم نے انھیں دی خرچ کرتے ہیں ۳ اور

الْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا

گاوانرا کردیم مر شما را از گاہ ہائے حج مر شما را دراں

قربانی کی گائیں کو (بھی) ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں میں سے کیا تمہارے لئے اس میں

۱ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بغیر خاص ضرورت کے قربانی کے جانوروں پر نہ سوار ہونا جائز ہے نہ ان پر بوجھ لادنا نہ انکا دودھ پینا کیونکہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کیلئے خالص طور پر نامزد کر دیا تو وہ سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کے ہوئے اپنے فائدے کیلئے ان میں تصرف کرنا جائز نہیں۔ یہ توجیہ ثابت کر رہی ہے کہ ضرورت کی وجہ سے ہو یا بغیر ضرورت کے کسی طور پر قربانی کے جانوروں سے فائدہ اندوزی جائز نہیں۔ صریح آیت ہے وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ۔ سوار ہونا اور بوجھ لادنا تعظیم کے خلاف ہے اور اس سے جانور کی فربہی پر اثر پڑتا ہے۔ حضرت جابر ﷺ سے قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کا مسئلہ پوچھا جا رہا تھا آپ نے فرمایا میں نے خود سنا رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے جب تو اسکی سواری پر مجبور ہے تو اس پر دستور کیمطابق سوار ہو جا تاوقتیکہ تجھے دوسری سواری نہ ملے۔ اس آیت میں ہمارے نزدیک منافع سے مراد مجبور کن ضرورت کے وقت سوار ہونا ہے۔ (مظہری)

۲ مطلب یہ کہ ہے ابراہیم کے زمانے سے آج تک ہر امت کیلئے ہم نے قربانی مشروع کی اور اس مشروعیت کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقدس نام کو ان جانوروں پر لیں۔ اہل عرب جانور ذبح کرتے وقت بتوں کا نام لیتے تھے۔ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ: اس میں دو وجوہ ہیں (۱) معبود ایک ہی ہے وہی ایک معبود مختلف زمانے میں تمہارے حالات و ادوار کے مطابق احکام نازل فرماتا رہا (۲) پس تم وقت ذبح اسی ایک معبود کا نام جانوروں پر ذکر کرو۔ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ: اس کی تفسیر میں مفسرین کرام کی مختلف عبارات ہیں (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ مخبتین سے مراد متواضعین ہیں (۲) حضرت کلبی کہتے ہیں کہ اس سے مراد عبادت میں کوشش کرنے والے ہیں (۳) حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اس سے مراد مخلصین ہیں (۴) حضرت مجاہد کہتے ہیں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے سکون حاصل کرتے ہیں اور صالحین ہیں (۵) حضرت عمرو بن اوس کہتے ہیں کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ظلم نہیں کرتے ہیں جب ان پر ظلم کیا جائے تو بدلہ نہیں لیتے ہیں (تفسیر کبیر) ۳ مروی ہے کہ یہ آیت اور وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت علی ﷺ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس آیت کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ الخ ترجمہ: مومنین تو صرف وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو انکے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اسکی آیات تلاوت کی جائے تو انکا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں" [الانفال: ۲] دوسری آیت میں ارشاد ہے اَللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا الخ ترجمہ: "اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں انکے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر انکی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یاد خدا کی طرف رغبت میں" [الزمر: ۲۳] واضح رہے کہ یہ عارفین باللہ کا حال ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور عقوبت سے ڈرتے ہیں نہ کہ اس طرح جیسے جاہل کرتے ہیں۔ آپ آج جس قدر بھی محنت و مشقت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرینگے وہ معرفت رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے معرفت کے برابر نہیں ہو سکتی ہے۔ حضرت انس ﷺ سے مروی ہے کہ ایک دن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوالات کئے یہاں تک کہ جب سوالات زیادہ ہو گئے تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: پوچھو! مجھ سے تم نہیں پوچھو گے مگر میں جب تک اس پر رہوں اسکا جواب دونگا۔ لوگوں نے یہ سن کر خوف کے مارے اپنے گھٹنے ٹیک دیئے [معلوم ہوا کہ جس طرح قرآن کی تلاوت سے دل ڈرتے ہیں ویسے ہی رسول کے فرمان سے بھی دل ڈرتے ہیں] (القرطبی)

خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ

بهتر است پس یاد کنید نام خدای براں ایستاده چوں بیفتادند

خیر ہے پس یاد کرو اللہ کے نام کو اس پر کھڑے اور جب گر جائیں

جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ

پہلوہائے آں پس بخورید ازاں و بدہید بے سایل را و نہفتہ

اپنے پہلو (کے بل) تو کھاؤ اس سے اور بے سائل محتاج کو اور سوال کرنے والے کو دو

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لَنْ يَّنَالَ

ہمچنیں مسخر کردیم آنرا برائے شما شاید کہ شما شکر کنید ہر گز نرسد برضائے

اسی طرح ہم نے مسخر کیا اسے تمہارے لئے شاید کہ تم شکر کرو ا ہرگز نہیں پہنچتا ہے رضائے

اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى

خدا گوشت آں و نہ خون آں و لیکن بیابد او پرہیزگاری

الٰہی کو اسکا گوشت اور نہ اسکا خون لیکن تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے

مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ

از شما ہمچنیں مسخر کرد آنرا برائے شما تا بزرگی یاد کنید خدایرا بر آنچہ راہ نماید شما را

اسی طرح مسخر کیا اسے تمہارے لئے تا کہ اللہ کی بڑائی بیان کرو اس پر جو تمہاری رہنمائی کی

وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ

و مژدہ دے نیکوانرا ہر آئنہ خدای دفع کند از آنانکہ گرویدند

اور بشارت دو نیکو کار کو ۲ بیشک اللہ ہٹاتا ہے (بلاؤں کو) ان لوگوں سے جو ایمان لائے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ

ہر آئنہ خدای دوست ندارد ہر خیانت کنندہ نا سپاس دستوری دادہ شد مر آنانکہ

بیشک اللہ دوست نہیں رکھتا ہے ہر خیانت کرنے والے ناشکرے کو ۳ اجازت (جنگ) دی دے گئی ان لوگوں کو

ا علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ بدنہ کا اطلاق غیر اونٹ پر ہوگا یا نہیں؟ حضرت ابن مسعود ﷺ، حضرت عطاء اور حضرت شافعی کہتے ہیں کہ غیر اونٹ پر اس کا اطلاق نہیں ہوگا۔ حضرت مالک اور حضرت امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ غیر اونٹ پر بدنہ کا اطلاق ہوگا۔ اس اختلاف سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اگر کوئی شخص یہ نذر مان لے کہ بدنہ کی قربانی کریگا اب اگر اسے اتنی استطاعت نہیں کہ وہ اونٹ کی قربانی دے سکے تو مذہب شافعی اور عطاء کے مطابق گائے کی قربانی اس کیلئے جائز نہیں ہے جبکہ امام مالک کے نزدیک اس کیلئے گائے کی قربانی جائز ہے۔ فَكُلُوْا مِنْهَا: یہ امر ندب کیلئے ہے۔ انسان کیلئے اپنی ھدی سے کھانا مستحب ہے کیونکہ اس میں ایک تو فَكُلُوْا مِنْهَا کے امر پر عمل کا ثواب ملے گا اور دوسرا یہ کہ اہل جاہلیت اپنی ھدی سے نہیں کھاتے تھے جب مسلمان کھائیگا تو انکی مخالفت ہو گی۔ ابوالعباس بن شرع کہتے ہیں کہ کھانا اور کھلانا دونوں مستحب ہیں۔ (القرطبی) بعض لوگوں نے کہا کہ قربانی کے گوشت میں سے کھائے، ثلث ذخیرہ کرے اور ثلث صدقہ کر دے، حضرت امام شافعی کے مذہب کے مطابق کھانا مستحب ہے لیکن کھلانا واجب ہے اگر تمام گوشت کو کھلا دے تو جائز ہے اور اگر تمام گوشت کو کھا لے تو درست نہیں ہے [احناف کے نزدیک گوشت کے تین حصے کئے جائیں گے ایک حصہ خود رکھے گا، دوسرا حصہ رشتہ داروں میں تقسیم کریگا اور تیسرا حصہ غرباء میں تقسیم کریگا یہ عمل مستحب ہے] (تفسیر کبیر)

۲ ابن جریج سے مروی ہے کہ اہل جاہلیت بیت اللہ پر چڑھاوا چڑھاتے تھے نبی ﷺ کے اصحاب نے کہا کہ چڑھاوا چڑھانے کے ہم زیادہ حقدار ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقو فی اسباب النزول) یعنی اللہ تعالیٰ کو قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا ہاں تقوی پہنچتا ہے۔ حضرت مقاتل نے نہ پہنچنے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قربانیوں کے گوشت اور خون کو اٹھا کر اپنے لئے نہیں لے جاتا بلکہ تمہارے اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتے ہیں۔ تقوی سے مراد ہے نیک اعمال۔ جن کی بناء اخلاص اور تقوی پر ہو اور محض خوشنودی خدا حاصل کرنے کیلئے بغیر شرک کی آمیزش کے ان کو کیا گیا ہو۔ (مظہری) ۳ جاننا چاہئے کہ خیانت اور نفاق ایک ہے خیانت کا اعتبار عہد اور امانت میں ہوتا ہے جبکہ نفاق کا اعتبار دین میں ہوتا ہے۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ خیانت اور کفران کرنے والے ایسے ہیں جیسے جو انسان اپنی سرکشی سے توبہ نہیں کرتا ہے اور جب وہ توبہ نہیں کریگا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنا دوست نہیں بنائیگا اور جب دوست نہیں بنائیگا تو اسے وہ نعمتیں نہیں ملیں گی جو وہ اپنے دوستوں کو دیا کرتا ہے (روح البیان) خَوَّانٍ: امانتِ الٰہیہ میں بڑی خیانت کرنے والا۔ كَفُوْرٍ: اللہ کے نعمتوں کی ناشکری کرنے والا۔ زجاج کہتے ہیں کہ جو شخص ذبح کے وقت اللہ کے سوا دوسرے کا نام لیتا ہے اور دوسرے کے نام پر قربانی کرتا ہے اور بھینٹ چڑھا کر بتوں کا تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے وہ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ہے۔ (مظہری) مروی ہے کہ یہ آیت مومنوں کے بارے میں نازل ہوئی جب مکہ میں کفار کی جانب سے اذیت بڑھ گئی اور کچھ لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے اور مکہ کے بعض مومنوں کو کفار نے قتل کر دینے کا ارادہ کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کی حمایت اس طرح فرماتا ہے کہ انھیں توفیق عطا فرماتا ہے اور یہ توفیق دائمی طور پر عطا فرماتا ہے یہاں تک کہ ان کے قلوب میں ایمان جگہ پکڑ لیتا ہے اب کفار جتنی کوشش بھی کریں کہ انھیں ایمان سے ہٹایا جائے وہ ایمان سے نہیں ہٹا سکتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہترین حجت کے ذریعے مؤمنین کی حمایت فرماتا ہے اس کے بعد سے کافر بہت کم مؤمن کو قتل کر پایا۔ (القرطبی)

يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ﴿۳۹﴾

کار زار کروند بسبب ایشاں ستم کردند و ہر آئنہ خدای بر نصرت ایشاں توانا ست

جو لڑنا چاہتے ہیں اس بناء پر کہ (ان پر) ظلم ہوا اور بیشک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے ۱

الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا

آنانکہ مظلومانند بیروں کردند از سراہاے ایشاں بنا حق مگر آنکہ گفتند

وہ لوگ جو مظلوم ہیں (اور) انھیں (صرف اس لئے) ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا کہ انھوں نے کہا

رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ

پروردگار ما اللہ است و اگر نہ دفع کند خدای مردمانرا بعضے ایشاں ببعضے

ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں سے ان کے بعض کو بعض سے نہ ہٹاتا

لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ

ویران شدی صومعہا و رہباندن و کنیسہا و مسجد ہا تا یاد کنند

تو ویران ہو جاتیں خانقاہیں اور عیسائیوں کے گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسجدیں

فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ

دراں نام خدای بسیار ہر آئنہ یاری کند خدای کہ نصرت کنند دین او را ہر آئنہ

جس میں اللہ کے نام کو کثرت سے یاد کیا جاتا ہے بیشک اللہ اسکی مدد فرمائیگا جو اسکے دین کی مدد کرتا ہو بیشک

اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ

خدای توانا ست غالب . آنانکہ اگر تمکین دادیم ایشانرا در زمین

اللہ قوت والا غالب ہے ۲ وہ لوگ کہ اگر ہم انھیں زمین میں قابو دیں

اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ

بر پادارید نماز و بدہید زکوۃ و بفرمانید بہ نیکوئی و

تو نماز قائم رکھیں اور زکوۃ دیں اور نیکی کا حکم دیں اور ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ مکہ سے نکلے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان لوگوں نے اپنے نبی کو اپنے وطن سے نکلنے پر مجبور کیا ہے یہ ضرور ہلاک ہو جائیں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا: یعنی مسلمانوں کو جہاد کرنے اور کافروں سے لڑنے کی اجازت دیدی گئی۔ بغوی نے لکھا ہے کہ اہل تفسیر کا بیان ہے کہ مکہ کے مشرک، صحابہ کو بہت زیادہ ایذائیں دیتے تھے صحابہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو کسی کا سر پھٹا ہوتا تو کوئی زخمی ہوتا تو کوئی پٹ کر آتا سب لوگ حضور ﷺ سے شکایت کرتے کہ ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیا جا رہا ہے آپ ان سب کو تسلی دیتے اور فرماتے صبر رکھو مجھے ابھی لڑنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے اسکے بعد یہ آیت ہجرت کے بعد مدینہ میں نازل ہوئی۔ واضح رہے کہ ستر سے اوپر آیات میں قتال کی ممانعت کے بعد اجازتِ قتال کی یہ سب سے پہلی آیت ہے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یہ آیت ان خاص لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جو مکہ کو چھوڑ کر مدینہ کو جانے کے خیال سے نکلے تھے اور کفار ان کیلئے سنگ راہ بن کر رکاوٹیں ڈال رہے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کافروں اور رکاوٹ پیدا کرنے والوں سے انہیں لڑنے کی اجازت دیدی۔ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس آیت میں اجازت قتال کی علت مظلومیت ہے اس سے معلوم ہوا کہ جب کافروں میں ظلم کرنے کی قوت نہیں تو اس سے مسلمانوں کا لڑنا اور انکو قتل کرنا بھی جائز نہیں پس حربی کافروں کی عورتوں کو قتل کرنا باتفاق ائمہ نا جائز ہے ہاں اگر وہ مسلمانوں کے خلاف مشورہ دینے میں مددگار ہوں، یا مالدار ہوں اور اپنے مال سے کافروں کی مدد کر رہی ہوں تو ان سے بھی جہاد کرنا جائز ہے اور انکو قتل کرنا درست ہے، اسی طرح ناکارہ بوڑھے، سادھو، راہب، نابینا، اپاہج، لنگڑے اور لولے میں سے کسی کو قتل کرنا جائز نہیں۔ مسئلہ: اگر کسی حربی کی عورت کو امام قتل کرنے کا حکم دیدے تو عورت اصل کافرہ ہو یا مرتدہ بہر حال امام کی مصلحت کے پیش نظر ایسا حکم جائز ہے۔ فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے اپنے مقرر کردہ مسلمان سرداروں کو حکم دیا تھا کہ جب مکہ میں داخل ہو تو سوائے اس شخص کے جو تم سے جنگ کرے اور کسی کو قتل نہ کرنا لیکن چند آدمیوں کے نام لیکر فرما دیا تھا انکو ضرور قتل کر دینا خواہ کعبہ کے پردوں کے نیچے چھپے ہوں ان میں کچھ عورتیں بھی تھیں [جنکو قتل کرنے کی ہدایت فرمادی تھی] عبداللہ بن اخطل کی دو باندیاں قرینہ اور قرنہ، چنانچہ قرینہ کو تو قتل کر دیا گیا اور قرنہ مسلمان ہو گئی۔ یہ دونوں عورتیں پہلے مرتدہ ہو چکی تھیں۔ (مظہری) ۲ جاننا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اذنِ قتال دینے کی علت بیان فرمائی تو بتایا کہ یہ لوگ مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اب اس آیت میں انکے ظلم کی تشریح کی جا رہی ہے۔ آیت میں ظلم کرنے کے دو وجوہ بیان کئے گئے ہیں (۱) انھوں نے مسلمانوں کو انکے شہروں سے نکالا (۲) انھوں نے مسلمانوں کو انکے شہروں سے اس لئے نکالا کہ انھوں نے رَبُّنَا اللّٰهُ کہا۔ ان میں سے ہر ایک ظلم کے اعتبار سے ظلم عظیم ہے۔ حضرت ابو العالیہ کہتے ہیں کہ صوامع نصاری کے عبادت خانے، بیع یہود کے عبادت خانے، صلوٰت صابئین کے عبادت خانے اور مساجد مسلمانوں کے عبادت خانے کو کہتے ہیں۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ یہ تمام نام مساجد ہی کے ہیں (تفسیر کبیر) ۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد مہاجرین و انصار اور وہ لوگ ہیں جنہوں نے بھلائی کیساتھ انکی پیروی کی۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد اصحاب رسول ﷺ ہیں۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو پانچ وقت کی نماز ادا کرتے ہیں، حضرت حسن اور حضرت ابو العالیہ کہتے ہیں کہ یہ اس امت کے لوگ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ ان پر اپنی فتح کھولتا ہے تو یہ لوگ نماز قائم کرتے ہیں [صاحب قرطبی کہتے ہیں کہ] کہ چار صحابہ کے علاوہ کسی کو بھی زمین پر قابو نہیں دیا گیا (القرطبی)

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ إِلَى

مر شما را دران سودہا ست تا مدتی شمردہ پس جای قربانیہا تا

تمہارے لئے اس میں منافع ہیں وقت مقررہ تک پھر اسکی قربانی کی جگہ

الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٣٣﴾ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا

خانہ کعبہ است و مر ہر امتی معین کردیم جای قربانی تا یاد کنند

خانہ کعبہ تک ہے ١ اور ہم نے ہر امت کیلئے قربانی کی جگہ معین کی تا کہ یاد کریں

اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ

نام خدایرا بر آنچہ روزی داد ایشانرا از چہار پایان پس خدای شما

اللہ کا نام اس پر جو روزی انھیں چوپائے سے دی پس تمہارا خدا

إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾ الَّذِينَ إِذَا

خدای یگانہ است پس او را ست خالص و مژدہ دہ مختبانرا آنانکہ چوں

ایک خدا ہے پس اسی کیلئے خالص ہو جاؤ اور بشارت دو عاجزی کرنے والوں کو ٢ وہ لوگ جب

ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ

یاد کردہ شود خدای بلرزد دلہاے ایشاں و صابرانرا بر آنچہ رسد بدیشاں

اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے قلوب کانپتے ہیں اور اس پر صبر کرنے والے جو انھیں پہنچے

وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٣٥﴾ وَ

و برپادارندگان نماز را و از آنچہ روزی دادیم ایشانرا نفقہ کنند و

اور نماز قائم رکھنے والے اور اس میں سے جو روزی ہم نے انھیں دی خرچ کرتے ہیں ٣ اور

الْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا

گاوانرا کردیم مر شما را از گاہ ہائے حج مر شما را دراں

قربانی کی گائیں کو (بھی) ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں میں سے کیا تمہارے لئے اس میں

١ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بغیر خاص ضرورت کے قربانی کے جانوروں پر نہ سوار ہونا جائز ہے نہ ان پر بوجھ لادنا نہ انکا دودھ پینا کیونکہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کیلئے خالص طور پر نامزد کردیا تو وہ سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کے ہوئے اپنے فائدے کیلئے ان میں تصرف کرنا جائز نہیں۔ یہ توجیہ ثابت کررہی ہے کہ ضرورت کی وجہ سے ہو یا بغیر ضرورت کے کسی طور پر قربانی کے جانوروں سے فائدہ اندوزی جائز نہیں۔ صریح آیت ہے وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔ سوار ہونا اور بوجھ لادنا تعظیم کے خلاف ہے اور اس سے جانور کی فربہی پر اثر پڑتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کا مسئلہ پوچھا جارہا تھا آپ نے فرمایا میں نے خود سنا رسول اللہ ﷺ فرمارہے تھے جب تو اسکی سواری پر مجبور ہے تو اس پر دستور کیمطابق سوار ہوجا تا وقتیکہ تجھے دوسری سواری نہ ملے۔ اس آیت میں ہمارے نزدیک منافع سے مراد مجبور کن ضرورت کے وقت سوار ہونا ہے۔ (مظہری)

٢ مطلب یہ کہ ہے ابراہیم کے زمانے سے آج تک ہر امت کیلئے ہم نے قربانی مشروع کی اور اس مشروعیت کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقدس نام کو ان جانوروں پر لیں۔ اہل عرب جانور ذبح کرتے وقت بتوں کا نام لیتے تھے۔ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ: اس میں دو وجوہ ہیں (١) معبود ایک ہی ہے وہی ایک معبود مختلف زمانے میں تمہارے حالات وادوار کے مطابق احکام نازل فرماتا رہا (٢) پس تم وقت ذبح اسی ایک معبود کا نام جانوروں پر ذکر کرو۔ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ: اس کی تفسیر میں مفسرین کرام کی مختلف عبارات ہیں (١) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ مخبتین سے مراد متواضعین ہیں (٢) حضرت کلبی کہتے ہیں کہ اس سے مراد عبادت میں کوشش کرنے والے ہیں (٣) حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اس سے مراد مخلصین ہیں (٤) حضرت مجاہد کہتے ہیں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے سکون حاصل کرتے ہیں اور صالحین ہیں (٥) حضرت عمرو بن اوس کہتے ہیں کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ظلم نہیں کرتے ہیں جب ان پر ظلم کیا جائے تو بدلہ نہیں لیتے ہیں (تفسیر کبیر) ٣ مروی ہے کہ یہ آیت اور وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس آیت کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ الخ ترجمہ: مومنین تو صرف وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو انکے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اسکی آیات تلاوت کی جائے تو انکا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں" [الانفال: ٢] دوسری آیت میں ارشاد ہے اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا الخ ترجمہ: "اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں انکے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر انکی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں" [الزمر: ٢٣] واضح رہے کہ یہ عارفین باللہ کا حال ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور عقوبت سے ڈرتے ہیں نہ کہ اس طرح جیسے جاہل کرتے ہیں۔ آپ آج جس قدر بھی محنت ومشقت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرینگے وہ معرفت رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے معرفت کے برابر نہیں ہوسکتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوالات کئے یہاں تک کہ جب سوالات زیادہ ہوگئے تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: پوچھو! مجھ سے تم نہیں پوچھو گے مگر میں جب تک اس پر رہوں اسکا جواب دونگا۔ لوگوں نے یہ سن کر خوف کے مارے اپنے گھٹنے ٹیک دیئے [معلوم ہوا کہ جس طرح قرآن کی تلاوت سے دل ڈرتے ہیں ویسے ہی رسول کے فرمان سے بھی دل ڈرتے ہیں] (القرطبی)

يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى

بشنوند باں پس نابینا نبود چشمہا و لیکن نابینا میشود

کہ اس سے سنیں پس انکی آنکھیں نابینا نہیں ہوتیں لیکن نابینا ہوتے ہیں

الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ

دلہا آنکہ در سینہا اند و زود پرسند از تو عذاب را

ان کے قلوب جو سینوں میں ہیں [1] اور تم سے عذاب کے جلد آنے کی تمنا کرتے ہیں

وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ

و ہر گز خلاف نخواہد کرد خدای وعدہ خود را و ہر آئنہ روزے نزدیک پروردگار تو ہزار

اور ہرگز اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کریگا اور بیشک ایک دن تمہارے رب کے نزدیک ہزار

سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا

سال از آنچہ می شمرید و بسیار از دیہا مہلت دام آنرا

سال کا ہے اس سے جو تم شمار کرتے ہو [2] اور بہت ساری بستیاں کہ میں نے اسے مہلت دی

وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾ قُلْ يٰاَيُّهَا

و اہل آں ستمگا بود پس بگرفتم آنرا و بسوے من است باز گشت بگو اے

حالانکہ اسکے رہنے والے ظالم تھے پھر میں نے انھیں پکڑا اور میری ہی طرف لوٹنا ہے [3] آپ فرما دیجئے اے

النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

مردمان جز ایں نیست من. شما را بیم کنندہ ام بیدا پس آنانکہ گرویدندا

لوگو! اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ میں تمہارے لئے کھلا ڈرانے والا ہوں [4] پس وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾ وَ

و کردند نیکہا ایشانرا ست آمرزش و روزی نیکو و

اور نیکیاں کیں ان کیلئے مغفرت ہے اور اچھی روزی [5] اور

تفسیر اظہار العرفان

[1] یعنی انکی آنکھیں بینائی سے محروم نہیں ہیں کہ اقوام ہالکہ کے فرسودہ آثار قدیمہ سفر کے دوران ان کو دکھائی نہ دیں مگر انکی نظر عبرت اندوز نہیں ہے' توحید کو دیکھتے ہیں اور توحید کا عقیدہ نہیں رکھتے' دلائل حق کو سنتے ہیں مگر دماغ میں انکو جگہ نہیں دیتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ آنکھیں بینا ہونے کے باوجود انکے دل نابینا ہیں وہ فاقد البصر نہیں' فاقد البصیرت ہیں اور دل بھی وہ جو سینوں میں ہیں۔ آیت میں تنبیہ ہے اس امر پر کہ حقیقی نابینائی آنکھ کا اندھا پن نہیں بلکہ کور بصیرت ہونا ہے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ آنکھ کی بینائی مرنے تک پہنچنے اور فائدہ اٹھانے کا ایک ذریعہ ہے اور دل کی بینائی حقیقت میں فائدہ بخش بینائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ دل کا نابینا ہونا بدترین اندھا پن ہے۔ آیت میں دل کی بینائی سے مراد ہے دل کے تمام آلات علم وشعور کا مفقود ہو جانا۔ گویا یوں فرمایا: انکے دلوں کی آنکھیں نابینا اور کان بہرے ہو گئے ہیں۔ علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ جب آیت وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى الخ نازل ہوئی۔ تو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں دنیا میں نابینا ہوں تو کیا آخرت میں بھی نابینا رہونگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری)

[2] یہ آیت کریمہ نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی جب اس نے یہ کہا کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر عذاب کیوں نازل نہیں ہوتا۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت ابوجہل بن ہشام کے بارے میں نازل ہوئی جب اس نے کہا: اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ الخ یعنی اے اللہ اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر پتھروں کی بارش اتار۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب عذاب اتارنے کا وعدہ کر لیتا ہے تو اسکے خلاف نہیں کرتا ہے۔ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ الخ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے وہ ایام مراد ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے آخرت کے ایام مراد ہیں۔ جب ان لوگوں نے عذاب کی طلب میں عجلت سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں بتایا کہ یہ عذاب ایام قصیرہ کی بجائے ایام طویلہ میں تم پر آئیگا۔ فراء کہتے ہیں کہ یہ ان کیلئے وعید ہے کہ آخرت میں ان پر عذاب پھیلا ہوا ہوگا۔ (القرطبی) [3] یعنی بہت ساری بستیاں ایسی ہیں کہ میں نے انکے عذاب کو مؤخر کیا حالانکہ وہ لوگ ظلم کر رہے تھے اسکے بعد میں نے اپنے عذاب سے انکو پکڑا۔ بحر محیط میں ہے جب اللہ تعالیٰ نے قریش کو مہلت دی تو ان لوگوں نے طلب عذاب میں جلدی کی اس پر انھیں تنبیہ کی جا رہی ہے (صفوۃ التفاسیر) [4] سوال: رسول اللہ ﷺ بشیر بھی تھے اور نذیر بھی پھر صرف نذیر ہونے کا کیوں حکم دیا گیا؟ جواب: مشرکین ہی عذاب آنے کی جلدی مچاتے تھے اور خطاب کا رخ ان ہی کی طرف تھا اہل ایمان کے ثواب کا ذکر تو کافروں کے غصہ کو اور بھڑکانے والا تھا اس لئے صرف نذیر کا ذکر کیا نذیر کیساتھ بشیر نہیں فرمایا۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بشارت سے تخویف مقدم ہوتی ہے بشارت تو صرف فرمانبرداری کیلئے ہوتی ہے اور تخویف دونوں فریقوں کیلئے عام ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھے جو پیام دیکر بھیجا ہے اسکی اور میری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے اپنی قوم کو آکر متنبہ کیا اور کہا میں نے اپنی آنکھوں سے دشمن کے لشکر کو پہاڑ کے اس طرف دیکھا ہے اور میں تمہارے لئے کھلا نذیر ہوں پس جلدی کرو جلدی کرو اور [بھاگو بھاگو] کچھ لوگوں نے اطلاع دینے والے کی بات مان لی اور رات ہی سے چل دیئے اور فرصت کو غنیمت سمجھ کر چل دیئے اور بچ گئے اور کچھ لوگوں نے اس کے کہے کو سچ نہ مانا اور صبح تک اپنی جگہ پر رہے اور اس طرح دشمن نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ آپ نے فرمایا یہی مثال میری ہے۔ (مظہری) [5] یعنی ان کیلئے آخرت میں جنت اور ہر طرح کی مہمان نوازی ہے۔ (بیضاوی)

الَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

آنانکہ بشتابند در آیات ما عاجز کنندہ آنگروہ یاران

وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں (کے جھٹلانے) میں (اور) ہمیں عاجز کرنے کی کوشش کی یہی گروہ

الْجَحِيمِ ﴿٥١﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا

دوزخ اند و نہ فرستادیم ما پیش از تو ہیچ فرستادہ و نہ

دوزخ والے ہیں ۱ اور ہم نے آپ سے پہلے کسی رسول کو نہ بھیجا اور نہ

نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ

پیغمبر مگر چوں خواند بیفکند دیو در خواندن او پس منسوخ کرد

نبی کو مگر جب انھوں نے پڑھا تو شیطان نے انکے پڑھنے میں (لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے) ملادیا پس اللہ نے مٹا

اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

خدای آنچہ بیفکندہ بود دیو پس محکم کرد خدای آیات خود و خدای دانا ست

دیا جو شیطان نے القا کیا تھا پھر اللہ نے اپنی آیات کو مضبوط کیا اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

حَكِيمٌ ﴿٥٢﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِّلَّذِينَ فِي

با حکمت تا بکند آنچہ افگندہ باشد دیو آزمایشی مر آنانکہ در

۲ تا کہ شیطان جو القا کرتا ہے اسے آزمائش بنائے ان لوگوں کے لئے

قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ ۗ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ

دلہاے ایشاں بیماری است و سخت است دلہاے ایشاں و ہر آئنہ ستمگاران

جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بیشک ظلم کرنے والے

لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿٥٣﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ

اندر خلاف اند دور و تا بدانند آنانکہ دادہ شد دانش آنکہ او

دور کے اختلاف میں ہیں ۳ اور تا کہ جان لیں وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا کہ وہ

۱ یعنی وہ لوگ جو ہماری آیات کو رد کرنے کیلئے اور اسے جھٹلانے کی کوشش کرتے ہیں، کبھی اسے جادو کہتے ہیں، کبھی شعر کہتے ہیں اور کبھی اگلوں کی کہانی بتاتے ہیں۔ ایسے لوگ اسلام سے لوگوں کو روکنے کیلئے انکے قلوب میں شبہ ڈالتے ہیں ان لوگوں کیلئے اس آیت میں دائمی طور پر جہنم میں رہنے کی خبر دی گئی ہے (تفسیر کبیر) مُعٰجِزِیْنَ کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمارے رسول اللہ ﷺ کو عاجز بنادینا چاہتے تھے۔ نبی ﷺ تو انکو دوزخ میں داخل ہونے سے روکتے ہیں اور وہ جہنم میں گھسے جاتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ روشن کی جب آگ خوب روشن ہوگئی اور گردو پیش میں روشنی پھیل گئی تو پروانے اور یہ کیڑے مکوڑے جو آگ میں گرتے ہیں اس میں گرنے لگے وہ شخص پتنگوں اور کیڑوں کو آگ میں گرنے سے روکتا رہا مگر پتنگے اس پر غالب آتے گئے اور آگ میں گرنے لگے میں بھی اسی طرح تم کو کمر سے پکڑ پکڑ کر دوزخ میں گھسنے سے روک رہا ہوں اور تم اس کے اندر گھسے چلے جاتے ہو۔ (مظہری)

۲ حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ مکہ میں نبی ﷺ نے سورہ نجم کی تلاوت فرمائی جب آپ آیت اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی پر پہنچے تو شیطان نے آپکی زبان پر تِلْکَ غَرَانِیْقَ الْعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰی کے الفاظ القا کر دیئے [تمام محققین نے اسکا ابطال کیا ہے] مشرکین کہنے لگے کہ آج سے پہلے آپ نے ہمارے معبودوں کا ذکر خیر کیساتھ نہیں کیا پھر جب آپ نے سجدہ کیا تو مشرکین نے بھی آپ کیساتھ سجدہ کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (لباب النقول فی اسباب النزول) یہ تو عام مفسرین کی روایت ہے لیکن اہل تحقیق کہتے ہیں کہ یہ روایت باطل اور موضوع ہے اس پر قرآن، سنت اور عقل سے دلیل قائم کرتے ہیں۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ترجمہ: ''اور محمد (ﷺ) اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتے ہاں جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی جاتی ہے'' اگر آپ نے تلاوت کے بعد تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی کہا ہوگا تو اس سے کذب باری تعالیٰ ظاہر ہو رہا ہے جو کسی بھی مسلمان کا عقیدہ نہیں ہے لہذا قرآن کی اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ نے تلاوت کے بعد ایسا نہیں کہا [علامہ رازی نے اس جگہ اس مسئلہ کے بارے میں سات آیات قرآنیہ پیش کی ہیں لیکن طوالت کی وجہ سے میں نے صرف ایک آیت پیش کی] سنت: محمد بن اسحٰق بن خزیمہ سے اس قصہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اسے زنادقہ نے گڑھا ہے پھر آپ نے اس پر ایک کتاب لکھی۔ امام بخاری نے اس حدیث کو بخاری میں نقل کیا اور لکھا کہ آپ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں، جنوں اور انسانوں نے سجدہ کیا لیکن اس حدیث میں تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی جیسے کلمات نہیں ہیں۔ معقول: جو شخص تعظیم اوثان کو رسول اللہ ﷺ کیلئے جائز رکھے تو تحقیق اس نے کفر کیا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے باب کا یہ اہم حصہ ہے کہ وہ بتوں کی نفی کریں [اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ بتوں کی تعظیم کریں] لہذا تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی جیسے کلمات پر مشتمل روایت باطل اور موضوع ہیں [اس مقام پر جسے تفصیل چاہیئے وہ تفسیر کبیر، روح المعانی، قرطبی، صاوی اور روح البیان کا اسی آیت کے تحت مطالعہ کرے] رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ مرسلین کی تعداد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ۳۱۳۔ دریافت کیا گیا کہ انبیاء کی تعداد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش۔ (تفسیر کبیر) ۳ یعنی ان لوگوں کیلئے آزمائش ہے جن کے دلوں میں شک اور نفاق ہے۔ اَلْقَاسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ سے مراد مشرکین ہیں۔ کاشفی کہتے ہیں کہ یہ وہ شخص ہے جسے شیطان وسوسہ میں ڈالتا ہے۔ یہ منافق اور مشرک ہیں جو شک کی بناء پر اختلاف میں پڑتے ہیں حق سے اعراض کرتے ہیں اور عداوت ومخالفت میں پڑ جاتے ہیں۔ (روح البیان)

الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ

راست از پروردگار تو پس بگروند بآں نیایس کند او را دلہاے ایشاں

حق ہے تمہارے رب کی طرف سے اس پر ایمان لاتے ہیں اس کیلئے انکے قلوب جھک جائیں

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾

و ہر آئنہ خدای راہ نماید آنانکہ گرویدند بسوے راہ راست

اور بیشک اللہ راہ دکھاتا ہے ان لوگوں کو جو ایمان لائے سیدھی راہ کی طرف [1]

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ

و ہمیشہ باشند آنانکہ نگرویدند در شبہ ازاں تا بیاید بدیشاں

اور ہمیشہ رہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اس سے شبہ میں یہاں تک کہ ان کے پاس

السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾ اَلْمُلْكُ

قیامت ناگہاں یا بیاید بدیشاں عذاب روز نازاینده پادشاہی

قیامت اچانک آئے یا ان کے پاس اس دن کا عذاب آئے جس میں کوئی نیکی نہیں کی جائیگی [2] اس دن کی بادشاہی

يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

آنروز مر خدایراست حکم کند میاں ایشاں پس آنانکہ گرویدند و کروند نیکیہا

اللہ کیلئے ہے، فیصلہ فرمائیگا ان کے درمیان، پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں

فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

در بوستانہاے نعمت و آنانکہ نگرویدند و تکذیب کردند بآیات ما

نعمت کے باغوں میں ہونگے [3] اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا

فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ

پس آنگروہ ایشانراست عذاب خوار کننده و آنانکہ ہجرت کردند در

پس یہی گروہ ہے کہ ان کیلئے خوار کرنے والا عذاب ہے [4] اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی

[1] یعنی ہم نے شیاطین کو القاء کی قدرت عطا فرمائی پھر القائے شیطان کو نابود کر دیا اور اپنی آیات کو مضبوط کر دیا اسکی دو وجوہ ہیں ایک سبب تو یہ ہے کہ القائے شیطان کو بیمار دل والے منافقوں اور مشرکوں کیلئے فتنہ بنا دینا مقصود ہے، دوسرا سبب یہ ہے کہ اہل علم کے علم میں ایمانی پختگی پیدا کرنا مقصود ہے تا کہ بلاشک وشبہ وہ یقین کرلیں کہ یہ حق ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا ہے اور اس مستحکم ایمان کے بعد ان کے دل اللہ تعالیٰ کی طرف عاجزی کیساتھ اور جھک جائیں۔ اُوْتُوا الْعِلْمَ سے مراد ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اسکے احکام سے واقف ہیں، سدی کہتے ہیں کہ باطل اور القائے شیطان کو نابود کر دینے کی جو لوگ تصدیق کرتے ہیں وہ مراد ہیں۔ لَهٗ یعنی جن آیات کو اللہ تعالیٰ نے محکم اور مضبوط کر دیا ہے وہ حق ہیں، یا شیطان کو انسان کے دل میں وسوسہ ڈالنے کی طاقت دینا حق ہے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت سے دستور خداوندی یہی رہا ہے۔ (مظہری)

[2] حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ سے مراد ہے وہ دن جس کیلئے رات نہ ہو اور وہ قیامت کا دن ہے، حضرت نحاس کہتے ہیں کہ قیامت کا نام عقیم اس لئے رکھا کہ اس دن کے بعد اب اسکی مثل کوئی اور دن نہیں ہو گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد بدر کا دن ہے، حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ اس روز ان لوگوں نے رات نہیں دیکھی بلکہ شام سے پہلے انھیں قتل کر دیا گیا پس یہ دن ایسا ہو گیا جس کیلئے رات نہیں ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے عقیم اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن کو رحمت اور شفقت نہ ہو گی۔ (القرطبی) [3] یعنی قیامت کے روز بادشاہی فقط اللہ تعالیٰ کی ہو گی، اس لئے کوئی منازعت کرنے والا نہیں ہوگا اور نہ اسکے حکم کو کوئی ہٹانے والا ہوگا۔ ملک قدرت کی وسعت کو کہتے ہیں اور اس کیلئے جس کے واسطے امور کی تدبیر ثابت ہو۔ (القرطبی) [4] فَاُولٰٓئِكَ میں فا کا آنا بتا رہا ہے کہ مؤمنوں کا جنت میں داخلہ محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہوگا اور کافروں کا جہنم میں داخل ہونا ان کے اعمال کی وجہ سے ہوگا۔ کافروں کے اعمال موجب عذاب ہیں اسی لئے لَهُمْ عَذَابٌ خاص طور پر صرف انہی کو عذاب ہوگا فرمایا هُمْ فِيْ عَذَابٍ وہ عذاب میں ہونگے نہیں فرمایا، اور اہل جنت کے متعلق فرمایا وہ عیش کے باغوں میں ہونگے یعنی اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی کو اسکا عمل نجات نہیں دیگا، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ کے اعمال بھی [موجب نجات نہ ہونگے] فرمایا: نہیں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت اور فضل سے ڈھانپ لیگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بھی آئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: سیدھی چال چلتے رہو اور خوش ہو جاؤ کیونکہ کسی کو اسکا عمل جنت میں نہیں لے جائیگا، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ بھی [اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائیں گے] فرمایا اور نہ میں، مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی مغفرت اور رحمت سے ڈھانپ لے گا۔ سوال: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم اپنے کئے ہوئے اعمال کے سبب جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جنت میں داخلہ اعمال کی وجہ سے ہوگا۔ جواب: جنت کے مختلف درجات اور مراتب ہیں جن پر رسائی اعمال کی وجہ سے ہوگی لیکن اصل داخلہ اور جن کے اندر ہمیشہ رہنا ہے محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہوگا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ عفو الٰہی کی وجہ سے پل صراط سے پار ہونگے اور اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہونگے اور اپنے اپنے اعمال کی وجہ سے مرتبے پائیں گے۔ (مظہری) جو لوگ اللہ کی آیات سے انکار کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں ان کیلئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ (صفوة التفاسیر)

سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوٓا اَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ

راه خدای پس کشته شدند یا بمردند تا روزی دہد ایشانرا خدای

اللہ کی راہ میں پھر قتل کئے گئے یا مر گئے تو ضرور انھیں اللہ روزی دیگا

رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۵۸ لَيُدْخِلَنَّهُمْ

روزی نیکو و ہر آئنہ خدای اوست بہترین روزی دہندگان تا در آرد ایشانرا

اچھی روزی اور بیشک اللہ وہی بہترین روزی دینے واالا ہے ۱ انھیں ضرور داخل کریگا

مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝۵۹ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ

در آوردنے کہ بپسند آنرا و ہر آئنہ خدای دانا ست بردبار ایں است و ہر کہ

ایسی جگہ جسے وہ پسند کرینگے اور بیشک اللہ جاننے والا بردبار ہے ۲ یہ ہے، اور جو کوئی

عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ

عقوبت کند بمانند آنچہ عقوبت کردہ است بآں پس ستم کردہ شود بر و البتہ نصرت کند او را

(اپنے دشمن کو اتنا ہی) ستائے جتنا یہ اسکے ہاتھوں ستایا گیا اسکے بعد پھر اس پر زیادتی

اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۶۰ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ

خدای ہر آئنہ خدای آمر زندہ مہربانست ایں بسبب آنست خدای در آرد

کی جائے تو اللہ ضرور اسکی مدد فرمائیگا بیشک اللہ معاف فرمانے والا مہربان ہے ۳ یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ داخل کرتا

الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ

شب را در روز و در آرد روز را در شب و ہر آئنہ

ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور بیشک

اللّٰهَ سَمِيْعٌ ۢ بَصِيْرٌ ۝۶۱ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ

خدای شنو است بینا ایں بسبب آنست خدای او راست است و

اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے ۴ یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ وہی حق ہے اور

۱ اس میں اختلاف ہے کہ یہاں کون لوگ مراد ہیں بعض نے کہا کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی تا کہ دین کے امور میں رسول اللہ ﷺ کی مدد کریں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں، دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کیساتھ جہاد کیا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کیلئے نکلے جب مشرکین نے انکا پیچھا کیا تو ان لوگوں نے انکے خلاف جہاد کیا۔ لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا: یہاں رزق حسن سے مراد جنت کی نعمت ہے، حضرت اصم کہتے ہیں کہ اس سے علم و فہم مراد ہے جیسے حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا تھا۔ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ''اور مجھے تو اپنی طرف سے اچھا رزق یعنی علم و فہم عطا فرمایا'' اس اعتبار سے دنیا میں یہ مراد ہے اور آخرت میں جنت مراد ہے۔ کلبی کہتے ہیں کہ رزق حسن سے مراد حلال یعنی مال غنیمت ہے (تفسیر کبیر)

۲ یعنی جنت کے اندر داخل فرمائیگا جہاں ہر دل پسند چیز باصرہ نواز ہوگی ایسی جس کو [اس سے پہلے] نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا تصور آیا ہوگا۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ: یعنی اللہ تعالیٰ دشمنوں کے احوال سے خوب واقف ہے اور ساتھ ہی ساتھ بڑا تحمل والا بھی ہے۔ (مظہری)

۳ یعنی ظالم سے اتنا ہی بدلہ لے جتنا اس نے ظلم کیا پھر دوبارہ اس پر ظلم کیا جائے تو اللہ تعالیٰ یقیناً اس مظلوم کی مدد فرمائیگا۔ ابتدائے ظلم کو بھی عقاب کہا گیا ہے حالانکہ عقاب [بدلہ] وہ ہوتا ہے جو ظلم کے بعد بطور عوض دیا جائے ایسا صرف ہم شکل ہونے کی وجہ سے کہا گیا۔ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے یعنی انتقام لینے والا۔ یا یوں کہا جائے کہ اللہ نے درگذر کرنے اور صبر کرنے کو اس کیلئے زیادہ مناسب اور اولیٰ قرار دیا۔ اللہ نے فرمایا وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ''جو صبر کرے اور معاف کردے تو یہ بلاشبہ بڑے عالی حوصلگی کا کام ہے (مظہری) حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت ایک سریہ کے بارے میں نازل ہوئی جس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو بھیجا۔ ماہ محرم کی آخری دو راتیں باقی تھیں کہ وہ مشرکین تک جا پہنچے مشرکین نے ایک دوسرے سے کہا کہ اصحاب محمد (ﷺ) ماہ حرام میں لڑنا حرام سمجھتے ہیں تم ان پر حملہ کردو اس پر صحابہ نے انھیں قسم دیکر کہا کہ تم ہمیں ماہ حرام میں لڑنے پر مجبور نہ کرو لیکن مشرکین نے انکی ایک نہ مانی اس پر مسلمانوں نے بھی لڑائی شروع کردی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ۴ سابقہ مضمون سے اس آیت کا تعلق دو طرح سے ہے (۱) اللہ تعالیٰ کی یہ مدد اس لئے ہے کہ وہ قادر مطلق ہے اور اسکی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ رات اور دن کا خالق ہے اور ان دونوں کا متصرف ہے پس ضروری ہوا کہ وہ قادر اور عالم ہو ان چیزوں کا بھی جو ان دونوں میں جاری ہوں اور جس کی یہ شان ہو وہ مصیبت کے وقت مدد کرنے پر قادر ہوگا (۲) اللہ تعالیٰ کی یہ مدد دنیا میں ایک طرح کا انعام و اکرام ہے اور یہ انعام و اکرام اس سبب سے ہے جو انسان دن اور رات میں عمل کرتا ہے۔ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے کی دو صورتیں ہیں (۱) جب سورج غروب ہوجاتا ہے تو روشنی کی جگہ ظلمت آجاتی ہے اور جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ظلمت کی جگہ روشنی آجاتی ہے جیسے گھر میں چراغ رکھنے سے روشنی ہوجاتی ہے اور اسے ہٹا دینے سے ظلمت آجاتی ہے [یہی مفہوم رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے کا ہے] (۲) اللہ تعالیٰ کبھی رات کو بڑھا کر دن کا کچھ حصہ اس میں شامل کردیتا ہے اور کبھی دن کو بڑھا کر رات کا کچھ حصہ اس میں شامل کردیتا ہے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ: یہ جملہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کر رہا ہے کہ اللہ ایسا قادر ہے کہ اس جیسی قدرت اسکے غیر میں نہیں پائی جاتی ہے۔ (تفسیر کبیر)

اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ

آنچہ میخوانید بجز او او باطل ست و ہر آئنہ خدای

جسے تم پکارتے ہو اسکے سوا وہ باطل ہے اور بیشک اللہ

هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٦٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ

او بر تر است بزرگ آیا نمی بینی ہر آئنہ خدای فرستاد از آسمان

وہ بر تر بزرگ ہے ١ کیا تو نے نہ دیکھا بیشک اللہ نے اتارا آسمان سے

مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿٦٣﴾

آبے پس گردد زمین را سبز ہر آئنہ خدای مہربانست دانا

پانی تو زمین سبز ہو گئی بیشک اللہ مہربان ہے جاننے والا ہے ٢

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ

او را ست آنچہ در آسمانہا و آنچہ در زمین ست و ہر آئنہ خدای او

اسی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے، اور بیشک اللہ وہ

الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿٦٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي

بے نیاز است ستودہ آیا نمی بینی ہر آئنہ خدای مسخر کرد برائے شما آنچہ در

بے نیاز سراہا ہوا ہے ٣ کیا تو نے نہ دیکھا بیشک اللہ نے مسخر کیا تمہارے لئے جو کچھ

الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ

زمین است و کشتی میرود در دریا بامراو نگاہدارد

زمین میں ہے اور دریا میں کشتی چلتی ہے اسکے حکم سے، اور آسمان کی حفاظت فرماتا ہے

السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

آسمانرا تا بیفتد بر زمین مگر بامراو ہر آئنہ خدای

تا کہ زمین پر گر نہ جائے مگر اسکے حکم سے (جب وقت ہوگا تو کریگا) بیشک اللہ ٤

١ اَلْحَقُّ یعنی موجود بنفسہٖ اور تنہا واجب لذاتہٖ اسکے واجب الوجود اور وحدہ لاشریک ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ساری کائنات کا سرچشمۂ وجود ہو، ہر ایک کی ہستی اسکی عطا کردہ ہو، وہ عالم بالذات بھی ہو اور دوسری ہر چیز کا عالم ہو اور تمام صفاتِ کمالیہ اسکی ذات میں موجود ہوں کیونکہ جب تک اسکی قدرت کاملہ، علم ہمہ گیر اور سماعت و بصارت محیط کل نہ ہو وہ مستحق الوہیت نہیں ہوسکتا۔ اَلْبَاطِلُ یعنی معدوم ہے ذاتی طور پر ممتنع الوجود ہے یا باطل سے مراد ہے باطل الالوہیت یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کی الوہیت باطل اور بے حقیقت ہے۔ اَلْعَلِيُّ: اللہ تعالیٰ برتر و بالا ہے اس بات سے کہ اسکا کوئی شریک ہو۔ اَلْكَبِيْرُ: وہ عظیم الشان اور عالی مرتبہ ہے ایسا کہ اسکا کوئی مثل نہیں ہے۔ (مظہری)

٢ اَلَمْ تَرَ میں تین احتمالات ہیں (١) یہاں رؤیت سے مراد حقیقی رؤیت ہے کیونکہ آسمان سے جب پانی اترتا ہے تو وہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور اس پانی کے سبب زمین سے سبزہ اُگتا تھا اسے بھی دیکھتے تھے۔ جب کلام کسی جہت سے حقیقت پر محمول ہو تو اس حقیقت کو لینا بہتر ہوتا ہے (٢) اس سے مراد ہے اَلَمْ تُخْبِرْ یعنی کیا تمہیں خبر نہیں دی۔ (٣) اس سے مراد اَلَمْ تَعْلَمْ یعنی کیا تمہیں نہیں معلوم۔ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ: اس میں چند وجوہ ہیں (١) اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے اور اسکی رحمت شاملِ حال ہے یہاں تک کہ انسان زمین سے نفع حاصل کرتا ہے (٢) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو رزق دینے میں لطیف ہے اور انسان کے دل میں جو فریاد پوشیدہ ہے اسکے بارے میں خبیر ہے (٣) کلبی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال میں لطیف اور مخلوق کے افعال کیساتھ خبیر ہے (٤) حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سبزہ نکالنے میں لطیف ہے اور اپنے خلق کی کیفیت کے ساتھ خبیر ہے (تفسیر کبیر) ٣ مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے ہر ایک اسی اللہ کی پیروی کرتا ہے اور اس اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ ہر چیز سے غنی ہے اور حمد کرنے والوں کی حمد سے بھی بے پرواہ ہے اس لئے کہ کامل لذاتہٖ ہے اور جو کامل لذاتہٖ ہوتا ہے وہ ہر چیز سے غنی ہوتا ہے لیکن جب اس نے مخلوق پیدا کی تو اس میں حکمت ضرور ہے پس پانی اور سبزہ کو حیوانات کیلئے باعثِ رحمت بنایا اور ان پر انعام کیا نہ کہ حیوان کو اپنی حاجت کیلئے۔ پس جو اپنے بندوں پر انعام و اکرام بغیر کسی غرض کے کرے وہی مستحق حمد ہے (تفسیر کبیر) ٤ جاننا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت بیان فرمائی تو اس کیلئے چھ دلائل ذکر کئے [پہلی دلیل: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً الخ ہے، دوسری دلیل: لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الخ ہے، تیسری دلیل: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ ہے، چوتھی دلیل: وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ہے، پانچویں دلیل: وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ہے اور چھٹی دلیل: وَهُوَ الَّذِيْ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ الخ ہے] اللہ تعالیٰ نے انسان کو پتھروں، لوہے اور آگ جیسی چیزوں سے انتفاع کا طریقہ بتایا، اسی طرح انسان کیلئے حیوانات کو مسخر کیا کہ انسان اسکا گوشت کھاتا ہے، اس پر بوجھ اٹھاتا ہے اور اس پر سواری کرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ اونٹ اور گائے کو انسان کیلئے مسخر نہ فرماتا تو انسان اسکے مقابلے میں کمزور پڑ جاتا۔ اسی طرح انسان کیلئے کشتی کو بھی مسخر کیا کہ انسان اسے پانی پر بآسانی چلاتا ہے یہ سارے امور اللہ کے حکم ہی سے تو سرانجام پاتے ہیں۔ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ الخ جاننا چاہئے کہ پیچھے بیان کئے گئے انعام و اکرام مکمل نہیں ہوتے مگر اس نعمت کے ساتھ جواب بیان کی جارہی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ. مطلب یہ ہے کہ دنیا اور آخرت کے منافع کے لئے ان جامع نعمتوں کا منعم غایتِ احسان و انعام کا پہنچانے والا ہے۔ (تفسیر کبیر)

بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٥﴾ وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ ثُمَّ

بمردمان البتہ آمرزندہ مہربانست و اوست آنکہ زندہ کرد شما را باز

لوگوں کو ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔ اور وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر

يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۗ إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ ﴿٦٦﴾ لِّكُلِّ أُمَّةٍ

بمیراند شما را باز زندہ کند شما را ہر آئنہ آدمی البتہ نا سپاس است مر ہر گروہی

تمہیں موت دیگا پھر تمہیں زندہ کریگا' بیشک آدمی ضرور نا شکرا ہے ۱ ہر گروہ کیلئے

جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ ۖ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ

کردیم جایگاہ ایشاں لبسمل کنندگانند تا خصومت نکنند با تو درکار

ہم نے انکی عبادت کی جگہ بنائی کہ وہ اس جگہ عبادت کرنے والے ہیں پس آپ سے معاملات میں جھگڑا نہ کریں

وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ۖ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ ﴿٦٧﴾ وَإِن

و بخواں بسوے پروردگار تو ہر آئنہ تو بر راہ راستی و اگر

اور اپنے رب کی جانب بلائیے بیشک تم سیدھی راہ پر ہو ۲ اور اگر

جَادَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٦٨﴾ اللَّهُ يَحْكُمُ

خصومت با تو کنند پس بگو خدای دانا تر است بآنچہ میکنید اللہ است حکم کند

آپ سے جھگڑا کریں تو فرما دیجئے اللہ سب سے زیادہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو ۳ اللہ فیصلہ فرمائیگا

بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٦٩﴾ أَلَمْ

میان شما روز قیامت آنچہ بودند اختلاف کنید آیا

تمہارے درمیان قیامت کے روز جس میں تم اختلاف کرتے تھے ۴ کیا

تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ إِنَّ ذَٰلِكَ

نمی دانی ہر آئنہ خدای میداند آنچہ در آسمانہا و زمین است ہر آئنہ ایں

تمہیں نہیں معلوم کہ اللہ جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے' بیشک یہ

۱ مطلب یہ ہے کہ جس نے ان امور کو تمہارے لئے مسخر کیا اور تم پر انعام و اکرام کیا اسی نے تمہیں زندگی دی۔ آیت میں پہلی زندگی سے مراد ہے کہ جب تم نطفہ تھے تو اس نے تمہیں زندگی دی تا کہ تم دنیا کی نعمتوں سے بہرہ ور ہوسکو' دوسری زندگی سے مراد ہے کہ وہ تمہیں آخرت کیلئے زندہ فرمائیگا۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس جگہ انسان سے مراد کافر انسان ہے اور آپ ہی کا یہ قول بھی ہے کہ اس سے مراد اسود بن عبد الاسد' ابو جہل' عاص اور ابی بن خلف ہیں لیکن اس جگہ بہتر یہ ہے کہ اسے عام منکرین کیلئے رکھا جائے۔ (تفسیر کبیر)

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر اس طرح فرمائی، ہم نے ہر امت کے لئے ایک شریعت مقرر کردی تھی جس پر وہ چلتے تھے' حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ نے مَنْسَكًا قربانی کا مقام ترجمہ کیا ہے جس میں وہ قربانی کرتے تھے' بعض کے نزدیک مَنْسَكٌ سے مراد عبادت گاہ۔ [حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے بھی مَنْسَكٌ کا ترجمہ عبادت گاہ کیا ہے] بعض نے کہا میلہ جس سے وہ مانوس تھے۔ عربی میں مَنْسَكٌ اس مقام کو کہتے ہیں جہاں کسی اچھے یا برے کام کیلئے لوگ جمع ہونے کے عادی ہوں۔ مناسک حج کو مناسک اسی لئے کہتے ہیں کہ لوگ حج کے مقامات پر ہر سال آتے اور جمع ہوتے ہیں۔ اَلْاَمْرُ سے مراد ہے امر دین یا ذبح کے طریقے' مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جاہل ہیں یا عنادی جھگڑالو' اگر عالم ہوتے اور عنادی نہ ہوتے تو آپ سے جھگڑا ہی نہ کرتے کیونکہ آپکے دین کی صداقت نا قابل نزاع ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ اس آیت کا نزول بدیل بن ورقاء، یزید بن خنیس اور بشر بن سفیان کے متعلق ہوا' ان لوگوں نے صحابہ کرام سے کہا تھا کہ کیا وجہ ہے جس جانور کو تم اپنے ہاتھوں سے ذبح کرتے ہو اسکو تو کھاتے ہو اور جسکو اللہ براہِ راست مار دیتا ہے اسکو نہیں کھاتے [اسکو مردار سمجھتے ہو] زجاج کہتے ہیں کہ بظاہر نزاع کی ممانعت مشرکوں کو ہے لیکن حقیقت میں ممانعت کا رخ رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے عرب کہتے ہیں کہ فلاں شخص تم سے جھگڑا نہ کرے یعنی تم اس سے جھگڑا نہ کرو لیکن ایسا ان افعال میں ہوتا ہے جو طرفین سے صادر ہوں۔ مخاصمت اور نزاع دو آدمیوں کے درمیان ہوتا ہے صرف ایک شخص سے [نزاع بین الطرفین کا صدور نہیں ہوسکتا] جب ایک نزاع ترک کردے تو وجود مخاصمت باقی نہیں رہتا [صرف یکطرفہ خصومت باقی رہتی ہے] (مظہری) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک لوگوں کیلئے توراۃ منسک تھی یہ لوگ اسکے مطابق عمل کرتے تھے اور عبادت بجالاتے تھے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حضرت محمد ﷺ تک انجیل لوگوں کیلئے منسک تھی لوگ اسکے مطابق عمل کرتے تھے اور اسکے احکام مانتے تھے' حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے بعد قرآن لوگوں کے واسطے منسک ہوا اب قیامت تک جتنے بھی لوگ آئیں گے انکو قرآن کے مطابق عمل کرنا ہوگا اور اسکے احکام کو ماننا پڑیگا پس تمام اہل ادیان کو چاہئے کہ وہ آپکے دین کو تسلیم کریں اور آپ سے لڑائی نہ کریں اس لئے کہ آپ جو دین لیکر آئے وہ بالکل واضح دین ہے۔ (روح البیان) ۳ یعنی اے محمد (ﷺ) مشرکین مکہ آپ سے لڑائی کرتے ہیں اور آپکو جھٹلاتے ہیں' حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت معراج کی رات آپ پر اسوقت نازل ہوئی جب آپ ساتویں آسمان پر تھے اور اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھ رہے تھے پس اسوقت اللہ تعالیٰ نے آپکی جانب وحی کی کہ باطل پرست لوگ آپ سے جھگڑا کرینگے۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو حکم دیا کہ ایسے لوگوں سے آپ اعراض کیجئے تا کہ مشقت میں پڑنے سے آپ بچ جائیں کیونکہ صاحب عناد کیلئے کوئی جواب نہیں ہوتا ہے (القرطبی) ۴ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ اس قوم کا فیصلہ قیامت کے دن کیا جائیگا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بہترین ادب سکھایا کہ جھگڑالو قسم کے لوگوں کی باتوں کا جواب دینا اپنے آپکو بھی الجھانا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت جہاد والی آیت سے منسوخ ہے (القرطبی)

فِیْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝٧٠ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

در لوح محفوظ است هر آئینه این بر خدا آسانست و می پرستند

لوح محفوظ میں ہے، بیشک یہ اللہ پر آسان ہے ١ اور پوجتے ہیں

اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ

بجز خدای آنچه نفرستاده است باں حجتی و آنچه نیست

اللہ کے سوا اسے جس پر کوئی دلیل نہیں اتاری اور نہیں ہے

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝٧١ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ

ایشانرا باں دانش و نیست ستمگارانرا هیچ یاری دهنده و چوں خوانده شود بر ایشاں

انکے پاس اسکا کوئی علم، اور نہیں ہے ظالموں کیلئے کوئی مدد کرنے والا ٢ اور جب پڑھی جائے ان پر

اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ

آیات ما روشن بشناسی تو در رویهاء کافران کراهت

ہماری روشن آیات تو تم کافروں کے چہروں میں ناپسندیدگی دیکھو گے

يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ

میخواهند تا بر جهند باناںکه میخواهند بر ایشاں آیات ما

چاہیں گے کہ ان لوگوں پر دھاوا بول دیں جو تلاوت کرتے ہیں ان پر ہماری آیات

قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ

بگو آیا خبر دهیم شما را بشر از این دوزخ وعده داده است آنرا خدا

آپ فرما دیجئے کیا میں خبر دوں تمہیں جو اس سے بھی برا ہے (وہ) دوزخ ہے، اسکا وعدہ اللہ نے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝٧٢ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ

آنانکه نگرویدند و بد جائیست ای مردمان بیان کرده شد

ان لوگوں کو دیا ہے جنہوں نے کفر کیا اور یہ کیا ہی بری جگہ ہے ٣ اے لوگو! بیان کی گئی

تفسیر اظہار العرفان

١ اَلَمْ تَعْلَمْ اگرچہ استفہام ہے لیکن اس آیت سے مقصود قلبِ رسول ﷺ کی تقویب، آپ کیلئے وعدہ اور کافرین کیلئے وعید ہے اس اعتبار سے کہ انکا ہر عمل اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے نہ انکا عمل اللہ تعالیٰ سے گم ہو سکتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اسے بھول سکتا ہے۔ اس آیت میں خطاب اگرچہ رسول اللہ ﷺ کو ہے مگر مراد اس سے تمام بندے ہیں اس لئے کہ رسالت ثابت نہیں ہوتی مگر علم کے بعد، ہر نبی کو اس عقیدے کا علم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر معلومات کا عالم ہے۔ اِنَّ ذَالِکَ فِیْ کِتَابٍ: اسکے بارے میں دو اقوال ہیں (١) ابو مسلم کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے (٢) جمہور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ پیدا فرمایا ہے وہ سب کچھ لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے یہ قول اولیٰ ہے (تفسیر کبیر) اس آیت میں اور سابقہ آیت کی روشنی میں چند اشارات ملتے ہیں (١) طلاب میں سے ہر ایک فریق کیلئے شریعت ہے جس پر وہ چلتا ہے اور ہر قوم کیلئے ایک راستہ ہے جسکے ذریعے وہ منزلِ مقصود پر پہنچتا ہے (٢) اہل مجادلہ دراصل اہل انکار اور اہل اعتراض ہیں اور اللہ تعالیٰ انکے احوال کی خوب خبر رکھتا ہے۔ قیامت کے روز ہر فریق کے درمیان فیصلہ فرمائیگا (٣) سماء، سمائے قلب ہے اور اس میں نور یقین، صدق، اخلاص، محبت وغیرہ ہیں اور ارض، ارضِ بشری ہے جس میں نفسِ امّارہ، ظلمت، شک، کذب، شرک اور حرصِ دنیا وغیرہ ہیں۔ (تفسیر کبیر)

٢ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت دلیلِ سمعی سے ثابت نہیں ہے کیونکہ ارشاد ہوا مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا یعنی ہم نے اس پر کوئی دلیل نہیں اتاری، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت دلیلِ عقلی سے بھی ثابت نہیں ہے کیونکہ ارشاد ہوا وَمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ یعنی اور اس پر ان کیلئے کوئی عقل بھی نہیں ہے۔ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ: اس میں دو وجوہ ہیں (١) ان کیلئے کوئی ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں انکی مدد کرے (٢) انکے کفر پر کوئی ایسا نہیں ہے جو دلیل وحجت سے بات کر سکے اس لئے کہ حجت تو حق کیساتھ ہوتی ہے۔ (تفسیر کبیر) ٣ منکر کے بارے میں مفسرین کرام کی مختلف عبارات ہیں (١) کلبی کہتے ہیں کہ منکر وہ لوگ ہیں جب قرآن کی تلاوت کی جائے تو تم انکے چہرے پر کراہیت کے آثار دیکھو گے (٢) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تم انکے چہرے پر جبر وتکبر کے آثار دیکھو گے (٣) حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کے کلام اللہ ہونے کا انکار کرتے ہیں (تفسیر کبیر) اٰيٰتُنَا یعنی قرآن کی آیات بینات یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونا کھلا ہوا ہے یا صحیح عقائد پر جنکی دلالت واضح ہے۔ اَلْمُنْكَرَ یعنی غصہ وناگواری اور ترش روئی کی وجہ سے آثار انکار انکے چہروں پر نمودار ہو جاتے ہیں۔ وُجُوْهُهُمْ کی جگہ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا صراحت کیساتھ کہنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ انکار کا باعث سوائے شدتِ کفر کے اور کوئی نہیں، یا منکر سے مراد ہے وہ شرارت جو وہ مؤمنین کے ساتھ کرنا چاہتے تھے۔ يَسْطُوْنَ: پکڑ لیں گے یا ضرر پہنچانے کیلئے تلاوت کرنے والوں کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے، گھوڑا جب دو ٹانگوں پر کھڑا ہوتا ہے اور اگلے دو پاؤں اوپر اٹھا دیتا ہے خواہ شدت نشاط کی وجہ سے یا اکڑ یا غرور کی وجہ سے یا مادہ پر کودنے کی غرض سے تو کہا جاتا ہے سَطَا الْفَرَسُ۔ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ یعنی محمد ﷺ اور صحابہ جو آیات پڑھتے ہیں۔ بِشَرٍّ یعنی جو تمہارے لئے زیادہ بری اور زیادہ ناگوار ہوگی۔ ذَالِكُمْ: اس قرآن سے یا تمہارے اس غصہ یا غضب سے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے سے بری، یا اس اکتاہٹ اور ملال سے بری جو تلاوتِ قرآن سن کر تمہارے اندر پیدا ہوتا ہے۔ (مظہری) یعنی مشرکین پر جب ایسی آیت تلاوت کی جاتی ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان ہے تو ان کے چہرے بگڑ جاتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

مانند بیان شما پس بشنوند آنرا هر آئنه آنانکه میخوانند بجز

تمہاری مثل کی کہاوت پس اسے غور سے سنو بیشک وہ جسے تم اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ تو

اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ

خدای هر گز نتوانند که بیافریند مکس و اگر همه مرا او را و اگر برباید

ہرگز مکھی بنانے کی طاقت (بھی) نہیں رکھتے اگرچہ سب اس کیلئے جمع ہو جائیں' اور اگر اچک کر لے جائے

الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ

مکس چیزیرا نتوانند از و ضعیف است جوینده

مکھی کوئی چیز تو اس سے چھڑا (بھی) نہ سکیں گے، کمزور ہے طلب کرنے والا

وَالْمَطْلُوْبُ ۞٧٣ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ

و چرا بت نشناختند خدایرا که قدر شناختن او بود هر آئنه خدای توانا

اور کتنا کمزور ہے بت[1] (اسطرح) اللہ کو نہ پہچانا جس طرح اسکے پہچاننے کا حق تھا' بیشک اللہ قادر ہے

عَزِيْزٌ ۞٧٤ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ

غالب است خدای برگزیند از فرشتگان پیغامبران و از

غالب ہے[2] اللہ برگزیدہ فرماتا ہے فرشتوں میں سے رسولوں کو اور

النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۞٧٥ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ

مردمان هر آئنه خدای شنواست بینا میداند آنچه پیش ایشانست

انسانوں میں سے' بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے[3] جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے

وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۞٧٦ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

و آنچه پس ایشانست و بسوے خدا ست باز گشت کارہا اے آنانکه

اور جو ان کے پیچھے ہے اور اللہ کی طرف کام لوٹائے جائیں گے[4] اے وہ لوگ جو

تفسیر اظہار العرفان

[1] یعنی اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ میری مثل دوسروں کو قرار دیا گیا ہے یعنی کافروں نے استحقاقِ عبادت میں اللہ تعالیٰ کی طرح دوسروں کو قرار دے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ مستحق عبادت ہے انھوں نے بتوں کو بھی معبود بنا رکھا ہے سوانکی حالت سنو اور خود فیصلہ کرو کہ اللہ کی مثل کسی کو قرار دینا کیا جائز ہے؟ اے کافرو! جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو اور انکو معبود کہہ کر پکارتے ہو وہ تو ایک مکھی پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اتنی حقیر' ذلیل اور بے مقدار چیز کو بھی بنا نہیں سکتے۔ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ: مشرکین بتوں پر زعفران کا لیپ کرتے تھے اور ان کے سامنے کھانا رکھتے تھے مکھیاں کھانے پر گرتی تھیں اور اس میں سے کچھ لے اڑتی تھیں مگر بت ان سے کچھ چھین نہ سکتے تھے' اسی مضمون کو اس میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں حالتیں بیان کر کے کفار کی انتہائی جہالت کا اظہار کیا ہے اول تو یہ ظاہر کیا کہ وہ اللہ جس کے قبضہ میں ساری کائنات ہے اور وہ سب کا خالق و موجد ہے اس کیساتھ مشرک ایسی چیزوں کو شریک بناتے ہیں جو حقیر ترین اور ذلیل مخلوق پیدا کرنے کی نہ اجتماعی قوت رکھتے تھے نہ انفرادی۔ دوم یہ کہ وہ چیزیں جن کو معبود قرار دیا گیا ہے اتنی بے بس اور عاجز ہیں کہ حقیر ترین مخلوق بھی اگر ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ چھڑا نہیں سکتیں اور اپنی طرف سے ان کا دفاع بھی نہیں کر سکتیں۔ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: طالب سے مراد ہے مکھی جو اس چیز کی طلبگار ہوتی ہے جس کو وہ بت سے چھینتی ہے اور مطلوب سے مراد ہے بت۔ طالب کمزور ہے اور مطلوب بالکل بے بس' بعض نے اسکے برعکس تفسیر کی ہے یعنی طالب سے مراد بت اور مطلوب سے مراد مکھی ہے' لیکن بت تو بے جان ہے وہ کسی چیز کی طلب نہیں رکھتا اس لئے اسکو طالب قرار دینا صرف ظاہری صورت کے لحاظ سے کہا جائیگا' حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ طالب سے مراد بت پرست اور مطلوب سے مراد بت۔ (مظہری) [2] کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت اور اسکی مثل سورۃ الانعام کی آیت یہود کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی اور وہ مالک بن صیف' کعب بن اشرف اور کعب بن اسد وغیرہ ہیں ان یہودیوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے فارغ ہوا تو آرام کرنے کیلئے ایک پیر کو دوسرے پیر پر رکھ کر سو گیا اس پر یہ آیت ان کی تکذیب کیلئے نازل ہوئی (تفسیر کبیر) واسطی کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے حق کی قدر دانی نہ پہچانی اس لئے اسکے علاوہ کسی اور کی قدر دانی کیسے پہچانیں گے [نہ رسل کی نہ اولیاء کی اور نہ صدیقین کی] بعض اہل کبار کہتے ہیں کہ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ کا مطلب ہے مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ یعنی ہم نے تجھے ایسا نہیں پہچانا جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے (روح البیان) [3] سورت کا اختتام اب اس آیت پر ہو رہا ہے کہ محمد ﷺ کو تبلیغ و رسالت کیلئے چن لیا یعنی آپکی بعثت کوئی نئی بات نہیں ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ قرآن ہم میں سے کسی ایک پر کیوں نہیں اتارا گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ان لوگوں کو بتایا کہ اللہ جسے چن لیتا ہے اس پر قرآن اتارتا ہے (القرطبی) [4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آگے پیچھے کی تشریح میں فرمایا: جو کچھ انھوں نے اپنے آگے بھیج دیا اور جو کچھ پیچھے چھوڑ آئے' حضرت حسن کہتے ہیں کہ جو کچھ عمل کر چکے اور جو آئندہ کرنے والے ہیں' بعض اہل تفسیر نے کہا کہ هُمْ ضمیر پیغمبروں کی طرف راجع ہے یعنی پیغمبروں کی پیدائش سے پہلے کے احوال اور ان کے وصال کے بعد کے احوال سے اللہ تعالیٰ واقف ہے۔ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ: وہی مالک ہے اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا کہ ایسا کیوں کیا؟ یہ باز پرس تو بندوں سے کی جائے گی۔ (مظہری)

اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا

گرویدند رکوع و سجده کنید

ایمان لائے رکوع اور سجدہ کرو

وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا

و پرستید خداوندان خود و بکنید

اور اپنے رب کی عبادت کرو اور

الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۷۷

نیکی شاید که شما رستگار شوید

نیکی کرو شاید کہ تم فلاح پا لو ۱

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ

و جهاد کنید در راه خدا خدای راست است

اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں جیسا کہ حق ہے

جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ

جهاد او وی برگزیند شما را و نکرد بر شما

اسکی (راہ میں) جہاد کرنے کا، اس نے تمہیں چنا اور نہ کی تم پر

فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ

در کار دین هیچ تنگی

دین کے کام میں کوئی تنگی

اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ

ملت پدران شما ابراہیم او نام نہاد شما را مسلمانان

تمہارے باپ ابراہیم کی ملت، اس نے نام رکھا تمہارا مسلمان

۱ رکوع اور سجود سے مراد ہے نماز، یہ دونوں نماز کے ضروری ارکان ہیں جن کے بغیر نماز کا وجود ہی قائم نہیں ہوتا، قرأت و قیام وغیرہ بھی ارکان ہیں لیکن اتنے اہم نہیں ہیں، ضرورت کے وقت ساقط ہو جاتے ہیں۔ گونگے سے قرأت ساقط ہے جو کھڑا نہ ہوسکتا ہو اس سے قیام ساقط ہے رکوع اور سجود کا سقوط کسی وقت نہیں ہوتا اسی لئے امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ جو شخص سر کے اشارہ سے بھی رکوع و سجود نہ کرسکتا ہو وہ نماز مؤخر کردے [آئندہ جب قدرت ہو تو ادا کرلے] اشارۂ ابرو یا صرف نیت قلب سے نماز نہیں ہو سکتی۔ عبادت کرو یعنی اس طور سے عبادت کرو جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا مقررہ طریقہ ہے اور نیکی کرو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قرابتداروں سے اچھا سلوک کرنا ان کو جوڑے رکھنا اور اعلیٰ اخلاق اختیار کرنا۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ یعنی یہ یقین مت کرو کہ یہ تمہارے نیک کام قطعی طور پر تم کو بامراد کردینگے امید رکھو کہ کامیاب ہوگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر انسان کیلئے تین رجسٹر نکال کرلائے جائیں گے ایک رجسٹر میں اس کے نیک اعمال ہونگے، ایک رجسٹر گناہوں کا ہوگا جس میں گناہوں کا اندراج ہوگا اور ایک رجسٹر اللہ کی نعمتوں کا، پھر اللہ اپنی سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائیگا اپنے مقابلہ میں اس نیک بندے کے نیک عمل کا انتخاب کرلے، نعمت اپنے مقابلہ میں سب نیک اعمال کو لے جائیگی، نعمت عرض کرے گی: اے اللہ تیری عزت کی قسم! میں نے اپنے مقابل ایک ایک کرکے ساری نیکیاں لے لیں اور ساری نیکیاں ختم ہوگئیں اب گناہ رہ گئے عملِ صالح ختم ہوگئے۔ اگر اللہ بندہ پر رحم کرنا چاہے گا تو فرمائیگا میرے بندے تیرے لئے تیری نیکیاں چند گنا کردیں ہیں اور تیرے گناہوں سے میں نے اعراض کیا ہے اور تجھ کو اپنی نعمت بخش دی۔ واضح رہے کہ اس آیت میں سجدہ سے مراد سجدۂ تلاوت نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک اس جگہ سجدہ سے مراد نماز کا سجدہ ہے کیونکہ آیت میں سجدہ کیساتھ رکوع کا حکم بھی دیا گیا ہے اور آیات قرآنیہ کو تلاش کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی آیات میں سجدہ سے مراد سجدۂ نماز ہوتا ہے جیسے وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ میں سجدۂ نماز مراد ہے۔ (مظہری) جاننا چاہیئے کہ قرآن پاک میں ۱۴ سجدے ہیں۔ ان میں سے سات فرض ہیں، تین واجب ہیں اور چار سنت ہیں۔ جو سجدے فرض ہیں وہ یہ ہیں اعراف، رعد، نحل، بنی اسرائیل، مریم سورہ حج کا پہلا سجدہ اور سورہ صٓ کا سجدہ۔ جو سجدے واجب ہیں وہ یہ ہیں سورہ فرقان، الٓمٓ تنزیل اور حٰمٓ السجدة۔ جو سجدے سنت ہیں وہ یہ ہیں سورہ نحل، سورہ نجم، سورہ انشقاق اور سورہ علق۔ جاننا چاہیئے کہ ان میں سے دو مقامات کے سجدے کے الفاظ کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک سورہ صٓ کا سجدہ، احناف کے نزدیک وَحُسْنَ مَاٰب پڑھکر سجدہ کرنا چاہیئے۔ دوسرا حٰمٓ السجدة، کا سجدہ، احناف کے نزدیک لَا يَسْـَٔمُوْنَ تک پڑھکر سجدہ کرنا چاہیئے۔ سوال: کیا پوری آیت پڑھنے پر سجدہ واجب ہوتا ہے یا آیت کا بعض حصہ پڑھنے سے بھی سجدہ واجب ہوتا ہے؟ جواب: صحیح یہ ہے کہ حرفِ سجدہ سے پہلے اور حرف سجدہ کے بعد والے کلمہ کو اگر سجدہ کے ساتھ تلاوت کی جائے تو سجدہ واجب ہوتا ہے ورنہ نہیں۔ بعض نے کہا کہ آیت کا اگر اکثر حصہ تلاوت کریگا تو سجدہ واجب ہوگا۔ (الجوهرة النيره)

مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا

پیش و دریں تا باشد فرستادہ گواہ

اس سے پہلے اور اس میں تا کہ رسول

لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا

رسول بر شما و باشید

ہو جائیں تم پر گواہ

عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ

گواہان بر مردمان

اور تم ہو جاؤ گواہ لوگوں پر

عَلَى النَّاسِ ۚ فَاَقِيْمُوا

پس بر پادارید نماز را

پس قائم رکھو نماز اور

الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ

و بدہید زکوۃ را

زکوۃ دو اور مضبوطی

وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ

و چنگ زنید بخدا اوست مولای شما

سے تھام لو اللہ (کی رسی) کو، وہی ہے تمہارا مولیٰ

فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝۷۸

پس نیکو کار سازی و نیکو یاری

پس کیا ہی بہتر کارساز ہے اور کیا ہی بہتر مددگار ہے لے

تفسیر اظہار العرفان

لے وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ: کہا گیا ہے کہ اس سے جہاد بالکفار مراد ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جمیع اوامر پر عمل کرنا اور اسکے جمیع نواہی سے اپنے آپ کو بچانا مراد ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ اپنے نفس کے خلاف اللہ تعالیٰ کی طاعت میں جہاد کرو، شیطان کے وسوسہ کو رد کرنے کیلئے اسکے خلاف جہاد کرو، ظلمت کے خلاف جہاد کرو اور کافرین کے کفر کو رد کرنے کیلئے جہاد کرو۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے منسوخ ہے فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔ حضرت سعید بن میتب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے دین کی بہتری اسکی آسانی میں ہے۔ حضرت حیوۃ بن شریک سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے اللہ [کی رضا] کیلئے جہاد کرے۔ حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے جمرۃ الاولیٰ کے پاس سوال کیا کہ کونسا جہاد افضل ہے، آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، اس نے یہی سوال جمرۃ الثانیہ کے پاس کیا، آپ نے کوئی جواب نہیں دیا پھر اس نے یہی سوال جمرۃ العقبیٰ کے پاس کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: سائل کہاں ہے؟ سائل نے عرض کی میں حاضر ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جابر بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا [افضل جہاد ہے] هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ: حضرت ابن زید اور حضرت حسن کہتے ہیں کہ هُوَ کی ضمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہے مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبی ﷺ سے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا۔ وَفِيْ هٰذَا: مطلب یہ ہے کہ آئندہ جو بھی حضرت محمد ﷺ کی پیروی کریگا وہ مسلم ہوگا۔ یہ مفہوم قرآن پاک کی اس آیت سے واضح ہوتا ہے رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ۔ یعنی اے ہمارے رب! ہمیں اپنے لئے گردن جھکانے والا بنا اور ہماری ذریت میں سے ایک گروہ کو گردن جھکانے والا بنا۔ جاننا چاہیئے کہ آیت کریمہ میں حرج سے کیا مراد ہے؟ اس میں علمائے تفسیر کے مختلف اقوال ہیں (۱) حرج سے وہ احکام مراد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا ہے (۲) حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو، دو تین، تین اور چار، چار عورتوں سے نکاح تمہارے لئے حلال کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے باندیاں تمہارے لئے حلال کیں (۳) اس سے نماز میں قصر، مسافر کیلئے روزہ نہ رکھنے کی اجازت، اہل ایمان میں سے جو کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے اس کیلئے بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت، بوڑھے، نابینا، لنگڑا، مریض اور اس شخص سے بھی جہاد کا حکم مرتفع ہونا جو اخراجات پر قدرت نہ رکھتا ہو، وغیرہم مراد ہیں۔ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ: زجاج اسکا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ تم سب اپنے باپ کی ملت کی پیروی کرو۔ بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ تم سب اسی طرح بھلائی کرو جس طرح تمہارے باپ نے بھلائی کی گویا کہ فعل کو ملت کے قائم مقام کیا اور آیت میں باپ سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں کیونکہ آپ ابوالعرب ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ خطاب تمام مسلمانوں سے ہے اگر چہ تمام مسلمان آپ کی اولاد میں سے نہیں ہیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حرمت تمام مسلمانوں پر ویسی ہی لازم ہے جیسی باپ کی حرمت بیٹے پر لازم ہوتی ہے۔ (القرطبی)